تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل عظیم الشان فقہی انسائیکلوپیڈیا

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

فتاوی رضویہ

تصنیف لطیف: اعلی حضرت مجدد امام احمد رضا

من یرد اللہ بہ خیرا یفقہہ فی الدین

العطایا النبویۃ فی الفتاوی الرضویۃ

مع تخریج و ترجمہ عربی عبارات

جلد چہارم

تحقیقاتِ نادرہ پر مشتمل چودھویں صدی کا عظیم الشان

فقہی انسائیکلوپیڈیا

امام احمد رضا بریلوی حنفی قدس سرہ العزیز

۱۲۷۲ھ ــــــ ۱۳۴۰ھ

۱۸۵۶ء ــــــ ۱۹۲۱ء

رضا فاؤنڈیشن ۰ جامعہ نظامیہ رضویہ

اندرون لوہاری دروازہ لاہور ۸ پاکستان (۵۴۰۰۰)

فون نمبر ۲۵۷۲۱۴

(جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں)

کتاب ———— فتاوٰی رضویہ جلد چہارم

تصنیف ———— شیخ الاسلام امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز

فیضانِ کرامت ———— مفتی اعظم پاکستان حضرت علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ

سرپرستی ———— مولانا صاحبزادہ محمد عبدالمصطفٰی ہزاروی ناظم اعلٰی جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور و شیخوپورہ

اہتمام ———— مولانا صاحبزادہ قاری نصیر احمد ہزاروی ناظم شعبہ نشرواشاعت

ترجمہ عربی عبارات ———— مولانا محمد احمد مصباحی ، مولانا محمد صدیق ہزاروی

پیش لفظ ———— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

فوائد جلیلہ (ترتیب تبویب) ———— حافظ محمد عبدالستار سعیدی

تخریج وتقدیم ———— مولانا نذیر احمد سعیدی ، مولانا محمد اکبر ہزاروی

ترتیب فہرست ———— حافظ محمد عبدالستار سعیدی ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

کتابت ———— محمد شریف گل ، کڑیال کلاں (گوجرانوالہ)

پروف ریڈنگ ———— مولانا سردار احمد حسن سعیدی

اشاعت ———— جنوری ۱۹۹۳ء

صفحات ———— ۷۶۰

مطبع ————

ناشر ———— رضا فاؤنڈیشن جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

قیمت ———— ۲۵۰ روپے

ملنے کے پتے

○ رضا فاؤنڈیشن ، جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

۰۳۰۰/۹۳۱۵۳۰۰ ۷۶۶۵۴۴۲

○ مکتبہ اہلسنت جامعہ نظامیہ رضویہ ، اندرون لوہاری دروازہ ، لاہور

○ ضیاء القرآن پبلیکیشنز ، گنج بخش روڈ ، لاہور

○ شبیر برادرز ، ۴۰ بی ، اردو بازار ، لاہور

اجمالی فہرست

فہرست رسائل

رموز

محقق : علامہ کمال الدین ابن ہمام صاحب فتح القدیر
ح : علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی صاحب غنیۃ المستملی
ش : علامہ محمد امین ابن عابدین الشامی صاحب رد المحتار
ط : علامہ سید احمد الطحطاوی صاحب حاشیۃ الدر المختار وحاشیہ مراقی الفلاح
الدر : الدر المختار ، علامہ محمد علاء الدین الحصکفی
الدرر : الدرر شرح الغرر ، ملا خسرو علامہ محمد بن فراموز
بحر : البحر الرائق ، علامہ زین الدین ابن نجیم
ہندیہ : فتاوٰی عالمگیری ، جماعت علمائے احناف
نہر : النہر الفائق ، سراج الدین عمر بن نجیم
فتح : فتح القدیر ، علامہ کمال الدین ابن ہمام
غنیہ : غنیۃ المستملی ، علامہ محمد ابراہیم بن محمد الحلبی
حلیہ : حلیۃ المحلی ، ابن امیر الحاج

○

پیش لفظ

چند سال قبل محسن اہلسنت مفتی اعظم پاکستان ناظم اعلیٰ تنظیم المدارس (اہلسنت) شیخ الحدیث حضرت علامہ مفتی محمد عبد القیوم ہزاروی قدس سرہ العزیز کی سرپرستی اور نگرانی میں فتاوی رضویہ کی جدید دور کے تقاضوں کے مطابق اشاعت کا جو عظیم منصوبہ رضا فاؤنڈیشن کے نام سے شروع کیا گیا تھا بفضلہ تعالیٰ پوری آب و تاب کے ساتھ اپنی ارتقائی منازل طے کر رہا ہے، اب تک فتاوی رضویہ کی کتاب الطہارۃ (مکمل، چار جلدوں میں زیور طباعت سے مزین ہو کر منظر عام پر آچکی ہے۔ کتاب الطہارت بارہ قدیم مجلدات میں سے جلد اول مکمل اور جلد دوم کے تقریباً ڈیڑھ سو صفحات پر پھیلی ہوئی تھی۔

فتاوی رضویہ، کتاب الطہارۃ پر ایک نظر

عام طور پر فقہ و فتاوی کی کتابوں میں کتاب الطہارت کے تحت مندرجہ ذیل ابواب سے متعلق مسائل مندرج ہوتے ہیں: (۱) وضو (۲) نواقض وضو (۳) غسل (۴) پانیوں کا بیان (۵) کنوئیں کا بیان (۶) تیمم (۷) مسح خفین (۸) حیض (۹) انجاس (۱۰) استنجاء۔

لیکن فتاوی رضویہ کا انداز و اسلوب کتب فتاوی میں منفرد اور ممتاز ہے۔

اس عظیم فقہی و علمی شاہکار میں کتاب الطہارۃ کے تحت مذکورۃ الصدر دس ابواب سے متعلق مسائل کے علاوہ مندرجہ ذیل بیالیس ابواب سے متعلق بھی ضمناً ہزاروں مسائل مذکور ہیں، نماز، احکام مسجد، جنائز، زکوۃ، روزہ، حج، نکاح، طلاق، عتق، قسم، حدود، سیر، شرکت، وقف، بیوع، شہادت، وکالت، دعوی، ہبہ، اجارہ، حجر، غصب، قسمت، شکار و ذبیحہ و قربانی، حظر و اباحت، احیاء موات، شرب، دیت، جنایات، وصی، فرائض، فوائد فقہیہ، رسم المفتی، عقائد، کلام، رد بدمذہباں، فوائد حدیثیہ، اسماء الرجال، فضائل و مناقب، فوائد اصولیہ، طبعیات، ہندسہ و ریاضی۔

فتاوی رضویہ کی کتاب الطہارۃ ۲۴۶ استفتاءات کے جوابات، اقوال و غلط وغیرہ کے عنوان سے ۱۳۶ تحقیقات

و تدقیقات مصنف رحمہ اللہ تعالیٰ، ۱۹۲۵ معروضات و تطفلات اور ۳۰ رسائل پر مشتمل ہے جن میں سے ایک رسالہ "باب العقائد والکلام" جو جلد اول قدیم کے صفحہ ۳۵ ، تا ۴۹ ، پر تھا کتاب الطہارۃ سے خارج کر دیا گیا ہے جدید ایڈیشن میں اسے عقائد وکلام والی جلد میں شامل کیا جائے گا۔

فتاوٰی رضویہ جلد چہارم

پیش نظر جلد، جلد اول قدیم کے صفحہ ۴۹۰ ، رسالہ "قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء" سے آخر یعنی صفحہ ۸۴۹ تک اور جلد دوم قدیم کے شروع سے صفحہ ۴۲ یعنی کتاب الطہارۃ کے آخر تک ہے۔ یہ جلد ۱۳۲ سوالوں کے جوابات، اقول اور قلت کے عنوان سے ۴۹۵ تحقیقی نکات، ۲۵۰ تطفلات و معروضات اور انتہائی نفیس و دقیق مباحث جلیلہ کے حامل مندرجہ ذیل پانچ عظیم الشان رسائل پر مشتمل ہے۔

(۱) قَوَانِیْنُ الْعُلَمَاءِ فِیْ مُتَیَمِّمٍ عَلِمَ عِنْدَ زَیْدٍ مَاءً۔
اس تیمم کرنے والے کا حکم جس کو علم ہو کہ دوسرے کے پاس پانی ہے۔

(۲) اَلطِّلْبَۃُ الْبَدِیْعَۃُ فِیْ قَوْلِ صَدْرِ الشَّرِیْعَۃِ۔
امام صدر الشریعۃ صاحب شرح وقایہ کی ایک عبارت پر محققانہ بحث۔

(۳) مُجَلِّی الشَّمْعَۃِ لِجَامِعِ حَدَثٍ وَّ لُمْعَۃٍ۔
جنابت وحدث دونوں کے جمع ہونے کی ۹۰ صورتوں کا بیان۔

(۴) سَلْبُ الثَّلْبِ عَنِ الْقَائِلِیْنَ بِطَھَارَۃِ الْکَلْبِ۔
کتے کے نجس ہونے کا بیان۔

(۵) اَلْاَحْلٰی مِنَ السُّکَّرِ لِطَلَبَۃِ سُکَّرِ رُوْسَرْ۔
جانوروں کی ہڈیوں سے صاف کردہ چینی کا بیان۔

اس جلد میں متعدد ضمنی مسائل کے علاوہ پانچ مستقل ابواب پر تفصیل سے بحث کی گئی ہے۔

(۱) تیمم (اس کی بحث جلد سوم کے صفحہ ۴۹۰ سے چلی آرہی ہے)
(۲) مسح خفین (موزوں پر مسح کا بیان)
(۳) حیض (حائضہ عورت کے احکام کا بیان)
(۴) انجاس (نجاستوں کا بیان)
(۵) استنجاء (استنجاء کرنے کا مشروع طریقہ)

فوائدِ جلیلہ

فتاویٰ رضویہ جلد اول قدیم کے حاشیہ پر اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے مختلف فقہی، کلامی، اخلاقی، اصلاحی، معاشرتی اور معاملاتی ابواب سے متعلق متعدد مستقل مسائل ذکر فرمائے جن میں سے بعض کی طرف کتاب کے اندر اشارہ موجود ہوتا ہے اور بعض بالکل مستقل حیثیت میں کتاب سے علاوہ فائدے کے طور پر مذکور ہیں جن کا ذکر فہرست میں ہے لیکن وہ کتاب کے اندر موجود نہیں بلکہ حاشیہ پر موجود ہیں۔ نئی طباعت میں چونکہ صرف متنِ کتاب یا اس سے متعلق حواشی ہی دیئے گئے ہیں حاشیہ پر موجود مستقل مسائل نہیں دیئے گئے لہٰذا ان کی علیحدہ کتابت کرواکے "فوائدِ جلیلہ" کے نام سے مستقل رسالہ کی صورت میں پیشِ نظر جلد کے آخر میں لگا دیئے گئے ہیں جن کی ترتیب و تبویب کا فریضہ حضرت قبلہ مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے حکم پر راقم نے سرانجام دیا ہے۔ ان فوائد کی مجموعی تعداد ۱۳۲۰ ہے۔ قارئین کی سہولت کے لیے ہر مسئلہ کے آخر میں پرانی جلد اول مطبوعہ رضا اکیڈمی بمبئی کا صفحہ اور فائدہ نمبر بھی درج کر دیا گیا ہے۔ ان فوائد جلیلہ کو نقل کرنے میں مولانا حافظ محمد سلیمان سعیدی اور مولانا محمد یونس نے بھرپور تعاون فرمایا۔

اس جلد میں شامل جلد اول (قدیم) کی عربی عبارات کا ترجمہ محقق جلیل حضرت علامہ محمد احمد مصباحی دامت برکاتہم القدسیہ شیخ الادب دار العلوم جامعہ اشرفیہ مبارکپور ہندوستان نے فرمایا جن کا مختصر تعارف جلد سوم کے پیش لفظ میں گزر چکا ہے، جبکہ جلد دوم (قدیم) کے ۵۰۷ صفحات کی عربی عبارات کے ترجمہ کے فرائض فاضل شہیر سابق مشیر وفاقی شرعی عدالت پاکستان حضرت علامہ محمد صدیق ہزاروی مدرس دار العلوم جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور زید مجدہٗ نے سرانجام دیئے ہیں۔ مولانا ہزاروی کا شمار سریع القلم اور کثیر التصانیف فضلاء میں ہوتا ہے اب تک متعدد کتب کے تراجم و تلخیصات کے علاوہ بیسیوں مستقل تصانیف تحریر فرما چکے ہیں۔ اخبارات و رسائل میں آپ کے بہت سے تحقیقی مضامین شائع ہو چکے ہیں اور یہ سلسلہ ابھی جاری ہے۔

اللہ تبارک و تعالیٰ حضرت مفتی صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو عمرِ خضر عطا فرمائے اور اُن کی سرپرستی میں فتاویٰ رضویہ شریفہ کو نافعِ عام بنانے کے لیے اس عظیم اشاعتی منصوبہ کو پایۂ تکمیل تک پہنچائے۔ آمین!

○ حافظ محمد عبدالستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ، لاہور

۱۱ جمادی الاولیٰ ۱۴۱۳ھ / ۷ نومبر ۱۹۹۲ء

فہرست جلد چہارم

ابواب و مسائل

باب التیمم

کر مانگے سے دے دے گا تو اگرچہ نیت توڑنا واجب
ہے لیکن اگر نماز پوری کر کے مانگا اور اُس نے نہ دیا
تو نماز ہوگئی اور تیمم باقی ہے۔ ٦٢٢ ، ٣٧

ایک شخص نے چند آدمیوں کو پانی مشترکہ ہبہ کیا اور انہوں
نے قبضہ کر لیا جب بھی تیمم کسی کا نہ جائے گا۔ ٦٢٢ ، ٣٩

اگر ان میں صرف ایک کو ہبہ کیا تو بعد قبضہ اُسی کا تیمم
جاتا رہا لیکن اگر وہ امام تھا تو نماز سب کی گئی اگرچہ
اوروں کا تیمم نہ گیا۔ ٦٢٢ ، ٤٠

تیمم سے جماعت ہو رہی ہے اور ایک شخص پانی لایا
اور کہا یہ میں نے سب کو ہبہ کیا، یا امام کے سوا کسی
اور کو کہا یہ میں نے تجھے ہبہ کیا، بعد سلام امام نے
اُس سے پانی مانگا اُس نے دے دیا سب کی نماز
گئی۔ ٦٢٢ ، ٤٠

شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم
ہوا اگر غالب گمان ہو کہ مانگنے سے دے دے گا تو
مانگنا واجب، شک ہے تو مستحب ورنہ مستحب
بھی نہیں۔ ٦٢٣ ، ٤٤

آبِ طہارت سفر میں بہ دل نہیں کہ اُس کے دینے
میں بہت تکلف ہوتا ہے۔ ٦٢٣ ، ٥٨

دس صورتیں جن میں پانی دے دینے کا ظن غالب
ہوتا ہے۔ ٦٢٣ ، ٥٩

جس چیز کے ہوتے ہوئے تیمم نہ ہو سکتا ہو تیمم کی
حالت میں جب وہ شے پائی جائے گی اُسے توڑ
دے گی۔ ٦٢٣ ، ٦٩

یہاں واقعی پانی دینے نہ دینے کا اعتبار ہے اُسے
گمان کچھ بھی ہو اگر واقع کا حال نہ کھلا تو اُس کے
گمان پر مدار ہے۔ ٦٢٣ ، ٦٢

جنگل میں پانی کا قرب معلوم نہ تھا جاننے والے
سے پوچھا اُس نے نہ بتایا تیمم سے پڑھ لی نماز
ہوگئی۔ ٦٢٣ ، ٦٣

بتانے والا موجود تھا اور اُس نے نہ پوچھا اور
نماز پڑھ لی پھر دریافت کیا اور اُس نے پانی قریب
بتایا نماز نہ ہوئی۔ ٦٢٣ ، ٦٤

اُس نے پوچھا اور اُس نے سُنا اور کچھ نہ بولا بعد
نماز پانی بتایا نماز ہوگئی۔ ٦٢٣ ، ٦٤

گمان غالب تھا کہ نہ دے گا تیمم سے نماز پڑھ لی
اتنے میں اُس کے پاس اور پانی کثیر آگیا اور
دے دیا تو کیا حکم ہے۔ ٦٢٣

گمان غالب تھا کہ دے دے گا بعد نماز مانگا
اُس نے انکار کر دیا اس لیے کہ اتنے میں پانی
خرچ ہو کر کم رہ گیا تھا تو کیا حکم ہے۔ ٦٢٣

پانی پر قدرت جس سے تیمم ناجائز ہو پانچ طرح
حاصل ہوتی ہے۔ ٦٦

کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا غالب
گمان نہ ہوا بعد نماز مانگا اُس نے کہا خرچ
ہو گیا پہلے مانگتے تو دے دیتا اس کا کچھ اعتبار نہیں۔

پانی جس کے پاس ہے اُس نے غلط حیلہ کر دیا
کہ خرچ ہو گیا تو اس کا کچھ اثر نہیں۔ ٦٢٣ ، ٦٦

پانی دینے کا وعدہ کرنے سے اُسی وقت کے لیے
پانی پر قادر سمجھا جائے گا کسی آئندہ وقت پر اُس کا

اس کی تحقیق کہ پانی دینے کا ظن غالب ہو تو بے مانگے تیمم سے پڑھ لینے سے نماز ہوگی یا نہیں۔ ۱۴۸

جنگل میں جس سے پانی کا سوال و جواب نہ بچے موجود ہے اور بے پوچھے پڑھ لی تو کیا حکم ہے۔ ۱۵۵، ۹۸۰

پانی مانگنے اور دینے نہ دینے کے مسائل میں ۱۱ افادے تحقیقات مصنف سے۔ ۱۶۸

جنابت کے ساتھ حدث بھی ہے اور نہا نہیں سکتا وضو کر سکتا ہے تو وضو بھی نہ کرے صرف تیمم کافی ہے۔ ۱۸۹، ۹۸۰

تنگی وقت کے لیے تیمم کی تائید مزید۔ ۱۹۰

ایک طہارت میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہو سکتے۔ ۱۹۱، ۹۸۱

ہر حدث چھوٹا ہو یا بڑا آتا ہے تو ایک ساتھ جاتا ہے تو ایک ساتھ اس میں تجزّی نہیں۔ ۱۹۱، ۹۸۱

اکثر اعضائے وضو زخمی ہیں تو صرف تیمم کرے یوں ہی اکثر بدن زخمی ہے تو فقط تیمم کرے۔ ۱۹۱، ۹۸۱

وضو یا غسل میں اگر ناخن بھر جگہ پانی پہنچنے سے رہ گئی تیمم کرے تا تمام جسم دھونا کافی نہ ہو اگر جب اتنا پانی ملے کہ اس ناخن بھر جگہ پر بہنے کو کافی ہو تیمم ٹوٹ جائیگا اسی پر بہانے سے غسل اُتر جائیگا۔ ۱۹۱، ۹۸۱

جنب کے صرف وضو کے قابل پانی تھا اُس نے فقط تیمم کیا اب حدث ہُوا تو وضو کرے۔ ۱۹۶، ۹۸۲

نہانے میں کچھ جگہ رہ گئی اور پانی نہ رہا تیمم کرے اس کے بعد حدث ہو تو دوسرا تیمم کرے۔ ۱۹۹، ۹۸۲

نہانے میں کچھ بدن باقی رہ گیا اور پانی ختم ہو چکا اب جتنا پانی پائے اُس جگہ پر بہائے کہ جنابت کم ہوگی۔ ۲۰۳، ۹۸۲

نہانے میں اعضائے وضو اور کچھ اور بدن باقی رہ گیا پھر اتنا پانی ملا کہ اُن میں ایک کو کافی ہے تو جس میں چاہے خرچ کرے اور وضو بہتر۔ ۲۰۳، ۹۸۲

جنب نے وضو کر لیا اور پانی نہ رہا تیمم کیا اب جو پانی ملے تو اعضائے وضو دھونے کی اُسے حاجت نہیں بقیہ بدن دھوئے غسل اُتر جائیگا جو اعضا پہلے دھو لیے ان کی طہارت اسی معنی پر ہو چکی کہ دوبارہ اُن کے دھونے کی حاجت نہیں نہ یہ کہ اُن سے وہ کام جائز ہو جائیں جو جنب کو ناجائز تھے۔ ۲۳۱، ۹۸۲

جنب نہایا اور پیٹھ کا کچھ حصہ باقی تھا پھر حدث ہُوا دونوں کے لیے ایک تیمم کرے پانی اُن میں سے جس کے لیے کافی ملے گا تیمم اُس کے حق میں ٹوٹ جائے گا دوسرے کے حق میں باقی رہے گا اور اگر ایک کو کافی ہے دونوں نہ ہو سکیں تو جنابت دھوئے اور مذہب راجح میں حدث کا تیمم پھر کرے۔ ۲۵۸، ۹۸۲

اسی صورت میں اگر جنابت نہ دھوئی بلکہ وضو کیا تو جنابت کا تیمم بالاتفاق پھر کرنا ہوگا۔ ۲۶۲، ۹۸۳

جنابت کے لیے غسل و تیمم سے پہلے جو حدث ہوگا وہ غسل یا تیمم اُسے بھی زائل کر دے گا لیکن جنب نے اعضائے وضو دھو لیے اُس کے بعد حدث ہو تو بقیہ بدن دھونے سے اُس کا غسل اُتر جائے گا یہ حدث نہ جائیگا اس کے لیے وضو یا تیمم ضرور ہے۔ ۲۶۶، ۹۸۳

پانی اتنی ہی جگہ کو پاک کرتا ہے جہاں گزرے اور منہ چہرہ و دست پر گزر کر سارے بدن کو ۲۹۶، ۹۸۳

باب الاستنجاء

فہرست ضمنی مسائل

کہا میں نے طلاق دی طلاق ہو گئی، اور جھنجھلا کر جھڑکنے کی آواز سے کہا میں نے طلاق دی، تو ہو گی۔ ۱۱۹، ۱۲

عورت نے طلاق مانگی اس نے نہ مانا اُس نے پھر کہا دی اس نے سختی سے کہا دی، نہ ہوئی، اور نرم آواز سے کہا تو ہو گئی۔ ۱۱۹، ۱۲

تنبیہ :- یہاں سے معلوم ہوا کہ طلاق کے مسائل بہت نازک ہیں ایک حرف کی کمی بیشی در کنار لہجہ کے بدلنے سے حکم بدلتا ہے سخت احتیاط درکار ہے۔ ۱۲

مسائل قسم

قسم کھائی فلاں چیز تجھے دینے سے انکار نہ کروں گا اُس نے مانگی، اُس نے وعدہ کیا تو کیا حکم ہے۔ ۲، ۱۳

قسم کھائی کہ فلاں چیز زید کو نہ دوں گا اُس نے مانگی اس سے وعدہ کر لیا قسم نہ ٹوٹے گی جب تک نہ دے۔ ۱۱۵، ۱۳

قسم کا کفارہ دینے کی اتنی نہیں کہ دس مسکینوں کو کھانا دے پائے کو دے سکتا ہے تو صرف تین روزے رکھے۔ ۲۲۳، ۱۳

قسم کھائی کہ نکسیر چھوٹنے سے وضو نہ کرے گا، پھر پیشاب کیا پھر ناک سے خون نکلا اس نے وضو کیا حانث ہو جائے گا۔ ۲۲۹، ۱۳

مسائل بیع

بائع نے بیع میں شرط کی کہ تین دن تک مجھے بیع قائم رکھنے نہ رکھنے کا اختیار ہے اُس مدت تک مبیع اُسی کی ملک رہے گی مشتری کو تصرف جائز نہ ہوگا یہ شرط انتہا درجہ تین دن کے لیے جائز ہے زیادہ کے لیے

حرام و مفسد بیع۔ ۱۲۶، ۱۷

کسی سے کہا اپنا غلام میری طرف سے بعوض ہزار روپے کے آزاد کر دے، اُس نے کر دیا یہ بیع تو ہوئی مگر اسے نہ ایجاب و قبول درکار نہ بیع کے شرائط۔ ۱۷، ۲۵۵ (حاشیہ)

مسائل دعویٰ

حاکم نے مدعیٰ علیہ سے حلف کو کہا وہ چپ رہا یہ بھی انکار ہے جبکہ گونگا یا بہرا نہ ہو۔ ۱۸، ۱۹

اس صورت میں مستحب ہے کہ قاضی اُس سے تین بار حلف کو کہے اگر سکوت کرے انکار ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دے دے۔ ۱۸، ۱۹

مسائل ہبہ

عورت سے کہا تو نے مہر بخشا اُس نے کہ بخشا بخشا، گواہوں نے کہا ہم گواہ ہو جائیں کہا ہو جاؤ ہو جاؤ، قرینہ سے معلوم ہوگا کہ اس کا یہ کہنا واقعی ہے یا طنز ہے۔ طنز ہے تو نہ بخشا گیا۔ ۱۱۹، ۱۹

مسائل اجارہ

کافر کی خدمتگاری کی نوکری جائز نہیں۔ ۲۸

قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی اُجرت جائز نہیں اور اس کے جواز کا حیلہ۔ ۲۱

مسائل حظر و اباحت

مسلمان کو جائز نہیں کہ باختیار خود اپنے کو

فوائد فقہیہ

رسم المفتی

رسالہ

قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء ۱۲

علماء کے قوانین اس تیمم کرنے والے کے بارے میں جسے معلوم ہوا کہ زید کے پاس پانی ہے (ت)

شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں ضمناً اس مسئلہ کا ذکر آیا کہ اگر دوسرے کے پاس پانی پایا اور نہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی پھر مانگا اور اُس نے دے دیا تو نماز نہ ہوئی، نہ دیا تو ہوگئی۔ اس مسئلہ کی تفصیل و تحقیق وہاں لکھی کہ بجائے خود ایک رسالہ ہوگئی طول کے سبب اُسے وہاں سے جُدا کیا اور رسالہ کر دیا۔ یہ وہ رسالہ ہے وباللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ارسل من بحر نداہ ماء ھداہ مع مصطفاہ و افاض نائلا بلا سؤال وطھرنا بہ من دنس

تمام تعریف خدا کے لیے جس نے اپنے بحرِ سخا سے آبِ ہدٰی اپنے مصطفٰی کے ساتھ بھیجا، تو ہمیں بے مانگے عطا کیا اور اس سے ہمیں گمراہی کے میل سے

ف۱ اقول جو تیمم سے ہوا اور جو تیمم کرنا چاہتا ہو تیمم دونوں پر صادق ہے اور ان مسائل میں دونوں کا ذکر ہے پھر علم کہا معنی نہ کہا کہ اگر علم شرط ہے دیکھنا ضرور نہیں جیسے پانی اس سے آڑ میں ہے یا یہ اندھا ہے اور اسے علم آیا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اور زید کہا رفیق نہ کہا کہ رفیق ہونا کچھ شرط نہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

مجمل فہرست رسائل

رسالہ

قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء[١٣٠٥]

علماء کے قوانین اس تیمم کرنے والے کے بارے میں جسے معلوم ہو کہ زید کے پاس پانی ہے (ت)

شرح تعریفِ رضوی کے افادہ ۹ میں ضمناً اس مسئلہ کا ذکر آیا کہ اگر دوسرے کے پاس پانی پایا ورنہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی پھر مانگا اور اُس نے دے دیا تو نماز نہ ہوئی، نہ دیا تو ہوگئی۔ اس مسئلہ کی تفصیل وتحقیق وہاں لکھی کہ بجائے خود ایک رسالہ ہوگئی طول کے سبب اُسے وہاں سے جُدا کیا اور رسالہ کا حوالہ دیا۔ یہ وہ بحث ہے۔ وباللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نحمد اللہ الذی امر بسؤال من یحسن الاداء، ومنا علینا وحمدناہ، وصلی علی مصطفاہ، واعطانا بلا سؤال، وطہرنا بہ من داء

تمام تعریف خدا کے لیے جس نے اپنے بخشش سخا کے، آپ ہدی، اپنے مصطفٰی کے ساتھ بھیجا، تو ہمیں بے مانگے عطا کیا اور اس سے ہمیں گمراہی کے میل سے

ف اقول جو تیمم سے ہو اور جو تیمم کرنا چاہتا ہو تیمم دونوں پر صادق ہے اور ان مسائل میں دونوں کا ذکر ہے پھر علم کہا یہ نہ کہا کہ دیکھا تاکہ معلوم ہو کہ علم شرط ہے دیکھنا ضرور نہیں جیسے پانی اس سے آڑ میں ہے یا یہ اندھا ہے اور اسے علم ہوا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اور زید کہہ کر تخصیص نہ کی کہ عاقل کا دیکھنا شرط نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (م)

الضلال ؕ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ؕ وبارک وشرف ومجد وکرم ؕ صلی التوالی والمواتر والاتصال والی ابد الاباد من ازل الازال ؕ وعلٰی اٰلہ وصحبہ خیر صحب واٰل ؕ

پاک کیا۔ خدائے برتر ان پر درود وسلام نازل فرمائے اور برکت وشرافت، بزرگی وکرامت بخشے۔ پے بہ پے لگاتار اور پیہم ابدوں کے ابد تک ازلوں کے ازل سے۔ اور ان کی آل واصحاب پر جو بہتر آل واصحاب ہیں۔ (ت)

تیمم کردہ دوسرے کے پاس پانی پائے یہ مسئلہ بہت معرکۃ الآراء وطویلۃ الذیال ہے اکثر کتب میں اس کے بعض جزئیات مذکور ہیں امام صدرالشریعۃ نے شرح وقایہ پھر محقق ابراہیم حلبی نے غنیہ شرح منیہ میں پھر محقق زین العابدین نے بحرالرائق میں رحمہم اللہ تعالٰی رحمۃ بھم (خدائے برتر ان پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر رحمت فرمائے۔ ت) اس کے لیے قواعد کلیہ وضع فرمانا چاہے کہ جمیع شقوق کو حاوی ہوں۔ فقیر اولاً چند مسائل ذکر کرے جن کا لحاظ ہر ضابطہ میں ضروری ہے وہی اپنے اختلافات پر مادۂ ہر ضابطہ ہیں پھر قوانین علماء اور مالہا وماعلیہا پھر وہ جو فیض قدیر سے قلب فقیر پر فائض ہوا وللہ الحمد واللہ المستعان وعلیہ التکلان (اور خدا ہی کے لیے ساری حمد ہے اور خدا ہی مستعان ہے اور اسی پر بھروسہ ہے۔ ت)

مسئلہ ۱: اگر دوسرے کے پاس اتنا پانی ہو کہ اس کی طہارت کو کافی، اس کی حاجت سے زائد جو معلوم نہ تھا اور تیمم کرکے نماز پڑھ لی نماز کے بعد معلوم ہوا تو نماز پر اس کا کچھ اثر نہیں نماز ہوگئی اگرچہ بعد نماز وہ اسے پانی خود یا اس کے مانگے سے دے بھی دے۔

لما مرت ان لا قدرۃ الا بالعلم حتی لو وضع فی رحلہ ماء ونسیہ وصلی تمت وان تذکر بعد مالم یعد کما تقدم مفصلا فی نمرۃ ۵۰۔

اس کی وجہ وہی ہے جو بیان ہوئی کہ بغیر علم واطلاع کے قدرت نہیں۔ یہاں تک کہ اگر اپنے خیمہ میں پانی رکھا اور بھول گیا اور نماز پڑھ لی تو پوری ہوگئی۔ اگر بعد نماز یاد آیا تو اعادہ نہیں جیسا کہ نمبر ۵۰ میں تفصیل سے گزرا۔ (ت)

خانیہ میں ہے:

المصلی بالتیمم اذا وجد الماء بعد الفراغ من الصلاۃ لا تلزمہ الاعادۃ ولو وجد فی خلال الصلاۃ فسدت وکذا لو وجد بعد التشہد قبل السلام وان وجد بعد

تیمم سے نماز ادا کرنے والے کو جب نماز سے فارغ ہونے کے بعد پانی ملے تو اس پر اعادہ لازم نہیں اور اگر نماز کے درمیان پانی پائے تو نماز فاسد ہوگئی۔ اسی طرح اگر تشہد کے بعد سلام سے پہلے پائے۔ اگر ایک سلام

ما سلم تسليمة واحدة لو تفسد[1] — پھیرنے کے بعد پایا تو نماز فاسد نہ ہوئی۔ (ت)

مسئلہ ۲: اگر نماز پڑھتے میں اس نے پانی لاکر رکھا کہ یہ لے لے یا مطلق کہا کہ جس کے جی میں آئے اس سے وضو کرے تو تیمم ٹوٹ گیا نماز جاتی رہی اس کا ذکر ضمن نمبر ۱۲ میں گزرا مگر یہاں ایک استثناء لطیف ہے امام فقیہ النفس نے فرمایا، اگر وہ کہنے والا نصرانی ہو نیت نہ توڑے کہ اس کے کہنے کا کیا اعتبار شاید مسخرہ پن سے کہتا ہو ہاں نماز کے بعد اس سے مانگے دے دے تو نماز پھیرے ورنہ ہوگئی۔ خانیہ میں ہے۔

المصلي بالتيمم اذا قال له نصراني خذ الماء فانه يمضي على صلاته ولا يقطع لان كلامه قد يكون على وجه الاستهزاء فلا يقطع بالشك فاذا فرغ من الصلاة سأله ان اعطاه اعاد الصلاة والا فلا[2]

تیمم سے نماز ادا کرنے والے سے جب کوئی نصرانی کہے پانی لے تو نماز پڑھتا رہے قطع نہ کرے اس لیے کہ اس کا کلام بطور استہزاء بھی ہوتا ہے تو شک کی بنیاد پر قطع نہ کرے جب نماز سے فارغ ہوجائے تو اس سے طلب کرے، اگر دے دے تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نہیں۔ (ت)

اسی طرح خلاصہ میں زیادات وفتاوٰی رزین سے ہے **اقول** علمائے کرام اکثر بجائے مناط ذکر مظنہ پر اکتفاء فرماتے اور مثال سے مقصود کی توضیح ہی کرتے ہیں یہاں نصرانی کی تخصیص مراد نہیں بلکہ مدار ظن استہزاء ہے اگر نصرانی یا کوئی کافر اس کا نوکر یا ماتحت یا رعیت یا اس کی شاگردی میں ہے یا اس سے کسی حاجت کی طمع رکھتا یا خوف کرتا ہے تو ان صورتوں میں اس پر گمان استہزاء نہ ہوگا نیت توڑنی ہوگی ہاں اگر پھر مانگے پر نہ دے تو تیمم باقی ہے وذلك لظهور القدرة على الماء ظنا مع عدم ما يعارضه (وہ اس لیے کہ ظنی طور پر پانی پر قدرت ظاہر ہوگئی اور اس کا کوئی معارض موجود نہیں۔ ت) اور اگر کوئی فاسق بیباک تمسخر کا عادی ہے اور ان سے یونہی کہا کرتا پھر نہیں دیتا ہے تو اس کے کہنے پر نیت توڑنے کی اجازت نہ ہوگی۔

لان ابطال العمل حرام ولم يحصل الظن بالقدرة بقول مثله من المستهزئين اللاعبين۔

اس لیے کہ عمل کا باطل کرنا حرام ہے اور اس جیسے کھیلنے تمسخر کرنے والے کی بات سے قدرت کا ظن حاصل نہ ہوا۔ (ت)

ہاں بعد نماز دے دے تو اعادہ کرنی ہوگی ورنہ نماز بھی ہوگئی اور تیمم بھی باقی واللہ تعالٰی اعلم

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز لہ التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۲۷

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما ینقض التیمم مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۳۰

مسئلہ ۳: اگر اس نے اس سے پانی لینے کو کہا مگر عین نماز میں اسے اس کے پاس کافی پانی ہونے کا علم ہوا۔ **اقول:** اگرچہ تذکر سے کہ پہلے اس کے پاس پانی ہونا معلوم تھا یاد نہ رہا تیمم کرکے نماز شروع کی نماز میں یاد آیا کہ فلاں کے پاس پانی ہے وھو الظاھر جدا (اور یہی بہت ظاہر ہے۔ ت) تو دو صورتیں ہیں اگر اسے گمان غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو نیت توڑے اور مانگے اور اگر گمان غالب ہو کہ نہ دے گا یا کسی طرف غلبۂ ظن نہ ہو شک کی حالت ہو تو نیت توڑنے کی اجازت نہیں ہو سکتی۔ صدر الشریعہ میں زیادات سے ہے:

المتیمم المسافر اذا رأی مع رجل ماء کثیرا وھو فی الصلاۃ وغلب علی ظنہ انہ لایعطیہ او شک یمضی علی صلاتہ لانہ صح شروعہ فلا یقطع بالشک وان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ قطع الصلاۃ وطلب منہ الماء؎۱۔

تیمم والا مسافر حالت نماز میں جب کسی کے پاس کثیر پانی دیکھے اور غالب گمان ہو کہ وہ اسے پانی نہ دے گا یا شک ہو تو نماز پوری کرے اس لیے کہ اس کا شروع کرنا صحیح ہے تو شک کی وجہ سے نیت نہ توڑے گا اور اگر غالب گمان ہو کہ پانی دے دے گا تو نماز توڑ دے اور اس سے پانی طلب کرے۔ (ت)

بعینہٖ اسی طرح بدائع وحلیہ میں عتابیہ کرخی سے ہے:

غیر انہ لیس فیہ ذکر ظن الاعطاء صریحا و انما دل علی القطع فیہ بالمفھوم

مگر اس میں دینے کا گمان ہونے والی صورت صراحۃً مذکور نہیں۔ مفہوم سے معلوم ہوتا ہے کہ اس صورت میں نماز توڑ دینے کا حکم ہے۔ (ت)

بزازیہ میں ہے:

ان علم انہ یعطیہ قطع وان اشکل لا؎۲۔

اگر یہ جانتا ہو کہ وہ دے دے گا تو نماز توڑ دے اور اگر اشکال واشتباہ کی صورت ہو تو نہ توڑے۔ (ت)

فتاوی امام قاضی خان میں ہے:

المصلی بالتیمم اذا رأی سرابا ان کان

تیمم سے نماز ادا کرتے ہوئے اگر سراب (پانی کی شکل

؎۱ شرح الوقایہ فصل مایجوز لہ التیمم مطبع رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱

؎۲ فتاوی بزازیہ مع عالمگیری فصل الثانی فی التیمم مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲

اکبر رأیه انه ماء یباح له ان ینصرف و ان استوی الظنان لایحل له قطع الصلاة واذا فرغ من الصلاة ان ظهر انه کان ماء یلزمه الاعادة والا فلا۔[۱]

میں ریت) دکھائی دے تو اگر اس کا غالب گمان ہو کہ یہ پانی ہے تو اس کے لیے نماز توڑنا جائز ہے اور اگر دونوں گمان برابر ہوں تو نماز توڑنا جائز نہیں، اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد ظاہر ہو جائے کہ پانی ہی ہے تو اعادہ لازم ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

تنبیہ: اقول[ف] ظاہر عبارات بحالت ظن غالب علماء وجوب قطع ہے،

لان[ف۲] صیغة الایجاب اکد من صیغة الامر ولان بطل العجز وان لم یقدر علی الماء حتی بطل تیممه لکن اورث شبهة قویة فی زمانه فلا یحل المضی علیه حتی یظهر بطلانها ولان الصلاة بالتیمم[ف۳] کاملة عندنا کالصلاة بالوضوء ولذا صح اقتداء المتوضئ بالمتیمم بل جاز بلاکراهة وان کان العکس افضل فهذا نقض[ف] لیس للاکمال بل للابطال و

اس کی چند وجہیں ہیں (۱) اس لیے کہ صیغۂ خبر صیغۂ امر سے زیادہ مؤکد ہے (۲) اس لیے کہ دیکھنے کا اسے گمان ہے تو اگرچہ اس سے پانی پر اسے قدرت نہیں حاصل ہوگی کہ اس کا تیمم باطل ہو جائے لیکن اس گمان سے تیمم باقی رہ جانے میں ایک قوی شبہہ ضرور پیدا ہوگیا تو اس تیمم پر برقرار رہنا حلال نہ ہوگا جب تک کہ اس شبہہ کا بطلان ظاہر نہ ہو جائے (۳) اس لیے کہ ہمارے نزدیک تیمم سے نماز کی ادائیگی کامل ہے جیسے وضو سے نماز کامل ہے اسی لیے یہ درست بلکہ بلاکراہت جائز ہے کہ وضو والا

عنه فان قلت الیس قد قالوا ندب لراجی الماء تأخیر الصلاة الی اخر الوقت المستحب لیقع الاداء باکمل الطهارتین اقول الاکمل فوق الکامل والقطع انما جاء للاکمال لا للزیادة بعد الکمال قال فی البنایة علی قول

اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ کیا علماء نے یہ نہیں فرمایا کہ پانی ملنے کی امید ہو تو آخر وقت مستحب تک نماز مؤخر کرنا مندوب ہے تاکہ نماز کی ادائیگی دونوں طہارتوں میں سے اس طہارت سے ہو جو زیادہ کامل ہے اقول (جواب یہ ہے کہ) زیادہ کامل کا درجہ کامل سے اوپر ہے اور نماز توڑنا کامل کرنے ہی کے لیے ہے کامل ہو جانے کے بعد زیادتی کمال کے لیے نہیں ہے (باقی برصفحۂ آئندہ)

---

[۱] فتاوی قاضی خان فصل فیما یجوز له التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۸

ليس ثمه في المضي على الصلاة ضرر عليه يزال ومثل القطع لو لم يجب لم يجز لقوله تعالى ولا تبطلوا اعمالكم والله سبحنه اعلم۔

تیمم والے کی اقتدا کرے اگرچہ اس کا عکس افضل ہے، تو اس گمان کے باعث نماز توڑنا اسے کامل کرنے کے لیے نہیں بلکہ باطل کرنے کے لیے ہے اور وہاں نماز پڑھتے رہنے میں اس کا کوئی نقصان بھی نہیں جسے دُور کرنا ہو۔ اور نماز توڑنا ایسا عمل ہے کہ اگر واجب نہ ہوتا تو اس کا جواز بھی نہ ہوتا اس لیے کہ باری تعالٰی کا فرمان ہے: "اور تم اپنے عملوں کو باطل نہ کرو"۔ اور اللہ تعالٰی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۴: یہ حکم نماز کے قطع و اتمام کا تھا۔ رہا یہ کہ اس سے پانی مانگنا اس پر واجب ہے یا نہیں۔ **اقول** یہاں ظن عطا تو وجوب میں شبہہ نہیں کہ اسی کے لیے نیت توڑنے کا حکم ہوا باقی دو حالتوں میں عبارت خلاصہ یہ ہے بیرون نماز پانی دیکھ کر مانگنا واجب ہونے نہ ہونے کا اختلاف آئندہ اور اور مسائل ذکر کر فرمایا،

هذا كله قبل الشروع في الصلاة ولو شرع بالتيمم في السفر فرأى رجلا معه ماء كثير ان علم انه يعطيه يقطع الصلاة وان علم انه لا يعطيه يمضي على صلاته وان شك يمضي على صلاته ثم يسأله ان اعطاه اعاد الصلاة وان ابى فصلاته تامة[1]۔

یہ سارا حکم نماز شروع کرنے سے پہلے ہے۔ اور اگر سفر میں تیمم سے نماز شروع کردی پھر کسی کو دیکھا جس کے پاس بہت سا پانی ہے تو اگر یہ جانتا ہو کہ وہ اسے پانی دے دے گا تو نماز توڑ دے۔ اور اگر جانتا ہو کہ نہ دے گا تو نماز پڑھتا رہے اور اگر اشتباہ ہو تو بھی نماز پڑھتا رہے پھر فارغ ہو کر اس سے مانگے اگر دے دے تو نماز کا اعادہ کرے اور انکار کرے تو نماز کامل ہوگئی۔ (ت)

اسی طرح ہندیہ میں محیط سرخسی سے ہے غیر انہ لم یذکر ظن المنع[2] (مگر انہوں نے منع و انکار کا گمان ہونے والی صورت نہ بیان کی۔ ت) اس کا یہ مفاد کہ بحال ظن منع سوال کی اصلاً حاجت نہیں اور بحال شک نماز

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الهداية باكمل الطهارتين وهو الوضوء وصيغة افعل تدل على ان التيمم طهارة كاملة ولكن الوضوء اكمل منه[3] اھ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ہدایہ کی عبارت "باکمل الطہارتین" (دونوں میں سے اکمل طہارت کے ذریعے) پر بنایہ کے الفاظ یہ ہیں: وہ وضو ہے اور افعل کا صیغہ یہ بتا رہا ہے کہ تیمم بھی طہارت کاملہ ہے لیکن وضو اس سے زیادہ کامل ہے اھ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الفصل الخامس فی التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/ ۳۳

[2] فتاوٰی ہندیہ آخر فصل اول مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/ ۲۹

[3] البنایۃ فی شرح الہدایۃ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۱/ ۳۳۳

پوری کرکے مانگے یہ صاف نہ فرمایا کہ مانگنا واجب ہے یا مستحب۔ **اقول**[ف] مسئلہ ظن قرب آب میں تقریر یہ ہے کہ قرب مشکوک ہو طلب واجب نہیں صرف مستحب ہے، درمختار میں ہے:

الا یغلب علی ظنه قربه لا یجب بل ندب ان رجا والا لا[1]۔ | اگر قرب آب کا غالب گمان نہ ہو تو طلب واجب نہیں بلکہ مندوب ہے اگر امید رکھتا ہو ورنہ مندوب بھی نہیں۔ (ت)

شرح تعریف رضوی کے افادہ پنجم میں اور بعض عبارات بھی اس کے مفید گزریں اور جوہرۂ نیرہ میں ہے:

ان شك یستحب له الطلب[2] (شک کی صورت میں طلب مستحب ہے۔ ت) یوں ہی غنیہ میں سراج وہاج سے ہے، بحر میں بدائع سے ہے:

اذا لم یغلب علی ظنه قربه لا یجب بل یستحب اذا کان علی طمع من وجود الماء[3]۔ | قرب آب کا غالب گمان نہ ہو تو طلب واجب نہیں بلکہ مستحب ہے جبکہ پانی موجود ہونے کی اسے کچھ امید ہو۔ (ت)

اس کے بکثرت مؤیدات عنقریب آتے ہیں ان شاء اللہ تعالٰی تو حاصل حکم یہ نکلا کہ بحال ظن عطا مانگنا واجب اور بحال شک مستحب اور بحال ظن منع مستحب بھی نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۵: بحر و منیہ وغیرہما میں ہے کہ نماز میں بحال غلبہ ظن عطا اگرچہ نیت توڑنے کا حکم ہے مگر فقط اس غلبہ ظن سے تیمم نہ ٹوٹے گا نہ نماز جائے گی یہاں تک کہ اگر پوری کرلی اور پھر مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز بھی صحیح اور تیمم بھی باقی کہ ظاہر ہوا کہ وہ ظن غلط تھا۔ **اقول** یہ حکم خود انھیں عبارات مذکورہ زیادات وجامع کرخی ومحیط سرخسی وخلاصہ وبزازیہ وصدر الشریعۃ وحلیہ وہندیہ سے ظاہر کہ قطع نماز کو فرمایا اور قطع وہی کی جائے گی کہ ہنوز باقی ہے باطل خود ہی معدوم ہوگئی قطع کیا ہو۔ بحر میں ہے:

اذا کان فی الصلاۃ وغلب علی ظنه الاعطاء لاتبطل بل اذا اتمها وسأله ولم یعط تمت صلاته لانه ظهر ان ظنه کان خطأ کذا فی شروح الوقایۃ | جب اندرونِ نماز ہو اور اسے غالب گمان ہو کہ دے دے گا تو اس سے نماز باطل نہیں ہوجاتی بلکہ اس صورت میں جب نماز پوری کرلے پھر مانگے اور وہ نہ دے تو نماز پوری ہوگئی اس لیے کہ ظاہر ہوگیا

---

[1] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۳
[2] الجوہرۃ النیرۃ " مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۸
[3] البحرالرائق مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۱

فمرجعه ان ما فی فتح القدیر من بطلانها بمجرد حسبته علی الاعطاء لیس بظاهر الا ان قاضیخان فی فتاواه ذکر البطلان فی هذه الصورة بمجرد الظن عن محمد[1]۔

کہ اس کا گمان غلط تھا۔ ایسا ہی شرح وقایہ میں ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ محض غلبۂ ظن عطا سے بطلانِ نماز کی بات جو فتح القدیر میں ہے وہ ظاہر نہیں مگر قاضی خان نے اس صورت میں محض گمان کی وجہ سے بطلانِ نماز امام محمد سے اپنے فتاوٰی میں نقل فرمایا ہے۔ (ت)

اسی طرح ردالمحتار میں بحر سے ہے:

قال لاتبطل کما جزم به الزیلعی وغیره فما فی الفتح فیه نظر نعم فی الخانیة عن محمد انها تبطل بمجرد الظن فمع غیبته اولی وعلیه یحمل ما فی الفتح[2] اھ

انہوں نے کہا: نماز باطل نہیں ہوجاتی جیسا کہ اس پر امام زیلعی وغیرہ نے جزم کیا ہے تو فتح القدیر میں جو لکھا ہے وہ محلِ نظر ہے۔ ہاں خانیہ میں امام محمد سے ایک روایت ہے کہ محض گمان سے نماز باطل ہوجاتی ہے تو غلبۂ ظن سے بدرجۂ اولٰی باطل ہوجائے گی اور اسی پر محمول ہے وہ جو فتح القدیر میں ہے۔ (ت)

اقول عبارة الخانیة المسافر اذا شرع فی الصلاة بالتیمم ثم جاء انسان معه ماء فانه یمضی فی صلاته فاذا سلم فسأله ان منع جازت صلاته وان اعطاه بطلت وعن محمد رحمه الله تعالٰی اذا رأی فی الصلاة مع غیره ماء وفی غالب ظنه انه یعطیه بطلت صلاته[3] اھ

اقول (میں کہتا ہوں) خانیہ کی عبارت یہ ہے: "مسافر جب تیمم سے نماز شروع کرچکے پھر کوئی آدمی آئے جس کے پاس پانی ہو تو وہ نماز پڑھتا رہے جب سلام پھیر لے تو اس سے پانی مانگے اگر وہ نہ دے تو اس کی نماز ہوگئی اور اگر دے دے تو باطل ہوگئی۔ اور امام محمد رحمۃ اللہ علیہ سے روایت ہے کہ جب اندرونِ نماز دوسرے کے پاس پانی دیکھے اور اس کا غالب گمان یہ ہے کہ وہ اسے دے دے گا تو اس کی نماز باطل ہوگئی۔"

فلیس فیها عن محمد بطلانها

اس عبارت کے اندر امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے

---

[1] البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۳
[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۵
[3] فتاوٰی قاضی خان فصل فیما یجوز له التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۲۶

بمجرد الظن بالمعنی الذی اراده النہر بل
قد قید صریحًا بغلبۃ الظن ولو لم یقید
لکان هو المراد اذ الظن الضعیف ملتحق
بالشک کما صرحوا بہ فکیف تبطل بالشک
صلٰوۃ صح الشروع فیہا بیقین وکانہ لم یراجع
الخانیۃ واعتمد قول اخیہ ذکر البطلان
بمجرد الظن فحملہ علی تجرید الظن
من الغلبۃ ولیس کذلک وانما مراده
بمجرد الظن ای قبل ان یسأل فیظہر
تحقیق ظنہ او حسبانہ۔

اس معنی میں مجرد ظن سے بطلانِ نماز کا ذکر نہیں جو صاحب
النہر الفائق نے مراد لیا بلکہ اس میں تو صاف غلبۂ ظن
کی قید موجود ہے اور اگر یہ قید نہ ہوتی تو بھی ظن سے
غلبۂ ظن ہی مراد ہوتا اس لیے کہ ظنِ ضعیف تو شک میں
شامل ہے جیسا کہ علما نے اس کی صراحت فرمائی ہے
تو شک سے ایسی نماز کیسے باطل ہو جائے گی جسے
شروع کرنا یقینی طور پر درست بھی ہوا ہے۔ ایسا
معلوم ہوتا ہے کہ صاحبِ نہر نے خود خانیہ کی مراجعت
نہ فرمائی اور اپنے برادر (صاحبِ بحر) کی عبارت "ذکر
البطلان بمجرد الظن" (مجرد ظن سے بطلان کا
ذکر کیا ہے) پر اعتماد کرتے ہوئے اس کا معنی یہ لے لیا کہ گمان غلبہ سے خالی ہو حالانکہ ایسا نہیں۔ مجرد ظن سے ان کی مراد
یہ ہے کہ محض گمان ہو یعنی ابھی مانگا نہیں کہ گمان کی درستی و کامیابی یا ناکامی منکشف ہو۔ (ت)

ثم اقول ما روی عن محمد رحمہ
اللہ تعالٰی یحتمل تاویلین الاول ان بطلت بمعنی
ستبطل کما هو معروف فی کلماتہم فی غیر
ما مقام وقد بیناه فی رسالتنا فصل القضاء
فی رسم الافتاء۔ الثانی ان المعنی ان حکم
نفس هذه الصورۃ هو البطلان حتی لو لم
یزد علی هذا او مضی علی صلٰوتہ ولم
یسأل بعدها حکم ببطلانها سواء اعطاه
صاحب الماء بدون سؤال اولا۔ وعبارۃ
الفتح هکذا جماعۃ من المتیممین وهب
لهم صاحب الماء فقبضوه لا ینتقض تیمم
احد منہم لانہ لا یصیب کلا منہم ما یکفیہ
علی قولہما وعلی قول ابی حنیفۃ رضی اللہ

ثم اقول امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی سے جو روایت
آئی ہے اس میں دو تاویلیں ہو سکتی ہیں۔ اول یہ کہ
"باطل ہو گئی" کا معنی یہ ہے کہ ابھی باطل ہو جائے گی
جیسا کہ ان حضرات کی عبارتوں اور متعدد جگہوں میں یہ
معنی معلوم و معروف ہے۔ اور ہم نے اسے اپنے رسالہ
"فصل القضاء فی رسم الافتاء" میں بیان
کیا ہے۔ دوم یہ کہ خود اس صورت کا حکم یہ ہے کہ
نماز باطل ہو گئی یہاں تک کہ اگر اس نے اس سے
زیادہ کچھ نہ کیا اور نماز پڑھ لی، بعد میں مانگا بھی نہیں
تو اس نماز کے باطل ہونے کا حکم ہوگا خواہ پانی[1] والا
بغیر مانگے اسے دے یا نہ دے۔ اور فتح القدیر کی
عبارت اس طرح ہے: تیمم والوں کی جماعت ہو جسے
انہیں پانی کے مالک نے پانی ہبہ کر دیا جس پر وہ قابض

تعالٰی عنہم لا تصح ھذہ الھبۃ للشیوع ولو عیّن الواھب واحدا منھم یبطل تیممہ دونھم حتی لو کان اماما بطلت صلاۃ الکل وکذا لو کان غیر امام الا انہ لما فرغ القوم سألہ الامام فاعطاہ تفسد علی قول الکل لتبین انہ صلی قادرا علی الماء وعن ابی نصر قوم صلوا بتیمم وفیھم رجل معہ ماء فان غلب علی ظنہ انہ یعطیہ بطلت قبل السؤال وان غلب ان لا یعطیہ یمضی علی صلاتہ وان اشکل علیہ یمضی ثم یسألہ فان اعطاہ ولو بیعا بثمن المثل ونحوہ اعاد والا فھی تامۃ وکذا لو اعطاہ بعد المنع الا انہ یتوضأ بہ للصلاۃ الاخری وعلی ھذا فاطلاق فساد الصلاۃ فی صورۃ سؤال الامام اما ان یکون محمولا علی حالۃ الاشکال او ان عدم الفساد عند غلبۃ ظن عدم الاعطاء مقید بما اذا لم یظھر لہ بعد اعطاؤہ وانت تعلم ان ھذہ العبارۃ بعیدۃ عن ذینک التاویلین اما الاول فظاھر واما الثانی فلان عبارۃ ما حکاہ عنہ انہ عند ظن العطاء او المنع لا توقف علی السؤال بل مضت فی ظن المنع وبطلت فی ظن العطاء سأل او لم یسأل انما یتوقف الامر علی السؤال عند الشک والاشکال ولذا فھم

بھی ہوگئے تو ان میں سے کسی کا تیمم نہ جائے گا اس لیے کہ ہر ایک کو اتنا نہ پہنچے گا جو اس کے لیے کافی ہو، یہ حکم بر قول صاحبین ہے۔ اور امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے قول پر یہ ہبہ ہی شیوع کی وجہ سے صحیح نہیں۔ اور اگر ہبہ کرنے والے نے ان میں سے کسی ایک کو معین کردیا تو اس کا تیمم باطل ہوجائے گا باقی لوگوں کا نہیں یہاں تک کہ وہ شخص معین اگر امام تھا تو سب کی نماز باطل ہوگئی۔ اسی طرح اگر غیر امام ہو۔ مگر یہ کہ جب لوگ نماز سے فارغ ہوگئے تو امام نے اس سے پانی مانگا اس نے دے دیا تو سب کے قول پر نماز فاسد ہوگی اس لیے کہ ظاہر ہوگیا کہ اس نے پانی پر قدرت ہوتے ہوئے نماز ادا کی۔ جاننا چاہئے کہ امام ابو نصر سے روایت ہے کہ اگر کسی نے تیمم سے نماز شروع کی پھر اس کے سامنے ایسا شخص نمودار ہوا جس کے پاس پانی ہے تو اگر اس کا غالب گمان یہ ہو کہ وہ پانی دے دے گا تو مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہوگئی اور اگر غالب گمان یہ ہو کہ نہ دے گا تو نماز پوری کرے اور اگر اشتباہ کی صورت ہو تو نماز پوری کرے پھر اس سے مانگے اگر دے دے خواہ ثمن مثل کے بدلے بیع وغیرہ سے ہی سہی تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نماز کامل ہوگئی۔ اسی طرح اگر انکار کرنے کے بعد دے مگر اس صورت میں وہ پانی سے کسی دوسری نماز کے لیے وضو کرے گا۔ تو امام کے مانگنے کی صورت میں فساد نماز کو مطلقاً کہنا یا تو حالت اشتباہ پر محمول ہوگا یا اس پر کہ نہ دینے کا غلبہ ظن ہونے کی صورت میں عدم فساد اس سے مقید ہے کہ ابھی اس کے دینے کا حال ظاہر نہ ہوا ہو اور ناظر کو

---

[1] فتح القدیر باب التیمم مطبعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹

المخالفة بينه وبين فرع سؤال الاعطاء
حيث حكموا فيه ببطلان صلاتهم اذا
اعطاه وهو باطلاقه يشمل ما اذا كان
الامام ظن في صلاته عطاءه او منعه او
شك فتوقفت الصحة في ظن المنع ايضا
على ما يتبين من الحال بعد السؤال ولذا
مرده التوفيق بين حملين اما ان يخص الفرع
بصورة الشك فيصح التوقف على السؤال
او يقال ان في ظن المنع ايضا يزول حكم
الصحة بظهور خلافه بعد الصلاة فهذا
ما فهمه ورامه رحمه الله تعالى وهو غير
منصوص عليه في فرع السؤال مما روي عن الامام الرباني
رحمه الله تعالى كيف وقد [illegible]
انهم هم الذين فرعوه وانت تعلم ان مرد حكمه
ليس ما في الخلاصة سوى ان فيها
ان علموا انه يعطيه يقطع الصلاة ووقع
بدله في الفتح بطلت قبل السؤال وليس
مفادهما البطلان بمجرد ظن العطاء ولا الجزم
بالصحة مطلقا في ظن المنع حتى لا تعود وان
اعطى ولا تخصيص احالة الحكم على
ما يتبين بعد السؤال بصورة الاشكال
بل هو عام يشمل جميع الاشكال كما
يتجلى في كل ذلك حقيقة الحال
بعون المولى ذي الجلال والافضال والله
تعالى اعلم انه رحمه الله تعالى اعتمد

معلوم ہے کہ یہ عبارت صاحب فتح القدیر کی ان دونوں
تاویلوں سے بعید ہے۔ پہلی تاویل کا بعد تو ظاہر ہے
دوسری اس طرح کہ اپنے طور پر انہوں نے جو حکایت
فرمائی اس کا مفاد یہ ہے کہ دینے یا نہ دینے کا ظن ہو
کی صورت میں مانگنے پر کچھ موقوف نہیں بلکہ حکم یہ ہے
کہ نہ دینے کا ظن ہو تو نماز صحیح اور دینے کا ظن ہو تو
باطل ہوگی مانگے یا نہ مانگے۔ صرف شک و اشکال
کی صورت میں مانگنے پر معاملہ موقوف رہتا ہے۔ اسی
لیے انہوں نے اس مسئلہ میں اور امام کے مانگنے کے مسئلہ
میں اختلاف سمجھا کیونکہ اس میں علماء نے سبھی کی نماز
باطل ہونے کا حکم کیا ہے جب امام کو مانگنے پر پانی دے
پانی دے دے۔ اور یہ حکم اپنے اطلاق کی وجہ سے
دونوں صورتوں ظن عطا، ظن منع اور شک تمام
صورتوں کو شامل ہے تو ظن منع کی صورت میں بھی مانگنے
کے بعد ظاہر ہونے والے حال پر نماز کی صحت موقوف
رہی اور اسی لیے انہوں نے دو محمل کے درمیان تطبیق
دائر فرمائی کہ یا تو جزئیہ کو صورت شک سے خاص کیا جائے
تو صحت نماز مانگنے پر موقوف رہے گی یا یہ کہا جائے
کہ بعد نماز گمان کی خلاف ظاہر ہو جائے تو صحت نماز کا
حکم ظن منع کی صورت میں بھی ختم ہو جاتا ہے۔ یہ وہ ہے
جو صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ تعالیٰ نے سمجھا اور مراد لیا۔
ان کا یہ سمجھنا کلام امام ربانی رحمہ اللہ تعالیٰ سے منقول شدہ
روایت کے طریقہ پر وارد نہیں اور یہ کیسے کہا جا سکتا ہے
جبکہ وہ صاف اس کی نسبت مشائخ کی طرف فرما رہے ہیں
کہ انہی حضرات نے یہ تفریع کی ہے۔ یہ بھی معلوم ہے

فهما على ما في صدر مسألة ولم يراجع كلماتهم ولذا تردد في التوفيق مع ان الشق الاول لا مساغ له والاخير هو المنصوص عليه في كتب المذهب كما سيأتي ان شاء الله تعالى.

کہ صاحب فتح القدیر نے جو حکایت فرمائی بعینہٖ وہی ہے جو خلاصہ میں تحریر ہوئی۔ فرق یہ ہے کہ خلاصہ میں ہے "اگر جانتا ہو کہ دے دے گا تو نماز توڑ دے" اس کے بدلے فتح القدیر میں یہ ہے کہ "مانگنے سے پہلے ہی نماز باطل ہوگئی"۔ حالانکہ اس عبارت کا مفاد یہ نہیں کہ محض ظن عطا سے نماز باطل ہوگئی، نہ ہی ظن منع کی صورت میں مطلقاً صحت نماز کا جزم ہے یہاں تک کہ دے دینے پر بھی اعادۂ نماز نہ ہو، نہ ہی یہ کہ مانگنے کے بعد ظاہر ہونے والی حالت پر حکم کا مدار صرف صورت شک کے ساتھ خاص ہے بلکہ حکم عام اور تمام صورتوں کو شامل ہے جیسا کہ اس مسئلہ میں حقیقت حال بعونہٖ تعالٰی خدائے ذی الجلال روشن ہوگی۔ ظاہر یہ ہے ــــ اور خدا سب سے برتر ہی جاننے والا ہے ــــ کہ صاحب فتح القدیر رحمہ اللہ تعالٰی نے یہاں اپنی یاد پر اعتماد فرمایا ہے کلمات علماء کی مراجعت نہ فرمائی اسی لیے تطبیق میں تردد کی صورت اختیار کی حالانکہ شق اول کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں اور اخیر پر تو کتب مذہب میں نص وارد ہے۔ جیسا کہ عنقریب آئے گا اگر خدائے برتر نے چاہا۔ (ت)

مسئلہ ۱۲: اگر شروع نماز سے پہلے دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا تو آیا اس سے مانگنا واجب ہے یا نہیں یہاں اختلاف روایات تا بحد اضطراب ہے [illegible] کہ یہاں بھی وہی حکم ہے جو مسئلہ ۹ میں گزرا یعنی ظن غالب ہو کہ دے دے گا تو سوال واجب اور بے مانگے تیمم کرکے نماز پڑھنا حلال نہیں ورنہ واجب نہیں اور بلا سوال نماز حلال ہاں بحال شک سوال مستحب مسئلہ مردودہ ظن میں تو یہی تحقیق وتوفیق ہے اور مسئلہ شک میں یہی قول جمہور وراجح علی التحقیق ہے اس اختلاف روایات کے متعلق بعض عبارات دکھا کر اپنے دونوں دعووں کو دو مقاموں میں تحقیق کریں وباللہ التوفیق ہدایہ میں ہے:

(ان کان مع رفیقه ماء طلب منه قبل ان یتیمم) لعدم المنع غالبا (ولو تیمم قبل الطلب اجزأه عند ابی حنیفة رضی الله تعالی عنه) لانه لا یلزمه الطلب من ملك الغیر وقالا لا یجزیه لان الماء مبذول عادة۔[1]

اگر رفیق سفر کے پاس پانی ہو تو قبل تیمم اس سے طلب کرے کیونکہ عموماً اس سے انکار نہیں ہوتا۔ اور اگر بغیر مانگے تیمم کرلیا تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ کے نزدیک ہوجائے گا۔ اس لیے کہ دوسرے کی ملک سے مانگنا اس پر لازم نہیں۔ اور صاحبین نے فرمایا تیمم نہ ہوگا اس لیے کہ پانی عموماً خرچ کیا اور دیا جاتا ہے۔ (ت)

---

[1] ہدایہ مع الفتح باب التیمم مطبعہ نوریہ رضویہ سکھر ۲۵/۱

عنایہ و بنایہ میں ہے:

ذکر الاختلاف فی الایضاح والتقریب وشرح الاقطع بین ابی حنیفۃ وصاحبیہ کما ذکرنا فی الکتاب وقال فی المبسوط ان کان مع رفیقہ ماء فعلیہ ان یسألہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ کان یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وما شرع التیمم الا لدفع الحرج[1]

ایضاح، تقریب اور شرح اقطع میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف ذکر کیا ہے جیسے کتاب میں بیان کیا ہے۔ اور مبسوط میں فرمایا: اگر رفیق کے پاس پانی ہو تو اس پر یہ ہے کہ رفیق سے مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں وہ کہتے تھے کہ مانگنا ذلت کا کام ہے اور اس میں کچھ حرج بھی ہے جبکہ تیمم کی مشروعیت دفعِ حرج ہی کے لیے ہے۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

القدرۃ علی الماء بملکہ او بملک بدلہ اذا کان یباع او باباحۃ اما مع ملک الرفیق فلا لان الملک حاجز فثبت العجز[2]۔

پانی پر قدرت یوں ہوتی ہے کہ خود اس کا مالک ہو یا فروخت ہو رہا ہو تو اس کے بدل کا مالک ہو یا اس کے استعمال کی اباحت ہو۔ لیکن پانی رفیقِ سفر کی ملک ہو تو یہ نہیں اس لیے کہ ملک مانع ہے تو عجز ثابت ہوگیا۔ (ت)

اسی میں نیز ذخیرۂ امام برہان الدین سے بنایہ وغیرہ کتب کثیرہ میں ہے:

عن الجصاص لا خلاف بینہم فمراد ابی حنیفۃ اذا غلب علی ظنہ منعہ ومرادہما اذا ظن عدم المنع لثبوت القدرۃ بالاباحۃ فی الماء لا فی غیرہ عندہ[3]۔

جصاص سے منقول ہے کہ ائمہ میں کوئی اختلاف نہیں۔ امام ابوحنیفہ کی مراد یہ ہے کہ غالب گمان نہ دینے کا ہو اور صاحبین کی مراد یہ ہے کہ عدمِ انکار کا گمان ہو اس لیے کہ امام صاحب کے نزدیک پانی میں اباحت سے قدرت ثابت ہو جاتی ہے دوسری چیزوں میں نہیں۔ (ت)

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب التیمم مطبع نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵
[2] فتح القدیر " " " " "
[3] " " " " " "

نہایہ امام سغناقی پھر بنایہ امام عینی و ذخیرۃ العقبٰی چلپی میں ہے:

لم یذکر فی عامۃ النسخ قول ابی حنیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ فی ھذا الموضع بل قیل لا یجوز التیمم قبل الطلب اذا کان غالب ظنہ ان یعطیہ مطلقا من غیر ذکر الخلاف بین علمائنا الثلثۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم الا فی الایضاح اھ نص الذخیرۃ ولم یذکر فی النھایۃ قولہ الا فی الایضاح وذکر مکانہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ یقول السؤال ذلۃ وفیہ ضرر۔[1][2]

اکثر نسخوں میں اس جگہ امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول مذکور نہیں بلکہ یہ کہا گیا کہ مانگے بغیر تیمم جائز نہیں جب کہ غالب گمان یہ ہو کہ دے دے گا۔ یہ ہمارے تینوں علماء رضی اللہ تعالٰی عنہم کے درمیان کوئی اختلاف بتائے بغیر مطلق مذکور ہے، مگر ایضاح میں ذکر خلاف ہے، یہ ذخیرہ کی عبارت ہے اور نہایہ میں "الا فی الایضاح" نہیں، اس کی جگہ یہ ہے، مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں وہ کہتے ہیں کہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں ضرر ہے۔ (ت)

نیز عینی میں ہے:

ذکر الزوزنی وغیرہ لو تیمم قبل الطلب اجزأہ عند ابی حنیفۃ فی روایۃ الحسن عنہ[3]

زوزنی وغیرہ نے ذکر کیا ہے کہ اگر مانگے بغیر تیمم کر لیا تو امام ابوحنیفہ کے نزدیک، ان سے جو حسن نے روایت کی، تیمم ہو جائے گا۔ (ت)

بحر میں ہے:

اعلم ان ظاھر الروایۃ عن اصحابنا الثلثۃ وجوب السؤال من الرفیق کما یفیدہ ما فی المبسوط قال واذا کان مع رفیقہ ماء فعلیہ ان یسألہ الا علی قول الحسن بن زیاد فانہ کان یقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وما شرع التیمم الا لدفع الحرج ولکنا نقول ماء الطھارۃ مبذول

معلوم ہو کہ ہمارے تینوں اصحاب سے ظاہر روایت یہ ہے کہ رفیق سے مانگنا واجب ہے جیسا کہ یہ اس سے مستفاد ہوتا ہے جو مبسوط میں ہے، فرماتے ہیں: جب اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس پر یہ ہے کہ رفیق سے مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر ایسا نہیں اس لیے کہ وہ کہتے تھے کہ مانگنا ذلت ہے اور اس میں کچھ حرج ہے جب کہ تیمم کی مشروعیت دفع حرج

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع الاسلامیہ لاہور ۱/۱۰۰
[2] و [3] عینی شرح الہدایۃ باب التیمم مطبع المکتبۃ الامدادیہ مکۃ مکرمہ ۱/۳۳۴

عادة بين الناس وليس في سؤال ما يحتاج اليه مذلة فقد سأل رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم بعض حوائجه من غيره اھ فاندفع بهذا ما وقع في الهداية وشرح الاقطع من الخلاف بين ابي حنيفة وصاحبيه فعنده لايلزمه الطلب وعندهما يلزمه و اندفع ما في غاية البيان من ان قول الحسن حسن وفي الذخيرة نقلا عن الجصاص انه لاخلاف بين ابي حنيفة وصاحبيه فمراده فيما اذا غلب على ظنه منعه اياه و مرادهما عند غلبة الظن بعدم المنع و في المجتبى الغالب عدم الظنة بالماء حتى لو كان في موضع تجري الظنة عليه لايجب الطلب منه اھ[1]

بھی لے لیے ہوتی ہے۔ لیکن ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارت کا پانی لوگوں کے درمیان عادۃً لیا دیا جاتا ہے اور جس چیز کا ضرورت مند ہو اس کے مانگنے میں ذلت نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بھی اپنی ضرورت کی بعض چیزیں دوسرے سے مانگی ہیں اھ اس سے وہ دفع ہوگیا جو ہدایہ اور شرح اقطع میں امام ابوحنیفہ اور صاحبین کے درمیان اختلاف کا ذکر واقع ہوا کہ امام صاحب کے نزدیک طلب لازم نہیں اور صاحبین کے نزدیک لازم ہے، اور وہ بھی دفع ہوگیا جو غایۃ البیان میں ہے کہ حسن کا قول حسن ہے اور وہ بھی جو ذخیرہ میں جصاص سے منقول ہے کہ امام ابوحنیفہ اور صاحبین میں کوئی اختلاف نہیں۔ امام صاحب کی مراد وہ صورت ہے جب اس کا غالب گمان ہو کہ اسے نہ دے گا اور صاحبین کی مراد وہ صورت ہے جب غالب گمان ہو کہ انکار نہ کرے گا مجتبٰی میں ہے اکثر یہی ہے کہ پانی میں بخل نہیں کیا جاتا یہاں تک کہ اگر کسی ایسی جگہ ہو جہاں پانی میں بخل ہوتا ہے تو اس سے مانگنا واجب نہیں اھ (ت)

قنیہ میں ہے:

اذا تيمم وصلى ولم يسأل فصلى قول ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه صلاته صحيحة في الوجوه كلها (اي سواء ظن منعا او اعطاء او شك) وقالا لايجزئه والوجه هو التفصيل كما قال ابو نصر الصفار انه انما يجب السؤال في غير موضع عزة الماء فانه

جب تیمم کرکے نماز پڑھ لے اور طلب نہ کرے تو امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قول پر اس کی نماز تمام صورتوں میں صحیح ہے (یعنی خواہ دینے کا گمان ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو) اور صاحبین فرماتے ہیں، نماز نہ ہوگی۔ اور وجہ صواب یہ ہے کہ تفصیل کی جائے، جیسا کہ ابونصر صفار نے فرمایا کہ مانگنا ایسی ہی جگہ واجب ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو کیونکہ اسی صورت میں وہ

---

[1] البحرالرائق باب التیمم مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۳

حینئذ یتحقق ما قالاہ من انہ مبذول ولا نکرہ مبذولا عادۃ فی کل موضع ظاھر السر عن ما یشھد بہ کل من عانی الاسفار فینبغی ان یجب الطلب ولا تصح الصلاۃ بدونہ فیما اذا ظن الاعطاء لظھور دلیلھما دون ما اذا ظن عدمہ لکونہ فی موضع عزۃ الماء[1]۔

بات متحقق ہوگی جو صاحبین نے فرمائی کہ پانی لیا دیا جاتا ہے ورنہ ہر جگہ پانی کا عادۃً مبذول ہونا (دیا جانا) کھلے طور پر قابل رد و منع ہے جس پر سفروں کی زحمت اٹھانے والا ہر شخص شاہد ہے۔ تو حکم یہ ہونا چاہیے کہ مانگنا واجب ہے اور اس کے بغیر نماز صحیح نہیں اس صورت میں جبکہ دینے کا گمان ہو کیونکہ اس صورت میں صاحبین کی دلیل ظاہر ہے مگر اس صورت میں نہیں جبکہ نہ دینے کا گمان ہو اس لیے کہ یہ پانی کی کمیابی کی جگہ ہوگا اھ (ت)۔

اقول المصنف[1] لم یحدث قولا بخلاف اقوالھم بل ھو کالشرح لھم کما فعل الامام الجصاص ھو لاحظ ھذا لما احتاج الی الخروج عن اقوال ائمۃ المذھب جمیعا بالتوزیع والتعلیق فانہ اما اذا شك فی موضع عزۃ الماء وظن المنع فی غیرہ فالاحتیاط فی قولھما والتوسعۃ فی قولہ لان فی السؤال ذلا وقول من قال لا ذل فی سؤال ما یحتاج الیہ ممنوع اھ[2]۔

اقول مصنف نے اقوال ائمہ کے برخلاف کوئی نیا قول ایجاد نہ کیا بلکہ یہ ان ہی اقوال کی شرح کی حیثیت رکھتا ہے جیسا کہ امام جصاص نے کیا ہے۔ صاحب غنیہ اگر اس کا خیال فرماتے تو نہیں توزیع تعلیق کرکے ائمہ مذہب کے سارے اقوال سے خروج کی ضرورت نہ پیش آتی وہ لکھتے ہیں: لیکن جب ایسی جگہ ہو جہاں پانی کمیاب ہو یا ایسی جگہ نہ ہو لیکن انکار کا گمان ہو تو احتیاط صاحبین کے قول میں ہے اور وسعت امام صاحب کے قول میں ہے اس لیے کہ مانگنے میں ایک ذلت ضرور ہے اور یہ بات بھی تسلیم نہیں کہ ضرورت کی چیز مانگنے میں کوئی ذلت نہیں اھ (ت)،

اقول فاذن[1] یؤول الامر الی ترجیح قول الامام مطلقا ویذھب احتیاط قولھما عند ظن العطاء لان ذل السؤال محترز عنہ مطلقا وقد ثبت

اقول تو معاملہ اس پر آجائے گا کہ امام صاحب کے قول کو مطلقاً ترجیح ہے اور ظن عطا کی صورت میں صاحبین کا قول محتاط نہ رہ جائیگا اس لیے کہ ذلت مطلقاً پرہیز کیے جانے کے لائق ہے

---

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹
[2] ایضاً

فی الحدیث[عـه] نهی المؤمن عن ان یذل نفسه الا ان یقال[عـه] ان یذل بالسؤال حیث یعز لانه اذن شیئ مضنون به فالمسئول منه ان منع فهذا اذل ظاهر وان دفع فتحمل المنة ذل حاضر بخلاف موضع لا یعز فیه فانهم یتبادلون به فیه ولا یتوهم المنع ولا الامتنان فی الدفع وعن هذا قال فیه لظهور دلیلهما قال واستدل بانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم قد سأل بعض حوائجه من غیره مستدرك لانه صلی الله تعالٰی علیه وسلم کان بالمؤمنین اولٰی من انفسهم فلا یمن غیره علیه لانه اذا سأل افترض علی المسئول البذل ولا کذلك غیره[1] اھ۔

صورت میں بھی اس بات سے موافقت آتی ہے کہ مومن اپنے کو ذلت میں ڈالے۔ مگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ مانگنے سے ذلت وہاں ہوگی جہاں پانی کمیاب ہو اس لیے کہ ایسی صورت میں پانی ایسی چیز ٹھہرے گا جس میں بخل وانکار ہوتا ہے اب جس سے مانگا گیا اگر نہ دے تو اس میں مانگنے والے کی کھلی ہوئی ذلت ہے اور اگر دے دے تو اس کا احسان ہوگا اور احسان لینا بروقت ذلت ہے بخلاف ایسی جگہ کے جہاں پانی کمیاب نہ ہو کیونکہ لوگ وہاں آپس میں پانی لیتے دیتے ہوں گے اور انکار ومنع متوقع نہ ہوگا اور دینے میں احسان جتانے کی صورت بھی نہ ہوگی۔ اسی لیے صاحب غنیہ نے اس صورت سے متعلق فرمایا کہ اس میں دونوں کی دلیل ظاہر ہے۔ مزید لکھتے ہیں: اور اس بات سے استدلال کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے

عـه الطبرانی فی المعجم الکبیر عن ابی ذر رضی الله تعالٰی عنه قال قال رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم من اعطی الذلة من نفسه طائعا غیر مکره فلیس منا[2] ۱۲ منه غفرله (م)

عـه ظهر لی هذا ثم رأیت العلامة الشرنبلالی اشار الی هذا الفرق کما یأتی انفا فی عبارات القول الثالث ۱۲ منه غفرله (م)

عـه امام طبرانی نے معجم کبیر میں حضرت ابوذر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد ہے: جو اپنی ذات کو ذلت پر خوشی بغیر اکراہ کے دے دے وہ ہم میں سے نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـه یہ کلام میرے ذہن میں آیا تھا پھر میں نے دیکھا کہ علامہ شرنبلالی اس فرق کی طرف اشارہ فرما چکے ہیں جیسا کہ قول سوم کی عبارتوں میں ابھی آئے گا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۶

[2] مجمع الزوائد بحوالہ الطبرانی ۲۴۷/۱۰ الترغیب والترہیب بحوالہ الطبرانی ۱۷۹/۳

بھی ضرورت کی کچھ چیزیں دوسرے سے مانگیں قابلِ استدراک ہے اس لیے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو مومنوں پر ان کی جانوں سے زیادہ اختیار ہے تو حضور پر کسی امر کا قیاس نہیں ہوسکتا اس لیے کہ وہ جب طلب کریں تو جس سے طلب فرمایا اس پر دینا فرض ہوگیا۔ یہ حال کسی اور کا نہیں اھ (ت)

اقول لیس کمثلہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم غیرہ فی شیئ من الصفات ومنہا الغیرۃ فہو صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اغیر خلق اللہ واللہ تعالٰی اغیر منہ ومحال من نفس کریمۃ غیراء ان تتعرض لشیئ معیب ولا فثبت ان من سؤال الحاجۃ مالیس بذل والا لما وقع منہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا مدخل فی ھذا لافتراض البذل وعدمہ وقد یفترض فی حق غیرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایضا کاطعام ذی مخمصۃ فھذا اقدر ینتفع بہ لما فی المبسوط۔

اقول کسی بھی صفت میں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی مثل دوسرا شخص نہیں۔ حضور کی ایک صفت "غیرت" بھی ہے تو حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خلقِ خدا میں سب سے زیادہ غیرتمند ہیں اور خدا سب پر ان سے بڑھ کر غیرت والا ہے۔ اور کسی بھی باعزت طبیعت سے یہ نہیں ہوسکتا کہ کسی ایسے فعل سے تعرض کرے جو ذلت شمار ہوتا ہو۔ اس سے ثابت ہوا کہ ضرورت کی چیز مانگنا کبھی ایسا بھی ہوتا ہے جس کا ذلت میں شمار نہیں ہوتا ورنہ حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے واقع ہی نہ ہوتا۔ اور اس میں دینا فرض ہونے نہ ہونے کا کوئی دخل نہیں۔ فرض تو کبھی غیرِ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حق میں بھی ہوجاتا ہے جیسے بھوک کی شدت والے کو کھانا دینا۔ اس گفتگو سے کلام مبسوط کی حمایت میں فائدہ اٹھایا جاسکتا ہے۔ (ت)

وانا اقول انما الجواب فی انہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اولٰی بالمؤمنین من انفسہم علی منزع اٰخر فیہ وھو ان املاکہم املاکہ اذ ھم انفسہم املاکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا احتمال بذل فی سؤال المولٰی بعض عبیدہ مما فی یدہ لانہ وما

اور میں کہتا ہوں اس بات کا جواب کہ "حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مومنوں کے ان کی جانوں سے زیادہ مالک ہیں" ایک دوسرے دقیق انداز پر ہے۔ وہ یہ کہ مومنوں کی ملکیتیں خود حضور کی ملک ہیں اس لیے کہ خود مومنین کی جانیں حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی ملک ہیں اور اس میں کسی ذلت کا احتمال نہیں کہ آقا اپنے غلام سے اس کے ہاتھ کی کوئی چیز طلب کرے اس لیے کہ خود غلام اور جو کچھ

بیدہ ملک مولاہ فلیس من السؤال فی شیئ بل استخدام فبھذا یتجہ مرامہ ویتضح کلامہ ثم قال لکن عدم وجوب الطلب من الرفیق نسبہ صاحب الھدایۃ و صاحب الایضاح الی ابی حنیفۃ کما تقدم والامام شمس الائمۃ فی المبسوط فانہ نسبہ الی الحسن بن زیاد فیقول السؤال ذل وفیہ بعض الحرج وربما یوفق بان الحسن رواہ عن ابی حنیفۃ فی غیر ظاھر الروایۃ واخذ ھو بہ واعتمد فی المبسوط ظاھر الروایۃ واعتبر صاحب الھدایۃ و الایضاح روایۃ الحسن لکونھا اقرب الی مذھب ابی حنیفۃ فی عدم اعتبار القدرۃ بالغیر وفی اعتبار ما ھو الحاصل واللہ سبحنہ تعالی اعلم اھ۔

اس کے ہاتھ میں ہے سب اس کے آقا کی ملکیت ہے تو دراصل یہ مانگنا ہے ہی نہیں بلکہ یہ خدمت لینا ہے اس بیان سے صاحب غنیہ کے مقصد کی توجیہ اور ان کے کلام کی توضیح ہو جاتی ہے۔ پھر لکھتے ہیں "لیکن رفیق سے مانگنا واجب نہ ہونے کو صاحب ہدایہ و صاحب ایضاح نے امام ابو حنیفہ کی طرف منسوب کیا ہے جیسا کہ پہلے گزرا۔ لیکن شمس الائمہ نے مبسوط میں اسے حسن بن زیاد کی طرف منسوب کیا ہے کہ وہ یہ کہتے ہیں کہ مانگنے میں ذلت ہے اور اس میں کچھ حرج ہے۔ تطبیق یوں دی جا سکتی ہے کہ حسن نے اسے امام ابو حنیفہ سے غیر ظاہر الروایۃ میں روایت کیا اور خود اسے اختیار کر لیا۔ تو مبسوط میں ظاہر الروایۃ پر اعتماد کیا اور صاحب ہدایہ و صاحب ایضاح نے روایت حسن کا اعتبار کیا اس لیے کہ وہ اس بارے میں امام ابو حنیفہ کے مذہب سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے کہ قدرت کا اعتبار دوسرے کے لحاظ سے نہیں ہوتا اور اس بارے میں کہ فی الحال جو میسر ہے اسی کا اعتبار ہے۔ اور خدائے پاک ہی خوب جاننے والا ہے اھ (ت)

اقول: بل فیہ کلام سیاتی (اس میں مجھے کلام ہے جو عنقریب آ رہا ہے۔ت) حلیہ میں ہے:

فی الاختیار عـہ جواز التیمم قبل الطلب عند ابی حنیفۃ وعند ابی یوسف لا یجوز ولم یذکر محمدا وانما ذکر انہ قیاس قولہ

اختیار میں ہے کہ امام ابو حنیفہ کے نزدیک (مانگنے سے پہلے تیمم) جائز ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز نہیں۔ امام محمد کا ذکر نہ کیا صرف یہ ذکر کیا کہ ان کے

عـہ ای صاحب الاختیار ۱۲ (یعنی صاحب اختیار نے ۱۲ ت)

لے غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۶۹

ان غلب على ظنه انه يعطيه لا يجوز و الا يجوز[1]

اقول هكذا اجروا القيل والقال، ولا حاجة الى استكثار الاقوال، بل ناتى على اسق مبين لتفصيل المقال، بتوفيق موهب المواهب المتعال،

المقام الاول تدافعت ههنا كلمات العلماء على ثلثة مسالك،

اولها لا يجب الطلب مطلقا وانه قول سيدنا الامام خلافا للصاحبين او قول الطرفين خلافا لابي يوسف رضي الله تعالى عنهم۔

واعني بقولي مطلقا من صرح بالاطلاق كما في جامع الرموز عن التجريد يصح قبل الطلب من الرفيق وان ظن الاعطاء كما قال ابوحنيفة خلافا لابي يوسف[2]۔

ويقرب منه قول الاختيار السابق حيث اطلق الجواز عند الامام وقابله بالتفصيل على قياس قول محمد ومثله عبارة الجوهرة الآتية ومن

قول کے قیاس کا اقتضاء یہ ہے کہ اگر اسے غالب گمان ہو کہ دے دے گا تو جائز نہیں ورنہ جائز ہے۔ اھ (ت)

اقول اسی طرح قیل وقال جاری ہے۔ اور زیادہ اقوال لانے کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ ہم اپنے بزرگ بخشش فرمانے والے پروردگار کی توفیق سے تفصیل کلام کے لیے ان دو مقاموں پر آتے ہیں۔

مقام اول: یہاں کلمات علماء تین مسلک پر کثرت سے وارد ہوئے ہیں:

مسلک اول: مطلقاً مانگنا واجب نہیں۔ اور یہ ہمارے امام صاحب کا قول ہے بخلاف صاحبین۔ یا یہ طرفین کا قول ہے بخلاف امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

میرے "مطلقاً" کہنے میں اطلاق کی تصریح کرنے والے اور اس حکم کو بلا قید ذکر کرنے والے سبھی لوگ داخل ہیں۔ اطلاق کی تصریح جیسے جامع الرموز میں تجرید کے حوالے سے ہے کہ رفیق سے پانی مانگنے سے پہلے تیمم صحیح ہے اگرچہ دینے کا گمان رکھتا ہو جیسا کہ امام ابوحنیفہ کا قول ہے بخلاف امام ابو یوسف۔ اھ

اس سے قریب "اختیار" کی گزشتہ عبارت ہے کہ اس میں امام صاحب کے جواز کو مطلق ذکر کیا ہے اور اس کے مقابل میں قول امام محمد کے قیاس پر تفصیل بیان کی ہے اور اسی کے مثل جوہرہ کی عبارت ہے جو آرہی ہے

---

[1] الاختیار تعلیل المختار باب التیمم دار فراس للنشر والتوزیع بیروت ۱/۲۲

[2] جامع الرموز باب التیمم مطبع ایران ۱/۵۰

ارسلوا ارسالا وهم اذكروه فقد لو تيمم قبل
طلبه جاز خلافا لهما[1] اھ وفي اصلاح النقاية يصح
قبل الطلب[2] اھ وفي متن الهداية
تيمم قبل الطلب اجزأه عند ابي حنيفة[3]
وفي البدائع لو تيمم بعد ما لو كان مع
رفيقه ماء وهو لا يعلم به لا يجب الطلب
عندنا وان علم به ولكن لا يدري انه يعطيه
عند ابي حنيفة وقال ابو يوسف عليه السؤال
وجه قوله ان الماء مبذول عادة
ولابي حنيفة ان العجز متحقق والقدرة
موهومة لان الماء من اعز الاشياء في
السفر[4] اھ وفي الخانية لو راى مع رفيقه ماء
فتيمم قبل ان يسأل وصلى جاز[5] اھ وفي
الخلاصة وفي الاصل لو كان مع رفيقه
ماء يسأل قال في التجريد السؤال ليس
بواجب عند ابي حنيفة وقال ابو يوسف واجب[6]
اھ ولفظ البناية عن التجريد لا يجب
الطلب من الرفيق عند ابي حنيفة و

بلا قید ذکر کرنے والے حضرات زیادہ ہیں۔ وقایہ
میں ہے: مانگنے سے پہلے جائز ہے بخلاف صاحبین[1]
نقایہ میں ہے: قبل طلب صحیح ہے[2] اھ۔ اور ہدایہ کی
عبارت گزر چکی: مانگنے سے پہلے تیمم کیا تو امام ابوحنیفہ کے
نزدیک ہو گیا[3]۔ بدائع ملک العلماء میں ہے: اگر
اس کے رفیق سفر کے پاس پانی تھا اور اسے علم
نہ ہوا تو ہمارے نزدیک مانگنا واجب نہیں اور اگر
اسے علم ہو لیکن اس کا اندازہ نہیں رکھتا تو بھی امام ابوحنیفہ
کے نزدیک یہی ہے اور امام ابو یوسف کا قول ہے
کہ اس پر مانگنا ہے۔ ان کے قول کی وجہ یہ ہے
کہ پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے اور امام ابوحنیفہ کی
دلیل یہ ہے کہ عجز متحقق ہے اور قدرت موہوم ہے
کیونکہ سفر میں پانی سب سے کمیاب شے ہے[4] اھ۔
خانیہ میں ہے: اگر اپنے رفیق کے پاس پانی دیکھا
پھر مانگنے سے پہلے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو جائز ہے[5] اھ
خلاصہ میں ہے: اصل (مبسوط) میں ہے اگر رفیق سفر
کے پاس پانی ہو تو مانگے گا۔ تجرید میں ہے کہ امام ابوحنیفہ
کے نزدیک مانگنا واجب نہیں اور امام ابو یوسف کا

---

[1] شرح الوقایہ باب التیمم مطبع رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۱
[2] نقایہ مختصر الوقایہ کتاب الطہارۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی ۱/۹
[3] ہدایہ مع العینی " المکتبۃ الامدادیہ مکہ مکرمہ ۱/۲۳۶
[4] بدائع الصنائع " ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۸
[5] فتاوی قاضی خان فصل مایجوز لہ التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۹
[6] خلاصۃ الفتاوی الفصل الخامس فی التیمم " ۱/۳۲

شرح الاقطع والبدائع والخلاصة والفتح والاختيار والجوهرة حكيهم ناصين بالخلاف بين الامام وصاحبيه ونقل الاجل ابوبكر الجصاص يوفق بين قوله وصاحبيه وقال في البرهان شرح مواهب الرحمٰن الاظهر قولهما ثم ذكر توفيق الجصاص وايده بقوله ولهذا لم يحك الكافي خلافا[1] اهـ نقله العلامة الشرنبلالي في غنية ذوي الاحكام كيف يرد قولهم جميعا بمجرد ان في المبسوط لم ينسب الخلاف الا الى الحسن اليس المثبتون وهم عصبة مقدمين على ناف واحد اليس قد ظهر ان رواية ظاهر الرواية قد تتعدد في مسألة واحدة وقولي هذا اولى من توفيق الغنية الماضي في عبارته ان هؤلاء اعتبروا الرواية النادرة لكونها انسب بمذهب الامام فاعتبار رواية شئ وجعلها قول الامام ونصب الخلاف بينه وبين صاحبيه في المذهب شئ آخر وان اقره في رد المحتار ومنحة الخالق والله سبحٰنه الموفق.

شرح اقطع، بدائع، خلاصہ، فتح، اختیار، جوہرہ سب کے سب اس پر نص کر رہے ہیں کہ امام اعظم اور صاحبین کے درمیان اختلاف ہے۔ اور امام اجل ابوبکر جصاص امام صاحب اور صاحبین کے قول میں تطبیق دے رہے ہیں۔ اور برہان شرح مواہب الرحمٰن میں فرمایا: زیادہ ظاہر قولِ صاحبین ہے، پھر جصاص کی تطبیق ذکر کی ہے اور اپنے اس قول سے اس کی تائید کی ہے کہ "اسی لیے "کافی" نے کسی اختلاف کی حکایت نہ کی" اھ اسے علامہ شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں نقل کیا۔ ان تمام حضرات کا قول صرف اس وجہ سے کیسے رد کر دیا جائے گا کہ "مبسوط نے صرف حسن کی طرف اختلاف کی نسبت کی ہے"۔ کیا اثبات کرنے والے جبکہ وہ جماعت ہیں — ایک نفی کرنے والے پر مقدم نہیں؟ — کیا ایسا نہیں کہ بارہا ایک مسئلہ میں ظاہر روایۃ متعدد بھی ہوتی ہے۔ میرا یہ قول (تعدد ظاہر الروایۃ) غنیہ کی اس تطبیق سے بہتر ہے جو اس کی عبارت میں گزری کہ "ان حضرات نے روایت نادرہ کا اعتبار کیا اس لیے کہ وہ مذہب امام سے زیادہ مناسبت رکھتی ہے"۔ اس وجہ سے اس کا اعتبار کرنا اور چیز ہے۔ اور اسے امام کا قول قرار دینا اور ان کے اور صاحبین کے درمیان مذہب میں اختلاف قائم کرنا اور چیز ہے۔ اگرچہ غنیہ کی تطبیق کو علامہ شامی نے بھی رد المحتار اور منحۃ الخالق میں برقرار رکھی ہے، اور خدائے پاک ہی توفیق بخشنے والا ہے۔ (ت)

وثانيها يجب مطلقا وانه ظاهر الرواية عن ائمتنا الثلثة رضي الله تعالى عنهم وذلك ما مر عن المبسوط

مسلک دوم: مانگنا مطلقاً واجب ہے اور یہ کہ یہ ہمارے تینوں ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے ظاہر الروایہ ہے۔ اور یہی وہ ہے جو مبسوط کے حوالے

[1] غنیۃ ذوی الاحکام باب التیمم مطبع احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ ۱/۳۲

اذا وجد مع رفيقه ماء فانه يسأله فان لم يعطه تيمم وصلّى اھ و لكن يطلبه من رفيقه ماء منعه تيمم[٢] اھ كيف وقد قال مثله في الملتقى واعتمد مذهب الامام وهذا نصه ان كان مع رفيقه ماء طلبه وان منعه تيمم وان تيمم قبل الطلب جاز[٣]۔

طلب کرے اگر نہ دے تو تیمم کرے اھ قدوری۔ (۲) اپنے رفیق کے پاس پانی پائے تو اس سے مانگے اگر نہ دے تو تیمم کرے اور نماز پڑھے[١] اھ سراجیہ۔ (۳) اپنے رفیق سے پانی طلب کرے اگر نہ دے تو تیمم کرے[٢] اھ کنز الدقائق۔ یہ صیغہ بیان وجوب کے لیے کیسے ہو سکتا ہے جب کہ ملتقی میں بھی اسی کے مثل فرمایا پھر بھی ان کا اعتماد مذہب امام پر ہے۔ ان کی عبارت یہ ہے: اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو تو اس سے طلب کرے، اگر نہ دے تو تیمم کرے اور اگر مانگنے سے پہلے تیمم کر لیا تو بھی ہوگیا[٣] اھ (ت)

تنبيه قولنا يجب مطلقا المراد به انهم ذكروه مرسلا ولم يقيدوه بما يأتي في القول الثالث اذ هذا هو الواقع في كلام المبسوط واتباعه نعم حمل الامام صدر الشريعة على صورة الظن كما سيأتي في ذكر قوله مع تضعيفه ان شاء الله تعالى ويقرب منه ما مرعن نهاية من حمل كل من قول الامام وصاحبيه على التعميم حتى تأتى له التطبيق وقد تقدم انه ليس بتحقيق۔

تنبیہ: میرے "مطلقاً واجب" کہنے سے مراد یہ ہے کہ علماء نے اسے مرسل ذکر کیا ہے، اور وہ قید نہیں لگائی ہے جو تیسرے قول میں آرہی ہے، اس لیے کہ مبسوط اور اس کے اتباع کے کلام میں یہی صورت واقع ہے (یعنی ارسال ہے تقیید نہیں)۔ ہاں امام صدر الشریعہ نے اسے صورتِ ظن پر محمول کیا ہے جیسا کہ ان کے قول کے ذکر میں تضعیف کے ساتھ اس کا ذکر آرہا ہے ان شاء اللہ تعالٰی۔ اور اسی سے قریب وہ بھی ہے جو نہایہ سے گزرا کہ انہوں نے امام اور صاحبین کے دونوں قولوں کو تعمیم پر رکھا یہاں تک کہ ان کے لیے تطبیق کی گنجائش نکل آئی، وہاں گزر چکا کہ یہ تحقیق نہیں۔ (ت)

وثالثها ادارة الامر على ظنه فان ظن العطاء وجب الطلب ولم يجز

مسلک سوم: معاملہ اس کے گمان پر دائر رکھا کہ اگر اسے دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے

---

[١] فتاوٰی سراجیہ باب التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ص ۱۲

[٢] کنز الدقائق مع التبیین " المطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ۱/۴۴

[٣] ملتقی الابحر مع مجمع الانہر باب التیمم دار احیاء التراث العربی ۱/۴۴

التیمم قبله تقدم فیه نص النهایة وستأتی نصوص البحر المحیط والمنیة والخزانة والبرجندی وفی الحلیة وخزانة المفتین رأی مع رفیقه ماءً وکان غالب ظنه انه یعطیه لایجوز له ان یتیمم بل یسأله[1] اھ وفی الکافی مع رفیقه ماء وظن انه ان سأله اعطاه لم یجز التیمم وان کان عنده انه لایعطیه تیمم وان شك وتیمم وصلی فسأل فاعطی یعید[2] اھ وفی الهندیة بعد نقله وهکذا فی شرح الزیادات للعتابی[3] اھ وفی البرجندی نقلا عن القاضی الامام ابی زید رحمه الله تعالٰی انه یجب الطلب فی موضع لایعز الماء فیه لا فی موضع یعز[4] اھ وفی المنیة وشرح مسکین ملخصاً وعن ابی نصر الصفار رحمه الله تعالٰی ان کان فی موضع یعز فیه الماء فالافضل ان یسأل من رفیقه وان لم یسأل اجزأه فان کان فی موضع لایعز الماء فیه لایجزئه قبل الطلب[5] اھ زاد فی المنیة کما فی عدم الماء[6] وعن الشرنبلالی فی متنه وشرحه مراقی یجب طلبه ممن هو معه

اور اس سے پہلے تیمم جائز نہیں۔ اسی بارے میں نہایہ کی عبارت گزر چکی اور بحر، محیط، منیہ، خزانہ اور برجندی کی عبارتیں آرہی ہیں۔ حلیہ اور خزانۃ المفتین میں ہے: اپنے رفیق کے پاس پانی دیکھا اور گمان کیا کہ اگر اس سے مانگے تو دے دے گا تو تیمم جائز نہیں بلکہ اس سے طلب کرے اھ اور کافی میں ہے اگر اس کے رفیق کے پاس پانی ہو اور اسے گمان ہو کہ اگر طلب کرے تو دے دیگا تو تیمم جائز نہیں اور اگر اس کے گمان میں یہ ہو کہ نہیں دیگا تو تیمم کرے اور اگر شک رکھتا ہو اور تیمم کرکے نماز پڑھ لے پھر مانگے اور وہ دے دے تو اعادہ کرے اھ ہندیہ میں مذکورہ بالا عبارت نقل کرنے کے بعد لکھا ہے: اسی طرح عتابی کی شرح زیادات میں ہے اھ۔ برجندی میں قاضی امام ابو زید رحمہ اللہ تعالٰی سے نقل ہے کہ مانگنا ایسی جگہ واجب ہے جہاں پانی کم یاب نہ ہو ایسی جگہ نہیں جہاں کم یاب ہو اھ منیہ اور شرح مسکین ملخصاً میں ہے کہ ابو نصر صفار سے روایت ہے کہ جب ایسی جگہ ہو جہاں پانی کم یاب ہو تو بہتر یہ ہے کہ اپنے رفیق سے طلب کرے اور اگر طلب نہ کیا تو یہ اس کو کفایت کرے گا اور اگر وہ ایسی جگہ ہو جہاں پانی کمیاب نہیں ہوتا تو طلب سے پہلے اسے کفایت نہیں کرے گا اھ منیہ میں یہ اضافہ کیا،

---

[1] فتاوی قاضی خان فصل فیما یجوز له التیمم مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ١/٢٦

[2] فتاوی ہندیہ الباب الرابع الفصل الاول من التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ١/٢٩

[3] ایضاً

[4] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم نولکشور لکھنؤ ١/٤٠

[5] شرح مسکین علی حاشیۃ فتح المعین باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/٩٧

[6] منیۃ المصلی فصل التیمم مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ٥٧

لانه مبذول عادۃ فلا ذل فی طلبه ان کان فی محل لاتشح به النفوس اھ[۱] ومنها العبارات التی قدمنا فی المسألۃ الثالثۃ والرابعۃ عن الزیادات ومحیط السرخسی والخانیۃ والخلاصۃ والبزازیۃ وصدر الشریعۃ والبحر والهندیۃ تصریحا وجامع الکرخی والبدائع والحلیۃ مفهوما من الامر بقطع الصلاۃ عند ظن الاعطاء فانه یوجب الوجوب اذ لولاہ لما حل القطع ویقابلها اطلاق نص الخانیۃ وخزانۃ المفتین شرع بالتیمم ثم جاء انسان معه ماء فانه یمضی فی صلاته اھ[۲]

جیسے آبادیوں میں اھ۔ اور شرنبلالی نے اپنے متن و شرح میں اسی پر اعتماد کرتے ہوئے فرمایا: اسے اپنے ساتھی سے مانگنا واجب ہے اس لیے کہ پانی عادۃً دیا جاتا ہے تو اسے مانگنے میں کوئی ذلت نہیں اگر یہ کسی جگہ ہو جہاں پانی کے معاملے میں طبیعتوں میں بخل نہیں پایا جاتا اھ۔ اور انہی میں سے وہ عبارتیں بھی ہیں جو ہم نے تیسرے اور چوتھے مسئلہ میں زیادات، محیط سرخسی، خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، صدر الشریعہ، بحر اور ہندیہ کے حوالوں سے صراحۃً اور جامع کرخی، بدائع اور حلیہ کے حوالوں سے مفہوماً بیان کیں کہ ظن عطا کے وقت نماز توڑنے کا حکم ہے، اس لیے کہ یہ حکم مانگنے کا وجوب لازم کرتا ہے کیونکہ اگر وجوب نہ ہوتا تو نماز توڑنا جائز نہ ہوتا۔ ان عبارتوں کے مقابل میں خانیہ اور خزانۃ المفتین کی یہ عبارت ہے: تیمم سے نماز شروع کی پھر کوئی آدمی آیا جس کے پاس پانی ہے تو وہ نماز پڑھتا رہے اھ۔

اقول وقد علمت انهم یرمون عن قوس واحدۃ وهو وجوب الطلب فی مظنة الاعطاء لاغیرها وانما نشأ الخلاف من الاختلاف فی ان الماء هل هو مبذول عادۃ فی السفر کالحضر او لا فمن قال نعم قال یجب مطلقا ومن قال لا قال لا ومن فصل فصل علی ما یاتی فی الوصول

عما یرد علی ما قدمت من تقریر وجوب القطع فی المسألۃ الثالثۃ ...

اقول: معلوم ہوچکا کہ سبھی حضرات ایک ہی کمان سے تیر چلا رہے ہیں۔ وہ یہ کہ ظن عطا کی جگہ مانگنا واجب ہے دوسری جگہ نہیں۔ خلاف صرف اس بارے میں اختلاف سے پیدا ہوا کہ پانی سفر میں بھی حضر کی طرح عادۃً دیا جاتا ہے یا ایسا نہیں؟ جنہوں نے کہا ہاں، وہ مطلقاً وجوب کے قائل ہوئے۔ اور جنہوں نے کہا نہیں، وہ وجوب کے قائل نہیں اور

جیسا کہ وجوب قطع کی اس تقریر سے مستفاد ہوتا ہے جو تیسرے مسئلہ میں پیش کی ...

۱؎ مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی — مطبعۃ الازہریۃ مصر — ص ۷۰

۲؎ فتاوی خانیہ — فصل فیما یجوز له التیمم — مطبع نولکشور لکھنؤ — ۱/۲۰

الى الصواب الا ان العدل عقدة هو التحقيق فاما المفصلون فقد اعتمدوا المظان وهي الجبانة او غيرها واما المثبتون فنظروا الى حال الحضر والسفر في منازل ذات منهل وماء الشرب واما النافون فالى حال السفر في منازل عديمة المياه وماء الطهر۔

جنھوں نے اس میں تفصیل کی، اس میں بھی تفصیل کی تو صواب و درستی تک رسائی کی راہ میں صرف اسی علم کی گرہ کشائی حاصل رہی۔ تفصیل کرنے والوں نے ظن کی جگہوں پر اعتماد کیا، یہ صاف راستہ ہے۔ اور اثبات کرنے والوں نے حضر اور گھاٹ اور پینے کے پانی والی جگہوں میں سفر کی حالت پر نظر کی۔ اور نفی کرنے والوں نے کم پانی والی اور آب طہارت کی قلت والی جگہوں میں سفر کی حالت پر نظر کی۔ (ت)

وانا **اقول** وبالله التوفيق ان ما السفر ولو عادة ماء الشرب لا سيما في الحضر واما ماء الطهر خصوصا الغسل فكثير من الناس يضنون به في الحضر على الاحايين حذار ان يعدم عندهم فيتحرجوا في سقي او يحتاجوا الى كلفة الاستقاء بل ان كان احدهم على راس ركية وساله غريب او عابر سبيل ما عنده من الماء ليغتسل به للوضوء يقول اما لك يدان الست على البئر فكيف بالسفر۔

اور میں کہتا ہوں، اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ جو عادۃً دیا جاتا ہے وہ صرف پینے کا پانی ہے، خصوصاً حضر میں۔ رہا طہارت خصوصاً غسل کا پانی تو اس میں بہت سے لوگ حضر میں بھی [illegible] بخل کرتے ہیں کہ اندیشہ ہے کہ ان کا پانی ختم ہو جائیگا تو انھیں بستی کے آنے تک زحمت و مشقت ہوگی یا خود پانی کھینچنے کی زحمت اٹھانے کی ضرورت ہوگی بلکہ اگر کوئی شخص کسی کنویں ہی پر ہو اور اس سے کوئی مسافر یا راہ گیر اس کا پانی غسل یا وضو کے لیے بھی مانگے تو وہ کہے گا کیا تمہارے پاس ہاتھ نہیں؟ کیا تمہارے سامنے کنواں نہیں؟ یہ تو حضر کا حال ہے پھر سفر کا کیا حال ہوگا۔ (ت)

ثم لا يحل التيمم الا اذا بعد الماء ميلا و نعلم قطعا ان المقيم في مصره يحفظ على الماء تحفظه على الطعام اذا بعد الماء عنه بهذا القدر فكيف بمن في سفر فالغالب فيه هو الضنة وعـ

پھر یہ دیکھئے کہ تیمم کا جواز کب ہوتا ہے؟ جب پانی ایک میل دوری پر ہو اور یہ بھی قطعاً معلوم ہے کہ جب پانی اس قدر دور ہوگا تو مقیم بھی شہر میں پانی کی ویسے ہی حفاظت رکھے گا جیسے کھانے کی حفاظت رکھتا ہے پھر اس کا کیا ہوگا جو سفر میں

ثالث وتبعه فی خزانة المفتین کما علمت و حملهم علی الصواب وبعضهم اولی به من بعض الاشرد منه صرحوا بتعمیم عدم الوجوب مع اتفاقهم جمیعا علی وجوب الطلب فی مظنة القرب واحدث ایکون هذا فی عبارة التجرید المحکیة فی جامع الرموز من قبل القهستانی نقلا بالمعنی علی ما فهم فان عبارة التجرید لیس اثر لهذا التعمیم کما سمعت وکذلک مرّ ترجیحا لهذا التعمیم والله تعالٰی بکل شیئ علیم ونظیره فی جانب الایجاب صنیع صدر الشریعة ومن تبعه من تعمیم الغنیة والله تعالٰی اعلم۔

یہ لوگ اکثر ہیں جیسا کہ ظاہر ہے۔ اور بعض حضرات نے الفاظ اور مقصود دونوں جانب نظر کی تو لفظاً اختلاف ثابت کیا اور معنیً اس کی نفی کی تو وہ تطبیق کی راہ پر گئے۔ یہ امام بیہقی کا مسلک ہے اور یہی تحقیق نافس ہے۔ اسی لیے آپ دیکھیں گے کہ غنیہ میں دونوں ہی قول پر جزم کرتے ہوئے اور دونوں جگہوں میں کسی خلاف کا اشارہ کیے بغیر چلے ہیں جیسا کہ ہم نے اس کی عبارتیں مسلک اول اور مسلک سوم میں نقل کیں —— اور خزانۃ المفتین میں ان ہی کی پیروی کی، جیسا کہ معلوم ہوا اور یہ سبھی حضرات درستی پر ہیں اور بعض، بعض سے اولیٰ ہیں مگر وہ کمی کے لوگ جنہوں نے عدم وجوب کی تعمیم کی صراحت کی جبکہ ان سب کا اتفاق ہے کہ پانی قریب ہونے کا گمان ہو تو طلب واجب ہے۔ اور میرا اندیشہ یہ ہے کہ یہ بات جامع الرموز میں تجرید کی حکایت کردہ عبارت میں قہستانی کی طرف سے در آئی ہے اس طرح کہ انہوں نے اپنے فہم کے مطابق اسے معنیً نقل کر دیا اس لیے کہ تجرید کی جو عبارت دو بزرگ اماموں نے خود اپنی کتابوں میں نقل فرمائی —— جیسا کہ گزری —— اس میں اس تعمیم کا کوئی نشان پتا نہیں۔ اور خدائے برتر ہی ہر چیز کو جاننے والا ہے۔ اسی کی نظیر جانب ایجاب میں صدر الشریعہ کا طریقہ بھی ہے اور دونوں ہی جانب میں غنیہ کا عمل — اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

تنبیہ جعل فی الحلیة الاقوال اربعة فافرد قول الصفار عن القول بالظن وانت تعلم انه هو فانما اقام المظنة

تنبیہ: حلیہ میں اقوال چار کر دیے اس طرح کہ صفار کا قول، قول بالظن سے جدا شمار کر دیا جبکہ ناظر کو معلوم ہے کہ یہ وہی ہے۔ بس یہ ہے کہ انہوں نے بھی

عہ **اقول** سیعلم من احاط بنصوص مرت وتأتی ان کلامهم هٰهنا وجهتین فمنهم من ردد بین نفی واثبات صریح نحوا

اقول: گزشتہ و آئندہ نصوص و عبارات کا احاطہ کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ یہاں کلام علماء کے دو رُخ ہیں۔ بعض حضرات نے صراحۃً نفی و اثبات کے درمیان

(باقی بر صفحہ آئندہ)

مقام الظن کما لا یخفی وقد قدمته فی حاشیة نمرة ۱۴۴۔

المقام الثانی قد تبین انه ان ظن العطاء وجب الطلب او المنع لا یجب فالشک فعری فیه الشک وجدت العبارات علی وجهین فی الحاقه باحد

کی جگہ معتبر رکھا ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ میں پہلے نمبر ۱۴۴ کے حاشیے میں بھی اسے بیان کر چکا ہوں۔ (ت)

مقام دوم: یہ واضح ہو چکا کہ اگر دینے کا گمان ہو تو مانگنا واجب ہے اور نہ دینے کا گمان ہو تو واجب نہیں۔ شک کا حکم رہ گیا تو اس میں شک در آیا اور اسے ظن عطا و ظن منع کسی ایک سے ملحق کرنے

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ظن العطاء وجب الطلب والا لا کالبحر والمجتبی والاختیار والملتقی او مفهوما بحوان ظن العطاء لم یجز التیمم کالنهایة والخانیة وخزانة المفتین والخزانة وغیرها فمن هؤلاء من الحق الشك بظن المنع ومنهم من ذكر حكم الظنين ولم يذكر الشك كالكافي والغنية والهندية عن العتابي والزيادات ايضا بتصريح الحلية وقد بحث في الحلية في هذا القول عن الحاق الشك باحد الظنين بجعل الكل محتملا ورجح الالحاق بالمنع ولا يخرج قول الامام الصفار و ابي نصر عن هذا فلا وجه لعده على حدة الا بالنظر الى تعبير اللفظ ۱۲ منه غفر له (م)

تردید کی ہے مثلاً یہ کہ اگر عطا کا گمان ہو طلب واجب ہے ورنہ نہیں، جیسے بحر، مجتبیٰ، اختیار اور ملتقی میں ہے۔ یا مفہوماً تردید کی ہے مثلاً یوں کہ اگر دینے کا گمان ہو تو تیمم جائز نہیں، جیسے نہایہ، خانیہ، خزانۃ المفتین اور خزانہ وغیرہا میں ہے۔ تو ان حضرات نے شک کو ظن منع سے ملحق کرنے کا ذکر فرمایا۔ اور بعض حضرات نے دونوں ظن (ظن عطا، ظن منع) کا حکم بیان کر دیا اور شک کا ذکر چھوڑ دیا جیسے کافی، غنیہ اور ہندیہ میں عتابی سے نقل کرتے ہوئے۔ اور حلیہ کی تصریح کے مطابق زیادات میں بھی ہے۔ اور حلیہ کے اندر اس قول کے تحت شک کو کسی ایک ظن سے لاحق کرنے سے متعلق بحث کی ہے تو محتمل ہر ایک کو رکھا اور منع سے لاحق کرنے کو ترجیح دی۔ اور امام صفار و امام ابو نصر کا قول اس سے باہر نہیں تو اسے علیحدہ شمار کرنے کی کوئی وجہ نہیں سوائے اس کے کہ لفظوں کے اختلاف پر نظر ہو ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

التفصیل والکن فی شرح الوقایة لصدر الشریعة انه لایحل له الشروع بالشک فان القدرة ونحوہ مشکوک فیھما ثم ذکر التوجیه بقوله ولا یبعد القول بان الاول (ای اداءة الامر علی ظنه) اوجه لان الماء لیس بمبذول للاستعمال غالبا فی الاسفار و خصوصا فی مواضع عزته فالعجز محقق نظرا الی ذلک ولان ملک الغیر مانع عن التصرف والقدرة موهومة فیصح التمسک بهذا الاصل مبیحا للتیمم مالم یعارضه ما یخرجه عن مقتضیه وهو ظن دفعه اھ وهو ماخوذ عن الفتح وقد مر نصه قبیل المقام الاول وعن البدائع وقد مر نصه فیه۔

حلیہ میں ترجیح دی لکھتے ہیں: شک کو ظن منع سے لاحق کرنے کا احتمال زیادہ راجح ہے، جیسا کہ اس کی تفصیل کی توجیہ سے ظاہر ہوگا۔ اگرچہ صدرالشریعۃ کی شرح وقایہ میں یہ ہے کہ شک کے ساتھ اس کے لیے نماز شروع کرنا جائز نہیں اس لیے کہ قدرت وغیرہ میں شک ہے اھ پھر توجیہ یوں ذکر کی: یہ کہنا بعید نہ ہوگا کہ اول (یعنی اس کے گمان پر معاملہ کو رکھنا) زیادہ بہتر ہے اس لیے کہ سفروں میں زیادہ تر یہی ہوتا ہے کہ پانی استعمال کے لیے نہیں دیا جاتا خصوصاً ایسی جگہوں میں جہاں پانی کمیاب ہو تو اس بات پر نظر کرتے ہوئے عجز متحقق ہے، دوسری وجہ یہ ہے کہ ملک غیر تصرف سے مانع ہے اور قدرت موہوم ہے۔ تو تیمم کو مباح کرنے والے اس قاعدہ سے تمسک بجا ہے جب تک کہ اس کے معارض کوئی ایسی چیز نہ ہو جو اس کے مقتضیٰ سے اسے باہر کر دے اور وہ یہ ہے کہ دے دینے کا گمان ہو" اھ۔ یہ توجیہ فتح القدیر سے ماخوذ ہے۔ اس کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وانت صوابه ظن المنع مكان الحل فيه ظن العطاء وهو الذي في صدر الشريعة لاطلاقه ويتضح الامر بما ذكر من التوجيه فانه يثبت الحل في ظن المنع كما ترى ١٢ منه غفرله (م)

—صحیح "ظن المنع" ہی ہے کیونکہ ظن منع سے لاحق کرنا ہی تو صدرالشریعۃ کی شرح میں ہے اس کا مقابل نہیں، آگے صاحب حلیہ نے جو توجیہ ذکر کی ہے اس سے معاملہ واضح ہو جاتا ہے اس لیے کہ اس توجیہ سے شک کو ظن منع سے ہی لاحق کرنا ثابت ہوتا ہے جیسا کہ پیش نظر ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

۱؎ حلیہ

عبارت مقام اول سے قبل ہم نقل کر آئے اور ہدایہ سے ماخوذ ہے۔ اس کی عبارت ہم نے مقام اول میں پیش کی۔ (ت)

اقول وهذا هو الراجح اما اولا فلانه يشهد به نظيره مسألة الطلب غلوة فقد نصوا قاطبة فيها انه ان غلب على ظنه قرب الماء وجب الطلب والا لا ففي مختصر الامام القدوري والهداية ليس على المتيمم اذا لم يغلب على ظنه ان بقربه ماء ان يطلب الماء وان غلب على ظنه لم يجز تيممه حتى يطلبه[1] اھ وفي الوقاية والنقاية والاصلاح والكنز والوافي والملتقى والغرر والتنوير ونور الايضاح يجب طلبه غلوة ان ظنه قريبا والا فلا[2] اھ هذا لفظ النقاية ونحوه للكل [illegible] والمحشون قاطبة وقد مرّ في المسألة الرابعة التنصيص به عن البدائع والسراج الوهاج

اقول (اور یہی راجح بھی ہے) — اولاً اس لیے کہ اس پر اس کی ایک نظیر شاہد ہے وہ بقدر غلوہ (تیر پھینکنے کی دوری کے برابر) پانی تلاش کرنے کا مسئلہ ہے۔ اس میں سبھی حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ اگر اسے غالب گمان ہو کہ قریب میں پانی ہے تو تلاش کرنا واجب ہے ورنہ نہیں۔ امام قدوری کی مختصر اور ہدایہ میں ہے: تیمم والے پر پانی تلاش کرنا لازم نہیں جب اس کا غالب گمان یہ نہ ہو کہ اس کے قریب میں پانی ہے۔ اور اگر اس کا غالب گمان یہ ہو تو جب تک تلاش نہ کرلے تیمم جائز نہیں اھ۔ وقایہ، نقایہ، اصلاح، کنز، وافی، ملتقی، غرر، تنویر اور نور الایضاح میں ہے: غلوہ (تیر پھینکنے پر جہاں تک پہنچے اتنی دوری) کی مقدار پانی تلاش کرنا واجب ہے اگر وہ پانی قریب گمان کرتا ہو ورنہ نہیں اھ نقایہ سے الفاظ ہیں [illegible]

عــه غير ان في الجوهرة عن ابي حنيفة اذا شك وجب عليه الطلب[3] اھ اقول وهو نقل غريب متوغل في الاغراب لاسيما بلفظة عند والظاهر انه تصحيف عن من قلم الناقل فلعله ان كانت فرواية شاذة نادرة والله تعالى اعلم ۱۲ منه غفرله (م)

عــه مگر اس کے کہ جوہرہ میں ہے: "عن ابی حنیفة اذا شك وجب عليه الطلب" (امام ابو حنیفہ کے نزدیک شک کی صورت میں پانی تلاش کرنا اس پر واجب ہے) اھ۔ اقول یہ نقل عجیب غرابت میں حد سے متجاوز ہے خصوصاً بلفظ "عند"۔ ظاہر یہ ہے کہ ناقل کے قلم سے یہ "عن" کی تصحیف ہے تو یہ کوئی شاذ سب سے الگ تھلگ روایت ہوگی، اور خدائے برتر کی خوب جاننے والا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] قدوری باب التیمم مطبع مجتبائی کانپور ص ۱۲

[2] شرح الوقایہ باب التیمم مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی [illegible] ۱۰۷

[3] جوہرہ نیرہ باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۴، ۲۹

والجوهرة النيرة والبحر والدر والهندية ايضا ومثله في مالا يحصى فقد اطبقوا على الحاق الشك بظن البعد **واما ثانيا** فلانه هو المصرح به في غير ما كتاب جليل فقد قدمنا نصوص النهاية والحلية وخزانة المفتين والاختيار شرح المختار سابقا وذكرنا نصوص المبتغى والغنية والبحر المحيط والخزانة آنفا وخلافه لم يعرف الا في شرح الوقاية۔

نعم نسب الحاق الشك بظن العدم في الجوهرة الى الصاحبين خلاف قول الامام رضي الله تعالى عنهم فقال وجوب الطلب قولهما وعند ابي حنيفة لا يجب لان سؤال ملك الغير ذل عند المنع وتحمل منة عند الدفع وعندهما ان غلب على ظنه انه لا يعطيه لا يجب عليه الطلب ايضا وان شك وجب وتفريعه قول ابي حنيفة اذا لم يجب الطلب وتيمم قبله اجزأه[1] وتفريع قولهما في وجوب الطلب اذا شك وصلى ثم ساله

ہیں اور سب لوگوں نے صراحۃً بیان کیا اور تمام شارحین محشین نے انہیں برقرار رکھا — اور ہم مسئلۂ چہارم میں بدائع، سراج وہاج، جوہرہ نیرہ، بحر، درمختار اور ہندیہ سے بھی اس کی تصریح پیش کر آئے ہیں۔ اور اسی کے مثل بے شمار کتابوں میں ہے تو شک کو ظن بعد سے لاحق کرنے پر سب کا اتفاق موجود ہے۔ **ثانیاً** اس لئے کہ متعدد جلیل کتابوں میں اسی کی تصریح موجود ہے — ہم نہایہ، حلیہ، خزانۃ المفتین، اور اختیار شرح مختار کی عبارتیں پہلے پیش کر چکے اور مبتغی، غنیہ، بحر محیط اور خزانہ کی عبارتیں ابھی بیان کیں — اور اس کے خلاف سے کہیں آشنائی نہ ہوئی مگر شرح وقایہ میں۔

ہاں جوہرہ میں شک کو ظن عدم سے لاحق کرنے کی نسبت صاحبین کی طرف کی ہے برخلاف قول امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اس میں لکھا ہے: "مانگنا واجب ہے یہ صاحبین کا قول ہے۔ امام ابوحنیفہ کے نزدیک واجب نہیں۔ اس لئے کہ غیر کی ملک مانگنے میں ذلت ہے اگر وہ انکار کرے اور احسان سے زیر بار ہونا ہے اگر وہ دے دے۔ اور صاحبین کے نزدیک بھی اگر اس کا غالب گمان ہو کہ نہیں دے گا تو مانگنا واجب نہیں۔ اور شک کی صورت ہو تو واجب ہے۔ امام ابوحنیفہ کے قول پر تفریع یہ ہے کہ جب طلب واجب نہ ہو اور قبل طلب تیمم کرلے تو ہوگیا۔ اور وجوب طلب میں قول صاحبین پر تفریع یہ ہے کہ جب شک

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری باب التیمم مطبع مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹

واعطاه وجب عليه الاعادة باتفاقهما وان منعه فعند ابی یوسف صلاته جائزة وعند محمد یعید وان غلب علی ظنه انه یمنعه فصلی ثم اعطاه توضأ واعاد وان غلب علی ظنه انه یدفعه الیه فصلی ثم سأله فمنعه اعاد وعند محمد وعند ابی یوسف لا اھ۔[1]

کی صورت ہو اور نماز پڑھ لے پھر مانگے اور وہ دے دے تو باتفاق صاحبین اس پر اعادہ واجب ہے اور اگر نہ دے تو امام ابو یوسف کے نزدیک اس کی نماز صحیح ہے۔ اور امام محمد کے نزدیک اسے اعادہ کرنا ہے۔ اور اگر اس کا غالب گمان ہو کہ نہیں دے گا تو اس نے نماز پڑھ لی پھر اس نے دے دیا تو وضو کرے اور نماز لوٹائے۔ اور اگر دینے کا غالب گمان رہا ہو اس وقت اس سے نماز تیمم سے، پڑھ لی پھر مانگا اس نے نہ دیا تو امام محمد کے نزدیک اسے اعادہ کرنا ہے اور امام ابو یوسف کے نزدیک اعادہ نہیں" اھ (ت)

اقول قوله فی ظن المنع ثم اعطاه عاد اعنی باتفاقهما وان لم یعط لا یعید لا جرم و حاصل قول محمد علی ما حکاه انه ان ظن العطاء او شك اعاد مطلقا اعطی بعد الصلاة او منع وان ظن المنع فان اعطی اعاد والا لا و محصوله انه یشترط لجواز التیمم ظن منع لا یظهر خلافه وحاصل قول ابی یوسف انه ان اعطی اعاد وان منع لا سواء ظن عطاء او منعا او شك۔

اقول ظن منع میں ان کی عبارت "پھر اس نے دے دیا تو اعادہ کرے" کا معنی یہ ہے کہ باتفاق صاحبین اس کا حکم اعادہ ہے اور اگر نہ دیا تو بلاشبہ اعادہ نہیں ہے۔ اور حکایت جوہرہ کے مطابق قول امام محمد کا حاصل یہ ہے کہ اگر اسے عطا کا گمان یا شک ہو تو مطلقاً اعادہ کرنا ہے بعد نماز دے یا نہ دے۔ اور اگر منع کا ظن رہا ہو تو اگر بعد نماز دے دے اعادہ کرے ورنہ نہیں۔ اور اس کا محصول یہ ہے کہ جواز تیمم کے لیے ایسے ظن منع کی شرط لگاتے ہیں جس کے خلاف بعد میں ظاہر نہ ہو۔ اور امام ابو یوسف کے قول کا حاصل یہ ہے کہ بعد نماز اگر دے دے تو اعادہ کرے اور اگر نہ دے تو نہیں پہلے خواہ دینے کا ظن رہا ہو یا نہ دینے کا، یا شک رہا ہو۔ (ت)

---

[1] الجوہرۃ النیرۃ شرح قدوری باب التیمم مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/۲۹

وفیه اولاً قد کان حکم وجوب الطلب انه لا یجزئ التیمم قبله کما قال فی تقریر قول الامام انه لما لم یجب جزأه وقدمنا فی الافادة الخامسة من شرح الحدیث الرضوی عن سراجیة وجوهرة انه حیث وجب الطلب و لم یطلب لم یجز وان لم یجد بعد فعلی هذا انما یظهر وجوب الطلب فی الشك علی ما حکی عن محمد لا علی قول ابی یوسف۔

الا ان یبنی علی التحقیق الذی نبدیه بتوفیق الله تعالی ان الوجوب ههنا علی غیر حد الوجوب ثمه و تکون الثمرة البطلان اذا ظن العطاء و شك ولم یسأل قبل ولا بعد والله تعالی اعلم۔

وثانیا لازم هذا المحکی عن محمد بل صریحه کما علمت انه لو رأی فی الصلوة وظن العطاء او شك بطلت صلاته من دون توقف علی منع او منح بعد لان ما منع وجوده التیمم نقض حدوثه کما فی البدائع والبحر والدر وغیرها وهذه کما علمت روایة نادرة عن محمد وقد سلفت البحث علیها و انها

جو بحرہ کے بیان پر چند کلام ہے: **اول:** طلب واجب ہونے کا حکم یہ تھا کہ اس سے پہلے تیمم کفایت نہ کرے جیسا کہ قولِ امام کی تقریر میں لکھا کہ جب طلب واجب نہ ہو تیمم ہو جائے گا۔ ہم تعریفِ رضوی کی شرح کے افادۂ پنجم میں ان کی سراجیہ اور جوہرہ سے نقل کر آئے ہیں کہ جہاں طلب واجب ہو اور طلب نہ کرے تو تیمم جائز نہیں اگرچہ بعد میں پانی نہ ملے۔ تو اس کے پیشِ نظر صورتِ شک میں وجوبِ طلب صرف اس قول پر ظاہر ہے جو انہوں نے امام محمد سے حکایت کیا امام ابو یوسف کے قول پر ظاہر نہیں۔

مگر یہ کہ اس تحقیق پر بنیاد رکھیں جس کا ہم بتوفیقِ خدائے برتر اظہار کریں گے کہ یہاں پر وجوب کا وہ معنی نہیں جو وہاں ہے۔ اور اس کا ثمرہ یہ ہوگا کہ تیمم باطل ہوگا جب دینے کا گمان یا شک رہا ہو اور پانی نہ پہلے طلب کیا ہو نہ بعد میں ــــ اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔

دوم: امام محمد سے اس حکایت کا لازم بلکہ صریح جیسا کہ معلوم ہوا یہ ہے کہ اگر نماز کے اندر دیکھے اور دینے کا گمان یا شک ہوا تو بعد میں دینے نہ دینے پر کچھ موقوف رہے بغیر ابھی اس کی نماز باطل ہو گئی اس لیے کہ جس چیز کی موجودگی تیمم سے مانع ہو اس کا حدوث تیمم کا ناقض ہوگا۔ جیسا کہ بدائع، بحر، درمختار وغیرہا میں ہے۔ اور یہ جیسا کہ معلوم ہوا امام محمد سے ایک نادر روایت ہے اور ہم پہلے اس پر بحث کر چکے ہیں۔ اس روایت میں یا تو تاویل

مؤولة او مهجورة۔

کی جائے یا یہ روایت مہجور و متروک ہے۔ (ت)

اقول والتاویل لایمشی ھنا لتصریحه بعدم الالتفات لما یظھر بعد فلم یبق الا الھجر۔

اقول: اور یہاں تاویل نہیں چل سکتی اس لیے کہ وہ صراحت کر رہے ہیں کہ اس کی طرف کچھ التفات نہیں جو بعد میں ظاہر ہو تو یہی رہ گیا کہ یہاں یہ روایت مہجور و متروک ہو۔

وثالثًا تلك نادرة ایضا بمفھومھا ان ھذا اذا حصل الظن لا اذا شك تخالف ھذه الحکایة المسویة بین ظن الاعطاء والشك۔

سوم: بلکہ وہ نادر روایت بھی اپنے مفہوم سے ظن عطا اور شک میں برابری بتانے والی اس حکایت کی مخالف رہی ہے کہ یہ اس وقت ہے جب عطا کا گمان ہو اس وقت نہیں جب شک ہو۔

ورابعًا فیه ما مر عن الاختیار من قیاس قول محمد المقتصر فیه علی ظن الاعطاء فقط وینافیه صریحا ما مر عن النھایة ان المذھب الذی المنقول فیه خلاف بین اصحابنا الثلثة رضی الله تعالٰی عنھم الا فی الایضاح ھو قصر الوجوب علی ظن الاعطاء والخلاف الذی فی الایضاح وغیره ھو عدم الوجوب عند الامام مطلقا فلیس عند احد من الفریقین تسویة ظن العطاء والشك عند محمد ولا عند ابی یوسف فتبصر ولله الحمد۔

چہارم: اس کے منافی وہ بھی ہے جو اختیار کے حوالے سے قول امام محمد کا قیاس بیان ہوا کہ اس میں صرف ظن عطا کا اعتبار ہے۔ اور صراحۃً اس کے ناقض وہ ہے جو نہایہ کے حوالے سے بیان ہوا کہ مذہب جس میں سوائے ایضاح کے کسی سے بھی ہمارے تینوں اصحاب رضی اللہ تعالٰی عنہم کے درمیان کوئی اختلاف منقول نہیں یہ ہے کہ وجوب طلب صرف ظن عطا میں محدود ہے۔ اور ایضاح وغیرہ میں جو خلاف منقول ہے وہ یہ ہے کہ امام صاحب کے نزدیک مطلقًا وجوب نہیں۔ تو فریقین میں سے کسی کے نزدیک بھی ظن عطا اور شک کو نہ امام محمد کے نزدیک برابر بتایا گیا نہ امام ابو یوسف کے نزدیک۔ تو اسے نگاہ بصیرت سے دیکھنا چاہئے۔ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

واما ثالثًا فاقول وبالله التوفیق وھو الحل علی وجه التحقیق اذا کان شیئ ظاھرا وعلی خلافه محتملا وعن

ثالثًا — فاقول وباللہ التوفیق۔ (میں کہتا ہوں، اور خدا ہی سے توفیق ہے) اور بطور تحقیق یہی حل بھی ہے۔ جب کوئی چیز ظاہر ہو اور اس کے

دليل لم يعارضه فلا يقع الشك في ذلك بخلاف الظاهر لعدم استواء الطرفين حتى نصوا في علم الكلام ان الاحتمال لا عن دليل لا ينافي اليقين بالمعنى الاعم فكيف ينافي الظن والشك في العطاء لا يكون الا اذا لم يترجح جانبه بدليل فيبقى محتملا لا عن دليل فلا يورث الشك في العجز المعلوم الظاهر بخلاف ظن العطاء فانه عن دليل ولا بد فيعارض الظاهر المعهود ويبقى العجز مشكوكا فلا يتحقق شرط التيمم وذلك كمن شك في قرب الماء فان شكه هذا لا يجعل العجز مشكوكا حتى ساغ له التيمم بلا طلب ولم يسغ لمن ظن القرب كما تقدم فظهر سر الجواب عما هم من قول صدر الشريعة[1] ان القدرة والعجز مشكوك فيهما وتبين ان مثل الشك لا يعارض ظهور العجز فوجب طرحه والحاقه بظن المنع ولله الحمد ثم بعد بضع ليال رأيت تصديق تعليلي هذا في كلام الامام ملك العلماء كما يأتي اواخر المسألة الثامنة ولله الحمد۔

خلاف کا احتمال بلادلیل ہو تو یہ اس ظاہر کے معارض نہ ہوگا تو اس ظاہر میں شک واقع نہ ہوگا اس لیے کہ طرفین برابر نہیں۔ علمائے علم کلام میں تصریح فرمائی ہے کہ "احتمال بلادلیل یقین بمعنی اعم کے منافی نہیں" تو ظن کے منافی کیسے ہوگا۔ اور عطا میں شک نہ ہوگا مگر اسی وقت جب کہ جانب عطا کو کسی دلیل سے ترجیح حاصل نہ ہوسکے تو جانب عطا محتمل بلادلیل رہ جائے گی تو اس سے اُس عجز میں شک نہ پیدا ہوگا جس کا ظاہر معلوم ہے بخلاف اس صورت کے جب عطا کا ظن ہو اس لیے کہ یہ ایک دلیل سے ہے اور یہ لازمی امر ہے تو یہ ظاہر کے معارض ہو جائے گا اور عجز مشکوک رہ جائے گا تو تیمم کی شرط متحقق نہ ہوسکے گی ــــ اور یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی کو پانی کے قریب ہونے کا شک ہو کہ اس کا یہ شک اس کے عجز کو مشکوک نہیں بنا دیتا یہاں تک کہ پانی تلاش کیے بغیر اس کے لیے تیمم روا ہے اور اس کے لیے روا نہیں جسے پانی کے قریب ہونے کا گمان ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا۔ اس تحقیق سے صدر الشریعہ کے اس کلام کا روشن جواب عیاں ہوگیا کہ "قدرت و عجز دونوں میں شک ہے" ـــــ اور واضح ہوگیا کہ ایسا شک ظہور عجز کے معارض نہیں۔ تو اس شک کو طرح انداز کرنا اور ظن منع سے لاحق کرنا لازم ہے۔ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے ـــ پھر میں نے چند راتوں کے بعد اپنی اس تعلیل کی تصدیق امام ملک العلماء کے کلام میں دیکھی جیسا کہ مسئلہ ہشتم کے اواخر میں آرہا ہے اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

---

[1] شرح الوقایہ باب التیمم مکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۱۰۲

مسئلہ ۲: شرح تعریف رضوی کے افادہ ۲ چہارم میں گزرا کہ یہاں اعتبار واقع کا ہے اگر اسے ظن غالب تھا کہ نہ دے گا (یا شک تھا) اور اس نے تیمم سے پڑھ لی بعدہ اس نے پانی دے دیا (بطور خود خواہ اس کے مانگے سے) تو نماز نہ ہوئی اعادہ کرے اور اگر ظن غالب تھا کہ دے دے گا اور (خلاف حکم کرکے) اس نے نہ مانگا اور تیمم سے پڑھ لی بعد کو مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہوگئی شرح وقایہ کی عبارت وہیں گزری اور دیگر عبارات آئندہ میں آئیں گی ان شاء اللہ تعالٰی۔ ہاں اگر اس نے نہ اول مانگا نہ بعد کو کہ منع وعطا کا حال کھلتا۔

اقول ظن عطا کی صورت میں اس نے پانی خرچ کرلیا یا پھینک دیا نہ شک یا ظن منع کی حالت میں اس نے بعد نماز بے انکار سابق دے دیا تو لاجرم اس کے ظن کا اعتبار ہے اگر ظن عطا تھا نماز نہ ہوئی ورنہ ہوگئی۔

عــه ولد عزیز مولوی مصطفٰی رضا خان سلّمہ ذو الجلال وارقاہ الی مدارج الکمال نے یہاں ایک تقیید حسن کا مشورہ دیا کہ صاحب آب کے پاس اس وقت کے بعد نیا پانی اور نہ آگیا ہو ورنہ آب کثیر میں سے دے دینا اس ظن و شک کو کہ قلت آب کی حالت میں تھا دفع نہ کرے گا وکان ذلک منہ تیمیمًا الی سالۃ للطبع فی ۱۶ من المحرم الحرام ۱۳۳۹ھ وللہ الحمد (اور یہ مشورہ انہوں نے اس وقت دیا جب یہ رسالہ کتابت کے لیے دیا گیا اور یہ وقت ۱۳۳۹ھ ماہ محرم کی ۱۶ تاریخ کو دیا اور حمد اللہ تعالٰی ہی کے لیے ہے۔ ت)

اقول یہ قیدضرور قابل لحاظ ہے اگرچہ کتابوں میں نظر سے نہ گزری کہ علماء نے اسی حالت موجودہ پر کلام فرمایا اور یہاں یوں تفصیل مناسب کہ اگر وہ ظن منع بربنائے قلت آب تھا تو بعد کثرت دینا اس کا تخطیہ نہ کرے گا اور اگر اور وجہ سے تھا مثلًا صاحب آب سے رنجش یا ناشناسائی یا اس کی نسبت گمان بخل تو ضرور اس گمان کی غلطی ظاہر ہوگی کما لا یخفی واللہ تعالٰی اعلم فلیراجع ولیحرر ۱۲ منہ (جیسا کہ مخفی نہیں اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ ت)

(م)

عــه۲ یا اسی مشورہ ولد عزیز کے قیاس پر یہاں بھی کہا جائے کہ اگر یہ دینا اس بنا پر ہو کہ اتنی دیر میں پانی اس کے پاس خرچ ہوکر کم رہ گیا تو یہ منع اس ظن عطا کی غلطی نہ بتائے گا۔

اقول یہاں دو صورتیں ہیں اگر یہ خرچ ہوجانا اس طور پر ہو کہ اس سے پہلے کسی نے مانگا اسے دے دیا اب کم رہ گیا منع کردیا تو بیشک اس ظن کی خطا ثابت نہ ہوگی ظاہرًا اعادہ نماز چاہئے اور اگر خود اس نے اپنی حاجت میں خرچ کیا تو اب نہ دینا اس ظن کا رد کرے گا کہ اتنا تو اسے خود درکار تھا اور جو باقی رہا اس سے انکار ہے فلیراجع ولیحرر ۱۲ منہ غفر لہ (تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ ت)

(م)

لانه بظن الطهارة كان قادرا في الظاهر على الماء ولم يتبين غلط هذا الظن فيعمل به لفوت درك الحقيقة

اس لیے کہ وہ ظنِ عطا کے باعث پانی پر بظاہر قادر تھا اور اس ظن کی غلطی واضح نہ ہوئی تو اس کو اسی پر عمل کرنا ہے کیوں کہ حقیقت تک رسائی فوت ہو گئی۔

حلیہ میں ہے :

انما يكون الملحوظ ظنا ليس غيره عند عدم الاستكشاف له فاذا وجد وظهر الامر بخلافه كان الحال على ما ظهر[1] واستشهد له بعبارات البدائع والكافي ثم اطال رحمه الله تعالى بايراد سؤال ودفعه حاصل السؤال قد يكون ظنه مصيبا ويتبدل رأي صاحب الماء فلا يظهر خطاء ظنه و حاصل الجواب ان الاصل عدم التبدل و الظن ربما يخطئ واستشهد في السؤال بمنصوص في المذهب انه ان كان بحضرته من يسأله عن الماء فسأله فلم يخبره فتيمم وصلى ثم اخبره به لا اعادة عليه[2] اه اى فلم يكن بالاخبار اللاحق عالما في السابق حيث سأله فلم يخبره فكذا لا يكون بالعطاء اللاحق قادرا في السابق حيث ظن منعه وافاد الجواب انه فصل ما في

ظن ہی ملحوظ ہوتا ہے کچھ اور نہیں جبکہ اس ظن کی حقیقت منکشف نہ کر لی ہو۔ پھر جب تحقیق ہو جائے اور معاملہ اس ظن کے برخلاف ظاہر ہو تو جو ظاہر ہوا اسی کے مطابق حال ہوگا۔ اس پر انھوں نے بدائع اور کافی کی عبارتوں سے شہادت پیش کی ہے پھر ایک سوال و جواب لا کر طویل گفتگو کی ہے۔ سوال کا حاصل یہ ہے کہ کبھی ایسا ہوگا کہ اس کا گمان درست ہو اور پانی والے کی رائے بدل جائے تو اس کے گمان کی غلطی ظاہر نہ ہوگی —— جواب کا حاصل یہ ہے کہ اصل نہ بدلنا ہے اور ظن میں کبھی خطا بھی ہوتی ہے — سوال میں کچھ نصوصِ مذہب سے استشہاد کیا ہے کہ "اگر اس کے پاس کوئی ایسا ہو جس سے پانی کے بارے میں دریافت کر سکے تو اس سے دریافت کیا، اس نے نہ بتایا، اس نے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی، پھر اس نے بتایا تو اس پر اعادہ نہیں" اھ —— یعنی بعد میں بتانے سے وہ سابق میں جبکہ اس سے پوچھا تھا اور اس نے نہ بتایا واقف نہ ہو گیا تو اسی طرح بعد میں دینے سے وہ سابق

---

[1] حلیہ
[2] حلیہ

وسعه قبل الفعل فيقع جائزا دفعا للحرج فلا ينقلب غير جائز فان (وبعبارة اخرى انه اذا ابى تأكد العجز ثم تعتبر القدرة بعد ذلك ذكره في الولوالجية ولانه متعنت ولا قول للمتعنت بخلاف ما نحن فيه فانه لم يستفرغ الوسع لاسيما في السؤال اھ

میں جبکہ اسے نہ دینے کا لگی ہی تھی، تو قادر نہ ہوگیا۔ اور جواب سے یہ مستفاد ہوا کہ اس نے عمل سے پہلے جو کچھ اس کے بس میں تھا کر دیا تو دفع حرج کے پیش نظر وہ جائز ہی واقع ہوگا پھر ناجائز میں تبدیل نہ ہوگا۔ فرماتے ہیں، بعبارت دیگر — "اس نے جب انکار کر دیا تو عجز مؤکد ہوگیا پھر اس کے بعد قدرت ملنے کا اعتبار نہیں۔ اسے ولوالجیہ میں ذکر کیا ہے۔ اور اس لیے کہ وہ تشدد برتنے والا ہے اور ایسے شخص کی بات کا اعتبار نہیں بخلاف ہمارے زیر بحث صورت کے کہ اس نے دریافت کرنے میں اپنی پوری کوشش صرف نہ کی" اھ (ت)

اقول لعل السؤال لم يصب مذهب المذهب ثمه موافقة في الصورة بما هنا وهي انه ان كان عنده من يسأله فلم يسأله وصلى ثم سأله فاخبره بماء قريب بطلت صلاته كما قدمنا في نمرة ١٥٩ عن الحلية عن المحيط ومثله في البدائع والتبيين والدر وغيرها فعلمه ان هذا ممن يسأل هنا عن حال الماء كطلبه العطاء في هذه المسألة وترك السؤال كتركه فيها والاخبار اللاحق كالعطاء اللاحق فتبطل صلاته كما بطلت ثم هذا۔

اقول وہاں کچھ صرف مذہب اور تھے جو یہاں والی صورت کے موافق تھے یعنی سوال میں چھوڑ دیا وہ یہ کہ اگر اس کے پاس ایسا شخص ہو جس سے دریافت کر سکے اور دریافت نہ کیا، نماز پڑھ لی پھر اس سے پوچھا۔ اس نے قریب میں پانی بتایا تو اس کی نماز باطل ہوگئی۔ جیسا کہ ہم نے نمبر ۱۵۹ میں محیط سے نقل کردہ حلیہ کی عبارت پیش کی۔ اسی کے مثل بدائع، تبیین، درمختار وغیرہا میں بھی ہے تو اسے یہ علم ہوا کہ یہ شخص ایسا ہے جس سے پانی کے بارے میں یہاں دریافت کیا جا سکتا ہے ایسا ہی ہے جیسے اس مسئلہ میں عطا کا طلب ہے — اور سوال ترک کرنا ایسا ہی ہے جیسے یہاں سوال ترک کرنا — اور بعد میں بتانا ایسا ہی ہے جیسے یہاں بعد میں دینا — تو یہاں بھی اس کی نماز باطل ہوگئی جیسے وہاں باطل ہوئی۔ (ت)

وقوله اذا ابى[1] اى عن الاخبار

اقول يشمل ما اذا سأله

صاحب حلیہ کی عبارت "اذا ابی" (جب انکار کرے) یعنی بتانے سے انکار کرے۔ **اقول** یہ اس

---

[1] حلیہ

فسمع وسكت لانه صادق عليه قولهم لم يعطه وان عبر عنه في الحلية بالاباء لان السكوت عند الحاجة اباء عرفا وقد صرحوا بمسألة الاباء ههنا ايضا انه ان سأله قبل الصلاة فابى ثم اعطاه بعدها فقد تمت ولا عبرة بالمنح بعد المنع۔

صورت کو بھی شامل ہے جب اس سے سوال کرے اور وہ سُن کر خاموش رہے۔ کیونکہ اس پر علما کا یہ قول صادق ہے کہ "اس نے نہ دیا"۔ اسے حلیہ میں انکار سے اس لیے تعبیر کیا کہ ضرورت کے وقت سکوت عرفاً انکار ہی ہے۔ اور علما نے یہاں بھی مسئلہ انکار کی صراحت فرمائی ہے کہ اگر اس نے قبل نماز اس سے مانگا، اس نے انکار کیا پھر بعد نماز اسے دے دیا تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔ اور انکار کے بعد دینے کا کوئی اعتبار نہیں۔ (ت)

وما قال انه متعنت وقد اخذه من البدائع، ثم فاقول هذا غير متعين ولا ثابت فقد ينسى ثم يتذكر وحال المسلم تحمل على الصلاح مهما امكن والله تعالى اعلم۔ ثم بعد برهة من ظهور هذا للعبد الضعيف وتسطيره رأيت صدر الشريعة قد صرح بما ذكرنا من الحكم في هاتين المسألتين وبعلته فيما لو اتم الصلاة مع ظن المنع ثم سأله فاعطاه فتوارد ما عندي وذلك اھ۔

صاحب حلیہ نے فرمایا وہ تشدد برتنے والا ہے اسے انہوں نے بدائع سے لیا ہے۔ اس پر مجھے کلام ہے **فاقول** یہ متعین اور ثابت نہیں۔ ہوسکتا ہے اس وقت بھول گیا ہو پھر اسے یاد آیا ہو۔ مسلمان کی حالت کو صلاح و درستی ہی پر محمول کیا جائیگا۔ اور خدا سے برتر خوب جاننے والا ہے۔ صاحب حلیہ لکھتے ہیں، بندۂ ضعیف کے ذہن میں یہ آیا اور اسے رقم کیا پھر کچھ عرصہ بعد دیکھا کہ صدر الشریعۃ اس کی تصریح کرچکے ہیں جو ہم نے ان دونوں مسئلوں میں حکم بیان کیا اور اس کی علت بھی بتا چکے ہیں اس صورت میں جب کہ ظن منع کے باوجود نماز پوری کرلی پھر مانگا اور اس نے دے دیا۔ تو اس پر ہمارا ان کا توارد ہوگیا اھ۔ (ت)

اقول ھو سبق قلم بل انما ذكر العلة فيما اذا سأله فابى فقال لانه ظهر منه طمع

اقول یہ سبقت قلم ہے۔ صدر الشریعۃ نے علت صرف اس صورت میں بیان کی ہے جب اس نے مانگا اور اس نے انکار کردیا۔ فرماتے ہیں اس لئے

۱؎ حلیہ

کان خطأ ھو وھذا نظیر ما سبق ان الحاق الشك بغلبة الظن للعمل اولی من جعله واهما بوابه التحری کما مر۔

ظاہر ہو گیا کہ اس کا گمان غلط تھا ھ (تو عبارت حلیہ میں "ثم بان انه قاعداً" کی جگہ "ثم بان انه قائماً" ہونا چاہئے) اور یہ اسی کی نظیر ہے جو عبارت حلیہ میں گزرا کہ شک کو "عمل" کے غلبۂ ظن سے لاحق کرنا زیادہ راجح ہے۔ صحیح "متیقن" ہے جیسا کہ بیان ہوا۔ (ت)

تنبیہ: نماز کے بعد وہ دینا جس سے مطلقاً نماز اعادہ کرنی ہوتی ہے اگرچہ مصلی کو ظن صحیح ہو کہ نماز ہے اور وقت نماز گزر جانے کے بعد دینا بھی یہ اثر رکھتا ہے یا نہیں، اس کا بیان مسئلہ نہم میں آتا ہے وباللہ التوفیق۔

مسئلہ ۸: امام محقق علی الاطلاق سے مسئلہ ششم میں گزرا کہ پانی پر قدرت تین طرح ہوتی ہے:

اوّل: خود اپنی ملک میں ہو۔

اقول: یعنی حاجت ضروریہ سے فارغ اور استعمال پر قدرت تو ہر جگہ شرط ہے۔

دوم: اگر بکتا ہے تو قیمت پر قادر ہو۔

اقول: یعنی انھیں وجوہ پر کہ گزریں کہ قیمت مثل سے بہت زیادہ نہ مانگے اور قیمت اس کے پاس حاضر نہیں تو اُدھار دینے پر راضی ہو۔

سوم: اباحت۔

اقول: یہ مصدر بمعنی المفعول ہے یعنی پانی کا مباح ہونا خواہ باباحت اصلیہ جیسے بارش و دریا کا پانی یا کسی کے وقف کیے سے یا بلا وقف عام لوگوں یا کسی خاص قوم کے لیے جن میں یہ داخل ہے مالک نے طہارت کے لیے مباح کیا ہو اگر اسے طہارت درکار ہے یا مالک خاص اس شخص کو مباح کرے۔

ثمّ اقول: دو صورتیں قدرت کی اور ہیں:

چہارم: ہبہ کہ تملیک بلاعوض ہے بخلاف اباحت کہ شے ملک مالک ہی پر رہتی ہے اُس کی اجازت سے صرف کی جاتی ہے۔

پنجم: مالک کا وعدہ کرنا کہ میں تجھے پانی دوں گا یہاں تک کہ ائمہ ثلٰثہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے مذہب میں انتظار لازم ہے اگرچہ وقت نکل جائے کہ وعدہ میں ظاہر وفا ہے اور پانی پر قدرت اباحت سے بھی حاصل تو ظاہراً قادر ہے لہذا تیمم جائز نہیں اس کا ذکر نمبر ۹ میں گزرا اور باتباع امام زفر حکم یہ ہے کہ جب وقت جاتا دیکھے تیمم کرکے پڑھ لے جیسا کہ نمبر ۱۹ میں گزرا۔

ھ شرح الوقایہ باب التیمم ۱/۱۰۳

اب یہاں چند ضروری تنبیہات ہیں :

تنبیہ اوّل : وہ وعدہ کہ پانی نہ رہنے کے بعد ہو معتبر نہیں[1] مثلاً نماز میں اس نے کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہُوا نماز پُوری کی اس کے بعد مانگا اس نے کہا میرے پاس پانی تھا تو مگر خرچ ہوگیا اگر اس وقت مانگتے میں ضرور دیتا تو اس وعدہ کا اعتبار نہیں نماز ہوگئی اور اگر نماز سے پہلے دیکھا اور دینے کا ظن غالب نہ ہوا اور تیمم پہلے کرچکا تھا یا اب کرلیا پھر مانگا تو اس نے وہی جواب دیا کہ اب نہ رہا اس وقت مانگتے تو دے دیتا اس وعدے سے بھی وہ تیمم نہ جائے گا اسی سے نماز پڑھے یہی اصح ہے کہ نہ رہنے کے بعد وعدہ اس پر دلیل نہیں کہ دے ہی دیتا اُس کے موجود ہوتے وقت وعدہ سے یہ سمجھا جاتا ہے کہ دینا منظور ہے لیکن نہ رہنے کے بعد نہ دینے والا بھی یہ کہہ سکتا ہے کہ میں نہ دیتا بلکہ مفت کرم داشتن ہے کہ ہوتا تو ضرور دیتا، بحرالرائق میں ہے :

فی المجتبٰی رأی فی صلاتہ ماءً فی ید غیرہ ثم ذھب منہ قبل الفراغ فسألہ فقال لو سألتنی لاعطیتک فلا اعادۃ علیہ ولو کانت العدۃ قبل الشروع یعید لوقوع الشک فی صحۃ الشروع والاصح انہ لا یعید لان العدۃ بعد الذھاب لا تدل علی الاعطاء قبلہ[1] اھ

مجتبٰی میں ہے : اپنی نماز کے اندر دوسرے کے ہاتھ میں پانی دیکھا۔ پھر اس کے پاس سے ختم ہوگیا اس سے پہلے کہ فارغ ہو۔ پھر اس سے مانگا۔ تو اس نے کہا، اگر تم نے مجھ سے مانگا ہوتا تو تم کو میں دے دیتا۔ اس صورت میں اس پر اعادہ نہیں۔ اور اگر وعدہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہو تو اعادہ کرے۔ اس لیے کہ صحت شروع میں شک واقع ہوگیا اور اصح یہ ہے کہ اعادہ نہیں کرنا ہے اس لیے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ اس کی دلیل نہیں کہ وہ پہلے دے دیتا۔ اھ (ت)

اقول ھذا الفرع یحتاج الی الشرح وقد تبین مما صورناہ فقولہ ثم ذھب منہ ای الماء من صاحبہ بانفاقہ مثلا قبل الفراغ لھذا من صلاتہ فسألہ بعد صلاتہ فقال نعم ولو سألتنی قبل

اقول : اس جزئیہ کی شرح کرنے کی ضرورت ہے اور ہم نے جس طرح مسئلہ کی صورت پیش کی ہے اس سے واضح ہوجاتا ہے۔ شرح اس طرح ہوگی، تو ذہب پھر اس کے پاس سے ختم ہوگیا یعنی پانی پانی والے کے پاس سے ختم ہوگیا مثلاً اسے خرچ کردیا اس سے پہلے کہ فارغ ہو یعنی اس کے اپنی نماز سے فارغ ہونے سے پہلے۔ پھر اس سے مانگا۔ یعنی نماز ادا کرنے کے

لاعطيتك قوله وان كانت العدة قبل الشروع
اقول تصويره بصورتين ذكرناهما انه تيمم
ثم رأى او رأى ثم تيمم ثم سأله بعد
حين فقال دفعت ولو سألت لاعطيت وليس
المراد انه رأى فسأل فاجاب فتيمم لانه
تيمم صحيح قطعا لوقوعه بعد ظهور
العجز انما بخلاف تينك الصورتين
فنيهما قيل ليس له ان يصلي بذلك التيمم
بل يتيمم ثانيا ولو صلى بالاول يعيد لوقوع
الشك في صحة الشروع به في الصلاة لانه
ان لم يظهر بوعده القدرة فلا يقعد عن ايراث
شك في العجز فوقع الشك في بقاء التيمم
فلم يصح به الشروع بطهارة مشكوكة بخلاف
ما اذا رأى في الصلاة لان الشروع صح
بيقين فلا يزول الا بمثله والاصح انه لا يعيد
لان العدة بعد الذهاب والعدم لا تدل
على الاعطاء قبله اقول لما قررنا من ان
الشحيح ايضا لا يشق عليه مثل هذا
الوعد فاذا لم يترجح به جانب العطاء كان
وجوده وعدمه سواء فلم يورث شكا في العجز
كما قدمنا تحقيقه آخر المسألة السادسة
فهذا ما يتعلق بشرحه ولا بأس بالتنبيه
على نكت

بعد مانگا۔ تو اس نے کہا: ختم ہو گیا، اور پہلے اگر تم نے
مجھ سے مانگا ہوتا، تو تم کو میں دے دیتا۔ قولہ اور
اگر وعدہ نماز شروع کرنے سے پہلے ہوا اقول اس کی
تصویر دو صورتوں میں ہے جو ہم نے بیان کیں (۱) اس
نے تیمم کر لیا پھر دیکھا (۲) یا دیکھنے کے بعد تیمم کر لیا پھر اس سے
کچھ دیر بعد مانگا تو اس نے کہا: میں نے خرچ کر دیا اگر
تم نے مانگا ہوتا تو دے دیتا۔ یہ مراد نہیں کہ اس نے
دیکھتے ہی مانگا، اس نے وہ جواب دیا، اس نے تب
تیمم کیا اس لیے کہ یہ تیمم تو قطعاً صحیح ہے اس لیے کہ
یہ پانی سے عجز ظاہر ہونے کے بعد ہوا ہے بخلاف ان
دونوں صورتوں کے کہ ان ہی کے بارے میں یہ کہا گیا
کہ اس کے لیے اس تیمم سے نماز پڑھنا جائز نہیں بلکہ
دوبارہ تیمم کرے گا اور اگر پہلے تیمم سے نماز پڑھ لی تو
اعادہ کرے اس لیے کہ اس تیمم سے نماز شروع کرنے
کی صحت میں شک واقع ہو گیا۔ اس کی وجہ یہ ہے
کہ اگر وہ اپنے وعدہ سے قدرت پر روشنی نہ ڈالے
تو کم از کم عجز میں شک پیدا کرنے سے قاصر نہ رہا
اس طرح بقائے تیمم میں شک واقع ہو گیا تو مشکوک
طہارت سے نماز شروع کرنا اس کے لیے جائز نہ ہو
بخلاف اس صورت کے جب دورانِ نماز پانی دیکھا
ہو اس لیے کہ شروع بالیقین صحیح ہوا ہے تو اس کا
زوال بھی ویسی ہی چیز سے ہوگا۔ اور صحیح یہ ہے کہ
اعادہ نہیں کرنا ہے اس لیے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ
اس کی دلیل نہیں کہ وہ پہلے دے دیتا اقول اس کی وجہ وہ ہے جس کی ہم نے تقریر کی کہ بخیل کے لیے بھی ایسا
وعدہ کرنا کوئی مشکل اور گراں نہیں تو جب اس وعدہ سے جانبِ عطا کو ترجیح نہ ملی تو اس کا ہونا نہ ہونا

برابر ہے۔ اس لیے یہ عجز ہے اس میں کوئی شبہ نہیں جیسا کہ ہم مسئلہ ششم کے آخر میں اس کی تحقیق کر چکے ہیں۔ یہ کلام تو شرح سے متعلق تھا، اب کچھ نکات پر تنبیہ کردی جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (ت)

فاقول اولاً انما سمّیته وعداً للمشاکلة والا فالوعد لا یکون الا فی المستقبل۔

فاقول نکتۂ اولیٰ: اسے "وعدہ" کے نام سے ذکر کرنا مشاکلہ کی وجہ سے ہے ورنہ وعدہ تو مستقبل کے لیے ہوتا ہے۔

وثانیاً التصویر بذهاب الماء جری وفاقاً والا فالحکم کذلك لو لم یذهب واحتال بهذا الجواب بل بالاولی لانه منع اشنع۔

نکتۂ دوم: صورتِ مسئلہ میں جو کہا گیا کہ پانی ختم ہوگیا یہ اتفاقی ہے۔ ورنہ اگر پانی واقع میں ختم نہ ہو اور اس نے یہ جواب دے کر بہانہ کیا تو بھی حکم یہی ہے بلکہ بدرجۂ اولیٰ یہ حکم ہوگا۔ اس لیے کہ یہ بدتر انکار و منع ہے۔

وثالثاً لابد عندی من التقیید بعدم ظن العطاء فی الوجهین کما فعلت لانه اذا ظن ولم یظهر خلافه یمنع صحة التیمم والصلاة کما مرّ ویأتی وبهذا الوعد ان لم یظهر وفاقه لم یظهر خلافه ایضاً بالاولی فتجب اعادة الصلاة والله تعالی اعلم۔

نکتۂ سوم: میرے نزدیک دونوں صورتوں میں عدمِ ظنِ عطا کی قید لگانا ضروری ہے جیسا کہ میں نے تصویرِ مسئلہ میں کیا۔ اس لیے کہ جب عطا کا گمان ہو اور اس کے خلاف ظاہر نہ ہو تو تیمم اور نماز کی صحت سے مانع ہے جیسا کہ گزرا اور آئندہ بھی آئے گا۔ اور اس وعدہ سے اس گمان کی اگر موافقت ظاہر نہ ہوئی تو اس کی مخالفت بھی بدرجۂ اولیٰ ظاہر نہ ہوئی اس لیے نماز کا اعادہ واجب ہوگا۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

تنبیہ دوم: اقول وعدۂ آب کہ ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم کے اجماع سے پانی پر قدرت کا موجب سمجھا گیا ظاہر یہ ہے کہ وقت کے وقت تک ہے کہ کسی موقت حاجت کے لیے ایک وقت میں وعدہ اُسی وقت کا وعدہ سمجھا جاتا ہے نہ یہ کہ کبھی دے دیں گے اگرچہ سال بھر بعد۔ خروجِ وقت پر خلفِ وعدہ سمجھا جائے گا کہ دینے کا کہا تھا اور نہ دیا، آئندہ اوقات کے لیے بھی وہ وعدہ اور اُس کے سبب اس کا پانی پر قادر ہونا سمجھا جائے تو مہینہ بھر کامل گزر جائے اور اُسے نماز پڑھنے کی اجازت نہ ہو کہ وعدہ باقی ہے تو قدرت باقی ہے تو تیمم ناجائز ہے اور ہمارے ائمہ کا اتفاق ہے کہ انتظار کرے اگرچہ وقت نکل جائے تو ہر وقت یہی حکم رہے گا اور

ہفتوں مہینوں نماز سے معطل رہنے کا حکم ہوگا حاشا یہ شریعت مطہرہ کا مسئلہ نہیں ہوسکتا لاجرم وعدہ کا اثر اُسی ایک ہی وقت تک رہے گا وبس،

وھذا ظاھر جدا لمن خدم الفقہ ویری تأییدہ فی مسائل کثیرۃ من کتاب الطلاق وکتاب الایمان واللہ تعالٰی اعلم۔

اور یہ بہت واضح ہے جسے فقہ کی خدمت نصیب ہوئی ہے کتاب الطلاق اور کتاب الایمان کے بہت سے مسائل میں اس کی تائید نظر آئے گی۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

تنبیہ سوم: اقول ظاہر ہے کہ وعدہ قدرت مقصودہ ثابت کرے گا یعنی وقت وعدہ سے مستمرہ یعنی وقت علم بہ پہلے وذلك لانہ ھو سبب ثبوتھا فلا تثبت قبلہ لان المسبب لا یتقدم السبب (وہ اس لیے کہ وعدہ ہی ثبوت قدرت کا سبب ہے تو قدرت اس سے پہلے ثابت نہ ہوگی، اس لیے کہ مسبّب، سبب سے مقدم نہیں ہوتا۔ ت) ظاہر ہے کہ وعدہ آئندہ کے لیے ہوتا ہے تو ماضی پر اس کا کیا اثر بلکہ اگر وعدہ کسی کے سوال پر ہو تو یہی دلالت نہ کرے گا کہ اس سے پہلے مانگتا تو دے دیتا کہ اب بھی تو مانگے پر نہ دیا نرا وعدہ ہی کیا تو یہ کیونکر مفہوم ہو کہ پہلے دے ہی دیتا یا بحال وعدہ حقیقۃً عطا نہیں کہ سب احکام عطا نافذ ہوں بلکہ وہ حقیقۃً عدم عطا ہے صرف اس کی امید کہ ملنے کے وعدے میں ظاہر وفا ہے اسے ظاہراً پانی پر قادر مانا گیا ہے۔

لما صرح بعلمھم بقول زفر عن البحر عن البدائع عن محمد ان الظاھر الوفاء بالوعد فکان قادرا علی الاستعمال ظاھرا[1]۔

اس کی وجہ رسالہ "الظفر لقول زفر" میں بحر کے حوالہ سے بیان ہوئی۔ بحر نے بدائع سے انھوں نے امام محمد سے نقل کیا کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے تو وہ ظاہر استعمال پر قادر ہوا۔ (ت)

تو پیش از وعدہ نہ قدرت ہوگی نہ مانگے پر دے دینے سے یہی ظاہر ہو کہ پہلے مانگتا تو دے دیتا۔

ھذا ما ظھر لی فلیراجع ولیحرر والعلم بالحق عند ربی الاکبر۔

یہ وہ ہے جو میرے ذہن میں آیا تو اس کی مراجعت اور وضاحت کرلی جائے۔ اور حق کا علم خدائے برتر و بزرگ ہی کو ہے۔ (ت)

اقول مگر اس میں یہ قوی شک ہے کہ علماء نے بعد نماز مانگے پر پانی دے دینے کو اس پر دلیل ٹھہرایا ہے

---

[1] بدائع الصنائع فصل شرائط ارکان فانواع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹

کہ پہلے مانگتا جب بھی دے دیتا۔

کما یدل فی المسئلۃ الاٰتیۃ عن الزیادات وجامع الکرخی والبدائع والحلیۃ ان البذل بعد الفراغ دلیل البذل قبلہ[1]

جیسا کہ اگلے مسئلہ میں زیادات، جامع کرخی، بدائع اور حلیہ کے حوالے سے آرہا ہے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس کی دلیل ہے کہ پہلے بھی دے دیتا۔ (ت)

تو یُوں ہی کیوں نہ کہا جائے کہ بعد نماز مانگے پر وعدہ اس کی دلیل ہے کہ پہلے مانگتا جب بھی وعدہ کرلیتا اور نفس وعدہ کو موجب قدرت مانا ہے تو جس طرح بعد کو پانی دے دینے سے قدرت سابقہ ثابت ہوتی کہ پہلے مانگتا مل جاتا تو پانی زیرِ قدرت تھا یونہی بعد کے وعدے سے ثابت ہوگی کہ پہلے مانگتا تو وعدہ ہوجاتا اور وعدہ موجب قدرت تھا تو قدرت ثابت ہوئی تو پانی زیرِ قدرت تھا اور جب مانگے پر بعد کے وعدے سے یہ حکم ہو تو بے مانگے وعدے سے بدرجہ اولٰی کہ یہاں تو یہ احتمال ہے کہ جب بے مانگے وعدہ کرلیا عجب نہیں کہ پہلے مانگے پر دے ہی دیتا اگرچہ اس روایت میں یہ کلام واضح ہے کہ شاید اور کیا عجب بعید نہیں تھا وہ درکار ہے کلام امام محمد سے ابھی گزرا فکان قادرا ظاھرا (تو ظاہراً قادر ہوا۔ ت)

اقول مگر بذل و وعدہ میں فرق یہ ہے کہ بذل حاضر سے علم سابق مظنون ہوا اور بذل قطعاً موجب قدرت ہے تو قدرت مظنون ہوئی بخلاف وعدہ کہ قدرت کا موجب قطعی نہیں خلف بھی ممکن ہے دینے والے کو کوئی عذر پیش آنا بھی ممکن ہے لاتری ان محمدا لم یقل ان الظاھر الوفاء (یہ دیکھیے امام محمد فرماتے ہیں کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے۔ ت) تو وعدہ صرف موجب ظن قدرت ہے اور وعدہ حال سے سابقہ بھی یقینی نہیں صرف مظنون ہے تو اس وقت کے وعدے سے سابق میں ظنِ قدرت نہ ہو بلکہ ظن ظن ہو اور ظن ظن شئی ظن شئی نہیں تو سابق کے لیے ظن قدرت ثابت نہ ہوا تو عجز ظاہر کا معارض نہ پایا گیا اور تیمم وصلاۃ صحیح رہے اور یہ تقریر اس صورت کو بھی شامل کہ بعد کو بے مانگے وعدہ کرے کما لایخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت) بالجملہ مقام مشکل ہے اور ظاہر وہ ہے جو فقیر نے گزارش کیا واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ثم اقول بلکہ حقیقت امر یہ ہے کہ مسئلہ وعدہ خود ہی مشکل ہے بلکہ اس سے بھی صاف تر مسئلہ رہن اور مس کا اور مسئلہ ظن قرب کا فرق اکابر محققین امام اجل عبدالعزیز بخاری اور امام قوام کاکی وامام اکمل بابرتی وامام کمال ابن الہمام وغیرہم رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم نے مشکل سمجھا اور لاحل چھوڑ دیا،

واللّٰه المسئول لحل كل اشكال، ودفع كل اعضال، ولا حول ولا قوة الا باللّٰه العلي العظيم المتعال۔

اما مسألة الوعد فهو الذي استشكلها لان الوعد لا يورث الا رجاء في المآل والرجاء في الغد لا يرفع العجز المتحقق في الحال فكيف يقال انه بمجرد الوعد صار قادرا على الماء، قال في التبيين[1] راجي الماء يستحب له التاخير ولا يجب لان العدم ثابت حقيقة فلا يزول حكمه بالشك[عه] اھ وفي الهداية[2] وعن ابي حنيفة وابي يوسف رضي اللّٰه تعالٰى عنهما في غير رواية الاصول ان التاخير حتم لان غالب الرأي كالمتحقق ووجه الظاهر ان العجز ثابت حقيقة فلا يزول حكمه الا بيقين مثله[3]

اور خدا ہی سے ہر اشکال کے حل اور ہر پیچیدگی کے دفعیہ کا سوال ہے۔ اور کوئی طاقت و قوت نہیں مگر بلند با عظمت برتر خدا ہی سے۔ (ت)

مسئلہ وعدہ کو تو میں ہمیشہ مشکل سمجھتا رہا۔ اس لیے کہ وعدہ صرف زمانۂ آئندہ میں امید پیدا کرتا ہے اور مستقبل میں امید حال میں متحقق عجز کو ختم نہیں کرتی پھر یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ وہ محض وعدے سے پانی پر قادر ہو گیا۔ تبیین میں ہے: پانی کی امید رکھنے والے کے لیے نماز کو مؤخر کرنا مستحب ہے، واجب نہیں، اس لیے کہ پانی کا نہ ہونا حقیقۃً ثابت ہے تو شک سے اس کا حکم زائل نہ ہوگا اھ۔[1] ہدایہ میں ہے: امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے غیر روایت اصول میں مروی ہے کہ مؤخر کرنا لازم ہے اس لیے کہ غالب گمان، متحقق کی طرح ہے۔ ظاہر روایت کی وجہ یہ ہے کہ عجز حقیقۃً ثابت ہے تو اس کا حکم ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اھ

عــه اقول اراد بالشك ما يقابل اليقين بدليل ما يتلوه من نص الهداية وقد قال في العناية وفي الشلبية عن الدراية كليهما عن الايضاح المراد بالرجاء غلبة الظن اي يغلب على ظنه انه يجد الماء في اخر الوقت اھ ومثله في البحر وغيره ۱۲ منه غفرله (م)

شک سے وہ مراد لیا ہے جو یقین کا مقابل ہو اس کی دلیل ہدایہ کی عبارت ہے جو اس کے بعد آ رہی ہے۔ عنایہ میں ہے اور شلبیہ میں درایہ کے حوالے سے ہے پھر عنایہ و درایہ دونوں ہی ایضاح سے ناقل ہیں کہ امید سے مراد غلبۂ ظن ہے یعنی اس کا غالب گمان یہ ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائے گا اور اسی کے مثل بحر وغیرہ میں ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق باب التیمم مطبعۃ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱

[2] الہدایہ " مکتبہ عربیہ کراچی ۱/۳۶

[3] حاشیۃ الشلبی علی تبیین الحقائق باب التیمم امیریہ بولاق، مصر ۱/۴۱

وعزاه في الحلية لها ولغيرها والمسألة معلومة دوارة في المتون والشروح والفتاوى وهي تعطي قطعا ان رجاء القدرة في المآل لا يرفع العجز في الحال باجماع اصحابنا في روايات الاصول فيجب ان لا يعد قادرا بالوعد وانما يؤمر بالانتظار استحبابا ان وقع الوعد قبل الصلاة وان وعد بعدها لم يبطل صلاة صحت بيقين كما لو حصل له رجاء الوجدان آخر الوقت بعد ما صلى فانه كما لا يمنع التيمم وجوده لا يرفعه حدوثه حين حدث فضلا عن سبق اما الفرق بان القدرة على الماء تثبت بالاباحة اجماعا فيجب الانتظار بخلاف غيره كثوب ودلو فلا تثبت عند الامام فيستحب وعندهما فيجب فاقول الوعد ليس اباحة في الحال بل ايراث رجاء في المآل فبون بين بين قوله اعطيت وقوله ساعطي.

حلیہ میں اس پر اور دوسری کتاب کا بھی حوالہ دیا ہے اور یہ مسئلہ معلوم و معروف ہے متون، شروح اور فتاوٰی میں کثرت سے گردش کرنے والا ہے، اور اس سے قطعی طور پر پتا چلتا ہے کہ مستقبل میں قدرت کی امید، حال میں پائے جانے والے عجز کو ختم نہیں کرتی۔ اس پر روایات اصول میں ہمارے اصحاب کا اجماع ہے۔ تو ضروری ہے کہ وعدہ کی وجہ سے اسے قادر نہ شمار کیا جائے، صرف استحباباً اسے انتظار کا حکم دیا جائیگا اگر قبل نماز وعدہ ہُوا، اور اگر بعد نماز وعدہ ہُوا تو یہ ایک ایسی نماز کو باطل نہیں کرسکتا جو بایقین صحیح ادا ہوئی جیسے اس صورت میں جب کہ ادائے نماز کے بعد آخر وقت میں اسے پانی ملنے کی امید پیدا ہوئی اس لئے کہ جس چیز کی موجودگی تیمم سے مانع نہیں ہوتی اس کا حدوث بوقتِ حدوث بھی تیمم کو ختم نہیں کرسکتا بوقت سابق ختم کرنا تو درکنار۔ یہ فرق کہ پانی پر قدرت بالاجماع اباحت سے ثابت ہوجاتی ہے تو اس کا انتظار واجب ہے، دوسری چیز جیسے کپڑے اور ڈول کا یہ حال نہیں اس میں امام صاحب کے نزدیک اباحت سے قدرت ثابت نہیں ہوتی تو انتظار صرف مستحب ہے اور صاحبین کے نزدیک اس میں بھی قدرت ثابت ہوتی ہے تو انتظار واجب ہے (اس پر مجھے کلام ہے)، **فاقول** وعدہ فی الحال اباحت نہیں بلکہ اس سے صرف آئندہ زمانہ میں امید پیدا ہوتی ہے۔ کسی کے یہ کہنے میں کہ "میں نے دیا" اور یہ کہنے میں کہ "آئندہ دوں گا" کھلا ہوا فرق ہے۔ (ت)

اما ان الظاهر انه هل كان قادرا على استعمال الماء ام لا **فاقول** الماء معدوم عنده يعني

اب رہی یہ بات کہ ظاہر وفائے وعدہ سے تو کیا وہ پانی کے استعمال پر قادر ہوا **فاقول** (تو اس پر میں کہتا ہوں کہ) پانی اس کے نزدیک

ولا قدرة على المعدوم كيف وقد قال في البحر في مسألة من نسي الماء في رحله هذا لانه لا قدرة بدون العلم لان القادر على الفعل هو الذي لو اراد تحصيله يتأتى له ذلك ولا تكليف بدون القدرة اھ ومعلوم ان الموعود له ليس الامر بيده حتى يتأتى له تحصيل الوجود بارادته بل هو بيد الواعد فلم تثبت القدرة۔

اب بھی معدوم ہے اور معدوم پر قدرت نہیں — یہ کیسے ہو سکتا ہے جبکہ البحرالرائق میں اپنے خیمہ یا کجاوہ میں رکھا ہوا پانی بھول جانے والے کے مسئلہ میں یہ لکھا ہے: یہ اس لیے کہ بغیر علم کے قدرت نہیں، کسی کو فعل پر قادر وہی ہے کہ اگر اس فعل کو بروئے ثبوت لانا چاہے تو لا سکے اور قدرت کے بغیر کوئی مکلّف نہیں ہوتا۱ھ اور یہ معلوم ہے کہ جس سے وعدہ کیا گیا معاملہ اس کے ہاتھ میں نہیں کہ وہ چاہے تو وضو کرے بلکہ یہ وعدہ کرنے والے کے ہاتھ میں ہے تو قدرت ثابت نہ ہوئی۔ (ت)

فان قلت اليس اذا اعطاه بعد الصلاة بلا اباء بطلت فعد باعطاء اللاحق قادرا في السابق وسبق التصريح به عن الزيادات وجامع الكرخي والبدائع والحلية انه ظهر انه كان قادرا لان البذل بعد المنع دليل البذل قبله اھ مع ان الماء كان معدوما عنده اذ ذاك والمعدوم غير مقدور فلو لا يجعل قادرا بالوعد وان كان الماء معدوما عنده بعد بل هذا اولى لانه على شرف الحصول اما ما مضى فلا يمكن ان يجعل غير الحاصل فيه حاصلا۔

اگر یہ سوال ہو کہ کیا ایسا نہیں کہ جب بعد نماز اسے بلا انکار دے دے تو نماز باطل ہوگی اس سے ظاہر ہوا کہ بعد میں دینے سے سابق میں اس کو قادر مانا گیا۔ اس کی تصریح زیادات، جامع کرخی، بدائع اور حلیہ کے حوالوں سے آرہی ہے کہ ظاہر ہوگیا کہ وہ قادر تھا اس لیے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ پہلے بھی دے دیتا اھ۔ باوجودیکہ پانی اس وقت اس کے پاس معدوم تھا اور معدوم مقدور نہیں — تو وعدے کی وجہ سے بھی اس کو قادر کیوں نہ قرار دیا جائے اگرچہ اس کے پاس پانی اب بھی معدوم ہے۔ بلکہ یہ بدرجۂ اولٰی ہوگا اس لیے کہ وہ آئندہ حصول کی راہ میں ہے اور جو زمانہ گزر چکا اس میں تو غیر حاصل کو حاصل بنانا ممکن ہی نہیں۔ (ت)

۱؎ البحرالرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۰
۲؎ البدائع الصنائع " " " " ۱/۴۹

اقول وباللہ التوفیق لیست القدرۃ المانعۃ للتیمم بمعنی الاستطاعۃ بانہا لاتکون قبل الفعل ولوکان الماء بکفہ بل بمعنی سلامۃ الاسباب والآلات بحیث لایبقی شیئ مما یتوقف علیہ تحصیل الماء خارجا عن قبضتہ فیکون قادرا بمعنی ان تحصیلہ بیدہ ویشترط مع ذلک عدم الحرج فمن بعد الماء عنہ میلا وھو قادر علی المشی فقد سلمت لہ الاسباب وھو عاجز للحرج ثم غالب الظن کالیقین الا تری ان من ظن قرب الماء عد قادرا علیہ مع انہ لایعلمہ حقیقۃ والظن ربما یخطئ اذا علمت ھذا فمن اعطی لاحقا حصل لہ الظن علی العطاء سابقا لو سأل مثبت بما ھو کالثبوت یقینا انہ کان قادرا اذ ذاک علی تحصیل الماء بالسؤال فکان قادرا علی الماء لان القدرۃ الحسیۃ بالعطاء وما کان بینہ وبین العطاء الا السؤال کما ظہر بالبذل اللاحق بالسؤال وان کان بدون سؤال فبالاولی وقد کان السؤال بیدہ وترکہ عالما بالماء عندہ فکان کمن یکون علی رأس البئر وفیہ دلو وبیدہ الدلو والرشاء وھو قادر علی الاستقاء فترک وتیمم وبالجملۃ ظہر بالبذل اللاحق انہ لواراد تحصیلہ سابقا لتأتی

میں اس کے جواب میں کہوں گا اور خدا ہی سے توفیق ہے، وہ قدرت جو تیمم سے مانع ہے بمعنی استطاعت نہیں۔ اس لیے کہ یہ تو فعل سے پہلے ہوتی ہی نہیں اگرچہ پانی اس کی ہتھیلی میں ہی کیوں نہ ہو۔ بلکہ یہ قدرت بمعنی سلامت اسباب و آلات ہے اس طرح کہ جتنی چیزوں پر تحصیل آب موقوف ہے ان میں سے کوئی بھی اس کے قبضہ سے باہر نہ رہ جائے تو وہ قادر ہوگا اس معنی میں کہ اس کی تحصیل اس کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے ساتھ یہ شرط بھی ہوگی کہ حرج نہ ہو کیونکہ پانی جس سے ایک میل دور ہے اور اسے چلنے کی قدرت بھی ہے تو اس کے لیے سلامت اسباب تو موجود ہے پھر بھی حرج کے باعث اسے عاجز شمار کیا گیا۔ یہ بھی ملحوظ ہے کہ غالب ظن یقین کی طرح ہے۔ دیکھیے جسے پانی قریب ہونے کا ظن ہوا اسے پانی پر قادر شمار کیا گیا ہے حالانکہ حقیقۃً اسے پانی کا علم نہیں اور ظن تو بارہا غلط بھی ہوتا ہے۔ جب یہ سب معلوم ہوگیا تو اب دیکھئے جسے بعد میں پانی دے دیا گیا اسے یہ ظن حاصل ہوا کہ اگر مانگتا تو وہ پہلے بھی دے دیتا تو ظناً ثبوت ہوا، اور یہ یقیناً ثبوت کی طرح ہے۔ کہ وہ اس وقت سوال کے ذریعہ تحصیل آب پر قادر تھا۔ تو وہ پانی پر قادر ہوا اس لیے کہ حسی قدرت تو دینے ہی سے ہوتی ہے۔ اور اس کے اور دینے کے درمیان صرف سوال ہی کا فاصلہ تھا۔ جیسے اس کا قادر ہونا بعد میں سوال پر دینے سے ظاہر ہوتا ہے اور بغیر سوال دینا ہو تو بدرجۂ اولیٰ۔ اور سوال اس کے

له لعدم توقفه الا على سؤاله المقدور له وهذا هو معنى القدرة بخلاف الموعود له فان التوقف ههنا على الوفاء وليس الوفاء بيده فقد ظهر الفرق والحمد لله رب العلمين۔

ہاتھ میں تھا جسے اس نے ترک کردیا جبکہ جانتا تھا کہ اس کے پاس پانی ہے تو یہ اس شخص کی طرح ہوا جو کسی کنویں پر ہو جس میں پانی بھی ہے اور اس کے ہاتھ میں ڈول رسّی موجود ہے، پانی کھینچنے پر قدرت بھی ہے مگر اس نے پانی نہ نکالا اور تیمم کرلیا۔ مختصر یہ کہ بعد میں دینے سے ظاہر ہوگیا کہ اگر وہ سابق میں پانی حاصل کرنا چاہتا تو میسر آجاتا کیونکہ وہ صرف اس کے مانگنے پر موقوف تھا اور مانگنا اس کی قدرت میں ضرور تھا۔ یہی قدرت کا معنی بھی ہے۔ بخلاف اس شخص کے جس سے پانی کا وعدہ ہوا اس لیے کہ یہاں موقوفی وفا پر ہے اور وفا اس کے ہاتھ میں نہیں۔ اس بیان سے دونوں میں فرق واضح ہوگیا۔ اور ساری خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا ہی کے لیے ہیں۔ (ت)

فان قلت الیس قد اوجبوا الطلب وابطلوا الصلاة قبله فيما اذا كان في العمرانات وفي قربها مطلقا او في الفلاة وقد اخبر بقرب الماء او ظنه بوجه آخر من رؤية خضرة وغيرها كما قدمنا في خامس افادات شرح الحد الرضوي واثرت ثمه عن الحلية ان العلم بقرب الماء قطعا او ظنا هل ينزله منزلة كون الماء موجودا بحضرته فلا يجوز تيممه كما لا يجوز مع وجوده بحضرته اھ[1] فكذلك ههنا وان كان الماء معدوما وما ينزله ظن الوفاء لانه هو الظاهر من المسلم منزلة الموجود فلا يجوز له التيمم۔

اگر یہ سوال ہو کہ کیا ایسا نہیں کہ فقہا نے پانی تلاش کرنا واجب اور اس سے پہلے ادائے نماز کو باطل قرار دیا ہے جب وہ آبادی یا قرب آبادی میں ہو تو مطلقاً، بیابان میں ہو تو اس وقت جب بتا دیا گیا ہو کہ پانی قریب ہے یا کسی دوسرے طریقہ مثلاً ہریالی وغیرہ دیکھ کر اسے گمان ہو، جیسا کہ شرح تعریف رضوی کے افادۂ پنجم میں اس کا بیان ہوچکا ہے اور وہاں حلیہ سے یہ بھی نقل ہوا ہے کہ پانی قریب ہونے کا قطعاً یا ظناً علم ہوجانے تو یہ پانی اس کے پاس موجود ہونے کی منزل میں لا دیتا ہے تو اسے تیمم کرنا جائز نہیں ہوتا جیسے پاس موجود ہونے کی صورت میں جائز نہیں ہوتا اھ تو اسی طرح یہاں پانی اگرچہ معدوم ہے مگر ظنِ وفا اس لیے کہ مسلم سے وہی ظاہر ہے۔ اسے موجود کی منزل میں لا اتارے گا تو اس کے لیے تیمم جائز نہ ہوگا۔ (ت)

---

[1] حلیہ

اقول ولربی الحمد علی الخبیر سقطت، وفی القیاس غلطت، فرق عظیم بین المسألتین القریب والوعد، کلاھما مانع عن التیمم لحصول القدرة بھما فان الشرع المطھر جعل ما کان دون میل کالذی بیدہ والا لجاز لمن بیتہ علی شط البحر التیمم اذا لم یجد الماء فی بیتہ کما تقدم فی نمرة ۹۱ عن العنایة والظن الغالب فی العمل کالعلم ومع علم المانع لا مساغ للتیمم بید ان القریب لما کان مقدورا حقیقة شرعا فی الحال کما علمت کان ظن القرب ظن انہ مقدور الآن وانہ حاصل بحضرتہ فی اعتبار الشرع المطھر وھھنا ظن الوعد ظن انہ سیحصل مع العلم القطعی بانہ غیر حاصل فی الحال فذلک علم ان المانع موجود وھذا علم انہ سیحدث ان وفی وتوقع حدوث المانع لا یمنع التیمم۔

اقول (جواباً میں کہوں گا) اور میرے رب ہی کے لیے حمد ہے — باخبر سے سوال کیا اور قیاس میں غلطی کی۔ دونوں مسئلوں میں عظیم فرق ہے — قربِ آب اور عطائے آب دونوں ہی تیمم سے مانع ہیں کیونکہ دونوں سے قدرت حاصل ہو جاتی ہے۔ اس لیے کہ جو پانی ایک میل سے کم دُوری پر ہو شرعِ مطہر نے اسے اس پانی کی طرح قرار دیا ہے جو ہاتھ میں موجود ہو۔ ورنہ سمندر کے کنارے جس کا گھر ہو اس کے لیے یہ جائز ہوتا کہ گھر میں پانی نہ پائے تو تیمم کرے جیسا کہ نمبر ۹۱ میں عنایہ کے حوالے سے گزرا۔ اور ظنِ غالب حقِ عمل میں یقین کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور مانع کا یقین ہوتے ہوئے تیمم کی کوئی گنجائش نہیں — مگر یہ ہے کہ آبِ قریب چونکہ ازروئے شرع فی الحال حقیقۃً مقدور ہے جیسا کہ معلوم ہُوا تو قرب کا گمان اس امر کا گمان ہے کہ پانی اِس وقت مقدور ہے اور وہ شرعِ مطہر کے اعتبار میں اس کے پاس حاصل ہے — اور یہاں وفائے وعدہ کا گمان اِس بات کا گمان ہے کہ پانی آئندہ حاصل ہوگا، ساتھ ہی اس بات کا قطعی علم ہے کہ وہ فی الحال حاصل نہیں۔ تو اُس بات کا علم ہے کہ مانع موجود ہے۔ اور یہ اس بات کا کہ مانع پیدا ہوگا اگر اس نے وعدہ وفا کیا۔ اور مانع کے پیدا ہونے کی توقع تیمم سے مانع نہیں۔ (ت)

وھذا ما قدمت فی الظفر لقول زفر انہ اذا ادرک الوقت فاراد الصلاة لا ینھی عنھا ولا ینظر الا الی حالتہ الراھنة وقدمت قبلہ فیہ ان الطاعة بحسب الاستطاعة قال ربنا تبارک و

یہی بات میں رسالہ "الظفر لقول زفر" میں بیان کرچکا ہُوں کہ جب وقت ہوگیا اور اس نے نماز ادا کرنی چاہی تو اسے اس سے روکا نہ جائیگا اور صرف اس کی موجودہ حالت دیکھی جائے گی۔ اس سے پہلے اسی رسالہ میں مَیں نے لکھا ہے کہ

فعملت فاتقوا الله ما استطعتم[1] ولا ينظر الا الى الحالة الراهنة واستشهدت عليه بمسألة الراجى وجدان الماء انه ليس عليه التأخير وبمسألة المريض امره الطبيب بالاستلقاء ثم وستأتى عن البناية سبع مسائل ومن زيادتنا سبع اخر تشهد لهذا ومن ذلك ما مر فى نمرة ۹۰ من مسألة عار وعد ثوبا انه يصلى عاريا ولا ينتظر هذا هو مذهب امام المذهب رضى الله تعالى عنه ولكن رأيت فى الغنية[2] فى مسألة الراجى نفسه (يستحب ان يؤخر) ولو لم يفعل وتيمم وصلى جاز لانه ادى بحسب قدرته الموجودة عند انعقاد سببها وهو ما اتصل به الاداء ثم بنعمة ربى ولله الحمد رأيت بعد قليل من الحين الامام الاجل ابا البركات النسفى رحمه الله تعالى فى الكافى فرق بعين ما وفقنى ربى من انه اين الحاصل مما سيحصل كما سأذكر نصه ان شاء الله تعالى ولله الحمد فى الاولى والاخرى هذا ما كان يتخالج صدرى فى مسألة الوعد۔

طاقت بحسب استطاعت ہوتی ہے۔ ہمارے رب تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے: تو تم خدا سے ڈرو جتنی تمہیں استطاعت ہو —— اور موجودہ حالت ہی دیکھی جائے گی۔ اس پر میں نے پانی کی امید رکھنے والے کے اس مسئلہ سے استشہاد بھی کیا ہے کہ اس پر نماز مؤخر کرنا لازم نہیں۔ اور در مختار کے اس مسئلہ سے کہ طبیب نے اسے چت لیٹنے کا مشورہ دیا ہو۔ عنقریب بنایہ کے حوالے سے سات مسائل آرہے ہیں۔ اور ہمارے اضافے سے سات اور، وُہ سب اس پر شاہد ہیں۔ اسی میں سے وہ مسئلہ بھی ہے جو نمبر ۹۰ میں گزرا کہ کوئی برہنہ بدن ہے جس سے کپڑے کا وعدہ کیا گیا ہے اس کے لیے برہنہ نماز ادا کرنا [illegible] ہے۔ یہی امام مذہب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب ہے۔ اور اب میں نے غنیہ میں خود امید آب والے کا مسئلہ دیکھا جو اس طرح ہے: (تاخیر مستحب ہے) اور اگر نہ کی اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی تو جائز ہے اس لیے کہ اس نے اپنی اس قدرت کے مطابق نماز ادا کی جو سبب نماز کے انعقاد کے وقت موجود تھی اور سبب نماز وہ وقت ہے جس سے متصل نماز ادا ہوئی اھ پھر بانعام ربانی —— اور اسی کا شکر ہے۔ تھوڑے دنوں بعد میں نے دیکھا کہ امام اجل ابو البرکات نسفی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کافی میں بعینہٖ وہی فرق بیان کیا ہے جس کی میرے رب نے مجھے توفیق دی کہ کہاں وہ جو حاصل ہے اور کہاں وہ جو آئندہ حاصل ہوگا۔ جیسا کہ ان کی عبارت عنقریب ذکر کروں گا اگر خدائے برتر کی مشیت ہوئی اور خدا ہی کے لیے حمد ہے دنیا و آخرت میں۔ یہ وہ باتیں ہیں جو مسئلہ وعدہ سے متعلق میرے دل میں خلجان کر رہی تھیں۔ (ت)

---

[1] القرآن ۶۴/ ۱۶ [2] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۷۴

وامّا مسألة الرجاء فما

علّلها به في الهداية فاعترضه الامام الاجل الشيخ عبد العزيز ثم الامام قوام الدين الكاكي ثم الامام اكمل الدين البابرتي ثم الامام المحقق على الاطلاق بوجهين[عـه] قال في الفتح على عبارة الهداية المذكورة قوله[عـه] ان

اب مسئلہ امید اور ہدایہ میں

بیان شدہ اس کی تعلیل[ط] پر کلام کیا جاتا ہے۔ اس پر امام اجل شیخ عبدالعزیز، پھر امام قوام الدین کاکی پھر امام اکمل الدین بابرتی، پھر امام محقق علی الاطلاق نے دو وجہوں سے اعتراض کیا ہے۔ فتح القدیر میں ہدایہ کی مذکورہ عبارت پر یہ کلام ہے "ان کا قول" اس لیے

عـه التعليل يرد عليه الوجهان وعلى الحكم الوجه الاول فقط كما سياتي ۱۲ منه غفرله (م)

تعلیل پر دونوں وجہوں سے اعتراض ہوتا ہے اور حکم پر صرف وجہ اول سے اعتراض ہوتا ہے جیسا کہ آرہا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـه قوله قوله مبتدأ خبره يقتضي وقوله مرانه منظور فيه متعلق بقوله يقتضي **اقول** والمقصود الايراد على وجه ظاهر الرواية وانما اشرك معه تعليل الرواية النادرة لان النظر الاول يبتني على ان ظاهر الرواية لم يعتبره فهو نظران حاصل الاول كيف قلتم لا يزول الا بيقين مثله ولم تجعلوا غالب الرأي كالمحقق مع انكم اعتبرتموه في مسائل العصر ان مت و

ان کی عبارت میں "قولہ" (ان کا قول) مبتدا ہے۔ اس کی خبر ہے "یقتضی" (مقتضی ہے) اور ان کی عبارت "مرانہ منظور فیہ" (باوجودیکہ اس میں کلام ہے) ان کی عبارت "یقتضی" سے متعلق ہے **اقول** مقصود ظاہر الروایۃ کی وجہ پر اعتراض کرنا ہے۔ اس کے ساتھ روایت نادرہ کی تعلیل کو اس لیے شریک کرلیا کہ پہلا اعتراض اس پر مبنی ہے کہ ظاہر الروایہ نے اس کا اعتبار نہ کیا تو یہ دو اعتراض ہوئے پہلے کا حاصل یہ ہے کہ آپ نے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

ط امید کی صورت میں روایت نادرہ میں یہ حکم ہے کہ نماز مؤخر کرنا واجب ہے جس کی تعلیل ہدایہ میں یہ ہے کہ "غالب رائے محقق کی طرح ہے" یعنی غلبۂ ظن کو حق عمل میں یقین کی حیثیت حاصل ہے۔ اور ظاہر الروایہ میں اس کا حکم یہ ہے کہ تاخیر صرف مستحب ہے واجب نہیں۔ ہدایہ میں اس کی تعلیل یہ ہے کہ "عجز حقیقۃً ثابت ہے تو ویسے ہی یقین کے بغیر اس کا حکم زائل نہ ہوگا" ـــــ مسئلہ و ہدایہ کلام کے شروع میں یہ باتیں گزر چکی ہیں ۱۲ محمد احمد مصباحی

غالب الرأی کالمتحقق مع قوله فی وجه ظاهر الروایة ان العجز ثابت حقیقة فلا یزول حکمه الا بیقین مثله انه منظور فیه بان التیمم فی العمرانات وفی الفلاة اذا اخبر بقرب الماء او غلب علی ظنه بغیر ذلک لایجوز قبل الطلب اعتبارا لغالب الظن کالیقین یقتضی انه لو تیقن وجود الماء فی اٰخر الوقت لزمه التاخیر علی ظاهر الروایة لکن المصرح به خلافه علی ما تقدم اول الباب انه اذا کان بینه وبین الماء میل جاز التیمم من غیر تفصیل وفی خلاصة الفتاوی اذا کان علی تیقن من وجود الماء او غالب ظنه علی ذلک فی اٰخر الوقت فتیمم فی اول الوقت وصلی ان کان بینه وبین الماء مقدار میل جاز وان کان اقل ولکن یخاف الفوت لایتیمم اھ[۱] وقد فصله اتم تفصیل

کہ غالب رائے، متحقق کی طرح ہے، ظاہر الروایہ کی وجہ میں ان کے اس قول کے ساتھ کہ عجز حقیقۃً ثابت ہے تو اس کا حکم ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا" —— باوجودیکہ ایک تو اس میں یہی کلام ہے کہ غالب ظن کو یقین کی طرح ماننے کے باعث پانی تلاش کرنے سے پہلے آبادیوں میں تیمم جائز نہیں اسی طرح بیابانوں میں بھی جبکہ اسے یہ بتایا گیا ہو کہ قریب میں پانی ہے یا کسی اور طرح اسے پانی کا غلبۂ ظن ہوا ہو (دوسرے یہ کہ ان کا وہ قول اس کا مقتضی ہے کہ اگر اسے یقین ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائے گا تو ظاہر الروایۃ کے مطابق اسے نماز مؤخر کرنا لازم ہے لیکن اس کے برخلاف جیسا کہ اول باب میں گزرا یہ تصریح موجود ہے کہ جب اس کے اور پانی کے درمیان ایک میل کا فاصلہ ہو تو تیمم جائز ہے اس میں کوئی تفصیل نہیں —— اور خلاصہ میں ہے کہ مسافر کو جب آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین یا غلبۂ ظن ہو پھر بھی وہ اول وقت میں تیمم

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

مقالة وصح من الثانی ان قولکم هذا یقتضی انه لو تیقن وجدان الماء فی اٰخر الوقت لم یجز له التیمم لانه معارض اذن بیقین مثله مع ان المصرح به خلافه ۱۲ منه غفرله (م)

کیسے کہا کہ ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اور آپ نے غالب رائے متحقق کی طرح کیوں نہ قرار دیا جب کہ آبادیوں اور بیابانوں کے دونوں مسئلوں میں آپ نے اس کو مانا ہے —— اور دوسرے اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ آپ کا یہ قول اس کا مقتضی ہے کہ اگر اسے آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو اس کے لیے تیمم جائز نہ ہو کیونکہ ایسی صورت میں ویسا ہی یقین اس کے معارض مل گیا حالانکہ تصریح اس کے برخلاف موجود ہے۔ (ت)

---

[۱] فتح القدیر باب التیمم نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۰

في تعليل ظاهر الرواية بين غلبة الظن
واليقين فيما إذا كانت المسافة أقل من ميل
في عدم جواز التيمم كما أنه لا فرق بينهما
فيما إذا كانت المسافة أكثر من ميل في جواز
التيمم وقد صرح في آخر هذا الباب أنه
إذا غلب على ظنه أن بقربه ماء لا يجوز
التيمم كما لو تيقن بذلك فعلم أنه مشكل
نعم وجه آخر وهو أن يحمل هذا على ما
إذا لم يعلم أن المسافة قريبة أو بعيدة فلو
ثبت أنه تيقن بوجود الماء في آخر الوقت
فقد أمن الفوات ولما لم يثبت بعد
المسافة للتشكيك فيه لم يثبت جواز التيمم
فيجب التأخير أما لو غلب على ظنه ذلك و
كذلك عندهما في غير رواية الأصول لأن
الغالب كالمتحقق وفي ظاهر الرواية لا يجب
التأخير لأن العجز ثابت لعدم الماء حقيقة
وحكم هذا العجز وهو جواز التيمم لا يزول
إلا بيقين مثله وهو التيقن بوجود الماء
في آخر الوقت ولم يوجد فلا يجب التأخير
ولكن هذا الوجه لا يخلو عن تمحل و
يرد عليه أنه فرق ههنا بين غلبة الظن
واليقين في ظاهر الرواية ولم يفرق بينهما
فيما إذا غلب على ظنه أن بقربه ماء في عدم
جواز التيمم ولا فيما إذا كانت المسافة بعيدة
في جواز التيمم كما بينا فتأمل ما لا اظهر

بغیر زائل نہ ہوگا" یہ تعلیل اس کی مقتضی ہے کہ ظاہر الروایۃ
میں حکم عجز — جواز تیمم — پانی ملنے کے یقین کے
وقت زائل ہو جائے۔ حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ ہم
بتا چکے — اور اگر اس کا محمل یہ ہو کہ یہ اس صورت
میں ہے جب اس کے اور اس جگہ کے درمیان
ایک میل سے کم فاصلہ ہو" تو بھی بات نہیں بنتی —
اس لیے کہ تعلیل ظاہر الروایہ میں ایک میل سے کم فاصلہ
ہونے کی صورت میں، تیمم ناجائز ہونے کے معاملہ میں
غلبۂ ظن اور یقین کے درمیان کوئی فرق نہیں جیسے کہ
ان دونوں کے درمیان ایک میل سے زیادہ مسافت
ہونے کی صورت میں تیمم جائز ہونے کے معاملہ میں کوئی
فرق نہیں۔ خود اس باب کے آخر میں صراحت
کر چکے ہیں کہ جب اسے قریب میں پانی ہونے کا غلبۂ ظن
ہو تو تیمم جائز نہیں جیسے اگر اس کا یقین ہو تو تیمم جائز
نہیں — معلوم ہوا کہ یہ تعلیل اشکال رکھتی ہے۔
ایک صورت اور رہ گئی وہ یہ کہ اس کا محمل وہ صورت ہو
جب اسے یہ معلوم نہ ہو کہ مسافت قریب ہے یا
بعید تو اگر یہ ثابت ہو کہ اسے آخر وقت میں پانی
ملنے کا یقین ہے تو نماز کے فوت ہونے سے اس کو
بے خوفی حاصل ہو گئی اور شک کی وجہ سے جب
بُعدِ مسافت ثابت نہیں تو جوازِ تیمم بھی ثابت نہیں،
تو نماز مؤخر کرنا واجب ہے — لیکن اگر اس کو
اس کا غلبۂ ظن ہو تو بھی غیر روایتِ اصول میں شیخین
کے نزدیک یہی حکم ہے اس لیے کہ پانی نہ ہونے کی
وجہ سے عجز حقیقۃً ثابت ہے اور اس عجز کا

بقی الاشکال اھ ضمیر قال الی الامام البخاری وقد اقرّ العلامتان الکاکی والبابرتی رحمھم اللّٰہ الجمیع ورحمنا بھم اٰمین۔

حکم — جوازِ تیمم — ویسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا۔ اور وہ یہ ہے کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو اور یقین نہ پایا گیا تو تاخیر واجب نہیں — لیکن یہ صورت تکلف سے خالی نہیں اور اس پر یہ اعتراض لازم آئے گا کہ ظاہر الروایہ میں انھوں نے یہاں غلبۂ ظن اور یقین کے درمیان فرق کیا اور ان دونوں کے درمیان عدمِ جوازِ تیمم میں اس صورت میں فرق نہ کیا جب اسے قریب میں پانی ہونے کا غلبۂ ظن ہو، ہاں جوازِ تیمم میں اس صورت میں فرق کیا جب مسافت بعید ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ "فرمایا: تو ظاہر یہی ہے کہ اشکال باقی ہے" "فرمایا" کی ضمیر امام بخاری کے لیے ہے۔ اس کلام کو علامہ کاکی اور علامہ بابرتی نے بھی برقرار رکھا۔ خدا ان سب حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی رحمت فرمائے۔ الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

واقول ان وجہ الکلام الی ظاھر الروایۃ وتعلیلھا وصرفہ الشیخ اجلالا لھا الی الروایۃ النادرۃ ودلیلھا وجعل لھا اربعۃ محامل ورد الکل وانا ارید تلخیصہ مع الایضاح فقد خفی علی بعض اجلۃ اکابر۔

واقول کلام کا رخ تو ظاہر الروایہ اور اس کی تعلیل کی جانب ہی ہے مگر شیخ نے اس کی عظمت کے پیشِ نظر رخ روایتِ نادرہ اور اس کی دلیل کی طرف پھیر دیا ہے۔ اور اس کے چار محمل نکالے سب تو ہر ایک کو رد بھی کر دیا — میں اس کلام کی تلخیص کرنا چاہتا ہوں، ساتھ ہی توضیح بھی، کیونکہ یہ بعض جلیل بزرگوں پر واضح نہ ہو سکا۔ (ت)

فاقول وباللّٰہ التوفیق جعل محملہ **الاول** تقدیر ان وجوب التاخیر عند تیقن الوجدان فی اٰخر الوقت متفق علیہ بین الروایات الظاھرۃ والنادرۃ انما الخلاف عند الظن فقاستہ النادرۃ علی الوفاقیۃ وردہ ببطلان ھذا التقدیر للتنصیص المتواتر علی جواز التیمم اذا بعد الماء میلا۔ **اقول** ای وربما یتیقن فیہ الوجدان فی اٰخر الوقت

فاقول (تو میں کہتا ہوں) اور خدا ہی سے توفیق ہے، **محملِ اول**: پہلا محمل اس تقدیر کو قرار دیا کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو تاخیرِ نماز کے وجوب پر ظاہر و نادر سبھی روایات متفق ہیں، اختلاف صرف ظن کی صورت میں ہے تو روایتِ نادرہ میں صورتِ ظن کا قیاس اس صورت پر ہے جو متفق علیہ ہے۔ اور اس کا رد یوں کیا کہ یہ تقدیر ہی غلط ہے (کہ جب بھی آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو تو بالاتفاق تاخیر واجب ہے) اس لیے کہ اس کی متواتر تصریح آئی ہے کہ پانی

؎ العنایۃ مع فتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۰

فان الميل يقطع بسير الوسط في اقل من نصف ساعة ووقت الصبح والمغرب اوسع من ضعف ذلك فضلا عن سائر الاوقات.

ایک میل دور ہونے کی صورت میں تیمم جائز ہے **اقول** کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اس صورت میں بارہا ایسا بھی ہوگا کہ اسے آخر وقت میں پانی مل جانے کا یقین ہے کیونکہ ایک میل کا فاصلہ متوسط رفتار سے آدھ گھنٹہ سے کم میں طے ہوجاتا ہے جبکہ فجر و مغرب کا بھی وقت اس کے دوگنا سے زیادہ ہے دیگر اوقات کا تو اور بھی زیادہ ہوگا۔ (ت)

والثانی ان ذکرها لاختلاف وعقت النادرة احد المختلفین بالاخر **اقول** وهو من ابعد المحامل اذ لایبقی علی هذا تعلیلا بل ایضاحا لخلافیة باخری کعادة الامام الربانی محمد فی کتبه **وردہ** بان جواب الظاهر اذن بالفرق بین الظن فلا یجوز فیه التیمم والیقین فیجوز وقد علم بطلانه **اقول** ویمکن ان یحمل علی رد للالحاق فقط وان کان بعیدا کذلك المحمل۔

محمل دوم: دونوں ہی میں اختلاف ہے اور روایت نادرہ نے ایک اختلافی کو دوسرے اختلافی سے لاحق کردیا **اقول** یہ سب سے بعید تر محمل ہے اس لیے کہ پھر یہ تعلیل نہ رہ جائے گی بلکہ ایک اختلافی مسئلہ کی دوسرے اختلافی مسئلہ سے توضیح ہوگی جیسا کہ امام ربانی محمد بن الحسن کا اپنی تصانیف میں طریقہ ہے۔ اس پر رد یہ ہے کہ پھر ظاہر الروایہ کا جواب یہ ہوگا کہ ظن و یقین میں فرق ہے۔ ظن کی صورت میں تیمم جائز نہیں اور یقین کی صورت میں جائز ہے حالانکہ اس فرق کا بطلان معلوم ہوچکا ہے۔ **اقول** اسے صرف لحاق کا رد بھی قرار دیا جاسکتا ہے اگرچہ یہ بھی اسی محمل کی طرح بعید ہے۔ (ت)

والثالث ان النادرة انما توجب التاخیر حتی ظن الوجدان فیما اذا کانت العلة اقل من میل **اقول** معناه ان علم الماء قریبا لا یجوز له التیمم ان ظن وجدانه والا بان ضاق الوقت جاز کما هو قول زفر **وردہ** بان المذهب انما فرق بالقرب والبعد دون غلبة ظن الوجدان والیقین کما یعطیه ما ذکره فی

محمل سوم: پانی ملنے کا گمان ہونے کی صورت میں روایت نادرہ تاخیر نماز کو اس وقت لازم کرتی ہے جب ایک میل سے کم فاصلہ ہو۔ **اقول** اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر اسے علم ہو کہ پانی قریب ہے تو اگر اسے یہ گمان ہو کہ وقت نماز کے اندر پانی مل جائیگا تو تیمم جائز نہیں اور اگر یہ گمان نہ ہو اس طرح کہ وقت تنگ ہوچکا ہو تو تیمم جائز ہے جیسا کہ یہ امام زفر کا قول ہے۔ اس پر رد یہ ہے کہ مذہب میں صرف

وجه الظاهر فان كان الفصل ميلا او اكثر جاز مطلقا والا لا مطلقا وبأن المذهب بطلان التيمم عند ظن القرب كما صرح به آخر هذا الباب فكيف يجيزه مع العلم بالقرب لعدم التيقن بالوجدان وليس معناه ان يظن الوجدان لظنه الماء اقرب من ميل فان كونه اقرب مظنون على هذا المحمل وسيأتي ايضاحه.

قرب وبعد کی تفریق ہے پانی ملنے کے غلبۂ ظن و یقین میں تفریق نہیں جیسا کہ یہ اس سے معلوم ہو رہا ہے جو ظاہر الروایہ کی وجہ میں ذکر کیا کہ اگر فاصلہ ایک میل یا زیادہ ہو تو مطلقاً تیمم جائز ہے ورنہ مطلقاً جائز نہیں۔ دُوسرا رد یہ ہے کہ مذہب یہ ہے کہ پانی قریب ہونے کا گمان ہو تو تیمم باطل ہے جیسا کہ اسی باب کے آخر میں اس کی تصریح فرمائی ہے پھر قریب ہونے کا علم ہونے کے باوجود اس وجہ سے تیمم کیسے جائز کہہ دیں گے کہ وقت میں پانی ملنے کا یقین نہیں۔ یہ معنی نہیں کہ ایک میل سے کم ہونے کے گمان کی وجہ سے پانی مل جانے کا گمان ہو اس لیے کہ اس محمل میں ایک میل سے کم ہونا تو فرض ہی کیا گیا ہے ــــ اس کی مزید توضیح بھی آرہی ہے۔ (ت)

والرابع ان الرواية اذا جهل الفصل وتقريره دليلها ان للتيمم مبيحا وما نعا اما المبيح فالعلم ببعد المسافة واما المانع فالعلم بانه يجد الماء في آخر الوقت والمبيح ههنا غير معلوم بالفرض والمانع لو كان متيقنا لم يجز له التيمم قطعا للامن من الفوات وههنا هو مظنون والمظنون كالمتيقن فلا يجوز ايضا ويجب التاخير وحاصل جواب الظاهر ان للتيمم مصححا ومانعا فالمصحح العجز عن الماء وهو حاصل قطعا لان الماء معدوم حقيقة والمانع نعلم بوجدانه في آخر الوقت وهو غير متيقن والكان مظنونا فلا يعارض المتيقن وردّه بان فيه تسجيلا لتقييد

محمل چہارم: روایت نادرہ اس صورت سے متعلق ہے جب ـــ فاصلہ معلوم نہ ہو۔ اس کی دلیل کی تقریر یہ ہے کہ تیمم کو ایک چیز مباح کرنے والی ہے اور ایک چیز ممنوع کرنے والی ہے۔ مبیح یہ ہے کہ بُعد مسافت کا علم ہو۔ مانع یہ ہے کہ اس بات کا علم ہو کہ آخر وقت میں پانی مل جائیگا وہ فرض کیا گیا ہے کہ مبیح (یعنی بعد مسافت) یہاں نامعلوم ہے۔ اور مانع اگر متیقن ہو تو قطعاً اس کے لیے تیمم جائز نہ ہوگا اس لیے کہ فوت نماز کا اندیشہ نہیں ــ اور یہاں مانع متیقن نہیں مظنون ہے۔ مظنون بھی متیقن ہی کی طرح ہے تو یہی تیمم کا جواز نہیں اور نماز مؤخر کرنا واجب ہے۔ اور ظاہر الروایۃ کے جواب کا حاصل یہ ہے کہ ایک چیز تیمم کو صحیح قرار دینے والی ہے اور ایک چیز تیمم کو ممنوع کرنے والی ہے۔ صحیح یہ ہے

اطلاق الروایات بقید لا اشارۃ الیہ فی کلام احد من اھل المذھب وھو الجھل بحال المسافۃ قربا وبعدا او لانہ بعید ان یتفھم من العبارۃ ثم انہ یلزم ان ھذہ الروایۃ فرقت ھھنا بین الظن والیقین مع انھا سوت بینھما فی مسألتی القرب والبعد فلا یجوز مع ظن القرب ویجوز مع ظن البعد کالعلم فی الفصلین فبقی الاشکال علی حالہ، ھذا توضیح کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی وقد عرفت ان الکلام علی ھذا الوجہ انما یتوجہ الی تعلیل ظاھر الروایۃ ففیہ الاشکال کما سلکہ الامام المحقق، وذکر الامام العینی فی البنایۃ کلام العنایۃ ھذا برمتہ[عہ] غیر انہ غیر قول الامام البخاری اما لو غلب علی ظنہ ذلک فکذلک عندھما بقولہ اما لو غلب علی ظنہ عدم بعد المسافۃ فکذلک عندھما[1] لبعض المشار الیہ قرب المسافۃ،

کہ پانی سے عاجز ہو۔ اور یہ قطعاً حاصل ہے اس لیے کہ پانی حقیقۃً معدوم ہے۔ اور مانع یہ ہے کہ آخر وقت میں پانی ملنے کا علم ہو اور یہ یقینی نہیں اگرچہ مظنون ہے تو یقین کے معارض نہ ہوگا۔ اس پر رد یہ ہے کہ اس میں تکلف ہے اس لیے کہ اس میں اطلاق روایات کی ایسی قید سے تقیید ہے جس کا فریقین میں سے کسی کے کلام میں کوئی اشارہ بھی نہیں، اور وہ یہ قید ہے کہ مسافت کے قرب و بُعد کی حالت کا پتا نہ ہو۔ اور اس لیے بھی کہ عبارت سے یہ سمجھ میں آنا سخت بعید ہے۔ اس پر دوسرا رد یہ بھی ہے کہ یہ اعتراض لازم آئے گا کہ ظاہر الروایہ نے یہاں تو ظن و یقین کے درمیان فرق رکھا باوجودیکہ ان دونوں کے درمیان قرب و بُعد کے مسئلوں میں برابری رکھی کہ قرب کا ظن ہو تو جائز نہیں اور بُعد کا ظن ہو تو جائز ہے ویسے ہی جیسے کہ دونوں صورتوں میں علم و یقین کا حکم ہے۔ تو اشکال بہر حال باقی رہا۔ یہ شیخ عبدالعزیز رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کی توضیح ہے۔ اور یہ معلوم ہو چکا کہ اس وجہ پر کلام ظاہر الروایہ کی تعلیل کی جانب ہی متوجہ ہے کیونکہ اشکال اسی میں ہے جیسا کہ اسی راہ پر امام کمال الدین ابن الہمام چلے ہیں۔ امام عینی نے بنایہ میں عنایہ کا یہ کلام مکمل ذکر کیا۔ صرف یہ فرق ہے کہ امام عبدالعزیز بخاری کی عبارت "اما لو غلب علی ظنہ ذلک فکذلک عندھما (اگر اس پر غلبۂ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے) کو بدل کر یہ لکھ دیا" اما

عہ وجعل ملخصہ مع انہ لم یحذف منہ شیئا وکأنہ رحمہ اللہ تعالٰی اراد تلخیصہ ثم بدا لہ الاستیفاء ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

اور انھوں نے اسے اس کا خلاصہ قرار دیا باوجودیکہ اس میں سے کچھ بھی کم نہ کیا ایسا معلوم ہوتا ہے کہ امام عینی رحمہ اللہ تعالٰی کا پہلے تلخیص کا ارادہ تھا پھر یہ خیال ہوا کہ پورا کلام ہی بیان کردیں۔ (ت)

---

[1] البنایہ المعروف عینی شرح ہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۱/ ۳۲۷

لو غلب علی ظنہ عدم بعد المسافۃ فکذٰلک عندھما" (اگر اسے مسافت بعیدہ نہ ہونے کا غلبہ ظن ہو تو بھی شیخین کے یہاں یہی حکم ہے۔ت) اس تبدیلی سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے امام بخاری کی عبارت میں لفظ "ذٰلک" کا اشارہ "قرب مسافت" کی جانب سمجھا۔(ت)

اقول وھو ماقلت فان عند ظن القرب یجب التاخیر اجماعا صرحت بذلک کتب المذھب ولیس روایۃ نادرۃ والمذھب خلافھا بل الاشارۃ الی وجود الماء فی اٰخر الوقت انہ ان غلب ھذا علی ظنہ فکذٰلک عندھما کما لا یخفی وقد اوضحہ بقولہ فی جواب الظاھر لایزول الا بیقین مثلہ وھو التیقن بوجود الماء فی اٰخر الوقت ۔ فھذا ھو الذی شرط الظاھر تیقنہ علی ما یقتضیہ تعلیل الھدایۃ بہ وکفت النادرۃ غلبتہ علی الظن فکان ھو الذی یشار الیہ بقولہ ان غلب علی ظنہ ذٰلک فاعلم ذٰلک ثم قال اعنی الامام العینی وقد ذکر ھذا کلہ صاحب الدرایۃ ایضا ناقلا عن شیخہ والعجب من الشیخ (یرید الامام البخاری) حیث لم یذکر وجہ التخلص منہ مع کونہ من المحققین الکبار وکذا صاحب الدرایۃ والاکمل ذکرا ھذا او سکتا علیہ فنقول وباللہ التوفیق ذکر وجہ یحصل منہ حل ھذا الاشکال وھو انہ یعتبر

اقول بلکہ یہ خیال قطعاً باطل ہے اس لئے کہ اگر قرب مسافت کا گمان ہو تو بالاجماع نماز مؤخر کرنا واجب ہے اس بیان سے کتب مذہب بھری ہوئی ہیں ایسا نہیں کہ یہ کوئی نادر روایت ہے اور اصل مذہب اس کے برخلاف ہے۔ صحیح یہ ہے کہ "ذٰلک" کا اشارہ وجود الماء فی اٰخر الوقت (آخر وقت میں پانی کی دستیابی) کی طرف ہے کہ اگر اسے اس کا غلبہ ظن ہو تو بھی شیخین کے نزدیک یہی حکم ہے یہ کچھ پوشیدہ نہیں۔ اور اسے انہوں نے جواب ظاہر روایہ کے تحت اپنی اس عبارت میں واضح بھی کر دیا ہے کہ "ایسے ہی یقین کے بغیر زائل نہ ہوگا اور آخر وقت میں پانی کی دستیابی کا یقین ہے" ——— یہی وہ بات ہے جس کا یقین ہونے کی شرط ظاہر الروایہ میں تعلیل ہدایہ کے اقتضا کے مطابق پائی گئی ——— اور روایت نادرہ میں صرف غلبہ ظن پر اکتفا ہوئی تو ان کی عبارت "ان غلب علی ظنہ ذٰلک" (اگر اسے اس کا غلبہ ظن ہو) میں اشارہ اسی کی طرف ہوا۔ یہ معلوم رہنا چاہئے۔ پھر امام عینی لکھتے ہیں: یہ سب صاحب درایہ نے بھی اپنے شیخ سے نقل کرتے ہوئے بیان کیا ہے۔ اور شیخ یعنی امام بخاری پر تعجب ہے کہ

۱؎ عینی شرح الہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمہ ۳۲۴/۱

رجاء الماء وعدم رجائه باسباب أُخر غیر بعد المسافة وقربها وهو ان یکون فی السماء غیم رطب وغلب علی ظنه انه یمطر ویقدر علی الماء فی آخر الوقت فانه یستحب له التأخیر فی ظاهر الروایة ویجب علیه فی غیر روایة الاصول کما لو تحقق بوجود الماء أو یکون الماء بعیدا لکن ارسل من یستقی له وغلب علی ظنه حضور من ارسله فی آخر الوقت بامارات ظهرت له او کانت الماء فی بئر ولم تکن له آلة الاستقاء لکن غلب علی ظنه وجدانه فی آخر الوقت او کان الماء بقریب منه ولم یعلم مکانه وجود ثمن یشتری به الماء۔[1]

انہوں نے اس اشکال سے چھٹکارے کی صورت نہ بیان کی، حالاں کہ وہ کبار محققین میں شمار ہوتے ہیں۔ اسی طرح صاحب درایہ اور اکمل الدین نے بھی اسے ذکر کیا اور اس پر سکوت ہی اختیار کیا۔ تو اب ہم کہتے ہیں اور خدا ہی سے توفیق ہے ہم ایسی صورت بیان کرتے ہیں جس سے یہ اشکال حل ہو جائے۔ وہ یہ کہ پانی کی امید و عدمِ امید مسافت کے قُرب و بُعد کے علاوہ کچھ اور اسباب سے بھی ہوتی ہے۔ مثلاً: (۱) یہ کہ آسمان میں ابرِ تر ہو اور اسے غالب گمان ہو کہ بارش ہوگی اور آخر وقت میں وہ پانی پر قادر ہو جائیگا۔ تو اس کے لیے ظاہر الروایہ میں نماز مؤخر کرنا مستحب ہے اور غیر روایت اصول میں واجب ہے، جیسے پانی ملنے کے یقین کی صورت میں واجب ہے۔ (۲) پانی دُور ہو لیکن کسی ایسے شخص کو بھیجا ہے جو اس کے لیے پانی بھر لائے اور اسے غالب گمان ہے کہ جسے بھیجا ہے وہ آخر وقت میں حاضر ہو جائیگا۔ اس کی کچھ ایسی علامات ہیں جو اس پر ظاہر ہوئیں۔ (۳) پانی کنویں کے اندر ہے۔ اس کے پاس پانی نکالنے کا سامان نہیں لیکن غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مل جائے گا۔ (۴) پانی قریب ہی ہے مگر اسے اس کی جگہ معلوم نہیں ــــ ایسے ثمن کا وجود جس سے پانی خریدے۔ (ت)

(**اقول** ہکذا فی نسخة الطبع السقیمة وفیه سقط وکان العبارة ہکذا او لم یعلم مکانه لا یستطیع طلبه فی کل جهة لما به من ضعف ولو علم مکانه لامکنه الذهاب الی جهة معینة وقد ذهب الی جهة مثلا فلم یجده من جهة وهو ضعیف وغلب علی ظنه

(**اقول** طباعت کے سقیم نسخہ میں اسی طرح ہے۔ اس میں کچھ چھوٹ گیا ہے۔ خیال ہے کہ عبارت اس طرح ہوگی "اور اسے اس کی جگہ معلوم نہیں، اور چونکہ اسے ضعف لاحق ہے اس لیے ہر طرف تلاش نہیں کرسکتا۔ اگر اسے پانی کی جگہ معلوم ہوتی تو ایک معین سمت جاسکتا تھا ایک طرف (مثلاً) گیا بھی مگر اسے ملا نہیں،

[1] عینی شرح الہدایہ باب التیمم المکتبة الامدادیة مکة المکرمة ۱/ ۳۲۸

انه یلحقه فی اخر الوقت من یخبره او یأتیه به او[1] کان الماء یباع ولا ثمن عنده ولا غلب علی ظنه وجود ثمن یشتری به الماء فی اٰخر الوقت او نحو ذلك مما یؤدی هذا المعنی فتراجع نسخة اُخری قال) او[2] عنده ماء یعده للعطش وغلب علی ظنه وجود ماء اٰخر غیر مشغول بالحاجة الاصلیة او[3] کان الماء عنده اللصوص او السباع او من یخاف منه علی نفسه او ماله وغلب علی ظنه زوال المانع فی اٰخر الوقت وقس علی هذا اسبابا اُخر[1]۔

حملہ کر دے گا اور اسے غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں ایسا شخص آجائیگا جو پانی کی جگہ بتا دے یا پانی لے آئے۔ (۵) یا پانی فروخت ہو رہا ہے اور اس کے پاس دام نہیں اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں ثمن مل جائے گا جس سے پانی خریدے گا" ۔۔ یا ایسی ہی کچھ اور عبارت جس سے یہ معنی ادا ہوسکے تو کسی دوسرے نسخہ کی مراجعت کرنی چاہئے ۔۔ آگے فرماتے ہیں) (۶) اس کے پاس پیاس دُور کرنے کے لیے پانی رکھا ہوا ہے اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں دوسرا پانی مل جائے گا جو حاجت اصلیہ سے زائد ہوگا (۷) پانی ایسی جگہ ہے جہاں چور یا درندے ہیں یا ایسا آدمی ہے جس سے اس کو اپنی جان یا مال کے لیے خطرہ ہے اور غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں مانع دُور ہوجائے گا۔ اسی پر دُوسرے اسباب کا قیاس کرو۔ (ت)

(**اقول** کاَنْ تکون ظلمة یرجو زوالها او وجود فانوس او[4] هو مریض او اشل او مقعد او شیخ کبیر الی غیر ذلك من عوارض یحتاج بها الی من یوضئه او یستقی له وذهب ولده او خادمه لحاجة ویرجو عوده اٰخر الوقت او[5] تعوده حمی نافضة ساعة او ساعتین لایستطیع معها الوضوء او الغسل او الاستقاء ویرجو ذهابها فی اٰخر الوقت او[6] الماء لغیره وهو غائب فی حاجة له ویظن عوده فی اٰخر الوقت او[7] لایجد الجنب او

(**اقول** (۸) مثلاً یہ کہ تاریکی ہو جس کے چھٹ جانے یا کوئی فانوس مل جانے کی امید ہو (۹) بیمار ہے یا ہاتھ شل ہے یا اپاہج ہے یا سن رسیدہ بوڑھا ہے۔ ایسے ہی اور عوارض جن کی وجہ سے اس کو ایسے شخص کی ضرورت ہے جو وضو کرا دے یا اس کے لیے پانی نکال دے اور اس کا فرزند یا خدمتگار کسی کام سے گیا ہوا ہے، آخر وقت میں اس کی واپسی کی امید ہے۔ (۱۰) باری سے گھنٹہ دو گھنٹہ جاڑا آتا ہے جس کے ہوتے ہوئے وضو یا غسل نہیں کرسکتا۔ امید ہے کہ آخر وقت میں جاتا رہے گا (۱۱) پانی دُوسرے کا ہے وہ اپنے

---

[1] عینی شرح الہدایہ باب التیمم المکتبۃ الامدادیۃ مکۃ المکرمۃ ۱/۳۲۸

الحدث ثم اراد الاستتار عن حضار سيفوتون آخر الوقت او لا يستطيع الذهاب للاستقاء لاجل مال او ولد ويرجو حضور حافظ او الماء في المسجد ويرجو الجنب ان يجد في اٰخر الوقت من يأتيه به فهي سبعة مع سبعة ويؤيد الكل ما هو منصوص صريحا عن امام المذهب ان من وعد بدلو او رشاء لا يجب عليه الانتظار وقد مر في نمرة ۹۰ قال العيني) والمصنف رحمه الله تعالٰى لم يقيد الرجاء وعدمه ببعد المسافة وقربها بل اطلق فوجب حمله على وجه لا يرد عليه الاشكال وليس في كلامه اشعار بقيد الشيخ حتى يرد عليه من الاشكال ما لا مخلص له[۱]۔

کسی کام سے غائب ہے۔ گمان ہے کہ آخر وقت میں واپس آجائے گا اور پانی دے دے گا (۱۲) جنب کیا ہے وضو عورت کو حاضرین سے آڑ نہیں مل رہی ہے اور آخر وقت میں یہ لوگ چلے جائیں گے (۱۳) مال یا اولاد کی وجہ سے پانی لانے کے لیے جا نہیں سکتا اور امید ہے کہ آخر وقت میں کوئی نگہبان آجائے گا —— (۱۴) پانی مسجد کے اندر ہے اور جنب کو امید ہے کہ آخر وقت میں کوئی لانے والا مل جائے گا —— اُن سات کے ساتھ یہ مزید سات صورتیں ہیں۔ سبھی کی تائید اس مسئلہ سے ہو رہی ہے جو امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ سے صراحۃً منصوص ہے کہ جس سے ڈول یا رسی کا وعدہ ہوا اس پر انتظار واجب نہیں۔ یہ مسئلہ نمبر ۹۰ میں گزر چکا ہے۔ آگے علامہ عینی فرماتے ہیں: "مصنف رحمہ اللہ تعالٰی نے امید و عدم امید کو مسافت کے قُرب و بُعد سے مقید نہ کیا بلکہ مطلق رکھا تو اسے ایسی صورت پر محمول کرنا واجب ہے جس پر اشکال نہ وارد ہو۔ شیخ عبدالعزیز نے جو قید لگائی ہے اس کی مصنف کے کلام میں کوئی نشان دہی تو ہے نہیں کہ ان پر وہ اشکال وارد ہو جس سے کوئی راہ خلاص نہ ہو" (ت)

اقول رحم الله الامام البدر ورحمنا به في كل ورد وصدر قد استقصى ما اراده من استخراج فروع في قضايا لا نظر الا الى الحالة الراهنة وكفى به شبهة عن مسألة الوعد، اما ما رام من حل الاشكال فهيهات بيان ذلك انه حيث تكرر ذكر المسافة في كلام الامام البحري ذهب وهل العلامة الى

اقول خدا امام بدرالدین عینی پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی ہر حاضری و واپسی میں رحمت فرمائے —— انہوں نے سب ایسی جزئیات کا افادہ فرمایا اس سے یہی یہ فائدہ ملا کہ صرف حالت موجودہ پر نظر کی جائے گی۔ مسئلہ وعد پر شبہہ کے لیے یہی کافی ہے —— اشکال کا حل جو ان کا مقصود تھا وہ تو بہت دور ہے۔ اس کا

---

[۱] عینی شرح الہدایہ باب التیمم ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۸

الله واغلب علی ظنه القرب کیف یقال لم یعلم ان المسافة قریبة او بعیدة فان الظن الغالب علم۔

کہ یہ جو اس محل کے مخالف ہونے پر سب سے زیادہ روشن وواضح ہے اُسے آپ نے قُرب کے غلبۂ ظن کی جانب پھیر دیا۔ سبحان اللہ! جب اسے قرب کا غلبۂ ظن ہوگا تو یہ کیسے کہا جائیگا کہ اسے علم نہیں کہ مسافت قریب ہے یا بعید۔ ظن غالب تو علم ہے۔ (ت)

فان قیل بل المدعی هنا محض الیقین فرض نفیه واثبت الظن لتکون خلافیة بین النادرة المعتبرة ایاه والظاهرة المدعیة له الشارطة للیقین القطعی فالحاصل انه اذا لم یتیقن القرب والبعد لکن غلب علی ظنه القرب کان کیقین القرب عند النادرة وفرقت الظاهرة فجوزت التیمم فی ظن القرب ومنعته عند الیقین۔

اگر یہ کہا جائے کہ نہیں یہاں علم بمعنی یقین ہے یقین کی نفی فرض کی ہے اور ظن کا اثبات تاکہ یہ اختلافی مسئلہ ہو سکے روایت نادرہ کے درمیان جو ظن کا اعتبار کرتی ہے اور روایت ظاہرہ کے درمیان جو ظن کو بیکار قرار دیتی ہے وہ یقین قطعی کی شرط لگاتی ہے تو حاصل یہ ہوا کہ جب قُرب وبُعد کا یقین نہ ہو لیکن قُرب کا غالب گمان ہو تو روایت نادرہ پر یقین قرب ہی کی طرح ہوگا اور روایت ظاہرہ نے دونوں میں فرق رکھا ہے کہ قرب کے ظن کی صورت میں تیمم کو جائز قرار دیا اور یقین کی صورت میں ممنوع رکھا۔ (ت)

اقول فنعم یبقی وجه اٰخر(عه) فان هذا هو المحمل الاول الذی یجعل فیه الیقین وفاقیا والظن خلافیا۔

اقول (میں کہوں گا) پھر کس کے بارے میں وہ فرما رہے ہیں "بقی وجه اٰخر" (ایک صورت رہ گئی) یہی تو وہ پہلا محمل ہے جس میں یقین کو اتفاقی اور ظن کو اختلافی قرار دیا ہے۔ (ت)

عه **فان قلت** کیف تفرقت بین المحامل **اقول** الاولان علی فرض بعد المسافة کما اشار الیه فی الاول والفرق بینهما بجعل الیقین وفاقیا وخلافیا والثالث بفرض قربه والرابع بفرض انه لایعلم قربا ولا بعدا ۱۲ منه غفرله (م)

اگر یہ سوال ہو کہ پھر ان محملوں میں کیسے فرق کیا جائیگا **اقول** پہلے دونوں محمل بُعد مسافت کے مفروضہ پر ہیں جیسا کہ محمل اول میں اس طرف اشارہ کیا ہے اور ان دونوں میں یقین کو اتفاقی اور اختلافی رکھنے سے فرق ہوگا۔ تیسرا محمل قرب مسافت کے مفروضہ پر ہے اور چوتھا محمل یہ فرض کرکے ہے کہ وہ نہ قریب ہونا جانتا ہے نہ دُور ہونا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

وثالثاً بل قد نص في الاول ايضاً على خلافه اذ قال يقتضي ان يجب التأخير عند التحقق في آخر الوقت مع بعد المسافة في الروايات الظاهرة الخ فافصح ان الكلام عند بعد المسافة فكيف يكون مبنى الرجاء قربها وان تنزلنا يكن الكلام مطلقاً يشمل القرب والبعد والا لم يكن لقوله مع بعد المسافة مرجع ومعنى الحكم يبطل ان المراد خصوص الرجاء لاجل القرب۔

ثالثاً بلکہ محلِ اول میں بھی اس کے برخلاف تصریح موجود ہے کہ وہ فرماتے ہیں: یہ اس کا مقتضی ہے کہ ظاہر روایات پر بُعدِ مسافت کے باوجود آخر وقت میں یقین کی صورت میں تاخیر واجب ہو۔ اس میں صاف بتا دیا کہ بُعدِ مسافت کی صورت میں کلام ہے پھر قربِ مسافت امید کا مبنی کیسے ہوگا، اگر ہم تنزّل اختیار کریں تو کلام مطلق ہو کر قرب و بُعد دونوں کو شامل ہوگا ورنہ ان کے الفاظ "مع بعد المسافۃ" (بُعدِ مسافت کے باوجود) کی کوئی گنجائش نہ نکل سکے گی ـــــ بہر صورت یہ باطل ہے کہ خاص وہی امید مراد ہے جو قربِ مسافت کے باعث ہو۔ (ت)

ورابعاً بل ثالث في ايضاحه شاهد عدل على بطلانه فانه قد فرض ان النادرة هي التي تمنع التيمم في الظن واليقين والظاهرة تنفيه فيهما لو كان هذا لاجل قرب المسافة كان المعنى ان الرواية الظاهرة تجيز التيمم وان كان الماء قريباً باليقين وهذا لا يتفوه به عاقل فكيف يجوز نسبته الى الامام الجليل الذي قد قدمنا انه من المحققين الكبار ان يدخله في المحامل۔

رابعاً بلکہ محلِ دوم بھی اس کے بطلان پر شاہد ہے۔ اس لیے کہ اس میں انھوں نے یہ فرض کیا ہے کہ روایتِ نادرہ ہی ظن و یقین دونوں میں مانعِ تیمم ہے اور روایتِ ظاہرہ دونوں میں اس کے برخلاف ہے اگر یہ قربِ مسافت کی وجہ سے ہوتا تو معنی یہ ہوتا کہ روایتِ ظاہرہ تیمم کو جائز قرار دیتی ہے اگرچہ پانی یقیناً قریب ہو، یہ تو کوئی ہوشمند نہیں بول سکتا پھر امام جلیل کے لیے یہ کیسے ممکن ہوگا جن کے بارے میں آپ فرما چکے کہ وہ کبار محققین میں سے ہیں یہ کیسے ممکن ہوگا کہ اسے محملوں میں داخل فرمائیں۔ (ت)

وخامساً ان صاحب البحر لم يقتنع بجعله محملاً بل رده بان ذلك يقتضي ان جواز التيمم يزول عند التيقن وليس

خامساً صاحبِ بحر اسے محمل بتانے ہی پر قناعت نہ کی بلکہ اس کی تردید اس طرح فرمائی کہ اس کا اقتضا یہ ہے کہ یقین کی صورت میں جوازِ تیمم

في اخر الوقت لاحد من الاسباب المذكورة المغايرة لقرب الماء والظاهرة تقول لاعبرة بغلبة الظن بوجدانه بها انما العبرة لليقين به وهو مورد كلا الايرادين كما كان فانهم نصوا ان ظن القرب يمنع التيمم فقد اعتبروا الظن ثمه فكيف الغوه هنا ونصوا ان عند بعد الماء ميلا يجوز له التيمم من دون تفصيل مع القطع بانه ربما يتيقن بطلوعه الماء في اخر الوقت فلم يعتبروا اليقين ثمه فكيف اعتبروه هنا فثبت ان سعيه رحمه الله تعالى هنا لم يرجع الى طائل وتعجبه من اولئك الجلة الى نفسه كريعة (ت)

مذکورہ اسباب میں سے کسی ایک کی وجہ سے آخر وقت میں پانی ملنے کا گمان ہونے کی صورت میں تیمم واجب کرتی ہے ۔۔۔ اور روایت ظاہرہ یہ بتاتی ہے کہ ان اسباب کی وجہ سے پانی ملنے کے غلبۂ ظن کا کوئی اعتبار نہیں ۔۔۔ اعتبار تو صرف اس یقین کا ہے کہ پانی مل جائیگا اس ماحصل پر دونوں اعتراض جیسے پہلے وارد ہو رہے تھے اب بھی وارد ہیں (۱) اس لیے کہ ان حضرات نے نص فرمایا ہے کہ قرب آب کا ظن مانع تیمم ہے تو انہوں نے وہاں ظن کا اعتبار کیا پھر یہاں اسے کیسے بیکار قرار دیا! ۔۔۔ اور ان حضرات نے تصریح فرمائی ہے کہ پانی ایک میل دور ہو تو تیمم جائز ہے۔ اس میں کوئی تفریق وتفصیل نہ فرمائی۔ باوجودیکہ یہ قطعی امر ہے کہ بعض اوقات اسے یقین ہوگا کہ وہ آخر وقت میں پانی تک پہنچ جائے گا۔ تو وہاں ان حضرات نے یقین کا اعتبار نہ کیا پھر یہاں کیسے اعتبار کر لیا۔ تو ثابت ہوا کہ علامہ رحمہ اللہ تعالی کی یہ کاوش کچھ سود مند نہ ہو سکی اور ان بزرگوں پر انہوں نے جس تعجب کا اظہار فرمایا وہ خود ان کی ذات گرامی پر عائد ہوتا ہے۔ (ت)

ثم اقول سے قد تفطنت مما القينا عليك ان الايراد الاخير اعنى عن صورة اليقين بمسألة البعد ميلا انما يرد على ما علل به في الهداية ظاهر الرواية اما نفس المسألة فلا غبار عليها من جهته فان المذهب عدم وجوب التاخير ظنا كان او متيقنا كما تقدم من التصريح به عن الخلاصة بنقل الائمة

ثم اقول ہمارے بیان سے ناظرین نے سمجھ لیا ہوگا کہ دوسرا اعتراض یعنی ایک میل دوری والے مسئلہ سے صورت یقین پر اعتراض صرف اس تعلیل پر وارد ہوتا ہے جو صاحب ہدایہ نے ظاہر الروایہ سے متعلق پیش کی۔ لیکن نفس مسئلہ پر جانب اعتراض سے کوئی غبار نہیں آتا اس لیے کہ مذہب یہی ہے کہ تاخیر نماز واجب نہیں خواہ آ ظنی ہو یا یقینی جیسا کہ اس کی تصریح خلاصہ سے

للبخاري والكاكي وابن برق والسيواسي وتقريرهم اياه تمّم الايراد الاول على صورة الظن بمسألة ظن القرب يرد على التعليل والمسألة معا للاحتياج الى الفرق بينهما حيث لم يعتبروا ههنا الظن بل ولا اليقين وقد منعوا ثمه لمحض غلبة الظن ولاجل هذا قلت انهم استشكلوا المسألة والتعليل معاوان كانوا انما وجهوا الكلام الى التعليل هذا۔

مگر رہی، خلاصہ کا کلام امام بخاری۔ امام کاکی، امام ابن برق اور امام سیواسی نے نقل کیا اور اسے برقرار رکھا — ہاں پہلا اعتراض جو صورتِ ظن پر ظنِ قرب کے مسئلہ سے وارد ہوتا ہے وہ تعلیل اور مسئلہ دونوں ہی پر وارد ہوتا ہے اس لیے کہ دونوں میں فرق کرنے کی ضرورت ہے کہ یہاں پر یوں ظن بلکہ یقین کا بھی اعتبار نہ کیا اور وہاں محض غلبۂ ظن کی وجہ سے منع کر دیا۔ اسی لیے میں نے کہا کہ حضرات علما نے مسئلہ اور تعلیل دونوں ہی میں اشکال قرار دیا اگرچہ کلام کا رُخ صرف اس تعلیل کی جانب کیا۔ (ت)

ورأيت الامام ملك العلماء قرر المسألة في البدائع بحيث لا يتوجه اليه هذا الاشكال ودفع الخلاف عن النقل جهرة ونادرة فقال قد قال اصحابنا ان المسافر اذا كان على طمع من الماء في اخر الوقت يؤخر التيمم الى اخر الوقت وان لم يكن لا يؤخر هكذا روى المعلى عن ابي حنيفة وابي يوسف رضي الله تعالى عنهما وذكر في الاصل احب الى ان يؤخر الى اخر الوقت ولم يفصل بين ما اذا كان يرجو الماء او لا يرجو وهذا لا يوجب اختلاف الرواية بل يجعل رواية المعلى تفسيرا لما اطلقه في الاصل ولو تيمم اول الوقت وصلى ان كان عالما ان الماء قريب بان كان بينه وبين الماء اقل من ميل لم تجز صلاته بلا خلاف لانه واجد للماء وان كان ميلا فصاعدا اجازت

میں نے دیکھا کہ امام ملک العلماء نے بدائع میں مسئلہ کی تقریر اس طرح فرمائی ہے کہ اس پر یہ اشکال پیش نہیں آتا۔ اور انہوں نے روایت ظاہرہ و نادرہ کا اختلاف بھی دور کر دیا ہے۔ رقمطراز ہیں: "ہمارے اصحاب نے فرمایا کہ مسافر کو اگر آخر وقت میں پانی کی امید ہو تو تیمم آخر وقت تک مؤخر کرے۔ اور اگر ایسی امید نہ ہو تو مؤخر نہ کرے۔ ایسے ہی معلی نے امام ابوحنیفہ اور امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے روایت کی ہے۔ اور اصل (مبسوط) میں ذکر فرمایا ہے کہ میرے نزدیک زیادہ پسندیدہ یہ ہے کہ آخر وقت تک مؤخر کرے۔ اور پانی کی امید ہونے اور نہ ہونے کا فرق نہ بیان کیا۔ اس سے اختلافِ روایت لازم نہیں آتا بلکہ معلی کی روایت مبسوط کے اطلاق کی تفسیر قرار پاتی ہے۔ اور اگر اول وقت میں تیمم کرکے نماز پڑھ لی تو اگر اسے علم تھا کہ پانی قریب ہے اس طرح کہ اس کے اور

وان لم یکن عالما بقرب الماء او بعدہ تجوز صلاتہ سواء کان یرجو الماء فی اٰخر الوقت اولا سواء کان بعد الطلب او قبلہ عندنا خلافا للشافعی لما مران العدم ثابت ظاھرا واحتمال الوجود احتمال لادلیل علیہ فلا یعارض الظاھر؎ اھ

پانی کے درمیان ایک میل سے کم فاصلہ ہے تو اس کی نماز جائز نہیں۔ اس میں کوئی اختلاف نہیں اس لئے کہ پانی اس کے لئے دستیاب ہے۔ اور اگر ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو تو اس کی نماز ہوگئی اور اگر اسے پانی کے قُرب وبُعد کا علم نہیں تو اس کی نماز جائز ہے خواہ آخر وقت میں پانی کی امید ہو یا نہ ہو خواہ پانی تلاش کرنے کے بعد ہو یا پہلے ہو۔ یہ حکم امام شافعی کے برخلاف ہمارے نزدیک ہے اس کی وجہ گزرچکی کہ عدم ظاہراً ثابت ہے اور پانی ملنے کا احتمال ایسا احتمال ہے جس پر کوئی دلیل نہیں تو وہ ظاہر کے معارض نہ ہوگا۔" (ت)

اقول لکن للعبد الضعیف توقف فی التعلیل الاخیر فانّ من علم فی اول وقت الظھر او العشاء مثلا ان الماء من ھنا علی مسافۃ اقل من میلین او ثلثۃ امیال وعلم انہ یصل الیہ فی سعۃ الوقت ولم یعلم انہ علی فصل میل او اقل فصادق علیہ انہ لا یعلم قرب الماء ولا بعدہ وھو یرجوہ لا لاحتمال بلا دلیل بل عن دلیل فیعارض الظاھر ویمنع التیمم ولیس کذٰلک انما یمنع التیمم ظن ان الماء قریب وھو منہ فی شک مریب ھذا۔

اقول لیکن بندۂ محتاج کو تعلیل اخیر میں کچھ توقف ہے۔ اس لئے کہ مثلاً جسے وقتِ ظہر یا وقتِ عشا کے شروع میں علم ہوا کہ پانی یہاں سے دو میل یا تین میل سے کم مسافت پر ہے اور اسے یہ بھی علم ہے کہ وقت میں وسعت رہتے ہوئے وہاں تک پہنچ جائیگا ــــ اور اسے یہ معلوم نہیں کہ ایک میل کا فاصلہ ہے یا کم تو اس پر یہ صادق ہے کہ پانی کے قُرب و بُعد کا اسے علم نہیں، اور اس کو پانی کی امید بلا دلیل احتمال کے باعث نہیں بلکہ دلیل کے باعث ہے تو یہ احتمال ظاہر کے معارض اور تیمم سے مانع ہوجائیگا، حالانکہ ایسا نہیں، تیمم سے مانع صرف اس بات کا گمان ہے کہ پانی قریب ہے اور اسی میں تو اسے پریشان کن شک درپیش ہے۔ یہ ذہن نشین رہے۔ (ت)

ولنعم حل الاشکال عن مسئلۃ الرجاء ما قررہ الامام الجلیل ابو البرکات

مسئلۂ امید کے اشکال کا **بہترین حل** وہ ہے جس کی تقریر امام الجلیل ابو البرکات

؎ بدائع الصنائع فصل واما بیان وقت التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۴

رحمہ اللہ تعالٰی فی الکافی حیث عدل عن تعلیل الھدایۃ وعلل بتعلیل حسن الغایۃ اذ قال مسافر غلب علی ظنہ ان بقربہ ماء وجب الطلب ولا یجب بغیر غلبۃ الظن او اخبار لان العدم ثابت حقیقۃ وظاھرا لعدم الدلیل الدال علی الوجود من حیث الظاھر اذ الظاھر فی المفاوز عدم الماء بخلاف العمرانات فانہ لو تیمم قبل الطلب فیھا لم یجز لان العدم وان کان ثابتا حقیقۃ لم یثبت ظاھرا لقیام الدلیل علیہ وھو العمارۃ اذ قیامھا بالماء وکذا لو غلب علی ظنہ او اخبرہ مخبر لان غالب الرأی کالمتحقق فی حق وجوب العمل[1] ولھذا وجب العمل باخبار الاٰحاد والاقیسۃ والاٰی المؤولۃ والمخصوصۃ والبینات فان قیل لو کان غالب الرأی کالمتحقق لم یجب التاخیر فیما اذا غلب علی ظنہ انہ یجد الماء فی اٰخر الوقت مع ان عن ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما ان التاخیر حتم ولان غلبۃ ظنہ ثمہ انہ سیصیر بقرب الماء وھنا غلبۃ ظنہ انہ بقرب الماء[2] اھ کلامہ الشریف وھذا بحمد اللہ تعالٰی عین ما ظھر

نسفی رحمہ اللہ تعالٰی نے کافی میں فرمائی۔ انہوں نے ہدایہ کی تعلیل سے ہٹ کر خود ایک انتہائی عمدہ تعلیل پیش کی فرماتے ہیں، ایک مسافر ہے جس کا غالب گمان یہ ہے کہ اس کے قریب پانی ہے تو تلاش کرنا واجب ہے۔ غلبہ ظن یا کسی کے بتائے بغیر تلاش واجب نہیں اس لیے کہ پانی نہ ہونا حقیقۃً اور ظاہرًا ثابت ہے کیونکہ بظاہر ایسی کوئی دلیل نہیں جو پانی ہونے کا پتہ دے اس لیے کہ بیابانوں میں ظاہر پانی کا نہ ہونا ہی ہے۔ آبادیوں کا حال اس کے برخلاف ہے۔ اگر آبادیوں کے اندر پانی تلاش کرنے سے پہلے تیمم کرلے تو جائز نہیں۔ اس لیے کہ نہ ہونا اگرچہ حقیقۃً ثابت ہے مگر ظاہرًا ثابت نہیں کیونکہ پانی ہونے کی دلیل —— آبادی —— موجود ہے وجہ یہ ہے کہ آبادیوں کا قیام پانی سے ہوتا ہے —— اسی طرح اگر پانی کا غلبہ ظن ہو یا کوئی مخبر خبر دے (تو بھی پانی تلاش کرنے سے پہلے تیمم جائز نہیں) کیونکہ غالب رائے وجوبِ عمل کے حق میں یقینی و محقق کی حیثیت رکھتی ہے۔ اسی لیے اخبارِ آحاد، قیاسات، تاویل و تخصیص والی آیات اور بینات (گواہوں) سے وجوبِ عمل ثابت ہوجاتا ہے۔ اگر یہ سوال ہو کہ اگر غالب رائے کو یہاں محقق کی حیثیت حاصل ہوتی تو اس صورت میں نماز کو مؤخر کرنا واجب ہوتا جب اسے اس بات کا غالب

---

[1] کافی

[2] الکفایہ علی ہدایہ مع الفتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۲۵

للعبد الضعیف فی ذکرت ونحوہ فی الکفایۃ فقد ظہران مسألۃ الرجاء لیس السیر او غیرہ من سیرہ لاجل القرب فانہ لایجوز لہ التیمم اجماعا بل من سیرہ الوصول فی اٰخر الوقت مع بعدہ الاٰن عنہ لیس بظن قرب بل ظن انہ سیقرب فلا یعتبر ولا یعکر علیہ بمسألۃ ظن القرب وقد صرح بکونہا موضوعۃ فی بعد المسافۃ فی غیرما کتاب معتمد ففی الدرایۃ ثم الشلبیۃ ھذا الاستحباب اذا کان بینہ وبین موضع یرجوہ میل او اکثر فان کان اقل لایجزیہ التیمم وان خاف فوت وقت الصلوۃ[1] ومثلہ فی البحر ونحوہ فی الدرر وفی البنایۃ ھذا اذا کان بینہ بعید و ان کان قریب لایتیمم وان خاف خروج الوقت قال الفقیہ ابوجعفر اجمع اصحابنا الثلثۃ علی ھذا[2] ثم قال اعنی العینی وقیل اذا کان بینہ وبین موضع یرجوہ الی اٰخرما قدمنا[3] عن الدرایۃ۔

گمان ہوتا کہ آخر وقت میں اسے پانی مل جائے گا، تو ہم جواباً کہیں گے کہ یہ امام ابوحنیفہ و امام ابو یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ایک روایت ہے کہ نماز مؤخر کرنا واجب ہے۔ اور وجہ یہ ہے کہ وہاں اسکا غلبۂ ظن یہ ہے کہ وہ کچھ دیر بعد پانی کے قریب ہوجائیگا اور یہاں اس کا غلبۂ ظن یہ ہے کہ وہ بروقت پانی کے قریب ہے اھ امام نسفی کا مبارک کلام ختم ہوا۔
یہ بحمداللہ تعالٰی بعینہٖ وہی بات ہے جو بندۂ ضعیف کے ذہن میں آئی جیسا کہ سابقاً ذکر کیا۔ اسی کے ہم معنی کفایہ میں بھی ہے ——— تو یہ واضح ہوگیا کہ مسئلہ امید میں یہ مراد نہیں کہ جسے قربِ آب کی وجہ سے امید ہو کیونکہ اس کے لیے بالاجماع تیمم جائز نہیں — بلکہ جسے امید ہے کہ آخر وقت میں پانی کے پاس پہنچ جائیگا باوجودیکہ اس وقت پانی سے دُور ہے تو اسے قربِ آب کا گمان ہی نہیں بلکہ یہ گمان ہے کہ وہ آئندہ پانی کے قریب ہوجائیگا تو یہ گمان معتبر نہیں اور اس پر ظنِ قرب کے مسئلہ سے کوئی گرد نہیں ڈالی جاسکتی۔ متعدد معتمد کتابوں میں اس بات کی تصریح موجود ہے کہ مسئلۂ امید بُعدِ مسافت کی صورت میں رکھا گیا ہے۔ درایہ پھر شلبیہ میں ہے: "یہ استحباب اُس وقت ہے جب اس کے درمیان اور اس جگہ کے درمیان جہاں پانی کی امید ہے ایک میل یا زیادہ کا فاصلہ ہو اگر اس سے کم ہو تو اس کے لئے تیمم جائز نہیں اگرچہ وقتِ نماز نکل جانے کا خطرہ ہو۔" اسی کے مثل بحر میں اور اسی کے

---

[1] الشلبی علی الکنز مع تبیین الحقائق — باب التیمم — مطبعۃ امیریہ مصر — ۱/۴۰
[2] البنایۃ شرح ہدایہ — " — ملک سنز فیصل آباد — ۱/۳۲۵
[3] البنایۃ شرح ہدایہ — " — مطبعۃ الامداد مکۃ المکرمۃ — ۱/۳۲۵

ہم معنی درمختار میں ہے ــــ اور بنایہ میں اس طرح ہے "یہ اس وقت ہے جب پانی دُور ہو۔ اگر قریب ہو تو تیمم نہ کرے اگرچہ اسے وقت نکل جانے کا اندیشہ ہو۔ فقیہ ابو جعفر نے فرمایا، اس پر ہمارے تینوں اصحاب ائمہ کا اجماع ہے" اھ ۔ آگے علامہ عینی صاحب بنایہ لکھتے ہیں: "اور کہا گیا جب اس کے اور اس جگہ کے درمیان جہاں اُسے پانی کی امید ہے ــــ" اس کے آخر تک جو ہم نے درایہ کے حوالے سے پیش کیا۔ (ت)

اقول ثم لا ادری ما الفرق بینه وبین ما قال هذا لان الماء بعید الخ حتی جزم بذلك ومرض هذا وجعله قولا اٰخر مع انه لاتفاوت الا فی اللفظ۔

اقول پتا نہیں ان کے کلام "یہ اس وقت ہے جب پانی دُور ہو الخ" اور اس کلام میں فرق کیا ہے کہ انھوں نے اس پر تو جزم کیا اور قیل (کہا گیا) سے اس کی تمریض وتضعیف کی اور اسے ایک الگ قول بنا دیا جب کہ دونوں میں سوائے الفاظ کے کوئی تفاوت نہیں۔ (ت)

اقول وقد تقدم نص الخلاصة وتقریر الائمة الجلة ان الظن والیقین فی ذلك سواء لایجب علیه التاخیر وان تیقن بوجدان الماء فی اٰخر الوقت وتقدمت النادرة حیث اوجبت فی الظن فالیقین اولٰی فقد ظهر ان الواقع من المحامل الاربعة هو الثانی وان کان بعیدا بالنظر الی ظاهر العبارة اما قول النادرة غالب الرأی کالمتحقق فنعم ولو کان متحققا لم یؤثر لانه انما تیقن انه سیقرب لا انه قریب وبهذا یندفع الاشکال عن تعلیل الهدایة لظاهر الروایة۔

اقول خلاصہ کی عبارت اور بزرگ ائمہ کی تقریر پہلے گزر چکی کہ ظن ویقین اس بارے میں یکساں ہیں۔ اس پر نماز مؤخر کرنا واجب نہیں اگرچہ آخر وقت میں پانی ملنے کا یقین ہو ــــ اور اس روایت نادرہ نے جب ظن کی صورت میں واجب کیا تو یقین تو اس سے بڑھا ہُوا ہے۔ اس سے واضح ہُوا کہ امام بخاری کے پیش کردہ چاروں محملوں میں سے واقع محمل دوم ہے اگرچہ ظاہر عبارت کے لحاظ سے بعید تر معلوم ہوتا ہے ــــ اب رہا روایت نادرہ سے متعلق یہ قول کہ غالب رائے متحقق کی طرح ہے۔ ہم کہتے ہیں ہاں، اور اگر یقینی ومتحقق ہو جب بھی مؤثر نہیں اس لئے کہ اسے صرف اسی بات کا یقین ہُوا کہ آئندہ وہ قریب ہوگا، اس کا نہیں کہ وہ قریب ہے۔ اسی سے ظاہر الروایہ سے متعلق ہدایہ کی تعلیل پر پیش آنے والا اشکال ختم ہوجاتا ہے۔ (ت)

اقول وایضا یمکن حمله علی المحمل الرابع فان [illegible] من جهل

اقول اسے محمل چہارم پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے۔ اس لیے کہ جو مسافت سے

المسافة جاز له التیمم فی المفاوز وان کان یرجو الوصول الیه فی اٰخر الوقت کما قدمنا اٰنفا عن البدائع وذلک لان المانع عن التیمم هو قرب الماء یقینا او ظنا غالبا وقد نفیا والجواب عن دلیل النادرة والاشکال علی تعلیل الهدایة کما کان لان ههنا ایضا یباح له التیمم وان تیقن الوصول الیه فی اٰخر الوقت کما اسلفنا تقریره تحت عبارة البدائع المذکورة فی ههنا تم انحلال الاشکال عن الحکم واستبان الفرق بین مسألتی الرجاء وظن القرب۔

ناواقف ہو اس کے لیے بیابانوں میں تیمم جائز ہے اگرچہ امید رکھتا ہو کہ آخر وقت میں پانی تک پہنچ جائے گا۔ اسے بدائع کے حوالے سے ہم ابھی پیش کر آئے ـــــ اس کی وجہ یہ ہے کہ تیمم سے مانع پانی کا قریب ہونا ہے بطور یقین یا بطور ظن غالب اور یہ دونوں ہی امر یہاں مفقود ہیں۔ اور روایت نادرہ کی دلیل کا جواب اور ہدایہ کی تعلیل پر اشکال جیسے پہلے تھا اب بھی رہے گا۔ اس لیے کہ یہاں بھی تیمم اس کے لیے مباح ہے اگرچہ آخر وقت میں پانی تک پہنچے گا اسے یقین ہے جیسا کہ اس کی تقریر ہم بدائع کی مذکورہ عبارت کے تحت تحریر کر آئے ـــــ یہاں تک دو باتیں طے ہوگئیں ایک تو حکم پر جو اشکال تھا اس کا حل واضح ہوگیا دوسرے مسئلۂ امید اور مسئلۂ ظن قرب کے درمیان فرق روشن ہوگیا۔ (ت)

اما تعلیل الهدایة ف فاقول التاویل خیر من التعطیل فیمکن ان یؤول بان المراد بالیقین هو الیقین الفقهی الشامل لغلبة الظن فلیس المقصود التفرقة ههنا بین الظن والیقین لما علمت انهما سواء ههنا علی کلتا الروایتین وانما المعنی انکار ان یکون له اثر ههنا وذلک ان العجز ثابت حقیقة شرعا لانعدام الماء حقیقة وظاهرا لعدم الدلیل علی قربه ان جهل المسافة وقیام الدلیل علی عدمه ان علم او ظن البعد فلا یزول حکمه الثابت شرعا وهو جواز التیمم الا بیقین

اب رہا تعلیل ہدایہ کا معاملہ **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) کسی کلام کی تاویل کرنا اسے لغو و بیکار کرنے سے بہتر ہے ـــــ اس کی یہ تاویل ہوسکتی ہے کہ یقین سے مراد یقین فقہی ہے جو غلبۂ ظن کو بھی شامل ہوتا ہے کہ یہاں ظن و یقین کے درمیان فرق کرنا مقصود نہیں اس لیے کہ معلوم ہوچکا کہ یہاں دونوں ہی روایتوں پر ظن و یقین یکساں ہیں ـــــ مقصود صرف اس بات کا انکار ہے کہ یہاں وہ یقین کچھ اثر انداز ہے ـــــ وہ اس لیے کہ عجز حقیقۃً ثابت ہے، شرعاً اس لیے کہ پانی حقیقت میں معدوم ہے اور ظاہراً اس لیے کہ مسافت سے ناآشنائی کی صورت میں پانی کے قریب ہونے پر کوئی دلیل نہیں،

فعن مثله بان یحصل له ظن القرب واذ لیس فلیس فانه لاعبرة بظن انه سیقرب ولا باستیقانه وانما هذا هو الحاصل فی رجاء الوصول او تیقنه دون ظن القرب المانع عن التیمم المعارض لعجز الظاهر فهذا تقریر ولیس فی العبارة ما ینکره فوجب الحمل علیه فقد انحل الاشکال ولله الحمد عن مسألة الرجاء حکما وتعلیلا۔

اور دوری کا یقین یا ظن غالب ہونے کی صورت میں اس کے عدم پر دلیل موجود ہے۔ تو اس کا حکم — جوازِ تیمم — جو شرعاً ثابت تھا زائل نہ ہوگا مگر ایسے یقین قطعی سے جو اسی کے مثل ہو اس طرح کہ اسے قرب کا ظن ہوجائے اور جب یہ نہیں تو وہ بھی نہیں (قرب کا ظن نہیں تو حکمِ عجز کا زوال یعنی عدم جوازِ تیمم بھی نہیں ۱۲ م۔ الف) اس لیے کہ اس کا یہ گمان کہ وہ آئندہ قریب ہوجائیگا، کوئی اعتبار نہیں، نہ ہی اس کے یقین ہی کا کوئی اعتبار ہے اور پانی تک پہنچنے کی امید میں یہی گمان یا یقین پایا جاتا ہے۔ ہر وقت پانی قریب ہونے کا گمان جو تیمم سے مانع اور عجز ظاہر کا معارض ہے یہ نہیں پایا جاتا — یہ اس تعلیل سے متعلق تاویل کی تقریر ہوئی اور عبارت میں ایسا کوئی لفظ نہیں جو اس تاویل کی تردید کرتا ہو تو کلام کو اسی پر محمول کرنا لازم ہے۔ خدا ہی کے لئے ساری خوبیاں ہیں اس سے مسئلہ امید کے حکم اور تعلیل دونوں ہی سے متعلق اشکال حل ہوگیا۔ (ت)

اقول وتم علی مسألة الوعد تفریعا وتاصیلا فمعلوم قطعا بداهة ان الوعد لا یحصل الماء بل یرجی وقد تقرر فی المذهب ان راجی الماء یجوز له التیمم ولا یجب علیه التاخیر وان زعم لان زاعم ان الوعد محصل للشئ فی الحال فقد صادم البداهة غیر مکذوبة وای وعد مثل وعد الله ورسوله جل وعلا وصلی الله تعالٰی علیه وسلم وتلك الجنة قد وعدها المتقون افتراهم دخلوها الأن وتنعموا بنعیمها فی الدنیا وحصلوا الحور

اقول اور تفریع و تاصیل کے لحاظ سے مسئلہ وعدہ بیان پر تمام ہوا۔ اس لیے کہ قطعی بداہۃً معلوم ہے کہ وعدہ پانی حاصل نہیں کرا دیتا۔ پانی حاصل ہونے کی صرف امید پیدا کرتا ہے۔ اور مذہب میں یہ طے شدہ ہے کہ پانی کی امید رکھنے والے کے لیے تیمم کرلینا جائز ہے اور اس پر نماز مؤخر کرنا واجب نہیں — اب اگر کوئی یہ خیال کرے کہ وعدہ فی الحال شئی کو حاصل کرا دیتا ہے تو وہ ناقابلِ تکذیب بداہت سے تصادم میں مبتلا ہے — خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدے جیسا کون سا وعدہ ہوسکتا ہے — اور متقیوں سے اس

والقصور والولدان والخمور والحرير والسرير جنة مبسوطة حاضرة فاذ كانت هذا في وعد من يستحيل ان يخلف الميعاد فكيف في مواعيد العباد وبالجملة لم يصل فهمي القاصر الى كنه هذه المسألة ولم ار من تكلم فيها لكشف خافيها غير انه ليس لنا مونص في المذهب مجال مقال فالمسألة مسلمة قطعا لكونها منصوصا عليه في الاصل كما عزاه له في الخلاصة لكن لا دلالة لها ولا لشيء مما علمت من من فروع المذهب وتعليلاتها على كون الوعد يثبت قدرة مستندة بل الذي لاح من الدليل يقضي باقتضاء رها كما علمت هاه استخير الله تعالى فيه وحاش لله لا اقطع القول به ولا اجعله حكما وانما اقول كما قلت هذا ما ظهر لي فليراجع وليحرر والله سبحانه وتعالى اعلم وصلى الله تعالى على سيدنا ومولانا واله وصحبه وسلم امين۔

جنت کا وعدہ ہوا ہے تو گیا وہ ابھی جنت میں داخل ہوگئے اور اس کی آسائشوں کی لذت دنیا ہی میں پاگئے اور حور و قصور، شیر و شراب، ریشم و تخت سب ابھی حاصل کرلیے —— یہ کھلا ہوا مغالطہ ہے —— تو جب اس کے وعدہ کا معاملہ یہ ہے جس سے وعدہ خلافی محال ہے تو بندوں کے وعدوں کا کیا حال ہوگا۔ المختصر میرا فہم قاصر اس مسئلہ کی تہ تک نہ پہنچ سکا —— نہ ہی کوئی ایسا نظر آیا جس نے اس مستند کا راز سربستہ کھولنے کے لئے اس میں کلام کیا ہو مگر یہ بات مذہب ہوتے ہوئے ہمیں مجال کلام نہیں۔ مسئلہ تو قطعاً مسلّم ہے کیوں کہ اصل میں اس پر نص موجود ہے جیسا کہ خلاصہ نے اس کا حوالہ دیا لیکن یہ مسئلہ اور مذہب کے جتنے بھی مسائل و جزئیات اور ان کی تعلیلات میرے علم میں آئیں کسی کی کوئی دلالت اس پر نہیں کہ وعدہ سے قدرت مستندہ ثابت ہوتی ہے بلکہ دلیل سے جو کچھ ظاہر ہوا وہ اسی کا مقتضی ہے کہ ابھی قدرت مقترنہ ثابت ہوگی جیسا کہ (تنبیہ سوم کے شروع میں) معلوم ہوا —— تو میں خدائے تعالیٰ سے اس بارے میں استخارہ کرتا ہوں —— اور خدا ہی کے لیے پاکی ہے، میں اس بارے میں قطعی قول نہیں کرتا، نہ ہی اسے کوئی حکم قرار دیتا۔ میں اب بھی وہی کہتا ہوں جو پہلے کہہ چکا کہ یہ وہ ہے کہ جو میرے ذہن میں آیا تو اس کی مراجعت اور تنقیح و تحقیق کی ضرورت ہے —— اور خدائے پاک و برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ اور خدا تعالیٰ درود و سلام نازل فرمائے ہمارے آقا و مولیٰ اور ان کی آل و اصحاب پر —— الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

تنبیہ چہارم: **اقول** ظاہراً وعدہ کو مثبت قدرت مانا گیا ہے اُس میں شرط ہے کہ یا تو مطلق ہو مثلاً دوں گا یا وقت حاضر سے مقید مثلاً ابھی دیتا ہوں نہ وہ کہ وقت آئندہ سے مقید ہو مثلاً کل دوں گا یا

شام کرلیں یا گھنٹہ بھر بعد ملے گا اور وقت میں نصف ہی گھنٹہ ہے ایسا وعدہ اصلاً مثبت قدرت نہ ہوگا قبل نماز ہو یا بعد کہ وہ حقیقۃً دو چیزوں سے مرکب ہے وقت حاضر میں منع اور وقت آئندہ کے لیے امید دہی تو وقت حاضر کے لیے منع ہی ہوا اور وعدہ ورنہ لازم ہو کہ اگر وہ کہے دس برس بعد دوں گا تو دس برس تک اسے نماز سے معطل رہنے کا حکم ہو کما تقدم تقریرہ فی التنبیہ الثانی وھذا ظاھر جدا (جیسا کہ تنبیہ دوم میں اس کی تقریر پیش ہوئی اور یہ بہت واضح ہے۔ ت)

بالجملہ ایسا وعدہ بنظر وقت حاضر منع ہے تو اگر پہلے ظن عطا تھا اس کی خطا ثابت ہوگی اور ظن منع تھا تو اس کی تصدیق ہوگی اور شک تھا تو علم منع سے بدل جائے گا واللہ تعالٰی اعلم اس وعدے کا نام وعدہ باقی رکھیے اور مطلق یا مقید بوقت حاضر کا نام وعدہ رہائی۔

تنبیہ پنجم: اقول وباللہ التوفیق اگر قبل تمام نماز ہو ضرور مطلق موثر ہے اگر تیمم سے پہلے ہے تیمم کا مانع ہوگا اور بعد ہے تو اس کا ناقض اور عین نماز میں ہے تو اس کا مبطل اگرچہ وفا ہو یا نہ ہو یعنی وقت گزر جائے اور پانی نہ دے کہ ہمارے ائمہ نے انتظار واجب فرمایا اگرچہ وقت نکل جائے لیکن اگر یہ وعدہ بعد نماز ہو خواہ یوں کہ اس نے مانگا ہی بعد یا اصلاً نہ مانگا اور اس نے بطور خود وعدہ کرلیا یہاں دو صورتیں ہیں اگر وقت کے اندر دے دیا ضرور اعادہ موثر ہے گا۔

فان العطاء فی الوقت مبطل مطلقا ولو بلا وعد وما شأن الوعد الا تأییدا۔

اس لیے کہ وقت میں دے دینا مطلقاً باطل کردیتا ہے اگرچہ بلا وعدہ ہو، وعدہ بھی ہوا تو اس کی اور زیادہ تائید ہی ہوئی۔ (ت)

فان قلت کیف ولا یخلو الوعد عن منع فی الحال لان حاصلہ لا اعطیک الان بل بعد حین فان من یجیب من سوء ثم یعد فھذا اعطاء بعد اباء فلا یعتبر۔

اگر یہ سوال ہو کہ یہ کیسے جب کہ وعدہ حال میں منع سے خالی نہیں ہوتا اس لیے کہ اس کا حاصل یہ ہوتا ہے کہ تم کو ابھی نہ دوں گا کچھ بعد میں دوں گا، کیونکہ جو فوراً کام کرنے وہ وعدہ کس بات کا کرے گا۔ تو یہ انکار کے بعد دینا ہے اور اس کا اعتبار نہ ہوگا۔ (ت)

اقول الوعد لوقت الحاجۃ لا یعد منعا عرفا ولا شرعا فمن حلف لا یمنع زیدا کذا فسألہ زید

اقول (جواباً میں کہوں گا) ضرورت کے وقت دینے کا وعدہ عرفاً منع نہیں شمار ہوگا، نہ ہی شرعاً۔ اگر کسی نے قسم کھائی زید سے فلاں چیز

فوعدہ لوقت حاجتہ لا یحنث قطعا وتبیّن ان الوعد غیر العطاء ایضا ولو حلف لا یعطیہ لا یحنث بمجرد الوعد ایضا فہو امر بین بین مکما لا تثبت لہ احکام المنع فیما اری لا تثبت ایضا احکام العطاء بل الرجاء کما ذکرنا ولکن العبرۃ بالمنقول وان لم یظہر للعقول۔

کا انکار نہ کروں گا۔ اب زید نے اس سے وہ چیز طلب کی۔ اس نے وعدہ کیا کہ جب ضرورت ہوگی دے دوں گا تو ہرگز اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ وعدہ اور ہے اور دینا اور۔ اگر قسم کھائی کہ فلاں چیز اسے نہ دے گا تو صرف وعدہ کرنے سے اس کی قسم نہ ٹوٹے گی۔ وعدہ ایک بین بین امر ہے تو جیسے اس کے لیے منع کے احکام ثابت نہ ہوں گے ایسے ہی عطا کے احکام بھی نہ ثابت ہوں گے بلکہ رجا کے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ لیکن اعتبار منقول کا ہے اگرچہ عقلوں پر واضح نہ ہو۔ (ت)

اور اگر وقت میں نہ دیا تو دو صورتیں ہیں یا تو اس کا خلف ظاہر ہوگا کہ وقت گزر گیا اور قصداً نہ دیا تو یہ وعدہ مؤثر نہ ہوگا۔

لانہ لم یعط وما اعطاہ الوعد من ظن الاعطاء زال بالاخلاف ولا عبرۃ بالظن البین خطؤہ فان کان قبلہ یظن عطاء فقد خاب او منعا فقد صدق او یظن فتبدل بعلم المنع۔

اس لیے کہ اس نے دیا نہیں اور وعدہ سے جو ظن عطا تھا وہ وعدہ خلافی سے ختم ہوگیا اور ایسے گمان کا اعتبار نہیں جس کی غلطی واضح ہو۔ اگر پہلے اسے عطا کا گمان تھا تو وہ ناکام ہوا، یا منع کا گمان تھا تو سچ ہوا، یا شک تھا تو وہ منع کے یقین سے بدل گیا۔ (ت)

اور اگر اس کا خلف ظاہر نہ ہوا، مثلاً وعدہ یوں تھا کہ دو گھڑی بعد آکر لے جانا یہ نہ گیا وقت کے اندر اسے یا اسے کہیں جانے کی ضرورت لاحق ہوئی یوں افتراق ہوگیا اور نہ دے سکا تو اس صورت میں ظاہر یہ ہے واللہ تعالٰی اعلم کہ مطلقاً اعادہ نماز کا حکم ہو

فان الحقیقۃ بقیت فی الستر فلم یبق الا الامر علی الظن فان کان یظن العطاء فقد تقوی ظنہ بالوعد وان کان یظن المنع فقد تضعف بل اضمحل بہ لان الوعد یورث ظن العطاء قطعا کما قال الامام محمد ان

اس لیے کہ حقیقت تو پوشیدہ ہی رہ گئی اس لیے مدار امر ظن پر ہوا اب اگر اسے عطا کا گمان تھا تو وہ وعدہ سے اور بڑھ گیا اور اگر منع کا گمان تھا تو وہ اس سے ضعیف بلکہ مضمحل ہوگیا ___ اس لیے کہ وعدہ بلاشبہہ ظن عطا پیدا کرتا ہے، جیسا کہ

الظاهر الوفاء ولا امكان لتعلق الظن الغالب
بكلا الطرفين فاذا احدث ظن الخطاء فقد
زال ظن الصحة وكذا الشك لان الرجحان
يبطل التساوي فلم يبق ما تبتني عليه صحة
صلاته والاصل في الماء الاباحة وقد
تبين ان التقصير منه لتركه السؤال لاجل
ظن منه او شك ظهر كونه في غير المحل
فيعيد صلاته لتقع البراءة بيقين، فان
الصلاة من احق ما يحتاط له في الدين،
هذا ما ظهر لي والعلم بالحق عند الحق
المبين وبالجملة قد طال الكلام
في هذه المسألة الثامنة ولعمري لم
يخل عن فائدة عائدة بل تحف ولوجه
ربي الحمد على غرر درر لم تثقب ببنان
البيان، ونفائس عرائس لم يطمثهن انس
قبل ولا جان، وحاصل ما قررنا فيه
ان الوعد البالي لا يؤثر مطلقا والوجداني
مؤثر مطلقا الا اذا كان بعد الصلاة و
ظهر خلفه والله سبحنه وتعالى اعلم۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "ظاہر وفا ہے"
اور یہ ممکن نہیں کہ ظن غالب کا تعلق دونوں ہی
جانب سے ہو۔ تو جب ظن خطا پیدا ہوگا ظن صحت
ختم ہو جائے گا۔ یہی حال شک کا ہے اس لیے
کہ جب ایک طرف رجحان پیدا ہوگا تو وہ دونوں
جانب کی باہمی مساوات باطل کر دے گا۔ اب
ایسا کوئی امر باقی نہ رہا جس پر اس کی نماز کی صحت
کی بنیاد رکھی جا سکے۔ اور پانی میں اصل اباحت ہے
اور واضح ہوگیا کہ کوتاہی اسی کی ہے کہ اس نے
سوال بھی نہ کیا اس ظن سے یا شک کے باعث
جس نے دونوں کا بے جا ہونا عیاں ہوگیا تو نماز کا
اعادہ کرنا ہوگا تاکہ یقینی طور پر عہدہ برآ ہو جائے اس
لیے کہ دین کے سب کاموں میں احتیاط برتی جاتی ہے
ان میں نماز سب سے بزرگ ہے۔ یہ وہ ہے جو میرے
ذہن میں آیا اور حق کا علم حق مبین کو ہے۔ بالجملہ
اس آٹھویں مسئلہ میں کلام طویل ہوگیا مگر نفع بخش
فائدے سے خالی نہ رہا بلکہ ایسے آبدار گوہروں پر
مشتمل ہوا جو کبھی انگشت بیان سے پروئے نہ گئے
اور ایسی نفیس وحسین عروسوں پر جنہیں مجھ سے پہلے
نہ کسی انسان نے ہاتھ لگایا نہ کسی جن نے۔ اور ساری حمد میرے رب کی ذات کے لیے ہے۔ اور اس بارے
میں ہم نے جو کچھ ثابت کیا اس کا حاصل یہ ہوا کہ وعدۂ بالی مطلقاً بے اثر ہے اور وعدۂ وجدانی مطلقاً مؤثر
ہے مگر جب کہ ادائے نماز کے بعد ہو اور اس کا خلاف ظاہر ہو جائے۔ اور خدائے پاک و برتر خوب
جاننے والا ہے۔ (ت)

یہ تمام مباحث وہ ہیں کہ ذہن فقیر پر فیض قدیر سے القا ہوئے۔ ہزار ہزار حسرت کہ کتب حاضرہ میں
ان میں سے کسی صورت سے اصلاً تعرض نہ پایا یہی حال آئندہ مسئلہ سکوت کا ہے تا چار دونوں میں

ان ابحاث کی احتیاج نے مجبور کیا یا حاشا احکام میں رائے زنی نہ ہمارا منصب نہ اس پر اعتبار تتبع اسفار وتلاحق انظار اولی الابصار ضرور درکار۔

واللہ المستعان وعلیہ التکلان ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین اٰمین۔

اور خدا ہی سے مدد طلب کی جاتی ہے اور اسی پر بھروسہ ہے اور کوئی طاقت وقوت نہیں مگر خدائے برتر باعظمت ہی سے۔ اور خدا تعالٰی رحمت نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل و اصحاب سب پر الٰہی قبول فرما۔ (ت)

مسئلہ ۹: منع یعنی دینے سے انکار دو قسم ہے ایک صراحۃً کہ صاف کہہ دے نہ دوں گا یا اور الفاظ کہ ان معنی کو مؤدی ہوں۔

اقول منع ابائی کہ ہم نے ابحاث چہارم میں ذکر کیا اسی قسم میں ہے کہ وہ قائل کا مدلول کلام ہے۔ دوسرا دلالۃً یعنی اور کوئی امر کہ منع پر دلالت کرے۔ درمختار میں اس کی مثال استہلاک سے دی یعنی پانی خرچ کرلینا یا پھینک دینا کہ اب دینے کی صلاحیت ہی نہ رہی۔

حیث قال یطلبہ ممن ھو معہ فان منعہ ولو دلالۃ بان استھلکہ تیمم۔[1]

ان کے الفاظ یہ ہیں: پانی اپنے ساتھی سے طلب کرے گا اگر وہ انکار کرے اگرچہ دلالۃً اس طرح کہ وہ پانی ختم کر ڈالے تو تیمم کرے۔ (ت)

یونہی اگر بعض خرچ کردیا اور باقی طہارت مطلوبہ کو کافی نہ رہا طحطاوی میں ہے:

او استھلک البعض والباقی غیر کاف۔[2]

یا کچھ ختم کر ڈالا اور جو بچا وہ ناکافی ہے۔ (ت)

اقول مطلوب کی قید ہم نے اس لیے لگائی کہ اگر نہا چکا اور مثلاً پیٹھ پر اتنی جگہ خشک رہی جسے ایک چلو پانی درکار ہے تو اگر ایک ہی چلو باقی ہے طہارت غسل کو کافی ہے اور اگر پورا نہانا ہے تو آدھا گھڑا بھی کافی نہیں۔ اور اگر اس نے مانگا اور اس نے اُسے نہ دیا زید کو دے دیا تو یہ بھی حکماً استہلاک اور دلالۃً منع ہوگا یا نہیں۔

اقول لم ارہ واذکر ما ظھرلی

اقول یہ میری نظر سے نہ گزرا اب

---

[1] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

[2] طحطاوی علی الدر المختار باب التیمم ؍؍ بیروت ۱/۱۳۲

بتوفیقہ جل وعلا ما هو سیکون صوابا ان شاء اللہ تعالٰی۔

میں وہ بیان کرتا ہوں جو خدائے بزرگ و برتر کی توفیق سے مجھ پر ظاہر ہوا اور مجھے امید ہے کہ اگر خدا نے چاہا تو درست ہی ہوگا۔ (ت)

اگر دوسرے کو ہاتھ دے دیا تو یہ منع ہے کہ صاف معلوم ہوا کہ اسے دینا نہ چاہا اور جسے مباح کیا وہ اسے دے نہیں سکتا کہ وہ اباحت سے مالک نہ ہوا اور اگر اُس کے ہاتھ ہبۂ تامہ بیع کر دیا تو اگرچہ یہ اس خاص شخص کی طرف سے منع ہو مگر یہ صادق کہ دوسرے کے پاس پانی پایا بدستور متوجہ ہے کہ اب جو اس کا مالک ہو اگر ظن غالب ہو کہ یہ مانگے سے دے دے گا تو اس سے مانگنا واجب ورنہ نہیں اور اب اس کے عطا و منع میں وہ سب احکام عود کریں گے واللہ تعالٰی اعلم۔

ثم اقول ظاہراً بلکہ ان شاء اللہ العزیز تعالٰی یقیناً منع دلالۃً کی تیسری صورت سکوت بھی ہے اس نے مانگا اور اس نے صاف انکار تو نہ کیا مگر چُپ رہا تو حاجت کے وقت سکوت سے یہی سمجھا جائیگا کہ دینا منظور نہیں

وقد تقدم قولهم فی مسألة التیمم منعه لہ فلم یعطه وھو یشمل السکوت وقد عبرعنه فی الحلیة بالاباء۔

حضرات علماء کرام کا کلام اُس سے متعلق گزر چکا جب تیمم والے نے پانی کے بارے میں پُوچھا تو اس نے نہ دیا یہ صورت سکوت کو بھی شامل ہے اور حلیہ میں اس کی تعبیر انکار سے کی ہے۔ (ت)

اس کی نظیر سکوت مدعا علیہ ہے جب بطلب مدعی اس پر حلف متوجہ ہو اور قاضی نے اُس سے حلف طلب کیا وہ چُپ رہا یہ سکوت انکار سمجھا جائیگا جبکہ نہ سننے یا نہ بول سکنے کے باعث نہ ہو ہاں مستحب ہے کہ قاضی اس سے تین بار کہے اگر سکوت کرے حلف سے نکول ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دے دے تنویر الابصار و درمختار میں ہے:

(قضی) القاضی (علیه بنکوله مرة) حقیقة (بقوله لا احلف او) حکما کأن (سکت من غیر اٰفة کخرس وطرش فی الصحیح سراج وعرض الیمین ثلثا ثم القضاء احوط)[1] اھ قال ش ای ندبا۔[2]

قاضی (قسم سے ایک بار انکار کی وجہ سے اس کے خلاف فیصلہ دے دے گا) یہ انکار حقیقۃً ہو (اس طرح کہ وہ کہے میں قسم نہ کھاؤں گا، یا) حکماً ہو مثلاً وہ گونگے پن اور بہرے پن جیسی کسی معذوری (آفت کے بغیر خاموش رہے) یہی صحیح قول ہے

---

[1] الدر المختار مع الشامی کتاب الدعوٰی مطبع مصطفی البابی مصر ۴/ ۴۷۱

[2] رد المحتار " " " " ۴/ ۴۷۲

سراج ــــ اور تین بار قسم پیش کرنا پھر فیصلہ دینا زیادہ محتاط طریقہ ہے اھ۔ علامہ شامی نے فرمایا: یعنی استحباباً۔ (ت)

اقول مگر استعمالِ قرائن ضرور ہے[1] وہ اُس وقت و حالتِ سائل و مسئول عنہ اور ان کے متعلقات سے اُن پر ظاہر ہوتے ہیں۔ یہ تو سکوت ہے قولِ صریح میں استعمالِ قرائن لازم ہے ایک ہی بات حرف بحرف یک ہی جملہ اور اُس سے کبھی اقرار مفہوم ہوتا ہے کبھی انکار۔ زید نے عمرو سے کہا تُو نے اپنی عورت کو طلاق دی اُس نے نرم آواز و دبے لہجے سے کہا میں نے طلاق دی۔ یہ اقرار ہے طلاق ہوگئی اور اگر اُس سے ترش و گرم ہو کر سخت آواز سے تعجب یا زجر و توبیخ کے لہجے میں کہا میں نے طلاق دی۔ یہ انکار ہے طلاق نہ ہوئی الفاظ بعینہا وہی ہیں اور حکم اثبات سے نفی تک بدل گیا۔ یونہی اگر عورت نے کہا مجھے طلاق دے اس نے نہ مانا عورت نے پوچھا دی، اس نے جھڑکنے کے لہجے میں سختی سے کہا دی، طلاق نہ ہوئی ورنہ ہوگئی۔ فتاوٰے امام قاضی خان میں ہے:

امرأۃ قالت لزوجہا طلقنی فقال فعلت وادعی قال ذلک علی وجہ الانکار فی قولہ دادم او فی تستقبل لا یقع الطلاق۔[1]	کسی عورت نے اپنے شوہر سے کہا "مجھے طلاق دے دے" اس نے انکار کیا پھر عورت نے کہا "تم نے دی" اس نے کہا "میں نے دی"۔ اگر شوہر کے قول میں کچھ انکاری ہو تو طلاق نہ ہوگی۔ (ت)

یونہی[2] شوہر نے گواہوں کے سامنے عورت سے کہا: اللہ تیرا بھلا کرے تُو نے مجھے مہر بخش دیا۔ وہ بولی ہاں میں نے بخشا ہاں میں نے بخشا۔ گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہوجائیں کہ تُو نے مہر بخش دیا۔ بولی ہاں گواہ ہوجاؤ ہاں گواہ ہوجاؤ۔ علماء فرماتے ہیں اس کے یہ لفظ اقرار و انکار دونوں کو محتمل ہیں گواہ اس کی

---

[2] فتاوٰی نسفی پھر فتاوٰی ذخیرہ پھر فتاوٰی ہندیہ میں دو بار کی قید نہ لگائی اور گواہوں کے جواب میں عورت کا یہ قول بتایا کہ سراً سرآدمی گواہ ہوجاؤ۔

اقول یہ لفظ معنےٰ طنز کی طرف زیادہ مائل ہے عالمگیری کی عبارت کتاب الہبہ ۔۔ میں یہ ہے:

فی فتاوی النسفی رجل قال لامرأتہ بین یدی ۔۔۔ فتاوٰی امام نسفی میں ہے کہ ایک شخص نے

(باقی بر صفحہ آئندہ)

---

[1] فتاوٰی قاضی خان کتاب الطلاق مطبع نولکشور لکھنؤ ۲/ ۲۱۲

طرز سے پہچانیں گے کہ تحقیق مقصود ہے یا طنز سے کہہ رہی ہے۔ وجیز امام کردری کتاب النکاح فصل ۱۲ میں ہے:

قال لها عند الشهود جزاك الله تعالٰی خيرا وهبت المهر فقالت آرے بخشیدم[1] مرتین فقال الشهود لها انشهد علی هبتك فقالت مرتین[2] آرے گواہ باشید فهذا يحتمل الرد والاجابة والشهود يعرفون ذلك ان قالت علی وجه التحقيق يحمل علی الاجابة والا علی الرد[3]۔

بیوی سے گواہوں کے سامنے کہا کہ خدا تجھے جزائے خیر عطا فرمائے تُو نے مجھے مہر بخش دیا، وہ بولی ہاں میں نے بخش دیا، دو بار کہا۔ اس پر گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہوجائیں کہ تُو نے بخش دیا۔ وہ دو بار بولی ہاں گواہ ہوجاؤ۔ تو اس میں رَد و قبول دونوں کا احتمال ہے۔ گواہان اس کی شناخت کرسکیں گے۔ اگر اس نے بطور اثبات کہا تو قبول پر محمول ہوگا ورنہ رَد پر محمول ہوگا۔ (ت)

فلہذا اگر قرینہ سابقہ[عہ] یا حاضرہ یا لاحقہ دلالت کرے کہ یہ سکوت بروجہ منع نہ تھا تو حکم انکار نہ ٹھہرے گا۔ قرینہ سابقہ یہ کہ اس کی عادت معلوم ہے کہ سوال اگرچہ ہاں نے سکوت کرتا اور کام کردیتا ہے تو جب تک نہ دینا متحقق نہ ہو ایسے کا سکوت دلیل منع نہ ہوگا۔ قرینہ حاضرہ یہ کہ اس وقت وہ کسی مرحلہ میں مشغول ہے یا وظیفہ پڑھ

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الشهود عفى الله لك حيث وهبت لی المهر الذی لك علی فقالت آرے بخشیدم فقال الشهود هل نشهد علی هبتك فقالت هزار آں گواہ باشید قال یعرف الرد والتصديق فی اثناء کلامها فیحمل علی ما تعرف[4]۔ کذا فی الذخیرۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

گواہوں کے سامنے اپنی عورت سے کہا اللہ تیرا بھلا کرے کیا تُو نے مجھ پر لازم اپنا حق مہر بخش دیا؟ تو عورت نے کہا، ہاں میں نے بخش دیا۔ اس پر گواہوں نے کہا کیا ہم گواہ ہوجائیں کہ تُو نے اپنا حق مہر بخش دیا۔ عورت نے کہا ہزار آدمی گواہ ہوجاؤ۔ فرمایا اس صورت میں عورت کے طرز کلام سے انکار یا تصدیق کی پہچان ہوگی اس کو اس پر محمول کیا جائے گا جو تم غور کے بعد نتیجہ اخذ کرو۔ ذخیرہ میں ایسے ہی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] فتاوٰی بزازیہ مع الہندیۃ الثانی عشر فی المہر مطبع نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳۲

[2] " " " " " " " ۴/ ۱۳۲

[3] " " " " " " ۴/ ۲۳۳

[4] فتاوٰی ہندیہ کتاب الہبۃ باب ۱۱ ۴/ ۴۰۲

رہ جے یا پریشان ہے یا کسی بات پر سخت غصہ میں ہے کہ ان حالات کا سکوت دلیل منع نہیں ہوتا۔ قرینۂ لاحقہ یہ کہ اُس وقت کی حالت سے تو کچھ ظاہر نہ ہوا مگر تھوڑی دیر بعد وقت کے اندر وہ پانی لے آیا اگرچہ یہ اتنی دیر میں جلدی کرکے اُس کی نگاہ سے جُدا نماز تیمم سے پڑھ چکا ہو کہ وقت پر دینا صریح اجابت ہے تو منع کہ سکوت سے مفہوم ہوتا تھا صریح کے معارض نہ ہوگا۔ فتاوٰی امام قاضی خان وغیرہا میں ہے: الصریح یفوق الدلالة[1] (صریح، دلالت سے بڑھا ہوا ہے۔ ت) اور یہ نہ ٹھہرائیں گے کہ وہ سکوت بغرض منع ہی تھا پھر رائے بدل گئی کہ یہ خلاف اصل ہے۔ حلیہ میں ہے:

ان قیل من این تبدل حال المسئول قلت الاصل عدم التبدل فیجری علیه مالم یقم الدلیل علی خلافه ولم یوجد[2]

اگر یہ کہا جائے کہ ہو سکتا ہے جس سے سوال ہوا اس کی حالت بدل گئی ہو۔ میں کہوں گا۔ اصل عدم تبدل ہے تو وہ امر اسی پر جاری ہوگا جس کے خلاف پر دلیل تام نہ ہوئی اور نہ پائی گئی۔ (ت)

اقول تسہیل مقام وتوضیح المقام یہ ہے کہ سکوت کے بعد یا تو وہ اصلاً نہ دے گا یا اُس نماز کا وقت نکل جانے کے بعد دے گا یا وقت میں دے گا مگر بعد اس کے کہ یہ تیمم سے پڑھ چکا یُوں کہ اسے تیمم کرتے اُس سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُس وقت پانی نہ دیا یا اُس پر مطلع نہ ہو کر دیا یا عین نماز میں دے گا یا نماز سے قبل۔ یہ چھ صورتیں ہیں۔ ان میں پہلی کا حکم ظاہر ہے کہ دلالت منع کا کوئی معارض نہ پایا گیا بلکہ اُس کا ثبوت ہوگیا تو نماز وتیمم دونوں صحیح رہے اور اخیر دو بھی قابل بحث نہیں کہ جب ختم نماز سے پہلے پانی مل گیا آپ ہی وضو کرکے پڑھنے کا حکم ہے اور چہارم کا حکم ابھی گزرا کہ اجابت ہے باقی دو صورتیں رہیں دوم وسوم ان میں ظاہر یہی ہے کہ منع پر سکوت کی دلالت مستقر ہوگئی کوئی قرینہ اس کے معارض ہونا درکنار اُس کا مؤید پایا گیا نماز صحیح ہوئی اعادہ نہ ہوگا دوم میں یُوں کہ حاجت ہر وقت متجدد ہوتی ہے جب اس حاجت کا وقت گزر دیا اور نہ نکلے نہ دیا معلوم ہوا کہ اس وقت دینا منظور نہ تھا دوسری حاجت کے وقت دینا نہ اس سوال کی اجابت کرے نہ اس کے وقت قدرت کا اثبات۔ اس وقت عجز ظاہر تھا اور وقت حاجت سوال پر سکوت نے ظن منع دیا تھا اُس کی حاجت اس کا سوال اس کا ظن سب وقت حاضر کی نسبت تھے دوسرے وقت دینے نے اس ظن کو غلط نہ کیا بلکہ ثابت ومحقق کردیا اور یہاں لاعبرۃ بالظن البین خطؤہ (اس گمان کا اعتبار نہیں جس کی خطا واضح ہو۔ ت)

---

[1] درمختار کتاب الہبۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۱۵۹

[2] حلیہ

صادق نہ آیا ورنہ چاہیے کہ وہ مہینہ بھر لیے رہے تو اس کی یہ ڈیڑھ سو نمازیں سب باطل ہوجائیں کہ بعد وقت جب ایک وقت ویسے ہی بڑا بھاری حرج ہے اور دفع حرج لازم اور اس کی طرف سے تقصیر نہیں کہ اس کے ذمہ میں سوال ہی تھا اسے بجا لاچکا محیط وبحر سے ابھی گزرا جازت صلاتہ لانہ فعل ما علیہ[1] (اس کی نماز ہوگئی اس لیے کہ اس کے ذمہ جو تھا وہ بجا لایا۔ ت) حلیہ سے گزرا:

فعل ما فی وسعہ قبل الفعل فیقع جائزا ودفعا للحرج فلا ینقلب غیر جائز[2]۔

اس کے بس میں جو تھا فعل سے قبل بجا لایا تو دفع حرج کے پیش نظر اس کا عمل جائز ہی ادا ہو تو اب ناجائز میں تبدیل نہ ہوگا۔ (ت)

اور سوم میں یوں کہ اس دینے سے بھی قدرت متقررہ ثابت ہوگی یعنی وقت عطا سے نہ مستندہ یعنی سابق سے کہ مانگنے پر اس کا چپ رہنا دوا سے تیمم کرتے اور نماز تیمم سے شروع کرتے دیکھنا اور اب بھی خاموش رہنا اس کے عجز کو مؤکد کر گیا اب قدرت جدیدہ اسے نقض نہ کرے گی۔ ولوالجیہ وحلیہ سے گزرا:

انہ اذا تأکد العجز فلا تعتبر القدرۃ بعد ذلک[3]۔

اس نے جب انکار کردیا تو عجز مؤکد ہوگیا اب اس کے بعد قدرت ہونے کا اعتبار نہیں۔ (ت)

بدستور اس کے ذمہ میں سوال تھا اُسے بجا لایا اب اس پر الزام نہیں جیسا کہ ابھی محیط وبحر وحلیہ سے گزرا اگر کہیے وہ کہ مانگ کر چلا آیا اور جلدی کرکے اس کی نگاہ سے جدا مثلاً اپنے خیمہ میں تیمم سے پڑھ لی اس کے ذمہ بھی سوال ہی تھا جسے بجا لایا اس پر کیوں الزام ہے۔

اقول سوال مطلوب بالذات وخود مقصود نہیں کہ سوال کرلیا اور عہدہ برآ ہوگئے جواب کچھ بھی ہو بلکہ وہ بغرض استکشاف حال ہے کہ جواب سے منع واجازت جو ظاہر ہو اُس پر عمل کیا جائے یہاں عطا بروقت سے اجازت ظاہر ہوئی کما تقدم (جیسا کہ گزرا۔ ت) تو مجرد سوال کر بیٹھنا اُسے بری الذمہ نہ کرے گا۔

الا تری ان الحلیۃ جعلت تأکد العجز عبارۃ اخری عن ھذا التحقق انہ فعل ما فی وسعہ کما تقدم فی المسئلۃ السابعۃ۔

دیکھیے کہ اس معنی (اس کے بس میں جو تھا بجا لایا) کی دوسری تعبیر حلیہ نے عجز مؤکد ہونے کو قرار دیا جیسا کہ مسئلہ ہفتم میں گزرا۔ (ت)

---

[1] البحرالرائق شرح کنز الدقائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۲

[2] و [3] حلیہ

بخلاف صورت دوم وسوم کہ وہاں منع ظاہر ہوا کما تقرر (جیسا کہ گزرا۔ ت) اور بخلاف اُس صورت کے کہ جسے پانی کی خبر ہونا گمان کیا اُس سے پُوچھا اُس نے سُنا اور جواب نہ دیا بعد نماز بتایا کہ سوال خبر پر جواب نہ دینا بعینہٖ ترکِ اخبار ہے اور سوال شے پر سکوت بعینہٖ انکار عطا نہیں جس کی وجہ اُوپر گزریں وباللہ التوفیق واللہ تعالٰی اعلم۔

ثم اقول یہ سب اُس صورت میں تھا کہ اُس نے مانگا اور اُس نے سکوت کیا تھا اور اگر اُس نے پانی دیکھا اور اصلاً نہ مانگا اور اُسے بعد خروجِ وقت اس کی حاجت پر اطلاع ہوئی اور پانی دیا اس صورت میں بلاشبہہ مظنون ہے کہ اگر یہ مانگتا ضرور دیتا اور تقصیر اس کی طرف سے ہے کہ سوال نہ کیا تو ایک یا جتنی نمازیں پڑھیں سب کا اعادہ چاہئے، نمبر ۹۵ میں محیط[1] سے گزرا:

لم تجز صلاتہ لانہ کان قادرا علی استعمالہ بواسطۃ السؤال فاذا لم یسألہ جاء التقصیر من قبلہ۔

اس کی نماز نہ ہوئی اس لیے کہ وہ مانگ کر اس پانی کو استعمال کرسکتا تھا۔ نہ مانگا تو کوتاہی اسی کی جانب سے ہوئی۔ (ت)

حلیہ[2] سے ابھی گزرا:

فانہ لم یستفرغ الوسع بلا شک۔

اس لیے کہ اس نے تفتیش کے ذریعہ اپنی پوری کاوش صرف نہ کی۔ (ت)

بلکہ اگر وہ اسے دیکھتا رہا کہ تیمم سے پڑھتا ہے اور باوصف اطلاع پانی نہ دیا یا بعد وقت دیا جب بھی یہ ظاہر نہیں ہوتا کہ مانگے پر بھی نہ دیتا تو بلاسوال نہ دینا ظنِ منع کی تحقیق نہیں کرتا منع یہ ہے کہ مانگے سے نہ دے اور بارہا ہوتا ہے کہ لوگ بے مانگے خود پرواہ نہیں کرتے اور مانگا جائے تو دے دیں بلکہ یہاں دُوسرے وقت بے طلب دینے سے یہی پہلو رجحان پاتا ہے کہ مانگتا تو ضرور دیتا بخلاف صورت سکوت کہ یہ سوال کرچکا تھا اور اُس نے اُس وقت نہ دیا تو ظاہر ہُوا کہ دینا منظور نہ تھا زیادات وجامع امام کرخی وبدائع وحلیہ میں ہے:

ولو طلب من رفیقہ فلم یعطہ او شک مضی علی صلاتہ فاذا فرغ سألہ فان اعطاہ توضأ واستقبل الصلاۃ لانہ ظہر

جب اسے غلبۂ ظن ہو کہ نہ دے گا یا شک کی صورت ہو تو اپنی نماز پر برقرار رہے جب فارغ ہوجائے اس سے مانگے۔ اگر وہ دے دے وضو کرکے

---

[1] محیط

[2] حلیہ

انہ کان قادرًا لان البذل بعد القدرۃ دلیل البذل قبلہ وان ابی فصلاتہ ماضیۃ لان العجز قد تقرر[1] اھ۔

از سرِ نو نماز ادا کرے، کیونکہ ظاہر ہوگیا کہ وہ قادر تھا اس لیے کہ نماز سے فارغ ہونے کے بعد دے دینا اس بات کی دلیل ہے کہ اس سے پہلے بھی دے دیتا۔ اور اگر انکار کرے تو اس کی نماز تام ہے اس لیے کہ عاجز ہونا ثابت ہوگیا۔ (ت)

اقول تقریرہ ان الاصل فی الماء الاباحۃ والحظر عارض کما قالوہ فی الحلیۃ وغیرھا فی دلیل قول الامام اذا وعدہ احد اعطاء الماء یجب الانتظار وان فات الوقت وانما یمنع لحاجۃ او شح وقد ظھر انتفاؤھما ببذلہ لان فظھر انہ لو سئل قبل لبذل لان خصوصیۃ الوقت ملغاۃ بل تاخر الوقت ادل علی البذل قبلہ اذ لو کان محتاجا الیہ قبل لانفقہ او لشح بہ لشح الیہ. لان فاذا کان ھذا فی البذل بعد السؤال وقد ارسلوہ ارسالا ولم یقیدوہ بما اذا لم یرہ یصلی متیمما فالبذل بدون سؤال اولی کما لا یخفی واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

اقول اس کی تقریر یہ ہے کہ پانی میں اصل اباحت ہے۔ اور منع عارضی چیز ہے۔ جیسا کہ حلیہ وغیرہا نے اسے بیان کیا ہے۔ امام اعظم کے اس قول کے تحت "جب اس سے کوئی پانی دینے کا وعدہ کرے تو انتظار واجب ہے اگرچہ وقت نکل جائے" — پانی سے انکار بخل کی وجہ سے ہوتا ہے یا اس لیے کہ خود اسے ضرورت ہے اور اس وقت دے دینے سے دونوں باتوں کا نہ ہونا ظاہر ہوگیا۔ اس سے یہ ظاہر ہوا کہ اگر پہلے بھی اس سے مانگا جاتا تو وہ دے دیتا۔ اس لیے کہ خصوصیتِ وقت ساقط و بیکار ہے، بلکہ وقت کا مؤخر ہونا اس سے پہلے دینے پر زیادہ دلالت کرتا ہے اس لیے کہ اگر پہلے اسے خود اس کی ضرورت ہوتی تو خرچ کرلیا ہوتا یا بخیل ہوتا تو اب بھی اس کا ضرورت مند رہتا۔ جب یہ مانگنے کے بعد دینے کا معاملہ ہے اور علماء نے اسے ارسالاً ذکر کیا یہ قید نہ لگائی کہ "جب اسے تیمم سے نماز ادا کرتے دیکھا نہ ہو" تو بغیر مانگے دے دینا تو اس سے بڑھا ہوا ہے جیسا کہ واضح ہے — اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

اور یہاں دو صورتیں وعدہ کی ہیں ایک یہ کہ نماز سے پہلے اس کے سوال پر خواہ بطورِ خود اس نے پانی دینے کا وعدہ کیا اور بعد خروجِ وقت دیا یا اس وقت کہ یہ تیمم کرکے پڑھ چکا تھا خواہ اس نے اسے دیکھا یا نہ دیکھا، اس میں کوئی صورت محلِ بحث نہیں کہ وعدہ کو ہمارے علماء نے خود ہی موجبِ قدرت جانا ہے وقت میں اسے تیمم سے

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی شرائط رکن التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۹

عاجز رہی نہیں خواہ وہ پانی کبھی نہ دے یا کبھی نہ دے مگر باتباع امام زفر کہ اخیر وقت تیمم سے پڑھے گا اُس کے خود اعادہ کا حکم ہے۔

دوسرے یہ کہ بعد نماز وعدہ کیا اور بعد خروج وقت دیا، تنبیہ پنجم میں گزرا کہ اس کا نماز پر کچھ اثر نہ ہونا چاہیے بالجملہ نماز کے بعد وقت کے اندر دینے میں مطلقاً[1] نماز کا اعادہ ہے مگر یہ کہ نماز سے پہلے یا بعد انکار کر دیا یا پہلے سکوت کیا اور اسے تیمم کرتے اور تیمم سے نماز پڑھتے دیکھا اور اُس وقت بھی ساکت رہا بعد نماز دیا کہ یہی حکم عطا بعد منع ہے اور عنقریب آتا ہے کہ وہ مفید نہیں اور بعد خروج وقت دینا مطلقاً[2] مبطل نماز نہیں مگر اس حالت میں کہ اُس نے دیکھا اور اصلاً نہ مانگا اور اُس نے بعد وقت دے دیا یہ تمام مباحث اوّل تا آخر سوائے استہلاک کہ دُرِّ مختار میں مصرح تھا اس فقیر بارگاہ رسالت علیہ افضل الصلٰوۃ والتحیۃ نے تفقہاً ذکر کیں

فیراجع ولیحرر فان اصبت فمن ربی وله الحمد وان اخطأت فمنی ومن الشیطٰن والله ورسوله عنه بریئان جل وعلا وصلی الله تعالٰی علیه وسلم والله سبحٰنه وتعالٰی اعلم۔

تو اس کی مراجعت اور تنقیح کر لی جائے۔ اگر میں نے ٹھیک بیان کیا تو میرے رب کی جانب سے ہے اور اگر میں نے غلطی کی تو یہ میری طرف سے اور شیطان کی طرف سے ہے خدائے بزرگ و برتر اور اس کے رسول اور ان پر خدا کی طرف سے سلام ورحمت ہو۔ اس سے بری ہیں — اور خدا پاک و برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۰: منع کے بعد دینا مفید نہیں کما فی الزیادات وصدر الشریعۃ والغنیۃ والبحر یاتی (جیسا کہ زیادات، صدر الشریعۃ، غنیہ اور بحر نے ذکر کیا اور آگے بھی آئے گا۔ ت)

اقول اس کی تفصیل یہ ہے کہ اگر اس نے نماز سے پہلے مانگا اور اُس نے انکار کر دیا پھر نماز سے پہلے ہی دے دیا خواہ بطور خود یا اس کے دوبارہ مانگنے پر خواہ یہ دوبارہ مانگنا تیمم سے پہلے ہو یا بعد ہر حال میں یہ دینا مفید ومعتبر ہے کہ اس عطا نے اس منع کو منسوخ کر دیا، اگر تیمم کر چکا ہے ٹوٹ گیا وضو کرکے نماز پڑھے اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا اور نماز کے بعد دیا آپ یا اس کے مانگنے پر تو یہ دینا معتبر نہیں کہ اُس کے انکار کے سبب عجز

---

[1] مطلقاً مبطل نماز ہے کہ بصورت وعدہ یہ پانی دینا مبطل نماز نہ ہوگا کہ وہ خود ہی باطل تھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

[2] یہ صورت وعدہ کو بھی شامل کہ وہ نماز خود ہی باطل تھی تو یہ پانی مبطل ۱۲ منہ غفرلہ (م)

متحقق اور تیمم جائز ورنہ نماز صحیح ہوچکی اور قاعدہ شرعیہ ہے کہ من سعی فی نقض ما تم من جہتہ فسعیہ مردود علیہ (جو ایسے امر کو توڑنے کی کوشش کرے جو اس کی جانب سے مکمل ہوگیا اس کی کوشش اسی پر پلٹ جائے گی۔ ت) جب انکار سابق ہے تو عطائے لاحق قدرت سابقہ کیونکر ثابت کرسکتی ہے ہاں فی الحال قدرت ثابت ہوگی اب دیتے وقت تیمم ٹوٹے گا اور آئندہ کے لیے وضو کرے گا۔ اور اگر نماز سے پہلے انکار کیا درمیان نماز میں کیا تو نماز و تیمم دونوں جاتے رہے کہ اگرچہ قدرت سابقہ ثابت نہ ہوئی فی الحال تو ثابت ہوئی اور وسط نماز میں اگرچہ قعدہ اخیرہ کے بعد سلام سے پہلے متیمم کا پانی پر قادر ہونا نماز و تیمم کو باطل کرتا ہے کما تقدم عن الخانیۃ (جیسا کہ پہلے خانیہ کے حوالے سے گزرا۔ ت)

مسئلہ ۱۱ اقول دینے کے بعد منع مفید ہے اور اس کا فائدہ صرف اسی قدر ہے کہ تیمم اگر بوجہ عطا ناجائز ہوا تھا اب جائز ہوجائے۔ اس سے زیادہ وہ عطا کے کسی اثر کو زائل نہیں کرتا مثلاً تیمم کے بعد اس نے پانی دیا تیمم ٹوٹ گیا اب منع کرنے سے واپس نہ آئے گا یونہی اگر قبل تمام نماز دیا یا بے سبقت منع بعد نماز وقت دیا نماز جاتی رہی اب منع کرنے سے صحیح نہ ہوجائے گی۔ اور اگر اس عطا سے تیمم خود ہی ممنوع ہوا تھا جب تو یہ منع پھر بھی مفید نہ ہوگا کہ اس کا فائدہ اباحت تیمم تھا اور وہ پہلے سے حاصل ہے تیمم کا فائدہ بھی اسی وقت ہے جبکہ پانی ابھی خرچ نہ ہوا ہو دینے والے کی ملک پر باقی ہو ورنہ دینے والا اس میں تصرف سے ممنوع نہ ہو مثلاً پانی بطور اباحت دیا اگر تیمم پہلے کرچکا تھا جب تو ہنوز وضو پورا نہ کیا تھا کہ اس نے منع کردیا اب اسے پانی کا استعمال جائز نہ رہا یونہی اگر پانی ہبہ کیا تھا اور ابھی اس کا قبضہ نہ ہوا تھا کہ اس نے منع کردیا کہ ہبہ قبل قبضہ ناتمام تھا اور اسے رجوع کا اختیار حاصل۔ اور اس صورت میں بھی تیمم اگر پہلے کرچکا تھا زائل کہ مجرد اباحت آب بلکہ زیادہ ناقض تیمم ہے نہ کہ ہبہ ہاں اگر یہ قبضہ کرچکا تو اب اس کا منع بیکار ہے کہ اس کی ملک زائل ہوچکی اور بے رضا یا قضا اسے رجوع کا اختیار نہیں بخلاف اس صورت کے کہ پانی اس کے ہاتھ بیچا اور بائع نے اپنا خیار شرط رکھا تھا اور یہ ابھی پانی مستعمل نہ کرنے پایا تھا کہ اس نے بیع فسخ کردی کہ یہاں اسے اختیار تصرف پہلے ہی سے نہ تھا تیمم سابق باقی رہا کہ بیع میں جب بائع کا خیار شرط ہو مبیع اس کی ملک سے خارج ہو نہ مشتری کو اس میں تصرف جائز اگرچہ باذن بائع قبضہ کرچکا ہو۔ ہدایہ میں ارشاد فرمایا:

خیار البائع یمنع خروج المبیع عن ملکہ ولا یملک المشتری التصرف فیہ وان قبضہ باذن البائع[1]

بائع کا خیار اس کی ملک سے مبیع کے نکلنے سے مانع ہے اور اس میں مشتری تصرف کا مالک نہیں اگرچہ بائع کی اجازت سے اس پر قبضہ کرچکا ہو۔ (ت)

---

[1] الہدایۃ باب خیار الشرط مکتبہ عربیہ کراچی ۳/۲۵۰

کی ضرورت (۱۲۵) تمام لوگوں کی طہارت پر وقف اور یہ اُن میں نہیں (۱۳۵) ملک غیر جس میں یہ صورت جہاں رہنا بھی داخل (۳۴) نہانا ہے اور ستر نہیں (۵۵) عورت کو وضو کرنا ہے اور ستر نہیں (۶۳) پانی باہر ہے اور عورت کے پاس چادر نہیں (۸۰) سواری سے اتارنے چڑھانے کو محرم نہیں (۸۶) اُترنے سے زخم کا سیلان جاری رہے گا (۹۸) پانی سے طہارت کسی مرگ کو بے بدل فوت کرے گی (۱۰۱) فاسق کے آجانے کا اندیشہ (۱۰۲) کپڑے تنگ کرنے سے بے ستری ہوگی (۱۴۳) پانی مسجد میں ہے اور یہ جنب (۱۹۰ و ۱۹۱) مرض تحت پردہ سے احتراز (۹۳ تا ۹۶)، تخلف وانتشہ ومردمیت کا تیمم اکیس یہ اور تین وہ کہ نمبر (۱۵ و ۱۲۸ و تنبیہ بعد نمبر ۱۹۱) میں گزریں چوبیس ہوئیں۔ در پچیسویں یہ صورت کہ جنب نہایا اور بدن کا کچھ حصہ دھونے سے رہ گیا پانی ختم ہوگیا تیمم کیا پھر حدث ہوا اس کے لیے تیمم کیا اب اس پر دو واجب ہیں جو حصہ نہانے میں رہ گیا تھا اس کا دھونا اور تیمم جنابت کے بعد حدث ہوا ہے لہذا اس کے لیے وضو کرنا اب اس نے پانی پایا جس سے وہ حصہ دھل سکتا ہے یا وضو کرے تو وضو ہو سکتا ہے مگر دونوں کے لیے کافی نہیں اسے حکم ہے کہ وہ حصہ دھوئے اور امام ابو یوسف کے نزدیک حدث کا تیمم نہ جائیگا کہ پانی اگرچہ اس کے لیے کافی تھا مگر شرعاً اس سے وضو نہ کر سکتا تھا کہ اُسے اس پانی کے میں صرف کرنا واجب تھا۔ یہ مسئلہ ہم نے اپنے رسالہ "نعمۃ البدیعۃ" کے قول میں مفصل ذکر کیا ہے وہاں دیکھا جائے وقد رجحت فیها قول محمد [illegible] کے قول کو ترجیح دی ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۲ ضروریہ **اقول** یہاں دو مسئلے ہیں ایک یہ کہ پانی قریب ہونے کا ظن غالب ہو تو طلب یعنی تلاش واجب ہے بے تلاش تیمم جائز نہیں دوسرا یہ کہ کسی کے پاس پانی موجود ہو اور ظن غالب ہے کہ مانگے سے دے دے گا تو طلب یعنی مانگنا واجب ہے بے مانگے تیمم جائز نہیں۔ پہلے مسئلہ کی نسبت شرح تعریف رضوی کے فائدہ چہارم میں ہم تحقیق کر آئے کہ یہ وجوب بمعنی اشتراط ہے یعنی تلاش کر لینا شرط صحت تیمم ہے بے اس کے تیمم و نماز مطلقاً فی الحال باطل اگرچہ بعد کو یہی ظاہر ہو کہ پانی نہ تھا۔

ولکن نقل عنه العلامة السید ابو السعود و ط و ش فی حواشی الدر والدر هو ما نص علیه فی المعتمدات ان لو صلی بتیمم وثمه من یسأله ثم اخبره بالماء اعاد والا لا کما قدمنا فی المسئلة السابعة

سید ابو السعود، سید طحطاوی اور سید شامی نے کہ در مختار کے حواشی میں اسی کو لیا ہے جیسا کہ معتمد کتابوں میں اس کی تصریح کی ہے کہ اگر تیمم سے نماز پڑھ لی جب کہ وہاں ایسا کوئی شخص موجود تھا جس سے یہ پانی کے بارے میں پوچھ سکتا تھا پھر اس نے

ف: درمختار باب التیمم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۴

عزوه للمحيط والحلية والزيلعي والبحر اهـ ايضا بان في البحر عن السراج لو تيمم من غير طلب وكان الطلب واجبا وصلى ثم طلب فلم يجده وجبت عليه الاعادة اهـ ومفاده ان تجب الاعادة هنا وان لم يجده بعد التفتيش ومثله في ط وفتح الله المعين۔

اقول رحمهم الله تعالى ورحمنا بهم اين هذا وجوب الطلب وكيف يجب وهو لا يدري ان الماء قريب ام لا فضلا عن غلبة الظن بالقرب انما الواجب ههنا السؤال عمن يظن ان عنده علما بحال الماء بعدا وقربا وفرق بيّن بين المسألتين فان من ظن القرب فقد ظنه قادرا على الماء فبطل تيممه ما لم يطلب قبل التيمم فيظهر خطؤ ظنه اما من ظن ان عند هذا احدا علما بحال الماء فهو لا يدري انه ان سأله يخبره بقرب الماء او بعده فلم يكن للقرب مظنة من الظن فلم يوجد ما يعارض العجز الظاهر فصح تيممه وتمت صلاته الا ان يظهر القرب فتجب الاعادة لان التفريط جاء من قبله بترك السؤال۔

پانی کی خبر دی تو نماز کا اعادہ کرے ورنہ نہیں جیسا کہ درمختار میں ہے اور مسئلہ ہفتم میں ہم اس پر محیط، حلیہ، زیلعی اور بحر کا بھی حوالہ دے چکے ہیں ان سادات محشیین کا مفاد یہ ہے کہ بحر میں سراج کے حوالہ سے ہے کہ اگر بغیر تلاش کیے تیمم کر لیا جبکہ تلاش واجب تھی اور نماز پڑھ لی پھر تلاش کیا مگر پانی نہ ملا تو بھی اس پر اعادہ واجب ہے اھ یہ شامی کے الفاظ ہیں اور اسی کے مثل حاشیہ طحطاوی اور فتح اللہ المعین میں بھی ہے۔

اقول (میں کہتا ہوں) خدا ان حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر بھی رحمت فرمائے یہاں پر تلاش کہاں واجب ہے اور کیسے واجب ہوگی جب کہ وہ جانتا ہی نہیں کہ پانی قریب ہے یا نہیں وہ قریب کا غلبہ ظن ہونا تو دور کی بات ہے یہاں پر واجب صرف یہ ہے کہ ایسے شخص سے دریافت کرے جس کے بارے میں اس کا یہ گمان ہو کہ وہ پانی کی حالت کچھ جانتا ہوگا ــــ اور ان دونوں مسئلوں میں کھلا ہوا فرق ہے۔ اس لیے کہ جسے قرب آب کا گمان ہے اسے پانی پر اپنی قدرت کا گمان ہے تو اس کا تیمم باطل ہے جبکہ قبل تیمم تلاش نہ کرے کہ اس کے گمان کی غلطی ظاہر ہو ــــ لیکن جسے یہ گمان ہو کہ اس شخص کو پانی سے متعلق کچھ آگاہی ہوگی تو اسے یہ پتا نہیں کہ اگر اس شخص سے دریافت کرے تو وہ پانی کا قریب ہونا بتائے گا یا دور ہونا بتائے گا تو

۱؎ البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۶۱
۲؎ ردالمحتار مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۱

قرب کا ظن کسی طرح نہ حاصل ہو، تو اس کے عجز ظاہر کے معارض نہ ہوا اس لیے اس کا تیمم صحیح ہے اور اس کی نماز تمام ہے مگر یہ کہ پانی کا قریب ہونا منکشف ہو تو اعادہ لازم ہوگا اس لیے کہ کوتاہی اسی کی جانب سے ہوئی کہ اس نے دریافت نہ کیا۔ (ت)

کلام دُوسرے مسئلہ میں ہے کہ یہاں بھی وجوب بمعنی اشتراط ہے کہ بے طلب حل اگرچہ مانگے تیمم کرے سرے سے صحیح ہی نہ ہو اور نماز باطل ہو اگرچہ بعد کو نہ دینا ہی ظاہر ہو یا ایسا نہیں۔ عجب یہ ہے کہ یہاں عباراتِ جانبین میں افادۂ اشتراط پر آئیں اور جانب حکم صحتِ تیمم و نماز پر۔ اُدھر کافی و خانیہ و خزانۃ المفتین و نہایہ و حلیہ و خزانہ و برجندی کی عبارتیں جن میں تیمم کی نسبت لایجوز ہے مثلاً لایجوز التیمم قبل الطلب (قبل طلب تیمم جائز نہیں۔ ت) اگر معنے نفی حل کو محتمل بھی رکھے جائیں تو امام صفار و قدوری و ہدایہ و تبیین و منیہ و غنیہ و ہروی علی الکنز کے نصوص جن میں صراحۃً لایجزئہ (کفایت نہیں کرسکتا۔ ت) ہے۔ مثلاً صلی بالتیمم قبل الطلب لایجزئہ (قبل طلب تیمم سے نماز ادا کرلی تو یہ اسے کفایت نہیں کرسکتی۔ ت) قابل تاویل نہیں خصوصاً غنیہ نے مسئلہ اولٰی سے اس کی تشبیہ امام صفار سے نقل کی کہ لایجزئہ قبل الطلب کما فی العمران (قبل طلب یہ اسے کام نہیں دے سکتا جیسے آبادیوں میں۔ ت) انھیں کے قریب ہے جوہرہ و شرح وقایہ و جواہر اخلاطی وغیرہا کی عبارتیں جن میں عدم جواز بہ نسبت نماز ہے کہ ان لم یطلب و صلی لم یجز و لفظ الجواہر شرع فی الصلاۃ قبل الطلب لایجوز (اگر طلب نہ کیا اور نماز ادا کرلی تو جائز نہیں۔ اور جواہر کے الفاظ یہ ہیں: طلب کرنے سے پہلے نماز شروع کردی تو یہ جائز نہیں۔ ت) بحث علامہ ابراہیم حلبی سے گزرا لاتصح الصلاۃ بدونہ (اس کے بغیر نماز درست نہیں۔ ت) غنیہ میں زیر مسئلہ جنب وجد الماء فی المسجد (جنابت والا مسجد میں پانی پائے۔ ت) اسی

ا؎ البرجندی فصل فی التیمم مطبع نولکشور بالسرور ١/ ٣٠

٢؎ المختصر للقدوری باب التیمم مکتبہ مجتبائی کانپور ص ١٢

٣؎ منیۃ المصلی " مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ٥٠

٤؎ شرح الوقایہ " مکتبہ رشیدیہ دہلی ١/ ١٠١

٥؎ جواہر اخلاطی قلمی نسخہ کتاب التیمم

٦؎ غنیۃ المستملی باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ٦٩

٧؎ حلیہ

مسئلۂ سوال اور فیض پر تفریعات میں فرمایا وحیث یجب لا یصح تیممہ الا بعد الطلب[1] جہاں مانگنا واجب ہے اس کا تیمم درست نہیں مگر بعد انکار جس کو دے کر بے مانگے تیمم ہرگز ہی نہیں تو نماز مطلقاً باطل ہوگی اگرچہ بعد کو ظن عطا کی خطا ظاہر ہو جائے کہ مانگتے سے نہ ملتے۔ ادھر مسئلۂ نہم میں زیادات وجامع کرخی ومحیط سرخسی وخلاصہ وجز ہ وشرح وقایہ وحلیہ وعالمگیریہ وبحر[1] اور مسئلۂ ہفتم میں حلیہ وصدر الشریعۃ وغنیہ وغیرہ[عہ] سے روشن ہوا کہ صرف ظن عطا سے بطلان نماز کا حکم صحیح نہیں صحیح ومعتمد ظاہر الروایۃ یہی ہے کہ صرف غلبۂ ظن عطا سے تیمم باطل ہو نہ نماز اگر ظن عطا کی خطا ظاہر ہو دونوں صحیح ہیں۔ کتب حاضرہ میں اس صاف تعارض کی طرف کوئی توجہ مبذول نہ ہوئی۔

واقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں۔ ت) مخلص وہی ہے کہ ہم نے تاویل روایت نادرہ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی میں ذکر کیا بحال ظن منع حکم ظاہر وحاضر عدم صحت نماز ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے ورنہ دے[عہ۲] اور بحال شک وظن منع حکم ظاہر وحاضر صحت ہے مگر یہ کہ بعد کو مانگے سے یا آپ دے دے بالجملہ اول میں فساد اور ثانی میں صحت کا حکم موقوف ہے خلاف ہو تو رہے گا ورنہ بدل جائے گا جیسے[1] صاحب ترتیب کو فائتہ یاد اور وقت میں وسعت ہے اور وقتیہ پڑھ لی اس کے فساد کا حکم دیا جائے گا مگر فساد موقوف اگر قبل قضائے فائتہ چار وقتیہ اور پڑھ لے گا اور سب میں پچھلی کا وقت نکل جائے گا سب صحیح ہو جائیں گی اور اگر اس بیچ میں فائتہ کی قضا کر لے تو اس سے پہلے جتنی وقتیہ پڑھی تھیں سب کی فرضیت باطل ہو کر نفل رہ جائیں گی کما هو مصرح به فی محله (جیسا کہ اس کے موقع پر اس کی صاف صراحت موجود ہے۔ ت)

رہا فرق کہ پہلے مسئلے میں اس کے ظن کا اعتبار رہا اگرچہ واقع اس کے خلاف ہو اور یہاں نہیں اس کی کیا وجہ ہے؟

اقول قرب پانی شرعاً مفقود ہے تو ظن قرب عین ظن قدرت ہے اور ظن مثل یقین تو قدرت معلوم تو تیمم شرعاً معدوم اور معدوم صحیح نہ ہو جائے گا بخلاف ظن عطا کہ عجز معلوم اور ظن اس کا ہے کہ اگر مانگوں تو دے دے گا اور قدرت نہ ہوگی مگر بعد عطا تو یہ اس کا ظن نہ ہوا کہ قدرت ہے بلکہ اس کا کہ آئندہ ہو سکتی ہے نظیرہ ما قدمناه فی مسألة الوعد ووجدنا التصریح به فی مسألة الرجاء فی الکافی و الکفایۃ (یہ اسی کی نظیر ہے جو مسئلۂ وعدہ میں ہم نے پیش کیا اور جس کی تصریح ہمیں کافی وکفایہ میں مسئلۂ امید کے

عہ یہ عبارات وہ ہیں جن کا حوالہ مسئلۂ ہفتم میں ہے ۱۲ (م)

عہ۲ اس میں منع کی پانچوں صورتیں داخل ہیں صراحۃً ہوں یا حکماً ۱۲ منہ غفرلہ (م)

---

[1] حلیۃ المحلی

اندھا۔ ت) لہٰذا یہ ظن مناطِ حکم نہ ہوا مگر جب کہ واقع نہ ظاہر ہو کہ ہنگامِ فواتِ ذریعۂ علم ظنیات میں ظن معمول بہ ہے، اور ایک توجیہ مع اشارۂ تضعیف افادہ فرمائی صفحہ ۱۰۰ وطبع اول میں گزری کہ جب تک علم میسر ہو ظن پر عمل نہیں، فتح القدیر بحثِ استقبال میں ہے:

التحری الی الدلیل الظنی وترك القاطع مع امكانه لایجوز[1]۔

دلیلِ قطعی میسر ہونے کے باوجود اسے چھوڑنا اور دلیلِ ظنی کو لینا جائز نہیں۔ (ت)

مسئلۂ قرب وبعد میں تحصیلِ علم بے وقت میسر نہیں لہٰذا ظن پر مدار رہا اور مسئلۂ عطا ومنع میں میسر لہٰذا ظن معتبر نہ ہوا مگر جب کہ درکِ حقیقت نہ ہو۔

واشار الی ضعفه بقوله یمکن ان یوجه اقول ووجه ضعفه انه یوجب السؤال عند ظن المنع ایضا فیکون ترجیحا لثالث ف من اقوال المسألة الدسة وانما الراجح بل المرجع الیه الکل بالتوفیق هو القول الثالث ان لاوجوب الا عند ظن العطاء۔

میں نے "یمکن ان یوجه" (اس کی یہ توجیہ کی جاسکتی ہے) کہہ کر اس کے ضعف کی طرف اشارہ کیا **اقول** اس توجیہ کے ضعف کی وجہ یہ ہے کہ اس سے لازم ہوتا ہے کہ انکار کا ظن غالب ہو جب بھی سوال کرے تو اس سے مسئلہ ششم کے اقوال میں سے دوسرے قول کی ترجیح ہوگی جب کہ راجح بلکہ بعد تطبیق سبھی اقوال کا مرجع ومآل تیسرا قول ہے کہ صرف ظنِ عطا کی صورت میں سوال واجب ہے۔ (ت)

فان قلت اذن ما الجواب عما مر من منع العمل بالظن مع تیسر تحصیل العلم **اقول** لاتیسر اذا لم یظن العطاء لان السؤال ممن یمنع ذلة شدیدة وھی مظنونة ھنا او محتملة علی سواء وقد نھی عه الشرع المطھر المؤمن عن عرض نفسه للذل۔

اگر سوال ہو کہ پھر یہ جو گزرا کہ تحصیلِ یقین میسر ہوتے ہوئے ظن پر عمل جائز نہیں، اس کا کیا جواب ہے؟ **اقول** ظنِ عطا نہ ہونے کی صورت میں تحصیلِ یقین میسر وآسان نہیں اس لیے کہ ایسے شخص سے مانگنا جو نہ دے سخت ذلت ہے اور یہاں اس کا یا تو ظن غالب ہے یا احتمالِ مساوی۔ اور شرعِ مطہر نے مومن کو اس سے روکا ہے کہ وہ اپنی ذات کو معرضِ ذلت میں لائے۔ (ت)

عه کما تقدم فی المسألة الدسة ۱۲ منه غفرله (م) (جیسا کہ مسئلہ ششم میں گزرا۔ ۱۲ منہ غفرلہ۔ ت)

[1] فتح القدیر باب شروط الصلوٰۃ مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/ ۲۳۵

فان قلت اذن یجب ادارۃ الامر علی ظنه فی ظن السمت لتعسر تحصیل العلم فتصح صلاته وان اخطأ بعد ما تحری کما نص علیه المحقق من تقییده بما تم فی الخلاصة وغیرها مما مر فی المسألة الخامسة **اقول** قد کان الاصل ایجاب السؤال لتیسره فی نفسه وانما رفع عنه لعارض فاذا ظهرت الحقیقة عملت عملها وزال ما کان لعارض وهو اقامة الظن مقامها کما تقدم عن صدر الشریعة وهذا ما وعدنا ثمه من ان للکلام تتمة، هذا کله ما ظهر للعبد، والعلم بالحق عند ربی، ان ربی بکل شیء علیم، وصلی الله تعالی علی حبیبه الکریم، وآله وصحبه ذوی التکریم، والحمد لله رب العالمین۔

اب اگر یہ سوال ہو کہ پھر تو ظنِ سمت کی صورت میں مدارِ کار اس کے گمان پر رکھنا ضروری ہوگا کیونکہ تحصیلِ یقین دشوار ہے تو اگر وہ بعد میں ہٹ جائے جب بھی اس کی نماز صحیح رہے گی تو راجح وہی ہوگا جو خلاصہ وغیرہا کی تفریعاتِ مشائخ سے محقق علی الاطلاق نے سمجھا جس کا ذکر مسئلہ پنجم میں گزرا **اقول** (جواباً میں کہوں گا) اصل تو یہی تھی کہ مانگنا واجب کیا جائے کیونکہ فی نفسہٖ یہ میسر و آسان ہے اور عارض کی وجہ سے یہ حکم اس سے اٹھایا گیا پھر جب حقیقت ظاہر ہوجائے تو وہ اپنا کام کرے گی اور ظن کو حقیقت کے قائم مقام رکھنے کا جو حکم عارض کی وجہ سے تھا وہ بھی ختم ہوجائے گا، جیسا کہ صدر الشریعہ کے حوالے سے بیان ہوا۔ یہی وہ ہے جس کا ہم نے وہاں (افادہ پنجم صفحہ ۲۲۲ طبع اول میں) وعدہ کیا تھا کہ اس کلام کا کچھ تکملہ بھی ہے۔ یہ سب وہ ہے جو قلبِ فقیر پر ظاہر ہوا اور حق کا علم میرے رب کے یہاں ہے۔ بلاشبہ میرے رب کو ہر چیز کا علم ہے۔ خدائے برتر اپنے حبیب کریم اور ان کی مکرم آل واصحاب پر درود نازل فرمائے۔ اور سب خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا ہی کے لیے ہیں۔ (ت)

یہ ہیں وہ مسائل جن کا یہاں لانا منظور تھا۔

ذکرِ قوانین: یہ مسائل بقصدِ تعالٰی ایسی وجہ پر بیان ہوئے کہ فہیم ذی علم ان سے تازہ وضع قانون بھی کر سکتا ہے اور قوانین موضوعہ کی جانچ بھی، اور یہ کہ خلافیات میں وہ کس کس قول پر مبنی ہیں اور اقوال منقولہ پر کیا ہونا چاہیے۔ یہ معیار پیشِ نظر رکھ کر قوانین علما مطالعہ ہوں۔

الاول القانون الصدری

الامام صدر الشریعة نقل اولا عن المبسوط ان لم یطلب وصلی لم یجز لان

اول — قانون امام صدر الشریعہ:

امام صدر الشریعہ نے پہلے مبسوط سے یہ عبارت نقل کی: اگر اس نے طلب نہ کیا اور نماز ادا کرلی

الماء مبذول عادة ومن موضع آخر منه عليه ان يسأل الا على قول حسن بن زياد فان السؤال ذل ونقول ماء الطهارة مبذول عادةً۔

ثم من الزيادات ما تقدم في المسألة الثالثة من انه يقطع الصلاة ان غلب على الظن الاعطاء والا لا وادرج فيه ما مر في السبق الثاني من وجوب السؤال في الشك ايضا اذا رأى خارج الصلاة لان العجز مشكوك۔

قوله ثم قال في الزيادات فاذا فرغ من صلاته فسأله فاعطاه او اعطى بثمن المثل وهو قادر عليه استأنف الصلاة و اذا ابى تمت صلاته وكذا اذا ابى ثم اعطى لكن ينتقض تيممه الآن۔

ثم قال رحمه الله تعالى اقول ان اريد ان تستوعب الاقسام كلها فاعلم انه اذا رأى الماء خارج الصلاة وصلى ولم يسأل بعد الصلاة ليظهر العجز والقدرة فعلى ما ذكر في المبسوط سواء غلب على ظنه الاعطاء او عدمه او شك فيهما وهي مسألة المتن۔

واذا رأى في الصلاة ولم

تو جائز نہیں اس لیے کہ پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے۔" اور مبسوط ہی کے دوسرے مقام سے یہ عبارت بھی: "اس پر یہ ہے کہ مانگے مگر حسن بن زیاد کے قول پر یہ نہیں اس لیے کہ مانگنے میں ذلت ہے۔ اور ہم یہ کہتے ہیں کہ طہارت کا پانی عادۃً دے دیا جاتا ہے"۔

پھر زیادات سے وہ کلام نقل کیا جو مسئلہ سوم میں گزرا کہ "اگر دینے کا گمان ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں"۔ اور اسی میں وہ بات بھی اپنی طرف سے درج کر دی جو مقام دوم میں گزری کہ "شک کی صورت میں بھی مانگنا ضروری ہے جب کہ نماز کے باہر دیکھا ہو اس لیے کہ عجز مشکوک ہے"۔

تحریر فرمایا کہ پھر زیادات میں یہ لکھا ہے: "پھر جب نماز سے فارغ ہو کر اس سے مانگا اس نے دے دیا یا ثمن مثل پر دیا اور یہ ثمن مثل پر قادر ہے تو وہ از سر نو نماز پڑھے اور انکار کر دیا تو اس کی نماز پوری ہو گئی۔ اسی طرح جب انکار کرے پھر بعد میں دے دے لیکن اب اس کا تیمم ٹوٹ جائے گا"۔

پھر صدر الشریعۃ رحمہ اللہ تعالیٰ نے تحریر فرمایا: "میں کہتا ہوں اگر ساری قسموں کا احاطہ منظور ہو تو معلوم ہو کہ جب اس نے بیرون نماز پانی دیکھا اور نماز پڑھ لی، بعد نماز مانگا بھی نہیں کہ عجز یا قدرت کا انکشاف ہو تو اس کا حکم وہ ہے جو مبسوط میں ذکر ہوا خواہ اسے دینے کا گمان ہو یا نہ دینے کا یا دونوں میں شک ہو۔ یہ وہ مسئلہ ہے جو متن میں مذکور ہے۔

اور جب اندرون نماز دیکھا اور بعد نماز

۱؎ شرح الوقایۃ باب التیمم مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۱۰۱

يسأل بعدها فكذا وان رأى خارج الصلاة ولم يسأل وصلى ثم سأله فان اعطى بطلت صلاته وان ابى تمت سواء ظن الاعطاء او المنع او شك فيهما وان رأى فى الصلاة فكما ذكر فى الزيادات لكن يبقى صورتان احدهما انه قطع الصلاة فيما اذا ظن المنع او شك فسأله فان اعطى بطل تيممه وان ابى فهو باق والاخرى انه اذا اتم الصلاة فيما اذ ظن انه يعطى ثم سأل فان اعطى بطل صلاته وان ابى تمت لانه ظهر ان ظنه كان خطأ بخلاف مسألة التحرى الى اخر ما تقدم فى الافادة الخامسة.

قوله العجز مشكوك تقدم ما فيه **قوله** (فاذا فرغ عن صلاته) **اقول** لم ينقل عبارة الزيادات متسقة فان تعين فيها مرجع فرغ الى من ظن منعا او شك فذاك والا فهو للمصلى مطلقا لاسيما وقد

طلب نہ کیا تو بھی یہی حکم ہے — اور اگر بیرونِ نماز دیکھا اور طلب نہ کیا، نماز پڑھ لی پھر مانگا تو اب اگر دے دے اس کی نماز باطل ہوگئی اور انکار کردے تو پوری ہوگئی خواہ پہلے اسے عطا کا گمان رہا ہو یا منع کا، یا دونوں میں شک رہا ہو — اور اگر اندرونِ نماز دیکھا تو حکم وہی ہے جو زیادات میں بیان ہوا۔ لیکن اس میں دو صورتیں رہ جاتی ہیں، ایک یہ کہ اس نے ظنِ منع یا شک کی صورت میں نماز توڑ دی پھر اس سے مانگا اب اگر وہ دے دے تو اس کا تیمم باطل ہوگیا اور انکار کردے تو باقی ہے۔ دوسری صورت یہ کہ ظنِ عطا کی صورت میں اس نے نماز پوری کرلی پھر مانگا اب اگر وہ دے دے تو اس کی نماز باطل ہوگئی اور انکار کردے تو پوری ہوگئی کیونکہ ظاہر ہوگیا کہ اس کا گمان غلط تھا بخلاف مسئلہ تحری کے — اس کے بعد آخر تک وہ بیان کیا ہے جو افادۂ پنجم کے تحت گزرا۔

(۱) عبارت زیادات میں صدر الشریعہ کے [illegible]

قول (عجز مشکوک ہے) پر کلام گزر چکا (۱) عبارت زیادات کے یہ الفاظ "پھر جب وہ اپنی نماز سے فارغ ہوجائے" **اقول** صدر الشریعہ نے زیادات کی عبارت مرتب و مسلسل ذکر نہ کی۔ اس کی عبارت میں اگر "فرغ" (فارغ ہوجائیگا) ضمیر کا مرجع "من ظن منعا او شك" (جو نہ دینے کا گمان کرے

---

۱ شرح الوقایۃ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۱۰۲

وقع بعد قوله وان غلب على ظنه انه يعطيه فيشمل الصورة الاخرى التي ذكر رحمه الله تعالى انها متروكة.

یا اسے شک ہو) متعین ہے تب تو کلام ویسے ہی ہے جیسے صدر الشریعۃ نے کہا اور ضمیر مطلقاً "معنی" کیطرف ہوگی خصوصاً جبکہ اس کے بعد یہ الفاظ آسکے ہیں" اور اگر اسے غالب گمان ہو کہ دے دے گا" ____ اس تقدیر پر یہ کلام زیادات اُس صورت دوم کو بھی شامل ہوگا جسے صدر الشریعۃ نے بتایا کہ وہ متروک ہے۔ (ت)

قوله (وكذا اذا ابى ثم اعطى)

اقول الكلام فيما بعد الصلاة لكن البعدية تلزم في العطاء سواء كان الاباء قبل الصلاة كان اذا سأل قبلها فابى فتيمم فصلى ثم اعطى لسؤاله او بدونه او بعد الصلاة كما اذا علم فيها فاتمها ثم سأله فابى ثم اعطى لسؤاله الاخر او بغيره مضت الصلاة في الوجهين اما لو كان العطاء قبل تمام الصلوة بعد الاباء فانه ينسخ الاباء مطلقا كما قدمنا في المسألة العاشرة.

(۳) عبارت زیادات (اسی طرح جب وہ انکار کرے پھر دے دے) **اقول** کلام بعد نماز کے احوال سے متعلق ہے لیکن بعدیت صرف دینے میں لازم ہے۔ انکار خواہ قبل نماز ہو جیسے یہ صورت ہو کہ قبل نماز اس نے مانگا تو اس نے انکار کیا اب اس نے تیمم کرکے نماز پڑھ لی پھر اس نے مانگنے پر یا بغیر مانگے دے دیا ____ یا بعد نماز ہو جیسے یہ صورت ہو کہ ادھر دوران نماز علم ہوا تو اس نے نماز پوری کرلی پھر اس سے مانگا اس نے انکار کردیا اس کے بعد دوبارہ اس کے مانگنے پر یا بغیر مانگے دے دیا تو دونوں صورتوں میں نماز ہوگئی۔ لیکن اگر بعد انکار دینا نماز پوری ہونے سے قبل ہوگیا تو یہ دینا انکار سابق کو مطلقاً منسوخ کردے گا جیسا کہ مسئلہ دہم میں ہم نے بیان کیا۔ (ت)

قوله (فعلى ما ذكر في المبسوط) اي لم تجز صلاته لتركه الطلب. وجوز اخي جلبي ان يكون المراد بما في المبسوط قول الحسن.

اقول انما يسند الى الكتاب ما اعتمده لا ما اورده ورده.

(۴) صدر الشریعۃ کے الفاظ (تو اس کا حکم وہ ہے جو مبسوط میں ذکر ہوا) ____ یعنی اس کی نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ اس نے طلب ترک کردی۔ اخی چلپی نے فرمایا ہے کہ ہوسکتا ہے (ما فی المبسوط ____ جو مبسوط میں ہے) سے مراد حسن کا قول ہو۔ **اقول** کتاب کی طرف اسی بات کی نسبت کی جائے گی جس پر اس نے اعتماد کیا نہ وہ جس کو اس نے نقل کرکے اس کی تردید بھی کردی۔ (ت)

قوله وهي مسألة المتن اقول هذا نقض على اخي چلپي فان في المبسوط عدم الجواز قبل الطلب وانه باتفاق ائمتنا الثلثة رضي الله تعالى عنهم ولفظ المتن قبل طلبه جاز خلافا لهما فهما مختلفان حكما ورواية معا فكيف يقال ان ما في المبسوط هو مسألة المتن فاوله بقوله معناه ان الخلاف المطلق ثابت فيه غاية ما في الباب ان رواية المتن على خلاف رواية المبسوط في بيان الاختلاف اھ ولاجل هذا اجوز ان يكون المراد به قول الحسن كي يحصل الوفاق بينه وبين حكم المتن **اقول** وكيف يصح لمجرد الاتفاق في مطلق الاختلاف جعل نقيضين واحدا وانما المعنى ان الصورة المذكورة في المبسوط هي المذكورة في المتن وهي الرؤية خارج الصلاة وان اختلف فيها حكما ورواية۔

(۵) اس کا صدر الشریعۃ (وهي مسألة المتن ـــ یہ وہ مسئلہ ہے جو متن میں مذکور ہے) پر نقض اخی چلپی کے لیے پیچیدہ ثابت ہوا اس طرح کہ مبسوط میں ذکر ہے کہ "قبل طلب نماز جائز نہیں" اور یہ بھی کہ اس پر ہمارے تینوں اصحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اتفاق ہے ـــ اور متن میں یہ ہے کہ "قبل طلب نماز جائز ہے" اور صاحبین کے نزدیک حکم اس کے برخلاف ہے"۔ تو مبسوط اور متن کے درمیان حکم اور روایت دونوں ہی کا اختلاف موجود ہے۔ پھر یہ کیسے کہا جاسکتا ہے کہ جو مبسوط میں ہے وہی مسئلہ متن ہے۔ اخی چلپی نے اس تعبیر کی یوں تاویل کی ہے: "اس کا مطلب یہ ہے کہ اس میں مطلق اختلاف تو ثابت ہے۔ زیادہ سے زیادہ یہ ہے کہ بیان اختلاف میں متن کی روایت، مبسوط کی روایت کے برخلاف ہے" اھ۔ اسی لئے میں نے کہا کہ ہو سکتا ہے کہ (مذکور فی المبسوط (جو مبسوط میں مذکور ہے) سے مراد حسن کا قول ہو تاکہ اس میں اور حکم متن میں مطابقت ہو جائے۔ **اقول** محض مطلق اختلاف میں اتفاق کی وجہ سے نقیضین کو ایک قرار دینا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؛ وهي مسألة المتن (یہی مسئلہ متن ہے) کا معنی یہ ہے کہ جو صورت مبسوط میں مذکور ہے وہی متن میں مذکور ہے ـــ وہ ہے بیرون نماز پانی دیکھنا ـــ اگرچہ مبسوط و متن کے درمیان اس بارے میں حکم اور روایت دونوں کا اختلاف ہے۔ (ت)

قوله فكذا اي لم تجز صلاته سواء ظن منعا او منعا

(۶) لفظ صدر الشریعۃ "فکذا" (تو بھی یہی حکم ہے) یعنی اس کی نماز جائز نہیں خواہ دینے

۱؎ ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مکتبہ اسلامیہ لاہور ۱/۱۸۲

او شك۔

کا ظن ہو یا نہ دینے کا یا شک کی صورت ہو۔ (ت)

قولہ وان رأى فى الصلاۃ) **اقول** اى وسأل بعدها ليغاير المذكور سابقا ولانه المذكور فى الزيادات۔

(۲) الفاظ صدر الشریعۃ (وان رأی فی الصلاۃ (اور اگر اندرون نماز دیکھا **اقول** یعنی اور بعد نماز طلب کیا تاکہ یہ صورت اس سے جدا ہو جو پہلے ذکر ہوئی اور اس لیے بھی کہ زیادات میں یہی مذکور ہے۔ (ت)

قولہ فكما ذكر فى الزيادات **اقول** يعنى ان اعطاه استأنف وان ابى تمت ولم يقل ههنا مكث كما قال قبل لان ثمه ذكرا ولا هو مذكور فى المبسوط فاسنده اليه ثم صورة اخرى يوافقه فى الحكم حالف عليه اما ههنا فذكر اولا ماليس فى الزيادات ثم ذكر ما فيها فاسنده اليها ولم يفهم الكلام من[عہ] فسره بقوله اى بحكم على التفصيل المذكور وهو انه ان غلب على ظنه الاعطاء قطع الصلاة والا لا[1] اه فان الكلام فيمن سأل بعد الصلاة وما ابقى له حتى يقال يقطع او يتم۔

(۳) الفاظ صدر الشریعۃ (تو حکم وہی ہے جو زیادات میں بیان ہوا) **اقول** یعنی اگر اسے دے دیا تو از سر نو نماز پڑھے اور انکار کر دیا تو اس کی نماز پوری ہوگئی ــ یہاں پر "مکث" (تو بھی یہی حکم ہے) نہ کہا جیسے پہلے کہا۔ وجہ یہ ہے کہ وہاں پر پہلے وہ ذکر کیا جو مبسوط میں مذکور ہے تو اس کی نسبت اسی کی طرف کی۔ پھر ایک اور صورت ذکر کی جو حکم میں اس کے موافق تھی تو اس کے لیے پہلے والے حکم کا حوالہ دے دیا ــ لیکن یہاں پر پہلے وہ ذکر کیا ہے جو زیادات میں نہیں پھر جب اس کے بیان پر آئے جو زیادات میں ہے تو اسے اسی کی طرف منسوب کیا۔ اور بالفاظ ذیل اس کی تفسیر کرنے والے نے کلام سمجھا ہی نہیں "یعنی حکم بر تفصیل مذکور ہے۔ وہ یہ کہ اگر اسے غالب گمان دینے کا ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں" اھ بات یہ ہے کہ کلام اس کے بارے میں ہو رہا ہے جو نماز کے بعد مانگے۔ اور (جب وہ نماز پڑھ چکا ہے تو) اس کے لیے باقی کیا رہا کہ "توڑ دے" یا "مکمل کرے" بولا جا سکے۔ (ت)

عـہ وهو صاحب عمدة الرعاية ۱۲ (م)

(یعنی صاحب عمدۃ الرعایۃ ۱۲ ت) یعنی مولانا عبدالحی فرنگی محلی م ۱۳۰۴ھ۔

---

[1] عمدۃ الرعایۃ حاشیہ شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ ۱/۱۰۳

قوله لكن تبقى صورتان) **اقول** الاخرى[1] ان فرض تركها في الزيادات فلم تترك في كلام مكرلان من ... في الصلاة وسأل بعده يشملها قطعا والاحالة على الزيادات للحكم لا للتصوير۔

(۹) اس کا صدر الشریعۃ (لیکن دو صورتیں رہ جاتی ہیں) **اقول** اگر فرض کر لیا جائے کہ دوسری صورت زیادات میں متروک ہے تو آپ کے کلام میں متروک نہیں اس لیے کہ "جس نے اندرون نماز دیکھا ہو بعد نماز طلب کیا" یہ صورت اس دوسری صورت کو بھی قطعاً شامل ہے، رہ گیا زیادات کا حوالہ تو وہ حکم سے متعلق ہے، بیان صورت سے متعلق نہیں۔ (ت)

قوله احدهما) قال اخی چلپی يمكن انتزاعها من قوله وكذا ان ابى ثم اعطى لانه صريح في ان الاعطاء ناقض والاباء متمم فتأمل۔ **اقول** **قوله** كذا اي تمت صلاته فليس فيه ان الاعطاء ناقض بل فيه ان الاعطاء بعد الاباء هباء نعم لو قال يمكن انتزاعها من قوله وان اعطاه استأنف وان ابى تمت فانه صريح الخ لاتجه ويشبه ان يكون سبق قلم من التعمير قوله[2] من قبل لا ذكر لهما في العبارات السابقة صريحا وان كان قول الزيادات وان ابى تمت يدل على حكمهما بطلاقته واشارته اما قوله ان اعطى استأنف فيدل على حكم الوجهين في العموم فيه۔

(۱۰) اس کا صدر الشریعۃ "احدھما" (ایک صورت یہ کہ ان) اخی چلپی نے کہا: "یہ صورت ان کے قول اور اسی طرح جب انکار کرے پھر دے تو" سے سمجھ میں آسکتی ہے اس لیے کہ وہ اس بارے میں صریح ہے کہ دینا ناقض ہے اور انکار سے نماز تمام ہو جاتی ہے فتأمل۔ **اقول** ان کا لفظ "کذا" (اسی طرح) یعنی اس کی نماز پوری ہوگی۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ دینا ناقض ہے — بلکہ اس میں یہ ہے کہ انکار کے بعد دینا فضول ہے — ہاں اگر یہ کہتے کہ ان کے قول (جب دے تو از سر نو ادا کرے اور انکار کرے تو نماز پوری ہو گئی) سے یہ دوسری صورت سمجھ میں آسکتی ہے، اس لیے کہ وہ اس بارے میں صریح ہے کہ دینا ناقض ہے اور انکار نماز کو تمام کرنے والا ہے — تو یہ کہنا درست ہوتا۔ شاید یہ سبقت قلم ہے یہ کہنے میں تعمیر ہے کہ ان دونوں صورتوں کا سابقہ عبارتوں میں صراحۃً کوئی ذکر نہیں اگرچہ

عـہ وهو صاحب عمدة الرعاية ۱۲ (م) (قائل صاحب عمدۃ الرعایۃ (مولانا عبدالحی فرنگی محلی) ہیں ۱۲۔ ت)

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع اسلامیہ لاہور ۱/۱۰۲

[2] عمدۃ الرعایۃ حاشیۃ شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ ۱/۱۰۳

زیادات کے الفاظ (وان ابی تمت — اور اگر انکار کردے تو نماز پوری ہوگئی) اپنے اطلاق اور اشارہ سے ان کے حکم پر دال ہیں" اور زیادات کے الفاظ (اذا اعطی استانف — جب دے دے تو از سرِ نو پڑھے) کو بھی کیوں نہ ذکر کیا کہ دونوں صورتوں کی دونوں شکلوں پر دلالت ظاہر ہو۔ (ت)

ثم ان کان فی قول الزیادات مرجع فرغ من صلاته المصلی مطلقا لم یصح قوله لا ذکر لهما فی العبارات السابقة صریحا وان کان مرجعه خصوص من ظن منعا او شک لم یصح قوله باطلاقه فان المباین لا یدخل فی اطلاق مباینه۔

پھر اگر زیادات کی عبارت میں فرغ من صلاتہ (وہ اپنی نماز سے فارغ ہو) کا مرجع مطلقاً مصلی ہے تو یہ کہنا درست نہیں کہ "سابقہ عبارتوں میں صریحاً ان دونوں صورتوں کا کوئی ذکر نہیں" — اور اگر اس کا مرجع خاص من ظن منعا او شک "(وہ جسے انکار کا گمان یا شک ہو) ہے تو "باطلاقہ" (اپنے اطلاق سے) کہنا درست نہیں۔ اس لیے کہ مباین اپنے مباین کے اطلاق میں داخل نہیں ہوتا۔ (ت)

فان قلت لعله وزع فلمن ظن عطاء واتم الاشارة ولمن ظن منعا او شک وقطع الاطلاق.

اگر یہ کہو کہ شاید انہوں نے بطور توزیع و تقسیم ذکر کیا ہو تو جسے عطا کا گمان ہو اور نماز پوری کرلے اس کے لیے لفظ "اشارہ" رکھا اور جسے انکار کا گمان ہو یا شک ہو اور نماز توڑ دے اس کے لیے لفظ "اطلاق" رکھا۔ (ت)

اقول ولا یصح فان القطع یباین الفراغ فانّٰی له دخول فی الاطلاق۔ ھذا **واقول** ضبط حسن کلام ھذا الامام فی نصف سطر انه ان لم یسأل او اعطاه بطل ما فعل من تیمم وصلاة وان ابی تم فالشرط الاول یشمل ما اذا لم یسأل فاعطی او لم یعط وما اذا سأل فاعطی ویبقی للثانی ما اذا سأل فلم یعط ویدل باطلاقه علی انه سواء

اقول (میں کہوں گا) یہ بھی صحیح نہیں اس لیے کہ نماز توڑنا نماز پڑھ چکنے اور اس سے فارغ ہوجانے کے مباین ہے تو "اطلاق" میں کیسے داخل ہوگا۔ یہ ذہن نشین رہے۔ **اقول** امام صدر الشریعۃ کے پُرحسن کلام کا ضبط نصف سطر میں یہ ہے کہ "اگر وہ سوال نہ کرے یا اسے دے دے تو جو تیمم اور نماز اس نے ادا کیا وہ باطل ہوگیا اور اگر انکار کردے تو تام ہے" تو پہلی شرط اس صورت کو شامل ہے جب اس نے مانگا نہیں اور اس نے دے دیا یا نہ دیا اور اس صورت کو بھی جب اس کے

فی کل ذلک ظن منعا او منحا او شک وسواء کان خارج الصلاۃ او فیہا فقطع او اتم وان اردنا زیادۃ ما قدمنا عن الزیادات زدنا فی الشرط الاخری ولو اعطاہ بعد الصلاۃ فیبقی العطاء فی الاولی مقیدا بما اذا لم یکن بعد الصلاۃ عقیب اباء ویبقی تحتہ شقان سأل فلم یعط او اعطی بعد الصلاۃ مسبوقا باباء ثم زدنا بعدہ سواء ظن منعا او منحا او شک غیرانہ ان ظن العطاء قطع الصلاۃ والا لا۔

مانگنے پر اس نے دیا ــــ اور دوسری شرط کے تحت وہ صورت رہے گی جب اس کے مانگنے پر اس نے نہ دیا۔ اور کلام اپنے اطلاق سے یہ بھی بتا رہا ہے کہ ان باتوں میں یہ سب صورتیں یکساں ہیں اسے دینے کا گمان رہا ہو یا نہ دینے کا یا شک رہا ہو اور اس نے بیرون نماز دیکھا ہو یا اندرون نماز دیکھ کر نماز توڑ دی ہو یا پوری کی ہو۔ اور انہوں نے زیادات کے حوالے سے جو پہلے بیان کیا اگر ہم اس کا بھی اضافہ کرنا چاہیں تو دوسرے جملہ شرطیہ میں یہ اضافہ کر دیں "اگرچہ بعد نماز اسے دے دیا ہو" ــــ تو پہلے جملہ شرطیہ میں دینا اس سے مقید ہے کہ کوئی انکار کے بعد نماز دینا نہ ہو ــــ اور دوسرے جملے کے تحت دو شقیں رہ جائیں گی (۱) مانگنے پر دیا نہیں (۲) یا انکار کے بعد نماز دیا ــــ پھر اس کے بعد یہ بڑھایا کہ خواہ اسے دینے کا گمان رہا ہو یا انکار کا، یا شک رہا ہو مگر یہ ہے کہ اگر دینے کا گمان ہو تو نماز توڑ دے ورنہ نہیں۔ (ت)

اقول ولا یخرج منہ ما اذا سأل فلم یعطہ ولم یأب بل سکت وذلک لما قدمنا ان اعطاءہ بعد السکوت قبل ان یراہ یصلی بالتیمم لم یکن السکوت اباء فدخل فی الاولی اعنی الاعطاء وان کان ہذا بعد الصلاۃ فلم یتقدمہ اباء وکان الحکم للعطاء دون السکوت والا کان اباء فدخل فی الثانی وکان الحکم للسکوت من جہۃ انہ

اقول اس سے وہ صورت خارج نہ ہوگی جب مانگنے پر اس نے نہ دیا نہ انکار کیا بلکہ خاموش رہا ــــ یہ اس لیے کہ ہم بتا چکے کہ اگر خاموش رہنے کے بعد اسے تیمم سے نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے سے قبل دے دیا تو یہ خاموشی انکار نہیں تو یہ اول یعنی "اعطاء" (اسے دے دیا) میں داخل ہے اور اگر یہ بعد نماز ہے تو اس دینے سے پہلے انکار نہ پایا گیا اور اس صورت میں حکم عطا کا ہے سکوت کا نہیں۔ ورنہ (اگر بعد سکوت تیمم سے اسے نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے سے پہلے دیا نہ ہو) وہ سکوت انکار ہو کر شرط ثانی میں داخل ہوگا۔ اور اس صورت میں حکم

دلیل المنع۔

سکوت کا ہے اس وجہ سے کہ وہ دلیل انکار ہے۔

لکن **أولاً** یبقی ما إذا سأل فلا أعطی ولا أبی بل وعد ثم أخلف فإن کان ھذا الوعد قبل الصلاۃ أو فیھا بطل تیممہ قطعاً وإن لم یعطہ ولم یدخل فی قولہ إن لم یسأل أو أعطاہ لأنہ سأل ولم یعط وکذلک إن وعد بعدھا وأخلف فلأنھا مطلقۃ وإن قلنا کما ھو الظاھر واللہ تعالی أعلم أن الصلاۃ ماضیۃ إن صح خلفہ فھذہ صورۃ تمام الصلاۃ ولم تدخل فی قولہ إن أبی لأن من وعد لا یقال إنہ منع وأبی إلا أن یدعی أن الوعد عطاء فتدخل فی الأول ولکن یحتاج إلی دلیل وأین الدلیل بل الدلیل علی خلافہ کما بینا۔

لیکن **اولاً** وہ صورت رہ گئی جب اس نے مانگا تو اس نے دیا نہ انکار کیا بلکہ وعدہ کیا پھر اس کے خلاف کیا — تو اگر یہ وعدہ نماز سے پہلے یا نماز کے دوران ہو تو اس کا تیمم قطعاً باطل ہو گیا اگرچہ اسے نہ دیا اور یہ "ان لم یسأل او اعطاہ" (اگر اس نے نہ مانگا یا اس نے دے دیا) کے تحت داخل نہ ہوا۔ اس لیے کہ اس نے مانگا اور اس نے نہ دیا — اسی طرح اگر یہ وعدہ بعد نماز ہو۔ اس لیے کہ مطلقاً بعد نماز اختیار کی گئی ہے اگرچہ ہم نے جیسا کہ ظاہر ہے — اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ یہ کہا کہ نماز ہو گئی اگر وعدہ خلافی ظاہر ہوئی کہ یہ نماز تمام ہونے کی صورت ہے اور "ان ابی" (اگر انکار کیا) کے تحت داخل نہیں اس لیے کہ جس نے وعدہ کیا اس کے بارے میں یہ نہ کہا جائے گا کہ اس نے منع و انکار کیا — لیکن اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ وعدہ عطا ہے تو یہ صورت شرط اوّل کے تحت داخل ہے۔ لیکن اس دعویٰ پر دلیل کی ضرورت ہے۔ اور دلیل کہاں؟ بلکہ دلیل تو اس کے خلاف پر موجود ہے جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ (ت)

فإن قلت بل نختار أن الوعد المخلف إباء فتدخل فی الثانی ولعل ھذا غیر بعید بالنظر إلی مآل الأمر۔

اگر یہ کہیے کہ ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ وہ وعدہ جس کے خلاف عمل ہو وہ انکار ہی ہے تو یہ صورت شرط ثانی کے تحت داخل ہوگی اور یہ مآل کار کے اعتبار سے کچھ بعید بھی نہ ہوگا۔

أقول إن لم یجعل الوعد عطاء لم ینفع وإن جعل لم یحتج إلیہ وذلک لأن الإخلاف إنما کان إباء مستنداً إلی من حین الوعد

اقول (میں کہوں گا) اگر وعدہ کو عطا نہ قرار دیا جائے تو سودمند نہیں اور اگر عطا قرار دیا جائے تو اس کی ضرورت نہیں۔ وجہ یہ ہے کہ وعدہ خلافی اگر انکار ہے تو مستند ہے یعنی وقت وعدہ سے۔

منها او شك بل وكيف تقدم قبيل نفى العطاء يقطعها وانما القطع لما انعقد وما ذا نعم نفرق ههنا بين ظن العطاء وغيره فترك الشرط مبطل مطلقا وكيف امضيتموها اذا سأل بعدها فأبى وان كان يظن العطاء فان ما وقع باطلا لفقد شرط من شروط الصحة لا ينقلب جائزا بعد كمن ظن قربه ولو لم يطلب وصلى بالتيمم ثم طلب فلم يجد بطلت يعني كما تقدم عن السراج الوهاج والجوهرة۔

اس نماز کی ادائیگی پر برقرار رہنا کیسے جائز ہوا — بلکہ یہ سوال بھی ہے کہ جو عطا کا ظن رکھتا ہو اس کے لئے آپ نے یہ کیوں کہا کہ نماز توڑ دے، توڑنا تو اسی کا ہوتا ہے جو بندھ چکا ہو اور جس کا انعقاد ہوگیا ہو — اور یہاں ظن عطا اور اس کے ماسوا میں فرق سے کیا فائدہ، شرط کا ترک تو مطلقاً مبطل ہے — اور اس صورت میں آپ نے نماز کو تام قرار دیا جب اس نے بعد نماز طلب کیا اور اس نے انکار کردیا اگرچہ اسے عطا کا گمان رہا ہو اس پر سوال یہ ہے کہ آپ نے نماز کو تام کیسے قرار دیا، جو عمل کسی شرط صحت کے فقدان کی وجہ سے باطل واقع ہوا وہ بعد میں جائز کی صورت میں تبدیل نہیں ہوسکتا۔ جیسے اس کا حال ہے جسے قرب آب کا ظن تھا اور اس نے پانی تلاش کئے بغیر تیمم سے نماز پڑھ لی پھر تلاش کیا تو نہ پایا جب بھی اس کی نماز باطل ہے جیسا کہ سراج وہاج اور جوہرہ کے حوالے سے بیان ہوا۔

بل كيف يتأخر عنها سؤال كان شرطا لها والشرط لا يتأخر عن

بلکہ جو سوال نماز کی شرط تھا وہ نماز سے مؤخر کیسے ہوگا؟ شرط تو مشروط سے مؤخر

عه فان قلت كيف تقول هذا مع تصريحهم بان علم المقتدي بحال الامام من سفر واقامة شرط صحة الاقتداء كما في الخانية والبحر والدر وغيرها ثم صرحوا بانه لا يشترط حصوله من الابتداء بل يكفي حصوله بعد الصلاة باخبار الامام مثلا انه

اگر یہ سوال ہو کہ آپ یہ کیسے کہتے ہیں کہ فقہا نے صراحت فرمائی ہے کہ مقتدی کو امام کی حالت سفر واقامت کا علم ہونا صحت اقتدا کی شرط ہے جیسا کہ خانیہ، بحر اور درمختار وغیرہا میں ہے۔ پھر یہ بھی صراحت فرمائی ہے کہ شروع ہی سے یہ علم ہونا شرط نہیں بلکہ بعد نماز یہ علم ہوجانا بھی کافی ہے مثلاً اس طرح کہ امام بعد نماز بتادے کہ وہ

(باقی برصفحہ آئندہ)

الشروط ونحوها لا ولو قدمتم بطلت صلاته بترك السؤال بعدها وان ظن معها او شك فترك المرء بعض ما يجب عليه لا يفسد صلاته ما لم يخل ذلك بشئ من شروط صحتها۔

نہیں ہوتی، بر تقدیر اول آپ نے یہ کیوں فرمایا کہ بعد نماز ترک سوال سے اس کی نماز باطل ہوگئی اگرچہ اسے انکار کا گمان ہو یا شک کی صورت ہو۔ ترک جب سے نماز فاسد نہیں ہو جاتی جب کہ یہ صحت نماز کی کسی شرط میں خلل انداز نہ ہو۔

فان قلت كيف حكمتم ببطلان صلاته اذا ظن العطاء ولو يسأل فما منه الا ترك ما ليس شرطا لصحة الصلاة۔

اگر یہ سوال ہو کہ جب اسے عطا کا ظن ہو اور پھر مانگے تو آپ نے اس کی نماز باطل ہونے کا کیسے حکم کر دیا جبکہ اس نے ایک ایسا ہی کام ترک کیا جو صحت نماز کی شرط نہیں۔

اقول بلى شرط صحة الصلاة الطهارة وشرط طهارته هذه فقدو

اقول (میں کہوں گا) کیوں نہیں نماز صحیح ہونے کی شرط طہارت ہے اور اس طہارت کی

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

مسافر كما يشير اليه في المتون وصرح به في التوشيح و نهاية و سراج والتتارخانية والبحر والدر وغيرها فقد جوزوا تأخر الشرط عن المشروط **اقول** ليس هكذا بل التحقيق فيه انه شرط الحكم بصحة الاقتداء لا شرط نفسه وهو مراد ما ذكروه من الاشتراط كما افاده في الفتح واوضحناه في صلاة المسافر من فتاوٰنا وبالله التوفيق ١٢ منه غفرله (م)

مسافر ہے جیسا کہ متون میں اس صورت کی طرف اشارہ آیا ہے اور توشیح، نہایہ، سراج، تاتارخانیہ، بحر اور درمختار وغیرہا میں اس کی صراحت آئی ہے تو ان حضرات نے مشروط سے شرط کا مؤخر ہونا جائز رکھا **اقول** (میں جواباً کہوں گا) معاملہ اس طرح نہیں بلکہ اس بارے میں تحقیق یہ ہے کہ وہ علم صحت اقتدا کے حکم کے لیے شرط ہے خود صحت اقتدا کی شرط نہیں۔ علماء نے جو شرط ہونا ذکر کیا اس سے یہی مراد ہے جیسا کہ فتح القدیر سے یہ مستفاد ہے اور ہم نے اپنے فتاوٰی کے اندر نماز مسافر کے بیان میں اسے واضح کیا ہے اور خدا ہی سے توفیق ہے ١٢ منہ غفرلہ (ت)

صاحبه بطلت صلاته مع أن عنده ظن العجز ولم يظهر خلافه فيكون قائما مقام حقيقة العجز۔

ان دونوں کے قائم مقام رہتا ہے پھر آپ نے یہ کیسے فرمایا کہ جسے انکار کا گمان ہو اور اس نے ابھی مانگا نہیں اور پانی والے نے اسے دیا بھی نہیں تو اس کی نماز باطل ہوگئی باوجودیکہ اسے عجز کا گمان ہے اور اس کے خلاف ظاہر بھی نہ ہوا تو وہ حقیقت عجز کے قائم مقام رہے گا۔

الثاني رأى الماء وهو يصلي وظن المنع فأتم كما أمرتم فلما فرغ وجد صاحبه قد ذهب ولا يدري مكانه فمتى توجبون عليه السؤال أفي صلاته فيجب القطع وقد نهيتموه أم بعدها وقد ذهب وإن أوجبتم السؤال إيجاب المحال فوجب القول بإدارة الحكم على ظنه۔

دوسرا اعتراض: اس نے نماز پڑھتے وقت پانی دیکھا اور اسے انکار کا گمان ہوا تو جیسا کہ آپ نے حکم دیا ہے اس نے نماز پوری کر لی جب فارغ ہوا تو دیکھا کہ پانی والا چلا گیا اب کہاں ہے پتا نہیں۔ تو اب اس کے ذمہ آپ مانگنا کب واجب کرتے ہیں اگر نماز کے دوران ہی واجب کرتے ہیں تو نماز توڑنا واجب ہوگا جبکہ اس سے آپ نے منع کر رکھا ہے اور اگر بعد نماز واجب کرتے ہیں تو اب وہ چلا گیا اور غائب ہو گیا ایسی صورت میں اس سے مانگنے کو واجب کرنا ایک امر محال کو واجب کرنا ہے لہٰذا اس کے ظن ہی پر مدار حکم رکھنے کا قائل ہونا پڑے گا۔

الثالث إذا وجب السؤال بكل حال وإن لم يبق حكم منوط بالإبدال فلا شك أن ظنه بمعزل عن الحكم عند ترك السؤال وعند السؤال ظهرت الحقيقة واضمحل الظن عن البال فمتى قام مقامها وما له إلا الزوال۔

تیسرا اعتراض: جب آپ نے ہر حال میں مانگنا واجب کیا اور اگر نہ مانگا تو مطلقاً بطلان کا حکم دیا اب دو ہی صورتیں ہیں سوال یا ترک سوال۔ ترک سوال کی صورت میں تو ظاہر ہے کہ اس کے ظن کا حکم سے کوئی تعلق نہیں۔ اور سوال کی صورت میں حقیقت خود ہی منکشف ہو جاتی ہے اور ظن میدان سے نکل جاتا ہے تو ظن کو حقیقت کے قائم مقام کب رکھا گیا جبکہ اس کے حصہ میں زوال کے سوا کچھ بھی نہیں۔

اقول والجواب عن الکل فی حرف واحد ان السؤال واجب مهما امکن فاذا تعذر دار الامر علی الظن وقوله فاذا ظهر خلافه لیس فی الحکم حتی یؤخذ مفهومه بل فی تعلیل مسألة وکان الواقع فیها ظهور خلافه فبنی الامر علیه واللّٰه تعالٰی اعلم۔

اقول ایک حرف میں سب کا جواب یہ ہے کہ بصورتِ امکان سوال واجب ہے جب یہ متعذر ہو تو حکم کا مدار ظن پر ہے۔ اور صدر الشریعۃ کا قول "فاذا ظہر خلافہ" (تو جب اس کے خلاف ظاہر ہوا) حکم کے تحت نہیں کہ اس کا مفہوم لیا جائے بلکہ وہ ایک مسئلہ کی تعلیل کے تحت ہے اور اس میں واقع یہی تھا کہ اس کے خلاف ظاہر ہو، تو بنائے کار اسی پر رکھی۔ اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

الثانی القانون البحری

قال رحمه اللّٰه تعالٰی ان المتیمم اذا رأی مع رجل ماء کافیا فاما ان یکون فی الصلاة او خارجها وفی کل منهما اما ان یغلب علی ظنه الاعطاء او عدمه او یشك وفی کل منها اما ان سأله اولا وفی کل منها اما ان اعطاه اولا فهی اربعة وعشرون فان کان فی الصلاة وغلب علی ظنه الاعطاء قطع وطلب الماء فان اعطاه توضأ والا فتیممه باق وان اتمها ثم سأله فان اعطاه استانف وان ابی فقد تمت وکذا اذا ابی ثم اعطی وان غلب علی ظنه عدم الاعطاء او شك لا یقطع صلاته فان قطع وسأل فان اعطاه توضأ والا فتیممه باق وان اتم ثم سأل فان اعطاه بطلت وان ابی تمت

دوم: قانون علامہ صاحب البحر

صاحبِ بحر رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا: معلوم ہے کہ تیمم والا جب کسی آدمی کے ساتھ کافی پانی دیکھے تو دو صورتوں سے خالی نہیں یا تو یہ دیکھنا اندرونِ نماز ہوگا یا بیرونِ نماز ہوگا۔ اور ہر ایک میں یا تو دینے یا نہ دینے کا غلبۂ ظن ہوگا یا شک ہوگا۔ اور ان میں سے ہر ایک میں یا تو اس سے طلب کیا ہوگا یا نہ کیا ہوگا۔ اور ہر ایک میں یا تو اس نے دیا ہوگا یا نہ دیا ہوگا۔ تو یہ چوبیس صورتیں ہوئیں۔ اگر اندرونِ نماز ہو اور دینے کا غلبۂ ظن ہو تو نماز توڑ دے اور پانی طلب کرے۔ اگر دے دے تو وضو کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے۔ اگر نماز پوری کرلی پھر مانگا تو اگر دے دے از سرِ نو نماز پڑھے اور اگر انکار کردے تو اس کی نماز پوری ہوگئی۔ اسی طرح جب انکار کردے پھر دے دے۔ اور اگر نہ دینے کا غلبۂ ظن ہو یا شک ہو تو نماز

وان کان خارج الصلاۃ فان لم یسأل وتیمم وصلی جازت الصلاۃ علی ما فی الہدایۃ ولا تجوز علی ما فی المبسوط فان سأل بعدھا فان اعطاہ اعاد والا فلا سواء ظن الاعطاء او المنع او شک وان سأل فان اعطاہ توضأ وان منعہ تیمم وصلی فان اعطاہ بعدھا لا اعادۃ علیہ وینتقض تیممہ ولا یتأتی فی ھذا القسم الظن او الشک وھذا حاصل ما فی الزیادات وغیرھا وھذا النصف من خواص ھذا الکتاب اھ وتبعہ اخوہ وتلمیذہ المدقق فی النھر واقرہ ش واقرہ۔

نہ توڑے۔ اور اگر توڑ دی اور مانگا تو اگر دے دے تو وضو کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے۔ اور اگر پوری کرلی پھر مانگا تو اگر دے دے تو نماز باطل ہوگئی اور اگر انکار کردے تو تام ہے۔ اور اگر بیرونِ نماز ہو تو اگر نہ مانگا اور تیمم سے نماز ادا کرلی تو کلامِ ہدایہ کے مطابق نماز ہوگئی اور بیانِ مبسوط کے مطابق نہ ہوئی۔ اگر بعد نماز مانگا تو اگر وہ دے دے اعادہ کرے ورنہ نہیں خواہ عطا کا گمان رہا ہو یا منع کا یا شک رہا ہو۔ اور اگر مانگا تو دینے کی صورت میں وضو کرے اور انکار کی صورت میں تیمم کرے اور نماز پڑھے۔ اب اگر بعد نماز دے دے تو اس پر اعادہ نہیں، تیمم ٹوٹ جائے گا۔ اس قسم میں ظن یا شک کی صورت نہیں۔ یہ سب زیادات وغیرہا کا ماحصل ہے اور یہ نصف اس کتاب کی خصوصیات سے ہے اھ۔ ان کے برادر و تلمیذ مدقق نے النہر الفائق میں اس کی پیروی کی۔ ان سے علامہ شامی نے نقل کیا اور برقرار رکھا۔ (ت)

اقول اولا بل ھی علی ما سلک ست وستون تضمن کلامہ بیان اربع وخمسین وبقیت علیہ اثنتا عشرۃ وذلک لانہ اما ان یراہ فی الصلاۃ او قبلھا وعلی کل یظن الاعطاء او المنع او یشک فھی ست وفی کل منھا احدی عشرۃ لانہ اما ان یسأل قبل الصلاۃ او بعدھا اولا ولا کیف وقد مر علی ھذا

اقول — اولا بلکہ ان کی روش کلام کے مطابق چھیاسٹھ صورتیں ہیں جن میں سے چون صورتوں کا بیان ان کے کلام کے ضمن میں آگیا اور بارہ صورتیں رہ گئیں۔ وہ اس لیے کہ پانی والے کو نماز میں دیکھے گا یا قبل نماز۔ اور ہر دو صورت پر اسے عطا کا ظن ہوگا یا انکار کا، یا شک ہوگا۔ یہ چھ صورتیں ہوئیں اور ان میں سے ہر ایک میں گیارہ صورتیں ہیں اس لیے کہ وہ یا تو قبل نماز مانگے گا

؎ البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۲

ولم یذکرھا: ان یرٰی فی الصلاۃ ولا سؤال قبلھا او بعدھا فیہ ان لا یسأل اصلا و صاحبہ یعطیہ قبل الصلاۃ او فیھا او بعدھا ولا فھی ثلث علی حکمٍ من صور الظنین و شک فکانت اثنتی عشرۃ لم یذکرھا۔

علامہ صاحبِ بحر نے اندرونِ نماز دیکھنے کی تقدیر پر صرف مانگنے کا ذکر کیا ہے قبلِ نماز ہو یا بعدِ نماز۔ اور یہ شکل رہ گئی کہ بالکل نہ مانگا اور پانی والے نے اسے قبلِ نماز یا اندرونِ نماز یا بعدِ نماز دے دیا، یا نہ دیا — تو ظنِ عطا، ظنِ منع اور شک ہر ایک پر یہ چار صورتیں ہو کر بارہ ایسی ہوئیں جن کو انہوں نے نہیں ذکر کیا۔ (ت)

فان قلت لا فائدۃ فی التشقیق بعد الاباء قبل الصلاۃ بانہ سأل بعدھا اولا وعلی کلٍ اعطی ولا فان الحکم لا یختلف وھو صحۃ صلاتہ لان العطاء بعد الاباء غیر مفید کما مر فی المسألۃ العاشرۃ۔

اگر یہ سوال ہو کہ قبلِ نماز انکار ہو جانے کے بعد یہ شقیں نکالنے میں کوئی فائدہ نہیں کہ بعد نماز اس نے مانگا یا نہ مانگا اور بہر تقدیر اس نے دیا یا نہ دیا۔ اس لیے کہ حکم مختلف نہیں، حکم یہی ہے کہ اس کی نماز صحیح ہے اس لیے کہ انکار کے بعد دینا مفید نہیں جیسا کہ مسئلہ دہم میں گزرا۔ (ت)

اقول بلٰی فائدتہ اعطاء ھذا الحکم الا تری الی قولہ فی البحر بعدہ فیہ اذا رأی فی الصلاۃ وکذا اذا ابی ثم اعطی و فیہ اذا رأی خارجھا فابی ثم اعطی بعدھا لا اعادۃ[1] اھ ولذا اخذہ المحقق الحلبی فی شقوق ضابطتہ کما سیأتی ان شاء اللہ تعالٰی وان فرض فالکلام علی مسلکہ رحمہ اللہ تعالٰی وھو لم یعتبر فی الاقسام تمایز الاحکام کما سیأتی وان سلم فھی ثمان و اربعون ثمان فی ست کما تری وقد تضمن کلامہ حکم ست وثلثین وترک اثنتی عشرۃ۔

اقول کیوں نہیں، یہ حکم دینا ہی اس کا فائدہ ہے — ملاحظہ ہو صاحبِ بحر کا کلام دیکھئے، "اندرونِ نماز دیکھنے کے تحت ہے" اور ایسے ہی جب انکار کرنے پھر دے دے" اور بیرونِ نماز دیکھنے کے تحت ہے" تو اگر اس وقت نہ دیا اور بعد نماز دے دیا تو اعادہ نہیں" اھ۔ اسی لیے محقق حلبی نے بھی اسے اپنے ضابطہ کی شقوں میں لیا ہے جیسا کہ ان کا کلام ان شاء اللہ تعالٰی آئے گا۔ اور اگر بے فائدہ ہی فرض کر لیا جائے تو یہاں کلام صاحبِ بحر رحمہ اللہ تعالٰی کے مسلک پر ہے اور انہوں نے قسموں کے اندر احکام کے جُداگانہ ہونے کا اعتبار نہیں کیا ہے جیسا کہ اس کا بیان آرہا ہے اور اگر ہم تسلیم ہی کر لیں تو یہ اڑتالیس صورتیں ہیں چھ میں آٹھ ۸×۶ = ۴۸ — جیسا کہ پیشِ نظر ہے اور ان کا کلام صرف چھتیس صورتوں کے حکم پر مشتمل ہے۔ بارہ صورتیں انہوں نے چھوڑ دیں۔ (ت)

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۵۴

وثانیاً نقل التوفیق عن الذخیرة عن الجصاص وھو التحقیق فان حاصله ما اذا کان خارج الصلاة ولم یسأل اصلا خلافیة غیر مقطوع فیها بقول فلا ینبغی۔

وثالثاً قد مشی علیه فیمن رأی فی الصلاة یقطعان ظن العطاء والا لا وما مشی الا لذلک التوفیق انه یجب السؤال ان ظن العطاء والا لا کما قدمنا فقد مشی علی التوفیق ثم جعل الکل خلافیة وانما کان الوجه ان یحیل ھذه ایضا علی الخلاف او یقطع القول فی تلک ایضا۔

ورابعاً قوله مفاده ان رأی خارجها فسأل فمنع فتیمم فصلی ثم لا یتأتی فیه الظن والشک فیه شک ان شک فان اراد عدم تأتیهما بعد المنع فالمنع لا یختص بھذا القسم وایضا لا تأتی لھما بعد الاعطاء ایضا بل اولی لانه تم الامر وفی المنع یحتمل ان یحمله علی حالة راھنة ویظن به عطاء او منعا او یشک فیما بعد ذلک وان اراد مطلقا وھو الظاھر من کلامه فعدم تأتیهما بعد المنع لا یمنع تأتیهما قبله وقد جعل الاقسام

ثانیاً ذخیرہ کے ذریعہ امام جصاص سے تطبیق نقل کی۔ وہی تحقیق بھی ہے۔ اس کے باوجود بیرونِ نماز رہ کر بالکل نہ مانگنے والی صورت کو کوئی قطعی قول پیش کیے بغیر اختلافی چھوڑ دینا مناسب نہیں۔

ثالثاً اسی پر اس کے بارے میں چلے ہیں جو اندرونِ نماز دیکھے تو اگر ظنِ عطا ہو نماز توڑ دے ورنہ نہیں۔ اس کی بنیاد وہی تطبیق ہے کہ مانگنا واجب ہے اگر عطا کا گمان ہو ورنہ نہیں جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو یہاں تطبیق پر چلے پھر سب کو خلافی بنا دیا۔ مناسب طریقہ یہی تھا کہ یا تو اسے بھی اختلاف کے حوالے کرتے یا اُس میں بھی قطعی قول کرتے۔

رابعاً یہ صورت کہ بیرونِ نماز دیکھے پر مانگا تو اس نے نہ دیا پھر تیمم کرکے نماز پڑھ لی" اس کے بارے میں انھوں نے فرمایا کہ "اس قسم میں ظن یا شک کی صورت نہیں" —— یہ کلام بڑے شک و اعتراض کا محل ہے — اگر یہ مراد ہے کہ بعد منع ظن یا شک نہیں ہوتا تو منع اسی قسم کے ساتھ خاص نہیں — اور دینے کے بعد بھی تو ظن و شک کی صورت نہیں بلکہ بدرجۂ اولیٰ نہیں، اس لیے کہ کام پورا ہو گیا۔ اور منع میں تو یہ احتمال ہے کہ اس منع کو موجودہ حالت پر محمول کرے اور اس کے بعد اس سے دینے یا نہ دینے کا گمان یا شک رکھے۔ اور اگر یہ مراد ہے کہ مطلق ظن یا شک نہیں ہوتا۔ یہی ان کے کلام سے ظاہر بھی ہے۔ تو اس پر یہ کلام ہے کہ بعد منع ظن و شک کی صورت نہ ہونا اس سے مانع نہیں کہ قبل منع ظن یا شک رہا ہو اسی

اولا ستا یکون فی الصلاۃ او خارجہ وعلی کل یظن عطاء او منعا او یشک ثم فصل کلا منہا الی السؤال وعدمہ والعطاء والاباء فکیف یخرج ھذا من الظن والشک وان خرج کیف تصیر اربعا وعشرین۔

وخامسا لا تخالف الرؤیۃ فی الصلاۃ وخارجہا فی شیئ من الاحکام ولا اقسام الرؤیۃ فی الصلاۃ فیما سبق غیر انہ یقطعہا ان ظن العطاء والا لا فمن کان لیدخل فی شقوق فیطول الامر وکان یجمع جمیع ماقالہ بل مع الزیادۃ واحاطۃ الصور المتروکۃ ان یقول من علم مع غیرہ ماء یکفی لطہرہ قبل الصلاۃ او فیہا فان لم یسأل ففی الصلاۃ خلاف وان سأل فان اعطی توضأ وان کان تیمم انتقض وان کان فی الصلاۃ بطلت وان منع تیمم او لم ینتقض او مضت ولا عبرۃ بالعطاء بعد الاباء فی الوجہین وسواء فی کل ذلک ظن عطاء او منعا او شک غیر انہ ان ظن العطاء قطع الصلاۃ والا لا فہذا نحو ثلث سطورہ بزیادات والثلث کثیر۔

نے چھ قسمیں بنائی ہیں — اس طرح کہ وہ اندرونِ نماز ہوگا یا بیرونِ نماز — اور ہر دو تقدیر پر یا تو اسے ظنِ عطا ہوگا یا ظنِ منع یا شک ہوگا — پھر ان میں سے ہر ایک میں سوال و عدمِ سوال اور عطا و عدمِ عطا کی تفصیل ہے — تو یہ قسم ظن و شک سے خارج کیسے ہوگی اور اگر خارج ہو تو چوبیس صورتیں کیسے بنیں گی؟

خامسا اندرونِ نماز و بیرونِ نماز دیکھنے میں اور اندرونِ نماز دیکھنے کی قسموں میں باہم احکام کا کوئی فرق نہیں سوائے اس کے کہ اگر اسے عطا کا ظن ہو نماز توڑ دے ورنہ نہیں — تو ان سب کو شقوں میں داخل کرکے طویل کرنا مناسب نہ تھا — اگر یوں کہتے تو ان کی پوری بات مع اضافہ و صورِ متروکہ جمع صورتوں کے احاطہ کے ساتھ آجاتی: جسے کسی کے پاس طہارت کے لیے کفایت کرنے والے پانی کا قبل نماز یا اندرونِ نماز علم ہوا — تو اگر نہ مانگا تو اس صورت میں اختلاف ہے اور اگر مانگا اس نے دے دیا تو وضو کرے اور اگر تیمم تھا تو ٹوٹ گیا اور اگر نماز پڑھ رہا تھا تو باطل ہوگئی — اور اگر نہ دیا تو تیمم کرے یا تیمم ٹوٹا ہی نہیں یا نماز بھی ہوگئی۔ اور دونوں ہی شکلوں میں انکار کے بعد دینے کا کوئی اعتبار نہیں — اور ان سب صورتوں میں خواہ اسے عطا کا گمان ہو یا منع کا یا شک ہو مگر یہ ہے کہ اگر ظنِ عطا ہو نماز توڑ دے ورنہ نہیں۔ تو یہ ان کی سطروں کے تہائی کے قریب ہے حالانکہ تہائی زیادہ ہے۔ (ت)

وسادسا قوله فی خارج الصلاة

ان لم یسأل وتیمم وصلی یرید به کما اشرنا الیه ما اذا لم یسأل قبلها ولا بعدها لانه سیذکرهما من بعد فهو مشتمل علی اثنی عشر قسما کما علمت یعنی منعا او منحا او شکا وعلی کل یعطیه صاحبه قبل الصلاة او فیها او بعدها او لا اصلا ولا خلاف اصلا الا فی ثلث منها وهی ما اذا لم یعطه اصلا وهذا ایضا بشرط ان لا یوجد الوعد قبل تمام الصلاة والا لمنع ونقض وابطل ولو منحا قبل الصلاة وجب الوضوء وان کان تیمم انتقض او فیها وجب الاستئناف بعد ما توضأ او بعدها بطلت کل ذلك بالاجماع لان القدرة علی الماء تحصل باجماع اصحابنا رضی الله تعالی عنهم بالاباحة فکیف بالعدة والعطاء والعطاء عدة ولو لم یکن عن سؤال کما اذا کان عنده من یسأله فلم یسأل وصلی فاخبره من تلقاء نفسه اعاد کما تقدم وقد احسن الدر اذ قال وصلی بتیمم وثمه من یسأله ثم اخبره بالماء اعاد فلو لم یخبره ثم سأله فاخبره لا[۱] الخ ما فی الجوهرة النیرة رأی رجلا معه ماء فلم یسأله فصلی ثم اعطاه بعد فراغه من غیر سؤال توضأ و

سادسا بیرونِ نماز والی صورت کے تحت

ان کا قول "اگر نہ مانگا اور تیمم کیا اور نماز پڑھ لی" اس سے جیسا کہ ہم نے اشارہ کیا ان کی مراد یہ ہے کہ نہ قبل نماز مانگا نہ بعد نماز۔ اس لئے کہ آگے ان دونوں کو ذکر کر رہے ہیں۔ جیسا کہ معلوم ہوا یہ بارہ قسموں پر مشتمل ہے، دینے کا ظن ہوگا یا نہ دینے کا یا شک ہوگا اور ہر تقدیر پانی والا قبل نماز دے گا یا اندرونِ نماز یا بعد نماز، یا بالکل نہ دے گا — اگر مانا جائے کہ اختلاف ہے تو ان میں سے صرف تین صورتوں میں ہوگا یہ جب کہ بالکل نہ دیا — اور یہ بھی اس شرط کے ساتھ کہ قبل تکمیل نماز وعدہ نہ پایا جائے ورنہ وعدہ مانع، ناقض اور مبطل ہوگا (تیمم سے مانع ہوگا اور اگر تیمم ہے تو اسے توڑ دے گا تیمم سے نماز پڑھ لی تو اسے باطل بھی کردے گا)، اگر قبل نماز دیا تو وضو واجب ہے اور اگر تیمم تھا تو ٹوٹ گیا — اندرونِ نماز دیا تو وضو کرکے از سر نو پڑھنا ضروری ہے — بعد نماز دیا تو سب بالاجماع باطل ہوگیا اس لئے کہ ہمارے اصحاب رضی اللہ عنہم کا اجماع ہے کہ اباحت سے پانی پر قدرت ہو جاتی ہے تو عطا سے کیوں نہ ہوگی اور عطا وعدہ ہی ہے اگرچہ بغیر سوال ہو، جیسے اس صورت میں جب کہ اس کے پاس کوئی ایسا شخص ہو جس سے دریافت کرسکے مگر نہ دریافت کیا اور نماز پڑھ لی پھر اس نے از خود بتایا یا تو پھر بتایا بہر صورت اعادہ کرے جیسا کہ گزرا۔ درمختار نے یہ عمدہ تعبیر کی: "اگر تیمم سے نماز

---

[۱] درمختار باب التیمم مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۴۴

عاد وان لم يعد فصلاته تامة اھ فجعله خلافية مطلقا غير سديد في تسعة من اثني عشر وان اخذت المتروكات ايضا كما فعلنا فثمانية عشر اي على هذا التقسيم متى عني احد صور الوعد فتكثير جدا كما ياتي۔

پڑھ لی جبکہ وہاں کوئی ایسا تھا جس سے دریافت کرے پھر اس نے پانی کی خبر دی تو اعادہ کرے۔ پھر فرمایا کہ پھر اس نے سوال کیا تو اس نے بتایا۔ لاجرم جوہرہ نیرہ میں یہ کہا کسی ایسے شخص کو دیکھا جس کے پاس پانی ہے اس سے طلب نہ کیا نماز پڑھ لی پھر اس کے نماز سے فارغ ہونے کے بعد اس نے بغیر مانگے دے دیا تو وضو کر کے اعادہ کرے۔ اور اگر نہ دیا تو اس کی نماز تام ہے الخ تو اسے بارہ میں سے نو صورتوں میں مطلقاً خلافی قرار دینا درست نہیں۔ اور اگر متروکات بھی لے لیے جائیں جیسا کہ ہم نے کیا تو اٹھارہ صورتوں میں یعنی اس تقسیم پر ــــ لیکن وعدہ کی صورتیں بھی لی جائیں تو بہت زیادہ ہو جائیں گی جیسا کہ ذکر آ رہا ہے۔ (ت)

وسابعا ترك صور الوعد والسكوت

وفيه مباحث تهم فالاقسام على ما سنذكر لا اربعة وعشرون ولا ستة وستون بل اربعمائة وستة وعشرون وذلك لانه اما ان يسأل قبل التيمم او بعده قبل الشروع في الصلاة او فيها قطعها او بعدها او لا اصلا فهي خمس ولا يكون الاولان الا بالعلم قبل الصلاة والباقي تحتمل العلم فيه وقبلها فهي ثمانية وعلى كل تقدير يظن المعطي او المنع او يشك فهي اربعة وعشرون۔ فريق السؤال منه ثمانية عشر وفريق عدمه ستة والسؤال قبل التيمم وبعده قبل الصلاة تدل ـــ

سابعاً وعدہ اور سکوت کی صورتیں

چھوڑ دیں جبکہ اس میں اہم بحثیں ہیں ــــ قرآن کے دور میں نہ چوبیس ہوں گی نہ چھیاسٹھ بلکہ چار سو چھبیس ہوں گی۔ وہ اس لیے کہ سوال یا تو قبل تیمم ہوگا، یا بعد تیمم قبل شروع نماز، یا اندرون نماز اس طرح کہ نماز توڑ دے، یا بعد نماز یا سوال بالکل نہ ہوگا ــــ یہ پانچ صورتیں ہوئیں ــــ پہلی دونوں صورتیں قبل نماز علم کے بغیر نہ ہوں گی اور بقیہ میں احتمال ہے کہ اندرون نماز معلوم ہو یا قبل نماز ہو۔ تو یہ آٹھ ہوئیں ــــ اور ہر تقدیر پر ظن عطا ہوگا یا ظن منع یا شک ہوگا ــــ تو یہ چوبیس صورتیں ہوئیں ــــ ان میں سے اٹھارہ سوال والی ہیں اور چھ عدم سوال والی ــــ اور ظن عطا و منع اور شک کے

باعتبار الطرفين والثلث والسؤال قبل او بعده كل منها اثنى عشر صورة كون الرؤية في الصلاة وقبلها وصورة عدم السؤال تشمل الوجهين كما ستعرف۔

اعتبار سے سوال قبل تحریمہ یا بعد تیمم قبل نماز کی تین تین صورتیں ہیں اور نماز کے اندر یا نماز کے بعد سوال کی چھ چھ صورتیں ہیں — اس طرح کہ رؤیت اندرون نماز یا قبل نماز ہونے کا اضافہ ہوگا۔ اور عدم سوال والی صورت دونوں شکلوں کو شامل ہے، جیسا کہ معلوم ہوگا۔ (ت)

ثم على كل سؤال اما ان

يعطى من فوره وهو العطاء العاجل او يعد او يسكت او يابى وبعد كل من الثلثة اما ان يعطى وهو العطاء الآجل اولا وذا الرابط في الوعد فاما ان يظهر خلفه اولا كما قدمت في التنبيه الخامس[عه] فعلى كل سؤال ثمانية وجوه فاما العطاء العاجل فلا يفارق السؤال في محله والآجل في غير موضعه يحتمل ان يكون قبل التيمم او بعده قبل الصلاة او فيها او بعدها في الوقت قبل الاطلاع على تيممه وصلاته او بعده او بعد الوقت اما في الوعد فلا الا وجهين وهما العطاء في الوقت او بعده لان الوعد يوجب الانتظار الى خروج الوقت فمهما وعد لم يكن له ان يتيمم او يصلي به او بوضوء اذا عرفت هذا

پھر ہر سوال پر یا تو اسے فوراً دیدیگا

اس کا نام عطائے عاجل ہے — یا وعدہ یا سکوت یا انکار کرے گا۔ اور ان تینوں میں سے ہر ایک کے بعد یا تو دے دے گا — اور یہ عطائے آجل ہے — یا نہ دے گا — اور جب صورت وعدہ میں نہ دے گا تو یا تو اس کے خلاف ظاہر ہوگا یا نہیں — جیسا کہ تنبیہ پنجم میں ہم پہلے بیان کر چکے تو ہر سوال میں آٹھ صورتیں ہوئیں — عطائے عاجل تو سوال کے وقت ہی ہوتی ہے — اور عطائے آجل غیر وعدہ میں محتمل ہے کہ قبل تیمم ہو یا بعد تیمم قبل نماز، یا اندرون نماز یا بعد نماز اندرون وقت اس کے تیمم و نماز پر اطلاع سے قبل یا بعد یا وقت کے بعد — لیکن وعدہ میں دو ہی شکلیں ہیں۔ وقت میں یا بعد وقت دینا، اس لیے کہ وعدہ وقت نکلنے تک انتظار واجب کرتا ہے تو جب اس کے

عـه يعطى عاجلا يعد فيعطى ولا يعطى خلف او غير محقق يسكت فيعطى اولا يابى فيعطى اولا ١٢ منه (م)

(۱) فوراً دے دے (۲) وعدہ کرے پھر دے دے۔ (۳) وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہ دے (۴) یا بغیر وعدہ خلافی کے نہ دے (۵) سکوت اختیار کرے پھر دے دے (۶) یا نہ دے (۷) انکار کرے پھر دے دے (۸) یا نہ دے ۱۲ منہ (ت)

۱ وإن كان السؤال قبل التيمم صار الحكم
تثليثه صار مقسماً بين كل عطاء آجل في
غير الوعد وتثليثه فيه صار أربعة وجوه
عدم عطاء ووجه واحد للعطاء العاجل
تسعة عشر ويكون ثلاثياً سبعة وخمسين عـه
وإذا كان بعده قبل الصلاة خرج الأول من
ستة العطاء الآجل وهو العطاء قبل التيمم
فهو في كل من السكوت والإباء خمسة
مع وجه عدم العطاء صارت اثني عشر
وللوعد أربعة كما كانت أي يعطي في الوقت
أو بعده أو لا يعطي مخلفاً أو غير مخلف و
واحد هو العطاء العاجل فهي سبعة عشر
و... لتثليث أحد وخمسون و... إذا كان فيه
فلا قبله كما بقي سبعة عشر غير أنه
هذا أسداس فصارت مائة واثنين

وعدہ ہوا تو ... اس میں کہ تیمم کرے یا نہ پڑھے
خواہ بعد زیادہ یا دوبارہ۔ جب یہ معلوم ہوگیا تو دیکھئے
جب سوال قبل تیمم ہو تو سب صورتیں ہوسکتی ہیں۔
تو اس کی آٹھ صورتیں ہیں عطائے آجل غیر وعدہ کی
چھ صورتوں کے ساتھ اور وعدہ کی دو صورتیں عدم عطا
کی چار اور عطائے آجل کی ایک صورت کے ساتھ
کل انیس صورتیں ہوئیں اور ثلاثی ہونے کی وجہ سے
ستاون ہوئیں۔ اور جب سوال بعد تیمم قبل نماز ہو تو
عطائے آجل کی چھ میں سے پہلی شکل نکل جائے گی
اور وہ یہ کہ عطا قبل تیمم ہو اب سکوت و انکار ہر ایک
میں پانچ صورتیں ہیں چھٹی شکل عدم عطا ہے تو بارہ
صورتیں ہوئیں اور وعدہ کی چار صورتیں رہیں جیسے پہلے
تھیں یعنی وقت کے اندر دے یا اس کے بعد یا
وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہ دے یا بغیر وعدہ خلافی
کے نہ دے اور ایک عطائے عاجل والی صورت ہے

عـه لأنه في الوعد يعطي في الوقت أو بعده
ولا يأتي مخلفاً أو غير مخلف هذه أربعة و
في كل من السكوت والإباء لا يعطي أو
يعطي قبل التيمم أو قبل الصلاة أو فيها أو
بعدها في الوقت قبل الاطلاع أو بعده
أو بعد الوقت فهي سبعة في كليهما
فأربعة مع أربعة عشر وواحد هو
العطاء العاجل صارت تسعة عشر ۱۲ منه
غفر له (م)

اس لیے کہ بصورت وعدہ یا تو وقت میں دے گا
یا بعد وقت دے گا یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے یا بغیر
وعدہ خلافی کے نہ دے گا۔ یہ چار صورتیں ہوئیں اور
سکوت و انکار ہر ایک میں یا تو نہ دے گا یا قبل تیمم
دے گا یا قبل نماز یا دوران نماز یا بعد نماز وقت میں
اطلاع سے قبل یا بعد، یا بعد وقت۔ تو دونوں میں
یہ سات صورتیں ہیں تو چار صورتیں ان چودہ صورتوں
کے ساتھ اور ایک صورت عطائے عاجل کے ساتھ
کل انیس صورتیں ہوئیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

(ت)

وإن كان بعد هذا خرج من عطايا السكوت والإباء الثلثة الأول فهي كل مع عدم العطاء سبعة وفي الوعد أربعة كما رسم فهي اثنا عشر والعطاء العاجل ههنا وجهان أعطى بعد ما رآه يتيمم ويصلي به أو لم يطلع عليه ولا يحتاج إلى هذا التقسيم لدفع توهم أن لو رآه فسكت دل على المنع فلا ينفع العطاء بعده وقد أزحناه في المسألة التاسعة فصارت أربعة عشر وبالتسديس أربعة وثمانين فطريق السؤال مائتان وأربعة وتسعون۔

تو سترہ[17] صورتیں ہوئیں اور تین میں ضرب دینے سے اکیاون[51] ہوئیں۔ اور جب سوال اندرون نماز ہو تو اس سے پہلے کی طرح یہاں بھی سترہ قسمیں ہوں گی مگر چونکہ ان میں سے ہر ایک میں چھ صورتیں ہیں تو ایک سو دو[102] صورتیں ہوئیں ——

اور جب بعد نماز ہو تو سکوت و انکار کی عطا والی صورتوں میں سے پہلی تین نکل جائیں گی تو ہر ایک میں عدم عطا کے ساتھ چار، اور وعدہ میں بدستور چار رہیں گی۔ یہ بارہ صورتیں ہیں اور عطائے عاجل کی یہاں دو شکلیں ہیں اسے تیمم کرتے اور نماز پڑھتے ہوئے دیکھنے کے بعد دیا یا اس پر مطلع نہ ہوا۔

اور اس تقسیم کی ضرورت یہ وہم دفع کرنے کے لیے ہے کہ اگر اسے دیکھ کر سکوت کرتا تو یہ دلیل منع ہوتا اس کے بعد دینا کارآمد نہ ہوتا، مسئلہ نہم میں ہم یہ وہم دور کر چکے ہیں — تو چودہ صورتیں ہوئیں جو چھ میں ضرب دینے سے چوراسی ہیں۔ اس طرح سوال کی شق میں کل دو سو چورانوے صورتیں ہوئیں۔ (ت)

وإذا لم يسأل فمن

دون وعد أو بعد أولا ولا وههنا نفس هذا العطاء على ستة وجوه العطاء والأول ثم الأولان منها ثلاثيات وما بعدهن سداسيات كذلك هذه الأقسام أعني لا ولا فكانت ستة وثلثين والوعد على خمسة وجوه الأولين الثلاثيين وثلثة تليها سداسيات لأن الوعد بلا سؤال في وقت حر لا تعلق له بحين الصلاة فكانت أربعة وعشرين ثم في كل وعد أربعة كما رسم فهي ستة وتسعون ومع ستة وثلثين المضروبات

اور جب سوال نہ کرے تو وہ یا تو

بغیر وعدہ کیے دے دے گا یا وعدہ کرے گا یا نہ دے گا نہ وعدہ کرے گا۔ یہاں خود یہ عطا وہاں کی عطائے اصل کی چھ صورتوں پر ہے۔ ان میں سے پہلی دو ثلاثی ہیں اور باقی سُداسی ہیں جیسے ان اقسام میں سے تیسری یعنی نہ عطا ہو نہ وعدہ۔ تو چھتیس[36] صورتیں ہوئیں۔ اور وعدہ میں پانچ صورتیں ہیں پہلی دو ثلاثی اور ان کے بعد تین سداسی۔ اس لیے کہ دوسرے وقت میں بلا سوال وعدہ کو اس نماز سے کوئی تعلق نہیں تو یہ چوبیس[24] صورتیں ہوئیں۔ پھر ہر وعدہ پر بدستور چار صورتیں۔ یہ چھیانوے[96] ہوئے

١٣٢ مائة واثنان وثلثون فصارت مع صور السؤال ٣٢٦ اربعمائة وستة وعشرين۔

اقول واعلم ان النقل هو من عبارات كلماتهم نفعنا الله تعالٰی ببركاتهم قد يقتصر فيه على الاعطاء و لا به و بهما عبروا في الزيادات وجامع الامام الكرخي وبدائع ملك العلماء وحلية المحقق وضابطة الامام صدر الشريعة كما سمعت نصوصهم والمحقق الحلبي في الغنية تارة قال في التصوير اما ان يعطى او يمنع وتارة قال ان كان يعطى اولا فان رأى في الصلاة مكتوفان ان سأل فاعطى وان سأل فمنع ولم يذكر لو سكت كما ستسمع نصه ان شاء الله تعالٰی وكذلك المحقق البحر قال في الشقوق عطاء او لا وفي بيان الاحكام في ما اذا رأى في الصلاة اتى مرتين بالنفي والاثبات ومرتين بان اعطى وان ابى وفي خارج الصلاة مرة كالاول ومرة كالثاني واخوه في النهر لخص كلامه فعبر في موضعين عن قوله وان ابى بقوله وان لا ولذا لم نعده ضابطة بحيالها فظهر ان مرادهم ههنا بنفي الاعطاء هو الاباء فلا يرد على البحر

صورتیں ہیں اور مذکورہ چھتیس کے ساتھ مل کر ایک سو بتیس صورتیں بنتی ہیں پھر سوال کی (۲۹۴) صورتوں کے ساتھ مل کر کل چار سو چھبیس صورتیں ہو جاتی ہیں۔ (ت)

اقول معلوم رہے کہ ان حضرات (خدا ہمیں ان کے برکات سے نفع بخشے) کے کلمات سے ظاہر ہے کہ انہوں نے عطا و انکار پر نظر محدود رکھی ہے۔ عطا و اباء سے ہی زیادات، جامع کرخی، بدائع ملک العلماء، حلیہ محقق اور ضابطہ امام صدر الشریعۃ میں تعبیر آئی، جیسا کہ ان کی عبارتیں پیش ہوئیں۔ محقق حلبی نے غنیہ کے اندر بیان صورت میں کبھی کہا اما ان یعطی او یمنع (یا تو دے گا یا منع کرے گا) اور کبھی کہا ان کان یعطی اولا (یا تو دے گا یا نہ دے گا) — پھر جب بیان حکم پر آئے تو کہا ان سأل فاعطی وان سأل فمنع (اگر مانگا تو دے دیا، اور اگر مانگا تو منع ہوا) اور کوئی واسطہ ذکر نہ کیا جیسا کہ ان کی عبارت ان شاء اللہ تعالٰی پیش ہوگی۔ اسی طرح محقق بحر نے شقوں کو بیان کرتے ہوئے کہا اعطاء اولا (اسے دے گا یا نہ دے گا) اور بیان احکام میں اندرون نماز دیکھنے کی صورت میں دو بار نفی و اثبات لائے اور دو بار ان اعطی وان ابی (اگر دیا، اگر انکار کیا) لائے۔ اور بیرون نماز دیکھنے کی صورت میں ایک بار بطرز اول اور ایک بار بطرز ثانی۔ ان کے برادر نے النہر الفائق میں

وفیہا ثمانیۃعـــہ منہا ثلاثیات واربعۃ سداسیات فھی ثمانیۃ واربعون ھذہ الثنتان والسبعون لایشک احدان بطلان الصلاۃ فیہا متفق علیہ لایجری فیہا خلاف الھدایۃ والمبسوط لان العطاء والوعد السابق علی تمام الصلاۃ کلیہما مانع للتیمم وناقض لہ ومبطل للصلاۃ بلاخلاف سواء اعطی بعد الوعد فی الوقت او بعدہ اولم یعط مخلفا او غیر مخلف ومثلہ فی الوعد بعد الصلاۃ صورتا العطاء فی الوقت لانہ مبطل وان لم یکن وعد ولم یزدہ الوعد الا قوۃ وکذلک صورتا عدم العطاء فیہ اذا لم یظھر خلفہ لان الوعد یورث ظن العطاء ولم یظھر خلافہ وقد فات درک الحقیقۃ فبنی الامر علی ظنہ فھذہ اربع کلھن سداسی فکانت اربعۃ وعشرین ومع ما سبقت مائۃ واثنین لکن لیحصر کلام بعد الصلاۃ فی خارج الصلاۃ ما تصورت ولم یبق من السبع والعشرین الا خمس اربع فی الوعد بعد الصلاۃ اذا اعطی بعد الوقت او لم یعط مخلفا والعطاء بعد

صورتیں ہیں ان میں سے چھ صورتوں ــ دو ثلاثی اور چار سداسی ــ میں پانی دینا ہے تو یہ چھتیس صورتیں ہیں اور باقی صورتوں میں قبل نماز یا دورانِ نماز وعدہ ہے ان میں سے آٹھ ثلاثی اور چار سداسی ہیں تو اڑتالیس صورتیں ہوئیں تو کل بہتّر صورتیں ایسی ہیں کہ کسی کو شک نہ ہوگا کہ ان میں نماز کا بطلان متفق علیہ ہے جس میں ہدایہ و مبسوط کا اختلاف جاری نہیں، اس لیے کہ تکمیل نماز سے پہلے عطا اور وعدہ دونوں ہی تیمم سے مانع اس کے لیے ناقض اور نماز کے لیے مبطل ہیں جس میں کوئی اختلاف نہیں خواہ بعد وعدہ وقت میں دے یا بعد وقت یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے یا بلا وعدہ خلافی کے نہ دے ــــ ان ہی کی مثل وعدہ بعد نماز میں وقت کے اندر دینے کی دو صورتیں ہیں اس لیے کہ دینا باطل کر دیتا ہے اگرچہ وعدہ نہ ہو، اور وعدہ بھی ہے تو اس کی قوت میں اور اضافہ ہی کرے گا ــــ اسی طرح وقت کے اندر عدمِ عطا کی دو صورتیں ــــ جبکہ وعدہ خلافی نہ ظاہر ہوا اس لیے کہ وعدہ عطا کا ظن پیدا کر دیتا ہے اور اس کے خلاف ظاہر نہ ہوا اور حقیقت کا ادراک ہاتھ میں نہ رہا تو بنائے کار اس کے ظن پر ہوگی ــــ تو یہ چار جن میں سب سداسی ہیں کل چوبیس ہوئیں سابقہ

عـــہ۱ وھی ۶ الی ۱۳ ـ (م) (یہ ۶ سے ۱۳ تک ہیں ـ ت)

عـــہ۲ ھما ۱۹ و ۲۳ ـ (م) (یہ ۱۹ و ۲۳ ہیں ـ ت) عـــہ۳ ھما ۲۲ و ۲۶ (م) (یہ ۲۲ و ۲۶ ہیں ـ ت)

عـــہ۴ ھی ۲۰ و ۲۴ (م) (یہ ۲۰ و ۲۴ ہیں ـ ت) عـــہ۵ ھی ۲۱ و ۲۵ م (یہ ۲۱ و ۲۵ ہیں ـ ت)

الوقت العاطف كما قدمت والخامس[عــه] لا وعد ولا اعطى فهذه يجرى فيها الخلاف على فرض ابقائه فالمبسوط يقول بطلت لترك السؤال والهداية صحت لان السؤال غير واجب ولم يوجد عطاء ولا وعد او زال عن الوعد بالاخلاف ولا خلاف كل هذه الخمس سداسيات هى ثلثون وعلى تشطير البحر خمسة عشر هذا كله على استظهاري ان الوعد بعد الصلاة اذا ظهر خلفه لم يؤثر فى صلاة مضت فان لم يسلم لم يبق للخلاف محل غير صورة واحدة من السبع والعشرين وهى ما اذا وعد ولم يعط فيكون الخلف فى ثلثة وستين من ستة وستين وان كما ذكرنا متروكا ته كما فعلنا كان الخلف فى مائة واثنين او مائة وستة وعشرين من مائة واثنين وثلثين وهاك الصور كى يسهل ضبط تصورها وبالله التوفيق۔

کے ساتھ مل کر ایک سو دو[۱۰۲] ہو گئیں لیکن بحر نے خاص اس صورت پر کلام کیا ہے جب بیرون نماز دیکھا ہو تو آدھی رہ گئیں — اور ستائیس[۲۷] میں سے صرف پانچ بچیں چار وعدہ بعد نماز میں جب کہ بعد وقت دیا یا وعدہ خلافی کرتے ہوئے نہ دیا۔ اور بعد وقت دینا بھی وعدہ خلافی ہی ہے جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا اور پانچویں صورت وہ کہ نہ وعدہ ہو نہ عطا — یہ وہ صورتیں ہیں جن میں اختلاف جاری ہوگا، اگر یہ مانیں کہ اختلاف باقی ہے۔ تو مبسوط کا قول ہے کہ ترک سوال کی وجہ سے نماز باطل ہے اور ہدایہ کا قول ہے کہ صحیح ہے اس لئے کہ سوال واجب نہیں اور عطا نہ پائی گئی نہ ہی وعدہ ہوا یا ہوا تو ٹل وعدہ، خلف کی وجہ — ... چونکہ ان پانچ میں سے ہر ایک سداسی ہے کل تیس صورتیں ہوئیں اور بحر کے آدھے بیان کی وجہ سے پندرہ[۱۵] ہوئیں — یہ سب اس بنیاد پر ہے کہ میں نے کہا کہ ظاہر یہ ہے کہ بعد نماز وعدہ کے خلاف جب ظاہر ہو جائے تو ادا شدہ نماز میں مؤثر نہ ہوگا۔ اگر میرا یہ خیال تسلیم نہ ہو تو ستائیس[۲۷] میں سے ایک صورت کے سوا کہیں اختلاف نہ رہ جائے گا وہ صورت یہ ہے کہ وعدہ ہو نہ عطا ہو۔ تو چھیاسٹھ[۶۶] میں سے تریسٹھ[۶۳] میں صحت ثابت ہوگی — اور اگر ان کی متروکات کا لحاظ کریں جیسا کہ پہلے ہم نے کیا تو خلل ایک سو بتیس[۱۳۲] میں سے ایک سو دو[۱۰۲] یا ایک سو چھبیس[۱۲۶] میں ہوگی — ان صورتوں کا ایک نقشہ پیش کیا جاتا ہے تاکہ انہیں ذہن نشین کرنے میں سہولت ہو — اور خدا ہی سے توفیق ہے۔ (ت)

عــه ولی ۲۴ ۔ (م) (یہ ۲۴ ہے ۔ ت)

الثلاثيات عشرة ١ و ٢ ومن ٥ الى ١٣ فهى ثلاثون
السداسيات ستة عشر من ٣ الى ٦ ومن ٥ الى ٢٦ فهى مائة واثنان

فالمجموع ١٣٢
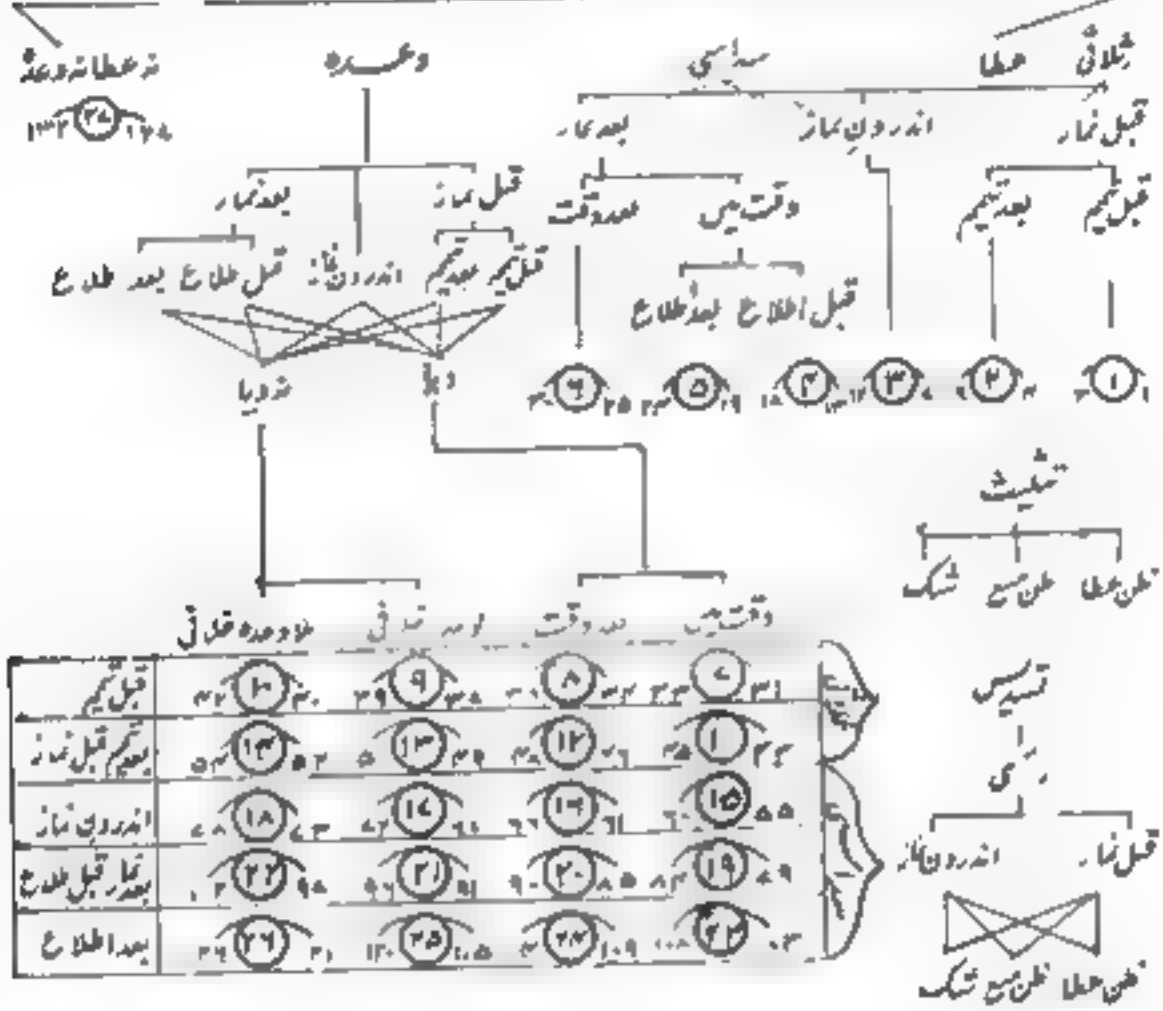
ثلاثیات دس ہیں۔ ۱ و ۲۔ اور ۷ سے ۱۴ تک۔ تو یہ تیئیس ہیں۔
سداسیات سترہ ہیں۔ ۳ سے ۶ تک اور پندرہ سے آخر تک۔ تو یہ ایک سو دو ہیں۔

شکل ۱۳۲

الثالث القانون الحلبي

قال رحمه الله تعالى هذا على وجوه اما ان يغلب على ظنه الاعطاء او المنع او استويا وعلى كل تقدير اما ان يسأل او يتيمم ويصلي من غير سؤال وما سأل فاما ان يعطى او يمنع واذا امتنع قبل الصلوة فاما ان يسأل بعدها اولا وعلى كلا التقديرين يعطى اولا واذا تيمم وصلى فاما ان يسأل بعد الصلوة اولا وعلى كلا التقديرين يعطى اولا فالاقسام سبعة وعشرون اقساما تيمم وصلى بلا سؤال ثم سأل فاعطى او اعطى بلا سؤال فانه يلزمه الاعادة على كل تقدير اما في ظن الاعطاء فظاهر واما في غيره فلزوال الشك وظهور خطأ الظن وان سأله فمنع جازت صلاته سواء كان السؤال قبلها وبعدها لانه قد تحقق العجز من الابتداء ولا فائدة في الاعطاء بعدها بعد التمام فيه واما اذا تيمم وصلى من غير سؤال ولم يسأل بعد ليتبين له الحال ففي قول ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه صلاته صحيحة في الوجوه كلها وقالا لا تجزئه والوجه هو التفصيل فيتعين ان يجب الطلب ولا تصح الصلاة بدونه اذا ظن الاعطاء دون ما اذا ظن عدمه لكونه في

سوم: قانون محقق ابراہیم حلبی

محقق حلبی رحمہ اللہ تعالی فرماتے ہیں: اس کی چند صورتیں ہیں ۔ یا تو اسے عطا یا منع کا غلبۂ ظن ہوگا یا دونوں میں برابری ہوگی ۔ ہر تقدیر یا تو مانگے گا یا بغیر مانگے تیمم و نماز ادا کرے گا ۔ بصورت سوال یا تو عطا ہوگی یا منع ۔ اور منع قبل نماز ہو تو بعد نماز پھر سوال ہوگا یا نہ ہوگا ۔ ہر دو تقدیر وہ دے گا یا نہ دے گا ۔ اور جب تیمم کیا اور نماز پڑھ لی تو بعد نماز سوال کرے گا یا نہیں ۔ ہر دو تقدیر وہ دے گا یا نہیں ۔ تو ستائیس قسمیں ہوئیں ۔ اگر مانگے بغیر تیمم کیا اور نماز پڑھ لی پھر مانگا تو اس نے دے دیا یا مانگے بغیر دے دیا تو ہر تقدیر اس پر اعادہ لازم ہے۔ ظن عطا کی صورت میں تو وجہ ظاہر ہے ۔ اس کے علاوہ میں اس لیے کہ شک زائل ہو گیا اور ظن کی خطا ظاہر ہو گئی ۔ اگر مانگنے پر منع و انکار کیا تو اس کی نماز ہو گئی خواہ مانگنا قبل نماز ہو یا بعد نماز ۔ اس لیے کہ عجز ابتدا سے ہی متحقق ہو گیا اور نماز سے پہلے انکار کے بعد نماز کے بعد دینے میں کوئی فائدہ نہیں ۔ اور جب بغیر مانگے تیمم کیا اور نماز پڑھ لی ۔ بعد میں بھی نہ مانگا کہ حال منکشف ہو تو امام ابو حنیفہ رضی اللہ تعالی عنہ کے قول پر تمام صورتوں میں اس کی نماز صحیح ہے۔ اور صاحبین نے فرمایا: یہ اسے کفایت نہیں کر سکتا۔ اور مناسب طریقہ یہ ہے کہ تفصیل کی جائے ۔ تو ہونا یہ چاہئے کہ طلب واجب ہو اور اس کے بغیر نماز

التردد فی احکامها ولم یحوجوا مثلی الی النظر فیها.

وثانیا بترکه ف اشتملت صورة عدم السؤال ما اذا وعد ولم یعط ولیست خلافیة اذا وقع الوعد قبل تمام الصلاة بل یفسد ویقطع ویبطل اتفاقا سواء ظهر خلفه اولا فهی ستة اربعة عــه۱ منها ثلاثیات واثنان عــه۲ سداسیان لان کلامه لا یختص بخارج الصلاة ککلام البحر فهی اربعة وعشرون وکذلک ف۲ اذا وعد بعدها ولم یظهر خلفه وهو عــه۳ ثنتان کلاهما سداسی فیرتقی العدد الی ستة وثلثین قسما وان لم یسلم استظهاری جعل الوعد ولو کان بعد مبطلا مطلقا زاد اثنان عــه۴ اعنی اثنی عشر اخر وشمل الاقسام ثمانیة واربعین.

وثالثا قوله ف وان سأل فمنع یشمل کما هو مصرح به السؤال قبل الصلاة

ذکر کرتے تو ہمیں مستفید فرماتے اور ان کے احکام میں تردد سے نجات دیتے اور مجھ جیسے کو ان میں نظر کی ضرورت نہ ہوتی۔

ثانیا ان صورتوں کو چھوڑ دینے کی وجہ سے عدم سوال کی صورت اسے بھی شامل ہے جب وعدہ کیا ہو اور نہ دیا ہو حالانکہ یہ صورت اختلافی نہیں جب کہ وعدہ تکمیل نماز سے پہلے ہو گیا ہو بلکہ یہ بالاتفاق قاطع، ناقض اور مبطل ہے خواہ اس کے خلاف ظاہر ہو یا نہ ہو۔ یہ چھ صورتیں ہیں جن میں سے چار ثلاثی اور دو سداسی ہیں اس لیے کہ ان کا کلام، صاحب بحر کے کلام کی طرح خارج نماز سے خاص نہیں تو کل چوبیس صورتیں ہوئیں۔ اسی طرح جب بعد نماز وعدہ ہو اور اس کے خلاف ظاہر نہ ہو (یہ دو) صورتیں ہیں دونوں ہی سداسی ہیں تو چھتیس قسموں تک گنتی سرایت کر آئی۔ اور اگر میرا استظہار، وعدہ کو اگرچہ بعد ہی میں ہو مطلقا مبطل قرار دینا تسلیم نہ ہو تو دو یعنی بارہ صورتوں کا اور اضافہ ہو گا اور گنتی اڑتالیس صورتوں کو شامل ہو جائے گی۔

ثالثا ان کا قول وان سأل فمنع (اگر مانگنے پر اس نے انکار کیا، جب کہ انھوں نے

عــه۱: هی ۹ و ۱۰ و ۱۳ و ۱۴ (م) (یہ ۹، ۱۰، ۱۳، ۱۴ ہیں۔ ت)

عــه۲: هما ۱۶ و ۱۸ (م) (یہ ۱۶ اور ۱۸ ہیں۔ ت)

عــه۳: هما ۲۲ و ۲۴ (م) (یہ ۲۳ اور ۲۴ ہیں۔ ت)

عــه۴: هما ۲۱ و ۲۵ (م) (یہ ۲۱ اور ۲۵ ہیں۔ ت)

وبعده فيشمل منعه قبله و
بعده فتخصيص المنع بما قبله
وقوله ولا فائدة الا ولا فائدة فيه
بل قد يوهم ان ليس الحكم كذا
ان منعه بعده ثم اعطى وليس كذلك
كما قدمت في شرح القانون الصدر وهي
والمسألة العاشرة فالوجه اسقاط
لفظة قبله۔

ورابعاً لم تكن حاجة الى
التشقيق بالظن والتشكيك من اول
الامر لانه انما تمس اليه الحاجة بعد
لو ظن ولم يعط ولم يعد وهي خلافية على
فرض خلاف۔

وخامساً قد علمت كلامه في هذا
الفرع الذي جعله خلافية على انه
ان ظن العطاء فلا يصح الا مذهب الصاحبين
اي سواء كان الموضع موضع عزة الماء
او موضع يبذل فيه بسبيل الخلاقة هنا
والتفصيل في المنع والشك وان ظن
المنع فان كان الموضع موضع العزة
فالصحيح مذهب الامام وان كان
موضعاً لبذل او شك في موضع عزة
تقويمه وقوله اوسع ولا ادري
لم ترك الشك في موضع البذل۔

تصریح کی قبل نماز و بعد نماز دونوں وقت مانگنے کو
شامل ہے تو قبل نماز اور بعد نماز انکار کو بھی شامل
ہوگا تو اپنی عبارت "ولا فائدة في منعه بعده
بعد المنع قبله" (بعد نماز دینے میں کوئی فائدہ
نہیں اس کے بعد کہ نماز سے پہلے انکار کر دیا ہو) میں
منع کو قبل نماز سے خاص کرنے میں کوئی فائدہ نہیں بلکہ
اس سے یہ وہم پیدا ہوتا ہے کہ اگر بعد نماز انکار کیا پھر
دے دیا تو یہ حکم نہیں حالانکہ ایسا نہیں جیسا کہ قانون
صدر الشریعۃ کی شرح اور مسئلہ دہم میں ہم بیان کر چکے۔
تو مناسب یہی تھا کہ لفظ "قبله" ساقط کر دیا جاتا۔

رابعاً اول امر ہی سے دونوں ظن اور
شک کی شقیں نکالنے کی کوئی ضرورت نہ تھی اس کی
ضرورت تو اس وقت ہوتی ہے جب اس نے نہ مانگا
اور اس نے خود یا وعدہ کیا ـــــ اور یہی اختلافی
صورت ہے اگر فرض کیا جائے کہ خلاف ہے۔

خامساً جس کو خلافی قرار دیا ہے اس
میں یہ کلام اس پر ہے کہ اگر اسے ظن عطا ہو تو صرف
صاحبین کا مذہب ہے یعنی خواہ وہ جگہ پانی کی کمیابی کی
ہو یا پانی دے جانے کی جگہ ہو اس کی دلیل یہاں اس کو
مطلق ذکر کرنا اور منع و شک میں تفصیل کرنا ہے اگر اسے ظن
منع ہو اگر وہ جگہ پانی کی کمیابی کی ہو تو مختار امام صاحب کا
مذہب ہے اور اگر جگہ پانی خرچ کیے جانے کی ہو یا پانی
کی کمیابی کی جگہ میں شک ہو تو صاحبین کے قول میں زیادہ احتیاط
ہے اور امام صاحب کے قول میں زیادہ وسعت ہے
پتا نہیں بذل کی جگہ شک ہونے کا ذکر کیوں چھوڑ دیا۔

فان قیل لااصل فی الماء الاباحة فلا یعتری الشك الا فی محل العزة۔

اگر کہا جائے کہ پانی میں اصل اباحت ہے تو شک صرف اسی جگہ ہوگا جہاں پانی کم یاب ہو۔

اقول فكيف ظن المنع فی محل البذل فان جاز ذلك لامور خارجية فالشك اولی۔

اقول (میں کہوں گا) پھر بذل (دے دیے جانے) کی جگہ ظنِ منع کا ذکر کیسے کیا، اگر خارجی امور کی بنا پر اس کے ذکر کا جواز ہے تو شک کا درجہ اولیٰ ہوگا۔

وسادسًا لم كان الاحوط قولهما عند ظن المنع فی محل البذل لا فی محل العزة فقد حققنا فی المسألة السادسة ان ذكر الموضع ذكر المظنة وان الحقيقة عنه ولرب يظن العطاء فی محل المنع والمنع فی محل العطاء ظنًا صحيحًا صادقًا ناشئًا عن دليل معتمد فان دير الامر فيه كما هو المحقق سقط الفرق بحال المحل وكان الاحوط قولهما اذا شك فی محل ما مطلقًا لا اذا ظن المنع ولو فی محل البذل وان حكم بالظن مع قطع النظر عنه فلم جعلتم المختار قولهم اذا ظن العطاء ولو كان فی محل العزة

سادسًا قول صاحبین میں زیادہ احتیاط ظنِ منع کے وقت صرف کم یابی ہی کی جگہ کیوں ہے؟ ہم نے مسئلہ ششم میں تحقیق کی ہے کہ جگہ کا ذکر یک جائے گمان کا ذکر ہے ورنہ مدار حقیقتِ ظن پر ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کبھی منع کی جگہ اسے عطا کا گمان ہو اور عطا کی جگہ منع کا، ایسا صحیح گمان ہو کہ معتمد دلیل سے پیدا ہوا ہو۔ تو اگر مدار اسی کے گمان پر ہو جیسا کہ یہی تحقیق ہے —— تو حالتِ محل کا فرق ساقط ہوجائیگا اور قول صاحبین میں مطلقًا زیادہ احتیاط ہوگی جبکہ کسی بھی جگہ شک ہو، نہ اس وقت جبکہ اسے منع کا ظن ہو اگرچہ بذل کی جگہ۔ اور اگر اس کے ظن سے قطع نظر کرکے محل پر حکم ہے تو آپ نے صاحبین کا قول اس صورت میں مختار کیسے ٹھہرایا جبکہ اسے ظنِ عطا ہو اگرچہ وہ کم یابی کی جگہ ہو۔

وسابعًا ان اريد بالاحوط ما فيه الخروج عن العهدة بيقين كان قولهما هو الاحوط مطلقًا وان اريد به الاقوى دليلا فكيف يكون احوط عند الشك فقد حققنا آخر المسألة السادسة

سابعًا اگر احوط سے مراد وہ ہو جس میں یقینی طور پر عہدہ برآ ہونا ہو تو صاحبین کا قول مطلقًا احوط ہوگا —— اور اگر اس سے مراد وہ ہو جس کی دلیل زیادہ قوی ہے تو وہ شک کے وقت احوط کیسے ہوگا؟ ہم نے تو مسئلہ ششم کے آخر میں تحقیق کی ہے کہ شک

ان الشك ملحق بظن المنع الى هنا تمت قوانين العلماء مع ما لها وعليها الآن آن ان نذكر ما فاض من فيض القدير على العاجز الفقير. **فاقول** وبالله التوفيق.

ظن منع سے ملحق ہے یہاں تک قوانین علماء مع شرح فوائد و ذکر ایرادات تمام ہوئے۔ اب ہم وہ بیان کرتے ہیں جو فیض قدیر سے عاجز فقیر پر فائض ہوا۔ **فاقول** (میں کہتا ہوں) اور توفیق اللہ تعالٰی سے ہے۔ (ت)

الرابع القانون الرضوی

العطاء بعد الوقت لا يؤثر فيما مضى عــه

چہارم: قانون رضوی

وقت کے بعد دینا جو نافذ ہو چکا، میں مؤثر

عــه لم يذكره على طريق التشقيق رومًا للاختصار فان العبارة تطول فيه كأن تقول لا يخلو اما ان يعطي او يعد او يشتم او يسكت ولا شق خامس [illegible] اما ان يعطي في الوقت او بعده فان كان في الوقت فما بعد ختم الصلاة عقيب [illegible] حقيقة وحكمًا كانت قبل الصلاة او بعدها اولًا وان كان بعده فلا يخلو اما ان كانت هذه في الوقت ولم يعلم به اولًا وعلى شق [illegible] ما [illegible] بعد بعد الصلاة ويظهر خلفه اولًا وعلى الثالث يكون الشتم قبل فعل كالتيمم والصلاة او بعده وعلى الرابع اما ان يلحقه العطاء

اختصار کے ارادہ سے تشقیق کے طور پر اس کا ذکر نہ ہوا اس لیے کہ اس میں عبارت طویل ہو جاتی ہے۔ مثلاً یوں کہا جائے۔ اس سے خالی نہ ہوگا کہ یا تو [illegible] وعدہ کرے یا انکار کرے یا خاموش رہے یا کچھ نہ ہو — بر تقدیر اول یا تو وقت میں دے گا یا اس کے بعد — اگر وقت میں دے تو یا تو ختم نماز کے بعد دے گا، اس انکار حقیقی یا حکمی کے بعد جو نماز سے پہلے رہا ہو یا نماز کے بعد — یا ایسا نہیں ہوگا اور اگر وقت کے بعد ہو تو اس سے خالی نہیں کہ یا تو وقت کے اندر علم ہوا اور اس سے [illegible] — یا ایسا نہ ہوگا —— اور بر تقدیر ثانی یا تو بعد نماز وعدہ کرے گا اور اس کا خلف ظاہر ہوگا یا ایسا نہ ہوگا اور بر تقدیر سوم انکار کسی فعل مثلاً تیمم ونماز سے پہلے ہوگا یا اس کے بعد — اور بر تقدیر رابع یا تو عطا اسے وقت کے

(باقی برصفحہ آئندہ)

الا اذا اعطوه ولو یسأل فیه اصلا وفیه صورتین مطلق الا اذا کان بعد الصلاة عقیب اباء سابق او لاحق ولو حکمیا والوعد کهیئة الا اذا (ای لم یسبق او لحق) کان بعد الصلاة وظهر خلافه والمنع لا یمنع شیئا ولا یرفع والسکوت منع الا اذا لحقه عطاء فی الوقت قبل ان یراه یتیمم ویصلی وان لم یعطوه بعد ولم یسأل فان اعطی العطاء بطلت والا تمت۔

نہیں مگر جبکہ علم ہو اور وقت کے اندر بالکل نہ مانگے اور وقت کے اندر دینا مطلقاً مؤثر ہے مگر جبکہ نماز کے بعد انکار سابق یا لاحق کے بعد ہو خواہ انکار حکمی ہی ہو —— وعدہ بھی اسی (وقت میں دینے) کی طرح ہے مگر جب کہ نماز کے بعد ہو اور اس کے خلاف ظاہر ہو جائے —— اور منع کسی چیز کو روکنے اور ختم کرنے والا نہیں —— اور سکوت منع ہی ہے مگر جب کہ اسے وقت کے اندر دینا لاحق ہو اس سے پہلے کہ اسے تیمم کرتے اور نماز پڑھتے دیکھے —— اور اگر نہ دیا نہ وعدہ کیا تو اس نے مانگا اگر دینے کا عمل رہا ہو تو نماز باطل ہوگی ورنہ تام ہے۔ (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

فی الوقت قبل ان یتیمم ویصلی او لا وعلی الحالین اما ان یعطی العطی او لا فهذه اثنا عشر لا تزید ولا حاجة فهذا بیان الشقوق ثم یفیض فی بیان الاحکام فیطول الکلام فادمجنا الاقسام فی بیان الاحکام واختصرنا الکلام مع الاستیعاب التام والحمد لله ذی الجلال والاکرام وقد علمت انا لم نقسم قسمین الا حیث یختلفان فی الحکم وحصرنا الاربعمائة والستة والعشرین فی اثنی عشر بل رددناها فی المتن الی عشرة کما تری ولله الحمد ۱۲ منه غفرله (م)

اندر تیمم و نماز کی ادائیگی سے پہلے لاحق ہوگی یا بعد میں ہوگی —— اور ہر تقدیر پر یا تو اسے عطا ملے گا یا نہیں —— یہ بارہ صورتیں ہیں زیادہ نہیں۔ اور اس کی حاجت نہیں کیونکہ یہ تو شقوں کا بیان ہے پھر احکام کا بیان چلے گا تو کلام اور دراز ہوگا، اس لیے ہم نے اقسام کو بیان احکام ہی میں ملا دیا اور مکمل احاطہ کے باوجود کلام مختصر رکھا —— اور ساری حمد عزت و بزرگی کے مالک خدائے برتر ہی کے لیے ہے —— یہ بھی معلوم ہوا کہ ہم نے دو قسمیں وہیں کی ہیں جہاں ان دونوں کا حکم مختلف ہو اس طرح چار سو چھبیس کو ہم نے بارہ میں محصور کیا بلکہ متن میں بارہ کو بھی دس کی جانب پھیر دیا جیسا کہ پیش نظر ہے۔ اور خدا تعالیٰ ہی کے لیے ساری تعریف ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

وبه تمّت الضابطة لجميع الصور الاربعمائة والستة والعشرين صحة. **بيانه** انى رددت الاقسام الى العشرة لانه اما ان يعطى او يعد او يسكت او يمنع او لا شئ ولا يكون الثالث الا بعد السؤال ولا الخامس الا بدونه والاولان شاملان لهما فيصلحان للتثنية بكون كل بعد السؤال او بلا سؤال.

ان ہی الفاظ میں تمام چار سو چھبیس[۴۲۶] منضبط صورتوں کے لیے ضابطہ مکمل ہو گیا ——
اس کا بیان یہ ہے کہ میں نے مریدِ قبول کو دس صورتوں کی جانب پھیر دیا ہے —— وہ اس لیے کہ یا تو وہ دے گا یا وعدہ کرے گا یا سکوت کرے گا یا منع کرے گا یا کچھ نہ کرے گا۔ اور تیسری صورت سوال کے بعد ہی ہو گی، اور پانچویں بلا سوال ہی ہو گی۔ اور پہلی دونوں، سوال و عدمِ سوال دونوں کو شامل ہیں تو وہ دو دو ہونے کی صلاحیت رکھتی ہیں اس طرح کہ ہر ایک بعدِ سوال ہو گی یا بلا سوال۔ (ت)

فالعطاء قسم واحد وهو غير الاجل الذى يتأخر عن السؤال مرتبات فلا بد ان يتقدمه وعد او صمت او منع وهذه مقابلة فى التقسيم فلا جرم يكون عاجلا اى على فور السؤال او لا عاجلا ولا آجلا بل بدون سؤال.

تو عطا ایک قسم ہے —— اور یہ عطائے آجل نہیں جو زمانہ میں سوال سے کچھ بعد میں ہوتی ہے تو ضروری ہے کہ اس سے پہلے وعدہ یا خاموشی یا انکار ہو۔ اور یہ تقسیم میں ان سب کے مقابل ہے۔ تو ضروری ہے کہ عاجل ہو۔ یعنی سوال ہوتے ہی دینا ہو —— یا نہ عاجل ہو نہ آجل بلکہ بغیر سوال ہو۔

والوعد والمراد به الرجاء فى حال بقاء الماء كما هو المتبادر من اطلاقه ثلثة اقسام لانه اما قبل تمام الصلاة او بعده وفى هذا اظهر خلفه ولا.

وعدہ —— اس سے مراد ہے وعدہ رجائی جو بقائے آب کی حالت میں ہو جیسا کہ اطلاق سے یہی متبادر ہوتا ہے اس کی تین قسمیں ہیں اس لیے کہ یا تو قبلِ تکمیلِ نماز ہو گا یا بعدِ تکمیل اور اس میں یا تو اس کا خلف ظاہر ہو گا یا ایفاء ہو گا۔

والسكوت قسمان لانه يعطى بعده فى الوقت قبل الاطلاع على تيممه وصلاته اولا.

سکوت کی دو قسمیں ہیں —— اس لیے کہ وہ بعدِ سکوت وقت کے اندر اس کے تیمم و نماز پر اطلاع سے پہلے پانی دے دے گا یا ایسا نہ ہو گا۔

حکمه تمت.

(٤) لو يظهر حنثه لو ايما وجهان يعطي في الوقت او لا يعطي لنحو وجوه قدمنا في المسألة الثامنة كأنت كان قال له تعال في الوقت الفلاني اعطك فلم يذهب هو او لا فالاقسام ههنا ثمانية واربعون لان التقسيم كسابقه وههنا الطريقان مشيان.

حکمه يعيد الصلاة.

(٥) سكت واعطى في الوقت قبل الافراغ حيث ان السكوت يتقدمه السؤال فللسؤال اربعة مواقع قبل التيمم و الصلاة او فيها او بعدها والعطاء على الاول ما على كذلك وعلى الثاني ثلاث باسقاط الاول وعلى الثالث كذلك لانه قطع الصلاة بالسؤال ولم ينتقض تيممه فالعطاء اما ان يكون قبل المستأنفة او فيها او بعدها وعلى الرابع ماله الا وجه واحد لانه لا يعيد الصلاة بالسكوت و الاوليان ثلاثيان فجملتهما احد وعشرون و الاخيرتان سداسيان حاصلهما اربعة وعشرون و الكل خمسة واربعون.

حکمه الاثار الثلثة.

حکم — نماز تام ہے

(۴) اس کا حنث ظاہر ہوا۔ اس کی بھی دو صورتیں ہیں — وقت کے اندر دے گا یا نہ دے گا۔ اور اسی قسم کی وجہوں کے باعث جو ہم نے مسئلہ ہشتم میں بیان کیں۔ مثلاً اس سے کہا تھا فلاں وقت آنا تجھیں دوں گا یہ نہ گیا قسمیں یہاں اڑتالیس ہیں۔ اس لیے کہ تقسیم اس سے پہلے والی کی طرح ہے اور یہاں دونوں ہی طریق قابل ہیں۔

حکم — اعادہ لازم ہے۔

(۵) خاموش رہا اور وقت کے اندر قبل الفراغ مل کر دے دیا۔ چونکہ سکوت سے پہلے سوال ہوگا تو سوال کے چار مواقع ہیں (۱) قبل تیمم (۲) قبل نماز (۳) دوران نماز (۴) بعد نماز — اور بر تقدیر اول عطا کی ایسے ہی چار چار صورتیں ہیں اور بر تقدیر دوم ثلاثی ہے — باسقاط اول — اور بر تقدیر سوم بھی ایسا ہی ہے۔ اس لیے کہ اس نے مانگ کر نماز توڑ دی اور اس کا تیمم ابھی نہ ٹوٹا تو دوبارہ پڑھی جانے والی نماز سے پہلے ہوگا یا اس کے اندر یا اس کے بعد اور بر تقدیر چہارم اس کی صرف ایک صورت ہے اس لیے کہ سکوت کی وجہ سے اس کو نماز کا اعادہ نہیں کرنا ہے — پہلی دونوں ثلاثی ہیں تو ان کی ساتوں مل کر اکیس ہوں گی۔ اور آخر والی دونوں سداسی ہیں تو ان کی چاروں چوبیس ہوں گی — اور کل پینتالیس ہوں گی۔

حکم — تینوں اثرات۔

حكمه تمت .

(٩) لم يكن شئ وظن العطاء هو على وجهين بالرؤية فى الصلوٰة اوقبلها .

حکم — نماز تام ہے

(٩) کچھ نہ ہوا اور اسے عطا کا گمان تھا ۔ نماز کے اندر یا نماز سے قبل دیکھنے کی تقدیر کی وجہ سے اس کی دو صورتیں ہیں ۔

حكمه يعيد

(١٠) لم يكن شئ ولا ظن عطاء هى اربعة بالوجهين مع ظن المنع او الشك .

حکم — نماز کا اعادہ کرے ۔

(١٠) کچھ نہ ہوا اور اسے ظن عطا بھی نہ تھا ۔ دونوں وجہوں کو ظن منع یا شک کے ساتھ ملا کر اس کی چار صورتیں ہوں گی ۔

حكمه تمت .

وبه تمت العشرة الاقسام .

حکم — نماز تام ہے ۔

اس سے احاطۂ اقسام مع بیانِ احکام مکمل ہوگیا ۔

وهذا جدول الاجمال باعتبار التقسيم الاول الى خمسة اقسام

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
عطا	٥٣	٢٣	٣٠
وعد	٧٨	٤٢	٩٦
سكوت	٩٩	٩٩	٠
منع	٩٩	٩٩	٠
خامس	٦	٠	٦
الكل	٣٣٦	٢٩٣	١٣٢

پانچ اقسام کی طرف تقسیم اول کے اعتبار سے یہ اجمال نقشہ ہے ۔

[illegible]	[illegible]	[illegible]	[illegible]
عطا	٥٣	٢٣	٣٠
وعد	١٢٨	٤٢	٩٦
سکوت	٩٩	٩٩	
منع	٩٩	٩٩	
خامس	٦	٠	٦
میزان	٣٣٦	٢٩٣	١٣٢

وهذا بعينه ما حصل بالتقسيم الاول تحت قانون نحر هو فتوهمها مع شدة تباينهما فى الطريق دليل الصحة والتحقيق ١٢ منه غفر له (م)

بعینہ یہی قانون نحر کے تحت تقسیم اول سے حاصل ہوا تو طرق میں شدید مباینت کے باوجود دونوں کا باہم موافق ہوجانا صحت و تحقیق کی دلیل ہے ١٢ منہ غفرلہ (ت)

معز بين الاحكام ، والحمد الدائم لمولى الانعام ، ذى الجلال والاكرام ، و افضل الصلاة والسلام على السيد السام ، وآله الكرام ، وصحبه العظام ، وامته الى يوم القيام ، آمين۔

اور دائمی حمد ہے ولی انعام مالک عزت و بزرگی کیلئے۔ اور افضل درود وسلام بہت انعام فرمانے والے آقا، اور ان کی کریم آل، عظیم اصحاب اور ان کی امت پر روز قیامت تک — الٰہی قبول فرما!

تنبیہ اتباعهم فى ترك اقسام الوعد باظهار النفاد والوعد الاباق و المنع بعد العطاء مع ذكرهم العطاء بعد المنع ۔

چند اقسام دیگر پر تنبیہ درج ذیل قسموں کو ترک کرنے میں ہم نے بھی ان ہی حضرات کی پیروی کی: (۱) پانی ختم ہونے کا اظہار کرکے وعدہ (۲) وعدۂ اباقی (۳) منع بعد عطا — جبکہ ان حضرات نے عطا بعد منع کو ذکر کیا ہے۔

فان قيل لا اثر لهذه ، اما ان الوعد بعد النفاد لا يعتبر والوعد الاباق لا اثر له فى الوقت الحاضر بل فى الوقت الموعود به والمنع بعد العطاء ان اثر فاحة تيمم منعه العطاء لا غير كما مر فى المسألة العاشرة

اگر کہا جائے کہ اس کا کوئی اثر نہیں اس لیے کہ ختم ہونے کے بعد وعدہ کا اعتبار نہیں اور موجودہ وقت میں وعدۂ اباقی کا کوئی اثر نہیں بلکہ وقت موعود میں ہے — اور دینے کے بعد انکار اگر اثر کرے گا تو یہی کہ وہ تیمم جو عطا سے ممنوع ہو گیا تھا اب مباح ہو جائے گا کچھ اور اثر نہ ہوگا جیسا کہ مسئلہ دہم میں بیان ہوا۔

اقول اليس هذا اثرا والوعد كيفما كان ان لحقه العطاء قبل تمام الصلاة تحصل الآثار الثلثة وان كان حصولها بالعطاء كما بالعطاء قبله بعد المنع وان لم يلحقه جاز تيممه ونفى وتمت الصلوة۔

اقول کیا یہ اثر نہیں۔ اور وعدہ جیسا بھی ہو اگر قبل تکمیل نماز اسے عطا لاحق ہوئی تو تینوں اثرات حاصل ہوں گے اگرچہ یہ عطا سے حاصل ہوں گے جیسا کہ اس سے قبل، منع کے بعد دینے سے — اگر عطا نہ لاحق ہو تو اس کا تیمم جائز وباقی اور نماز تام ہے۔

وقد ذكروا المنع ولا اثر له الا هذا وذكر المنع لا يغنى عنه فانه من الوعد فيشتبه الامر فيه

علما نے انکار کا ذکر کیا ہے اور اس کا سوا اس کے کوئی اثر نہیں اور انکار کا ذکر کارآمد نہیں اس لیے کہ وہ وعدہ سے (باقی)

ثم قد ذکروا العطاء بعد الاباء و
خصوه بالعطاء بعد الصلاة وهو
لا اثر له اصلا وانما ذکروه لبیان
خلوه عن الاثر فان اردنا ایرادها
ههنا فی الضابطة ان الوعد
باظهار النفاد والوعد الابائی
کلاهما لا اثر له الا اذا الحقه العطاء
قبل تمام الصلاة ولا یسمع منع بعد
عطاء الا اذا بقی الماء ولم یخرج عن
ملک المعطی فیبیح التیمم ان منعه عـــه
العطاء وآذن تصیر اقسام الوعد سبعة
لانه باظهار نفاد الماء او بدونه علی
الاول یعطی قبل ختم الصلاة معتذرا
بسهوه مثلا اولا وعلی الثانی اما ان
یعد ابائیا یعطی بعده قبل تمام
الصلاة لان تاجیل وعده لا یمنعه
عن تعجیله اولا واما رجائیا وقع
قبل تمامها او بعده وفی
هذا ظهر خلفه اولا۔

والمنع ثلثة باضافة

ہے تو معاملہ اس میں مشتبہ ہو جائے گا۔ پھر عطا
بعد انکار کا ذکر کیا ہے اور اسے عطا بعد نماز سے خاص
کیا ہے۔ اس کا بھی کوئی اثر نہیں۔ اس کی بے اثری
بتانے ہی کے لیے علماء نے اسے ذکر کیا ہے۔ اگر ہم
اسے بھی یہاں ضابطہ میں لانا چاہیں تو یہ اضافہ کریں گے
کہ ختم ہونے کا اظہار کرکے وعدہ اور وعدہ ابائی دونوں
بے اثر ہیں مگر جب کہ قبل تکمیل نماز انہیں عطا لاحق ہو۔
اور منع بعد عطا مسموع نہیں مگر جب کہ پانی باقی ہو اور
دینے والے کی ملک سے باہر نہ ہوا ہو تو تیمم کو مباح
کر دے گا اگر عطا اس سے مانع ہو۔ اور اب وعدہ کی
قسمیں سات ہو جائیں گی ــــ اس لیے کہ وعدہ
پانی ختم ہونے کے اظہار کے ساتھ ہوگا یا اس کے
بغیر ہوگا ــــ برتقدیر اول ختم نماز سے پہلے مثلاً
اپنے بھول جانے کا عذر کرتے ہوئے دے دے گا۔
(۲) یا نہیں ــــ برتقدیر ثانی (۳) یا تو ایسا وعدہ
ابائی کرے گا جس کے بعد قبل تکمیل نماز دے دے
اس لیے کہ وعدہ کو مؤجل کرنا اس کی تعجیل سے مانع
نہیں (۴) یا ایسا نہ ہوگا (۵) یا وعدہ رجائی کرے گا
جو قبل تکمیل نماز واقع ہو (۶) یا اس کے بعد ہو
اور اس میں اس کا خلف ظاہر ہو (۷) یا ایسا
نہ ہو۔

اور منع کی تین قسمیں ہو جائیں گی اس کا اضافہ

عـــه احتراز عن البیع بخیار البائع کما تقدم فی المسألة العاشرة ۱۲ منه غفرله (م)

بیع بشرط خیار بائع سے احتراز ہے، جیسا کہ مسئلہ دہم میں گزرا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

ما اذا كان بعد العطاء مع بقاء الماء و ملكه اما خلافه وهو المنع بعد ما نفد وخرج عن ملك الباذل فلا يحتاج الى ادخاله فى الاقسام لانه لا يرجى الا من مجنون فتصير جميع الاقسام خمسة عشر۔

اما انواع هذه الخمسة المزيدة فاقول:

(١) وعد باظهار النفاد واعطى قبل تمام الصلاة صوره ثمان واربعون۔

حكمه التاثير۔

(٢) وعد كذلك ولم يعط قبل تمامها صوره ١٩٢۔

حكمه تمت ويتضح هذا بتاليه لان هذا الوعد لا يخالف الابائى احكاما ولا اقساما اجمالا ولا تفصيلا۔

(٣) وعد ابائيا واعطى قبل تمام الصلاة مواقعه ثلثة:

(i) قبل التيمم

(ii) او الصلاة

(iii) او فيها

فعلى الاول الثلاثى للعطاء المواقع الثلثة وعلى الثانى الثلاثى اثنان فخمسة فى ثلثة خمسة عشر بالتثنية

کر دینے کی وجہ سے جو منع بعد عطا پانی اور ملک باقی ہے کے ساتھ ہو۔ لیکن اس کا خلاف۔ وہ یہ کہ پانی ختم ہونے کے بعد یا مانع کی ملک سے نکل جانے کے بعد منع ہو۔ تو اسے داخل اقسام کرنے کی ضرورت نہیں کہ ایسا منع انکار مجنون کے سوا کسی سے متوقع نہیں — اب کل اقسام پندرہ ہو جائیں گی۔

لیکن ان اضافہ شدہ پانچ کی نوعیں

فاقول (تو میں کہتا ہوں):

(۱) ختم ہونا ظاہر کر کے وعدہ کیا اور تکمیل نماز سے پہلے دے دیا۔ اس کی اڑتالیس صورتیں ہیں۔

اس کا حکم مؤثر ہے۔

(۲) اسی طرح وعدہ کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا۔ اس کی ۱۹۲ صورتیں ہیں۔

حکم — نماز تام ہے — یہ بات بعد والی دونوں قسموں سے واضح ہو گی اس لیے کہ یہ وعدہ احکام، اقسام، اجمال، تفصیل کسی وعدہ ابائی کے خلاف نہیں۔

(۳) وعدہ ابائی کیا اور قبل تکمیل نماز دے دیا۔ اس کے تین مواقع ہیں:

(۱) قبل تیمم

(۲) قبل نماز

(۳) اندرون نماز

تو اول ثلاثی میں عطا کے تینوں مواقع ہیں اور دوم ثلاثی میں دو ہیں تو پانچ کو تین میں ضرب دینے سے پندرہ صورتیں ہوں گی اور پندرہ کو دو میں ضرب دینے سے

ثلثون اما الثالث ففيه وجهان لان الوعد
في الصلاة ان كان بسؤاله فقد لزمه
استئناف الصلاة والا مضت لان هذا
الوعد لا ينقض التيمم فعلى الثاني
ما للعطاء الا وجه واحد ان يعطي
قبل تمام هذه الصلاة وعلى الاولى
يحتمل ان يعطي قبل شروع الصلاة
المستانفة او فيها فصار الثالث وهو
سداسي على ثلثة وجوه بثمانية عشر
ومع الثلثين ثمانية واربعون .

حكمه التأثير للوعد فانه مسح
بانتظار الوقت بل للعطاء .

(١٤) وعد اباحة ولم يعط قبل تمامها له
المواقع الخمسة بزيادة ما بعد الصلاة
مطلعا او غير مطلع فان كان قبل التيمم
او الصلاة احتمل اربعة .

(١) ان يعطي بعد الصلاة في الوقت مع الاطلاع.

(٢) او بدونه

(٣) او بعد الوقت

(٤) او لا .

وان كان بعد الصلاة قبل الاطلاع
خرج الاول او بعده خرج الثاني لان العطاء
لا يخالف الوعد في هذين فان المراد
الاطلاع حين تيمم وصلى به ليتوهم او
يثبت ان السكوت اذ ذاك دليل المنع

تیس ہونگی ـــ تقدیر سوم پر دو صورتیں ہیں اس لیے
کہ نماز میں وعدہ اگر اس کے مانگنے پر ہوا تو اس پر
از سر نو نماز پڑھنا لازم ہے ورنہ نافذ و تمام ہوگی
اس لیے کہ یہ وعدہ تیمم نہیں توڑتا ۔ تو دوسری صورت
میں عطا کی صرف ایک شکل ہوگی وہ یہ کہ قبل تکمیل نماز دے
اور پہلی صورت میں احتمال ہے کہ از سر نو پڑھی جانے
والی نماز شروع کرنے سے پہلے دے یا اس نماز کے
اندر ہی دے تو سوم جو شش ہے تین شکلوں پر
ہو کر اٹھارہ ہوگی ۔ تیس کے ساتھ مل کر کل
اڑتالیس ہوئیں۔

حکم : تاثیر ـــ وعدہ کی وجہ سے نہیں کیونکہ
یہ تو بنظر وقت مسح ہے بلکہ عطا کی وجہ سے ۔

(۱۴) وعدہ پانی کا کیا اور قبل تکمیل نماز نہ دیا ۔ نماز کے
بعد مطلع ہوکر یا غیر مطلع رہ کر نہ دینے کی صورت کا اضافہ
کر کے اس کے پانچ مواقع ہوں گے ـــ اگر تیمم یا
نماز سے پہلے ہو تو اس میں چار احتمال ہوں گے ،

(۱) نماز کے بعد، وقت کے اندر اسے اطلاع دے دینا ۔

(۲) بغیر اطلاع دینا

(۳) بعد وقت دینا

(۴) ایسا کچھ نہ ہو ۔

اگر بعد نماز قبل اطلاع ہو تو احتمال اول خارج
ہو جائے گا ـــ اور اگر بعد اطلاع ہو تو احتمال دوم
خارج ہو جائیگا ۔ اس لیے کہ ان دونوں میں عطا
خلاف وعدہ نہیں ۔ کیونکہ مراد ہے اس وقت اطلاع
جب تیمم کیا اور اس سے نماز ادا کی تاکہ یہ وہم یا ثبوت

فان كل من الاولين الثلاثين اثنا عشر وكل من الأخرين السداسيين ثمانية عشر فهي ستون وبالتثنية مائة وعشرون۔

بقي الثالث الوسطاني ان يكون الوعد في القعدة فان لم يكن عن سؤاله احتمل ان يعطي بعدها في الوقت او بعده اولا وان كان بسؤاله فلاجل الاستئناف احتمل ان يعطي في الوقت بعد الستأنفة مع الاطلاع او بدونه او بعد الوقت اولا فهذه سبعة سداسيات باثنين و اربعين والكل مائة واثنان وستون ۱۶۲۔

حكمه تمت ويستقض تيمه ان اعطى۔

ہونے کا اس وقت سکوت دلیل منع ہے۔

اب پہلی دونوں ثلاثی میں سے ہر ایک بارہ، اور بعد والی دونوں سُداسی میں سے ہر ایک اٹھارہ، تو یہ ساٹھ صورتیں ہوئیں اور دو میں ضرب دینے سے ایک سو بیس ۱۲۰ ہوتیں۔

تیسری درمیانی باقی رہ گئی وہ یہ کہ وعدہ نماز میں ہو، تو اگر اس کے سوال پر نہ ہو تو احتمال ہے کہ بنا کے بعد وقت کے اندر یا بعد وقت دے یا نہ دے اور اگر اس کے سوال پر ہے تو استیناف نماز کی وجہ سے احتمال پیدا ہوا کہ از سر نو پڑھی جانے والی نماز کے بعد وقت میں بحالت اطلاع یا بلا اطلاع دے دے، یا بعد وقت دے یا نہ دے یہ سات احتمالات کے سب سُداسی ہیں تو بیالیس ہوئے اور کل ایک سو باسٹھ ۱۶۲ ہوئے۔

حکم: نماز تام ہے اور تیمم اسی وقت ٹوٹ جائیگا اگر دے دے۔

---

(۱۵) اعطى ثم منع و عكسه و الماء باق هنا العطاء يحتمل ان يكون بلا سؤال او بعده عاجلا او بعد وعد او صمت او منع و على كل يكون قبل التيمم او الصلاة او فيها او بعدها بالاطلاع او بدونه او بعد الوقت۔

و بالجملة جميع صور العطاء الآتية في سائر الاقسام الماضية و كلها مؤثرات باحد الآثار الثلثة و في كل القسم الاول اربعة وخمسون وثلثة اسباع الثاني ستة وثلثون لان العطاء قبل التيمم او الصلاة او فيها و كل في الوقت

(۱۵) دیا پھر منع کیا اور اس کی عکس، اور پانی باقی ہے۔ اس عطا میں احتمال ہے کہ بلا سوال ہو یا بعد سوال فوراً ہو یا وعدہ یا خموشی یا انکار کے بعد ہو ــــ اور ہر تقدیر یا تو دینا قبل تیمم ہوگا یا قبل نماز یا اندرون نماز یا بعد نماز بحالت اطلاع یا بلا اطلاع، یا بعد الوقت۔

بالجملہ آنے والی عطا کی ساری صورتیں گزشتہ ساری اقسام میں ہیں۔ ان میں سے کچھ تینوں اثرات میں سے کوئی ایک اثر بھی رکھتی ہیں ــــ اور یہ قسم اول کی سبھی ہیں جن کی تعداد چوّن ۵۴ ہے، دوسری کی چھتیس ۳۶۔ اس لئے کہ عطا تیمم سے پہلے ہوگی یا نماز سے پہلے یا نماز کے اندر، اور ہر ایک وقت کے اندر

بعد السؤال او بدونه او بعد الوقت فهي ثلثة
في كل والاولان ثلاثيان والثالث سداسي
وكذا نصف الرابع اربعة وعشرون وكل
الخامس خمسة واربعون والسابع سبعة
وعشرون والثاني عشر ثمانية واربعون مجموعها مائتان
واربعة وثلثون ـ

ومنها ما لا يؤثر لكونه بعد الوقت
وهو ثلث الثالث اثنا عشر وثلث السادس
ثمانية عشر لان فيه وجهين للعطاء
ووجها لعدمه ونصف العطاء بعد الوقت
فكان ثلث الكل ـ

وربع الثامن ثمانية عشر لان
فيه وجها لعدم العطاء وثلثة وجوه
للعطاء منها وجهان لما في الوقت فكان لعدم
الوقت ربع الكل ومن الثالث عشر ثمانية و
اربعون مجموعها ستة وتسعون ومع
المؤثرات ثلثمائة وثلثون فتستخرج فان هذه
لا يفرق فيها المنع والعطاء في الموقع
اما في الفريق الثاني فظاهر لان العطاء بعد
الوقت فلا يكون المنع الا بعده ـ

واما في فريق المؤثرات فلان الفرض
منعه قبل الاستعمال فان اعطى قبل
التيمم لا يكون له ان يتيمم حتى يقع
المنع بعد التيمم وان اعطاه قبل
الصلاة لا يكون له ان يصلي حتى يقع
في الصلاة وقس عليه ـ

بعد سوال یا بلا سوال یا بعد وقت ــــ تو ہر ایک
میں پر تین ہیں ــــ اور پہلی دونوں ثلاثی ہیں تیسری
سداسی ہے اور چہارم کی نصف چوبیس اور خامس
کی سبھی پینتالیس اور سابع کی ستائیس اور بارھویں
کی اڑتالیس۔ کل دو سو چونتیس۔

ان میں سے کچھ غیر مؤثر ہیں کیونکہ بعد وقت ہیں،
یہ سوم کی تہائی بارہ ہیں اور ششم کی تہائی اٹھارہ ــ
اس لیے کہ اس میں عطا کی دو شکلیں ہیں اور عدم عطا
کی ایک شکل ہے اور نصف عطا بعد وقت تو کل کی
تہائی ہوئیں۔

اور ہشتم کی چوتھائی اٹھارہ اس لیے کہ اس
میں عدم عطا کی ایک صورت، اور عطا کی تین صورتیں
ہیں دو صورتیں اس کی ہیں جو وقت کے اندر ہو۔ تو
عدم وقت کے لیے کل کی چوتھائی ہوئی۔ اور تیرھویں سے
اڑتالیس جن کا مجموعہ چھیانوے ہوگا ــــ اور
مؤثرات کے ساتھ تین سو تیس۔ انھیں جمع کر لیا جائے
کہ ان کے اندر منع وعطا میں موقع کا اختلاف نہیں
فریق ثانی میں تو ظاہر ہے اس لیے کہ عطا بعد وقت
ہے تو منع بھی بعد وقت ہی ہوگا۔

اور فریق مؤثرات میں اس لیے کہ فرض یہ کیا گیا ہے
کہ استعمال سے پہلے منع کر دیا ہو تو اگر تیمم سے پہلے
دے دیا اسے تیمم کرنا روا نہ ہوگا یہاں تک کہ تیمم کے
بعد منع واقع ہو ــ اور اگر نماز سے پہلے دے دیا
تو اس کے لیے نماز ادا کرنا روا نہ ہوگا یہاں تک کہ
منع اندرون نماز واقع ہو ــ اور اسی پر قیاس کر لیا جائے

منها ما في الوقت ولا يؤثر وهي ثلث السادس ثمانية عشر ونصف الثامن ستة وثلثون ومن الثالث عشر ثمانية واربعون مجموعها مائة واثنان فهذه يمكن الافتراق لانه اذا اعطى في الوقت ولم يؤثر فله ان لا يستعمل الماء الآن و يدخره للوقت الآتي فيصح المنع قبل استعماله بعد الوقت فهذه تنقسم الى قسمين المنع في الوقت وبعده فتصير مائتين [٢٠٤] واربعة ومع المنفردات خمسمائة [٥٣٤] واربعة وثلثين عددا وجوه هذا القسم الخامس عشر.

حكمه اباحة التيمم الآن ان كان العطاء منعه ولا اثر له فيما مضى من تيمم او صلاة بل ان كان فبعطاء سابق مجموع هذه الاقسام الخمسة تسعمائة واربعة وخمسون ومع السابقات الف وثلثمائة وثمانون والله تعالى اعلم.

اور ان میں سے کچھ وہ ہیں جو وقت میں ہوں اور مؤثر نہ ہوں — یہ ششم کی تہائی اٹھارہ ہیں اور ہشتم کی نصف چھتیس [۳۶] اور تیرھویں سے اڑتالیس۔ کل ایک سو دو [۱۰۲] ہیں۔ ان میں افتراق ہوسکتا ہے۔ اس لئے کہ اگر وہ وقت میں دے اور مؤثر نہ ہو تو اسے حق ہے کہ اس وقت پانی استعمال نہ کرے اور وقت آئندہ کے لیے ذخیرہ کر رکھے تو بعد وقت اس کے استعمال سے پہلے منع بھی ہوگا۔ تو ان کی دو قسمیں ہوں گی منع اندرون وقت، منع بعد وقت تو دو سو چار [۲۰۴] ہو جائیں گی اور جمع شدہ کو ملا کر پانچ سو چونتیس [۵۳۴] ہوں گی یہ اس پندرھویں قسم کی صورتیں ہیں۔

حکم: اس وقت تیمم مباح ہونا اگر عطا اس سے مانع ہو۔ اور گزشتہ تیمم یا نماز پر اس کا کوئی اثر نہیں۔ بلکہ اگر اثر ہوگا تو عطائے سابق کا ہوگا۔ ان پانچوں اقسام کا مجموعہ نو سو چون [۹۵۴] ہوا اور سابقہ قسموں کو ملا کر ایک ہزار تین سو اسی ہوا — اور خدائے برتر خوب جاننے والا ہے۔

اضافة اخرى

اقول وههنا وجوه اخر فانّ الاحوال اربعة:

عطاء، وعد، سكوت، منع.

وقد ذكروا العطاء بعد المنع وذكرنا في وجوه قوانينهم العطاء بعد الوعد وبعد السكوت وزدنا المنع بعد العطاء فمن

اضافۂ دیگر

اقول یہاں کچھ اور صورتیں ہیں۔ اس لئے کہ حالتیں چار ہیں:

عطا، وعدہ، سکوت، منع۔

علماء نے عطا بعد منع بھی ذکر کیا ہے اور ہم نے ان کے قوانین کی صورتوں کے اندر عطا بعد وعدہ و بعد سکوت بھی ذکر کیا ہے اور منع بعد عطا کا اضافہ کیا ہے۔ تو

وثانيها الوعد ثم الاباء والآن ثم الوعد والسكوت ثم الاباء او الوعد فهذه اربعة تركيبات أخر ثنائيات اما ما فوق الثنائي فلا امكان لاحصائه جل من احصى كل شيء عددا والاسترسال في بيان تقاسيم هذه الاربعة ايضا مخرج عن القصد ومن عرف تصرفنا في ابانة الاقسام لم يعسر عليه فلنقتصر على بيان الاحكام الكلية بانين على استظهاراتنا السالفة غير انا نقطع القول فيما يتعلق بما نحن فيه۔

فاقول [1] اذا وعد ثم ابى فان كان الوعد قبل التيمم وان لا يكون الاباء ايضا الا قبله لان الوعد حاجز عن التيمم فهذا الاباء يبيح التيمم وان كان الوعد بعد التيمم نقضه فلا يعيده الاباء بل يجيز تجديده وكذا ان كان في الصلاة قطعها فلا يصح الاباء بعده وان كان بعدها تمت الصلاة وزال ما كان يخشى عليه من جانب الوعد ان لم يظهر خلفه۔

وان [2] ابى ثم وعد فان وقع الوعد قبل تمام الصلاة نسخ الاباء ومنع ونقض وقطع وان وقع بعدها

اسی کے مقابل میں وعدہ[1] پھر انکار، انکار[2] پھر وعدہ، سکوت پھر انکار، یا وعدہ بھی ہیں۔ تو یہ چار دوسری ثنائی ترکیبیں ہوئیں — لیکن ثنائی سے اوپر تو ان کا شمار ممکن نہیں — بزرگ ہے وہ جس نے ہر چیز کا شمار رکھا ہے۔ اب ان چاروں کی تقسیموں کی توضیح میں چلیں تو اعتدال سے باہر ہو جائیں گے۔ توضیح اقسام میں ہمارا تصرف جس نے سمجھ لیا اس کے لیے مشکل نہ ہوگا۔ تو ہم احکام کلیہ کے بیان پر اقتصار کریں بنائے کلام ہمارے سابقہ استظہاروں پر ہوگی مگر جو ہماری ابحاث سے متعلق ہے اس میں ہم قطعی قول ذکر کریں گے۔

فاقول (۱) جب وعدہ کرے پھر انکار کر دے تو اگر وعدہ قبل تیمم ہو — اور اس صورت میں انکار بھی قبل تیمم ہی ہوگا۔ اس لیے کہ وعدہ تیمم میں رکاوٹ ڈالتا ہے تو یہ انکار تیمم مباح کر دے گا — اور اگر وعدہ تیمم کے بعد ہو تو اسے توڑ دے گا۔ تو انکار اسے واپس نہ لائیگا بلکہ اس کی تجدید جائز کر دے گا اسی طرح اگر وعدہ نماز کے اندر ہو تو نماز کو توڑ دے گا تو اس کے بعد انکار اسے جوڑ نہ دے گا — اور اگر وعدہ بعد نماز ہو تو نماز تام ہے — اور وہ زائل ہے جس کا وعدہ کی جانب سے خطرہ رہتا ہے اگر اس کے خلاف ظاہر ہو۔

(۲) اور اگر انکار کرے پھر وعدہ کرے تو اگر وعدہ قبل تکمیل نماز واقع ہوا انکار کو منسوخ کر دے گا اور مانع، ناقض اور قاطع ہوگا۔ اور اگر بعد نماز ہوا

لم یؤثر لان العطء وبعد الصلاة لا یضر اذا کان بعد السمع فکیف بالوعد۔

وان سکت ثم ابی فالسکوت کان بنفسه دلیل الاباء والان قد اتی الصریح۔

وان سکت ثم وعد فان کان السکوت یحتمل ان یکون للاباء کما وصفنا فی ابحاثه فهذا الوعد جعل ذلک المحتمل متعینا فیعمل عمله من الاثار الثلثة والا لا فصح التیمم وتمت الصلوة واللّٰه سبحنه وتعالی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔ وصلی اللّٰه تعالی علی سیدنا ومولٰنا محمد واٰله وصحبه وابنه وحزبه وبارک وسلم الی ابد الابدین فی کل حین۔ والحمد للّٰه رب العلمین۔

تو اثر نہ ہوگا اس لیے کہ بعد نماز عطا مضر نہیں جبکہ بعد منع ہو۔ تو وعدہ کا کیا حال ہوگا۔

(۳) اگر خاموش رہا پھر انکار کیا تو سکوت خود ہی دلیل انکار تھا اور اب تو صریح ہو گیا۔

(۴) اگر خاموش رہا پھر وعدہ کیا تو اگر سکوت میں یہ احتمال ہو کہ انکار کی وجہ سے نہ ہوگا جیسا کہ اس کی بحثوں میں ہم نے بتایا تو یہ وعدہ اس محتمل کو متعین کر دے گا۔ تو اپنا کام کرے گا کہ تینوں اثرات ڈالے گا۔ ورنہ نہیں تو تیمم صحیح اور نماز تام ہوگی۔

اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے اس مجد بزرگ والے کا علم زیادہ تام اور محکم ہے، اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا و مولی محمد اور ان کی آل، اصحاب، فرزند اور گروہ پر ہمیشہ ہمیشہ، ہر لحظہ و ہر آن درود اور برکت و سلام ہو۔ اور ساری تعریفیں سارے جہانوں کے مالک خدا کے لیے ہیں۔ (ت)

رسالہ

الطِّلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ

کلام صدر الشریعۃ سے متعلق انوکھا مطلوب (ت)

نمبر ۱۵ ایسی جگہ کہ جنب ہوا اور پانی صرف وضو کے قابل ہے تو فقط تیمم کرے۔ یہاں شرح وقایہ امام صدر الشریعۃ رحمۃ اللہ علیہ کی ایک عبارت نے اس مسئلہ کو معرکۃ الآرا کر دیا اُس کے حواشی کے علاوہ اور کتب مثل شرح نقایہ قہستانی و درر علامہ مولٰی خسرو و در مختار وغیرہا میں اُس کی طرف توجہ مبذول ہُوئی اس بحث کو بھی وہاں سے جدا کیا کہ یہ رسالہ ہوا وباللہ التوفیق۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ہو المستعان، والذی شرح صدر الشریعۃ والایمان، بارسال سید الانس والجان، ووقایۃ للمؤمنین من النیران، وطہرنا بہ عن خبث الکفر وحدث الضلال، ونہانا عن اضاعۃ الماء والمال،

ساری خُوبیاں خدا کے لیے۔ اور وہی ہے جس سے مدد طلب کی جاتی ہے — جس نے جن وانس کے سردار کو نار سے اہل ایمان کو بچانے کے لیے بھیج کر شریعت اور ایمان کا سینہ کھولا۔ اور ان کے ذریعہ ہمیں کفر کے خُبث اور ضلالت کے حدث سے پاک کیا، اور ہمیں پانی اور مال برباد کرنے سے منع فرمایا ——

عليه وعلى اٰله الطيبين، واصحابه المطيَّبين المطيِّبين، وتابعيهم باحسان الى يوم الدين، صلاة الله وسلامه كل اٰن وحين، من ازل الاٰزال الى ابد الاٰبدين، اٰمين، وعلينا بهم يا ارحم الراحمين۔

ان پر اور ان کی پاکیزہ آل، پاکیزہ کیے ہوئے پاکیزہ کرنے والے اصحاب اور روزِ جزا تک بھلائی کے ساتھ ان حضرات کی پیروی کرنے والوں پر خدا کی جانب سے ہر لحظہ وہر آن، ازلوں کے ازل سے، ابدوں کے ابد تک درود وسلام ــــ قبول فرما اور ان کے طفیل ہم پر بھی ــــ اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں کہتا ہوں اور توفیق اللہ تعالٰی کی طرف سے ہے۔ ت) اگر کوئی شخص جنب ہو اور اس کے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو واجب کرے مثلاً پیشاب کیا تھا اس کے بعد جماع کیا یا احتلام سے اٹھ پھر پیشاب کیا اور حالت یہ ہو کہ وہ نہا نہ سکے اور وضو کرسکے خواہ یوں کہ جنگل میں ہے اور پانی صرف وضو کے قابل ہے یا یُوں کہ مریض ہے نہانا مضر ہے وضو سے ضرر نہیں یا یُوں کہ صبح تنگ وقت ہے اگر نہائے تو وقت نکل جائے گا اور وضو کی گنجائش ہے اس صورت میں قول امام زفر پر فتوٰی ہے کہ محافظتِ وقت کے لیے تیمم سے پڑھ لے احتیاطاً اس پر عمل کرے پھر رعایتِ اصل مذہب کو بعد خروجِ وقت پانی سے طہارت کرکے اعادہ کرے جس کا بیان ہمارے رسالہ الظفر لقول زفر میں گزرا، اور اب بحمدہ تعالٰی اس کی اور تائید قوی پائی کتب جلیلہ معتمدہ محیط و ذخیرہ و بنایہ امام عینی میں ہے:

شرع التیمم لدفع الحرج وصیانۃ الوقت عن الفوات[1]

تیمم حرج کے دفع اور وقت کو فوت ہونے سے بچانے کے لیے مشروع ہوا ہے۔ (ت)

کفایہ میں ہے:

التیمم شرع لصیانۃ الصلاۃ عن الفوات (الی ان قال) فلما جوز الشرع التیمم لتوھم الفوات لان یجوز عند تحقق الفوات اولٰی[2]

تیمم اس لیے مشروع ہوا کہ فوت ہونے سے نماز کی حفاظت ہو (یہاں تک کہ فرمایا) تو جب شریعت نے فوت ہونے کے وہم کی وجہ سے تیمم جائز کیا تو فوت ہونے کے تحقق ویقین کے وقت بدرجہ اولٰی جائز ہوگا۔ (ت)

---

[1] البنایہ شرح الہدایہ باب التیمم مطبع ملک سنز فیصل آباد ١/٣٢٦

[2] الکفایہ مع فتح القدیر " " نوریہ رضویہ سکھر ١/١٢٦

ان سب صورتوں میں حکم یہ ہے کہ صرف تیمم کرے اور وضو اگرچہ ناقص ہی اور اس کے قابل پانی بھی موجود اور وقت میں بھی اس کی وسعت ہے اصلاً نہ کرے وہی تیمم کہ جنابت کے لیے کرے گا حدث کے لیے بھی کافی ہوجائیگا۔ کتب مذہب سے اس پر دلائل کثیرہ ہیں:

دلیل اوّل: عامہ معتمدات میں تصریح ہے کہ ہمارے[1] ائمہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کے نزدیک ایک طہارت میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہوسکتے مثلاً محدث کے پاس اتنا پانی ہے کہ ہاتھ منہ دھوسکے یا جنب کے پاس اتنا کہ وضو کرلے یا سارا بدن دھولے مگر چند انگل جگہ رہ جاتی ہے تو اُسے حکم ہے کہ صرف تیمم کرے اُن مواضع میں پانی خرچ کرنے کی اصلاً حاجت نہیں کہ جب تک ناخن بھر جگہ باقی رہ جائے گی حدث و جنابت بدستور رہیں گے اُن میں ذرہ بھر بھی کم نہ ہوگا کہ ہر حدث چھوٹا یا بڑا[2] آتا ہے تو ایک ساتھ اور جاتا ہے تو ایک ساتھ اُس میں حصے نہیں کہ بعض بدن کو حدث یا جنابت اب لاحق ہو بعض کو پھر یا بعض بدن سے اب دُور ہوجائے اور بعض سے کچھ دیر میں اور جب بعد صرف بھی حدث بدستور تو پانی کا خرچ کیا ضرور۔ یوں ہی اگر محدث کے اکثر[3] اعضائے وضو یا جنب کا اکثر بدن مجروح ہو تیمم کریں یہ نہیں کہ تندرست بدن کو جتنا دھوئیں اور باقی کے لیے تیمم۔ تبیین الحقائق امام فخر الدین زیلعی میں ہے:

انه تعالٰی اوجب احدی الطهارتین علی البدل ولم یأمرنا بالجمع بینهما ومن جمع بینهما فقد جمع بین الاصل والبدل فصار مخالفا للنص[1]

اللہ تعالٰی نے ہمیں بطور بدل دو طہارتوں میں سے ایک کا حکم دیا، دونوں کو جمع کرنے کا حکم نہ دیا۔ جو دونوں کو اکٹھا کرے وہ اصل اور بدل کو یکجا کرکے نص کا مخالف ہوا۔ (ت)

بنایہ امام عینی میں ہے:

انه عجز عن بعض الاصل فیسقط الاعتداد به مع البدل فی حالة واحدة کمن عجز عن بعض الرقبة فی الکفارة ولا یرد[4] ما اذا غسل بعض الاعضاء ثم نضب الماء لان ما تقدم یسقط ویصیر مؤدیا للفرض بالتیمم خاصة[5]۔

وہ اصل کے کچھ حصے سے عاجز ہوگیا ـــ تو بدل کے ساتھ بیک وقت اس کا شمار ساقط ہے جیسے وہ شخص جو کفارہ میں بردہ کے بعض حصے سے عاجز ہوجائے ـــ اس پر اس صورت سے اعتراض نہ لازم آئے گا جب کچھ اعضا دھوچکا ہو پھر پانی ختم ہوگیا اس لیے کہ جو پہلے ہوا وہ ساقط ہوجائے گا اور وہ صرف تیمم سے فرض ادا کرنے والا ہوگا۔ (ت)

---

[1] تبیین الحقائق باب التیمم مطبعہ امیریہ مصر ۱/۳۱
[2] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد ۱/۳۲۳

حلیۃ المحقق ابن امیر الحاج میں ہے :

اعلم ان الجواب فی ھذہ المسائل یتفرع علی اصل مذھبی وھو ان تلفیق اقامۃ الطھارۃ الواحدۃ بالماء والتراب معا غیر مشروع عند اصحابنا لان الماء اصل والتراب خلف والجمع بین الاصل والبدل فی حکم واحد لا نظیر لہ فی الشرع الا تری ان التکفیر بالمال لا یکمل بالصوم ولا بالعکس ولا عدۃ الحائض بالاشھر ولا ذوات الاشھر بالحیض۔[۱]

واضح ہو کہ ان مسائل کا جواب ایک مذہبی قاعدہ پر متفرع ہے ۔ وہ یہ کہ ایک ہی طہارت کی ادائیگی بیک وقت پانی اور مٹی دونوں سے مخلوط کرنا ہمارے اصحاب کے نزدیک نامشروع ہے ۔ اس لیے کہ پانی اصل ہے اور مٹی نائب ہے — اور ایک حکم کے اندر اصل اور بدل دونوں کو جمع کرنے کی شریعت میں کوئی نظیر نہیں — دیکھئے مال کے ذریعہ کفارہ کی ادائیگی روزہ سے پوری نہیں کی جاتی ۔ اسی طرح برعکس بھی نہیں — نہ ہی حیض والی کی عدت مہینوں سے اور مہینوں والی کی عدت حیض سے تکمیل نہیں پاتی ۔ (ت)

اختیار شرح مختار پھر خزانۃ المفتین میں ہے :

من بہ جراحۃ وعلیہ الغسل غسل بدنہ الا موضعھا ولا یتیمم وکذلک اذا کانت فی اعضاء الوضوء لان الجمع بینھما جمع بین البدل والمبدل ولا نظیر لہ فی الشرع۔[۲]

جسے زخم ہو وہ اور اس کو غسل کرنا ہے تو وہ جگہ چھوڑ کر اپنے بدن کو دھوئے اور تیمم نہ کرے ۔ اسی طرح جب اعضائے وضو میں جراحت ہو (تو وہ جگہ چھوڑ کر باقی دھوئے) اس لیے کہ دونوں کو جمع کرنا بدل اور مبدل کو جمع کرنا ہے اور شریعت میں اس کی کوئی نظیر نہیں ۔ (ت)

بدائع امام ملک العلماء میں ہے :

لو کان ببعض اعضاء الجنب جراحۃ او جُدری فان کان الغالب ھو السقیم تیمم لان العبرۃ للغالب ولا یغسل الصحیح عندنا خلافا للشافعی لان الجمع بین الغسل و

جنب کے بعض اعضا میں زخم یا چیچک ہو تو اگر اکثر حصہ سقیم ہے تیمم کرے اس لیے کہ اعتبار اکثر کا ہے اور صحیح حصہ کو ہمارے نزدیک دھونا نہیں ہے بخلاف امام شافعی کے وجہ یہ ہے کہ دھونا اور تیمم دونوں کو

---

[۱] حلیہ

[۲] اختیار شرح مختار   آخر باب التیمم   مطبع البابی مصر   ۱/۲۳

التیمم ممتنع الا فی حال وقوع الشك فی طهوریة الماء ولم یوجد[1] اھ کلامه الشریف۔

جمع کرنا ممنوع ہے مگر جبکہ پانی کی طہوریت میں شک ہو اور یہ شک موجود نہیں۔ (ان کا کلام شریف ختم ہوا) (ت)

اقول بل ولا فیه لان الصحیح فی نو قواحدھا والاٰخر معدوم شرعا فلا جمع الا صورۃ۔

اقول بلکہ اس حالت میں بھی نہیں اس لیے کہ فی الواقع دونوں میں سے ایک ہی درست ہے، اور دوسرا شرعاً معدوم ہے تو جمع کرنا صرف صورۃً ہے۔ (ت)

کنز، دقائق و تنویر الابصار میں ہے،

لایجمع بینھما ای تیمم و غسل[2] درمختار بفتح الغین یعمم مع بعض[3] ش عن ح۔

دونوں کو جمع نہ کرے گا اھ یعنی تیمم اور غسل (دھونے) کو، درمختار — غسل غین کے فتحہ کے ساتھ تاکہ دونوں طہارتوں کو شامل ہوجائے۔ شامی از حلبی۔ (ت)

اقول ولیس لتوھم ان یتوھم الجمع بین التیمم و الغسل بالضم۔

اقول بلکہ کوئی یہ وہم نہیں کرسکتا کہ تیمم اور غسل (بالضم) جمع ہوگا۔ (ت)

دلیل دوم : صاف مطلق ارشاد ہے کہ جنب کے پاس اگر وضو کے بہ کافی پانی موجود ہو وضو نہ کرے صرف تیمم کرے اور یہ کہ مذہب حنفی کا اس پر اجماع ہے تاجی و حلبی کو زر رہا ہے۔ جواہر اخلاطی امام کرمانی باب رابع میں ہے،

ع ثم رأیته فی ش عن الحرقال لان الفرض یتأدی باحدھما لابھما فجمعنا بینھما بشك[4] اھ ثم رأیته بعینه فی التبیین ۱۲ منه غفرله (م)

پھر میں نے اسے شامی میں بحر کے حوالے سے دیکھا فرمایا، اس لیے کہ فرض ایک ہی سے ادا ہوتا ہے دونوں سے نہیں تو شک کی وجہ سے ہم نے دونوں کو جمع کیا اھ پھر بعینہٖ یہی میں نے تبیین میں بھی دیکھا ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع | شرائط تیمم | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/۵۱
[2] درمختار | باب التیمم | مجتبائی دہلی | ۱/۴۵
[3] رد المحتار | " | مصطفی البابی مصر | ۱/۱۸۹
[4] " | " | " | "/"

جنب فی مفازة معه من الماء ما یکفی لوضوئه فانه یتیمم ولا یستعمل الماء۔[1]

کسی بیابان میں جنابت والا ہے جس کے پاس اتنا پانی ہے جو اس کے وضو کے لیے کفایت کرے تو وہ تیمم کرے گا اور پانی استعمال نہیں کرے گا۔ (ت)

نوازل امام اجل فقیہ ابو اللیث پھر خزانۃ المفتین میں ہے،

مسافر جنب ومعه ما یکفی للوضوء فانه یتیمم[2]

کوئی مسافر جنب ہو اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لیے کفایت کرے تو وہ تیمم کرے گا۔ (ت)

خلاصہ میں ہے،

فان اجنب المسافر ولم یجد من الماء الا قدر ما یتوضأ فانه یتیمم ولا یتوضأ عندنا[3]

اگر مسافر جنب ہو اور اسے اسی قدر پانی ملا کہ وضو کرے تو ہمارے نزدیک وہ تیمم کرے گا اور وضو نہیں کرے گا۔ (ت)

کافی میں ہے،

جنب معه ماء کاف للوضوء تیمم ولم یتوضأ وعند الشافعی توضأ ثم تیمم[4]

جنب ہے جس کے پاس وضو کے لیے بقدر کفایت پانی ہے وہ تیمم کرے اور وضو نہ کرے اور امام شافعی کے نزدیک وضو کرے پھر تیمم کرے۔ (ت)

حلیہ میں ہے،

انه تنقض رؤیة الماء اذا کان یکفی للوضوء ان کان محدثا او للاغتسال ان کان جنبا والا لا وھذا فرع انه فی الابتداء اذا وجد ما لا یکفیه لا یستعمله فی بعض محل الطھارة بل یترکه

پانی دیکھنا اسی وقت ناقض ہوتا ہے جبکہ بے وضو تھا تو اتنا پانی ہو جو وضو کے لیے کافی ہو اور جنب تھا تو اتنا جو غسل کے لیے کافی ہو ورنہ ناقض نہیں۔ اور یہ اس کی فرع ہے کہ ابتدا میں جب اسے ناکافی پانی ملے تو اسے محل طہارت کے ایک حصے میں استعمال

---

[1] جواہر الفتاوی

[2] خزانۃ المفتین

[3] خلاصۃ الفتاوی الفصل الخامس فی التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

[4] کافی

ويتيمم لاغير وهذا قول اصحابنا ومالك وغيره بل حكاه البغوى عن اكثر العلماء[1]

نہیں کرے گا بلکہ اسے چھوڑ دے گا وصرف تیمم کریگا۔ یہ ہمارے اصحاب اور امام مالک وغیرہ کا قول ہے بلکہ بغوی نے اسے اکثر علماء سے حکایت کیا ہے۔ (ت)

غنیہ میں ہے :

من عليه الغسل اذا تيمم ثم وجد ماء لايكفى لغسله او المحدث ماء غير كاف لوضوئه لاينتقض تيممه ولو كان معه ذلك قبل التيمم جاز له التيمم بدون استعماله خلافا للشافعى واحمد رحمهما الله تعالٰى[2]۔

جس کے اوپر غسل فرض ہے جب وہ تیمم کرلے پھر اسے اتنا پانی ملے جو غسل کے لیے ناکافی ہو یا بے وضو کو اتنا پانی ملے جو وضو کے لیے کافی ہو تو تیمم نہ ٹوٹے گا اور اگر قبل تیمم اتنا پانی ہوتا تو بھی اسے استعمال کیے بغیر اس کے لیے تیمم جائز ہوتا بخلاف امام شافعی و امام احمد رحمہما اللہ تعالٰی کے۔ (ت)

اسی طرح کتب کثیرہ حتی کہ خود شرح وقایہ میں ہے :

اذا كان للجنب ماء يكفى للوضوء لا للغسل يتيمم ولا يجب عليه التوضى عندنا خلافا للشافعى رضى الله تعالٰى عنه[3]۔

جب جنب کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کے لیے کافی ہو غسل کے لیے نہیں، تو وہ تیمم کرے اور اس پر وضو ہمارے نزدیک واجب نہیں بخلاف امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے۔ (ت)

اور سب سے اجل واعظم محرر المذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ کا کتاب الاصل میں ارشاد ہے :

اجنب وعنده ماء يكفى للوضوء تيمم و صلى[4] اثره فى الكفاية والغنية فصل مسح الخفين تحت قوله لا يجوز المسح لمن عليه الغسل[5]۔

جنب ہوا اور اس کے پاس اتنا ہی پانی ہے جو وضو کے لیے کافی ہو تو وہ تیمم کرے اور نماز پڑھے اھ اسے کفایہ اور غنیہ فصل مسح الخفین میں زیر قول "لایجوز المسح لمن علیہ الغسل" نقل کیا۔ (ت)

---

[1] حلیہ

[2] غنیۃ المستملی | باب التیمم | سہیل اکیڈمی لاہور | ص ۷۰

[3] شرح الوقایۃ | " | مکتبہ رشیدیہ دہلی | ۹۵/۱

[4] الکفایۃ مع فتح القدیر باب المسح علی الخفین | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۱۳۵/۱

[5] ایضاً

ظاہر ہے کہ جنابت غالباً حدث سے جُدا نہیں ہوتی اگر جماع کیا تو اس سے پہلے مباشرتِ فاحشہ تھی اور احتلام ہوا تو اُس سے پہلے سونا تھا اور مطلقاً انزال بے سبقتِ خروجِ مذی نہیں ہوتا یونہی بعدِ انزال بول عادتِ مستمرہ عادت ہے اور طبّاً بلکہ شرعاً بھی مطلوب کہ منی منفصل بشہوت کا جو بقیہ ہو خارج ہوجائے ورنہ بعدِ غسل نکلا تو دوبارہ نہانا ہوگا تو ظاہر ہوا کہ عام جنابتیں حدث سابق و حدث لاحق دونوں اپنے ساتھ رکھتی ہیں پھر تمام کتب کی تصریح کہ جنب غسل سے عاجز ہو اور وضو پر قادر جب بھی وضو نہ کرے صرف تیمم کرے دلیل صریح ہے کہ جنابت کا تیمم اُس وقت جتنے بھی حدث موجود ہوں سب کا رافع ہے تو وضو کیا ضرور فقہائے کرام نادر صورت کا اکثر لحاظ نہیں فرماتے جنابت کے ساتھ حدث کا ہونا تو اس درجہ کثیر و غالب ہے کہ مفارقت ہی شاذ و نادر ہے تو اس حالت میں اگر تیمم جنابت کے ساتھ حدث کے لیے وضو بھی درکار ہوتا تو یوں عام حکم معقول تھا کہ جنب اگر غسل نہ کرسکے اور وضو پر قادر ہو تو تیمم کے ساتھ وضو لازم ہے کہ صورت نادرہ افتراق کا لحاظ نہ فرمایا کہ غالب کو ساقط النظر فرماکر یوں عام حکم دیں بحر و منحہ: الجنابة لاتنفك عن حدث یوجب الوضوء اھ (بلکہ شامی میں ہے: جنابت وضو واجب کرنے والے حدث سے جُدا نہیں ہوتی۔ ت)

وھذا ظاھر فی التلازم **اقول** انما حمل علی الغالب والا فیمکن ان یجنب وله ماء لا یکفی للوضوء فتیمم ثم احدث فتوضأ ثم وجد ما یکفی للغسل فقد عاد جنبا من دون حدث۔

اس عبارت کا ظاہر یہی بتاتا ہے کہ جنابت اور حدث میں تلازم ہے۔ **اقول**: یہ اکثر پر محمول کریں تو ٹھیک ہے ورنہ جنابت حدث سے جدا کیوں نہیں ہوتی! اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص جنب ہو اور اسے اتنا ہی پانی ملا جو وضو کے لیے کفایت کرسکے تو اس نے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو وضو کیا پھر اسے اتنا پانی ملا جو غسل کے لیے کافی ہے، اب وہ پھر جنب ہوگیا اس کی جنابت حدث سے جُدا ہے۔ (ت)

دلیل سوم: تصریح فرماتے ہیں کہ جنب کے پاس وضو کے لیے کافی پانی ہو تو اس پر وضو اُسی حالت میں ہے کہ جنابت کے لیے تیمم کے بعد حدث واقع ہو بہت عبارات آگے آتی ہیں اور نوازل امام فقیہ ابو اللیث پھر خزانة المفتین میں ہے:

اذا احدث بعد التیمم ومعه ماء یکفی

جب اس تیمم کے بعد حدث ہو اور اس کے پاس وضو

؎۱ ردالمحتار باب [illegible] مطبع مصطفی البابی مصر ۱/[illegible]

بجنابتہ اھ۔[1]

نہیں تو یہ وضو کریگا اور اپنے پیروں کو دھوئے گا، مسح نہیں کریگا اور جنابت کا تیمم کرے گا (ت)

اقول رحمہ اللہ تعالٰی فھو یذکر الحدث اصلا فان احتج بارسالہ وجب الوضوء علی جنب لاحدث معہ ووجد وضوء وھو باطل قطعا باجماع الحنفیۃ حتی ظاھر العبارۃ الاٰتیۃ للامام شارح الوقایۃ بل معناہ قطعا انہ اذا احتاج بعد ذلک لوضوء یتوضؤ ویغسل رجلیہ کما ھو عبارۃ العلامۃ الوزیر فی الایضاح وشیخی زادہ فی مجمع الانھر فی نفس ھذا التصویر اذ قالا من لبس خفیہ علی وضوء ثم اجنب فی مدۃ المسح ینزع خفیہ ویغسل رجلیہ اذا توضأ اھ۔[2]

اقول اللہ تعالٰی ان پر رحمت فرمائے۔ انہوں نے حدث کا تو کوئی ذکر ہی نہ کیا۔ اگر ان کے بلا قید ذکر کرنے سے استدلال ہے تو وضو ایسے جنب پر بھی واجب ہوگا جس کے ساتھ کوئی حدث نہیں اور اسے وضو کا پانی مل گیا اور یہ باجماع حنفیہ قطعاً باطل ہے یہاں تک کہ امام شارح وقایہ کی آنے والی عبارت کا ظاہر بھی یہ نہیں بلکہ عنایہ کی عبارت بالا کا مطلب یہ ہے کہ اس کے بعد جب اسے وضو کی ضرورت ہو تو وضو کرے گا اور اپنے پیروں کو دھوئے گا جیسا کہ ایضاح میں علامہ وزیر کی عبارت اور مجمع الانہر میں شیخی زادہ کی عبارت خود اسی صورت مسئلہ کے بیان میں ہے دونوں حضرات فرماتے ہیں: جس نے وضو پر اپنے موزے پہنے پھر مدت مسح میں جنابت لاحق ہوئی تو وقت وضو اپنے موزے نکالے اور پیروں کو دھوئے[2] اھ (ت)

واذا بقی الامر علی حاجۃ الوضوء لم تبق للعبارۃ دلالۃ علی ما توھمت فانا نقول انما یحتاج الیہ اذا احدث بعد تیممہ للجنابۃ والواو فی قولہ ویتیمم لیست للترتیب فالمعنی ثم اجنب فتیمم للجنابۃ ثم احدث ثم

جب بنائے امر وضو کی احتیاج پر ہے تو مذکورہ وہم پر عبارت کی کوئی دلالت ہی نہیں۔ اس لیے کہ ہم کہتے ہیں اسے اس کی ضرورت اس وقت ہوگی جب جنابت کا تیمم کرنے کے بعد پھر اسے حدث ہو۔ ان کی عبارت "ویتیمم" میں واو ترتیب کا نہیں۔ تو معنی یہ ہے کہ پھر وہ جنب ہو تو جنابت کا

---

[1] العنایۃ مع فتح القدیر باب التیمم مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۳۲

[2] مجمع الانہر باب المسح دار احیاء التراث العربی بیروت ۱/۴۶

وجد الماء الخ

وانظر عبارۃ الفاضل معین الھروی فی شرح الکنز فی نفس التصویر توضأ و لبس الخف ثم اجنب فتیمم للجنابۃ ثم احدث ثم وجد ماءً یکفی للوضوء لا للاغتسال فانه یتوضأ ویغسل رجلیه ولا یمسح و یتیمم للجنابۃ[1] اھ

فالعبارۃ عین عبارۃ العنایۃ و قد ابرز حکمًا قدرہ و رحم اللہ اخی چلپی اذ نقل عبارۃ العنایۃ ھذہ واسقط منه قوله ویتیمم للجنابۃ و اللہ تعالٰی اعلم۔

تیمم کرے پھر اسے حدث ہو پھر پانی پائے الخ

شرح کنز میں فاضل معین ہروی کی عبارت خود اسی صورت مسئلہ کے بیان میں ملاحظہ ہو: "وضو کیا اور موزہ پہن لیا پھر اسے جنابت ہوئی تو جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا پھر اسے اتنا پانی ملا جو صرف وضو کے لیے کافی ہے غسل کے لیے نہیں تو وہ وضو کرے گا اور اپنے پیروں کو دھوئے گا اور مسح نہیں کرے گا اور جنابت کے لیے تیمم کرے گا" اھ (ت)

یہ عبارت بعینہ عنایہ کی عبارت ہے اور پھر اکمل نے اپنا اندازہ بیان کیا ہے اللہ تعالٰی اخی چلپی پر رحم کرے کیونکہ انہوں نے عنایہ کی یہی عبارت نقل کی ہے اور اس سے اس کا یہ قول "ویتیمم للجنابۃ" ساقط کردیا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

دلیل چہارم: اس کی تعلیل فرماتے ہیں کہ تیمم جو پہلے ہوچکا حدث متأخر کو زائل نہ کرے ظاہر ہوا کہ جنابت کے لیے تیمم سے پہلے جو حدث ہوگا تیمم اسے بھی زائل کردے گا۔ کافی امام جلیل ابو البرکات نسفی میں ہے:

[2] جنب اغتسل وبقی لمعۃ وفنی ماؤہ یتیمم لبقاء الجنابۃ لانھا لاتتجزی زوالا و ثبوتا فان تیمم ثم احدث تیمم للحدث لان تیممه للجنابۃ متقدم علی الحدث فلم یجز عن الحدث المتأخر کما لو اغتسل عن الجنابۃ ثم احدث علیه ان یتوضأ ولم یجز الاغتسال عن

جنب نے غسل کیا کچھ جگہ خشک رہ گئی اور اس کا پانی ختم ہوگیا تو جنابت باقی رہنے کی وجہ سے وہ تیمم کرے اس لیے کہ زائل ہونے اور ثابت ہونے کسی میں بھی جنابت حصہ حصہ نہیں ہوتی (جاتی ہے تو ایک ساتھ، آتی ہے تو ایک ساتھ) تو اگر اس نے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو حدث کے لیے تیمم کرے اس لیے کہ اس کا تیمم جنابت حدث سے پہلے ہوچکا۔ تو بعد والے حدث

[1] شرح الکنز للہروی مع فتح المعین باب مسح الخفین ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

سے کفایت نہ کرے گا۔ جیسے اگر جنابت کا غسل کیا پھر

المحدث الا نحوه [1]

سے حدث ہوا تو بے وضو کرنا ہے اور غسل سابق، حدث متاخر سے کفایت نہ کرے گا۔ (ت)

دلیل پنجم : اس کی توجیہ میں یہی ارشاد فرماتے ہیں کہ جنابت کے لیے تیمم کر لینے کے بعد جو حدث ہوا تو اب یہ جنب نہیں کہ جنابت تو تیمم سے زائل ہو چکی نرا محدث ہے اور وضو کے لیے پانی موجود ہے تو وضو لازم ہے صاف اشعار فرمایا کہ اس وقت بھی اگر یہ جنب ہوتا وضو کرنا صرف تیمم جنابت و حدث دونوں کے رفع کو کافی ہوتا ورنہ اس فرمانے کے کیا معنے کہ اب یہ جنب نہیں وھذا اظھر من ان یظھر (یہ اس سے زیادہ واضح ہے کہ اس کی وضاحت کی جائے۔ ت)

بدائع ملک العلماء میں ہے :

الجنب اذا وجد من الماء قدر ما يتوضأ به لا غير اجزأه التيمم عندنا لان الغسل او الوضوء غير مفيد لان الاشتغال به سفه مع ان فيه تضييع الماء وانه حرام فصار كمن وجب عليه صوم بعد جمعه خمسة مساكين فكفر بالصوم يجوز ولا يؤمر بالاطعام لخمسة لعدم الفائدة فكذا هذا بل اولى لان هناك لا يؤدي الى تضييع المال لحصول الثواب بالتصدق ومع ذلك لم يؤمر به فهنا اولى ولو تيمم الجنب ثم احدث بعد ذلك ومعه من الماء قدر ما يتوضأ به فانه يتوضأ به لان هذا محدث وليس بجنب ومعه من الماء

جنب کو جب اتنا ہی پانی ملے جس سے صرف وضو کر سکے تو ہمارے نزدیک تیمم اسے کافی ہوگا اس لیے کہ وضو نے سے جب جواز نماز کا فائدہ نہیں حاصل ہو سکتا تو اس میں مشغول ہونا بیوقوفی ہے۔ ساتھ ہی اس میں پانی کی بربادی بھی ہے اور یقیناً یہ حرام ہے۔ تو اس کا حال اس کی طرح ہوا جیسے اسی قدر مال کہ اس سے پانچ مسکینوں کو کھلا سکے اس لیے اس نے روزوں سے کفارہ ادا کیا تو جائز ہے اور اسے پانچ کو کھلانے کا حکم نہیں دیا جائیگا اس لیے کہ بے فائدہ ہے۔ اسی طرح یہ بھی ہے۔ بلکہ اس سے بڑھ کر ہے اس لیے کہ وہاں مال کی بربادی تک معاملہ نہیں پہنچتا کیونکہ صدقہ کرنے کا ثواب مل جائے گا، اس کے باوجود اس کا اسے حکم نہ دیا گیا تو یہاں بدرجہ اولیٰ حکم نہ ہوگا۔ اور اگر جنب نے تیمم کیا پھر اس کے

---

[1] کافی

[2] بدائع الصنائع شرائط تیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۰

قدر ما یکفیہ للوضوء فیتوضؤ بہ[1]

بعد اسے حدث ہوا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جس سے وضو کرلے تو وہ وضو کرے گا کیونکہ یہ محدث ہے جنب نہیں ہے اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لیے کافی ہے تو اس سے وضو کرے گا۔ (ت)

یونہی درمختار میں ہے:

لو تیمم للجنابۃ ثم احدث صار محدثا لا جنبا فیتوضأ[2]۔

اگر جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو وہ محدث ہے جنب نہیں اس لیے وضو کریگا۔ (ت)

تیمم کے بعد حدث پر حکمِ وضو کو اس پر متفرع کیا کہ اب وہ محدث ہے جنب نہیں یعنی جنب ہوتا تو حدث کے باعث وضو نہ کرتا ولہذا ردالمحتار میں فرمایا:

افاد انہ اذا وجد ماء یکفیہ للوضوء فقط ان یتوضأ بہ اذا احدث بعد تیممہ عن الجنابۃ اما لو وجدہ وقت التیمم قبل الحدث لا یلزمہ عندنا الوضوء بہ عن الحدث الذی مع الجنابۃ لانہ عبث اذ لابد لہ من التیمم[3] اھ۔

اس سے یہ افادہ فرمایا کہ جب اسے اتنا پانی ملے جس سے صرف اس کا وضو ہوسکتا ہو تو وہ اس سے وضو کرے گا جبکہ اسے اپنے تیمم جنابت کے بعد حدث ہوا ہو۔ لیکن اگر یہ پانی تیمم ہی کے وقت قبل حدث مل جائے تو ہمارے نزدیک اسے اس حدث سے جو جنابت کے ساتھ ہے وضو کرنا لازم نہیں کیونکہ عبث ہے اس لیے کہ تیمم اس کے لیے ضروری ہے اھ۔ (ت)

تنبیہ: قول ملک العلماء قدس سرہ فیہ تضییع الماء، تبعہ فیہ الامام النسفی فی الکافی حیث قال لنا انہ اذا لم یطھر عن الجنابۃ باستعمالہ تکون تضییعا[4] اھ۔

تنبیہ: ملک العلماء قدس سرہ کا ارشاد "فیہ تضییع الماء" (اس میں پانی برباد کرنا ہے) اس پر امام نسفی نے انکی پیروی کی ہے ۔۔۔ وہ فرماتے ہیں: ہماری دلیل یہ ہے کہ اس کے استعمال سے جب وہ جنابت سے پاک نہ ہوا تو یہ برباد کرنا ہی ہے اھ۔ (ت)

---

[1] بدائع الصنائع شرائط التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۰

[2] درمختار باب التیمم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۵

[3] ردالمحتار " مکتبہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۴

[4] کافی للامام النسفی

وتبعہ الامام الزیلعی فی التبیین فقال اذا لم یفد کان الاشتغال عبثا وتضییعا للماء فی موضع عزتہ وتضییع المال حرام[1] اھ۔

وتبعھم المحقق فی الفتح فقال لایفید اذ لایتجزأ بل الحدث قائم مابقی ادنی لمعۃ فیبقی مجرد اضاعۃ مال خصوصا فی موضع عزتہ مع بقاء الحدث کما ھو[2] اھ۔

وتبعہ فی الحلیۃ والبحر علی انہ لافائدۃ فیہ وزادت الحلیۃ وقد صح عن رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ قال وانھی امتی عن اضاعۃ المال[3] اھ والفقیر تبعھم فیما مضی وانہ احق بالاتباع۔

اقول لکن للعبد الضعیف نظر فیہ قوی فانہ وان لم یرفع الحدث لعدم تجزیہ فلا شک انہ یسقط الفرض

تبیین میں امام زیلعی نے ان دونوں حضرات کی پیروی کی ہے۔ تو فرمایا: جب یہ بے فائدہ ہے تو اس میں مشغولی عبث ہے اور ایسی جگہ پانی برباد کرنا ہے جہاں پانی کمیاب ہے اور مال برباد کرنا حرام ہے اھ۔

اور محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں ان حضرات کی پیروی کرتے ہوئے فرمایا: "بے فائدہ ہے اس لیے کہ حدث کی تجزی نہیں ہوتی بلکہ جب تک ذرا سا بھی حصہ چھوٹا رہے گا حدث رہے گا تو صرف مال کی بربادی باقی رہ جائے گی خصوصاً ایسی جگہ جہاں پانی کمیاب ہے باوجودیکہ حدث جیسے تھا ویسے ہی باقی رہے گا" اھ (ت)

اب حلیہ اور بحر نے الفاظ میں بھی ان کی پیروی کی حلیہ نے مزید یہ فرمایا: حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے بروایت صحیح ثابت ہے کہ فرمایا: "اور میں اپنی امت کو مال برباد کرنے سے منع فرماتا ہوں" اھ۔ فقیر نے بھی ماضی میں انہی حضرات کی پیروی کی اور وہ ان کی پیروی کا زیادہ مستحق ہے۔

اقول لیکن بندۂ ضعیف کو اس میں نظر قوی ہے کیونکہ اس سے حدث غیر متجزی ہونے کے باعث اگرچہ ختم نہیں ہوتا لیکن اس میں شک نہیں کہ جس سے

---

[1] تبیین الحقائق باب التیمم مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱
[2] فتح القدیر " مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۱۹
[3] حلیہ

عما يصيبه ويكفي به فائدة وتعظم وقعه إذا وجد بعده ما يكفي للباقي بعد هذا الاستعمال ولو تركه ومسح ثم وجد هذا لم يكف.

وقد قال الإمام رضي الدين السرخسي في المحيط[1] فيما إذا اغتسل وبقيت لمعة ثم وجد ماء لا يكفي لها يغسل شيئا من اللمعة إن شاء تقليلا للجنابة اهـ

قال في الحلية بعد نقله في مسألة أخرى نظيره من قصه يغسل من اللمعة ما يتأتى تقليلا للجنابة اهـ[2]

وفي خزانة المفتين عن شرح الطحاوي للإمام الإسبيجابي وإن كان لا يكفي يغسل مقدار ما يكفيه حتى تقل الجنابة ويتيمم اهـ[3]

ومثله في الخلاصة وشرح الوقاية وكثير من الكتب ثم قد قال في الكافي نفسه جنب على ظهره لمعة وفي أعضاء وضوئه وماؤه يكفي أحدهما صرفه إلى أيهما شاء لأن كل واحد نجاسة الجنابة فأعضاء الوضوء أولى إقامة

تک پانی پہنچے گا اس سے فرض ساقط کر دے گا۔ اتنی افادیت کافی ہے۔ اس کی وقعت اس وقت اور بڑھ جائے گی جب اس کے بعد اسے اتنا پانی مل جائے جو استعمال کرنے کے بعد بقیہ اعضا کے لیے کافی ہو۔ اور اگر اسے چھوڑ کر جا بجا مسح کیا پھر یہ ملے تو ناکافی ہوگا۔

امام رضی الدین سرخسی نے محیط میں فرمایا ہے: "اس صورت میں جبکہ غسل کر لیا اور کچھ جگہ چمکتی رہ گئی پھر اتنا پانی ملا جو اس کے لیے کافی نہیں تو اگر چاہے جنابت کم کرنے کے لیے اس جگہ کا کچھ حصہ دھو لے۔" اھ

حلیہ کے اندر اسے نقل کرنے کے بعد ویسے ہی ایک دوسرے مسئلہ میں یہ لکھا: "چھوٹی ہوئی جگہ سے جو ہو سکے جنابت کم کرنے کی خاطر دھو لے۔" اھ

خزانۃ المفتین میں امام اسبیجابی کی شرح طحاوی سے نقل ہے: "اگر کافی نہ ہو تو جس قدر کفایت کرے دھو لے تاکہ جنابت کم ہو سکے اور تیمم کرے۔" اھ

اسی کے مثل خلاصہ، شرح وقایہ اور بہت سی کتابوں میں ہے — بلکہ خود "کافی" میں لکھا ہے: "جنب کی پشت پر چھوٹی ہوئی جگہ ہے اور اعضائے وضو دھونا بھول گیا اب جو پانی ہے کسی ایک ہی کے لیے کفایت کر سکتا ہے تو دونوں میں سے جس میں چاہے اسے صرف کرے اس لیے کہ ہر ایک نجاست جنابت

---

[1] محیط رضی الدین السرخسی
[2] حلیہ
[3] خزانۃ المفتین

للسنۃ۔

ہی ہے تو اعضائے وضو بہتر ہوں گے تاکہ سنّت کی ادائیگی ہوجائے۔ اھ

وبمعناہ فی الھندیۃ عن شرح الزیادات للعتابی قصد الصرف لیس الا تقلیل الجنابۃ کما صرح بھا الائمۃ الاسبیجابی وشمس الائمۃ السرخسی وطاھر البخاری وصدر الشریعۃ ومحمد الحلبی وغیرھم ولا لزم الجمع بین الوظیفتین فعلم انہ لیس باضاعۃ ولا یوجب حرمۃ ولا شناعۃ۔

اسی کے ہم معنی ہندیہ میں عتابی کی شرح زیادات سے نقل ہے۔ تو یہ صرف کرنا تقلیلِ جنابت کے لیے ہے جیسا کہ امام اسبیجابی، امام شمس الائمہ سرخسی، امام طاہر بخاری، امام صدر الشریعہ، امام محمد حلبی وغیرہم نے اس کی صراحت فرمائی ــ ورنہ دونوں عمل (وضو اور تیمم) جمع کرنا لازم آتا ــ اس سے معلوم ہوا کہ یہ پانی برباد کرنا نہیں اور اس سے کوئی حرمت و شناعت لازم نہیں آتی۔ (ت)

اقول بل لا یبعد ان یعد مستحبا لما فیہ من الخروج عن خلاف الامام الشافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ والخروج عن الخلاف مستحب بلا خلاف ما لم یلزم مکروہ مذھبہ وانتفاء الکراھۃ قد عرفت مما اثرنا من النصوص۔

اقول بلکہ اسے اگر مستحب شمار کیا جائے تو بعید نہ ہوگا کیونکہ اس میں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے خلاف سے بچنا ہے اور اختلاف سے بچنا جب تک کہ اپنے مذہب کا کوئی مکروہ نہ لازم آئے بلاخلاف مستحب ہے۔ اور کراہت نہ ہونا ان نصوص سے معلوم ہوگیا جو ہم نے نقل کئے۔ (ت)

دلیل ششم تصریحات ہیں کہ آیہ کریمہ فلم تجدوا ماء میں وہ پانی مراد ہے جس کا استعمال اسے قابلِ نماز کردے اتنا پانی کہ اسے استعمال کیے پر بھی قابلیتِ نماز نہ پیدا ہو (**اقول** یعنی یوں کہ اتنا پانی جس کے استعمال پر اسے قدرت ہے اور زائد بوجہ فقدان یا ضرر یا تنگیِ وقت مقدور نہیں تحصیلِ طہارت کے لیے کافی نہ ہو اس سے زیادہ کی حاجت ہو ورنہ اگر یہ فی نفسہٖ مقدارِ مطلوب پر ہے اور کوئی اور وجہ مانع تو اس پانی کے مورثِ قابلیت ہونے میں خلل نہیں) نہ ابتداءً مانع تیمم ہے نہ انتہاءً اس کا ناقض اس کا وجود و عدم برابر ہے۔ بدائع امام ملک العلماء میں ہے:

المراد من الماء المطلق فی الاٰیۃ

آیت میں مائے مطلق سے مراد مقید ہے اور

۱؎ فتاوٰی ہندیہ باب التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۲۹/۱

هو المقيد وهو الماء المقيد لاباحة الصلاة عند الغسل به[1]۔

یہ وہ پانی ہے کہ اگر اس سے دھویا جائے تو جواز نماز کا فائدہ دے۔ (ت)

تبیین الحقائق امام فخر الدین میں ہے:

الغسل المامور به هو المبيح للصلاة وما لا يبيحها فوجوده وعدمه سواء[2]۔

جس دھونے کا حکم دیا گیا ہے یہ وہ ہے جس سے نماز جائز ہوجائے اور جس سے نماز جائز نہ ہو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔ (ت)

بنایہ امام بدر محمود میں ہے:

المحدث او الجنب اذا وجد بعض ما يكفيه من الماء لطهارته فعندنا لا يجب الاستعمال مذهبنا ومذهب مالك واكثر العلماء لان الاية سيقت لبيان الطهارة الحكمية فكان قوله تعالى فلم تجدوا ماء طهورا محللا للصلاة وبوجود ما لا يكفي لم يوجد ما يحلل[3]۔

بے وضو یا جنب کو جب اپنی طہارت کے لیے کفایت کرنے والے پانی میں سے کچھ ہی ملے تو اس کا استعمال واجب نہیں۔ یہ ہمارا، امام مالک اور اکثر علماء کا مذہب ہے۔ اس لیے کہ آیت کریمہ طہارت حکمیہ کے بیان کے لیے آئی ہے تو ارشاد باری تعالٰی فلم تجدوا ماء (پھر تم پانی نہ پاؤ) سے مراد ایسا آب طہارت ہے جو نماز مباح کرے اور ناکافی پانی ہونے سے وہ نہ پایا گیا جو نماز حلال کرے۔ (ت)

فتح محقق حیث اطلق میں مجملاً پھر حلیہ میں مرضیاً مفصلاً ہے:

والمعنى فيما قلنا المراد بالماء في النص ما يكفي لازالة الحدث لانه سبحانه امر بغسل جميع البدن في حق الجنب ومعلوم ان ذلك بالماء ثم نقل الى التيمم عند عدمه بقوله عز وجل فلم تجدوا

الفاظ حلیہ کے ہیں، ہم کہتے ہیں نص میں پانی سے مراد وہ ہے جو ازالۂ مانع کے لیے کافی ہو اس لیے کہ خدائے پاک نے حق جنب میں پورا بدن دھونے کا حکم فرمایا ہے اور معلوم ہے کہ یہ پانی ہی سے ہوگا۔ پھر پانی نہ ہونے کے وقت ارشاد باری عزوجل فلم تجدوا

---

[1] بدائع الصنائع باب التیمم مکتبہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵

[2] تبیین الحقائق " مطبعہ امیریہ بولاق مصر ۱/۴۱

[3] البنایۃ شرح الہدایۃ باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء ملک سنز فیصل آباد کراچی ۱/۳۲۳

ماء فبالضرورة یکون التقدیر ان لم تجدوا ماء تغتسلون بہ جمیع ابدانکم جنبا فتیمموا وھذا کما یصدق عند عدم الماء اصلا یصدق عند وجود الماء غیر کاف لذلک فیتعین التیمم فی ھذا کالاول۔[1]

ماء " (پھر تم پانی نہ پاؤ) سے حکم تیمم کی طرف منتقل ہوگیا، تو ضروری طور پر تقدیر کلام یہ ہوگی: اگر تم ایسا پانی نہ پاؤ جس سے اپنا پورا بدن بحالت جنابت دھوسکو تو تیمم کرو۔ اور یہ بات جیسے بالکل پانی نہ ہونے کے وقت صادق ہے ویسے ہی ناکافی پانی ہونے کے وقت بھی صادق ہے تو اول کی طرح اس میں بھی تیمم متعین ہے۔ (ت)

کفایہ امام جلال الدین پھر بحر محقق زین العابدین میں ہے:

والمظنۃ لانہ سیقت لبیان الطھارۃ الحکمیۃ فکان التقدیر فلم تجدوا ماء محللا للصلاۃ وباستعمال القلیل لم یثبت شیئ من الحل فان الحل حکم والعلۃ غسل الاعضاء کلھا وشیئ من الحکم لا یثبت ببعض العلۃ کبعض النصاب فی حق الزکاۃ وبعض الرقبۃ فی حق الکفارۃ کذا ذکر فی کثیر من الشروح۔[2]

الفاظ یہ ہیں: (یہ) آیت طہارت حکمیہ کے بیان کیلئے آئی ہے، تو تقدیر کلام یہ ہوگی: پھر تم نماز کو حلال کرنے والا پانی نہ پاؤ ۔۔۔ اور قلیل کے استعمال کرنے سے کچھ بھی حلت ثابت نہ ہوئی کیونکہ حلت حکم ہے اور سارے اعضا کو دھونا علت ہے۔ اور کوئی حکم بعض علت سے ثابت نہیں ہوتا جیسے حق زکاۃ میں بعض نصاب اور حق کفارہ میں بعض بردہ کا حال ہے۔ اسی طرح بہت سی شروح میں مذکور ہے۔ (ت)

اور ظاہر ہے کہ جنابت کے ساتھ اگرچہ سو حدث ہوں وضو کرلینا ہرگز اُسے نماز کے قابل نہیں کرسکتا تو جب اسی قدر پانی پر قدرت ہے اُس کا ہونا نہ ہونا یکساں۔ اگر اتنا پانی بھی نہ پاتا کیا کرتا۔ صرف تیمم۔ اب بھی صرف تیمم ہی کرے۔

دلیل ہفتم: شرح وقایہ میں جو خود اپنی اور تمام ائمہ کی تصریحات کے خلاف ایک موہم عبارت واقع ہوئی جس سے یہ مفہوم ہو کہ جنابت کے ساتھ حدث بھی ہو تو وضو کرے اور جنابت کے لیے تیمم عامہ محشین وکبرائے ناظرین یک زبان اُس کی تاویل کی طرف جھکے کہ ساتھ سے مراد بعد ہے یعنی جنب نے تیمم کرلیا اس کے بعد حدث ہو

---

[1] فتح القدیر | باب التیمم | مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر | ۱/ ۱۱۹

[2] بحرالرائق | " | ایچ ایم سعید کمپنی کراچی | ۱/ ۱۳۹

اور پانی قابلِ وضو حاضر ہے تو بے وضو کرے کہ گزشتہ تیمم بعد کے حدث میں کام نہیں دے سکتا جیسے نہا لینے کے بعد حدث ہوتا تو وضو کرنا لازم تھا نہ یہ کہ جنابت کا تیمم رفعِ حدثِ سابق کو کافی نہیں تیمم کے ساتھ وضو بھی کرنا پڑے کہ یہ بلاشبہہ مذہب کے خلاف اور اس کا بطلان ظاہر و صاف۔ خلاصہ یہ کہ طہارت و حدث میں جو متأخر ہے سابق کو رفع کر دیتا ہے تو جنابت کے ساتھ اگر ہزار حدث ہوں جب تیمم کرے گا سب رفع ہو جائیں گے لہذا واجب کہ عبارت شرح وقایہ کو حدث بعد تیمم پر محمول کریں۔ علما کا تاویل پر اجماع روشن دلیل ہے کہ حکم وہ نہیں جو اس کے ظاہر سے مفہوم و لہذا جس نے تاویل نہ پائی اعتراض کردیا بہرحال اس کا ظاہر کسی نے مسلّم نہ رکھا۔

اللّٰھم الا الفاضل القرہ باغی فی حاشیتہ علی شرح الوقایۃ کما سیأتی ان شاء اللّٰہ تعالٰی۔

ہاں مگر فاضل قرہ باغی نے شرح وقایہ پر اپنے حاشیہ میں —— جیسا کہ ان کا کلام ان شاء اللہ تعالٰی آئے گا۔ (ت)

اقول والعجب من علامۃ الوزیر سکت عنہ فی الایضاح مع شدۃ ولوعہ بالاعتراض علی الامامین الشارح والماتن رحمھم اللّٰہ الجمیع حتی تجاوز الی سماجۃ من الشطط وسمی متنہ الفقہی الاصلاح والاصولی تغییر التنقیح غیر انہ لاینسب الی ساکت قول مع ثبت الھندیۃ کلام شرح الوقایۃ ھذا بالتقریر فمعظم قصد النظر عن اد غالب الفتاوی المنسوجۃ علی ھذا المنوال علی ھمتی الجمع والتلفیق ولذا رجحت علیھا الشروح الباحثۃ بالتنقیح والتحقیق۔

اقول تعجب ہے علامہ وزیر اس پر ایضاح میں خاموش رہے جبکہ امامین شارح و ماتن پر اعتراض سے ان کو بہت زیادہ دلچسپی ہے —— خدا سب پر رحمت فرمائے —— یہاں تک کہ غلو کی حد تک تجاوز کرگئے اور اپنے فقہی متن کا نام "اصلاح" اور اصولی متن کا نام "تغییر التنقیح" رکھا مگر (یہاں وہ ساکت رہے تو) ساکت کی طرف کوئی قول منسوب نہیں کیا جاسکتا۔ ہندیہ نے شرح وقایہ کا یہ کلام ایک تقریر سے ثابت کیا ہے —— یوں تو اس انداز پر جمع شدہ زیادہ تر فتاوی کا بڑا مقصد جمع و تلفیق ہوتا ہے اسی لیے تنقیح و تحقیق سے بحث کرنے والی شروح کو ایسے فتاوی پر ترجیح حاصل ہے۔ (ت)

اقول وعندی مثل المتون عه

اقول میرے نزدیک فقہ میں متون،

عه **اقول** ای مختصرات الائمة الطحاوی والکرخی والقدوری والکنز والوافی والوقایة والنقایة والاصلاح والمختار ومجمع البحرین ومواھب الرحمٰن والملتقی وامثالھا الموضوعة لنقل المذھب لاکامثال القنیة فانھا لاتعد الا الفتاوی وقد رأیت التنویر یدخل روایات عن القنیة مع مضادتھا للمذھب المنصوص علیه فی کتب محمد کما بینت بعضه فی کتابی کفل الفقیه الفاھم فی حکم قرطاس الدراھم وقد جھل بعض ضلال الزمن وھو گنگوھی فی رسالته فی الجماعة الثانیة اذ جعل الاشباه من المتون ولم یدر السفیه ما معنی المتن المراد ھھنا وزعم بجھله ان کل بیضاء شحمة وکل سوداء تمرة وقد کتاب الاشباه مشحون بمنقول من الفتاوی وبمحاله فما مرتبته الا فی الفتاوی او فی الشروح ھذا وقد عدوا الهدایة من المتون مع انها شرح بالصورة ۱۲ منه غفرله (م)

اقول یعنی جیسے مختصر امام طحاوی، مختصر امام کرخی، مختصر امام قدوری، کنز الدقائق، وافی، وقایہ، نقایہ، اصلاح، مختار، مجمع البحرین، مواہب الرحمٰن، ملتقی۔ اور ایسی ہی دوسری کتابیں جو نقل مذہب کے لیے لکھی گئی ہیں۔ قنیہ جیسی کتاب نہیں کہ اس کا درجہ فتاوٰی سے زیادہ نہیں۔ اور میں نے دیکھا کہ تنویر الابصار میں قنیہ سے نقل شدہ روایات داخل ہیں جب کہ وہ امام محمد کی کتابوں میں منصوص مذہب سے متضاد ہیں، جیسا کہ ان میں سے بعض کا میں نے اپنی کتاب "کفل الفقیہ الفاہم فی حکم قرطاس الدراہم" میں بیان کیا ہے۔ ایک گمراہ زمانہ۔ گنگوہی۔ کی بے خبری دیکھئے کہ جماعت ثانیہ سے متعلق اپنے رسالہ میں "اشباہ" کو متون سے قرار دیا۔ نادان کو یہ پتا نہیں کہ یہاں متن سے کون سا معنی مراد ہے اور اپنی بے خبری سے یہ سمجھ لیا کہ "ہر سفید چیز چربی اور ہر سیاہ چیز کھجور ہے" (یا اردو مثل میں، ہر چمکتی چیز سونا ہے ۱۲ م۔الف)، یہ کتاب الاشباہ فتاوٰی کی منقول روایات سے بھری ہوئی ہے تو اس کا درجہ فتاوٰی ہی کا ہے یا شروح کا۔ یہ ذہن نشین رہے اور علماء نے ہدایہ کو متون سے شمار کیا ہے باوجودیکہ وہ صورۃً شرح ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

والشروح[عه۱] والفتاوی[عه۲] فی الفقه

شروح اور فتاوٰے کا حال وہی ہے

عه۱ اقول كشروح كتب الاصول الجامعين والاصل والزيادات والسيرين للائمة وشروح المختصرات المذكورة المبنية على التحقيق كمبسوط الامام السرخسي وبدائع ملك العلماء والتبيين والفتح والعناية والبناية وغاية البيان والدراية والكفاية والنهاية والحلية والغنية والبحر والنهر والدرر والدر وجامع المضمرات والجوهرة النيرة والايضاح وامثالها وتدخل فيها عندي حواشي المحققين مثل غنية الشرنبلالي وحواشي الخير الرملي ورد المحتار ومنحة الخالق واشباههما لا كالمجتبى وجامع الرموز وابي المكارم ونظرائها بل ولا كالسراج الوهاج ومسكين ۱۲ منه غفرله (م)

اقول جیسے کتبِ اصول کی شرحیں جو ائمہ نے لکھیں (کتبِ اصول یہ ہیں: جامع کبیر، جامع صغیر، مبسوط، زیادات، سیرِ کبیر، سیرِ صغیر) اور (حاشیۂ بالا میں) مذکورہ مختصرات کی شرحیں جو تحقیق پر مبنی ہوں — اور مبسوط امام سرخسی، بدائع ملک العلماء، تبیین الحقائق، فتح القدیر، عنایہ، بنایہ، غایۃ البیان، درایہ، کفایہ، نہایہ، حلیہ، غنیہ، البحر الرائق، النہر الفائق، درر الحکام، دُرِّمختار، جامع المضمرات، جوہرہ نیرہ، ایضاح، اور ایسی ہی دیگر کتابیں — میرے نزدیک ان میں محققین کے حواشی بھی داخل ہیں جیسے غنیہ شرنبلالی، حواشی خیر الدین رملی، رد المحتار، منحۃ الخالق اور ایسے ہی حواشی — مجتبٰی، جامع الرموز، شرح ابی المکارم جیسی کتابیں نہیں — بلکہ سراج وہاج اور شرح مسکین بھی نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عه۲ اقول مثل الخانية والخلاصة والبزازية وخزانة المفتين وجواهر الفتاوى والمحيطات والذخيرة والواقعات للناطفي وللصدر الشهيد ونوازل الفقيه ومجموع النوازل والولوالجية والظهيرية والعمدة والكبرى والصغرى وتتمة الفتاوى والصيرفية وفصول العمادي وفصول الاستروشني

اقول جیسے خانیہ، خلاصہ، بزازیہ، خزانۃ المفتین، جواہر الفتاوی، محیطات (محیط نام کی متعدد کتابیں ہیں) ذخیرہ، واقعات ناطفی، واقعات صدر شہید، نوازل فقیہ، مجموع النوازل، ولوالجیہ، ظہیریہ، عمدہ، کبرٰی، صغرٰی، تتمۃ الفتاوی، صیرفیہ، فصول عمادی، فصول استروشنی، جامع صغار، تاتارخانیہ، ہندیہ۔

(باقی برصفحہ آئندہ)

مثل الصحاح[عـ۵] والسنن[عـ۶] جو حدیث میں صحاح، سنن

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

وجامع الفصولين والتاترخانية والهندية و
غيرها ومثله المنية كما ذكرت لا كالقنية[و] و
الرحمانية وخزانة الروايات ومجمع البركات
وبرهانه اما المعروضات فهي بمرتبة من التحقيق
والتنقيح فهي عندي في مرتبة
الشروح كالفتاوى الخيرية والعقود الدرية
للعلامة الشامي واطمع ان يسلك ربي بمنه وكرمه
فتاواي هذه في سلكها فللارض من كاس الكرام
نصيب ومن فتاوى الطوري والمحقق ابن نجيم
فقد قيل انه لا يعتمد عليها والله تعالى اعلم
۱۲ منه غفر له (م)

عـ۴ ثلثة بثلثة على الولاء ۱۲ منه غفر له (م)

عـ۵ كالصحيحين والمنتقى وابن السكن
والمختارة وعندي منهم موطا مالك ويتلوه
ابن حبان لا كالمستدرك ۱۲ منه غفر له (م)

عـ۶ كسنن ابي داؤد والنسائي والترمذي وفي
مرتبتها مسند الرؤياني ومثلها بل فوقها[ط]

اور ایسی ہی کتابیں — ان ہی فتاوی میں منیہ بھی ہے
جیسا کہ میں نے ذکر کیا — قنیہ، رحمانیہ، خزانۃ الروایات،
مجمع البرکات اور ان کی برہان جیسی کتابیں نہیں۔ لیکن
معروضات تو ان میں جو چھان بین اور تنقید و تنقیح پر مبنی
ہوں وہ میرے نزدیک شروح کے درجہ میں ہیں جیسے
فتاوی خیریہ اور علامہ شامی کی العقود الدریہ اور
مجھے امید ہے کہ میرا رب اپنے احسان و کرم سے میرے
ان فتاوی کو بھی ان ہی کی سلک میں منسلک فرمائے گا
کہ اہل کرم کے جام سے زمین کو بھی حصہ مل جاتا ہے۔
رہے فتاوی طوری اور فتاوی محقق ابن نجیم تو ان کے
بارے میں کہا گیا ہے کہ قابل اعتماد نہیں۔ — اور
خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

تینوں تینوں کے مقابل پے بہ پے ہیں ۱۲ منہ
غفرلہ (ت) (یعنی سب سے معتبر صحاح پھر سنن پھر
مسانید، اسی طرح متون پھر شروح پھر فتاوی ۱۲ م الف)

جیسے صحاح شیخین و منتقی و ابن السکن و مختارہ —
اور میرے نزدیک ان ہی میں مؤطا امام مالک بھی ہے اور
انہی سے متصل صحیح ابن حبان بھی۔ مستدرک جیسی کتب
نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

جیسے ابوداؤد، نسائی اور ترمذی کی سنن۔ ان ہی کے
درجہ میں مسند رویانی بھی ہے اور ان ہی کے مثل بلکہ ان سے

(باقی برصفحہ آئندہ)

علہ والمسانید فی الحدیث اما یشعر باعتمادہ علی ما یقتضی صحت مرادہ لا بخصوص العمل عن ظاھر معتمدہ واللہ اعلم بنیات عبادہ۔

اور مسانید کا حال ہے مگر اس سے قطع نظر تقریر بندیہ سے یہی پتا چلتا ہے کہ اس کا اعتماد اس مراد پر ہے جو اس تقریر سے ثابت ہوتی ہے خاص اس کے ظاہر مفاد پر عمل معتمد نہیں اور خدا ہی اپنے بندوں کی نیتیں خوب جانتا ہے۔ (ت)

شرح نقایہ علامہ برجندی میں بعد نقل کلام شرح وقایہ وبحث وجواب جس کا ذکر ان شاء اللہ تعالٰی سے آگے آتا ہے حکم مذکور پر انکار کردیا:

حیث قال اجنب ولم یوجد ناقض الوضوء ھل یجب التیمم والتوضی جمیعا اذا احدث ومعہ ما یکفی الوضوء فقط فیہ تردد والظاھر انہ اذا تیمم للجنابۃ لاحاجۃ الی

ان کے الفاظ یہ ہیں، جنابت ہوئی اور کوئی ناقض وضو نہ پایا گیا تو کیا اس پر تیمم اور وضو دونوں ہی واجب ہوں گے جبکہ اسے حدث ہوا ہو اور اس کے پاس اتنا ہی پانی ہے جو صرف وضو کے لیے کفایت کرے گا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

بعضہ شرح معانی الاثار للطحاوی وکتاب الاثار لمحمد والحجج لعیسی بن ابان عن محمد وکتاب الخراج لابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنہم اجمعین ۱۲ منہ غفرلہ (م)

بعض سے بالاتر امام طحاوی کی شرح معانی الآثار، امام محمد کی کتاب الآثار، امام محمد سے روایت شدہ حجج عیسٰی بن ابان اور امام ابو یوسف کی کتاب الخراج ہے۔ اللہ تعالٰی سب سے راضی ہو۔ (ت)

علہ منہ مسند الامام احمد ومن ھذہ الدرجۃ المصنفات ومعاجیم الطبرانی لامسند الفردوس وامثالہ ولیس مسندا بھذا المعنی بل ھو تخریج احادیث الفردوس ومن احب تمامہ فلینظر رسالتی مدارج طبقات الحدیث ۱۲ منہ غفرلہ (م)

ان میں سب سے بزرگ تر مسند امام احمد ہے اور اسی درجہ میں دونوں مصنف (مصنف عبدالرزاق ومصنف ابن ابی شیبہ) اور طبرانی کی معجم کبیر وصغیر واوسط بھی ہیں۔ مسند الفردوس اور اس جیسی کتابیں نہیں۔ وہ اس معنی میں مسند ہے بھی نہیں، بلکہ اس میں احادیث فردوس کی تخریج ہے۔ اس سے متعلق پوری بحث کا جسے شوق ہو وہ میرا رسالہ مدارج طبقات الحدیث ملاحظہ کرے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

استوصی ولابد للحکم بالاحتیاج الیھما من روایة صریحة۔

اس بارے میں تردد ہے۔ اور ظاہر یہ ہے کہ وہ جب جنابت کا تیمم کرے تو وضو کی کوئی ضرورت نہیں، دونوں ہی کی ضرورت ہونے کا حکم کرنے کے لیے کوئی صریح روایت ہونا ضروری ہے۔ (ت)

اقول فاضل شارح کو تردد ہُوا اور وضو کی حاجت نہ ہونے کو ظاہر رکھا اور جانب خلاف کسی روایت صریحہ کا استنادکیا حالانکہ یہ محل جزم ہے اور روایات صریحہ اس طرف موجود کما عرفت وتعرف ان شاء اللہ تعالٰی (جیسا کہ معلوم ہوا اور بمشیت خدائے برتر آئندہ بھی معلوم ہوگا۔ ت) اسی کے قریب حاشیہ درمختار میں سید علامہ احمد طحطاوی کا قول ہے:

فی صدر الشریعة اذا کان معہ بجنابة حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء اھ اذا وجد الحدث بعد التیمم للجنابة کما نص علیہ القھستانی وظاھرہ انہ اذا وجد حین التیمم المذکور ماء یکفی للوضوء لایتوضؤ بہ للاستغناء بعد التیمم عنہ وانہ یستعملہ اذا وجد الحدث بعد ذلک و ھو صریح عبارة القھستانی اھ فنقل عنہ ما یأتی معنا۔

شرح صدر الشریعۃ میں ہے "جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اس پر وضو واجب ہے" یعنی جب تیمم جنابت کے بعد حدث پایا گیا ہو جیسا کہ اس پر قہستانی نے نص کیا ہے ـــ اس کا ظاہر یہ ہے کہ جب تیمم مذکور کے وقت وضو کے لیے کفایت کرنے والا پانی ملے تو اس سے وضو نہیں کریگا کیونکہ اس تیمم کی وجہ سے اُس وضو سے بے نیازی ہے وہ پانی اسی وقت استعمال کریگا جب اس کے بعد حدث پایا جائے۔ یہی قہستانی کی صریح عبارت ہے" اور اس کے بعد قہستانی کی وہ عبارت نقل کی جو ابھی آرہی ہے۔ (ت)

اقول لم یصل فھمی الی مرحلة ھو نص القھستانی ثم صریح عبارتہ وھو صریحھا لاشک فیہ انما عاقہ عن الجزم بہ قصر نسبتہ علی القھستانی وما ھو لہ بل

اقول انھوں نے پہلے اسے نص قہستانی کا ظاہر کہا پھر اس کی صریح عبارت کہا اس میں کیا درست ہے میرے فہم کی رسائی وہاں تک نہ ہوئی۔ یقیناً یہ قہستانی کی صریح عبارت ہے۔ اس پر جزم سے ان کے لیے یہی چیز مانع ہوئی کہ اس کی نسبت

۱؎ شرح النقایۃ للبرجندی — فصل فی التیمم — مطبع نولکشور — ۱/۴۴

۲؎ طحطاوی علی الدرالمختار — باب التیمم — مطبوعہ بیروت — ۱/۱۳۴

للامام الجلیل الاسبیجابی۔	قہستانی تک محدود ہے حالانکہ یہ قہستانی کا کلام نہیں بلکہ امام جلیل اسبیجابی کا ہے۔ (ت)

یہ سات دلائل ہیں اور بحمد اللہ تعالٰی روشن وکامل ہیں، اب صریح نصوص جزئیہ لیجئے وباللہ التوفیق۔

نصِ اول: محقق علامہ محمد بن فراموز درر الحکام میں فرماتے ہیں:

لوان من جد انتبہ من النوم محتلما وکان لہ ماء یکفی للوضوء لا للغسل تیمم ولم یجب علیہ الوضوء عندنا خلافا لش[1]	اگر کوئی شخص احتلام کی حالت میں نیند سے بیدار ہو اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو صرف وضو کیلئے کافی ہے غسل کے لیے نہیں تو وہ تیمم کرے گا ہمارے نزدیک — بخلاف امام شافعی کے — اس پر وضو واجب نہیں۔ (ت)

صریح تصریح ہے کہ سوتے سے محتلم اٹھا جنابت وحدث دونوں تھے اور وضو کے قابل پانی موجود، وضو نہ کرے صرف تیمم کرے اور یہ کہ جنب کو حدث کے لیے وضو کا حکم دینا ہمارا مذہب نہیں امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب ہے۔

نصِ دوم: شرح مختصر الامام الجلیل الطحاوی للامام علی الاسبیجابی پھر جامع الرموز پھر طحطاوی علی الدر پھر رد المحتار میں ہے:

الجنب اذا کان لہ ماء یکفی لبعض اعضائہ او للمحدث[عہ] للوضوء تیمم ولم یجب علیہ	جنب کے پاس جب اتنا ہی پانی ہو جو اس کے بعض اعضاء کے لیے کفایت کرسکے۔ یا محدث کو،

عہ ھکذا ھو فی ط عن الرموز وتبعہ ش فی رد المحتار وفی نسخۃ ط المصریۃ طبع تمیری بدون لفظ المحدث وھو یشبہ التکرار فما اعضاء الوضوء الا بعض اعضاء الجنب ١٢ منہ غفرلہ (م)	یہ لفظ اسی طرح جامع الرموز میں ہے اور اس سے رد المحتار میں بھی ایسے ہی نقل ہے اور طحطاوی کے مصری نسخہ طبع میری میں لفظ "محدث" کے بغیر ہے۔ اور اس سے تکرار ہی معلوم ہوتی ہے اس لیے کہ اعضائے وضو جنب کے بعض اعضاء ہی تو ہیں ١٢ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] درر الحکام لمولی خسرو باب التیمم المکتبۃ الکاملیہ بیروت ١/٢٩

صرفه الیه اذا تیمم للجنابة ثم وقع منه حدث موجب للوضوء فانه یجب علیه الوضوء حینئذ لانه قدر علی ماء کاف له[1]

وضو کے لیے۔ تو وہ تیمم کرے اور اس پر اس پانی کو بعض اعضاء کے لیے صرف کرنا واجب نہیں مگر جب جنابت کا تیمم کرلے پھر اس سے کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اب اسی پر وضو واجب ہے اس لیے کہ وہ وضو کے لیے کافی پانی پر قادر ہے۔ (ت)

صاف ارشاد ہے کہ جنب کو حدث کے لیے وضو صرف اسی وقت ہے کہ جنابت کا تیمم کرچکنے کے بعد حدث ہو اُس سے پہلے جتنے بھی حدث تھے اُن کے لیے وضو کی اصلاً حاجت نہیں۔

اقول یعنی دونوں حالتوں میں جنب مذکور پر حدث کے لیے وضو نہیں۔ جب تک تیمم نہ کیا تھا جنب تھا اور حدث کے لیے وضو کا حکم نہ تھا اب کہ تیمم کرلیا پھر حدث ہوا اور اس پر حکم وضو آیا اس وقت وہ جنب نہیں کہ جنابت کے لیے تیمم کرچکا اور وہ تیمم حدثِ اصغر سے نہیں ٹوٹ سکتا عبارت مذکورۂ شرح لکھنوی کا تتمہ ہے

ولا یجب علیه التیمم لانه بالتیمم خرج عن الجنابة الی ان یجد ماء کافیا للغسل[2]

(اور اس پر تیمم واجب نہیں کیونکہ وہ تیمم کرکے جنابت سے نکل چکا ہے یہاں تک کہ غسل کے لیے کافی پانی پائے۔ ت)

نص سوم عـہ: فتاوٰی امام اجل فقیہ النفس فخر الملۃ والدین قاضی خان میں ہے:

جنب تیمم للظهر وصلی ثم احدث فحضرته العصر ومعه ماء یکفی للوضوء فانه یتوضؤ لان الجنابة

کسی جنب نے ظہر کے لیے تیمم کیا اور نماز پڑھی پھر اسے حدث ہوا تو نماز عصر کا وقت آگیا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو وضو کے لیے کافی ہو تو وہ وضو کرے گا

عـہ ردالمحتار کی عبارت کہ دلیل ششم میں گزری کہ جس جنب کو صرف وضو کے قابل پانی ملے اس پر وضو فقط اس وقت ہے کہ تیمم جنابت کے بعد حدث ہو اگر اس تیمم سے پہلے حدث تھا تو اس کے لیے وضو عبث ہے، گویا نص چہارم ہے کہ نصوص ائمہ اکابر بھی اس کے مانند ہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔

(م)

---

[1] جامع الرموز باب التیمم مطبعہ کریمیہ قزان ایران ۱/۶۳

[2] السعایۃ شرح الوقایۃ " سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۳۹۱

قد زالت بالتیمم فاذا احدث بعد التیمم ومعہ ماء یکفی للوضوء فانہ یتوضؤ بہ فان توضأ للعصر وصلی ثم مر بماء فلم یتوضأ بہ ولم یغتسل حتی حضرت المغرب وقد احدث او لم یحدث ومعہ ماء قدر ما یتوضؤ بہ فانہ[عہ] یتیمم ولا یتوضؤ بہ

کیونکہ جنابت تو تیمم سے دُور ہوگئی۔ پھر جب بعد تیمم اسے حدث ہُوا اور اس کے پاس اتنا پانی بھی ہے جو وضو کے لیے کافی ہو تو وہ اس سے وضو کرے گا۔ تو اگر عصر کے لیے وضو کیا اور نماز پڑھی پھر پانی کے پاس سے گزرا اور اس سے باخبر بھی ہُوا مگر غسل نہ کیا، یہاں تک کہ مغرب کا وقت آگیا اور اسے حدث بھی ہوا یا حدث نہ ہُوا۔ اتنا پانی بھی اس کے پاس ہے جس سے وضو کرسکے تو اسے تیمم کرنا ہے وضو نہیں کرنا

عہ فقیر کے پاس خانیہ کے چار نسخے ہیں ایک مطبع العلوم کا مطبوعہ ۱۲۶۲ھ ہجریہ اس کی صحت اولی نہیں۔ دوسرا مطبوعہ کلکتہ ۱۲۳۵ھ جسے چوراسی برس ہوئے۔ تیسرا مطبوعہ مصر ۱۳۱۰ھ کہ حاشیہ ہندیہ پر ہے۔ چوتھا مطبع مصطفائی ۱۳۱۰ھ جس کے حاشیہ پر سراجیہ ہے۔ عجب کہ ان سب میں ومعہ ماء قدر ما یتوضؤ بہ کے بعد الفاظ حکم سے قبل ہی اس کے حد لانہ [illegible] شبہ نہیں کہ مصری و مصطفائی دونوں نسخے اسی نسخہ کلکتہ سے نقل ہوئے ہوں جس میں عبارت چھوٹ گئی اگرچہ خود فوائد عبارت نیز ملاحظہ ارشاد امام محمد کتاب الاصل سے کہ بعونہ تعالٰی افادات میں آتا ہے الفاظ ساقط ظاہر تھے کہ فانہ یتیمم ولا یتوضؤ بہ رہ گئے کاتب کی نظر ایک لا یتوضؤ بہ سے دوسرے کی طرف منتقل ہوگئی بحمدہ تعالٰی نسخ قدیمہ سے اس کی تصدیق ہوگئی۔ چند سال ہوئے فقیر کے پاس ایک پرانا قلمی نسخہ لکھنؤ سے آیا تھا اس میں بعینہ عبارت یونہی تھی جس طرح فقیر نے خیال کی ومعہ من الماء قدر ما یتوضؤ بہ فانہ یتیمم ولا یتوضؤ بہ لانہ قاصر لہٰذا اس کے بعد ولد عزیز ذو العلم والتمیز فاضل بہادر مولوی محمد ظفر الدین عصمہ اللہ تعالٰی لحمایۃ الدین ونکایۃ المفسدین وجعلہ کاسمہ ظفر الدین نے اپنے زمانہ مدرسی مدرسہ شمس الہدٰی بانکی پور میں عظیم آباد کے مشہور کتب خانہ خدا بخش خاں سے ایک بہت قدیم قلمی نسخے مکتوبہ ۹۰۰ھ ہجریہ سے جسے لکھے ہوئے ۴۳۵ برس ہوئے یہ مسئلہ نقل کرکے بھیجا اس میں بھی یہی صحیح عبارت ہے ومعہ ماء قدر ما یتوضؤ بہ فانہ یتیمم ولا یتوضؤ بہ لانہ لما مر الخ۔ دوسری نقل ایک نسخہ مکتوبہ ۹۲۶ھ سے بھیجی جسے ۴۰۹ برس ہوئے اس میں یوں ہے ومعہ ماء قدر ما یتوضؤ بہ فانہ یتیمم لانہ لما مر الخ اس کا بھی حاصل وہی ہے کما لا یخفی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

لانہ لما صار بحال یکفی للاغتسال عاد جنبا فھذا جنب معہ ماء لا یکفی للاغتسال فیتیمم[1]

کیونکہ جب وہ غسل کے لیے کافی پانی پر گزرا تو پھر جنب ہوگیا۔ اب یہ ایسا جنب ہے جس کے پاس غسل کے لیے ناکافی پانی ہے تو اسے تیمم کرنا ہے۔ (ت)

کیسا روشن نص ہے کہ جنب جسے غسل کو پانی نہ ملے اور وضو کے قابل موجود ہو اسے اگر تیمم جنابت کے بعد حدث ہو جب تو وضو کرے اور تیمم سے پہلے ہو تو صرف تیمم کرے وضو نہ کرے۔

اقول واستنادی بما ذکرہ رحمہ اللہ تعالٰی من اصول الاحکام فی التعلیلات والا فدخول ھذا الفرع فی ھذا الاصل فیہ کلام قوی للعبد الضعیف، خفی لہ المولی اللطیف کما ستعرفہ فی الافادات، ان شاء وھب العطیات۔

اقول میرا استناد ان اصول احکام سے ہے جو امام فقیہ النفس رحمہ اللہ تعالٰی نے تعلیلات کے تحت ذکر کیے، ورنہ اس جزئیہ کے اس اصل کے اندر داخل ہونے میں بندۂ ضعیف کو ــــ مولائے لطیف اسے مغفرت سے نوازے ــــ پرزور کلام ہے جیسا کہ اگر عطاؤں سے نوازنے والے رب نے چاہا تو افادات کے تحت معلوم ہوگا۔ (ت)

بالجملہ سات روشن دلیل اور تین عرض موافق تلک عشرۃ کاملۃ (وہ پورے دس ہیں۔ ت) سے بحمدہ عزوجل حکم آشکار ہوگیا۔

وللہ الحمد حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیہ کما یحب ربنا ویرضی، وصلی اللہ تعالٰی علی اصفی مصطفی، وارضی مرتضی، وآلہ وصحبہ الی یوم القضاء، آمین۔

اور خدا ہی کے لیے حمد ہے کثیر، پاکیزہ، برکت والی حمد جیسی ہمارا رب چاہے اور پسند فرمائے۔ اور خدائے برتر کی طرف سے درود ہو سب سے زیادہ پسندیدہ ذات گرامی پر اور ان کی آل واصحاب پر فیصلہ کے دن تک۔ الٰہی قبول فرما!

رہا امام صدر الشریعۃ کا کلام اور اُس میں تاویلات علمائے کرام ہم اولاً کلام پیشینیاں پیش کریں۔ پھر وہ جو قلب فقیر پر فیض قدیر سے فائض ہوا بدیۂ انظار انصاف کیشں۔

قال الامام صدر الشریعۃ العمامہ اعلی اللہ تعالٰی مقامہ فی

امام بلند ہمت صدر الشریعۃ ــــ خدائے برتر دارالسلام میں انھیں مقام بلند عطا فرمائے اُن

---

[1] فتاوٰی قاضی خاں باب التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۰

دارالسلام، وبرحمتنا به وببركات الائمة الكرام، في كل حال ومقام، مدى الليالي والايام، واول باب التيمم من شرحه للوقاية اذا كان للجنب ماء يكفي للوضوء لا للغسل يتيمم ولا يجب عليه التوضي عندنا خلافا للشافعي اما اذا كان مع الجنابة حدث يوجب الوضوء يجب عليه الوضوء فالتيمم للجنابة بالاتفاق واذا كان للمحدث ماء يكفي لغسل بعض اعضائه فالخلاف ثابت ايضا اھ۔

ہم پر ان کی برکت سے اور دیگر ائمہ کرام کی برکت سے ہر حال و مقام میں جب تک گردش شب و روز ہے ہمیشہ رحمت فرمائے۔ شرح وقایہ اول باب التیمم میں فرماتے ہیں: "جب جنابت والے کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کے لیے کفایت کرے غسل کے لیے نہیں تو وہ تیمم کرے۔ ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی کے۔ اس پر وضو کرنا واجب نہیں — لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اس پر وضو واجب ہے — تو جنابت کے لیے تیمم بالاتفاق ہے۔ اور جب محدث کے پاس اتنا ہی پانی ہو جو صرف اس کے بعض اعضا کے دھونے میں کفایت کرسکے تو اس صورت میں بھی اختلاف ثابت ہے۔" (ت)

واعترضوه بخمسة وجوه:

علماء نے اس پر پانچ طرح **اعتراض کیا ہے:**

الاول قال البرجندي في شرح النقاية بعد نقل كلام الصدر الا ما هو مشعر بانه قد تكون جنابة مع وجود الوضوء ولا يخفى ان الجنابة تحصل بخروج المني او بغيبة الحشفة وخروج الخارج من الذكر وغيبة الحشفة ناقضان للوضوء۔ والجواب ان الجنب اذا تيمم واحدث ثم توضأ ومر بماء كاف للاغتسال ولم يغتسل ثم بعد عن الماء فانه صار جنبا ومع ذلك وضوءه باق عہ

اول: برجندی نے شرح نقایہ میں امام صدر الشریعۃ کا کلام نقل کرنے کے بعد لکھا: یہ کلام اس کا پتا دیتا ہے کہ کبھی وضو رہتے ہوئے بھی جنابت ہوتی ہے حالانکہ مخفی نہیں کہ جنابت منی کے نکلنے یا حشفہ کے غائب ہونے سے ہوتی ہے۔ اور ذکر سے نکلنے والی چیز کا باہر آنا اور حشفہ کا غائب ہونا دونوں ہی ناقض وضو ہیں۔ جواب یہ ہے کہ جنب جب تیمم کرے اور بے وضو ہو کر پھر وضو کرے اور غسل کے لیے کافی پانی پر گزرے مگر غسل نہ کرے پھر پانی سے دور ہو جائے تو وہ جنابت والا ہو گیا۔ اس کے باوجود اس کا

عہ **اقول** ای بعد ما احدثه عن وزان ما قدمنا ۱۲ منه غفرله (م)

عہ **اقول** یعنی دوبارہ اسے حدث نہ ہوا، اسی انداز پر جو ہم نے پہلے بیان کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

؎ شرح الوقایہ باب التیمم مکتبہ رشیدیہ دہلی ۱/۹۵

وضو باقی ہے۔

ویمکن ان یصور ذلك علی قول محمد بان یجامع الرجل المتوضئ امرأۃ ولم ینزل فانه قد اجنب ولم ینتقض[عہ۱] وضوؤہ فان المباشرۃ الفاحشۃ غیر ناقضۃ عندہ ولم یوجد[عہ۲] شیئ اٰخر من نواقض الوضوء۔

اس کی صورت امام محمد کے قول پر یہ بھی پیش کی جاسکتی ہے کہ باوضو مرد عورت سے مجامعت کرے اور انزال نہ ہو تو وہ جنابت زدہ ہوگیا اور اس کا وضو نہ ٹوٹا کیونکہ ان کے نزدیک مباشرت فاحشہ ناقضِ وضو نہیں اور نواقضِ وضو میں سے کوئی دوسری چیز بھی نہ پائی گئی۔

وعلی قول الشیخین[عہ۳] رضی اللہ تعالٰی عنهما بان یستمنی بالید ثم یأخذ رأس ذکرہ حتی لایخرج المنی فقد اجنب[عہ۴] و

اور شیخین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے قول پر یہ صورت ہوسکتی ہے کہ ہاتھ سے منی نکالے پھر ذکر کا سرا پکڑ لے تاکہ منی باہر نہ آسکے تو وہ جنب ہوگیا اور ناقضِ وضو

عہ۱ اقول قد عنت المس فی حقه ولا تزل ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول ناظر کو اس کا معلوم ہوگئی تو نگہداشت چاہیے لغزش سے پرہیز ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۲ اقول ای مما ھو حدث اصغر اذ لایقال نواقض الوضوء الا علیها فبهذا افصح عن مرادہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول یعنی اس چیز سے جو حدث اصغر ہو کیونکہ نواقضِ وضو کا اطلاق اسی پر ہوتا ہے تو یہاں اپنی مراد واضح کردی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۳ اقول ھذا سھو وانما ھو قول الطرفین واطلاق الشیخین علیهما بعید وان جاء فی بعض المواضع علی الصاحبین کما بینته فی کتابی فصل القضاء ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول یہ سہو ہے، وہ طرفین کا قول ہے اور ان پر اطلاقِ شیخین بعید ہے اگرچہ بعض مقامات میں صاحبین کے لیے شیخین کا اطلاق ہے جیسا کہ میں نے اپنی کتاب فصل القضاء میں بیان کیا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۴ اقول ای اذا اخرج المنی لان الخروج شرط بالاجماع انما النزاع فی اشتراط الشهوۃ عند الخروج او کفایتها عند الانفصال به قالا وبالاول ابو یوسف فاحتمال ارادۃ خلافه ظن ما لایلیق بالعلماء ۱۲ منہ غفرلہ (م)

اقول یعنی جب منی باہر آجائے اس لیے کہ باہر آنا بالاجماع شرط ہے نزاع صرف اس میں ہے کہ شہوت یعنی باہر آنے کے وقت ہونا شرط ہے یا بس اپنے مقر سے منی کے انفصال کے وقت شہوت ہونا کافی ہے۔ دوم کے قائل طرفین ہیں اور اول کے قائل امام ابو یوسف ہیں۔ تو یہ احتمال کہ اس کے خلاف مراد لے لیا ہو ایسا ظن ہے جو علماء کے لائق نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

لم یوجد ناقض للوضوء[1] اھ۔

واعترضہ عصری وھو اللکنوی فی سعایتہ بما تلخیصہ انہ فی صورۃ المباشرۃ الفاحشۃ ان لم یولج لم یجنب وان اولج فقد انتقض وضوءہ لان دخول الحشفۃ ناقض للغسل والوضوء جمیعا وکذا فی صورۃ الاستمناء ان خرج المنی فقد انتقض وضوءہ وان لم تحصل الجنابۃ وان لم یخرج فلا جنابۃ ولاحدث[2] اھ ھذا حاصل ما اطال بہ فی نحو ثلثۃ امثال عبارتنا ھذہ۔

والثانی التناقض وقررہ ش بما یبتنی علی الاول فجوابہ جوابہ وذلک قولہ فی ردالمحتار قول صدر الشریعۃ مشکل لان الجنابۃ لاتنفک عن حدث یوجب الوضوء وقد قال اولا یجب علیہ التیمم لا الوضوء فقولہ ثانیا یجب علیہ الوضوء تناقض[3] اھ ثم ذکر الجواب الاتی عن القہستانی فی الاشکال الخامس فانہ دافع

فرمایا گیا اھ (ت) (برجندی کی عبارت ختم ہوگئی)

اس پر ایک معاصر عالم ــــ مولوی عبدالحی لکھنوی فرنگی محلی ــــ نے اپنی سعایہ (حاشیہ شرح وقایہ) میں **اعتراض** کیا ہے جس کا حاصل یہ ہے: مباشرت فاحشہ کی صورت میں اگر ایلاج نہ کیا تو جنب نہ ہُوا۔ اور ایلاج کیا تو اس کا وضو ٹوٹ گیا اس لیے کہ دخولِ حشفہ غسل ووضو دونوں ہی کا ناقض ہے ــــ اسی طرح منی نکالنے کی صورت میں اگر منی باہر آئی تو اس کا وضو ٹوٹ گیا اگرچہ جنابت ہوئی اور اگر منی باہر نہ آئی تو نہ جنابت ہے نہ حدث[2] یہ اس کا حاصل ہے جو انہوں نے ہماری اس عبارت سے تین گنا میں پھیلا کر لکھا ہے۔ (ت)

دوم: تناقض۔ شامی نے اس کی تقریر ایسے کلام سے کی ہے جو اشکال اول ہی پر مبنی ہے تو جو اس کا جواب ہے اس کا جواب ہے۔ ردالمحتار میں ان کا یہ کلام ہے: "صدر الشریعہ کے قول میں اشکال ہے اس لیے کہ جنابت وضو واجب کرنے والے حدث سے جُدا نہیں ہوتی، وہ پہلے فرما چکے ہیں کہ اس پر تیمم واجب ہے وضو نہیں" تو پھر اس کے بعد یہ کہنا کہ "اس پر وضو واجب ہے" دونوں میں تناقض ہے" اھ۔ پھر اس کا وہ جواب ذکر کیا جو قہستانی کے حوالے

---

[1] شرح نقایہ للبرجندی فصل فی التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۴۳
[2] السعایۃ باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۳۹۱
[3] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۷

للتناقض ايضا بوجه حسن صحيح.

ونقل ههنا في السعاية ما يمكن ان يؤخذ منه تقرير آخر للتناقض غير مبتنٍ على الاشكال الاول وهو انه اذا لم يكن معه حدث فكيف يوجب الشافعي هنالك الوضوء اه[1] فيؤخذ منه ان الحدث الاصغر وان لم يلزم الاكبر ولكن كلام صدر الاسلام في الصورة الاولى ايضا في جنابة معها حدث بدليل ايجاب الشافعي الوضوء ففيه التناقض.

والثالث ان قوله ما التيمم للجنابة بالعلة ان كان تفريعا فلا محصل له لان كون التيمم للجنابة غير متفرع على وجوب الوضوء وان كان تعليلا ورد عليه ان في الصورة السابقة ايضا التيمم للجنابة فيلزم ان يجب الوضوء هناك ايضا[2].

والرابع ان كون التيمم للجنابة بالاتفاق مشترك بين الصورتين لا اختصاص له بهذه الصورة[3] اه نقلهما اللكنوي.

والخامس مخالفته لما تقرر في المذهب كما بيناه بالدلائل والنصوص

سے اشکال پنجم کے تحت آ رہا ہے۔ وہ جواب بھی عمدہ وصحیح طور پر تناقض دفع کر دیتا ہے۔

یہاں سعایہ میں وہ نقل کیا جس سے تناقض کی ایک دوسری تقریر اخذ کی جاسکتی ہے جو اشکال اول پر مبنی نہ ہو۔ وہ یہ کہ جب جنابت کے ساتھ حدث نہ ہو تو وہاں امام شافعی وضو کیسے واجب کریں گے اھ اس سے یہ اخذ ہوتا ہے کہ حدث اصغر اگرچہ حدث اکبر کو لازم نہیں لیکن صدر الشریعۃ کا کلام پہلی صورت میں بھی ایسی ہی جنابت کے بارے میں ہے جس کے ساتھ حدث بھی ہو اس دلیل سے کہ اس میں امام شافعی وضو واجب کرتے ہیں۔ تو تناقض ہوگا۔

سوم: ان کی عبارت "ما التیمم للجنابۃ" (وہ تیمم جنابت کے لیے ہے) میں "فا" اگر تفریع کیلئے ہے تو اس کا کوئی حاصل نہیں، اس لیے کہ تیمم جنابت کے لیے ہونا وجوب وضو پر متفرع نہیں ـــــ اور اگر تعلیل کے لیے ہے تو یہ اعتراض ہوگا کہ سابقہ صورت میں بھی تیمم جنابت ہی کے سبب ہے تو لازم آئے کہ وہاں بھی وضو واجب ہو۔

چہارم: بالاتفاق جنابت کے لیے تیمم ہونا دونوں صورتوں میں مشترک ہے اسی صورت سے خاص نہیں۔ یہ دونوں اعتراض مولانا فرنگی محلی سے نقل کیے۔

پنجم: یہ اس کے مخالف ہے جو مذہب میں مقرر وثابت ہے جیسا کہ دس دلائل ونصوص سے

---

[1] و [2] و [3] السعاية باب التيمم مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ١/٢٩٠

العشرة ان الحدث مع الجنابة لا یوجب الوضوء اصلا اذا لم یجد ماء یکفی للغسل الیہ اشار البرجندی بقولہ متصل العبارۃ المذکورۃ آنفا۔

لکن الکلام فی انہ ھل یجب فی الصورتین[عہ] التوضؤ اذا احدث فیہ تردد والظاھر لا ولابد للحکم بالاحتیاج من روایۃ صریحۃ[۱] اھ۔

کما قدمت عنہ تلو لا وذکرت انہ لو کان فی نظرہ اذ ذاک نصوص المذھب لما تبرم بالتردد والاستظھار۔

ہم نے اسے بیان کیا۔ مذہب یہی ہے کہ جنابت کے ساتھ حدث بالکل موجب وضو نہیں جب اتنا پانی دستیاب نہ ہو جو غسل کے لیے کافی ہو اسی کی طرف برجندی نے ابھی ذکر شدہ عبارت سے متصل اپنے درج ذیل کلام سے اشارہ کیا ہے:

لیکن کلام اس میں ہے کہ کیا دونوں صورتوں میں وضو کا واجب ہے جب حدث ہوا ہو۔ اس بارے میں تردد ہے اور ظاہر نفی ہے۔ احتیاج وضو کا حکم کرنے کیلئے کوئی صریح روایت ہونا ضروری ہے[۱] اھ

جیسا کہ دلائل کے بعد ان سے ہم نے یہ عبارت نقل کی اور بتایا کہ اگر اس وقت ان کی نظر میں مذہب کے نصوص ہوتے تو وہ تردد و استظہار پر قناعت نہ کرتے۔

وھذا ھو اعظم الایرادات وھو الذی احوج العلماء الی تأویل کلامہ رحمہ اللہ تعالٰی۔

یہی سب سے بڑا اعتراض ہے اسی کی وجہ سے حضرات علماء کو صدر الشریعہ رحمہ اللہ تعالٰی کے کلام کی تاویل کرنے کی ضرورت پیش آئی۔

ومحط کلامھم جمیعا الی جاح

اور ان سب حضرات کی تاویلات کا مآل یہ ہے

عہ ای الاخریین ولعمری لقد اصاب فی تخصیص الکلام بھما وعزل الصورۃ الاولی لانہ لا شک فی وجوب الوضوء اذا احدث کما سیأتی تحقیقہ فی الافادۃ ۱۱ بعونہ تعالٰی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

یعنی بعد والی دونوں صورتوں میں۔ اور ان دونوں سے کلام خاص کرکے اور پہلی صورت کو الگ کرکے یقیناً انہوں نے صحیح کیا اس لیے کہ پہلی صورت میں حدث ہونے کے وقت وجوب وضو میں شک نہیں جیسا کہ اس کی تحقیق بعونہ تعالٰی افادہ ۱۱ میں آرہی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[۱] شرح النقایۃ للبرجندی فصل فی التیمم نولکشور لکھنؤ ۱/۴۳

الحکم بوجوب الوضوء الی الحدث بعد التیمم للجنابۃ غیر ان لھم فیہ مسلکین،

کہ وجوب وضو کا حکم اس حدث کی طرف عائد ہے جو تیمم جنابت کے بعد ہو" —— مگر اس بارے میں ان کے دو مسلک ہیں،

احدھما تقدیر المضاف ای عــه

طریق اول: (اما اذا کان مع الجنابۃ

عــه قال فی السعایۃ فی غایۃ الحواشی قولہ یجب جزاء اما وکلمۃ کان تامۃ وتقدیر الکلام اما اذا وجد مع تیمم الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب الوضوء اتفاقا یعنی احدث بالتیمم للجنابۃ مع وجود الماء الکافی للوضوء فیجب الوضوء مع انہ تیمم الجنب اتفاقا بخلاف الصورۃ المسطورۃ فان فیھا بعد تیمم الجنابۃ لا یجب الوضوء، فقولہ بالاتفاق متعلق بقولہ یجب وقولہ فالتیمم الخ للتفریع ای فثبت التیمم للجنابۃ مع وجوب الوضوء فانہ ذکر فی الجامع عن شرح الطحاوی وغیرہ انہ لا یجب للجنب صرف الماء الی بعض الاعضاء او للحدث لا اذا التیمم للجنابۃ ثم وقع منہ حدث یوجب الوضوء لانہ یجب علیہ الوضوء لانہ قدر علی ما کلف بہ ولم یجب التیمم لانہ بالتیمم خرج عن الجنابۃ الی ان یجد

سعایہ میں لکھا ہے، غایۃ الحواشی میں ہے، لفظ "یجب" "اما" کی جزا ہے اور کان تامہ ہے۔ تقدیر کلام یہ ہوگی لیکن جب تیمم جنابت کے ساتھ کوئی حدث پایا جائے تو بالاتفاق وضو واجب ہے —— یعنی تیمم جنابت کے ساتھ، وضو کے لیے کافی پانی ہوتے ہوئے وہ محدث ہوا تو وضو واجب ہے باوجودیکہ یہ جنب کا تیمم ہے، اتفاقاً —— بخلاف صورت مسطورہ کے کہ اس میں تیمم جنابت کے بعد وضو واجب نہیں ... تو لفظ "بالاتفاق" لفظ "یجب" سے متعلق ہے۔ اور فالتیمم میں ف تفریع کے لیے ہے یعنی —— تو وجوب وضو کے ساتھ، جنابت کے لیے تیمم ثابت ہوا۔ کیونکہ جامع میں شرح طحاوی وغیرہ سے ذکر کیا ہے کہ جنب کے لیے بعض اعضاء میں پانی صرف کرنا یا حدث کے لیے صرف کرنا واجب نہیں مگر جب جنابت کا تیمم کر لے پھر اس سے کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اب اس پر وضو واجب ہوگا اس لیے کہ وہ اتنے پانی پر قادر ہے جو وضو کے لیے کافی ہے — اور تیمم واجب نہیں اس لیے کہ وہ تیمم کر کے جنابت سے نکل چکا ہے یہاں تک کہ

(باقی اگلے صفحہ پر)

او وجد مع تیمم الجنابة حدث یجب الوضوء بالاتفاق فیبقی هذا التیمم للجنابة خاصة بخلاف ما اذا وجد الحدث

حدث (میں جنابت سے پہلے) مضاف مقدر مانا یعنی جب تیمم جنابت کے ساتھ کوئی حدث پایا جائے تو بالاتفاق وضو واجب ہے تو یہ تیمم خاص جنابت کیلئے رہ جائیگا بخلاف

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

الماء الکافی للغسل انتهی فاندفع السؤال المشهور ان الجنابة تستلزم الحدث فکیف یصح قوله او کان مع الجنابة حدث ومن فسرہ فالتیمم بحث لا واجب بعد الوضوء فما شم رائحة المقصود اھ ۱۲ منه غفرله (م)

غسل کے لیے کافی پانی اسے ملے۔ انتہی ۔۔ تو وہ مشہور اعتراض دفع ہوگیا کہ جنابت حدث کو مستلزم ہوتی ہے ۔ پھر صدر الشریعۃ کا قول "اذ کان مع الجنابۃ حدث" (جب جنابت کے ساتھ کوئی حدث ہو) کیسے صحیح ہوگا۔ اور جس نے یہ تفسیر کی، فالتیمم للجنابۃ واجب بعد الوضوء (تو جنابت کے لیے تیمم وضو کے بعد واجب ہے) تو اسے مقصد کی بُو بھی نہ ملی ۔۔۔ عبارت سعایہ ختم ہوئی ۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـه۱ اشار الی ما قاله فی غایة ... کان فی قول الشارح تامة ۱۲ منه غفرله (م)

اس کی طرف اشارہ ہے جو غایۃ الحواشی میں لکھا کہ شارح کی عبارت میں "کان" تامہ ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت) (تو اذا کان کی تفسیر "اذا وجد" (جب پایا جائے) سے کی گئی ۔ ۱۲ م الف)

عـه۲ اشار الی قوله ان بالاتفاق متعلق بیجب ۱۲ منه غفرله (م)

اس کی طرف اشارہ ہے جو اس میں لکھا ہے کہ "بالاتفاق" یجب سے متعلق ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـه۳ اشار الی ما قاله ان الفاء فی قوله فالتیمم للتفریع ۱۲ منه غفرله (م)

اس کی طرف اشارہ ہے کہ فالتیمم میں فاء برائے تفریع ہے جیسا کہ اس میں لکھا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عـه۴ زدت خاصة اذ به یتم المقصود وغیرت ما سلکه ان المراد ثبت التیمم للجنابة مع وجوب الوضوء و فات المقصود اذ فیما حذفه

میں نے "خاصۃ" بڑھادیا کیونکہ اسی سے مقصد پورا ہوتا ہے ۔۔ اور اس میں جو طریقہ اختیار کیا کہ "یہ مراد ہے کہ وجوب وضو کے ساتھ جنابت کا تیمم ثابت ہے" میں نے اسے بدل دیا، کیونکہ اس طور پر

(باقی بر صفحہ آئندہ)

۱؎ السعایہ حاشیہ شرح وقایہ باب التیمم سہیل اکیڈمی، لاہور ۱/ ۴۹۰

واتى به بعد وبين. ثم ظنا عرفت كيف لخصنا ما اطال به وقربناه ونقحناه وهذبناه.

اگرچہ کچھ زوائد میں اس سے مناقشہ بھی کیا ـــ عبارت سعایہ کا مطالعہ اور اس کا اور ہمارے الفاظ کا موازنہ کرنے والے کو معلوم ہوگا کہ اس میں جو طویل کلام تھا ہم نے اس کی کیسی تلخیص کردی اور فہم کے قریب بھی کردیا۔ الفاظ کی تنقیح وتہذیب بھی ہوگئی۔ (ت)

والآخر جعل مع بمعنى بعد وهو المسلك المشهور.

طریق دوم: مع کو بعد کے معنی میں قرار دینا۔ یہ مشہور طریقہ ہے۔

قال المحقق مولی خسرو في الدرر بعد عبارته السابقة منافي المنصوص ما دام كان مع الجنابة حدث يوجب الوضوء بان احدث بعد التيمم فيجب عليه الوضوء فالتيمم للجنابة بالاتفاق[۱]

محقق مولی خسرو نے درر الحکام میں۔ اس عبارت کے بعد جو ہم نے نصوص میں پیش کی ـــ فرمایا: "لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے اس طرح کہ تیمم کے بعد حدث ہوا تو اس پر وضو واجب ہے۔ تو اس پر وضو واجب ہے۔ تو تیمم بالاتفاق جنابت کے لیے ہے" اھ

(بقیہ حاشیہ صفحۂ گزشتہ)

لا كلام في امر زائد ومن سبك مسلكا صحيحا لا يقال ان كلامه مخدوش كما قاله في عمدة الرعاية وان اختار في امر زائد ظاهرا مكان الاظهر وكون بحث كان بمعزل عن المقصود بالكلية اظهر من ان يظهر ثم كونه تامّا هو الظاهر المتبادر وذكره المحشي بيان للواقع كما عادتهم لا لتوقف الجواب عليه فليس فيما نقل من عبارته دلالة عليه ۱۲ منه غفر له (م)

جو واقعۃً قلیل ہے ـ خیر جو بھی ہو یہ ایک زائد معاملہ میں ہی کلام ہے ـــ اور جو کسی صحیح روش پر چلا ہو اس کے لیے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اس کا کلام مخدوش ہے جیسا کہ عمدۃ الرعایہ میں کہا۔ اگرچہ اس امر زائد میں وہاں ظاہر تر کی جگہ ظاہر اختیار کیا ہے۔ اور کان کی بحث کا مقصود سے بالکل الگ ہونا بالکل محتاج بیان نہیں پھر اس کا تامہ ہونا بھی ظاہر ومتبادر ہے ـ محشی نے بیان واقع کے طور پر اسے ذکر کردیا ہے جیسا کہ ان حضرات کی عادت ہے اس لیے نہیں ذکر کیا ہے کہ جواب اسی پر موقوف ہے منقولہ عبارت میں اس پر کوئی دلالت بھی نہیں ۱۲ منہ غفرلہ۔ (ت)

---

[۱] درر مولٰی خسرو باب التیمم مکتبہ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ مصر ۱/۲۹

للوضوء لا للمعة فتيممه باقٍ وعليه الوضوء[1] اھ۔

اسے اتنا پانی ملا جو وضو کے لیے کافی ہے، اس چھوٹی ہوئی جگہ کے لیے نہیں، تو اس کا تیمم باقی ہے اور اسے وضو کرنا ہے اھ (ت)

وقال الشمس القهستاني في شرح النقاية بعد ما نقلنا عنه في النصوص وهذا صورة من قول المصنف واذا كان مع الجنابة حدث يوجب الوضوء يجب عليه الوضوء فالتيمم للجنابة بالاتفاق فان مع فيه بمعنى بعد كما في قوله تعالٰى ان مع العسر يسرا وبه ينحل ما في هذا المقام من الاشكال المشهور[2] اھ وتبعه المدقق العلائي في الدر واقره محشوه **واعترض** هذا المسلك في السعاية بانه لو جنب ثم احدث فوجد ما يكفي للوضوء فقط

شمس قہستانی نے شرح نقایہ میں کہا — اس عبارت کے بعد جو ہم نے نصوص میں ان سے نقل کی: "اور یہی اس کی صورت ہے جو مصنف نے کہا" لیکن جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اگر وضو لازم ہے تو تیمم جنابت کیلئے ہے بالاتفاق؛ کیونکہ اس میں "مع" "بعد" کے معنی میں ہے جیسا کہ علما نے ارشادِ باری تعالٰی "ان مع العسر یسرا" (بیشک دشواری کے ساتھ آسانی ہے) میں کہا ہے۔ اسی سے وہ مشہور اشکال حل ہو جاتا ہے جو اس مقام پر پیش آتا ہے اھ مدقق علائی نے درمختار میں اس کا اتباع کیا اور ان کے محشین نے بھی برقرار رکھا۔ سعایہ میں اس

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

ثم حدث فتيمم للحدث وقال قد في الوجوه المذكورة من وجوه المشار اليه قوله وان كفى لاحدهما بعينه غسله ويبقى التيمم في حق الاخر ۱۲ منه غفرله (م)

جنابت کا تیمم کیا۔ پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمم کیا۔ اور آگے فرمایا: مذکورہ صورتوں میں بھی ایسا ہے، جن صورتوں کی طرف اشارہ فرمایا ہے ان میں یہ بھی ہے کہ اگر ان میں سے بعینہٖ کسی ایک پر کفایت کرنے والا ہو تو اسے دھوئے اور دوسرے کے حق میں تیمم باقی رہے گا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی باب التیمم مطبع اسلامیہ لاہور ۱/۱۹۷

[2] جامع الرموز باب التیمم مطبعہ کریمیہ قزان ایران ۱/۶۳

فانه يتيمم ولا يجب عليه الوضوء فيكون تيممه كافيا لرفع الحدث الاكبر والاصغر مع انه يصدق عليه انه وجد به حدث يوجب الوضوء بعد الجنابة فيلزم مقتضى عبارة الشارح ان يجب عليه الوضوء قال فالاولى ان يقال مع بمعنى بعد والمضاف محذوف اى بعد تيمم الجنابة او يقال مع على معناه والمضاف محذوف اى مع تيمم الجنابة اهـ ملخصًا

هذا وعندي حاشية على شرح الوقاية للفاضل محمد القرة باغي اتمها سنة تسعمائة وثلثين اى بعد خمس وعشرين سنة من وفاة اخي چلپي قال قدمت تاريخه تم تسويدي وهي كتابة يوسف بن حسن بن عبد الله سنة تسعمائة وسبع وسبعين نقل فيها كلام اخي چلپي بلفظة قال بعض المحشين ثم قال اقول لا يخفى ان هذا التصوير تكلف بعيد الاخذ من هذه العبارة على ان الشارح سيصرح هذه المسألة بقوله وان كفى للوضوء لا للمعة فتيممه باق وعليه الوضوء فحمل هذه العبارة على ما ذكره

طرح پر اعتراض کیا کہ اگر اسے جنابت ہو پھر حدث ہو۔ اس کے بعد اسے اتنا ہی پانی ملے جو صرف وضو کے لیے کفایت کر سکے تو وہ تیمم کرے گا اور اس پر وضو واجب نہیں۔ اس کا تیمم حدث اکبر و اصغر دونوں کو رفع کرنے کے لیے کافی ہوگا ـــــ باوجودیکہ اس کے متعلق یہ صادق ہے کہ اس کے ساتھ جنابت کے بعد ایسا حدث پایا گیا جو وضو واجب کرتا ہے تو بمقتضائے عبارت شارح لازم آئیگا کہ اس پر وضو واجب ہو۔ کہا، تو اولیٰ یہ کہنا ہے کہ مع بمعنی بعد ہے اور مضاف محذوف ہے یعنی "مع تیمم الجنابۃ" اھ (ت)

یہ سب ہوا۔ اور میرے پاس شرح وقایہ پر فاضل محمد قرہ باغی کا ایک حاشیہ ہے جسے انہوں نے ۹۳۰ھ میں یعنی اخی چلپی کی وفات کے پچیس سال بعد۔ اور اس کی تاریخ تکمیل کے لیے "تم تسویدی" کہا ہے اور یہ ۹۷۷ھ میں یوسف بن حسن بن عبداللہ کا کتابت کیا ہوا ہے ـــ اس میں اخی چلپی کا کلام "قال بعض المحشین" کے لفظ سے نقل کیا ہے پھر لکھا ہے: "میں کہتا ہوں مخفی نہیں کہ یہ صورت نکالنے میں تکلف ہے اور اس عبارت سے اخذ کرنا بعید ہے علاوہ ازیں شارح عنقریب اس مسئلہ کی تصریح اس عبارت میں کریں گے: "اور اگر وضو کے لیے کافی ہے چھوٹی ہوئی جگہ کے لیے نہیں تو اس کا تیمم باقی ہے اور اسے وضو کرنا ہے" ـــــ اب اگر

القائل يلزم التكرار وقوله انما اي تكلّمه نظرا الى ان الحدثين لا يجتمعان في شخص ابتداء ولا شك انهما يجتمعان لكن يكفي عنهما تيمم واحد اذا لم يوجد الماء الكافي للوضوء واما اذا وجد فلا بد من الوضوء ثم التيمم للجنابة والمذكور في الكتاب هو هذا المعنى والعجب منه انه لم يلتفت الى هذا المعنى مع ان عبارة الشارح تفيد هذا صريحا باجتماع الحدثين ابتداء حيث قال لو كان به حدثان كالجنابة وحدث يوجب الوضوء ينبغي ان ينوي عنهما لا يقال ان الجنابة لما اوجب غسل بعض الاجزاء الذي هو عبارة عن الوضوء فما فائدة نية الحدث الذي يوجب الوضوء مع الجنابة لانا نقول بعد تسليم جميع المقدمات يجوز اجتماع العلل الشرعية على معلول واحد شرعي كما صرح به صاحب التلويح فقال لو حلف ان لا يتوضأ من الرعاف ثم رعف متوضأ حنث وله نظائر في الشرع اهـ كلام لقره باغي ببعض اختصار۔

اس عبارت کو اس پر محمول کیا جائے جو قائل نے ذکر کیا تو تکرار لازم آئے گی۔ اور اس نے اس تاویل کا ارتکاب شاید اس خیال سے کیا ہے کہ کسی شخص میں دونوں حدث ابتداءً جمع نہیں ہوتے حالانکہ بلاشبہہ دونوں جمع ہوتے ہیں، لیکن دونوں کی طرف سے ایک ہی تیمم کافی ہے جب کہ وضو کے لیے آب کافی دستیاب نہ ہو اور دستیاب ہو تو وضو پھر جنابت کا تیمم ضروری ہے۔ کتاب میں یہی بات مذکور ہے۔ قائل پر تعجب ہے کہ اس معنی کی طرف التفات نہ کیا حالانکہ اس کے کچھ ہی بعد شارح کی عبارت اس بارے میں صریح ہے کہ دونوں حدث ابتداءً جمع ہوتے ہیں۔ انھوں نے فرمایا ہے: "اگر اسے دو حدث ہوں جیسے جنابت اور کوئی ایسا حدث جو وضو واجب کرتا ہے تو اسے چاہیے کہ دونوں سے تیمم کی نیت کرے"۔ اگر یہ کہا جائے کہ جنابت سے جب ان بعض اجزاء کا دھونا واجب ہوا جو وضو سے عبارت ہے تو جنابت کے ساتھ وضو واجب کرنے والے حدث کا اعتبار کرنے میں کوئی فائدہ نہیں — تو ہم کہیں گے اگر اعتراض کے تمام مقدمات تسلیم کرلیے جائیں تو بھی جواب یہ ہے کہ ایک معلول شرعی پر چند علل شرعیہ کا اجتماع ہو سکتا ہے جیسا کہ صاحب تلویح نے اس کی صراحت کرتے ہوئے لکھا ہے: "اگر قسم کھائی کہ نکسیر سے وضو نہ کرے گا پھر اس نے پیشاب کیا اس کے بعد نکسیر پھوٹی پھر اس نے وضو کیا تو اس کی قسم ٹوٹ گئی۔ اور شریعت میں اس کی بہت سی نظیریں ہیں"۔ فاضل قرہ باغی کا کلام کچھ اختصار کے ساتھ ختم ہوا۔ (ت)

---

[1] تعلیق علی شرح الوقایۃ لقرہ باغی

فهذا كل ما رأيت لهم من القال والقيل، والنقض[عه] والتاويل، والانكار والتعويل. واعلم ان السعاية ليست عندي وانما ارسل الي بعض اصحابي من لكهنؤ نقل نحو ورقة منها متعلقة بهذا المقام على طلبي لكي ارى ما عنده فيه عسى ان نقل عن كتاب ما فيه غناء، فقد كان عنده جمع من الكتب اكثر مما عندي فبعد مطالعته لم ار فائدة تذكر، ولا جاء بطائل، وانما جمع القال والقيل، وتكلم على امور زائدة فارغ عن التحصيل، وراغ بعيدا وطويلا، ولم يهتد لكثير من الابحاث الرائقة، والانظار الانيقة، واذا اتى على المقصود جرح الصحيح، وعدل بجريح، كما ستعرف كل ذلك ان شاء الله المستعان، والأن آن ان نغوص في تحقيق المرام بتوفيق المنان.

اقول وبالله الاستعانة ومنه الفيض والاعانة، الكلام ههنا في ثمانية مواضع دفع النقوض وتقرير معنى الكلام على مسلك التاويل والتعويل اعني اجراءه وبيان معنى قوله

یہ وہ سب قیل وقال، تاویل، اعتراض، اور انکار واعتماد ہے جو میری نظر سے گزرا۔ معلوم رہے کہ سعایہ میرے پاس نہیں۔ میرے ایک دوست نے اس مقام سے متعلق اس کے تقریباً ایک ورق کی نقل میرے پاس بھیجی جو میں نے اس خیال سے طلب کی تھی کہ اس مقام سے متعلق محشی صاحب سعایہ نے جو کچھ تحریر کیا ہے وہ دیکھ سکوں۔ ہوسکتا ہے اس میں کسی کتاب سے کوئی اطمینان بخش بات نقل کی ہو۔ کیونکہ ان کے پاس میرے یہاں سے زیادہ کتابوں کا ذخیرہ تھا۔ مطالعہ کیا تو معلوم ہوا کہ انہیں کوئی کام کی بات نہ ملی اور کوئی مفید کلام نہ لاسکے بس قیل وقال جمع کردیا، اور کچھ زائد باتوں پر ایسا کلام کیا ہے جو افادیت سے خالی، باطل وفضول ہے اور اس مقام سے متعلق بہت سی دلکش بحثوں اور خوشنما فکروں تک ان کی رسائی نہ ہوئی، اور مقصود پر آئے تو صحیح کو مجروح اور مجروح کو صحیح بتا دیا۔ جیسا کہ یہ سب ان شاء اللہ معلوم ہوگا — اب وقت آیا کہ بہ توفیق رب منان تحقیق مطلب کا آغاز کریں۔

اقول (میں کہتا ہوں) اور خدا ہی سے مدد طلبی ہے اور اسی کی جانب سے فیض ومدد ہے — یہاں پر کلام آٹھ مقامات میں ہے (۱) اعتراضات کا جواب (۲) معنی کلام کی تقریر مسلک تاویل پر بھی اور مسلک اعتماد پر بھی یعنی ظاہر پر جاری رکھتے ہوئے بھی (۳) کلام شارح

عه الانكار للعلامة البرجندي والتعويل للفاضل القره باغي والنقوض خمسة. (م)

انکار علامہ برجندی نے کیا، اعتماد فاضل قرہ باغی نے اور اعتراضات پانچ ہیں۔ (ت)

فالتیمم لجنابة (۴) وان قوله بالاتفاق متعلق بهذا ام بقوله یجب علیه الوضوء (۵) وان الفاء فی قوله فالتیمم للتفریع ام للتعلیل (۶) وبیان الحسن والقبیح والساقط والصحیح من هذه التاویلات (۷) وانه هل ثم شبهات ترد علی المرام (۸) وما کشفها وحلها بتوفیق العلام (۹) وهل محامل الکلام منحصرة فیما ذکر او ظهر وها انا اعطیك بحول الله تعالٰی افادات تحیط بکل ذلك وتسلك بك ان شاء الله تعالٰی احسن المسالك وما توفیقی الّا بالله خیر مالك۔

"فالتیمم لجنابة" (تو تیمم جنابت کے لیے ہے) کا معنی (۴) ان کا قول "بالاتفاق" اسی سے متعلق ہے یا ان کی عبارت "یجب علیہ الوضوء" سے متعلق ہے (۵) فالتیمم میں "ف" برائے تفریع ہے یا برائے تعلیل (۶) تاویل کے طریقوں میں سے حسن وقبیح اور باطل وصحیح کا بیان (۷) کیا یہاں کچھ اعتراضات بھی ہیں جو مقصود پر وارد ہوتے ہیں۔ پھر خدائے علام کی توفیق سے ان کا حل اور جواب کیا ہے (۸) کلام کی جن تاویلوں کا ذکر اور اظہار ہوا کیا ان سے ہٹ کر کوئی دوسری تاویل بھی ہے؟ اب میں بعونہٖ تعالٰی کچھ افادات پیش کرتا ہوں جو ان سارے مقامات ومباحث کا احاطہ کرتے ہوئے ان شاء اللہ تعالٰی ناظرین کو بہترین راہ پر گامزن کریں گے۔ اور مجھے توفیق نہیں مگر خدا سے برتر ہی سے جو بہتر مالک ومنعم ہے۔ (ت)

الافادة ۱: اقول بحمده عزوجل تحل الاشکال الاول ما قدمت من تصویر جنب تیمم فحدث فتوضأ فمر علی ماء کان لغسله[1] وقد ذکره البرجندی ایضا **اقول** فهذا جنب لیس معه حدث یوجب الوضوء لان الوضوء طرأ علی محل الوضوء فطهرها مطلقا الی ان یطرأ حدث اٰخر اصغر او اکبر حتی انه اذا وجد ماء للغسل لم یکن علیه غسل هذه الاعضاء لما سبق فی الافادة الحادیة عشرة ان الحدث الحال

افادہ ۱: بحمدہ خدائے غالب وبزرگ اشکال اول کے حل کے لیے وہی تصویر مسئلہ کافی ہے جو میں نے پہلے پیش کی کہ کسی جنابت والے نے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس نے وضو کیا پھر وہ اتنے پانی کے پاس گزرا جو اس کے غسل کے لیے کافی ہے۔ اسے علامہ برجندی نے بھی ذکر کیا ہے۔ **اقول** تو یہ ایسا جنب ہے جس کے ساتھ کوئی ایسا حدث نہیں جو وضو واجب کرتا ہو۔ اس لیے کہ محل وضو اعضائے وضو پر طاری ہوا تو انہیں مطلقاً پاک کردیا جب تک کہ کوئی دوسرا حدث اصغر یا اکبر طاری ہو۔ یہاں تک کہ

---

[1] شرح النقایۃ للبرجندی باب التیمم مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۴۳

بالاعضاء متجزئ فاذا رأى ماء الغسل لم[عہ] تعد الجنابة الا فيما وراء تلك الاعضاء

جب اسے غسل کے لیے پانی ملے تو اس پر ان اعضاء کا دھونا لازم نہیں — اس کی وجہ افادہ ۱۱

عہ قال العلامة الحلبي في الغنية من مسح الخفين اجنب وتيمم فاحدث ثم توضأ ومر بعد ذلك على ماء يكفي للاغتسال لم يغتسل فالرجل (اي بكسر الراء) عند عنهما اذ ذالك لا تعود جنابتها برؤية الماء ولا يلزم غسلها مرة اخرى لاجل تلك الجنابة اه[1] ونقله في المنحة واقروه انه خص القدم بالذكر لان الكلام في نزع الخف وغسل الرجل وسائر اعضاء الوضوء كذلك وفي البدائع[2] نزع ينقض المسح نزع الخفين لانه سرى الحدث السابق الى القدمين ثم ان كان محدثا يتوضأ بكماله وان لم يكن محدثا يغسل قدميه لا غير وذلك هو في قول يستقبل الوضوء وجهه ان الحدث حل ببعض اعضائه والحدث لا يتجزأ فيتعدى الى الباقي ولنا ان الحدث السابق هو الذي حل بقدميه وقد غسل بعده سائر الاعضاء وبقيت القدمان فقط فلا يجب عليه الا غسلهما اه ۱۲ منه حفظه ربه (م)

عہ علامہ حلبی نے غنیہ میں مسح خفین کے تحت لکھا ہے: «کسی کو جنابت لاحق ہوئی اور تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا اور وضو کیا۔ اس کے بعد ایسے پانی پر گزرا جو غسل کیلئے کافی ہے مگر غسل نہ کیا — تو پیر جب پہلے اس وقت دھویا تھا اب پانی دیکھنے سے اس میں جنابت عود نہ کرے گی اور اس جنابت کی وجہ سے اسے دوبارہ دھونا لازم نہ ہوگا اھ» — یہ کلام علامہ شامی نے بھی منحۃ الخالق میں نقل کیا اور برقرار رکھا — خاص قدم ہی کا اس لیے ذکر کیا ہے کہ کلام موزہ نکالنے اور پیر دھونے کے بارے میں ہے — (اسی سے دیگر اعضائے وضو کا حکم بھی معلوم ہو جاتا ہے کیوں کہ) دیگر اعضائے وضو بھی قدم ہی کے مثل ہیں — بدائع میں ہے: موزوں کو نکالنا مسح کو توڑ دیتا ہے اس لیے کہ سابق حدث قدموں تک سرایت کر آیا پھر اگر وہ محدث تھا تو پورا وضو کرے اور اگر محدث نہ تھا تو صرف قدموں کو دھوئے کچھ اور نہیں۔ اور امام شافعی کا ایک قول یہ ہے کہ از سر نو وضو کرے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ حدث اس کے بعض اعضاء میں حلول کر آیا اور حدث کی تجزی نہیں ہوتی تو باقی اعضاء کی طرف بھی تجاوز کر جائے گا۔ ہماری دلیل یہ ہے کہ حدث سابق وہی ہے جو اس کے قدموں پر آیا دیگر اعضاء کو تو اس حدث کے بعد دھو چکا ہے صرف دو قدم رہ گئے تھے تو اسے ان دونوں کو ہی دھونا واجب ہے اھ ۱۲ منہ غفرلہ

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی المسح علی الخفین سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۰۹-۱۱۰

[2] بدائع الصنائع فصل نواقض المسح ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴

فهذا جنب متوضئ بلا مراء۔

میں آ رہی ہے کہ اعضاء میں حلول کرنے والے حدث کی تجزی ہوتی ہے تو جب اس نے غسل کا پانی دیکھ[ا] جنابت ان اعضا کے ماسوا میں ہی عود کرے گی ان اعضا میں نہیں — تو یہ بلا شبہہ ایسا جنب ہے جو باوضو ہے۔ (ت)

وان اعتراك شبهة فيه فاعتبره بجنب واجد للماء فان المسنون له ان يقدم الوضوء ولا شك انه ما دام في بدنه لمعة لم يصبها الماء يبقى جنبا فهو حين هو متوضئ جنب وليس عليه الا افاضة الماء على سائر جسده فاذا فعل فقد طهر ولا يعيد الوضوء اجماعا فالجنابة الحالة بما وراء اعضاء الوضوء اذا لم تناف الوضوء حينئذ بل الوضوء هو الذي نفاها عن تلك الاعضاء فكيف ينقض عودها في غير الاعضاء اذ ما لا يمنع وجوده الطهارة بدءا لن ينقضها حدوثه بقاء وهذا اظهر من ان يظهر۔

اگر اس میں کوئی شبہہ در انداز ہو تو اس کا قیاس اس جنب پر کیجئے جسے پانی دستیاب ہے۔ اس کے لیے مسنون یہی ہے کہ پہلے وضو کرے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ جب تک اس کے بدن پر کوئی ایسی جگہ رہ جائے گی جس پر پانی نہ گزرا ہو، تو وہ جنب باقی رہے گا۔ تو جس وقت وہ باوضو ہے اس وقت بھی جنابت والا ہے اور اس کے ذمہ یہی کام ہے کہ بقیہ سارے جسم پر پانی بہا لے۔ یہ کام کر لیا تو وہ بالکل پاک ہو گیا۔ اب بالاجماع اس کو دوبارہ وضو نہیں کرنا ہے۔ تو اعضائے وضو کے ماسوا میں حلول کرنے والی جنابت جب اس وقت وضو کے منافی نہ ہوئی — بلکہ وضو ہی نے تو اس جنابت کو ان اعضا سے دور کیا — تو دیگر اعضا میں اس جنابت کا عود کرنا اس وضو کا ناقض کیسے ہوگا؟ جس چیز کا وجود ابتداءً مانع طہارت نہیں ہرگز اس کا حدوث بقاءً ناقض طہارت نہیں۔ یہ معنی اتنا روشن و واضح ہے کہ اظہار و بیان سے بے نیاز ہے۔

وعنيت بالمتوضئ طهارة اعضاء وضوئه وتنزهها عن الحدثين لا المتوضئ الذي تجوز له الصلاة فان ذلك بزوال الحدث انما تم بتغسل

اور باوضو سے ہماری مراد یہ ہے کہ اس کے اعضائے وضو پاک اور حدث اکبر و اصغر سے خالی ہیں۔ وہ باوضو مراد نہیں جس کے لیے نماز جائز ہو، یہ بات تو اس حدث کے دور ہونے سے حاصل ہوگی جو

المكلف لا باعضائه وهو تلبسه بنجاسة حكمية فانه لا يزول ما لم يطهر بدنه كله كما قدمنا في الطرس المعدل وهذا معنى قولهم ان الحدث لا يتجزأ۔

مکلف کے اعضا سے نہیں بلکہ اس کی ذات سے لگا ہوا ہے۔ وہ تو نجاست حکمیہ سے اس کے تلبس و آلودگی کا نام ہے۔ یہ صفت اس وقت تک دُور نہ ہوگی جب تک اس کا پورا بدن پاک نہ ہو جائے۔ جیسا کہ ہم "الطرس المعدل" میں اسے بیان کر چکے ہیں۔ حضرات علما کے قول "حدث متجزی نہیں ہوتا" کا یہی معنی ہے۔

اما تصوير البرجندي على قول محمد **فاقول** يبتني على ان يستشر فيولج فينزع فيغتسل كل هذا قبل ان يمذي والا لم يفارق الاكبر الاصغر وهو وان ندر محقق ويكفي لتصوير الاحتمال۔

برجندی نے امام محمد کے قول پر جو صورت مسئلہ پیش کی (**فاقول**) اس پر میں کہتا ہوں یہ اس پر مبنی ہے کہ انتشار ہو پھر داخل کرکے نکال لے اس کے بعد غسل کرلے، یہ سب مذی آنے سے قبل ہو ورنہ حدث اکبر حدث اصغر سے جدا نہ پایا جا سکے گا۔ یہ صورت اگرچہ نادر ہے مگر متحقق ہے اور صورت مسئلہ بتانے کے لیے احتمال کافی ہے۔ (ت)

وردّ[ف] اللكنوي عليه مردود بما يأتي اما تصويره الاخير على قول الشيخين اي الطرفين وقوله فيه لم يوجد ناقض الوضوء **فاقول** بل[ف] وجد اذ المني لا يخلو عن المذي سواء كان عند الاستمناء او الامناء ولذا استشكل الامام شمس الائمة الحلواني طهارة المني بالفرك لان[۳] كل فحل يمذي ثم يمني واجاب بانه مغلوب بالمني مستهلك فيه فيجعل تبعا قال المحقق في الفتح وهذا ظاهر فانه اذا كان الواقع انه لا يمني حتى يمذي وقد طهره الشرع بالفرك يابسا يلزم انه اعتبر ذلك للضرورة اهـ[۱]۔

اس پر مولوی عبدالحی فرنگی محلی نے جو رد کیا ہے وہ مردود ہے جس کی تردید آ رہی ہے لیکن شیخین ـــــ یعنی طرفین ـــــ کے قول پر تصویر مسئلہ اور اس میں یہ کہنا کہ ناقض وضو نہ پایا گیا **فاقول** (تو اس پر میں کہتا ہوں) کیوں نہیں، منی نکلنا بغیر مذی نکلے کے نہیں ہوتا خواہ نکالنے کے وقت ہو یا خود سے نکلنے کے وقت۔ اسی لیے امام شمس الائمہ حلوانی نے رگڑنے سے منی کی طہارت ہونے کو مشکل کہا، اس لیے کہ ہر نر کو پہلے مذی آتی ہے پھر منی آتی ہے۔ اور اشکال کا جواب یہ دیا کہ مذی منی سے مغلوب اس میں مستہلک ہوتی ہے اس لیے اسی کے تابع قرار دے دی جاتی ہے۔ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں فرمایا: یہ ظاہر ہے اس لیے کہ جب واقعہ یہ ہے کہ بغیر مذی کے منی نہیں آتی اور شرع نے خشک ہونے کی حالت میں رگڑنے سے اس کو پاک قرار دیا تو لازم ہے کہ

[۱] فتح القدیر تطہیر الانجاس مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۰۳

ضرورت کی وجہ سے اس کا اعتبار کیا۔ اھ (ت)

اما ردّ اللکنوی علیہ فاقول

نداء من بعید وقول من لم یصل الی المقصود بل مسّ بباله کما اشار الیه فی مسألۃ المباشرۃ مرتین وافصح عنه قبله وفی عمدۃ الرعایۃ ان الحدث الاصغر لازم للاکبر فان کل ما ینقض به الغسل ینقض به الوضوء[1] اھ

وھو اولاً بعد عن فھم المراد و خروج عما فیه الکلام فان البحث فی انفکاک الاکبر عن الاصغر ای ھل توجد جنابۃ بلا حدث اصغر وکل احد یعلم ان الاصغر لایقال الا علی ما یوجب الوضوء فقط فھو ماخوذ بشرط لا فیباین الاکبر صدقا کیف ولا ملحظ لوصفه بالاصغریۃ الا ھذا ولو کان لابشرط شیئ لصح ان یقال ان الجنابۃ وانقطاع الحیض والنفاس حدث اصغر ولا یقوله الا ذو جھل اکبر فاذا تباینا صدقا استحال ان یوجد بنفس وجوده بل لابد له من وجود ما یوجبه عینا فھذا معنی قوله لم یوجد ناقض الوضوء کما اشرنا الی ذلک علی الھامش۔

اب رہی مولانا لکھنوی کی تردید، فاقول

دُور کی پکار ہے اور اس کی بات جو مقصود تک نہ پہنچ سکا اس کے دل میں یہ راسخ ہو گیا — جیسا کہ مسئلہ مباشرت میں دوبار اشارہ کیا اور اس سے پہلے واضح طور سے کہا اور عمدۃ الرعایۃ میں لکھا کہ حدثِ اصغر، حدثِ اکبر کے لیے لازم ہے کیونکہ ہر وہ چیز جس سے غسل ٹوٹتا ہے اس سے وضو بھی ٹوٹ جاتا ہے اھ۔

اوّلاً یہ فہمِ مقصد سے دُوری، اور جس بارے میں کلام ہے اس سے علیحدگی ہے کیونکہ بحث حدثِ اکبر کے حدثِ اصغر سے جدا ہونے میں ہے۔ یعنی کیا کوئی جنابت حدثِ اصغر کے بغیر پائی جاتی ہے؟ اور ہر ایک جانتا ہے کہ اصغر اسی کو کہا جاتا ہے جو صرف وضو واجب کرے۔ تو یہ شرطِ نفی کے ساتھ (بشرط لا) لیا گیا ہے (یعنی وضو واجب کرے غسل نہ واجب کرے ۱۲م (الف)) تو صدق میں اکبر کے مباین ہوگا، کیوں نہ ہو جبکہ اصغریت سے اس کے اتصاف کے لحاظ کی صورت یہی ہے۔ اور یہ اگر لابشرط شیئ ہوتا تو یہ کہنا صحیح ہوتا کہ جنابت اور انقطاعِ حیض ونفاس حدثِ اصغر ہیں اور اسے کوئی جہلِ اکبر والا ہی قبول کرسکتا ہے۔ تو جب دونوں صدق میں ایک دوسرے کے مباین ہیں تو محال ہے کہ اصغر کا وجود اکبر ہی کے وجود سے ہو جائے بلکہ اس کے لیے اس کا وجود ضروری ہے جو معین طور پر اسے لازم کرے تو برجندی کے قول

---

[1] عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵

لم یوجد ناقض الوضوء (ناقضِ وضو نہ پایا گیا) کا یہی معنی ہے جیسا کہ اس کی طرف ہم نے حاشیہ میں اشارہ کیا۔ (ت)

وثانیا اللزوم باطل مما صورنا آنفا من جنب توضأ وقد سلمه الرجل اذ خص الصورتین الاخیرتین بالاعتراض ولم یمس الصورة الاولی فان کان یعلم ان فیها جنابة ولا حدث فلم هذه الایرادات وادعاء اللزوم وان کان لا یعلمه فلم ترکها من الایراد فقد عاد فیها ایضا الحدث الاکبر وھو ینقض الغسل والوضوء کلیهما۔

ثانیاً اصغر کا لازمِ اکبر ہونا اس صورت سے باطل ہے جو ابھی ہم نے اوپر بیان کی: جنب نے وضو کیا — اور مولانا لکھنوی نے بھی اس کو تسلیم کیا ہے اس لیے کہ انہوں نے صرف اخیر دو صورتوں پر اعتراض کیا اور پہلی صورت کو ہاتھ نہ لگایا۔ اگر جانتے تھے کہ اس صورت میں جنابت ہے حدث نہیں تو یہ اعتراضات اور لزوم کا دعوٰی کیوں؟ اور اگر اسے نہیں جانتے تھے تو اس پر اعتراض کیوں ترک کیا اس میں بھی تو حدث اکبر لوٹ آیا ہے اور وہ غسل و وضو دونوں توڑ دیتا ہے۔

وثالثا لایخفی ما فی قوله وان لم تحصل الجنابة فان الکلام علی قول الطرفین۔

ثالثاً ان کے قول "اگرچہ جنابت نہ حاصل ہوئی" کی خامی پوشیدہ نہیں۔ اس لیے کہ کلام طرفین کے قول پر ہے۔

ورابعا ای محل لهذه الوصلیة فما کان مقصود البرجندی ان الحدث لا یوجد بلا جنابة بل ان الجنابة قد توجد ولا حدث فکان الرد علیه باثبات الحدث فی صورة جنابة یصورها البرجندی لا انه لا فی صورة عدم الجنابة حتی یقال قد وجد الحدث وان لم تحصل جنابة۔

رابعاً اس وصلیہ (اگرچہ) کا کون سا موقع ہے۔ برجندی کا مقصود یہ نہ تھا کہ حدث بلا جنابت نہیں پایا جاتا بلکہ یہ تھا کہ کبھی جنابت بلا حدث ہوتی ہے۔ تو اس کا رد یوں ہوتا کہ برجندی الفکاک ثابت کرنے کے لیے جو صورتِ جنابت پیش کرتے ہیں اس میں حدث بھی ثابت کیا جاتا، نہ کہ عدمِ جنابت کی صورت میں حدث کا اثبات ہو اور کہا جائے "حدث پایا گیا اگرچہ جنابت نہ حاصل ہوئی"۔ (ت)

تنبیه۔ اقول ربما یقول قائل لیس لموجب غسل قط ان یوجب الوضوء فضلا عن اللزوم وذلک لان من

تنبیہ۔ اقول شاید کوئی یہ کہے کہ کوئی بھی موجبِ غسل کبھی وضو واجب نہیں کرسکتا اور یہ تو دور کی بات ہے کہ ہر موجبِ غسل موجبِ وضو بھی ہے۔

من اركان الوضوء المسح ولايوجبه موجب الغسل ومالا يوجب الجزء لايوجب الكل۔

سبب یہ ہے کہ ارکانِ وضو میں مسح بھی ہے۔ موجبِ غسل مسح واجب نہیں کرتا اور جو جز واجب نہ کرے وہ کُل بھی واجب نہ کرے گا۔

وحله كما اقول ان المسح الواجب في الوضوء اصابة بلة ولو في ضمن اسالة لا اصابة بها والا لما تأدى بغسل الراس واصابة المطر والانغماس وهو باطل قطعا قال في الفتح والحلية والبحر وغيرها الآلة لم تقصد الا للايصال الى المحل فاذا اصابه من المطر قدر الفرض اجزأه[1]

اس کا حل وہ ہے جو میں بیان کرتا ہوں (اقول) وضو میں جو مسح واجب ہے اس کا معنی ہے تری پہنچانا اگرچہ پانی بہانے ہی کے ضمن میں ہو۔ اس کا معنی وہ نہیں جو پانی بہانے کے مباین ہو ورنہ یہ (فرض مسح) سر کو دھونے، بارش پہنچنے، اور غوطہ لگانے سے ادا نہ ہوتا۔ اور یہ قطعاً باطل ہے۔ فتح القدیر، حلیہ اور بحر وغیرہا میں ہے "آلہ تو صرف محل تک پہنچانے کیلئے مقصود ہے۔ تو اگر مقدارِ فرض پر بارش کا پانی پہنچ جائے تو کافی ہے"

وفي الهندية لو غسل رأسه مع الوجه اجزأه عن المسح ولكن يكره لانه خلاف ما امر به[2] اھ

ہندیہ میں ہے "اگر چہرے کے ساتھ سر بھی دھولے تو مسح کی ضرورت نہیں لیکن یہ مکروہ ہے اس لیے کہ جو حکم ہوا ہے اس کے برخلاف ہے" اھ

ولا شك ان موجب الغسل يوجب اصابة الراس بلة بالاسالة فقد اوجب جميع اجزاء الوضوء وبالجملة مسح الراس ماخوذ لا بشرط شيئ فيتأدى بالغسل والحدث الاصغر

اب اس میں شک نہیں کہ موجبِ غسل پانی بہانا واجب کرکے سر کو تری پہنچانا واجب کر دیتا ہے تو اس نے تمام ہی اجزائے وضو واجب کر دیئے۔ بالجملہ مسح سر لابشرط شیئ لیا گیا ہے تو وہ دھونے سے بھی ادا ہو جائیگا اور حدثِ اصغر بشرط لا شیئ

---

[1] البحرالرائق فرائض الوضوء ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۲
[2] فتاوٰی ہندیہ " نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۶

ماخوذ بشرط لاشیئ فلایلزم الحدث الاکبر هکذا ینبغی التحقیق واللّٰه تعالٰی ولی التوفیق۔

الافادۃ ۲: لاشك ان ظاهر کلامہ وجوب الوضوء علی جنب معه حدث اذا وجد مایکفی للوضوء فقط وهذا هو مسلك المعوّل الذی سلکه القرہ باغی ولاشك ان المراد حینئذ بالصورۃ الاولی التی حکم فیها بعدم وجوب الوضوء عندنا خلافا للامام المطلبی رضی اللّٰه تعالٰی عنه جنابۃ لاحدث معها کما صورناہ وعلی هذا یکون معنی الکلام ان من له حدث واحد اصغر او اکبر ووجد ماء لایکفی لطهرہ لایستعمله عندنا خلافا للشافعی وهذا قوله حتی اذا کان للجنب وقوله واذا کان للمحدث اما اذا اجتمع الحدثان وکفی الماء لاحدهما وجب صرفه الیه فان کان یکفی للوضوء یجب علیه الوضوء وهذا قوله اما اذا کان الخ ولاشك ان النص ینادی بهذا الوجه باعلی وجه۔

لیا گیا ہے تو وہ لازم حدث اکبر نہیں۔ اسی طرح تحقیق ہونی چاہئے ——— اور خدا ہی مالک توفیق ہے۔ (ت)

افادہ ۲: اس میں شک نہیں کہ صدر الشریعہ کا ظاہر کلام یہی ہے کہ وہ جنب جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہے اس پر وضو کرنا واجب ہے جبکہ اسے اتنا ہی پانی ملے جو صرف وضو کے لیے کفایت کر سکے ——— یہی وہ مسلک اعتماد ہے جو فاضل قرہ باغی نے اختیار کیا۔ اب پہلی صورت جس میں ہمارے نزدیک امام شافعی مطلبی رضی اللہ تعالٰی عنہ کے برخلاف عدم وجوب وضو کا حکم کیا ہے بلاشبہہ اس سے مراد وہ صورت جنابت ہوگی جس کے ساتھ کوئی حدث نہ ہو جیسا کہ ہم نے اس کی شکل پیش کی ہے۔ یہ معنی کلام یہ ہوجائیگا کہ جسے ایک ہی حدث ہے اصغر یا اکبر اس نے اتنا پانی پایا جو اس کی طہارت کے لیے ناکافی ہے تو ہمارے نزدیک وہ اس پانی کو استعمال نہ کرے گا، بخلاف امام شافعی رحمہ اللہ تعالٰی کے یہ بات ان کی اس عبارت میں ہے "اذا کان للجنب ماء یکفی للوضوء لا للغسل ولا یجب عندنا التوضی عنده بخلاف الشافعی" ——— اور اس عبارت میں بھی "واذا کان للمحدث ماء یکفی لغسل بعض اعضائہ فالخلاف ثابت ایضا" (یعنی جب جنب کے پاس اتنا پانی ہو جو وضو کا کام دے سکے غسل کا نہیں تو وہ تیمم کرے اور اس پر ہمارے نزدیک بخلاف امام شافعی کے وضو کرنا واجب نہیں ——— اور جب محدث کے پاس اتنا پانی ہو جس سے بعض ہی اعضاء کو دھو سکے اس صورت میں بھی خلاف ثابت ہے) لیکن جب دونوں حدث جمع ہو جائیں اور پانی ایک ہی کے لیے کفایت کرتا ہو تو اس میں اسے صرف کرنا ضروری ہے۔ اگر وضو کیلئے کفایت کر رہا ہے تو اس پر وضو واجب ہے ——— یہ بات صدر الشریعہ کی اس عبارت میں ہے "اما اذا کان معہ

الجنابۃ حدث یوجب الوضوء یجب علیہ الوضوء (جب جنابت کے ساتھ کوئی ایسا حدث بھی ہو جو وضو واجب کرتا ہے تو اس پر وضو واجب ہے) اس میں شک نہیں کہ اس توجیہ سے بھی تناقض بہت روشن و واضح طور پر دور ہو جاتا ہے۔ (ت)

وما نقل اللکنوی من الرد علیہ ان کیف اوجب الشافعی الوضوء بلا حدث۔ **فاقول** ھو رضی اللہ تعالٰی عنہ یوجب استعمال القدر المقدور مطلقا سواء کان محدثا او جنبا معہ حدث اولا فاذا قدر الجنب علی الوضوء وجب وان لم یکن محدثا۔

اس پر مولانا لکھنوی نے جو رد نقل کیا کہ "امام شافعی نے بغیر حدث کے وضو کیسے واجب کر دیا؟" تو اس پر میں کہتا ہوں (**فاقول**) امام شافعی رضی اللہ تعالٰی عنہ مطلقاً صرف یہ واجب کرتے ہیں کہ جس قدر پانی استعمال کرنے کی قدرت ہو اتنا استعمال کرے۔ خواہ محدث ہو یا ایسا جنب جس کے ساتھ حدث ہو یا ایسا جس کے ساتھ حدث نہ ہو۔ تو جب جنابت والے کو وضو کی قدرت ہو اس پر وضو واجب ہوگا اگرچہ وہ محدث نہ ہو۔ (ت)

الافادۃ ۳: اما تاویل سلکہ فی غایۃ الحواشی وتبعہ اللکنوی

افادہ ۳: وہ تاویل جو غایۃ الحواشی میں دی گئی اور مولانا لکھنوی نے جس کی پیروی کی اب اس پر کلام کیا جاتا ہے۔

فاقول اولاً لا شک انہ ابعد تاویل ولو ساغ مثل الحذف بلا دلیل لاستقام کثیر من الاباطیل۔

فاقول۔ اولاً: اس میں شک نہیں کہ یہ سب سے بعید تاویل ہے۔ اگر بغیر کسی دلیل کے حذف جیسی چیز روا ہو تو بہت سی اباطیل درست ہو جائیں گی۔

وثانیاً الحدث المقارن للتیمم یبطلہ فلا یبقی لہ ولا تجنب بہ فکیف قال فالتیمم تجنب بہ فلم ینفعہ تقدیر المضاف۔

ثانیاً وہ حدث جو تیمم کے مقارن ہو اسے باطل کر دے گا اب یہ نہ حدث کا رہ جائے گا نہ جنابت کا پھر یہ کیسے کہا: "فالتیمم تجنب بہ" (تو تیمم جنابت کا ہے) تو مضاف مقدر ماننا کام نہ آیا۔

الا ان یراد بالتیمم کونہ متیمما ولا یکون متیمما الا اذا تم التیمم ویراد بالمعیۃ اتصال الزمانین المتعاقبین

مگر یہ کہ تیمم سے مراد لیا جائے اس کا متیمم ہونا۔ اور وہ متیمم اسی وقت ہوگا جب تیمم پورا ہو جائے۔ اور معیت سے مراد ہو یکے بعد دیگرے دو وقتوں کا

فلا فصل اى اما ادا ولى الحدث تمام التيمم
فيستفاد منه تأخر الحدث منه فبعد
هذه التكلفات يؤل الامر الى ما سلك
الجمهور ان مع بمعنى بعد فاين هذا
مما اختاروه والعجب على ان مؤلف السعاية
رد عليهم ما سلكوه مع ماله من قريب
عتيد ، وتبع هذا على تلك
التجشمات مع مالها من بعد
بعيد ،

وثالثاً يرد عليه بعد تلك
التمحلات انه لم قيد باتصال الحدث
بتمام التيمم فانه ان تأخر عنه ولو
طويلا كان الحكم هكذا قطعا.

ورابعاً على اللكنوى خصوصة
انه لم يقتصر عليه بل زاد فى الطنبور نغمة
وفى الشطرنج بغلة مجبورا على حذف المضاف
ليكون مع بمعنا وفهد من لزوم البعدية
التى فيها كان التجاء اسا.

الا ان يضاف له تكلف ثالث ان
المراد بالمعية البعدية المتصلة وبالبعدية
البعدية المنفصلة فيكون المعنى على
الاول اما اذا لحق التيمم حدث من
دون تمامه وعلى الثانى اما اذا لحقه حدث

ایک دوسرے سے ملا ہوا ہوتا۔ اب معنی یہ ہوگا "لیکن
جب حدث تیمم مکمل ہونے کے متصلاً بعد ہو" — اس
سے حدث کا متاخر ہونا مستفاد ہوگا — اتنے
سارے تکلفات کے بعد مآل کار وہی ہوگا جو جمہور نے
اختیار کیا کہ "مع" بمعنے بعد ہے — تو کہاں یہ اور
کہاں وہ جو انہوں نے اختیار کیا — تعجب ہے کہ
مؤلف سعایہ نے مسلک جمہور کی تو تردید کی جبکہ وہ
عبارت سے بہت قریب تھا۔ اور اس مسلک کا اتنے
سارے تکلفات کے باوجود اتباع کیا جبکہ یہ سب
بہت بعید ہیں۔

ثالثاً: ان سارے تکلفات کے بعد بھی
اس پر یہ اعتراض وارد ہوگا کہ تکمیل تیمم سے حدث کے
متصل ہونے کی قید کیوں؟ اگر حدث اس سے بہت
زیادہ بعد میں ہو جب بھی تو حکم قطعاً اور یقینی یہی ہے۔

رابعاً: مولانا لکھنوی پر خاص طور سے یہ
اعتراض بھی ہوگا کہ انہوں نے اسی پر اکتفا نہ کی بلکہ
طنبور میں ایک نغمہ اور شطرنج میں ایک بغلہ اور بڑھایا
کہ حذف مضاف کے ساتھ یہ بھی جائز رکھا کہ "مع"
اپنے معنی ہی میں رہے۔ اس طرح انہوں نے اس
بعدیت کے لزوم کو بالکل ہی ڈھا دیا جس میں کچھ جائے پناہ تھی۔

مگر یہ کہ اس کے لیے ایک تیسرا تکلف بھی
بڑھا لیا جائے کہ معیت سے مراد بعدیت متصلہ اور
بعدیت سے مراد بعدیت منفصلہ — بر تقدیر اول
معنی یہ ہوگا، لیکن جب تیمم کو کوئی حدث اس کے
تمام ہونے ہی لاحق ہو — اور بر تقدیر ثانی یہ معنی

متأخرعنه بزمان. وانت تعلم ان ف كلا القيدين ضائع.

ہوگا، لیکن جب اسے کوئی ایسا حدث لاحق ہو جو وقت میں اس سے کچھ متأخر ہو ـــــ ناظر پر یہ بھی واضح ہے کہ دونوں ہی قیدیں بیکار ہیں۔ (ت)

الافادة ۴۴: ما دندن به اللکنوی على الجماعة وتلخيصه ان بعدية الحدث عن الجنابة حاصلة اذا تأخر حدوثه عنها قبل التيمم فآل الاشكال كما كان يريد به انهم اخطؤا في ترك ما ارتكبه هو وغاية الحواشي من تقدير المضاف ان بعدية عن الجنابة لا تغني ما لم يكن بعد التيمم.

افادہ ۴۴: فاضل لکھنوی نے جماعت پر جو بے جا رد کیا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ حدث کا بعد جنابت ہونا اس صورت میں بھی حاصل ہے جب حدث جنابت کے بعد تیمم سے پہلے پیدا ہو تو اشکال بدستور وارد آئے گا۔ مقصد یہ ہے کہ مضاف مقدر ماننے کا عمل جس کا انہوں نے اور غایۃ الحواشی نے ارتکاب کیا جمہور نے اسے چھوڑ کر غلطی کی اس لیے کہ حدث کا بعد جنابت ہونا کچھ کارآمد نہیں جب تک کہ بعد تیمم نہ ہو۔

فاقول ف۲ بل هو الذي احدث وركب في كلامهم ايضا تقدير مضاف تسوية للرد عليهم وذلك ان البعدية زمانية ولا يجتمع فيها القبل مع البعد والجنابة باقية ما لم ترتفع بغسل او تيمم فان حدث حدث قبله فقد اجتمع مع الجنابة فلم يكن بعدها بل معها انعم كان بعد حدوثها وما قالوه بل المعترض هو الذي اضاف هذا المضاف الى كلامهم فثبت ان الحدث لا يكون بعد الجنابة الا اذا حدث بعد زوالها وهو ههنا بالتيمم فتأخره عن التيمم معاد نفس المدعى هكذا تفهم كلمات العلماء ولله الحمد فظهر ان حسن ان ويلزم

اقول خود انہوں نے ہی غلطی کی اور کلام جمہور میں بھی ایک زائد بات ماننے کا ارتکاب کیا تاکہ ان کی تردید کی راہ ہموار ہو سکے ـــ وہ یہ کہ بعدیت زمانی ہے جس میں قبل، بعد کے ساتھ جمع نہیں ہوتا۔ اور جنابت باقی ہے جب تک غسل یا تیمم سے دُور نہ ہو۔ تو اگر اس سے پہلے کوئی حدث پیدا ہوا تو وہ جنابت کے ساتھ جمع ہو گیا اس طرح اس کے بعد نہ ہوا بلکہ ساتھ ہُوا۔ ہاں اس کے حدوث کے بعد ہوا ـــ حالانکہ جمہور نے یہ نہ کہا بلکہ خود معترض ہی نے یہ مزید ان کے کلام میں زیادہ کر دیا ـــ تو ثابت یہ ہوا کہ حدث بعد جنابت اُسی وقت ہوگا جب جنابت ختم ہونے کے بعد ہو۔ اور یہاں جنابت کا ختم ہونا تیمم سے ہے۔

تاویل الجماعۃ وانہ لاصحۃ لمزعومات غایۃ البیان والعنایۃ الا اذا ارجعت الیہ۔

تو حدث کا تیمم سے متأخر ہونا خود اس لفظ ہی سے مستفاد ہے — اسی طرح علما کے کلمات سمجھے جاتے ہیں۔ اور فقاہت کے لیے مدد ہے۔ تو واضح ہوا کہ درست تاویلات میں سب سے بہتر تاویل، جماعت کی اختیار کردہ تاویل ہے اور یہ بھی واضح ہوا کہ غایۃ البیان اور عنایہ کے مزعومات میں کوئی درستی وصحت نہیں مگر اسی وقت جبکہ وہ تاویل جماعت کی طرف راجع ہوں۔ (ت)

الافادۃ ۵

اذا عرفت ان لا محید لا بالبعدیۃ فالمراد بالصورۃ الاولی ما اذا لم یکن معہ حدث او کان قبل التیمم فمعنی الکلام ان الجنب اذا فقد الغسل فی کلا الوجہین ان وجد وضوءً لایتوضأ بل یتیمم خلافا للشافعی اما اذا کان حدث بعد ماتیمم فحینئذ یجب علیہ الوضوء وھذا الکلام صحیح عین ما مر عن شرح الطحاوی للامام الاسبیجابی وغیرہ وبہ اضمحلت الشبہۃ الخامسۃ ومعہا شبہۃ التناقض ایضا باصح وجہ واحسنہ۔

افادہ ۵: جب یہ معلوم ہوا کہ چارہ کار بعدیت ہی ہے۔ صورت اولٰی سے مراد وہ ہے جب جنابت کے ساتھ کوئی حدث نہ ہو یا تیمم سے پہلے ہو۔ تو معنی کلام یہ ہوا کہ جنب جسے ان دونوں صورتوں میں آبِ غسل دستیاب نہیں اگر اسے آبِ وضو مل جائے تو وضو نہیں کرے گا بلکہ تیمم کرے گا برخلاف امام شافعی کے — لیکن جب کوئی حدث جنابت کا تیمم کرلینے کے بعد ہو تو اب اس پر وضو واجب ہے۔ یہ درست کلام ہے ٹھیک یہی بات امام اسبیجابی کی شرح طحاوی وغیرہ کے حوالے سے گزری۔ اسی سے پانچواں شبہہ حل ہوگیا اور اس کے ساتھ شبہہ تناقض بھی صحیح واحسن طریقہ پر حل ہوگیا۔ (ت)

الافادۃ ۶

قولہ فالتیمم للجنابۃ لاشک ان اللام فیہ للعہد ای التیمم المذکور الصادر من جنب معہ وضوء لان فرض المسألۃ فیہ او بدل عن المضاف الیہ ای تیمم الجنب المذکور فمن البدیہی بطلان کونہ للاستغراق او الطبیعۃ وکذا اخذ المضاف الیہ مطلق الجنب فانہ ان ارید التخصیص ای تیمم کل جنب

افادہ ۶: ان کی عبارت "فالتیمم للجنابۃ" میں لام بلاشبہہ لام عہد ہے یعنی تیمم مذکور جو ایسے جنب سے عمل میں آیا جس کے پاس آبِ وضو ہے۔ اسی لیے کہ مسئلہ اسی کے بارے میں فرض کیا گیا ہے۔ یا یہ لام مضاف الیہ کے عوض ہے یعنی جنب مذکور کا تیمم — جب واقعہ یہ ہے تو بدیہی بات ہے کہ اس کا لام استغراق یا لام طبیعت و ماہیت ہونا باطل ہے۔ اسی طرح

ان یکون للجنابة لاغیر فبطلانه ظاهر حتی علی مسلک التعویل فان جنبا معه حدث ولا ماء یکون تیممه للحدثین قطعا الا تری الی قول شرح الوقایة نفسه اذا کان به حدثان حدث یوجب الغسل کالجنابة وحدث یوجب الوضوء یکفی تیمم واحد عنهما[1] اھ وان لم یرد کانت المقدمة القائلة ان کل جنب یتیمم للجنابة خالیة عن الافادة لانه معلوم لکل احد ولا یصلح تعلیلا ولا تفریعا وبه استبان ان اللام فی قوله للجنابة لام التخصیص فکان المعنی ان تیمم الجنب المذکور للجنابة خاصة۔

مضاف الیہ مطلق جنب لیں تو بھی باطل ہے۔ اس لیے کہ اگر تخصیص مراد ہو ــــ یعنی ہر جنب کا تیمم صرف جنابت کے لیے ہوتا ہے اور کسی چیز کے لیے نہیں۔ تو اس کا بطلان ظاہر ہے یہاں تک کہ مسلک اعتماد پر بھی۔ کیونکہ وہ جنب جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہو اور پانی نہ ہو اس کا تیمم یقیناً دونوں ہی حدث کیلئے ہوگا ــــ خود شرح وقایہ کی یہ عبارت دیکھئے: "جب اسے دو حدث ہوں، ایک حدث غسل واجب کرتا ہے، جیسے جنابت ــــ اور ایک حدث وضو واجب کرتا ہے تو ایک ہی تیمم دونوں سے کافی ہے" اھ ــــ اور اگر تخصیص نہ مراد ہو تو یہ مقدمہ کہ "ہر جنب جنابت کا تیمم کرے گا" غیر مفید ہو جائے گا کیونکہ یہ تو سبھی کو معلوم ہے ــــ اور نہ علت بن سکے نہ تفریع ــــ اسی سے یہ بھی واضح ہوگیا کہ "للجنابة" میں لام، لام تخصیص ہے تو معنی یہ ہوگا کہ جنب مذکور کا تیمم خاص جنابت کے لیے ہے۔ (ت)

الافادة ۷: تعلق قوله بالاتفاق بکون التیمم للجنابة هو الظاهر المتبادر من العبارة لانه انما یفهم عائدا الی الجملة المذیلة به

افادہ ۷: لفظ "بالاتفاق" کا تعلق تیمم کے جنابت کے لیے ہونے سے ہی ظاہر اور عبارت سے متبادر ہے اس لیے کہ یہی سمجھ میں آتا ہے کہ جس جملہ کے ذیل میں یہ لفظ رکھا گیا ہے اسی کی طرف راجع ہے۔

اقول لکن لا صحة له اصلا لان فرض المسألة فی جنب له ماء یکفی للوضوء ووجود ماء ما مطلقا وان قل وان لم یکف للوضوء ایضا مانع للتیمم مطلقا عند الامام المعنی سواء کان المتیمم

اقول لیکن یہ بالکل درست نہیں ــــ اس لیے کہ مسئلہ اس جنب کے بارے میں فرض کیا گیا ہے جس کے پاس وضو کے لیے آب کافی موجود ہے ــــ اور مطلقاً کسی بھی پانی کا موجود ہونا ــــ اگرچہ کم ہی ہو، اگرچہ وضو کے لیے بھی کافی نہ ہو ــــ

---

[1] شرح وقایہ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیۃ دہلی ۱/۹۹

جنباً او محدثاً لانه يحمل قوله عز وجل فلم تجدوا ماءً على الاستغراق مع الاطلاق فكيف يوافقنا في شيئ من الصور على كون تيمم جنب له بعض الماء لجنابة بل باطل عنده لفقد شرطه وهو عدم الماء مطلقاً والباطل لا يكون لشيئ نعم على مسلك التحويل وجعل الفاء للتفريع وفرض التيمم بعد الوضوء لوقوعه عند نفاد الماء ولا مساغ له على مسلك التذييل لان فيه التيمم قبل الحدث فكيف يكون بعد الوضوء وكذا على مسلك التحويل واخذ الفاء للتعليل اذ لا معنى لقولك يجب الوضوء لان التيمم ان وقع بعده يكون لجنابة بالاتفاق وصدر التذييل يصير من الاباطيل فلا صحة لشيئ مما بناه وشيده استاذ قدمه[عہ] فهم الذي زعم ان قوله بالاتفاق متعلق بوجوب الوضوء او يكون التيمم للجنابة اه محررين لتصحيحه والله على وقد اضطرب كلامه فيه ومن ثمه في سعايته تعقبه بعضهم وقال في عمدته في تقرير الايراد الرابع ان في الصورة السابقة ايضاً التيمم للجنابة اتفاقاً اه محصله مصلحاً

امام شافعی کے نزدیک تیمم سے مطلقاً مانع ہے خواہ تیمم کرنے والا جنب ہو یا محدث —— وجہ یہ ہے کہ وہ ارشاد باری عزوجل "فلم تجدوا ماءً" (پھر تم کوئی پانی نہ پاؤ) کو استغراق مع اطلاق پر محمول کرتے ہیں تو وہ ہمارے ساتھ کسی بھی صورت میں اس پر کیسے اتفاق کرسکتے ہیں کہ وہ جنب جس کے پاس کچھ پانی موجود ہے اس کا تیمم جنابت کے لیے ہوگا —— بلکہ ان کے نزدیک ایسے جنب کا تیمم ہی باطل ہے کیونکہ تیمم کی شرط —— مطلقاً پانی نہ ہونا —— ہی مفقود ہے۔ اور جو باطل ہو وہ کسی چیز کے لیے نہیں ہوسکتا —— ہاں اگر مسلک تحویل اختیار کیا جائے اور ف کو تفریع کیلئے قرار دیا جائے اور فرض کیا جائے کہ تیمم بعد وضو ہے تو بھی یہ تیمم بے معنی ہے اس لیے کہ اس صورت میں تیمم اس وقت ہوگا جب پانی ختم ہوچکا ہو —— اور مسلک تذییل پر معنی مذکور کی کوئی گنجائش نہیں اس لیے کہ اس میں تیمم قبل حدث ہوگا تو بعد وضو کیسے ہوسکے گا؟ اسی طرح جب مسلک تحویل اختیار کرنا اور ف برائے تعلیل قرار دیں تو بھی معنی بالا صحیح نہیں بن سکتا - کیوں کہ اس تقدیر پر کلام یہ ٹھہرے گا کہ "وضو کرنا واجب ہے اس لیے کہ تیمم اگر اس کے بعد ہوگا تو بالاتفاق جنابت کے لیے ہوگا" —— یہ کلام بھی بے معنی ہے اور مسلک

عہ هو صاحب عمدة الرعاية اللكنوي ۱۲ (صاحب عمدۃ الرعایہ فاضل لکھنوی ۱۲ ت)

لہ و ۲ہ عمدة الرعاية مع شرح الوقاية باب التيمم المكتبة الرشيدية دہلی ۱/۹۵

بما يليه ثم ذكر هذا التخيير ثم قال متصلا به او يقال معناه ان التيمم ثابت او باق لجنابة اتفاقا ثم عاد الى الباطل الصريح ولا يدرى ما معنى او عطفا على التخيير فان هذا لا اصل فيه الا ان يريد انه مخير بين الحق والباطل او لا تخيير بل على الباطل عجب هذا۔

اتحاد تو باطل ہے تو جس عبارت کے بعد یہ لفظ ہے اس سے اس کا تعلق کسی طرح درست نہیں۔ اسی سے اس کی کم فہمی بھی عیاں ہوگئی، جس کا یہ خیال ہے کہ "لفظ بالاتفاق یا تو وجوب وضو سے متعلق ہے یا تیمم کا جنابت کے لیے ہونے سے متعلق ہے" اھ یہ کہہ کر صحیح اور باطل کے درمیان تخییر کی راہ اختیار کی۔ اور اس بارے میں قائل مذکور کا کلام اضطراب و انتشار کا حامل ہے، جس کی تفصیل یہ ہے کہ (۱) سعایہ میں تو یہ صورت متعین رکھی کہ اس کا تعلق "یجب" (وجوب وضو) سے ہے (۲) اور عمدۃ الرعایہ میں اعتراض چہارم کی تقریر میں یہ لکھا کہ "سابقہ صورت میں بھی تیمم جنابت کیلیے ہے اتفاقاً" — اس میں اس لفظ کو اسی عبارت سے متعلق قرار دیا جس سے یہ متصل ہے (۳) پھر یہی تخییر والی بات ذکر کی (۴) پھر اسی سے متصل یہ لکھ دیا کہ "یا یہ کہا جائے کہ اس کا معنی یہ ہے کہ پس تیمم جنابت کیلئے ثابت یا باقی ہے اتفاقاً" (۵) اس عبارت میں پھر باطل صریح کی طرف عود کیا — قائل کو یہ پتا نہیں کہ تخییر پر عطف کرکے "او" لکھنے کا کیا معنی ہوگا [illegible] تخییر مقصود ہو سکتی ہے کہ حق اور باطل دونوں کے درمیان تخییر دی جائے یا تخییر بالکل نہ ہو بلکہ ٹھیک باطل ہی متعین ہو — یہ ذہن نشین رہے۔ (ت)

واقول بل لو كان فرض المسألة وجدان الماء بعد التيمم لم يستقم العطف ايضا اما على مذهب الامام فظاهر لان الصورة الاخيرة فيه اجتماع الحدثين فاذا وجد او عدم الماء وتيمم كان عنهما بالوفاق لا عن الجنابة خاصة عند احد من الفريقين اما مذهبنا فمعلوم واما مذهب السادة الشافعية فقال الامام ابن حجر المكي الشافعي في فتاواه الكبرى من عليه جنابة وحدث اصغر يكفيهما تيمم واحد وهذا اوضح جلى لان

و اقول (اور میں کہتا ہوں) بلکہ اگر مسئلہ کی صورت مفروضہ یہ ہوتی کہ تیمم کے بعد پانی پا جائے تو بھی بات نہ بنتی۔ مسلک امام پر تو ظاہر ہے اس لیے کہ اس میں صورت اخیرہ یہ ہے کہ دونوں حدث جمع ہوں تو وہ پانی پائے اور تیمم کرے یا نہ پائے اور تیمم کرے بہر تقدیر تیمم دونوں ہی حدث سے ہوگا۔ کسی بھی فریق کے نزدیک خاص جنابت سے نہ ہوگا۔ اس بارے میں ہمارا مذہب تو معلوم ہی ہے۔ حضرات شافعیہ کا مذہب ملاحظہ ہو۔ امام ابن حجر مکی شافعی اپنے فتاوی کبری میں رقم طراز ہیں "جس پر جنابت اور حدث اصغر دونوں ہیں اسے دونوں کے لیے ایک

ـــــــــــ
۱ عمدۃ الرعایۃ مع شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/۹۵

ذکرها فی الصورة الاخیرة لاسیما بمقابلة الاختلاف المذکور فی الاولی یفید عدم الاتفاق فی الاولی ولیس کذلک لان فی الاولی ان لم یکن حدث کان للجنابة وحدها بالاتفاق وان کان لهما بالوفاق انما الاختلاف ثمه فی بقاء التیمم عندنا وانتقاضه عنده بوجدان ماء غیر کاف وبالجملة قوله بالاتفاق یجب صرفه الی قوله یجب کما فعل فی غایة الحواشی نعم نعم۔

وجہ ابھی بیان ہوئی ۔۔۔ ہاں علامہ شرنبلالی نے یہ صورت لکھ کر اس کے بعد "بالاتفاق" نہ کہا تو یہ وہ سلامت رہے بخلاف اس قائل کے جس نے یہ لکھ دیا کہ "تیمم باقی ہے اتفاقاً" وہ تو تاریک غلطی میں پڑ گیا۔ اور اگر ابتداءً مراد ہو تو وہاں یہ متفق علیہ ہے کہ وہ تیمم اس صورت میں خاص جنابت کے لیے ہوگا کیونکہ اس صورت میں حدث ہے ہی نہیں ۔۔۔ لیکن اس تقدیر پر لفظ "بالاتفاق" عبث اور ایک غلطی کا وہم پیدا کرنے والا ٹھہرے گا ۔۔۔ عبث اس لیے کہ جب یہ تیمم امام شافعی کے نزدیک پانی کی دستیابی کی وجہ سے باطل ہے تو ان کے اس اختلاف سے عدم اتفاق سے فائدہ کیا؟ ۔۔۔ ایہام غلط اس لیے کہ یہ لفظ صورت اخیرہ میں ۔۔۔ خصوصاً صورت اولیٰ میں گزشتہ اختلاف کے مقابل ذکر کرنے سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ صورت اولیٰ میں اتفاق نہیں ۔۔۔ حالانکہ معاملہ ایسا نہیں۔ اس لیے کہ پہلی صورت میں بھی اگر حدث نہ ہو تو تیمم صرف جنابت ہی کے لیے ہوگا بالاتفاق ۔۔۔ اور اگر حدث بھی ہو تو دونوں ہی کے لیے ہوگا بلا اختلاف ۔۔۔ وہاں اختلاف صرف اس بارے میں ہے کہ ہمارے نزدیک تیمم باقی رہے گا اور ان کے نزدیک غیر کافی پانی کی دستیابی سے ٹوٹ جائے گا۔ بالجملہ لفظ "بالاتفاق" کو ان کے قول "یجب" (واجب وضو) کی جانب پھیرنا لازم ہے جیسا کہ غایۃ الحواشی میں کیا اور خوب کیا۔ (ت)

اقول وبه ظهر **اولاً** انه کان الانسب بالدرر تقدیم قوله بالاتفاق علی قوله فالتیمم لانه بصدد ایضاح کلام الصدر الامام واخراجه عن الاوهام۔

اقول اس سے چند باتیں اور واضح ہوگئیں **اولاً** درر الحکام میں لفظ "بالاتفاق" کو لفظ "فالتیمم" سے پہلے رکھنا انسب تھا کیونکہ صاحب درر اپنی اس عبارت سے صدر الشریعہ کے کلام کو واضح کرنا اور اس سے اوہام دور کرنا چاہتے ہیں۔

وثانیاً ان صاحب غایة الحواشی مع تصریحه بتعلقه بیجب لم یحسن ذکره مع الجملة التالیة ایضا اوقال

ثانیاً "یجب" سے لفظ مذکور کے تعلق کی صراحت کرنے کے باوجود صاحب غایۃ الحواشی نے بھی اس لفظ کو بعد والے جملہ سے ملا کر اچھا نہ کیا

مع انه یتیمم للجنب اتفاقاً[1]۔

انھوں نے اپنی عبارت میں یہ کہا "مع انه یتیمم للجنب اتفاقاً (تو وضو واجب ہے باوجودیکہ یہ جنب کا تیمم ہے اتفاقاً)۔

وثالثاً نبطل الایراد الرابع المنقول فی السعایۃ مع التقریرات بکون التیمم للجنابۃ بالاتفاق مشترک بین الصورتین فانه لیس لشیئ اصلا عند الامام الشافعی فی کلا الوجہین فان استعفی عن لفظۃ بالاتفاق واقتصر علی ان کونه للجنابۃ مشترک بین الصورتین لااختصاص له بھذہ الصورۃ اندرج فی الایراد السابق علیه وسیأتیك الجواب عنه بعونه تعالٰی۔

ثالثاً چوتھا اعتراض جو سعایہ میں اسی تقریر کے ساتھ منقول ہے کہ "تیمم کا بالاتفاق جنابت کے لیے ہونا دونوں ہی صورتوں میں مشترک ہے" (یہ اعتراض و تقریر) باطل ہے اس لیے کہ دونوں صورتوں میں یہ تیمم امام شافعی کے نزدیک کسی چیز کے لیے نہیں۔

اب اگر لفظ "بالاتفاق" سے دستبردار ہو کر صرف یہ کہیں کہ "تیمم کا جنابت کے لیے ہونا دونوں ہی صورتوں میں مشترک ہے اسی صورت کے ساتھ اسے کوئی اختصاص نہیں" ــــ تو یہ بات اسی اعتراض میں شامل ہو جائے گی جو اس سے پہلے ذکر ہوا۔ اور بعونہ تعالٰی اس کا جواب عنقریب سامنے آرہا ہے۔ (ت)

الافادۃ ۸ نختار ان الفاء للتفریع کما مشی علیه العلامۃ الشرنبلالی وغایۃ الحواشی وقول السعایۃ لامحصل له لامحصل له لان کون ھذا التیمم للجنابۃ خاصۃ لم ینشأ الا من وجوب الوضوء للحدث اذ لو لم یجب لکان التیمم لھما معا لاستحالۃ ان تجوز صلاۃ مع الحدث فلابد ان یعتبر التیمم المذکور رافعا لها ودافعا

افادہ ۸: ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ "ف" تفریع کے لیے ہے جیسا کہ اسی راہ پر علامہ شرنبلالی اور غایۃ الحواشی کی روش ہے۔ اور سعایہ کا اسے لاحاصل بتانا خود ہی لاحاصل ہے۔ وجہ یہ ہے کہ اس تیمم کا خاص جنابت کے لیے ہونا اسی امر سے پیدا ہوا کہ حدث کے لیے وضو واجب ہے اس لیے کہ اگر یہ وجوب نہ ہوتا تو تیمم حدث و جنابت دونوں ہی کے لیے ہوتا کیونکہ حدث کے ساتھ کسی نماز کا جواز محال ہے ــــ تو یہ ماننا ضروری ہے

---

[1] السعایۃ باب التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ۱/ ۴۹۰

والکون الاخیر لیس لہ فی الشرع نظیر فاستلزام محال محالا غیر محال۔

کہ تیمم مذکور اسے رفع کرنے والا ہے یا دفع کرنے والا ہے ـــــ اگر اخیر ہو تو شرع میں اس کی کوئی نظیر نہیں تو ایک محال کا دوسرے محال کو مستلزم ہونا کوئی محال نہیں۔ (ت)

الافادۃ ۹ مختار انہا للتعلیل وزعم السعایۃ اشتراک العلۃ مردود اما علی مسلک التأویل مع اجتماع الحدثین فی الصورۃ الاولی فظاہر لان التیمم طہور علیہما معا فکیف یختص بالجنابۃ واما علیہ مع انفراد الجنابۃ فی الصورۃ الاولی وعلی مسلک التمویل فاختصاص شیئ بشیئ تارۃ یکون لانحصار الوجود فیہ واخری لتفردہ بہ من بین مشارکاتہ فی الوجود ومعلوم بداہۃ ان ہذا ہو المراد ہنا فانہ اذا وجد حدث ولم یقع التیمم الا عن الجنابۃ لم یغن عن الحدث ووجب الوضوء بخلاف ما اذا لم یکن حدث فلا شیئ یجب وہذا الوجہ من الاختصاص غیر مشترک فظہر ان الفاء تحتمل الوجہین فتقصیر الشرنبلالی وعایۃ الحواشی علی احدہما وقع وفاقا لا داعی الیہ نعم التعلیل ہو الاظہر فان کون التیمم لخصوص الجنابۃ غیر مقصود ہنا بالافادۃ واللہ تعالٰی اعلم

افادہ ۹: ہم یہ اختیار کرتے ہیں کہ فا تعلیل کے لیے ہے اور سعایہ کا یہ خیال کہ علت مشترک ہے غلط ہے۔ مسلک تاویل پر جبکہ پہلی صورت میں دونوں حدث جمع ہوں ظاہر ہے اس لیے کہ تیمم نے دونوں حدثوں پر طاری ہو کر دونوں ہی کو رفع کیا تو وہ جنابت کے ساتھ خاص کیسے ہوگا؟ ـــ اور مسلک تاویل پر جب کہ پہلی صورت میں جنابت بلا حدث ہو اور مسلک اعتماد پر وجہ یہ ہے کہ ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ خاص ہونا کبھی اس لیے ہوتا ہے کہ اس کا وجود اسی میں منحصر ہے اور کبھی اس لیے ہوتا ہے کہ وہ اس کے مشارکات فی الوجود کے درمیان اسی کے ساتھ متفرد ہے۔ اور بداہۃً معلوم ہے کہ یہاں پر یہی مراد ہے اس لیے کہ جب کوئی حدث پایا جائے اور تیمم صرف جنابت کا واقع ہو تو حدث کا کچھ کام نہ کرسکا اور وضو واجب ہوا بخلاف اس صورت کے جبکہ کوئی حدث پایا جائے اور تیمم صرف جنابت کا واقع ہو تو حدث کا کچھ کام نہ کرسکا اور وضو واجب ہوا بخلاف اس صورت کے جبکہ کوئی حدث موجود ہی نہ ہو پھر کس چیز کے لیے وضو واجب ہوگا۔ یہ وجہ اختصاص مشترک نہیں۔ اس بیان سے ظاہر ہوا کہ فا میں تفریع وتعلیل دونوں ہی احتمال جاری ہیں۔ تو شرنبلالی اور رعایۃ الحواشی کا صرف ایک ہی کو ذکر کرنا محض اتفاقاً واقع ہوا اس کا کوئی داعی نہیں ہے ہاں احتمال تعلیل ہی زیادہ ظاہر وروشن ہے۔ اس لیے کہ یہاں یہ بتانا مقصود نہیں کہ تیمم خاص جنابت ہی کے لیے ہے۔ اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

الافادة ١٠: قد تبين الجواب الصواب

بحمد الجليل، عن الاسئلة الخمسة كلها على مسلك التأويل، وعن غير الخامس على مسلك التعويل، وظهر ان اقواها السؤال الاخير الجليل، وهو الذي دعا العلماء الى الانكسار والتأويل، وان السؤال الاول ليس باشكال، بل سريع الانحلال، وكذا الثاني كشفه رخيص، ان لم يمتزج بالخامس العويص، اما الثالث والرابع اللذان اثبتهما السعاية، فما هما واهيان الى الغاية، وبقاء الخامس على مسلك التعويل هو الذي نادى عليه بالرحيل، لصدمة الدلائل القاهرة، والنصوص الزاهرة، ولم ار من يحتمله ويرتضيه الا القره باغي في الحاشية ولم يأت اصلا بشيء يغنيه، فقوله تكلف بعيد الأخذ من العبارة۔

افادہ ۱۰: بحمد رب جلیل مسلک تاویل

پر پانچوں اعتراضات کا جواب اور مسلک اعتماد پر پنجم کے سوا باقی سب کا جواب واضح ہوگیا — اور یہ بھی ظاہر ہوا کہ سب سے قوی اعتراض پانچواں ہے، یہی علماء کے لیے انکار و تاویل کا باعث بنا۔ اور پہلا اعتراض کوئی مشکل نہیں بلکہ بہت جلد حل ہوجاتا ہے اسی طرح دوسرے کا جواب بھی آسان ہے اگر پانچویں مشکل سوال کے ساتھ اس کو نہ ملایا جائے — رہا تیسرا اور چوتھا جن کو سعایہ نے پیش کیا تو یہ انتہائی کمزور ہیں — مسلک اعتماد پر پانچویں اعتراض کا باقی رہ جانا یہی وہ امر ہے جو اس کے لیے کوچ کا اعلان کر رہا ہے کیونکہ وہ قاہر دلائل اور روشن نصوص سے متصادم ہے، میں نے قرہ باغی محشی کے سوا کسی ایسے کو نہ دیکھا جس نے اس مسلک اختیار و پسند کیا ہو۔ اور قرہ باغی نفعاً کوئی کام کی بات نہ لا سکے۔ (اب ان کے بیان اور عبارت کا تھوڑا تجزیہ ملاحظہ ہو ۱۲ م ن)

قول قرہ باغی: چلپی کا کلام سراسر تکلف ہے عبارت سے یہ معنی ماخوذ ہونا بہت بعید ہے۔ (ت)

اقول نعم لما زاد چلپی من حديث اللمعة اي جاء له الى ما يأتي عن الشارح والا فليس فيه الا اخذ مع بمعنى بعد وليس فيه بعد فقد وقع في الكتاب العزيز۔

اقول ہاں اس لیے کہ انھوں نے حضرت شارح کے کلام آئندہ کی طرف راجع کرنے کی غرض سے لمعہ کی بات بڑھادی ورنہ اس تاویل میں اس کے سوا کچھ نہیں کہ مع کو بعد کے معنی میں لیا ہے تو اس میں کوئی بُعد نہیں یہ تو قرآن عزیز میں بھی ہوا ہے (فان مع العسر یسرا)۔

قوله يلزم التكرار۔

قول قرہ باغی: تکرار لازم آتی ہے۔

اقول اولاً[1] فكان ماذا اذا ذكر ضابطة تشمل فروعا ثم بعد حين اورد فرعا منها لتبيين حكمه بعد تكراره اماذا لم يقبح مع تقدم ذكره في الضابطة كيف يقبح ولم تذكر بعد.

اقول۔ اولاً تکرار لازم آتی ہے تو کیا ہوگا۔ جب کوئی ایسا ضابطہ بیان کیا جائے جو بہت سی جزئیات کو شامل ہو پھر کچھ آگے کسی حکم کو واضح کرنے کے لیے ان میں سے کوئی جزئیہ لایا جائے تو اسے تکرار شمار کیا جائے گا؟ جب یہ ضابطہ کے تحت پہلے مذکور ہونے کے باوجود بری نہیں تو یہ کیسے قبیح ہوگا جبکہ مسئلہ ابھی تک بیان نہ ہوا۔ (ت)

وثانیا لو تتبعت ماوقع لهم وللشارح الامام من تكرر الافادات لاعيك عدها.

ثانیاً اگر بس کی تلاش اور چھان بین ہو کہ حضرت علماء اور خود شارح امام سے افادات کی تکرار کس قدر ہوئی ہے تو تھک کر بیٹھ جانا پڑے گا۔

قوله ولعله انما ارتكبه من عام الخ.

قول قرہ باغی: شاید چلپی نے یہ بوجھ اس تکلف کا ارتکاب کیا ہے کہ دونوں مسئلے کسی شخص میں جمع نہیں ہوتے۔ (ت)

اقول من[2] این لكم هذا وانما

اقول آپ کو یہ کہاں سے پتا چلا — حالانکہ

عــه وهذا سيد الائمة محرر المذهب محمد رضي الله تعالى عنه قد كرر المسائل في كتبه قال الامام شمس الائمة السرخسي رحمه الله تعالى في المبسوط فرغ نفسه لتصنيف ما فرعه ابوحنيفة رضي الله تعالى عنه محمد بن الحسن الشيباني رحمه الله تعالى فانه جمع المبسوط لترغيب المتعلمين والتيسير عليهم ببسط الالفاظ وتكرار المسائل في الكتب ليحفظوها شاءوا او ابوا ۱۲ منه غفر له۔ (م)

اور یہ ہیں ائمہ کے سردار محرر مذہب امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی کہ آپ نے مسائل کو اپنی کتب میں تکرار کے ساتھ بیان کیا ہے۔ امام شمس الائمہ اپنی مبسوط میں فرماتے ہیں کہ محمد بن الحسن الشیبانی رحمہ اللہ تعالٰی نے فروعات امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کے لیے خود کو وقف کر رکھا تھا لیکن انہوں نے متعلمین کے شوق اور آسانی کو ملحوظ رکھتے ہوئے کتاب مبسوط کو جمع فرمایا جس میں الفاظ کو وسعت اور مسائل کو تکرار کے ساتھ بیان کیا تاکہ متعلمین جنہیں چاہیں محفوظ کرلیں یا جنہیں نہ چاہیں نہ کریں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] مبسوط سرخسی / خطبۃ الکتاب دارالمعرفۃ، بیروت ۱/۳

فیه لان ذا الحدثین لا یتوضؤ اذا لم یکف الماء لغسله۔

ہے وہ تاویل اس لیے اختیار کی ہے کہ غسل کے لیے پانی ناکافی ہونے کی صورت میں دونوں حدث والے کو وضو نہیں کرنا ہے۔

قوله اما اذا وجد فلابد من الوضوء ثم التیمم للجنابة۔

قول قرہ باغی، لیکن جب وضو کے لیے بقدر کفایت پانی مل جائے تو وضو کرنا ضروری ہے پھر جنابت کے لیے تیمم کرنا ہے۔ (ت)

اقول هذا هو مذهب الشافعی لاسیما بلفظة ثم فان فیه ایجاب اعدام الماء وان قل قبل التیمم ولا یقول به حنفی قط۔

اقول یہی امام شافعی کا مذہب ہے خصوصاً لفظ ثم (پھر) کے ساتھ، کیونکہ اس میں یہ واجب کرنا ہے کہ پانی اگرچہ کم ہی ہو تیمم سے پہلے اسے ختم کرلینا ہے۔ کوئی حنفی کبھی اس کا قائل نہ ہوگا۔

قوله والعجب منه انه لم یتفطن۔

قول قرہ باغی، تعجب ہے کہ انہوں نے اس طرف التفات نہ کیا۔ (ت)

اقول مبنی علی ما تصور و ما تصور

اقول قرہ باغی نے خود جو تصور کیا اسی پر اس کی بنیاد ہے حقیقت میں وہ متصور ہی نہیں۔

قوله بعد تسلیم جمیع المقدمات

قول محشی مذکور، تمام مقدمات تسلیم کرنے کے بعد۔

اقول ما تلک النوع المطویات فان المقدمات عند الحنفیة من البدیهیات۔

اقول وہ منع کیا ہیں جو آپ نے ترک کئے۔ حنفیہ کے نزدیک تو سارے مقدمات بدیہیات سے ہیں۔

قوله یجوز اجتماع العلل الشرعیة علی معلول واحد۔

قوله ایک معلول پر متعدد علل شرعیہ کا اجتماع ہوسکتا ہے۔

اقول کما لا یمتنع اجتماع علل علی معلول کذلک لا یمتنع ارتفاع علل برافع واحد کالتی انقطع حیضها ثم احتلمت ثم التقی الختانان ثم امرلت فقد اجتمعت

اقول جیسے ایک معلول پر چند علتوں کا اجتماع ممتنع نہیں ایسے ہی ایک رافع سے چند علتوں کا ارتفاع بھی ممتنع نہیں۔ جیسے وہ عورت جس کا حیض منقطع ہوا پھر اسے احتلام ہوا پھر ختنہ سے ختنہ ملا ہو

عليه ارتفع على وترفع حتى بغسل او تيمم واحد فاذا كان له حدثان اصغر واكبر ولم يجد ماء يغسل فلا بدله ان يتيمم وتيممه لكونه عن جنابة مطهر لجميع البدن ومن البدن اعضاء الوضوء فقد طهرها ورفع الحدثين كما اذا اغتسل فليس هذا التيمم الا قائما مقام الغسل فكيف تعدى به فكذا ما شبهه ولم يعرف من الشرع تيمم يطرؤ على حدثين فيرفع احدهما ويذر الأخر والا لزمه اما تيمم أخر وهو باطل حتى عند الشافعية كما قدمنا او الماء وهو الجمع بين البدل والمبدل ان علل باجماع الحنفية فبلج الحق والحمد لله رب العلمين

(قربت ہوئی) پھر انزال ہوا اس پر چار علتوں کا اجتماع ہوا اور ایک ہی غسل یا تیمم سے چاروں مرتفع ہوجائیں گی۔ تو جب کسی کو دو حدث ہوں ایک اصغر ایک اکبر۔ اور اسے غسل کے لیے پانی نہ ملے تو ضروری ہے کہ تیمم کرے۔ اس کا تیمم چونکہ جنابت سے ہوگا اس لیے تمام بدن کو پاک کر دے گا۔ اعضائے وضو بھی بدن ہی کا حصہ ہیں تو انہیں بھی تیمم نے پاک کر دیا اور کبری وصغری دونوں حدث رفع کر دئے جیسے غسل کی صورت میں ہوتا ہے اور یہ تیمم غسل ہی کے قائم مقام ہے تو جیسے غسل سے دونوں حدث مرتفع ہوجاتے ہیں ویسے ہی اس کے نائب سے بھی مرتفع ہوجائیں گے شریعت میں ایسے کسی تیمم کا نشان نہیں ملتا جو دو حدثوں پر طاری ہو تو ایک کو دور کرے دوسرے کو چھوڑ دے۔ اگر ایسا ہوتا تو اس پر یا تو ایک دوسرا تیمم بھی لازم ہوتا اور یہ باطل ہے یہاں تک کہ شافعیہ کے نزدیک بھی، جیسا کہ ہم نے پہلے بیان کیا یا پانی (استعمال کرنا) بھی لازم ہوتا اور یہ بدل اور اصل دونوں کو جمع کرنا ہے جو باجماع حنفیہ باطل ہے تو حق روشن ہوگیا۔ اور ساری خوبیاں سارے جہانوں کے مالک خدا کے لیے ہیں۔ (ت)

فان قلت القياس على الغسل مع الفارق وذلك لان ذا الحدثين اذا اغتسل فقد اتى بما امر به في حق كل من الحدثين وهو اسالة الماء على تلك الاعضاء وكذلك اذا تيمم فاقد الماء اما اذا وجد وضوءا فالتيمم انما يكون اتيا بما امر به للحدث الاكبر لا بما امر به للاصغر لانه قادر فيه على الاصل

اگر سوال ہو کہ غسل پر قیاس مع الفارق ہے — اس لیے کہ دونوں حدث والے نے جب غسل کیا تو وہ — بجا لایا جس کا دونوں حدثوں میں سے ہر ایک میں اسے حکم دیا گیا — وہ ہے ان اعضا پر پانی بہانا (جو غسل سے پورا ہوگیا) یہی بات اس وقت ہے جب پانی نہ ہونے کی صورت میں تیمم کیا۔ لیکن جب آب وضو موجود ہو تو تیمم سے صرف اس کی بجا آوری کرنے والا ہوگا جس کا حدث اکبر سے تعلق ہے

فکیف یصیر الی البدل وبالجملة شرط التیمم العجز عن الماء وقد تحقق فی الحدث الاکبر دون الاصغر فکان التیمم مجزئا عن ذلک لا عن ھذا فافترق الحدثان بقاء وارتفاعا۔

حکم ہوا۔ اس کی بجا آوری کرنے والا نہ ہوگا جس کا حدث اصغر سے متعلق اسے حکم ہوا۔ اس لیے کہ اس میں یہ اصل پر قادر ہے تو بدل کی طرف کیسے منتقل ہو سکتا ہے؟ مختصر یہ کہ تیمم کی شرط پانی سے عاجز ہونا ہے اور اس کا عجز حدث اکبر میں تو ہے حدث اصغر میں نہیں تو تیمم صرف اسی سے کفایت کرنے والا ہوگا اس سے نہ ہوگا ـــ اس طرح دونوں حدث بقا اور ارتفاع میں جُدا جُدا ہوجائیں گے (ایک ختم ہوگا ایک باقی رہ جائے گا)۔ (ت)

اقول ھذا لو کان کل منھما مستبدا بحیالہ ولیس کذلک فلیس الحدث الا اعتبار الشرع بآثار معلومة کمنع الصلوة وقد انطوی الاکبر علی جمیع آثار الاصغر فکلما منعہ الاصغر منعہ الاکبر بالاولی ولا عکس وارتفاع شیئ یوجب ارتفاع جمیع آثارہ وقد سلمتم ارتفاع الاکبر بھذا التیمم فیجب ارتفاع کل آثارہ ومنہ منعہ للصلاة فلزم اباحتھا ولا تباح قط مع حدث فثبت ان ھذا التیمم رفع کل حدث طرأ علیہ۔

اقول یہ اس وقت ہوتا جب دونوں حدثوں میں سے ہر ایک کو مستقل حیثیت حاصل ہوتی اور ایسا نہیں۔ اس لیے کہ حدث کچھ معلوم آثار جیسے منع نماز وغیرہ کے شرعی اعتبار ہی کا نام ہے اور حدث اکبر حدث اصغر کے تمام آثار پر مشتمل ہے تو جس سے اصغر مانع ہوگا اس سے اکبر بدرجہ اولٰی مانع ہوگا۔ اس کے برعکس نہیں۔ اور کسی چیز کا ختم ہوجانا اسے لازم کرتا ہے کہ اس کے جتنے بھی آثار ہوں سبھی زائل ہوجائیں ـــ آپ کو تسلیم ہے کہ اس تیمم سے حدث اکبر مرتفع ہوگیا تو ضروری ہے کہ اس کے سارے آثار بھی اٹھ جائیں ان ہی میں منع نماز بھی ہے تو لازم ہوگا کہ نماز مباح ہو۔ اور نماز کسی حدث کے ساتھ کبھی مباح نہیں ہوتی۔ تو ثابت ہوا کہ اس تیمم نے ہر وہ حدث دُور کردیا جو اس پر طاری ہوا۔ (ت)

فان قلت ارتفاع شیئ انما یوجب زوال آثارہ من حیث ھی آثارہ ولا ینافیہ بقاء بعضھا لمؤثر آخر کمن توضأ وفی فخذہ نجاسة مانعة فلا شک انہ قد صح وضوؤہ وزال الحدث الذی کان

اگر یہ سوال ہو کہ کسی چیز کا مرتفع ہونا اس کے آثار دُور ہونے کو واجب کرتا ہے تو اسی حیثیت سے کہ وہ اس چیز کے آثار ہیں۔ اب ان میں کچھ آثار کسی دوسرے مؤثر کی وجہ سے باقی رہ جائیں تو یہ اس کے منافی نہیں۔ مثلاً کسی نے وضو کیا

من قبله مع ان المنع لاجل النجاسة
بحاله كذا هنا هنا حدثان قام احدهما
باعضاء الوضوء والآخر عم ظاهر البدن
فهنا فيهما نجستان وفي سائر الجسد نجسة
واحدة فاذا تيمم وهو واجد لماء الوضوء
زالت من اعضاء الوضوء النجاسة الكبرى
لصحة مزيلها بوجود شرطه وهو العجز
عن الماء الكافي للغسل وبقيت الصغرى لان
المزيل لا صحة له بالنسبة اليها لفقد
شرطه بالقدرة على الماء الكافي للوضوء وبه
ظهر انه ليس كالتي وصفت انها حاضت
واحتلمت وجومعت وامنت وكفى لها غسل
او تيمم واحد وكذا من احدث مرارا
يكفيه وضوء واحد وذلك لان المزيل ليس
بفاقد الشرط بالنظر الى شيء منها دون الباقي
جميعا بخلاف ما نحن فيه وبه اتضح
الفرق بين هذا وبين من ليس له
الا الجنابة فانه ان وجد وضوءا لا يتوضأ
لان النجاسة الحكمية القائمة باعضاء الوضوء
هنا ليست الا الكبرى وهي لا تتجزى
بخلاف الصورة الاولى وبه تبين انه
ليس فيه الجمع بين البدلين بل توزيعهما
على شيئين كمن صرف الماء الى غسل
النجس وتيمم للحدث بل كمن اطعم
عن يمين وصام عن اخرى وبه استبان

اور اس کی ران پر تھی نجاست ہے جو جوازِ نماز سے
مانع ہے تو اس میں شک نہیں کہ اس کا وضو صحیح ہے
اور اس کی جانب سے جو رکاوٹ تھی وہ دُور ہو گئی
باوجودیکہ نجاست کی وجہ سے رکاوٹ اب بھی برقرار ہے
کی طرح یہاں دو حدث ہیں ایک اعضائے وضو پر لگا ہوا ہے دوسرا
پورے ظاہر بدن کو شامل ہے تو اعضائے وضو کے اندر دو نجاستیں ہیں
اور باقی سارے جسم میں ایک نجاست (ناپاکی) ہے جب آبِ وضو
موجود ہونے کی حالت میں اس نے تیمم کیا تو اعضائے وضو سے نجاستِ
کبریٰ دُور ہو گئی کیونکہ اسے دُور کرنے والا امر اپنی شرط غسل کیلئے کافی
کے پانی سے عجز پائے جانے کی وجہ سے صحیح و درست ہے۔
—— اور نجاستِ صغریٰ رہ گئی کیونکہ اس کی
بہ نسبت جو دُور کرنے والا امر تھا وہ صحیح و درست
نہیں، اس لیے کہ اس کی شرط مفقود ہے کیونکہ
وضو کے لیے کافی پانی پر قدرت موجود ہے۔ اسی سے
یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ یہ معاملہ اس عورت کی طرح
نہیں جس کی حالت بیان ہوئی کہ اس میں انقطاعِ حیض،
احتلام، جماع، انزال چار اسباب جمع ہوئے اور
ایک ہی غسل یا تیمم کافی ہو گیا۔ اسی طرح وہ شخص
جسے بار بار حدث ہوا ہو اسے ایک ہی وضو کافی ہے
اس لیے کہ ان میں کسی کی بہ نسبت جو دُور کرنے والا
امر ہے وہ فقدانِ شرط کا شکار نہیں اس لیے اس نے
سبھی کو دُور کر دیا —— بخلاف اس صورت کے جو
ہمارے زیرِ بحث ہے —— اسی سے اس شخص میں
جسے دونوں حدث ہیں، اور اس میں جسے صرف
جنابت ہے واضح فرق ہو گیا کہ وہ اگر آبِ وضو پائے

انه ليس عبثا ولا اضاعة ولا الاشتغال به سفها وليس كما قالوا من بقاء الحدث كما هو بل زال احدهما۔

تو اعضائے وضو سے لگی ہُوئی مانعیت زائل کرنے کے لیے اسے وضو نہیں کرنا ہے اس لیے کہ وہاں تو صرف مانعیت کُبرٰی ہے اور یہ متجزی نہیں، برخلاف پہلی صورت کے۔

اس سے یہ بھی عیاں ہُوا کہ وُہ دونوں بدل جمع کرنا نہیں بلکہ دو چیزوں پر دونوں کو تقسیم کرنا ہے جیسے وہ شخص جو پانی نجس کے دھونے میں صرف کرے اور حدث کے لیے تیمم کرے۔ بلکہ جیسے وُہ جو ایک قسم کے کفارے میں کھانا کھلائے اور دوسری کے کفارے میں روزہ رکھے۔ اور اسی سے یہ بھی منکشف ہوگیا کہ یہ عبث ہے نہ پانی کی بربادی، نہ اس میں مشغول کوئی نادانی و بے وقوفی ــــ اور لوگوں نے جو کہا کہ حدث جیسے تھا ویسے ہی رہ گیا۔ یہ بات بھی نہیں بلکہ ایک حدث زائل ہوگیا۔ (ت)

اقول ما امتنه من كلام لولا ان فيه ذهولا عن حديث منع الاستبداد[عــه] وانت جعلتهما شيئين مستقلين عند الاجتماع مع ان المتقرر في الشرع ان الحدثين اذا اجتمعا ولم يختلف مقصودهما تداخلا وقد اعترفت به في التي وصفت

اقول کیا ہی متین کلام ہے اگر اس میں منع استقلال کی بات سے ذہول نہ ہوتا۔ آپ نے دونوں کو وقتِ اجتماع دو مستقل چیز بنا دیا جبکہ شریعت میں مقرر و ثابت یہ ہے کہ دو ہم جنس جب یکجا ہوں اور ان کا مقصود مختلف نہ ہو تو ایک دوسرے میں داخل ہوجائیں گے۔ آپ نے اس کا اعتراف

عــه ذكره على سبيل الجدل اى لا نسلم ان الحدث الاصغر عند اجتماعه بالاكبر يستبد في مراتب الطهارة بحكم له لا يندمج فيه فيطهر بطهارته ولا يكون الحكم الا للاكبر وذلك لان من يحكم بوجوب الوضوء له مدع فيكفينا المنع وعليه الدليل والا فاعلم انه مندمج متيقن لا شبهة فيه ۱۲ منه غفر له (م)

عــه بطور جدل ذکر کیا ہے یعنی ہم نہیں مانتے کہ حدثِ اصغر حدثِ اکبر کے ساتھ یکجائی کی صورت میں طہارت سے متعلق کوئی مستقل حکم رکھتا ہے ایسا کیوں نہ ہو کہ اکبر میں داخل ہوکر اس کی طہارت سے یہ بھی طہارت پائے اور حکم صرف اکبر کو حاصل ہو ــــ یہ طرزِ کلام اس لیے کہ جو شخص اس کے لیے وجوب وضو کا حکم کرتا ہے وُہ مدعی ہے تو ہمارے لیے منع کافی ہے اور اس کے ذمہ دلیل ہے ورنہ اصغر کے اکبر میں دخول و انضمام کا معاملہ تو یقینی ہے جس میں کوئی شبہ نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

وفيمن احدث مرارا كان هنالك التداخل مع المساواة فان الكل في مرتبة واحدة فكيف واحدهما اكبر واقوى ومن كل وجه يتضمن الاخرى فالمحل جزء من المحل والمطهر بعض من المطهر والمقصود شقص من المقصود فكيف لا يلزم اندراج الصغرى في الكبرى وان يكون الحكم لها في امر الطهارة لا للصغرى فان التابع لا يفرد بحكم ويسقط اذا سقط المتبوع و الشيئ اذا بطل بطل ما في ضمنه والمتضمن بالفتح لا تراعى له شروطه بل شروطه متضمنة كل ذلك من القواعد الشرعية الا ترى ان المذي لا يطهر عن ثوب ولا بدن بفرك ولا يطهر به حكم مع المني فيطهر به ويطهر به الجواب عن توارد العلل هذا ما سمح به الجنان تشحيذا للاذهان وحسبنا في الحكم

بھی کیا ہے اس عورت کے بارے میں جس کی حالت بیان ہوئی ہے اور اس شخص کے بارے میں جسے چند بار حدث ہوا ہو۔ وہاں باوجود مساوات کے تداخل ہوگیا۔ مساوات اس لیے کہ وہ سب ایک ہی درجہ میں ہیں۔ پھر اس وقت کیوں نہ ہوگا جبکہ ایک اکبر و اقوی اور ہر جہت سے دوسرے کو متضمن بھی ہو۔ دیکھئے کہ ایک کا محل طہارت دوسرے کے محل طہارت کا جز ہے۔ اور مطہر، مطہر کا بعض ہے اور مقصود، مقصود کا حصہ ہے۔ تو کیسے لازم نہ ہوگا کہ صغری، کبری میں داخل ہوجائے اور امر طہارت میں حکم اسی کبری کو حاصل ہو صغری کو نہیں۔ اس لیے کہ تابع کا کوئی الگ حکم نہیں ہوتا۔ اور متبوع ساقط ہو تو وہ بھی ساقط ہوجاتا ہے —— اور شے جب باطل ہوتی ہے تو وہ بھی باطل ہوجاتا ہے جو اس کے ضمن میں ہو۔ اور متضمَن (بالفتح) کے لیے اس کی شرطوں کی رعایت نہیں ہوتی بلکہ اس کے متضمِن کی

عـــه كما في اعتق عبدك عني بالف لما كان البيع فيه ضمنيا لم يشترط فيه الايجاب والقبول لعدم اشتراطهما في العتق ولا يثبت فيه خيار الرؤية والعيب ولا يشترط كونه مقدور التسليم حتى عن الرحمٰن اوائل النكاح ۱۲ منه غفر له (م)

جیسے اعتق عبدك عني بالف (اپنا غلام میری طرف سے ہزار روپے میں آزاد کردو) اس میں چونکہ بیع ضمنی ہے اس لیے اس بیع میں ایجاب قبول کی شرط نہ ہوگی کیونکہ آزادی میں ان دونوں کی شرط نہیں اور اس میں خیار رؤیت اور خیار عیب بھی ثابت نہیں ہوتا اور نہ یہ شرط ہے کہ مرلی وہ عبد اس کے قبضے میں دینے پر قادر ہو۔ شامی عن البحر اوائل النکاح ۱۲ منہ غفر لہ (ت)

فاقد منا من دلالاتهم وتصریحاتهم والله المستعان وبالله التوفیق والله تعالٰی اعلم۔

شرطوں کی رعایت کی جاتی ہے۔ یہ سب شرعی قواعد ہیں۔ دیکھئے کہ مذی رگڑنے کے ذریعہ کپڑے سے پاک ہوتی ہے نہ کہ بدن سے ——— اور وہی منی کے ساتھ ہو تو اس کا کوئی حکم ظاہر نہیں ہوتا کہ رگڑنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ اسی سے تو رد علل کا جواب بھی ظاہر ہے ——— یہ وہ ہے جو کچھ زمان کو تحقیق کرنے کے لیے خاطر کا فیضان ہوا۔ اور حکم سے متعلق تو ہمارے لیے وہ دلالات و تصریحات کافی ہیں جو حضرات فقہاء سے ہم نے پیش کیں۔ اور خدا ہی مستعان ہے اور خدائے بزرگ و برتر ہی خوب جاننے والا ہے۔ (ت)

الافادة ۱۱

الآن حصحص الحق وکشف قناعه وظهر ان المسلك مسلك التأویل والتأویل تأویل الجماعة بید انه هنا شبهات خطرت وخشیت ان تعتری قاصرا مثلی فیحتاج الی الجواب فاحببت الاسعاف بایرادها وابانة سقوطها وفسادها وبالله التوفیق۔

افادہ ۱۱

اب حق صاف ظاہر ہو گیا اور اپنے چہرے سے پردہ ہٹا دیا اور واضح ہو گیا کہ مسلک وہی مسلک تاویل ہے اور تاویل وہی تاویل جماعت ہے۔ لیکن یہاں دل میں چند شبہات گزرے تو اندیشہ ہوا کہ ایسے ہی کسی قاصر کو درپیش ہوں تو جواب کی ضرورت ہوگی تو میں نے چاہا کہ ان شبہات کو لا کر اور ان کے سقوط و فساد کو واضح کر کے اس کی حاجت روائی کروں، اور اللہ ہی سے توفیق ہے۔ (ت)

الشبهة الاولٰی

ان الامام صدر الشریعة یقول اغتسل الجنب ولم یصل الماء لمعة ظهره وفنی الماء واحدث حدثا یوجب الوضوء فتیمم لهما ثم وجد من الماء ما یکفیهما بطل تیممه فی حق کل منهما وان لم یکف لاحدهما بقی فی حقهما وان کفی لاحدهما بعینه غسله وبقی التیمم فی حق الآخر وان کفی لکل منفردا لکن صرفه الی اللمعة اه والصورة الثالثة

شبہہ ۱

امام صدر الشریعہ فرماتے ہیں: جنب نے غسل کیا پانی اس کی پیٹھ کی ایک جگہ تک نہ پہنچا اور ختم ہو گیا اور کوئی ایسا حدث ہوا جو وضو واجب کرتا ہے تو اس نے دونوں کے لیے تیمم کیا پھر اتنا پانی مل گیا جو دونوں کے لیے کافی ہو تو اس کا تیمم دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں باطل ہو گیا۔ اور اگر کسی ایک کے لیے ناکافی ہو تو دونوں کے حق میں باقی رہے گا۔ اور اگر معین طور پر ایک کے لیے کافی ہو تو اسے دھوئے اور

[1] شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱/ ۱۰۳

تشمل ما اذا كفى للوضوء دون اللمعة وقد حكم فيه ببطلان تيممه في حق الحدث وايجاب الوضوء والظاهر ان هذا انما يستقيم على ما قدم اول الباب من وجوب الوضوء على ذي حدثين وجد وضوءً لانه فرض فيه الحدث قبل التيمم ثم اوجب الوضوء للحدث فاذن يكون التأويل توجيها للقول بما لا يرضى به قائله۔

دوسرے کے حق میں تیمم باقی رہے گا اور اگر تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو لمعہ (غسل میں چھوٹی ہوئی جگہ) دھوئے الخ۔ تو تیسری صورت اسے بھی شامل ہے جب پانی وضو کے لیے کافی ہو لمعہ کے لیے کافی نہ ہو اور اس صورت میں یہ حکم کیا ہے کہ حقِ حدث میں اس کا تیمم باطل ہو جائیگا اور وضو کرنا واجب ہوگا۔ ظاہر یہ ہے کہ یہ اسی بنیاد پر راست آسکے گا جو اوّل باب میں بتایا کہ ایسا دو حدث والا جس کے پاس وضو کا پانی موجود ہے اس پر وضو واجب ہے کہ اس میں حدث تیمم سے پہلے ہونا فرض کیا ہے پھر حدث کے لیے وضو واجب کیا ــــ اس کے پیشِ نظر تاویل مذکور کسی کے کلام کی ایسی توجیہ ہوگی جس سے خود صاحبِ کلام راضی نہ ہو۔ (ت)

بل يسري الشك الى الحكم المتقدم فان صدر الشريعة غير متفرد به هذا الامام الجليل الاقدم ابو البركات النسفي قد قال في الكافي جنب على بدنه لمعة احدث قبل ان يتيمم تيمم لهما واحدا فان وجد ما يكفي لاحدهما غير عين صرفه الى اللمعة ويعيد التيمم للحدث عند محمد[1] اه فما منشؤ عدة تيمم الحدث الا ايجاب الوضوء له مع كونه قبل تيمم الجنابة وابو يوسف وان خالفه في الاعادة فلا لانه لا يوجب الوضوء في نفسه بل لعدم فرض وذلك ان امر الجنابة اعم فكان الماء

بلکہ یہ شک پچھلے حکم تک سرایت کرے گا کیونکہ صدر الشریعۃ اس میں متفرد نہیں ــ ان سے مقدم امام جلیل ابو البرکات نسفی ہیں جو کافی میں رقمطراز ہیں: ایسا جنب ہے جس کے بدن پر لمعہ ہے اسے قبلِ تیمم حدث ہوا تو دونوں ہی کے لیے ایک تیمم کرے۔ اب اگر اسے اتنا پانی مل جائے جو غیر معین طور پر دونوں میں سے کسی ایک کے لیے کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے، اور امام محمد کے نزدیک حدث کے لیے تیمم کا اعادہ کرے اھ تو تیمم حدث کے اعادہ کا منشا اس کے سوا نہیں کہ حدث کے سبب وضو واجب ہے باوجودیکہ حدث تیمم جنابت سے پہلے ہے اور امام ابو یوسف اعادہ کے

---

[1] کافی

مستحق الصرف اليه والمستحق لحاجة اهم كالمعدوم كما سيأتي عن الكافي ان شاء الله تعالى في الرسالة التالية وهذا يفيد اتفاق الصاحبين رضي الله تعالى عنهما على وجوب الوضوء لجنب احدث قبل التيمم لها مع ان المقرر فيما مر ان لا وضوء عليه الا اذا احدث بعد ما تيمم۔

حکم میں اگرچہ ان کے برخلاف ہیں مگر اس لیے نہیں کہ وہ فی نفسہ وضو واجب نہیں کہتے، بلکہ کسی عارض کی وجہ سے۔ اور وہ یہ ہے کہ جنابت کا معاملہ زیادہ سخت ہے تو پانی اسی کا مستحق ہوا کہ جنابت میں صرف ہو اور جو کسی اہم حاجت کا مستحق ہو چکا ہو وہ کالمعدوم ہے۔ جیسا کہ اگلے رسالہ میں ان شاء اللہ تعالیٰ کافی کے حوالہ سے آرہا ہے ۔۔۔ اس سے مستفاد ہوتا ہے کہ صاحبین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا اس جنب کے لیے وجوب وضو پر اتفاق ہے جو جنابت کا تیمم کرنے سے پہلے محدث ہوا۔ باوجودیکہ ماسبق میں ثابت ومقرر یہ ہے کہ اس پر وضو نہیں مگر اس صورت میں جبکہ تیمم کرلینے کے بعد اسے حدث ہو۔

ولعلك تقول اولاً اين هذا من ذلك فانه كان ثمه واجد الماء الوضوء قبل التيمم للجنابة فكان [illegible] الوضوء ايجابه على جنب لا يجد غسلا وهو خلاف المذهب اما ههنا فبعد وجده بعد ما تيمم لها والفرض انه لا يكفي لسعة فكان تيممه لها بحاله فعريته جنابا وبالقدرة على الوضوء انتقض تيممه في حق الحدث لانه لا يكون طهارة الا الى وجدان الماء فاذا وجد فقد عاد محدثا والمحدث غير جنب اذا وجد وضوء فلا شك في وجوب الوضوء عليه الا ترى الى ما قدمت في الدليل الى ص عن البدائع لم يتوضأ به لان هذا محدث وليس بجنب وعن البدائع محدثا لا جنبا

اس پر چند باتیں کہی جا سکتی ہیں **اولاً** کہاں یہ کہاں وہ، وہاں اسے تیمم جنابت سے پہلے آب وضو دستیاب تھا تو [illegible] وضو واجب کرنا ایسے جنب پر وضو واجب کرنا تھا جسے غسل کا پانی دستیاب نہیں اور وہ خلاف مذہب ہے لیکن یہاں اسے جنابت کا تیمم کرلینے کے بعد پانی ملا ہے اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ وہ پانی غسل کے لیے کافی نہیں اس لیے اس کا تیمم جنابت برقرار ہے تو دوبارہ وہ جنابت والا نہ ہوگا اور وضو پر قدرت کی وجہ سے حق حدث میں اس کا تیمم ٹوٹ گیا کیونکہ تیمم پانی کی دستیابی تک ہی طہارت ہوتا ہے جب وہ دستیاب ہوگیا یہ مفقود ہوگیا۔ تو وہ پھر محدث ہوگیا۔ اور محدث غیر جنب کو جب وضو کا پانی مل جائے تو اس پر وضو واجب ہونے میں کوئی شک نہیں وہ عبارت دیکھئے جو دلیل پنجم میں بدائع کے حوالہ سے پیش ہوئی: اس سے وضو کرے گا کیونکہ یہ محدث ہے

؎ بدائع الصنائع شرائط ارکان التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۱

فیتوضأ۔[1]

اور جنب نہیں ہے۔[1] اور درمختار کے حوالے سے یہ محدث ہوا جنابت والا نہیں تو اسے وضو کرنا ہے۔

وثانیاً لم یکن علیہ وضوء لبقاء الحدث کما ھو لوجود الجنابۃ ولا ترتفع بالوضوء اما الاٰن فقد زالت بالتیمم۔

ثانیاً اس پر وضو اس لیے نہیں تھا کہ جنابت موجود ہونے کی وجہ سے حدث ویسے ہی باقی رہتا اور جنابت وضو سے ختم نہ ہوتی لیکن اس وقت تو جنابت تیمم سے دُور ہو چکی ہے۔

وثالثاً لم یکن ماؤہ مبیحا للصلاۃ لاجل الجنابۃ والاٰن یبیح۔

ثالثاً اس کا پانی جنابت کی وجہ سے نماز مباح کرنے والا نہ تھا اور اس وقت مباح کرنے والا ہے۔

ورابعاً کان فیہ الجمع بین البدلین فی طہارۃ واحدۃ والاٰن قد تمت الطہارۃ الاولی بالتیمم بلا ماء وبعود الحدث بالقدرۃ علی الماء دون الجنابۃ تتم ھذہ بالماء بلا تراب۔

رابعاً اس میں ایک طہارت کے اندر دونوں بدل جمع کرنا ہوتا۔ اور اس وقت پہلی طہارت بغیر پانی کے تیمم کے ذریعہ پوری ہو چکی ہے اور پانی پر قادر ہونے سے حدث لوٹ آنے کی وجہ سے یہ طہارت بغیر مٹی کے پانی سے پوری ہوگی۔

وخامساً قد نصوا قاطبۃ فی المتون و سائر کتب المذہب ان حدوث قدرۃ علی الماء کحدوث حدث فی نقض التیمم ولا شك ان لو تیمم لھما ثم احدث فعلیہ الوضوء فکذا اذا قدر علی ماء الوضوء فانی الابتناء علی ما جری عن الصدر فی صدر الباب۔

خامساً متون اور دیگر کتب مذہب میں یہ مسئلہ متفقہ طور پر معروف ہے کہ تیمم توڑنے کے معاملہ میں پانی پر قدرت پیدا ہونا ایسے ہی ہے جیسے حدث پیدا ہونا۔ اور اس میں شک نہیں کہ اگر وہ دونوں ہی کے لیے تیمم کر لیتا پھر اسے حدث ہوتا تو اس پر وضو واجب ہوتا تو یہی حکم اس وقت بھی ہوگا جب آب وضو پر اسے قدرت مل جائے۔ تو یہ حکم اس پر کہاں مبنی رہا جو شروع باب میں صدر الشریعۃ کے حوالے سے صادر ہوا۔

اقول بل فان مبنی کل ذلك علی

اقول (میں کہتا ہوں) بلکہ نہیں ان سب

---

[1] الدرالمختار مع الشامی باب التیمم مصطفی البابی مصر ۱۸۶/۱

فرض انتقاض تیممه فی حق الحدث برؤیة الماء وفیه النظر کیف ولو نقضه بقاءً لنقضه ابتداءً ومنعه ابتداءً هو عین ما فی صدر الباب خلاف ما علیه النصوص والدلائل ان العلامة فقد قال الامام ملک العلماء فی البدائع الاصل فیه ان کل ما منع وجوده التیمم نقض وجوده التیمم وما لا فلا اھ ومثله فی البحر والتنویر والدر وغیرها من الاسفار ای کل ما لا یمنع ابتداءً لا ینقض بقاءً وینعکس عکس النقیض الی قولنا کل ما ینقض بقاءً یمنع ابتداءً فثبت المطلوب وبه علم ان المناص ابین بطلانا واوضح بالبناء علی ذلک الحکم المحذور۔

کر لیا ادھی مفروضہ پر ہے کہ پانی دیکھنے سے اس کا تیمم حق حدث میں ٹوٹ جاتا ہے اور یہی محل نظر ہے۔ یہ کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ اگر یہ بقاءً ناقض تیمم ہوتا تو ابتداءً مانع تیمم بھی ہوتا — اور ابتداءً مانع تیمم ہونا یہی تو وہ بات ہے جو شروع باب میں نصوص و دلائل کے برخلاف وارد ہوتی ہے۔ خلاصہ یہ کہ بقاءً ناقض ہونے کو ابتداءً مانع ہونا لازم ہے، کا ثبوت یہ ہے کہ امام ملک العلماء نے بدائع شریعت میں رقم فرمایا ہے کہ "اس باب میں اصل یہ ہے کہ ہر وہ چیز جس کا وجود تیمم سے مانع ہے اس کا وجود تیمم کا ناقض بھی ہے اور جو مانع نہیں وہ ناقض بھی نہیں" اھ۔ اسی کے مثل البحرالرائق، تنویر الابصار، درمختار وغیرہا مشہور کتابوں میں بھی ہے۔ یعنی ہر وہ جو ابتداءً مانع نہیں وہ بقاءً ناقض نہیں — اس کا عکس نقیض یہ ہوگا "ہر وہ جو بقاءً ناقض ہے وہ ابتداءً مانع ہے" — تو مطلوب ثابت ہوگیا۔ اسی سے معلوم ہوا کہ مناص کا بطلان زیادہ روشن ہے اور اس حکم محذور پر بھی ہونے میں یہ زیادہ واضح ہے۔ (ت)

الشبهة الثانیة نصوا انه

بقیت له لمعة واحدث بعد التیمم لها کما صور فی اکثر الکتب وکذا ان احدث قبله کما صور بالوجهین فی بعضها ثم وجد الماء قبل تیمم للحدث ان کفی للمعة دون الوضوء غسل وتیمم للحدث وکذا ان کفی لکل منهما لا لهما علی التعیین لان الجنابة اغلظ فان خالف وترك اعاد التیمم للمعة بالاتفاق

شبہہ ۲: وہ شخص جس کا کچھ حصہ دھلنے سے رہ گیا اور جنابت کا تیمم کرنے کے بعد اسے حدث ہوا — جیسا کہ اکثر کتابوں میں یہ صورت مسئلہ بیان کی ہے — یوں ہی اگر تیمم کرنے سے پہلے اسے حدث ہوا جیسا کہ بعض کتابوں میں دونوں ہی صورت بیان کی ہے — پھر اس شخص کو حدث کا تیمم کرنے سے پہلے پانی مل گیا اس کے بارے میں علما نے صراحت فرمائی ہے کہ اگر وہ پانی وضو کے لیے نہیں بلکہ

الروايات وستأتي نصوص دالة في هذه النصوص الثلاث ليس الا تحقيق الطهارتين و الجمع بين البدلين حيث تطهر في وقت واحد بالماء والتراب معا وكون الماء للجنابة و التراب للحدث لا يمنع الجمع والا علم صحته واحد شيء وجه وضوء عن الوضوء فانه ايضا لم يجتمع على شيء واحد بل كان التراب للجنابة والماء للحدث۔

صرف چھوٹی ہوئی جگہ کے لیے کافی ہے تو اسے دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے۔ یونہی اگر دونوں میں سے ہر ایک کے لیے جداگانہ کافی ہو تو بھی اس جگہ کو دھوئے اس لیے کہ جنابت زیادہ سخت ہے اگر اس نے اس کے برخلاف کیا اور پانی وضو میں صرف کیا تو چھوٹی ہوئی جگہ کے لیے، بالاتفاق دوبارہ تیمم کرتا ہے نصوص عنقریب آرہے ہیں۔ ان تینوں صورتوں میں دونوں طہارتوں کو خلط کرنا اور دونوں بدل کو جمع کرنا ہی تو ہے۔ اس طرح کہ یک وقت اس نے پانی اور مٹی دونوں سے طہارت حاصل کی ــــ اور پانی کا جنابت کے لیے، مٹی کا حدث کے لیے ہونا جمع سے مانع نہیں۔ اگر یہ بات نہیں تو حدث والے کو جسے آب وضو دستیاب ہے آپ نے وضو سے کیوں روکا (وجہ فرق کیا ہے) وہاں بھی تو دونوں بدل ایک شئی پر مجتمع نہ ہوئے بلکہ مٹی جنابت کے لیے ہے اور پانی حدث کے لیے ہے۔ (ت)

الشبهة الثالثة

في صورة كفاية الماء للمعة وحدها او بكل منفردا بوجوب استعماله في اللمعة وانتقاض تيممه لها وانه يتيمم للحدث ومعلوم قطعا ان هذا الماء لم يكن محللا للصلاة في الصورتين لبقاء الحدث والاحتياج له الى التيمم فكان يجب ان لا ينتقض تيممه بها لما مر من نصوص الائمة الجهابذة في الدليل السادس ان المراد في الكريمة هو الماء الذي اذا استعمل اباح الصلاة وهذا ليس به هذا تقرير الشبهات۔

شبہہ ۳: جب پانی صرف لمعہ کیلئے کفایت کرے یا جب تنہا ہر ایک کیلئے کفایت کرے ان صورتوں میں بھی علماء نے صراحت فرمائی ہے کہ پانی لمعہ میں استعمال کرنا واجب ہے ایسا تیمم جنابت ٹوٹ جائے گا اور حدث کے لیے وہ تیمم کرے گا۔ یہ بھی قطعاً معلوم ہے کہ دونوں صورتوں میں یہ پانی نماز مباح کرنے والا نہ تھا کیونکہ حدث باقی ہے اور اس کے لیے تیمم کی ضرورت ہے تو ضروری کہ اس کا تیمم جنابت نہ ٹوٹے اس لیے کہ دلیل سادس میں ائمہ ماہرین کی تصریحات گزر چکی ہیں کہ آیت کریمہ میں وہ پانی مراد ہے جو استعمال کیا جائے تو نماز مباح ہو جائے گی اور یہ وہ پانی نہیں یہ شبہات کی تقریر ہے۔ (ت)

واقول في الجواب بتوفيق الوهاب

اما الاحيان فان الحدث فيهما بعد تيمم

جواب شبہات: جواب شبہات میں بتوفیق خدائے وہاب میں کہتا ہوں ـــ آخری دونوں

للجنابة فالجواب واضح لانه اذن مستبد قطعا لا يصلح للاندراج لارتفاع الجنابة بالتيمم فكيف يندرج الموجود في المعدوم ولذا اجمعت الامة انه اذا احدث بعد تطهير الجنابة بالغسل او بالتيمم ووجد وضوءً يجب عليه الوضوء فاذا لم يندرج فيها لم يكن الجمع بين البدلين في طهارة واحدة بل طهارتين كمن اجنب ولم يجد غسلا فتيمم فاحدث فوجد وضوءً فتوضأ ولا يرد ذو الحدثين لاجل الاندراج فيكون جمعا في طهارة واحدة وكذلك المراد بالاباحة الاباحة من جهة ازالة مانعية لاقاها وان بقي المنع من جهة اخرى كما سبق في من توضأ وعلى فخذه محض مانع ولا يرد ذو الحدثين فليس به مانعيتان ووضوؤه يزيل احدهما وان بقيت الاخرى بل مانعية واحدة لاندراج الصغرى في الكبرى فاذا لم يكف للكبرى لم يكن محللا للصلاة اصلا ولو كان يكفي للصغرى۔

شبہات کو لیجئے۔ اگر ان میں حدث تیمم جنابت کے بعد تھا تو جواب واضح ہے کہ اس صورت میں وہ یقیناً مستقل ہے۔ جنابت میں شامل و مندرج ہونے کے قابل نہیں کیونکہ جنابت تو تیمم سے ختم ہوچکی ہے تو موجود معدوم میں کیسے شامل ہوگا۔ اسی لیے اس بات پر امت کا اجماع ہے کہ جب غسل یا تیمم سے تطہیر جنابت کے بعد حدث ہو اور آب وضو دستیاب ہو تو اس پر وضو واجب ہے۔ جب حدث جنابت میں شامل نہ ہوا تو دونوں بدل کو ایک طہارت میں جمع کرنا نہ ہوا بلکہ دو طہارتوں میں ہوا جیسے وہ شخص جسے جنابت لاحق ہوئی اور غسل کا پانی نہ پایا تو تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا اور وضو کا پانی پایا تو وضو کیا — اس پر دونوں حدث والے سے اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا ایک حدث دوسرے میں شامل ہے تو وہاں ایک ہی طہارت میں دونوں بدل جمع کرنا لازم آئے گا — اسی طرح اباحت سے مراد وہ اباحت ہے جو اس مانعیت کے ازالہ کی جہت سے ہو جس سے پانی کا اتصال ہو اگرچہ دوسری جہت سے ممانعت باقی ہو جیسا کہ اس کے بارے میں گزرا جس نے وضو کیا اور اس کی ران پر کوئی مانع محض موجود ہے۔ اس پر بھی دونوں حدث والے سے اعتراض نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا حال ایسا نہیں کہ اس میں دو مانعیت (ممانعت) ہوں اور وضو ایک کو دور کردے اگرچہ دوسری باقی رہ جائے۔ بلکہ اس میں ایک ہی مانعیت ہے کیونکہ صغرٰی کبرٰی میں شامل ہوگئی ہے تو پانی جب کبرٰی کے لیے ناکافی ہو — قطعاً نماز کو مباح کرنے والا نہ ہوسکے گا اگرچہ صغرٰی کے لیے کافی ہو۔ (ت)

واما ان كان الحدث قبل التيمم كما في الشبهة الاولى فاقول الجواب عنه جميعا في حرف واحد ان شاء الله العزيز

لیکن ان دونوں صورتوں میں اگر حدث تیمم سے پہلے ہو، جیسا کہ شبہۂ اولٰی میں ذکر ہے، تو میں کہتا ہوں اس کا جواب ایک حرف میں ہے

الواحد الماجد وقد لوحت اليه في الافادة العاشرة وذلك ان الحدث له معنيان كما قدمنا في الطرس المعدل احدهما نجاسة حكمية تحل بسطوح الاعضاء الظاهرة التي يلحقها حكم التطهير حلول سريان والسطح منقسم طولا وعرضا فبانقسامها تنقسم النجاسة الحالة بها وعن هذا يسقط الفرض عما اصابه الماء وتبقى النجاسة في الباقي والاخر وصف المكلف وهو تلبسه بها ما بقي منها ذرة وهذا هو الحدث الذي لا يتجزى وان كان الاول متجزيا ينقسم الى قسمين شامل ومقتصر فالشمول في الجنابة ما لم يمس ماء والاقتصار اذا غسل بعض البدن فان النجاسة الحكمية تزول عن المغسول وتبقى في غيره والحدث الاصغر لا يعتبر في غير الاعضاء الاربعة فان كانت الكبرى شاملة وجب الاندراج لعمومها تلك الاعضاء ايضا وان كانت مقتصرة لم يلزم لان تكون الجنابة في غيرهن وفيهن الحدث ولا يكون الا بان يتوضأ الجنب ويمس الماء على اعضاء وضوئه وتبقى لمعة في غيرهن ثم يحدث فيعتريهن الحدث ولا وجه للاندراج لتباين المحل والى هذا اشرت بقولي في المسئلة المحل جزء من المحل والمطهر بعض من المطهر وهذا امر واضح ههنا كما دل عليه قول الامام صدر الشريعة ولم

اگر خدائے غالب عزّ و جلّ نے چاہا۔ اس جواب کی طرف جواب دہم میں اشارہ بھی کر چکے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ حدث کے دو معنی ہیں، جیسا کہ ہم نے الطرس المعدل میں بیان کیا ___ ایک نجاست حکمیہ جو اعضا کی اُن ظاہری سطحوں میں حلول سریانی کئے ہوتی ہے جنہیں حکم تطہیر لاحق ہوتا ہے ___ اور سطح لمبائی چوڑائی، طول و عرض میں منقسم چیز ہے تو سطحوں کے منقسم ہونے سے ان میں حلول کرنے والی نجاست بھی منقسم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جس حصہ کو پانی پہنچتا ہے اس سے فرض ساقط ہو جاتا ہے اور بقیہ حصہ میں نجاست باقی رہتی ہے۔ دوسرا معنی یہ ہے کہ حدث مکلف کی ایک صفت ہے اور وہ یہ ہے کہ مکلف نجاست حکمیہ سے متلبس ہے جب تک اس کی نجاست کا ایک ذرہ بھی باقی ہے یہ حدث باقی رہے گا۔ یہی وہ حدث ہے جو غیر متجزی و غیر منقسم ہے۔ اور اول چونکہ متجزی ہے اس کی دو قسمیں ہوں گی: شامل اور مقتصر۔ جنابت میں شمول اس وقت ہے جب پانی مس نہ ہوا ہو۔ اور اقتصار اس صورت میں ہے جب بدن کا کوئی حصہ دُھل گیا ہو اس سے یہ دھوئے ہوئے حصہ سے نجاست حکمیہ زائل ہو جاتی ہے اور دوسرے حصہ میں باقی رہتی ہے ___ اور حدث اصغر کا چاروں اعضا کے علاوہ میں اعتبار ہی نہیں تو اگر نجاست کبریٰ شاملہ ہے تو اندراج لازم ہے کیونکہ وہ ان اعضا میں بھی عام ہے اور اگر مقتصرہ ہے تو اندراج لازم نہیں۔ مثلاً یہ صورت ہو کہ جنابت اعضائے اربعہ کے علاوہ میں ہو اور ان اعضا میں

الحدث ھو الرجز لا تغییرہ عن صفتہ حتی یجعل المندرج غیر مندرج او بالعکس بل انما یرفعہ علی ما ھو علیہ من الحال ان مندرجا فمندرجا او مستبدا فمستبدا فاذا غسل وبقیت لمعۃ فی ظھرہ ثم احدث فتیمم لھما ان الھما معیّین الی وجدان الماء وھذہ ثمرۃ عمومہ لا ان یدرج نجاسۃ حکمیۃ قائمۃ بالاعضاء الاربعۃ فی نجاسۃ اخری قائمۃ بالظھر فتستقل کل منھما تنتظر الماء الکافی لھا فاذا وجد وضوءا وجب علیہ الوضوء ولو وجدہ قبل ھذا التیمم لمنعہ التیمم للحدث لان کل ناقض بقاء مانع ابتداء ویکون الماء محللا للصلاۃ بالنظر الی ھذا المستقل المستبد بغیر النظر فیہ الی الاخر ولم یجتمع الماء والتراب علی طھارۃ بل توزعا علی طھارتین مستقلتین فانحلت الشبھات جمیعا والحمد للہ رب العٰلمین وصلی اللہ تعالٰی علی سیدنا ومولٰنا محمد والہ وصحبہ اجمعین۔

حدث میں اس کا عمل یہی ہے کہ اسے دُور کر دے یہ نہیں کہ اس کی صفت بدل ڈالے اس طرح کہ مندرج کو غیر مندرج بنا دے یا اس کے برعکس۔ بلکہ صرف اتنا کرے گا کہ حدث جس حالت وصفت پر ہے اسی حال پر اسے رفع کر دے گا۔ مندرج ہے تو بحالت اندراج، مستقل ہے تو بحالت استقلال۔ اب دیکھیے جب اس نے غسل کیا اور اس کی پشت میں لمعہ باقی رہ گیا پھر اسے حدث ہوا اب اس نے حدث وجنابت دونوں کے لیے تیمم کیا تو یہ تیمم دونوں کو پانی کی دستیابی تک کے لیے دُور کر دے گا — یہی اس کے عموم اور ہمہ گیری کا ثمرہ ہے یہ نہیں کہ ایک نجاست حکمیہ جو اعضائے اربعہ میں ہے اسے دوسری نجاست حکمیہ میں جو پشت میں ہے مندرج کر دے۔ اس لیے دونوں نجاستوں میں سے ہر ایک اپنے لیے مستقل طور پر ماءِ کافی کے انتظار میں رہے گی جس وقت اسے وضو کا پانی مل جائے اس پر وضو واجب ہو جائے گا — اور اگر اس تیمم سے پہلے اسے وضو کا پانی ملتا تو وہ حدث کا تیمم کرنے سے مانع ہوتا اس لیے کہ ہر وہ جو بقاءً ناقض ہے ابتداءً مانع ہے اور پانی اس مستقل مستبد کے لحاظ سے جس میں دوسرے کی جانب نظر نہیں نماز کو مباح کرنے والا ہے۔ اور ایک طہارت پر پانی اور مٹی کا اجتماع نہ ہوا بلکہ دونوں دو مستقل طہارتوں پر متفرق اور جُدا جُدا ہیں — تمام شبہات حل ہو گئے اور ساری تعریف خدائے رب العٰلمین کے لیے ہے۔ اور خدا تعالٰی کی طرف سے ہمارے آقا ومولٰی محمد اور ان کی آل واصحاب سب پر درود ہو۔ (ت)

اقول ومن ھھنا ظھر وللہ الحمد ان من اجنب فتیمم فاحدث فتوضأ ثم بتھمر

اقول یہیں سے بحمدہ تعالٰی یہ بھی ظاہر ہوا کہ جسے جنابت ہوئی تو اس نے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس نے وضو کیا پھر کسی دریا کے

وقدر على الاغتسال فلم يغتسل عاد جنبا غير محدث بالحدث الاصغر لان الجنابة انما تعود فيما لم يصبه الماء من اعضائه و بوضوئه السابق مر الماء على اعضاء الوضوء فلا تعود اليها جنابة الا بسبب جديد كما بينا في الافادة الاولى ونقلنا التنصيص به عن الحلية والبدائع فهذا ان حدث ولو قبل التيمم للجنابة العائدة ووجد وضوءً وجب عليه الوضوء قطعا لان هذا حدث طرأ على طهر فينقضه ولا يكفيه تيممه لان الجنابة مقتصرة في غير اعضاء الوضوء فلم يندرج الحدث فيه وبقي مستقلا بحياله نعم يرتفع بتيممه للجنابة العائدة لو كان عاجزا عن الوضوء ايضا لان التيمم وان كان لجنابة قدر طهر لعم البدن فاذا وجد شرطه و هو العجز عن الماء في اعضاء الوضوء ايضا طهرها ايضا اما اذا قدر على الوضوء فلفقد الشرط وبالجملة اذا استقل الحدثان فالتيمم لهما وان كان واحدا بصورة تيممان معنى ينظر في كل منهما الى شرطه فحيث تحقق يصح في حقه وحيث لا لا بخلاف تيمم جنب ذي حدث مندرج فانه تيمم

پاس سے گزرا اور غسل پر قادر ہوا مگر اس نے غسل نہ کیا تو وہ پھر جنب ہوگیا لیکن محدث بہ حدث اصغر نہ ہوا —— اس لیے کہ جنابت ان ہی اعضاء میں عود کرے گی جنہیں پانی نہ پہنچا اور اعضائے وضو پر اس کے وضوئے سابق کی وجہ سے پانی گزر گیا تو ان پر جنابت بغیر کسی سبب جدید کے عود نہ کرے گی جیسا کہ ہم نے افادۂ اول میں بیان کیا۔ اور اس کی تصریح حلیہ اور بدائع سے نقل کی۔ پھر اس کو اگر حدث ہو۔ اگرچہ لوٹ آنے والی جنابت کا تیمم کرنے سے پہلے ہو —— اور وہ آب وضو پائے تو اس پر وضو قطعاً واجب ہے۔ اس لیے کہ یہ ایسا حدث ہے جو طہارت پر طاری ہوا تو اسے توڑ دے گا۔ اور اس وقت اس کا تیمم کرنا اسے کفایت نہیں کرسکتا اس لیے کہ وہ اس جنابت کے لیے ہے جو غیر اعضائے وضو میں مقتصر ہے تو حدث اس میں مندرج نہ ہوا اور الگ مستقل رہ گیا —— ہاں اس کا حدث لوٹ آنے والی جنابت کا تیمم کرنے سے اٹھ جائے گا اگر وہ وضو سے بھی عاجز ہو۔ کیونکہ تیمم اگرچہ تنہا جنابت کے لیے ہو لیکن تمام بدن کو عام ہوتا ہے۔ تو جب اس کی شرط —— اعضائے وضو میں بھی

له قال الامام فقيه النفس علم به

اقول والمراد القدرة فان العلم لا يستلزم القدرة والقدرة تستلزم العلم ۱۲ منه غفرله (م)

امام فقیہ النفس نے فرمایا: دریا کا اسے علم ہوا

اقول مراد قدرت ہے اس لیے کہ علم ہونا قدرت کو مستلزم نہیں اور قادر ہونا علم کو مستلزم ہے

۱۲ منہ غفرلہ (ت)

واحد صورة ومعنى لاجل الاندراج وههنا
لا اندراج الا ترى ان ما قدمنا عن الكافي
الآن من ايجاب الوضوء عليه اذا وجد ماء
كافيا له باتفاق الامامين وان قال الامام
الثاني بعدم حكم الوضوء عنه لما مر وسيجئ
في الرسالة التالية ان الاصح قول محمد و
هذه هي الجزئية المطلوبة فانه جنب ذو لمعة
وقد احدث قبل التيمم لها فوجب الوضوء
عليه وكذلك هو مفاد المنية على نسخة
المتن كما قدمنا وكذلك نص عليه في شرح
الوقاية كما تقدم وقد اقره المحشون وان طرد
ولم يستشكله احد كما استشكلوا جميعا قوله
في صدر الباب وما هو الا لان ما هنا في
حدث مستقل فلا يحوم حول ايجاب الوضوء
فيه شبهة ولا ارتياب وههنا نعود
جميع الابحاث التي اوردناها في الافادة
العاشرة على طريقة السؤال ودفعناها بعدم
الاستقلال فترد الآن ولا مرد لشيء
منها ولا مرد له ورحم الله الفاضل المجدد
والعلماء جميعا اذ صور وجود الجنابة من دون
حدث بثلاث صور اولها هذه ولما اتى على
استظهار عدم وجوب الوضوء خص الكلام
بالاخيرتين وجعل هذه بمعزل عنه كما نقلنا
كلامه آخر الدلائل وتتمته في الاشكال
الخامس لان هذه لا ارتياب فيها وحيث

پانی سے عجز — یا پانی جائے تو انہیں بھی پاک کرے گا۔
مگر وضو پر قدرت کی حالت میں پاک نہ کرے گا اس لیے
کہ شرط مفقود ہے — خلاصہ یہ کہ جب دونوں حدث
مستقل ہوں تو ان کے لیے تیمم اگرچہ صورۃً ایک ہو
معنیً دو تیمم ہوں گے ہر ایک میں اس کی شرط پر نظر
کی جائے گی جہاں جس کی شرط متحقق ہو اس کے حق میں
وہ تیمم صحیح ہوگا جہاں شرط نہ متحقق ہو صحیح نہیں ہوگا
مگر حدث مندرج والے جنب کا تیمم اس کے برخلاف
ہے اس لیے کہ اندراج کی وجہ سے وہ صورۃً بھی ایک
تیمم ہے اور معنیً بھی — اور یہاں اندراج نہیں —
وہی عبارت دیکھ لیجئے جو ابھی ہم نے کافی کے حوالے
پیش کی ہے کہ باتفاق امام اعظم و امام محمد علیہما الرحمۃ
اس پر وضو ہے کافی پانی کی دستیابی کی صورت
میں وضو واجب ہے اگرچہ امام ثانی (ابو یوسف) کا قول ہے کہ اس سے
وضو کا حکم عارضہ کے سبب ساقط ہو جائیگا اور آنے والے رسالہ میں
یہ بات آرہی ہے کہ اصح قول امام محمد کا ہے اور یہی بعینہ ہمارا مطلوب
جزئیہ ہے اس لیے کہ وہ ایسا جنب ہے جسے تیمم جنابت سے پہلے حدث بھی
لاحق ہوا تو اس پر وضو واجب ہو گیا۔ اسی طرح شرح وقایہ میں بھی
اس کی تصریح ہے جیسا کہ گزرا۔ اسے محشین و ناظرین
نے برقرار بھی رکھا اور کسی نے اس میں اشکال محسوس
کیا جیسے شروع باب میں ان کے قول میں سبھی حضرات
نے اشکال کیا — اس کی وجہ یہی ہے کہ وہاں جو
کلام ہے وہ حدث مستقل کے بارے میں ہے تو اس
میں ایجاب وضو کے گرد کسی شک وشبہہ کا گزر نہیں۔
اور یہاں وہ ساری بحثیں آجاتی ہیں جنہیں ہم افادہ دہم

الوضوء نعم لو تیمم ثم احدث ولم یتوضأ ثم مر بماء وجاوزه فهذا وان وجد وضوءً لا وضوء علیه سواء احدث اولم یحدث لان الحدث بعد ما کان مستقلا صار منه دجا لعود الجنابة الی اعضاء الوضوء وکذا کل حدث یحدث بعده مالم یحدث بعد رفع الجنابة العائدة عن اعضاء الوضوء بعضا اوکلا بماء او تراب فظهرت ها وقع فی مسألة الجنب المذکورة فی الخانیة الشریفة من قوله احدث اولم یحدث سبق قلم من الامام الاجل فقیه النفس رحمه الله تعالی رحمة واسعة ورحمنا به فی الدنیا و الاخرة آمین ولاغرو فلکل جواد کبوة و لکل صارم نبوة و لا عصمة الا [illegible] ثم النبوة و المسألة قد ذکرها محرر المذهب محمد رضی الله تعالی عنه فی کتاب الاصل لم یذکر فیه احدث او لم یحدث و هکذا اثره فی الخلاصة اذ قال رجل تیمم لجنابة وصلی ثم احدث ومعه من الماء قدر ما یتوضأ به للصلاة یتوضأ به لصلاة اخری فان توضأ به ولبس خفیه ثم مر بالماء ولم یغتسل حتی صار عادم الماء ثم حضرت الصلاة و معه من الماء قدر ما یتوضأ به فانه یتیمم ولا یتوضأ فان تیمم ثم حضرت الصلاة الاخری وقد سبقه الحدث فانه یتوضأ به و یمسح خفیه وان لم یکن مر بماء قبل

میں بغور سوال لائے اور انھیں عدم استقلال کے جواب وضو کیا وہ اب پھر وارد ہوں گی اور ان میں سے کوئی ترد ہو سکتی ہے تو ٹل سکتی ہے خدا کی رحمت ہو فاضل برجندی — اور تمام علماء — پر کہ فاضل موصوف نے بغیر حدث کے جنابت پائے جانے کی تین صورتیں پیش کیں جن میں پہلی صورت یہی ہے — اور جب عدم وجوب وضو کے بارے میں اپنی رائے کے اظہار پر آئے تو صرف بعد والی دونوں صورتوں سے متعلق کلام کیا اور اسے صرف کلام سے بالکل الگ رکھا جیسا کہ دلائل کے آخر میں ہم نے ان کا کلام نقل کیا۔ اور اس کا مکمل شمول تو یہ ہے کیونکہ اس سے متعلق وجوب وضو میں کوئی شک نہیں — ہاں اگر تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا اور وضو نہ کیا پھر (نہانے کے قابل) پانی کے پاس سے گزرا اور اسے چھوڑ کر آگے چلا گیا — تو اس شخص کے پاس اگرچہ آب وضو موجود ہے مگر اس پر وضو نہیں خواہ اسے حدث ہو یا نہ ہو —— اس لیے کہ اس کا حدث پہلے اگرچہ مستقل تھا مگر اب اعضائے وضو میں جنابت لوٹ آنے کی وجہ سے مندرج ہو گیا اسی طرح عود جنابت کے بعد جو بھی حدث ہوگا (سب مندرج ہو جائے گا) بشرطیکہ عود کرنے والی جنابت کو پانی یا مٹی کے ذریعہ اعضائے وضو سے کلاً یا بعضاً رفع کرنے کے بعد وہ حدث نہ پیدا ہوا ہو (کہ ایسا حدث مندرج نہ ہوگا) اس سے ظاہر ہوا کہ جنب کے مذکورہ مسئلہ میں خانیہ شریفہ میں واقع یہ عبارت "احدث اولم یحدث" (اسے حدث ہو یا نہ ہو) امام اجل فقیہ النفس کی سبقت قلم سے صادر ہوئی۔

وذلک نص علی خفیۃ الکل فی الاصل[1] اھ ھذا ما عندی والعلم بالحق عند ربی انہ بکل شیئ علیم۔

خدائے برتر انہیں اپنی وسیع رحمت سے نوازے اور ان کی برکت سے دُنیا و آخرت میں ہم پر بھی رحم فرمائے۔ یہ کوئی حیرت انگیز امر نہیں کیونکہ اسپ خوش رفتار کو ٹھوکر بھی لگتی ہے اور شمشیرِ برّاں کو نامواقفت سے بھی دوچار ہونا پڑتا ہے۔ عصمت تو صرف کلامِ الوہیت پھر کلامِ نبوت کو ہے — یہ مسئلہ محرر مذہب امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ نے کتاب الاصل (مبسوط شریف) میں بیان کیا ہے۔ اس میں "احدث او لم یحدث" ذکر نہ فرمایا۔ خلاصہ میں ان کی عبارت اسی طرح نقل فرمائی ہے جو درج ذیل ہے: ایک شخص نے جنابت کا تیمم کیا اور نماز ادا کی پھر اسے حدث ہوا اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جس سے وضو کرسکتا ہے تو اس سے دوسری نماز کے لیے وضو کرے گا۔ اگر اس سے وضو کیا اور موزے پہن لیے پھر پانی کے پاس سے گزرا اور غسل نہ کیا یہاں تک کہ پانی اس کے لیے معدوم ہوگیا پھر نماز کا وقت آیا اب اس کے پاس بقدرِ وضو پانی ہے تو وہ تیمم کرے گا اور وضو نہیں کرے گا۔ اگر اس نے تیمم کرلیا پھر دوسری نماز کا وقت اس حالت میں آیا کہ اسے حدث ہو چکا تو اس پانی سے وہ وضو کرے گا اور اپنے موزے اتار دے گا — اور اگر اس سے پہلے وہ پانی سے گزرا تھا تو اپنے موزوں پر مسح کرے — یہ سب اصل (مبسوط) میں ہے اھ یہ وہ ہے جو میرے نزدیک ہے۔ اور حق کا علم میرے رب کے پاس ہے۔ بیشک وہ ہر شے کا علم رکھتا ہے۔ (ت)

الافادۃ ۱۲ تقریری ھذا افتح و

للہ الحمد باب التاویل بل **فاقول** مع حفظ معناہ ولا نتصرف فی شیئ من الالفاظ نقول الجنابۃ اذا شغلت لم یظھر معھا حدث بل اندمج فیھا واستھلک کالمذی فی المنی فی حکم الطھارۃ فحینئذ لا تکون الا باستقلالھما وذلک فی جنابۃ مقتصرۃ لا تشغل محل الحدث طرا ولا یکون الا بان یتوضأ بعد الجنابۃ کلا او بعضا ثم یحدث کما تقدم والعرض ان الماء یکفی للحدث لا للجنابۃ فیجب ان تکون

افادہ ۱۲: میری اس تقریر نے کرم تعالٰی

تاویل کا ایک اور دروازہ کھولا **فاقول** (تو میں کہتا ہوں) عبارت شرح وقایہ میں مع اپنے معنی کے رہے اور ہم کسی لفظ میں تصرف نہیں کرتے۔ ہم کہتے ہیں جنابت جب شامل ہو اس کے ساتھ کوئی حدث ظاہر نہ ہوگا بلکہ اسی میں مل جائیگا اور غائب و مستہلک ہوجائے گا جیسے حکم طہارت میں منی کے اندر مذی کے غیاب و استہلاک کا حال ہے۔ تو حدث و جنابت دونوں ایک ساتھ اسی وقت ہوں گے جب دونوں مستقل ہوں۔ یہ اس جنابت مقتصرہ میں ہوگا جو

---

[1] خلاصۃ الفتاوٰی، جنس التیمم، مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۸

الجنابة فی محل اکبرمن اعضاء الوضوء و حینئذ لا شك انه اذا وجد وضوء یجب علیه الوضوء بالاتفاق لان تیممه یکون للجنابة خاصة ولا یرفع الحدث لکونه مستبدا بالحکم والماء کاف له والحمد ﷲ حمدا کثیرا طیبا مبارکا فیه و صلی اللہ تعالٰی علی سیدنا و مولٰنا محمّد و اٰله و ذویه ، اٰمین۔

پورے محلِ حدث کو شامل نہ ہو ـــ اس کی صورت یہی ہوگی کہ جنابت کے بعد کُلّاً یا بعضاً وضو کرے پھر اسے حدث ہو جیسا کہ پہلے ذکر ہوا۔ اور فرض یہ کیا گیا ہے کہ پانی حدث ہی کے لیے کفایت کر رہا ہے جنابت کے لیے نہیں۔ تو ضروری ہے کہ جنابت اعضائے وضو سے زیادہ بڑے حصّے میں ہو ـــ جب یہ صورت ہو تو بلاشبہہ آب وضو ملنے کے وقت اس پر بالاتفاق وضو واجب ہوگا اس لیے کہ اس کا تیمم خاص جنابت کے لیے ہوگا اور حدث رفع نہ کرے گا کیونکہ حدث تو اپنا مستقل حکم رکھتا ہے۔ اور اس کے لیے بقدر کفایت پانی موجود ہے اور ساری حمد خدا کے لیے ہے کثیر پاکیزہ بابرکت حمد ـــ اور خدائے برتر کی طرف سے ہمارے آقا و مولٰی محمد اور ان کی آل اور ان کے سبھی لوگوں پر درود ہو۔ الٰہی! قبول فرما۔ (ت)

فظهران معنی کلام الامام ان الحدث علی ثلثة انواع الاول من به جنابة وحدها سواء لم یکن معها حدث اصلا کما مرتصویره اوکان وهو مضمون مستهلك فیها کجنب لم یمس ماء اوغسل بدنه ماعدا اعضاء الوضوء اوغسل غیرها و غیر حصة اخری ثم احدث فی الکل قبل ان یتطهر لها والثانی من به جنابة معها حدث کجنب توضأ او غسل بعض اعضاء وضوئه فقط او مع غیرها من سائر البدن کلا او بعضا ثم احدث قبل التیمم لها او فصل ذلك وفق الماء و تیمم لها ثم احدث ثم مربماء یکفی لها مع یغتسل والثالث من به حدث وحده وهو ظاهر و هذه احکامها اما القسم الاول

اس سے ظاہر ہوا کہ امام صدر الشریعۃ کے کلام کا معنی یہ ہے کہ حدث کی تین قسمیں ہیں،

اوّل وہ جسے صرف جنابت ہے خواہ اس کے ساتھ کوئی حدث بالکل نہ ہو۔ جیسا کہ اس کی صورت کا بیان گزرا ـــ یا حدث ہو تو وہ جنابت ہی میں مخفی و مستہلک ہو جیسے وہ جنب جس نے پانی مس نہ کیا۔ یا اعضائے وضو کے ماسوا بدن دھو لیا ـــ یا اعضائے وضو اور کسی دوسرے حصّہ کو چھوڑ کر باقی سب دھو لیا۔ پھر ان سبھی صورتوں میں جنابت سے پاکی حاصل کرنے سے پہلے اسے حدث ہوا۔

دوم وہ جسے ایسی جنابت ہے جس کے ساتھ کوئی حدث بھی ہے۔ جیسے وہ جنب جس نے وضو کرلیا ـــ یا صرف بعض اعضائے وضو دھو لیے ـــ یا بعض اعضائے وضو باقی بدن میں سے کل یا بعض

(او كان يجب) التيمم (بالجنابة) بدليل المقابلة (وما يكفي للوضوء لا للغسل) اي ازالة الجنابة الشاملة كما في الصورة الاولى او غيرها كما في الاخريين (فانه يتيمم ولا يجب عليه الوضوء عندنا) اذ لاحدث معه يستقل بحكم والفرض انه لا يخرجه عن جنابته فكان وجوده وعدمه سواء (خلافا للشافعي) رضي الله تعالى عنه لما علمت و(اما القسم الثاني (وان كان مع الجنابة حدث يوجب الوضوء) مستبد بحكم (فانه يجب عليه الوضوء) قطعا لان حدثه مستقل وقد قدر على ما يكفيه لازالته ولا يكفيه التيمم (فان) التيمم الذي يفعله انما يكون (للجنابة) [illegible] الاندراج فيلزم الوضوء (بالاتفاق و) اما القسم الثالث (ان كان للمحدث المتمحض بالحدث (ما يكفي لغسل بعض اعضائه

کے ساتھ حدث ہے پھر جنابت کا تیمم کرنے سے پہلے حدث ہوا — یا اتنا اس نے کیا اور پانی ختم ہوگیا اور جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہو پھر اسے پانی کے پاس سے گزرا جو جنابت کے لیے کافی تھا مگر اس نے غسل نہ کیا۔

سوم وہ جسے صرف حدث ہو — یہ ظاہر ہے۔
اور تینوں قسموں کے احکام یہ ہیں۔ لیکن قسم اول (جب جنب کے پاس) وہ جسے صرف جنابت ہو اس قید کی دلیل یہ ہے کہ مقابلہ میں ایسا جنب مذکور ہے جس کے ساتھ حدث بھی ہے (اتنا پانی ہو جو وضو کے لیے کافی ہو غسل کے لیے نہیں) یعنی جنابت مکمل دُور کرنے کے لیے نہیں جیسا کہ پہلی صورت میں ہے یا جزء جنابت دُور کرنے کے لیے نہیں جیسا کہ بعد والی دونوں صورتوں میں ہے۔ (تو وہ تیمم کرے گا اور ہمارے نزدیک اس پر وضو واجب نہیں) اس لیے کہ اس کے ساتھ کوئی ایسا حدث نہیں جو مستقل

---

[1] هذا على التعليل وان جعلنا الفاء للتفريع امكن تعلق قوله بالاتفاق بما يليه على تقدير تأخر التيمم عن الوضوء فيكون المعنى (يجب عليه الوضوء) فاذا توضأ (فالتيمم) الذي يفعله بعد يبقى (للجنابة بالاتفاق) لارتفاع الحدث بالوضوء ونفاد الماء بعده ولكن الاول هو الاولى كما لا يخفى ١٢ منه غفرله (م)

یہ اس تقدیر پر ہے کہ ف برائے تعلیل ہے۔ اور اگر برائے تفریع مانیں تو ان کے قول بالاتفاق کا تعلق اسی عبارت سے ہوگا جس سے یہ متصل ہے اس تقدیر پر کہ تیمم وضو کے بعد ہو تو معنی یہ ہوگا (اس پر وضو واجب ہے) تو جب وضو کرلے (تو تیمم، جسے وہ بعد میں ہی کرے گا (بالاتفاق جنابت کیلئے) باقی رہے گا کیونکہ حدث وضو سے رفع ہوگیا اور اس کے بعد پانی بھی ختم ہوگیا۔ لیکن اول اولٰی ہے جیسا کہ مخفی نہیں ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

جیسے سوکر اٹھا اور نہانے کی حاجت پائی بلکہ یہ صورت ہر انزال میں ہے کہ اُس سے پہلے خروجِ مذی ہے یُوں ہی غیبوبتِ حشفہ سے پہلے مباشرتِ فاحشہ یا اُس سے بعد کا جیسے جماع کے بعد پیشاب کیا یا اس کے ساتھ کا جیسے جنابت کے لیے تیمم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر پیشاب کو بیٹھا اور اس کا پہلا قطرہ نکلنے کے ساتھ قابلِ غسل پانی موجود ہونے کا علم ہوا یا عورت کو پہلی ہی بار دس دن دو منٹ خون آیا تو جس وقت دس رات دن کے گھنٹے منٹ ختم ہوئے وہی وقت اس کے انقطاعِ حیض اور اس پر وجوبِ غسل کا تھا اور ساتھ ہی ہنوز جریانِ خون باقی ہے اب یہ استحاضہ اور حدثِ اصغر ہے اگرچہ یہاں معیت بمعنی اتصالِ حقیقی ہے کہ ایک آن کا بھی فاصلہ نہیں بلکہ یک ہی آن فصلِ مشترک ہے کہ اس پر حیض ختم اور اُسی سے استحاضہ شروع ۔ بالجملہ جب حدث وجنابت ایک وقت میں جمع ہوں اگرچہ اُن کے حدوث میں تقدم تاخر معیت کچھ بھی ہو اس کی دو قسمیں ہیں ۔

اوّل : کُل یا بعض اعضائے وضو حقیقۃً محلِ حدث ہے جنابت اُس سب جگہ کو محیط ہو حدث کا کوئی حصّہ محلِ جنابت سے باہر نہ ہو عام ازیں کہ جنابت بھی صرف اتنی ہی جگہ ہو یا اُس کے علاوہ اور بھی ہم نے اس کا نام حدث مندرج یا مندمج رکھا اس کی بارہ صورتیں ہیں کہ اگر حدث کل اعضائے وضو میں ہے تو جنابت بھی کُل میں ہے یا حدث بعض میں ہے تو جنابت کُل یا اعضائے وضو کے اُسی بعض یا اُس کے ساتھ بعض باقی کے بھی ایک حصّہ میں ہے یہ چار شکلیں ہوئیں اور ہر ایک میں جنابت حدث ہی میں ہو یا اس کے ساتھ باقی بدن کے بعض یا کُل میں بھی تو بارہ ہوگئیں مثلاً ۔

(۱) جنب محدث نے وضو کیا باقی کُل بدن دھو لیا کہ حدث وجنابت صرف کُل اعضائے وضو میں ہیں یا باقی بعض بدن دھویا کہ حدث کُل اعضائے وضو اور جنابت ان کے ساتھ باقی بدن کے بھی بعض میں ہے یا اصلاً پانی نہ چھُوا کہ حدث اُس کُل اور جنابت سارے بدن میں ہے ۔

(۲) محدث نے بعض اعضائے وضو دھو لیے کہ حدث بعض میں رہا پھر بلا حدث جنابت ہوئی جس کی تصویر اُوپر گزری اب یہ جنابت کُل اعضائے وضو میں ہے اور وہی صورتیں ہیں کہ باقی بدن کُل یا بعض دھو لیا یا کچھ نہیں ۔

(۳) جنب محدث نے بعض اعضائے وضو دھو لیے اور باقی بدن کُل یا بعض یا کچھ نہیں ۔

(۴) محدث نے مثلاً دو عضو دھو لیے پھر جنابت بے حدث ہوئی اور اُن دو میں کا ایک ہی دھویا کہ حدث دو عضو باقی میں ہے اور جنابت اِن دو اور اُن کے سوا تیسرے میں بھی اور باقی بدن کُل یا بعض دھویا یا کچھ نہیں ۔

تنبیہ اقول ان بارہ حدث کی چھ صورتیں جن میں جنابت اعضائے وضو میں محلِ حدث سے زائد میں ہے یعنی ۴-۵-۶-۱۰-۱۱-۱۲، اُسی حالت میں ممکن ہیں کہ جنابت حدث کے بعد ہو کہ یہاں یہ درکار کہ اعضائے وضو میں بعض جگہ حدث نہ ہو اور جنابت ہو اگر حدث متاخر ہو تو اس بعض سے اس کا ارتفاع وضو نے

ہی سے ہوگا اور دھونا جنابت کو بھی زائل کر دے گا۔ ہاں باقی چھ میں حدث و جنابت کا تقدم و تاخر دونوں ممکن و محتمل ہے ان میں جنب محدث کہا کہ ہر صورت کو محتمل رہے و باللہ التوفیق۔

دوم: حدث کل یا بعض محل جنابت سے جدا ہوا سے حدث مستقل یا مستبد کہیے۔ اس کی دس صورتیں ہیں کہ حدث کل یا بعض اعضائے وضو جتنی جگہ میں ہو جنابت اس جگہ کے بعض میں ہو یا اعضائے وضو میں اصلاً نہ ہو یہ بھی چار شکلیں ہوئیں مگر دو پہلی بدستور ثلاثی ہیں اور دو پچھلی کہ اعضائے وضو میں اصلاً نہ ہو ثنائی کہ باقی بدن کے بعض یا کل کے سوا کل نہ ہونے کا احتمال نہیں کہ کلام اجتماع جنابت و حدث میں ہے لہذا یہ دس ہی صورتیں رہیں۔ مثلاً:

(١) جنب نے صرف بعض اعضائے وضو یا ان کے ساتھ باقی کل یا بعض بدن دھو لیا پھر حدث ہوا کہ یہ کل اعضائے وضو میں ہے۔

(٢) جنب نے صرف پورا وضو کیا یا باقی بدن کا بھی ایک حصہ دھویا پھر حدث ہوا۔

(٣) جنب نے فقط ہاتھ یا سوا اعضائے وضو کا کل یا بعض بھی دھویا پھر حدث ہوا اور پاؤں دھو لئے کہ پاؤں سے جنابت و حدث دونوں زائل ہو گئے اور حدث باقی تین اعضا میں اور جنابت ان میں سے صرف دو میں کہ بعد جنابت ہاتھ دھو چکا ہے۔

(٤) جنب نے فقط وضو یا باقی بدن کا بھی بعض دھویا پھر حدث ہوا اور بعض اعضائے وضو دھو لئے۔

اقول یہاں کلیہ یہ ہے کہ جنابت کے بعد جو عضو دھل چکا اس میں حدث مستقل ہے خواہ جمیع اعضائے وضو ہوں کہ اس وقت پورا حدث مستقل ہوگا جیسے ٢، ٥، ٩، ١٠ میں یا بعض اس وقت یہی ٹکڑا مستقل ہوگا جو اس بعض میں ہے باقی بدستور تابع جنابت رہے گا جیسا باقی ۶ میں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

تنبیہ اقول استقلال حدث نہیں ہوتا مگر جبکہ حدث جنابت کے بعد ہو کہ یہاں یہ درکار کہ جنابت محل حدث میں اصلاً نہ ہو یا ہو تو اس کے بعض میں ہو اگر حدث پہلے ہو تو یہ ناممکن ہے کہ جنابت لاحقہ کل یا بعض محل حدث سے بے دھوئے نہ اٹھے گی اور دھونا حدث سابق کو بھی زائل کر دے گا۔

ثم اقول تفصیل مقام یہ ہے کہ یہاں پانچ احتمال عقلی ہیں کہ حدث اگر کل اعضائے وضو میں ہے تو جنابت کل یا بعض میں ہو یا ان میں کہیں نہیں اور اگر حدث بعض میں ہے تو جنابت کل اعضائے وضو یا اسی حدث والے بعض کے کل یا بعض یا بعض دیگر کے کل یا بعض یا بعض اول کے کل اور دیگر کے بعض یا بالعکس یا دونوں بعضوں کے بعض یا کسی میں نہیں۔ یہ بارہ شکلیں ہوئیں جن میں سوم و دوازدہم بوجہ مذکور ثنائی ہیں باقی دس ثلاثی۔ ان میں بارہ صورتیں کہ جنابت بعض دیگر کے کل یا بعض میں ہو خواہ تنہا یا بعض حدثی کے بعض

کے ساتھ کہ ۷ و ۸ و ۱۰ و ۱۱ ہیں اور ہر ایک شقوقی محال ہیں کہ ان سب صورتوں کا حاصل یہ ہوا کہ اعضائے وضو کا دوسرا حصّہ جیسے بعض دیگر کہا تھا حدث سے بالکل خالی ہے اور اُس کے کل یا بعض میں جنابت ہے اور پہلے حصّہ کے کل میں حدث ہے اور اس میں جنابت اصلاً نہیں یا بعض میں ہے، اب اگر جنابت پہلے سے ہے اُس کے بعد حدث ہوا تو دوسرا حصّہ بے پورا دھوئے حدث سے کیونکر خالی ہو سکتا ہے اور جب دھویا جائے گا جنابت کو بھی رفع کر دیگا اُس کے کل یا بعض میں کیسے رہ سکتی ہے اور حدث پہلے ہے اُس کے بعد جنابت بے حدث ہوئی تو پہلے حصّے کا جب تک کل یا بعض نہ دھویا گیا اس سے جنابت کیونکر اٹھی اور اگر دھویا گیا تو کل یا بعض سے حدث بھی دُھل گیا اُس کے کل میں کیسے رہ سکتا ہے اور اگر حدث وجنابت ساتھ ہوں تو دونوں اُٹھا لے ہیں لہٰذا ان ۴۸ میں سے ۲۲ ہی رہیں ۱۲ مندرج ۱۰ مستقل۔

مسئلہ ۲: حدث مندرج کوئی حکم جداگانہ نہیں رکھتا جنابت کے اندر مستہلک ومستغرق ہو جاتا ہے جیسے منی میں مذی۔ اس کی بارہ[12] صورتوں سے ۱ و ۷ جن میں جنابت وحدث باہم متعلق ہیں یک دوسرے سے باہر نہیں یہ تو حاجت بیان سے مستغنی ہیں کہ پانی پہلی صورت میں وضو یا ساتویں میں تکمیل وضو کا کافی ملا تو ضرور استعمال کرے گا اُسی میں جنابت وحدث دونوں زائل ہو جائیں گے۔ نہ ملا تو کرے گا دونوں رہیں گے، یہاں باقی دس صورتوں میں اندراج [illegible] ظاہر ہوگا

مسئلہ ۳: صورت سوم میں کہ پورا نہانا درکار ہے اور کل اعضائے وضو میں حدث ہے جو وضو سے کامل جاتا اگر نہانے پر قادر نہ ہو کہ پانی اتنا نہیں یا نہانا مضر ہے یا نہانے تو نماز کا وقت جاتا ہے اور وضو کے لیے کافی پانی موجود ہے اور اس سے ضرر بھی نہیں اور وقت میں بھی اُس کی گنجائش ہے با اینہمہ وضو نہ کرے صرف تیمم کافی ہے کہ یہ حدث کوئی حکم مستقل نہیں رکھتا۔

مسئلہ ۴: یونہی صورت ۶ میں کہ غسل کامل درکار ہے اور حدث صرف بعض اعضائے وضو میں کہ فقط تکمیل وضو چاہتا۔ ممکن ہے کہ اُس کے لیے ایک ہی چلّو درکار ہوتا اگر اتنے پانی پر قادر ہو جب بھی استعمال نہ کرے صرف تیمم پر قانع ہو۔

مسئلہ ۵: یونہی صورت ۹ و ۱۲ میں کہ حدث اگر چاہتا تو تکمیل وضو لیکن جنابت اعضائے وضو کا ایک حصّہ اور اُن کے علاوہ سارا بدن دھونا مانگتی ہے اگر اُنہیں وجوہ سے اس پر قدرت نہ ہو اور تکمیل وضو کو پانی حاضر اور اُس پر قادر جب بھی صرف تیمم کرے۔ غرض تضاعیف کی چاروں صورتیں ایک حکم رکھتی ہیں۔

مسئلہ ۶: باقی ۶ صورتوں ۲ - ۴ - ۵ - ۸ - ۱۰ - ۱۱ میں جنابت کے لیے جتنا دھونا درکار ہے

اگر اُس کے لیے پانی یا وقت نہیں اور حدث کہ دوم میں وضو باقیوں میں تکمیل چاہتا اُس کے لیے پانی اور وقت کافی موجود ہیں اور یہ اُسی وقت ہوگا کہ مطلوب جنابت مطلوب حدث سے زیادت معتد بہا رکھتا ہو جب تو ان چھ کا بھی وہی حکم ہے کہ وضو و تکمیل کی حاجت نہیں تیمم کرے۔

ولا يلزم فيها ولا فى الصورتين ۹ و ۱۲ تلفيق الطهارة من ماء وتراب بل يسقط ما تقدم ويكون مؤديا بالتيمم فقط كما قدمنا عن الامام العينى فى الدليل الاول.

ان میں اور صورت ۹ - ۱۲ میں طہارت کو پانی اور مٹی سے خلط کرنا لازم نہیں آتا بلکہ پہلے جو ہو چکا ساقط ہو جائیگا اور وہ صرف تیمم سے ادا کرنے والا ہوگا، جیسا کہ دلیل اول میں امام عینی کے حوالے سے ہم نے پیش کیا۔ (ت)

مسئلہ ۷: ان چھ صور میں مطلوب جنابت سے عجز بوجہ ضرر ہونا ظاہر، صورت چہارم و دہم میں متوقع نہیں کہ اس میں سے ایک حصہ پہلے بوجہ حدث دھو چکا تھا اور باقی کو دھونے پر قدرت اب مفروض ہے کہ مطلوب حدث کے لیے پانی پایا اور اُس کے دھونے پر قادر ہے تو عجز کہیں نہ ہوا لہذا ضرور ہے کہ صورت چہارم میں پورا وضو اور دہم میں جس قدر مطلوب جنابت ہے بجا لائے یہاں اگرچہ وضو یا تکمیل وضو کا حکم ہوا مگر نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے۔ اور اگر [illegible] اعضائے وضو میں ضرر پیدا ہو گیا جتنا مطلوب جنابت میں مطلوب حدث سے زائد ہے تو تیمم کی اجازت اب بھی نہیں ہو سکتی کہ یہ حصہ سارے بدن کے لحاظ سے بہت کم ہے اور غسل میں جب محل ضرر غیر محل ضرر سے کم ہو یہ جائز نہیں کہ غیر محل ضرر کو دھوئے اور باقی کے لیے تیمم کرے فانه هو التلفيق الممنوع ولا امكان لسقوط ما تقدم لعدم قيام التيمم مقامه لفقد شرطه العجز (کیونکہ یہی تلفیق ممنوع ہے اور سابق کے ساقط ہونے کا امکان نہیں اس لیے کہ تیمم اپنی شرط ــــ عجز ــــ کے فقدان کی وجہ سے اس کے قائم مقام نہیں۔ ت) بلکہ محل ضرر پر مسح کرے باقی دھوئے۔ یہی حکم یہاں ہے بہرحال حدث کے لیے وضو یا تکمیل یہاں بھی نہیں۔

مسئلہ ۸: باقی چار صورتوں ۲ - ۵ - ۸ - ۱۱ میں کہ تیمم کے فصل متوالی سے ہیں نظر کیجئے کہ جتنا بدن دھو چکا اور باقی میں سے جتنے کے دھونے پر قدرت ہے یہ مجموعہ زائد ہے یا اس کے علاوہ اب جو جنابت کے لیے دھونا ہے وہ زیادہ ہے بر تقدیر اول محل ضرر پر مسح کرے اور جو باقی رہ جائے اسے دھوئے اور بر تقدیر دوم تیمم۔ وضو و تکمیل بوجہ حدث یہاں بھی نہیں۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ اعضائے وضو کُل یا بعض جس قدر حدث میں نہ دھوئے گئے کہ ان کا کام مطلوب حدث ہے جتنے پر قدرت تو مانی ہوئی ہے کما تقدم (جیسا کہ گزرا۔ ت) اور جتنا بدن بوجہ جنابت دُھل چکا اُس کا کام بھی فارغ ہو گیا اس مجموعہ کا

نام مفقود رکھئے اور مطلوب حدث کے علاوہ جتنا مطلوب جنابت یعنی اُس میں دھونا اب درکار ہے اسے دوسرا
فریق کیجئے ان میں کمی بیشی کی نسبت دیکھی جائے صورت دوم میں تمام اعضائے وضو اور بعض باقی بدن مطلوب جنابت
تھی یہ فریق دیگر ہوا اور تمام اعضائے وضو مطلوب حدث تھا اور بعض دیگر باقی بدن دُھل چکا یہ فریق اوّل
تمام اعضائے وضو دونوں فریقوں میں مشترک ہیں ساقط کرکے باقی بدن کے دونوں حصوں میں نسبت
دیکھی جائے جو دُھل چکا وہ زیادہ ہے تو وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی بدن سے جتنا نہ دُھلا تھا
اُس پر مسح کرے اور اگر جتنا نہ دُھلا تھا وہ زیادہ ہے تو تیمم۔

مسئلہ ۹: یونہی صورت ہشتم میں بعض اعضائے وضو تو جنابت و حدث دونوں سے دُھل
چکے تھے اور بعض کہ باقی تھے مطلوب حدث و مطلوب جنابت دونوں میں مشترک تھے نہ باقی ہی بدن کے
دونوں حصے مغسول و غیر مغسول میں نسبت ملاحظہ ہوگی مغسول زیادہ ہے تو تکمیل وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت
کے لیے اور باقی مطلوب جنابت پر مسح اور غیر مغسول زیادہ ہے تو تیمم۔

مسئلہ ۱۰: صورت پنجم میں مطلوب حدث بعض اعضائے وضو ہیں اور مطلوب جنابت میں
کُل تو وہ اعضائے وضو کہ حدث میں نہ دُھلے تھے بوجہ اشتراک ساقط ہوئے اور جتنے دُھل چکے تھے مفقود
میں شامل ہوں گے تو مغسول حدث و باقی بدن سے مغسول ساقط دونوں ایک فریق ہوئے اور باقی بدن
کا غیر مغسول دوسرا فریق اگر فریق اول زائد ہے وضو کرے نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے اور باقی مطلوب جنابت
پر مسح اور اگر دوم زائد ہے تیمم۔ ہاں اگر اتنی دیر میں مغسول حدث میں عضو پیدا ہوگا تو یہ فریق دوم میں
شامل ہوگا اب اگر پہلا فریق زائد ہو تو اعضائے وضو سے جس قدر حدث میں نہ دُھلے تھے اب دھوئے
بغرض جنابت نہ بہ حدث اور جتنے دُھل چکے تھے اُن پر اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح۔ اور دوسرا
فریق زیادہ ہو تو تیمم۔

مسئلہ ۱۱: صورت اولیٰ میں مطلوب حدث کہ بعض اعضائے وضو ہیں مع زیادت داخل مطلوب
جنابت ہیں تو مطلوب حدث مشترک ہوکر ساقط ہوا اور مغسول حدث بدستور شامل مفقود ہے تو وہ اور باقی بدن
کا مغسول پہلا فریق ہے اور غیر مغسول دوسرا اگر فریق اول ازید ہے جتنے اعضائے وضو جنابت میں
نہ دُھلے انہیں جنابت کے لیے دھوئے اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح اور فریق دوم زیادہ ہے تو تیمم
مگر یہ کہ مغسول حدث کا جتنا ٹکڑا جنابت میں نہ دُھلا اُس میں عضو تازہ پیدا ہوا تو وہ بھی فریق دوم میں
شامل ہوگا اگر فریق اول زیادہ ہو اُسے دھوئے اور باقی بدن کے غیر مغسول پر مسح کرے اور مطلوب حدث
بغرض جنابت دھوئے ورنہ تیمم۔

تنبیہ: یہ نسبتیں اُسی تقدیر پر ہیں کہ حصّہ مقدور کے علاوہ باقی تمام حصّے میں ضرر ہو ورنہ جن میں بھی چھنے میں ضرر نہیں شامل مقدور ہوگا۔

تنبیہ: جتنے حصہ میں فی نفسہٖ ضرر نہ ہوگا اس کے دھونے سے پانی وہاں تک پہنچنا لازم ہو جس میں ضرر ہے تو وہ بھی غیر مقدور ہے کما نصوا علیہ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ علماء نے اس کی تصریح کی ہے اور خدائے پاک و برتر خُوب جاننے والا ہے۔ ت)

مسئلہ ۱۲: جس طرح ابتداء میں اس حدث کے قابل پانی موجود ہونا تیمم کو مانع نہیں یوں ہی اگر پانی اصلاً نہ تھا اور تیمم کرلیا کہ جنابت وحدث دونوں کو رفع کرگیا اب پانی اتنا ملا کہ اُس حدث کو کافی ہے جب بھی اُس کے استعمال کی حاجت نہیں یہ تیمم حدث کے حق میں بھی نہ ٹوٹے گا کہ حدث کا کوئی حکم نہ تھا تیمم جنابت کا تھا وہ اس کے قابل پانی نہیں فقط حرج وتسہل یہ تمام احکام ومسائل وتفصیلات جلائل اس فتاوٰی کے خصائص سے ہیں اس کے غیر میں نہ ملیں گے۔

ذکرتها تفقها و ارجو من ربی اصابة الصواب والحمد لله العزیز الوهاب و صلی الله تعالٰی علی السید الاواب و اٰله و صحبه و حزبه الی یوم الحساب۔

ہم نے یہ تفقہاً بیان کیے اور ہمیں اپنے رب سے امید ہے کہ صواب و درستی کو ہم نے پایا اور تمام تعریف عزت والے بہت عطا فرمانے والے خدا کے لیے ہے اور خدائے برتر کی طرف سے درود ہو بہت رجوع لانے والے آقا اور ان کی آل، ان کے اصحاب اور ان کی جماعت پر روزِ حساب تک۔ (ت)

مسئلہ ۱۳: حدث مستقل ہے اس کے لیے تیمم میں خاص اُسی پانی سے عجز دیکھا جائیگا جو اس کے لیے کافی ہو مطلب جنابت سے عجز اُس کے لیے تیمم جائز نہ کرے گا مثلاً استقلال کی صورت نمبر میں جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا دھو لیا مگر ایک انگلی کی ایک پور چھوڑ دی کہ اب جنابت کے لیے اتنا پانی درکار ہے جو اعضائے وضو کے علاوہ جمیع بدن کو کافی ہو اور حدث کے لیے صرف اس پور کو اب اس نے اگر صرف اتنا پانی پایا کہ اس پور کو دھو سکے تو یہ خیال نہ کرے کہ اُس سارے بدن کے لیے تو تیمم کرنا ہے ایک پور دھونا کیا ضرور ایسا کرے گا تو تیمم کافی نہ ہوگا نماز نہ ہوگی بلکہ ضرور ہے کہ اس پور کو دھو کے حدث مستقل سے فارغ ہو جائے جنابت کے لیے تیمم کرے۔

مسئلہ ۱۴: اگر جنابت وحدث مستقل کسی کے قابل پانی نہ پایا اور تیمم کیا کہ دونوں کے لیے ایک ہی کافی ہو یہ تیمم اگرچہ صورۃً ایک ہے معنیً دو ہیں ایک تیمم جنابت کے لیے دُوسرا اُس حدث کے واسطے ہر ایک

جدا جدا پتی شرط کا پابند رہے گا اگر اتنا پانی پایا کہ حدث کو کافی ہے اور جنابت کو کافی نہیں حدث کے حق میں تیمم ٹوٹ جائے گا دست وضو لازم ہوگا بخلاف صورت مسئلہ ۱۴ کہ اس میں تیمم صورۃً و معنیً ہر طرح ایک تھا تو حدث کے لیے کافی پانی سے رہ جائے گا جب تک جنابت کو کافی نہ ہو۔

مسئلہ ۱۵: جنابت کی تطہیر اگرچہ تیمم سے ہوئی ہو پانی سے کوئی حصہ نہ دھویا ہو اس کے بعد جو حدث ہوگا تمام و کمال مطلقاً مستقل رہے گا کہ جنابت مرتفع ہو چکی معدوم میں موجود کا اندراج کیا معنے مثلاً کسی مریض کو نہانا مضر ہے وضو مضر نہیں اُسے جنابت ہوئی اور حدث بھی اسے فقط تیمم کا حکم تھا تیمم کر لیا اب پھر حدث ہوا اور وہ یہ خیال کرے کہ مجھے تو حدث کے لیے بھی تیمم ہی کافی ہو، تھا اب بھی تیمم کر لوں یہ نہیں ہو سکتا کہ جنابت کے لیے تو تیمم کر چکا وہ حدث سے نہ ٹوٹے گا جب تک دوبارہ جنابت نہ ہو اب اگر یہ تیمم جنابت کے لیے کرتا ہے لغو ہے اور اگر حدث کے لیے کرتا ہے تو وضو پر تو وہ قادر ہے اس کے لیے تیمم کیسے کر سکتا ہے لاجرم وضو لازم ہے۔

مسئلہ ۱۶: ہاں اگر جنب نے پانی نہ پا کر تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر قابل جنابت پانی پایا اور استعمال نہ کیا کہ تیمم ٹوٹ گیا اور جنابت عود کر آئی اب یہ صورت اجتماع جنابت و حدث کی ہوگی اور دونوں کہاں کہاں ہیں اس کے لحاظ سے وہی صور اندراج و استقلال جاری ہوں گی جو ان میں [illegible] پائی جائے مثلاً جنابت کے لیے صرف تیمم کیا تھا پھر حدث ہوا پھر جنابت پلٹی تو [illegible] وضو بھی داخل لہذا حدث کہ مستقل تھا اب مندرج ہو گیا اور فقط قابل وضو پانی کا استعمال اُسے ضرور نہ ہوگا اور اگر بعد جنابت وضو کر لیا تھا پھر پانی نہ رہا تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر جنابت پلٹی تو اب یہ حدث مستقل ہی رہے گا کہ اعضائے وضو میں جنابت نہ رہی وہ پلٹے گی اتنی ہی جتنی باقی رہی تھی وقس علیہ اور اسی پر قیاس کیا جائے [illegible] یوں ہی اگر [illegible] بعد حدث ہوا تو انھیں تفصیل و احکام پر رہے گا اگر بعد جنابت عود اعضائے وضو سے دونوں وقت کچھ نہ دھویا تھا حدث تمام مندرج ہو جائے گا اور اگر پہلے یا اب وضو کر لیا تھا اس کے بعد حدث ہوا تو کلیۃً مستقل رہے گا اور اگر بعض اعضائے وضو دھو لیے تھے تو اس قدر میں مستقل باقی میں مندرج۔

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم وصلی اللہ تعالٰی علٰی سیدنا ومولٰنا محمد النبی الکریم الاکرم والحبیب الرؤف الارأف الرحیم الارحم وعلٰی اٰلہ وصحبہ سادۃ الامم وقادتنا

اور خدائے پاک و برتر خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم بہت تام اور محکم ہے اس کا مجد جلیل ہے۔ اور خدائے برتر درود نازل فرمائے ہمارے آقا و مولٰی محمد نبی کریم اکرم، حبیب مہربان امہربان تر، رحیم ارحم پر اور ان کی آل و اصحاب سرداران اقوام پر جو راہ راست کی جانب ہماری قیادت کرنے والے

الی الطریق الاقوم، وابنہ وحزبہ وامتہ وبارک وسلم ابد الآبدین، والحمد للہ رب العلمین۔

ہیں اور ان کے فرزند، ان کے گروہ وان کی امت پر اور برکت وسلام سے بھی نوازے ہمیشہ ہمیشہ، اور تمام تعریف سارے جہانوں کے مالک خدا کے لیے ہے۔ (ت)

رسالہ

مُجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ ۳۶ ۱۳

(حدث اور لمعہ رکھنے والے سے متعلق شمع افروز)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی جلّی الشمعۃ، شمعۃ الاسلام باوفی لمعۃ، حدابیا عن الریاء والسمعۃ، اذا ظھر انوار من عید الجمعۃ، ففتح سورہ بصر المؤمن وسمعہ، واتم بظھورہ قلع کل ضلال وقمعہ، صلی اللہ تعالٰی علیہ وبارک وسلم ابد الصلاۃ وسلاما وبرکات تعم ذویہ وتجمع جمعہ، اٰمین۔

تمام حمد خدا کے لیے جس نے شمع فروزاں کی، شمع اسلام کو بھرپور تابندگی کے ساتھ جلوہ گر کیا، ایسی چمک جو ریا وسمعہ سے پاک ہو اس لیے کہ اس نے اس ذات کے انوار ظاہر کیے جس نے جمعہ کو عید بنایا، وہ جس کے نور سے مومن کی بصارت وسماعت کھولی، اور اس کے ظہور سے ہر گمراہی کا قلع قمع تمام کیا، اس ذات پر خدائے برتر کی طرف سے درود اور برکت وسلام ہو، ایسا درود وسلام اور ایسی برکتیں جو حضور کے سبھی لوگوں کو عام اور ان کی پوری جماعت کو جمع گیر ہو۔ الٰہی قبول فرما۔ (ت)

رسالہ الطلبۃ البدیعہ میں مسئلہ قصر کا ذکر آیا اور اُس میں تفاصیل کثیرہ ہیں کہ کتابوں میں نہ ملیں گی اُن کے بیان میں یہ سطور ہیں، وما للہ التوفیق (اور یہ اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہے۔ ت) جس نے بدن کا کچھ حصہ دھویا کچھ باقی رہا کہ پانی نہ رہا پھر حدث ہوا کہ موجب وضو ہے اب جو پانی ملے اُسے وضو و رفع حدث میں

صرف کرے یا بقیۂ جنابت کے دھونے میں پاکیا یہ مسئلہ لمعہ ہے لُمعہ بالضم یہاں وہ حصۂ بدن ہے جو بعد جنابت سیلانِ آب سے رہ گیا۔

اقول یہاں تین تقسیمیں ہیں،

تقسیم اوّل بلحاظ محل لمعہ۔ اس میں سات احتمال ہیں،

(۱) وہ لمعہ خود ہی اعضائے وضو ہوں انہیں کو غسل میں نہ دھویا تھا پھر حدث بھی ہوا، اور یہ صورت وہ ہے کہ کلی اور ناک میں پانی پہنچانا ہو چکا ہو ورنہ صرف اُن اعضا میں جنابت نہ ہو گی جن کا وضو میں دھونا فرض ہے، جس پر پانی کی کفایت و عدم کفایت کا مدار ہے کہ یہاں کافی سے وہی مراد ہے جو ادائے فرض کر دے ولہذا محدث اگر اتنا پانی پائے کہ مُنہ ہاتھ پاؤں ایک ایک بار دھو لے نہ تثلیث کر کافی ہو نہ مضمضہ و استنشاق کر تو اُس پر وضو فرض ہے تیمم جائز نہیں اور بعد تیمم اتنا پانی پائے تو تیمم ٹوٹ جائے گا۔

(۲) لمعہ تمام اعضائے وضو مع زیادت ہوں کہ وضو بھی نہ کیا اور باقی بدن کا بھی بعض حصہ نہ دھویا تھا اگرچہ اسی قدر کہ مضمضہ و استنشاق نہ کیا تھا۔

(۳) لمعہ صرف بعض اعضائے وضو ہوں یعنی ان کے سوا تمام بدن مع دہان و بینی اور ان میں سے بعض دھو لیے تھے بعض باقی۔

(۴) لمعہ بعض اعضائے وضو مع بعض باقی بدن ہو مثلاً نصف وضو کیا اور باقی نصف بدن دھویا یا مثلاً صرف منہ دھونا اور مضمضہ باقی تھا۔

(۵) لمعہ بعض وضو مع جمیع باقی بدن ہو کہ صرف اعضائے وضو سے کچھ دھوئے۔

(۶) لمعہ اعضائے وضو سے جدا بعض باقی بدن ہو اگرچہ اسی قدر کہ پُورا نہایا اور مضمضہ و استنشاق نہ کیا۔

(۷) لمعہ جمیع باقی بدن ہو کہ صرف وضو بے مضمضہ و استنشاق کیا

تقسیم دوم بنظرِ ترتیب حدث و تیمم و وجدان آب۔ علمانے کچھ مفصل کچھ مجمل ان شقوق کی طرف توجہ فرمائی کہ تیمم جنابت کے بعد حدث ہوا یا پہلے اور بعد ہوا تو اُس کے لیے تیمم کے بعد پانی ملا یا پہلے **اقول** یہاں چار چیزیں ہیں،

(۱) تیمم جنابت

(۲) حدث

(۳) تیمم حدث

(۴) وجدان آب

ان کے اختلاف ترتیب میں عقلی احتمال چوبیس ہیں لیکن یہاں چند نکتے ہیں کہ اُن میں سے بہت کو کم کردیں گے

اولاً وجدانِ آب کے بعد فرضِ صورت نامرتب نہیں بلکہ بیانِ حکم کا کہ پانی پایا تو کیا کرے۔

ولهذا لما ذكر الامام الاسبيجابي في شرح الطحاوي ما اذا وجد الماء بعد التيمم للجنابة لم يزد عليه ان كفاه غسل والا فتيممه باق۔[1]

اسی لیے جب امام اسبیجابی نے شرح طحاوی میں تیمم جنابت کے بعد پانی ملنے کی صورت بیان کی تو اس سے زیادہ نہ کہا کہ وہ پانی اگر کافی ہو تو غسل کرے ورنہ اس کا تیمم باقی ہے۔ (ت)

تو چوبیس میں وہ چھ جن کی ابتدا میں وجدانِ آب ہے صرف ایک ہیں کہ جنب نے ابھی نہ تیمم کیا تھا نہ حدث ہوا کہ پانی پایا یونہی باقی ۱۸ میں جہاں وجدانِ آب وسط میں آئے تصویر اسی پر ختم کردی جائے کہ بعد کی حکایت لغو یا شناعت رہ جائے۔

ثانیاً مذہب صحیح[2] معتمد پر نیت تیمم میں تعیینِ حدث و جنابت لغو ہے تو باقی ۱۸ میں وہ چھ جن کی ابتدا میں تیمم جنابت ہے اور وہ چھ جن کے آغاز میں تیمم حدث ہے متحد ہیں اور اگر تعیین ہی کیجئے تو تیمم حدث پیش از حدث باطل ہے یوں بھی یہ چھ نکل جائیں گے۔

ثالثاً جس ترتیب میں [illegible] بعد غسل و تیمم دونوں [illegible] ہے یا بعد تیمم لغو ہے یوں ان ۱۲ سے پانچ رہ جائیں گی اور اسی ایک سے مل کر ۶۔ ایک یہ کہ بعد جنابت پانی پالیا ابھی تیمم و حدث کچھ نہ ہوا تھا دوسری یہ کہ تیمم جنابت کے بعد پایا ابھی حدث نہ تھا یہ دو یہاں قابل لحاظ نہیں کہ اُن میں حدث و جنابت کا اجتماع ہی نہیں اور اُن کا حکم خود ظاہر، پہلی میں اگر پانی غسل کو کافی ہے غسل کرے ورنہ تیمم دُوسری میں اگر پانی کافی ہے تیمم ٹوٹ گیا نہائے ورنہ نہیں، باقی چار یہ ہیں:

(۱) حدث کے بعد پانی پایا ابھی تیمم نہ کیا تھا یہ وہم متروک کی طرح ثنائی ہے یعنی اُن چار چیزوں سے اس میں دو ہیں۔

(۲) حدث ہوا پھر تیمم کیا پھر پانی پایا۔

(۳) تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر پانی پایا یہ دونوں ثلاثی ہیں۔

(۴) تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر تیمم کیا پھر پانی پایا یہ رباعی ہے۔

ثم اقول مسئلہ لمعہ میں معظم مقصود یہ بتانا ہے کہ حدث و جنابت دونوں جمع ہوں اور پانی ایک کا

---

[1] شرح الطحاوی للاسبیجابی

قابل تو اُسے کس طرف صرف کرے باقی صورتیں کل اقسام کے لیے ہیں یہ سوال وہیں عائد ہوگا جہاں حدث مستقل ہو کہ حدث مندرج اپنا کوئی حکم ہی نہیں رکھتا نہ وہ اپنے لیے پانی کا طالب، اور ہم رسالہ الطلبۃ البدیعہ میں واضح کرچکے کہ جنب کا حدث مستقل نہ ہوگا مگر جبکہ کل یا بعض اعضائے وضو سے پانی یا مٹی سے جنابت کے زوال کلی یا عــہ موقت کے بعد حادث ہو اور حدث جب حادث ہوگا کل اعضائے وضو پر طاری ہوگا تو وہ صورت جس پر اس مسئلہ لمعہ میں کلام ہے اقسام مسطورہ رسالہ مذکورہ سے صورت اولٰی کے اقسام پر ہے جس میں حدث کل اعضائے وضو میں تھا اس کی نو قسمیں تھیں جنابت کل یا بعض اعضائے وضو میں تنہا یا مع بعض یا کل باقی بدن ہو یا اعضائے وضو میں اصلاً نہ ہو صرف بعض یا کل باقی بدن میں ہو ان میں سے قسم سوم کہ جنابت کل اعضائے وضو مع جمیع باقی بدن میں ہو یہاں نہیں کہ کلام لمعہ میں ہے یہ لمعہ نہ ہوا سارے بدن میں جنابت ہوئی، باقی سات یہی سات ہیں جو اسی تقسیم اول میں مذکور ہوئیں۔ یہ ان چار انواع تقسیم دوم سے مل کر اٹھائیس ہوئیں مگر ان میں چار، وہ ہیں جن میں حدث اصلاً مستقل نہیں یعنی تقسیم اول کی دو قسم پیشین جن میں جنابت جمیع اعضائے وضو میں ہے تقسیم دوم کی دو نوع اول سے مل کر جن میں حدث تیمم جنابت سے پہلے ہے لہٰذا یہ چار اس مسئلہ میں ملحوظ نہیں۔ **اقول** اور ان کا حکم ظاہر پانی لمعہ کے لیے کافی دیکھا جائے گا اگر ہے اُس کا دھونا واجب اس کے سوا تو حدث ہو ہی [illegible] پہلی صورت میں کہ جنابت صرف کل اعضائے وضو میں تھی وضو کے قابل پانی پانے سے وضو واجب ہوگا نہ حدث بلکہ جنابت کے لیے، اور اگر پانی لمعہ کو کافی نہیں تو استعمال اصلاً ضروری نہیں اگرچہ وضو کے لیے کافی ہو ان تقلیل حدث کے لیے سے استعمال کرے گا جس میں اختیار رہے گا کہ خواہ وضو کرے خواہ باقی بدن میں جو لمعہ ہے اُسے دھولے خواہ بعض وہ اور بعض اعضائے وضو دھولے اور اگر پانی اُن میں ہر ایک کے بعد بچے تو چاہے باقی بدن کا لمعہ دھوئے اور کچھ اعضائے وضو یا وضو پورا کرے اور کچھ لمعہ دھوئے ہاں دونوں صورتوں میں وضو اولٰی ہے کہ اس سے سنت ہے کما تقدم عن الکافی وشرح الزیادات للعتابی فی العطیۃ البدیعۃ (جیسا کہ کافی اور عتابی کی شرح زیادات کے حوالے سے العطیۃ البدیعۃ میں گزرا۔ ت)، باقی رہیں چوبیس اُن میں، اٹھارہ کا حدث مطلقاً مستقل ہے یعنی تقسیم اول کی ساتوں قسمیں تقسیم دوم کی اخیرین سے مل کر کہ چودہ ہوئیں اس لیے کہ حدث بعد تیمم ہمیشہ مستقل ہوتا ہے پھر تقسیم اول کی دو قسم اخیر دوم کی اولین سے مل کر چار ہوئیں اس لیے کہ یہاں جنابت خود ہی اعضائے وضو میں نہیں تو حدث اگرچہ اس کے

عــہ بعد جنابت اگر پورا وضو کرلیا کل اعضائے وضو سے جنابت کا زوال کلی ہوگیا اور بعض دھوئے تو بعض سے اور اگر صرف تیمم کیا تو کل اعضا سے وقت وجدان آب تک زوال ہوا ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

تیمم سے پہلے ہو مستقل ہوگا۔ باقی چھ یعنی تقسیم اول کی ۳، ۴، ۵، تقسیم دوم کی ۱، ۲ سے مل کر ان میں پورا حدث مستقل نہیں بلکہ اُسے سی حصّہ، اعضائے وضو کا جو بعد جنابت دُھل چکے تھے ان ۔۔۔ میں حدث پورے وضو کا پانی چاہے گا اور ان چھ میں صرف اُتنا جو اس حصّہ کو دھوئے جس میں یہ مستقل ہے۔ یہ یاد رکھیے کہ آگے کام دے گا۔

تقسیم سوم پانی کہ پایا کس مقدار کا تھا اس میں علمانے پانچ اصناف فرمائیں

(۱) صرف وضو کو کافی

(۲) صرف لمعہ کو کافی

(۳) مجموع کو کافی

(۴) ہر ایک کو جدا جدا کافی کہ چاہے وضو کرے یا لمعہ دھوئے دونوں نہ ہوسکیں

(۵) اصلاً کافی نہیں، اکثر کتب مثل شرح طحاوی وخزانۃ المفتین وحلیہ وبحر وشرح وقایہ وردالمحتار میں وضو ولمعہ سے تعبیر فرمائی

واناا قول تعبیر حدث وجنابت سے جس طرح غنیہ میں فرمائی اس سے اولٰی ہے اور حق تعبیر تقیید حدث بمستقل ورنہ اطلاق حدث سے کل حدث متبادر، اور ہم ابھی ثابت کرچکے کہ یہاں چھ صورتوں میں حدث کا صرف ایک پارہ مستقل ہوتا ہے [illegible] بلکہ صرف اُتنے ٹکڑے کو۔

والکافی والھندیۃ وان عبرا بالحدث واللمعۃ فقد قالا لو صرفہ الی الوضوء جاز اتفاقا وقال فی الکافی فی الاخر ثم وجد ما یکفی لاحدھما ای لنقیۃ بدنہ او لمواضع وضوئہ اھ وقال فی السراج الوھاج ومنحۃ الخالق فی مسئلۃ اللمعۃ لو توضأ بذلک الماء لم یجز اھ وصدر الشریعۃ وان عبر فی موضعین بالحدث والجنابۃ

اور کافی وہندیہ میں اگرچہ حدث ولمعہ سے تعبیر کی پھر بھی یہ فرمایا اُسے اگر وضو میں صرف کیا تو بالاتفاق جائز ہے۔ اور کافی کے اندر آخر میں فرمایا "پھر اتنا پانی پایا جو دونوں میں سے ایک کے لیے کافی ہے یعنی بقیہ بدن کے لیے یا مواضع وضو کے لیے" اھ سراج وہاج اور منحۃ الخالق میں لمعہ کے مسئلہ میں فرمایا "اگر اس پانی سے وضو کیا تو جائز نہیں" اھ اور صدر الشریعۃ نے اگرچہ دو جگہ حدث وجنابت سے

---

[1] فتاوٰی ہندیہ باب التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

[2] کافی

[3] منحۃ الخالق مع بحر باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹

غیر أن عبارته أبعد العبارات عن إحاطة الأقسام لتخصیصه الکلام بلمعة فی الطهر فقد اختار القسم السادس من الأقسام السبعة عیانًا وبالجملة الظاهر المتبادر من کلامهم رحمهم الله تعالٰی ورحمنا بهم قصر الکلام علی القسمین الأخیرین اللذین فیهما الحدث خارج أعضاء الوضوء والله تعالٰی أعلم بمراد عباده۔

تعبیر فرمایا۔ مگر اس کے کہ لمعہ پشت سے کلام خاص کر دینے کی وجہ سے ان کی عبارت احاطۂ اقسام کے معاملہ میں سب سے زیادہ بعید ہے۔ پھر انھوں نے ساتوں اقسام میں سے قسم ششم خاص طور سے اختیار کی بالجملہ کلماتِ علماء سے ظاہر متبادر یہی ہے کہ کلام ان اخیر دو قسموں میں محدود ہے جن میں حدث اعضاء وضو کے باہر ہے۔ خدا ان حضرات پر رحمت فرمائے اور ان کی برکت سے ہم پر رحم فرمائے اور خدائے برتر کو اپنے بندوں کی مراد خوب معلوم ہے۔ (ت)

ثم اقول تقسیم اوّل کی ہر قسم میں یہ پانچوں صنفیں نہ ہو سکیں گی۔

قسم اوّل میں صرف دو ہوں گی کہ پانی وضو کو کافی ہے یا نہیں کہ وضو و لمعہ متحد ہیں تو پہلی تین[عہ] صنفیں ایک ہیں اور چہارم ناممکن۔ لہذا قسم اوّل کہ دو نوع آخر سے دو تھی ان دو صنفوں سے چار ہوئی

قسم دوم میں تین کہ صرف وضو کو کافی ہے یا مجموع کو کہ لمعہ ہے یا کسی کو نہیں یہاں دوم و چہارم محال تو یہ قسم دو نوع آخر پھر ان تین صنفوں سے چھ ہوئی۔

قسم سوم میں دو نوع آخر کے ساتھ پورا حدث مستقل ہے تو کامل وضو کا طالب لہذا یہاں بھی تین ہی صنفیں ہوں گی صرف لمعہ کو کافی ہو یا مجموع کو کہ وضو ہے یا کسی کو نہیں یہاں اول و چہارم محال اور دو نوع اول کے ساتھ بعض حدث مستقل ہے تو اپنے ہی قابل پانی چاہے گا اور اب پانچوں صنفیں ہوں گی کہ یہاں اعضائے وضو دو حصے ہو گئے ایک میں جنابت ہے جو لمعہ جنابت نہ دھویا تھا دوسرے میں حدث مستقل۔ اب ہو سکتا ہے کہ پانی صرف اس حدث کو کافی ہو جبکہ یہ حصہ چھوٹا ہو یا صرف جنابت کو جبکہ وہ حصہ کم ہو اور دونوں صورتوں میں پانی بچے کے قابل نہیں یا پورے وضو کو کافی ہو کہ مجموع ہے یا ہر حصے کو جدا جدا جبکہ وہ

عہ یا یوں کہیے کہ پہلی دو بھی ناممکن صرف سوم و پنجم ہیں۔ ظاہر ہے کہ مجموع کو کافی ہونے کے یہ معنی کہ اس سے دونوں ادا ہو سکیں یہ یہاں حاصل ہے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ۲ یہ اختلاف تعبیر ملحوظ رہے کہ قسم سے مراد تقسیم اوّل کے اقسام ہیں اور نوع سے تقسیم دوم کے اور صنف سے تقسیم سوم کے ۱۲ منہ غفرلہ (م)

دونوں برابر ہوں یا کم وبیش اور پانی بڑے کو کافی ہے تو مجموع کریا٭ کسی کو کافی نہیں جبکہ دونوں برابر ہوں یا پانی چھوٹے سے بھی کم تو دس یہ چھ وہ سولہ ہوئیں۔

قسم چہارم چاروں نوعوں کے ساتھ پانچ ہے کہ مطلوب حدث کل وضو ہو جیسے دو نوع آخر کے ساتھ یا بعض وضو جیسے دو نوع اول کے ساتھ بہر تقدیر اسے مطلوب جنابت سے کہ بعض وضو و بعض باقی بدن ہے کمی بیشی مساوات ہر نسبت ممکن۔ بیشی یوں کہ جنابت میں دو و پشت سے دو دو انگل جگہ رہی تھی ظاہر ہے کہ اعضائے ثلثہ کو اس سے بہت زائد پانی درکار ہوگا وقس علیہ تو یہ قسم بیس ہوئے۔

قسم پنجم ہر نوع کے ساتھ چار ہی ہے کہ تنہا جمیع باقی بدن کل محل وضو سے زائد ہے تو یہاں صنف دوم ناممکن ہے اور یہ قسم سولہ

قسم ششم میں بہر حال پانچوں ہونا ظاہر کہ اعضائے وضو کو بعض باقی بدن سے ہر نسبت متصور، تو یہ بھی بیس ہے۔

قسم ہفتم میں صنف دوم محال اور شکل پنجم ۱۲ سولہ لہذا مسئلہ لمعہ میں **سب صورتیں اٹھانوے** ہوئیں، کتب اکابر میں بہت کم کا بیان ہے، اگرچہ ظاہر عبارات اقتصار بدو قسم آخر پر رکھیں جب تو بہت کم رہیں گی حتی کہ سب سے زیادہ تفصیل والی کتاب شرح وقایہ میں ۹۸ میں سے صرف ۱۶ مذکورہ ورنہ احاطہ بہرحال نہیں ہو سکتا کہ اصناف ہی کا احاطہ نہ فرمایا صورہ درکنار۔ تفصیل مسئلہ اس وقت دس کتابوں سے پیش نظر شرح مختصر الطحاوی للامام الاسبیجابی پھر خزانۃ المفتین، خلاصہ، کافی پھر ہندیہ، غنیہ، حلیہ پھر ردالمحتار، سراج وہاج، صدر الشریعۃ۔ سراج سے منحۃ الخالق نے کچھ نقل کر کے باقی کا اس پر حوالہ کر دیا اور البحر الرائق نے زیر قول مصنف بعدہ میلا صرف ایک صورت کی طرف اشارہ فرمایا۔ غنیہ نے صرف نوع اول لی اور اس میں بھی تین ہی صنفیں۔ خلاصہ نے نوع سوم پر اقتصار فرمایا۔ کافی و ہندیہ نے نوع چہارم میں پانچوں اصناف اور دوم و سوم میں صرف صنف چہارم۔ شرح طحاوی و خزانۃ المفتین و حلیہ و ردالمحتار نے دو نوع اخیر میں پانچوں صنف۔ شرح وقایہ نے نوع دوم کا بھی اضافہ فرمایا مگر کلام کو تصریحاً صرف قسم ششم سے خاص فرما دیا۔ عبارات یہ ہیں:

منیہ جنب اغتسل وبقی لمعۃ ولیس معہ ماء تیمم للمعۃ وان وجد ماء بعد ما احدث یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث اذا کان الماء یکفی للمعۃ

منیہ کسی جنب نے غسل کیا، لمعہ رہ گیا اور اس کے پاس پانی نہیں تو لمعہ کے لیے تیمم کرے اور اگر حدث ہونے کے بعد پانی پا جائے تو لمعہ دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے جبکہ پانی لمعہ کے لیے کفایت کرتا ہو

ولایکفی للوضوء وان کان یکفی للوضوء لا للمعۃ یتوضأ و یتیمم[عہ۱] لاجل اللمعۃ وان کان الماء یکفی لاحدھما علی الانفراد فانہ یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث اھ[۱]

اور وضو کے لیے کفایت نہ کرتا ہو۔ اور اگر وضو کے لیے کفایت کرے لمعہ کے لیے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ کی وجہ سے تیمم کرے۔ اور اگر پانی تنہا کسی ایک کے لیے کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے اھ

خلاصہ اغتسل وبقی لمعۃ یتیمم فان وجد الماء غسل اللمعۃ ولا یتیمم فان احدث[عہ۲] قبل غسل اللمعۃ ثم وجد الماء ان کفی لھما صرفہ الیھما وان کان لایکفی لواحد منھما یتیمم للحدث وتیممہ للجنابۃ باق فیستعمل ذلک الماء فی اللمعۃ لتقلیل الجنابۃ

خلاصہ غسل کیا اور لمعہ رہ گیا تو تیمم کرے پھر اگر پانی مل جائے تو لمعہ دھوئے اور تیمم نہ کرے۔ اگر لمعہ دھونے سے پہلے اسے حدث ہو پھر اسے پانی ملے اگر دونوں کے لیے کافی ہو تو دونوں میں صرف کرے اور اگر دونوں میں سے کسی کے لیے کافی نہ ہو تو حدث کے لیے تیمم کرے اور اس کا تیمم جنابت باقی ہے۔ وہ پانی تقلیل جنابت کے لیے لمعہ میں استعمال کرے گا

عہ۱ قولہ ویتیمم لاجل اللمعۃ سقط من نسخۃ شرح علیھا الشارحان المحققان فانصرف الکلام الی ما وجد الماء بعد التیمم للمعۃ وھو ثابت فی نسخۃ المتن فوجب ان یکون الکلام فی وجدان الماء قبل التیمم لھما ولزم ان یکون المراد اللمعۃ فی غیر اعضاء الوضوء کالصورۃ الاولی فی شرح الوقایۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ۱ قولہ ویتیمم لاجل اللمعۃ (اور لمعہ کی وجہ سے تیمم کرے) اس نسخہ سے ساقط ہے جس پر دونوں محقق شارحوں نے شرح کی ہے تو کلام لمعہ کا تیمم کرنے کے بعد پانی پانے والی صورت کی طرف راجع ہوگیا۔ اور یہ لفظ متن کے نسخہ میں ثابت ہے تو ضروری ہے کہ دونوں کا تیمم کرنے سے پہلے پانی ملنے کی صورت میں کلام ہو۔ اور لازم ہے کہ وہ لمعہ مراد ہو جو اعضائے وضو کے علاوہ میں ہو جیسے شرح وقایہ کی صورت اولٰی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ۲ قولہ احدث ای بعد التیمم للمعۃ بدلیل قولہ یتیمم للحدث وتیممہ للجنابۃ باق ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ۲ اسے حدث ہو ــــ یعنی لمعہ کا تیمم کرنے کے بعد جس پر یہ عبارت دلالت کر رہی ہے "تو حدث کے لیے تیمم کرے اور اس کا تیمم جنابت باقی ہے" ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

۱؎ غنیۃ المستملی فصل فی التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۹۰

فان کفی لاحدھما دون الاٰخر صرف الیہ وان کفی لکل علی الانفراد یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث[1] کافی و ھندیہ جنب اغتسل وبقی لمعۃ یتیمم فان تیمم ثم احدث تیمم للحدث فان تیمم[عہ1] (ای للحدث) فوجد ماء یکفیھما صرفہ الیھما وان کفی معینا صرفہ الیہ والتیمم للاٰخر باق وان کفی واحدا غیر معین صرفہ الی اللمعۃ واعاد تیممہ للحدث عند محمد وعند ابی یوسف لایعید فان[عہ2] لم یکن تیمم للحدث قبل وجود ھذا الماء فتیمم (ای للحدث کما فی الھندیۃ) قبل غسل اللمعۃ لم یجز عند محمد وعند ابی یوسف یجوز وان لم یکف[عہ3] واحدا انتقض تیممھما حسب

اگر ایک کے لیے کافی ہو دُوسرے کے لیے نہیں تو اسی میں اسے صرف کرے ــــ اور اگر تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو لمعہ کو دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے۔ کافی و ہندیہ کسی جنب نے غسل کیا اور لمعہ رہ گیا تو تیمم کرے۔ اگر تیمم کر لیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمم کرے۔ پھر اگر حدث کا تیمم کر لینے کے بعد اتنا پانی ملا جو دونوں کو کافی ہو تو دونوں میں صرف کرے۔ اور اگر کسی ایک معین کے لیے کافی ہو تو اسی میں صرف کرے اور دوسرے کا تیمم باقی ہے۔ اور اگر کسی ایک کے لیے غیر معین طور پر کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے اور اپنے تیمم حدث کا اعادہ کرے امام محمد کے نزدیک اور امام ابو یوسف کے نزدیک اعادہ نہیں ــــ اگر پانی ملنے سے پہلے حدث کا تیمم نہ کیا تھا تو لمعہ دھونے

عہ1: ای تیمم للمعۃ ثم احدث فتیمم لہ ثم وجد الماء ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ1: یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کا تیمم کیا پھر اسے پانی ملا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ2: ای تیمم للمعۃ ثم احدث فوجد الماء قبل ان یتیمم لہ وھو یکفی لاحدھما غیر معین فان غسل اللمعۃ ثم تیمم للحدث جاز بالاتفاق وان عکس ففیہ خلاف ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ2: یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو اس کا تیمم کرنے سے پہلے پانی ملا جو دونوں میں سے ایک کے لیے غیر معین طور پر کافی ہے۔ تو اگر لمعہ دھویا پھر حدث کا تیمم کیا تو بالاتفاق جائز ہے اور اگر برعکس کیا تو اس میں اختلاف ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عہ3: رجوع الی الکلام السابق اکمالا للتخمیس ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عہ3: پانچویں صورت کی تکمیل کے لیے کلام سابق کی جانب رجوع کیا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] خلاصۃ الفتاوٰی الموضوع فی الخلوات مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۳

علی بدنه لمعة احدث قبل ان یتیمم تیمم
لهما واحدا فان وجد ما یکفی لاحدهما
عینه صرفه الی اللمعة ویعید التیمم للحدث
عند محمد خلافا[عــہ۱] لابی یوسف وان کان للوضوء تیمم
ولم یصرفه فان توضأ[عــہ۲] وتیمم لجنابته فاحدث
تیمم لحدثه فان وجد ما یکفی لاحدهما صرفه
الی الجنابة ویعید تیممه للحدث عند محمد
اھ حلیه[2] وفی ردالمحتار الواجد
للماء بعد ما تیمم للجنابة ثم احدث بعد
ذلك علی وجهین احدهما ان یجد الماء
قبل ان یتیمم للحدث فالماء اما ان یکون
کافیا للمعة والوضوء فیغسلها ویتوضأ

پہلے حدث کا جیسا کہ ہندیہ میں ہے، تیمم کرلیا
تو امام محمد کے نزدیک جائز نہیں اور امام ابو یوسف
کے نزدیک جائز ہے۔ اور اگر ان میں سے کسی کے لیے
کافی نہ ہو تو دونوں کا تیمم باقی ہے۔ کوئی جنب جس کے
بدن پر لمعہ ہے اسے تیمم سے پہلے حدث ہو تو دونوں
کے لیے ایک ہی تیمم کرے پھر اگر اتنا پانی ملے جو غیر معین
طور پر کسی ایک کے لیے کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف
کرے اور امام محمد کے نزدیک حدث کے تیمم کا اعادہ
کرے کسی جنب کے پاس وضو کے لیے بقدر
کفایت پانی ہے تو وہ تیمم کرے اور وضو نہ کرے پھر
اگر اس نے وضو کرلیا اور جنابت کا تیمم کیا پھر اسے
حدث ہوا تو اپنے حدث کا تیمم کرے ——— اب اگر

عــہ۱ اقول ای جنبا عند الامام ومن معه ومتقللا للجنابة عند الاکثرین او خارجا عن الخلاف کما بحثت ۱۲ منه غفرله (م)

اقول یعنی اس امام اور ان کے موافق حضرات کے مذہب پر جنب و بے فائدہ طور پر وضو کرلیا۔ یا اکثر حضرات کے نزدیک تقلیل جنابت کے لیے وضو کیا۔ یا اختلاف سے نکلنے کے لیے وضو کیا، جیسا کہ میں نے بحث کی ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

عــہ۲ اقول القبلیة لا تقتضی وجود ما بعدها قال تعالٰی قل لو کان البحر مدادا لکلمٰت ربی لنفد البحر قبل ان تنفد کلمٰت ربی فالمعنی

اقول قبلیت اپنے مدخول کے وجود کی مقتضی نہیں۔ ارشاد باری تعالٰی ہے: تم فرماؤ اگر سمندر میرے رب کی باتوں کے لیے روشنائی ہو جائے تو سمندر ختم ہو جائے اس سے قبل کہ میرے رب کی باتیں ختم ہوں ———

(باقی اگلے صفحہ پر)

---

[1] فتاوٰی ہندیہ ما ینقض التیمم پشاور ۱/۲۹
[2] کافی

واما غیر کاف لاحدهما فیتیمم للحدث واما کاف للمعة دون الوضوء فیصرفه الی اللمعة ویتیمم للحدث واما کافیا للوضوء دون اللمعة فیتوضأ ولا یغسل اللمعة ولا یتیمم لها واما کافیا لاحدهما غیر عین فیغسل اللمعة ویتیمم للحدث الوجه الثانی ان یجد الماء بعد ان یتیمم للحدث[1] اھ فیه ذکر الخمسة علی نحو ما مر **شرح طحاوی** و **خزانة المفتین** الساد احتلم فاغتسل ثم علم انه بقی لمعة فانه یتیمم لانه لم یخرج عن الجنابة

اتنا پانی ملا جو دونوں میں سے کسی ایک کے لیے کافی ہے تو اسے جنابت میں صرف کرے اور امام محمد کے نزدیک تیمم حدث کا اعادہ کرے[1]۔ **حلیہ و رد المحتار**
دوسری یہ کہ تیمم جنابت کے بعد پانی ملے پھر اس کے بعد اسے حدث ہو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ حدث کا تیمم کرنے سے پہلے پانی ملے تو پانی اگر لمعہ اور وضو دونوں کے لیے کافی ہو تو لمعہ کو دھوئے اور وضو کرے اور اگر پانی کسی ایک کے لیے ناکافی ہو تو حدث کا تیمم کرے۔ اگر لمعہ کے لیے کافی ہو وضو کیلئے نہیں تو پانی لمعہ کیلئے صرف کرے حدث کیلئے تیمم کرے اور اگر وضو کے لیے کافی ہو لمعہ کے لیے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ کو نہ دھوئے نہ اس کیلئے تیمم کرے ۔ اور اگر غیر معین طور پر کسی ایک کیلئے کافی ہو تو لمعہ کو دھوئے اور حدث کا تیمم کرے ۔ دوسری

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

تیمم للجنابة ثم احدث ثم وجد الماء من دون ان یتیمم قبله للحدث والا فالتیمم بعده للحدث لیس فیما اذا کفی لهما معا او للوضوء خاصة وعلی علیه قول الخلاصة احدث قبل غسل اللمعة بل وقول شرح الطحاوی الآتی وجد الماء بعد ما تیمم قبل الحدث فان وجود الحدث بعده غیر ملحوظ فیه والکلام لابد منه عاش او مات علی قول ان الموت حدث کما هو الراجح عندنا ۱۲ منه غفر له (م)

تو معنی یہ ہوا کہ جنابت کا تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا پھر پانی پایا بغیر اس کے کہ اس سے پہلے حدث کا تیمم کیا ہو۔ ورنہ اس کے بعد حدث کا تیمم اس صورت میں نہیں جب دونوں ہی کے لیے پانی کافی ہو یا صرف وضو کے لیے کافی ہو۔ اسی پر خلاصہ کی عبارت "لمعہ دھونے سے پہلے حدث ہوا" کا قیاس کیا جائے ۔ بلکہ شرح طحاوی کی آنے والی اس عبارت کا بھی "اسے پانی ملا اس کے بعد کہ تیمم کر چکا حدث سے پہلے" کیونکہ اس کے بعد حدث کا وجود ملحوظ نہیں ۔ اگرچہ اس سے مفر نہیں جیتے یا مرے اس قول پر موت حدث ہے جیسا کہ ہمارے نزدیک راجح بھی ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] رد المحتار باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۸۷

لبقاء اللمعۃ ولو احدث قبل التیمم یتیمم تیمما واحدا للمعۃ والحدث جمیعا کما اذا احدث مرارا لا یجب علیہ اکثر من وضوء واحد ولو احدث بعد التیمم ثم وجد [عـه۱] الماء فھو علی خمسۃ اوجہ اذا کفاھما جمیعا یغسل اللمعۃ ویتوضؤ للحدث وان کان لایکفیھما [عـه۲] یغسل بہ اللمعۃ او مایکفیہ حتی تقل الجنابۃ ویتیمم ولوکفی للمعۃ [عـه۳] یغسل اللمعۃ ویتیمم للحدث ولوکفی للوضوء دون اللمعۃ یتوضأ ولا یغسل اللمعۃ وھو کالجنب اذا تیمم ثم احدث ثم وجد الماء یکفیہ للوضوء یتوضؤ بہ ولوکفی لکل منھما علی الانفراد لا علی الجمع یغسل اللمعۃ لان الجنابۃ اغلظ ثم یتیمم للحدث ولو بدأ بالتیمم ثم غسل اللمعۃ لایجوز وعلیہ ان یتیمم بعد الغسل وفی النوادر ان [عـه۴] علیہ

عـه۱ ای قبل ان یتیمم للحدث لان الوجدان بعدہ یأتی بعدہ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عـه۲ ای شیئا منھما ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عـه۳ ای دون الوضوء ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عـه۴ اقول ای لہ ذلك ان تقول ان التخییر لاینافی الوجوب کما فی کفارۃ الیمین ۱۲ منہ غفرلہ (م)

صورت یہ کہ حدث کا تیمم کرنے کے بعد پانی ملے ؟ اس میں بھی سابق کی طرح پانچ صورتیں ذکر کیں۔

شرح طحاوی وخزانۃ المفتین میں ذکر جنابت لاحق ہوئی تو اس نے غسل کیا پھر اسے معلوم ہوا کہ لمعہ رہ گیا تو وہ تیمم کرے، اس لیے کہ لمعہ باقی رہ جانے کی وجہ سے وہ جنابت سے باہر نہ ہوا۔ اور اگر قبل تیمم اسے حدث ہوا تو لمعہ اور حدث دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کرے — جیسے بار بار حدث ہو تو اس پر ایک وضو سے زیادہ واجب نہیں۔ اور اگر بعد تیمم اسے حدث ہوا پھر پانی ملا تو اس کی پانچ صورتیں ہیں: (۱) جب دونوں کو پانی کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور حدث کے لیے وضو کرے (۲) اور اگر دونوں کے لیے ناکافی ہو تو جس حد تک کفایت کرے دھوئے تاکہ جنابت کم ہو اور تیمم کرے (۳) اگر لمعہ کے لیے کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور حدث کا تیمم کرے (۴) اگر وضو کے لیے کافی ہو لمعہ کے لیے نہیں تو وضو کرے اور لمعہ نہ دھوئے اور وہ اس جنب کی طرح ہے جو تیمم کرے

یعنی حدث کا تیمم کرنے سے پہلے۔ اس لیے کہ اس کے بعد ملنے کا ذکر آگے آ رہا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

یعنی دونوں میں سے کسی کے لیے کافی نہ ہو ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

یعنی وضو کے لیے کافی نہ ہو ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

اقول یعنی اسے اختیار ہے۔ یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ تخییر منافی وجوب نہیں جیسے کفارۂ یمین میں۔ ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

ان بدء بايهما شاء [عـه۱] ولو وجد الماء بعد ما تيمم للمعة قبل الحدث فهو على وجهين ان كفاه يغسله وان لم يكفه يغسل قدر ما يكفيه و تيممه على حاله [عـه۲] ولو وجد بعد ما احدث و تيمم للحدث فهو على خمسة اوجه على ما ذكرنا ان كفاهما صرف اليهما و ان لم يكفه غسل اللمعة مقدار ما يكفيه و تيممه على حاله و ان كفى للمعة لا للوضوء يغسل اللمعة والتيمم على حاله و ان كفى للوضوء دون اللمعة يتوضؤ وان لم يكف لاحدهما على الانفراد يغسل اللمعة و تيممه على حاله و عنى

عـه۱ ای تیمم لها ثم وجد الماء ولم یحدث بعد ۱۲ منه غفرله (م)

عـه۲ **اقول** ای اجنب فتیمم للمعة ثم احدث فتیمم له ثم وجد الماء لان الوجوه کلها مسوقة فیما اذا بقی لمعة فتیمم لها ولقوله و تیمم للحدث فلو ان التیمم للمعة مصروح عنه واذ ثبت ان تیمم لهما وقد التنبه لک کلام الحلیة ۱۲ منه غفرله (م)

پھر اسے حدث ہو پھر پانی ملے جو وضو کے لیے کافی ہو تو اس سے وضو کرے گا (۵) اور اگر تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو، دونوں کے لیے نہیں، تو لمعہ دھوئے اس لیے کہ جنابت زیادہ سخت ہے پھر حدث کے لیے تیمم کرے ــــ اور اگر پہلے تیمم کیا پھر لمعہ دھویا تو جائز نہیں۔ اور اس پر یہ ہے کہ دھونے کے بعد تیمم کرے ــــ اور نوادر میں ہے کہ اس پر یہ ہے کہ دونوں میں جس سے چاہے ابتدا کرے۔ اور اگر لمعہ کے لیے تیمم کرنے کے بعد حدث سے پہلے پانی پایا تو اس کی دو صورتیں ہیں، اگر اسے کافی ہو دھوئے اور اگر کافی نہ ہو تو جہاں تک کفایت کرے دھوئے اور اس کا تیمم برقرار ہے ــــ اور اگر حدث ہو ... نے تیمم کرنے کے بعد پایا تو اس کی پانچ صورتیں ہیں اسی طرح جو ہم نے بیان کیں۔ اگر دونوں کو کفایت کرے تو دونوں میں صرف کرے ــــ اور

یعنی لمعہ کی وجہ سے تیمم کیا پھر اسے پانی ملا اور ابھی اسے حدث نہیں ہوا ہے ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

اقول یعنی اسے جنابت ہوئی تو لمعہ کا تیمم کیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمم کیا پھر پانی ملا۔ اس لیے کہ تمام صورتیں اسی میں جاری کی جارہی ہیں جب لمعہ رہ گیا ہو پھر اس کا تیمم کرلیا ہو ــــ اور ان کے قول و تیمم للحدث (اور حدث کا تیمم کیا) سے بھی یہ معنی متعین ہوجاتے ہیں تو معلوم ہوا کہ لمعہ کے تیمم سے کلام ہی نہیں ہے اور اس سے بحث نہیں ورنہ یوں کہتے تیمم لهما (دونوں کا تیمم کرسکتا ہے) اور حلیہ کی عبارت سے یہ معنی واضح ہوچکا ہے ۱۲ منہ غفرلہ

فی س۔ قول محمد یتیمم اھ **شرح وقایۃ** اغتسل الجنب ولم یصل الماء لمعۃ ظھرہ وفنی الماء واحدث حدثا یوجب الوضوء فتیمم لھما ثم وجد من الماء ما یکفیھما بطل تیممہ فی حق کل واحد منھما وان لم یکف لاحدھما بقی فی حقھما وان کفی لاحدھما بعینہ غسلہ ویبقی التیمم فی حق الآخر وان کفی لکل منفردا غسل اللمعۃ ھذا اذا تیمم للحدثین واحدا اما اذا تیمم للجنابۃ ثم احدث فتیمم للحدث ثم وجد الماء فکذا فی الوجوہ المذکورۃ وان تیمم للجنابۃ ثم احدث ولم یتیمم للحدث فوجد الماء الخ وفیہ ذکر الخمسۃ نحو ما مر۔

اگر دونوں کے لیے غیر کافی ہو تو جہاں تک کفایت کرے دھوئے اور اس کا تیمم برقرار ہے اور اگر لمعہ کے لیے کافی ہو وضو کے لیے نہیں تو لمعہ دھوئے اور تیمم برقرار ہے ــــ اور اگر وضو کے لیے کافی ہو لمعہ کے لیے نہیں تو وضو کرے ــــ اور اگر تنہا کسی ایک کے لیے کافی ہو تو لمعہ دھوئے اور اس کا تیمم برقرار ہے ــــ اور امام محمد کے قول کے قیاس پر تیمم کرے"[1] اھ۔ **شرح وقایہ** جنب نے غسل کیا اور پانی اس کی پیٹھ کے لمعہ تک نہ پہنچا اور پانی ختم ہو گیا اور اسے وضو واجب کرنے والا کوئی حدث ہوا تو اس نے دونوں کا تیمم کیا پھر اسے اتنا پانی مل گیا جو دونوں کے لیے کافی ہو تو اس کا تیمم دونوں میں سے ہر ایک کے حق میں باطل ہو گیا اور اگر کسی کے لیے کافی نہ ہو تو دونوں کے حق میں باقی رہا ــــ اور اگر معین ہو کر ایک کے لیے کافی ہو تو اسے دھوئے اور دوسرے کے حق میں تیمم باقی رہے گا ــــ اور اگر تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو لمعہ دھوئے ــــ یہ اس صورت میں ہے جب دونوں حدثوں کے لیے ایک ہی تیمم کیا ہو ــــ لیکن جب جنابت کا تیمم کر لیا پھر حدث ہوا تو حدث کا تیمم کیا پھر پانی ملا تو مذکورہ صورتوں میں حکم وہی ہے اور اگر جنابت کا تیمم کر لیا پھر حدث ہوا اور حدث کا تیمم نہ کیا پھر پانی ملا ــــ الخ ــــ اس میں بھی پانچ صورتیں اسی طرح ذکر کی ہیں جو گزریں۔[2]

توضیحات مصنف: فقیر غفر لہ المولی القدیر چاہتا ہے کہ بتوفیق المولی عزوجل جلد اٹھانوے صور مع احکام مبین کرے اُن کے لیے یہ تصویر رکھیں کہ اقسام سبعہ جیشانی پر ہوں اور ہر جیشانی کے تحت میں

---

[1] شرح الطحاوی للاسبیجابی و خزانۃ المفتین

[2] شرح الوقایۃ باب التیمم المکتبۃ الرشیدیۃ دہلی ۱/۱۰۴

چاروں نوعیں ان رموز حروف میں لکھیں،

ت تیمم جنابت

ح حدث

ھ تیمم حدث

و وجدانِ آب

ت ح و کا مطلب یہ ہوا کہ جنابت کا ابھی تیمم نہ کیا تھا کہ حدث ہُوا اور اب بھی تیمم نہ کیا تھا کہ پانی پایا اور ت ح و
یہ کہ جنابت کے بعد تیمم کیا پھر حدث ہوا پھر پانی ملا وقس علیہ پھر ان میں ہر ایک کو اُتنے اصناف پر منقسم کریں جتنی
اُس میں محتمل ہیں یہاں لمعہ و وضو وہر دو وہر یک و ہیچ سے پانی کی کفایت مقصود ہے کہ لمعہ کو کافی ہے یا وضو کو
یا دونوں کو یا ہر ایک کو یا کسی کو نہیں اور جہاں پُورا حدث مستقل نہیں وہاں بجائے وضو قدر مستقل لکھا ہے یعنی
اُتنا پانی ملا جو صرف اُن اعضا کو کافی ہے جن میں حدث مستقل ہے یعنی اعضائے وضو کا جتنا حصہ جنابت کے
بعد دھو لیا تھا پھر حدث ہوا یوں یہ تمام صورتیں منفصل ہوگئیں اب احکام کی باری آئی وہ بہت جگہ مشترک
ہیں ایک ایک پانچ پانچ یا کم و بیش صورتوں کے لیے ہے لہٰذا تکرار سے بچنے کو اول اُن احکام کی فہرست
نمبر شمار کے ساتھ لکھیں پھر ہر صورت میں ہر صورت کے بعد جو حکم ہو اُس کا نمبر تحریر کر دیں کہ اُس کے
ذریعہ سے جس صورت کا حکم چاہیں فہرست میں دیکھ لیں وباللہ التوفیق۔

فہرست احکام : مناسب ہو کہ ہر نوع کے حکم علیحدہ لکھیں کہ مراجعت میں اور بھی سہولت ہو

ح و (۱) لمعہ دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے اُس کے دھونے سے پہلے خواہ بعد اور بعد ہونا
بہتر ہے کہ امام شافعی رضی اللہ عنہ کا خلاف نہ رہے۔ صورت ۱۱ و ۲۰ و ۶۳۔

(۲) قدر مستقل کو دھوئے اور لمعہ کا تیمم کرے ص ۱۲ و ۲۸ و ۳۸۔

(۳) وضو کرے اور لمعہ کا تیمم۔ ص ۶۴ و ۸۴۔

(۴) پورا وضو کرے طہارت ہوگئی ص ۱۳۔

(۵) وضو کرے اور باقی جگہ[عہ] دھوئے طاہر ہوگیا ص ۲۹ و ۶۵۔

(۶) پُورا نہائے۔ ص ۳۹ و ۸۵۔

(۷) پہلے لمعہ دھوئے پھر حدث کا تیمم کرے اگر پہلے تیمم کرے گا لمعہ دھونے کے بعد پھر کرنا ہوگا
ص ۱۴ و ۳۰ و ۴۷ و ۶۶ و ۸۳۔

عہ باقی جگہ کے یہ معنے کہ اعضائے وضو کے علاوہ اور بدن میں جہاں جنابت تھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)

(۸) دونوں کے لیے ایک تیمم کرے اور لمعہ کی تقلیل مستحبا با وجودیکہ نا کافی پانی جنابت کی جتنی جگہ کو دھو سکے بہتر یہ کہ دھوئے کہ جنابت کم ہو جائے اور آئندہ تھوڑا پانی بھی کفایت کرے۔ ص ۱۵ و ۳۱ و ۵۰ و ۶۷ و ۸۹۔

ح ت و (۹) لمعہ کے حق میں تیمم ٹوٹ گیا حدث کے حق میں باقی ہے لمعہ دھوئے۔ ص ۱۶ و ۳۲ و ۴۸ و ۶۹۔

(۱۰) حدث کے حق میں تیمم ٹوٹ گیا لمعہ کے حق میں باقی ہے قدر مستغنی کو دھوئے۔ ص ۱۷ و ۳۳ و ۵۲۔

(۱۱) تیمم حدث کے لیے نہ رہا لمعہ کے لیے ہے وضو کرے۔ ص ۶۹ و ۸۸۔

(۱۲) تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پورا وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص ۱۸۔

(۱۳) تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا وضو کرے اور باقی جگہ عـه دھوئے ظاہر ہوگیا۔ ص ۳۴ و ۷۰۔

(۱۴) تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پورا نہائے۔ ص ۵۳ و ۸۹۔

(۱۵) تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ گیا پہلے لمعہ دھوئے اس کے بعد حدث کا تیمم کرے۔ ص ۱۹ و ۳۵ و ۵۰ و ۷۱ و ۸۷۔

(۱۶) تیمم دونوں کے حق میں باقی ہے لمعہ کی تقلیل کرے۔ ص ۲۰ و ۳۶ و ۵۴ و ۷۲ و ۹۰۔

ت ح و (۱۷) تیمم گیا وضو سے طہارت ہوگئی۔ ص [illegible]

(۱۸) تیمم نہ رہا وضو کرے اور باقی جگہ دھوئے ظاہر ہوگیا۔ ص ۵ و ۳۹ و ۵۵ و ۷۵۔

(۱۹) تیمم ٹوٹ گیا لمعہ دھوئے اور حدث کا تیمم کرے۔ ص ۲۱ و ۳۷ و ۷۳۔

(۲۰) تیمم باقی ہے حدث کے لیے وضو کرے ص ۶ و ۳۸ و ۵۶ و ۷۴ و ۹۲۔

(۲۱) تیمم نہ رہا پورا نہائے ص ۷ و ۹۳۔

(۲۲) تیمم نہ رہا پہلے لمعہ دھوئے پھر حدث کا تیمم کرے ص ۴۰ و ۵۵ و ۷۶ و ۹۱۔

(۲۳) تیمم باقی ہے حدث کے لیے تیمم کرے اور لمعہ کی تقلیل۔ ص ۲ و ۷ و ۲۳ و ۴۱ و ۵۸ و ۷۷ و ۹۴۔

ت ح ص و (۲۴) دونوں تیمم ٹوٹ گئے وضو کرے طہارت ہوگئی۔ ص ۳ و ۲۵۔

(۲۵) دونوں تیمم گئے وضو کرے اور باقی جگہ دھوئے ظاہر ہوگیا۔ ص ۸ و ۲۴ و ۸۰۔

(۲۶) لمعہ کا تیمم گیا حدث کا باقی ہے لمعہ دھوئے۔ ص ۴ و ۲۴ و ۷۸۔

عـه باقی جگہ کے یہ معنے کہ اعضائے وضو کے سوا اور بدن میں جہاں جنابت تھی ۱۲ منہ غفرلہ (م)۔
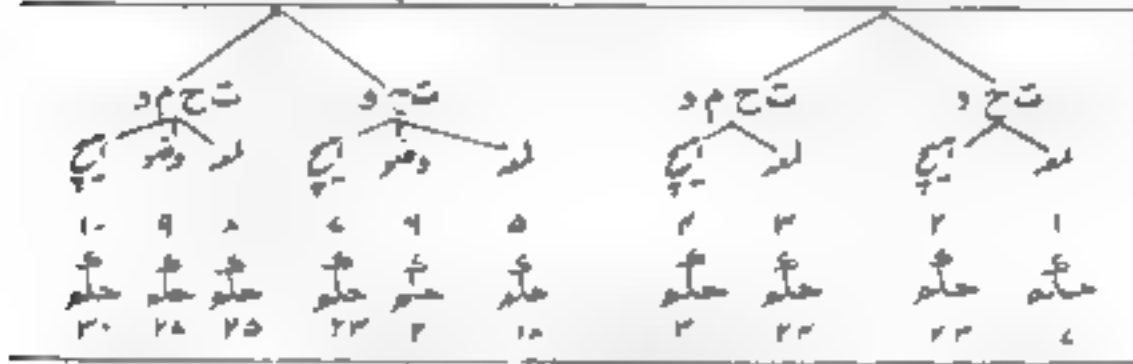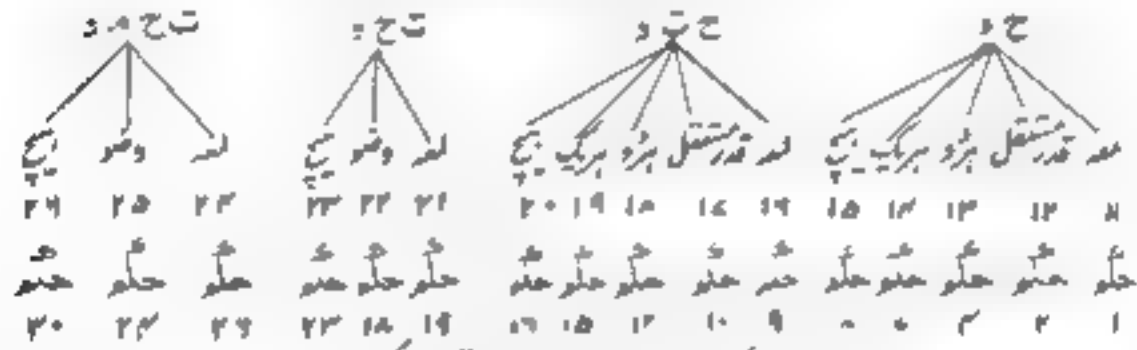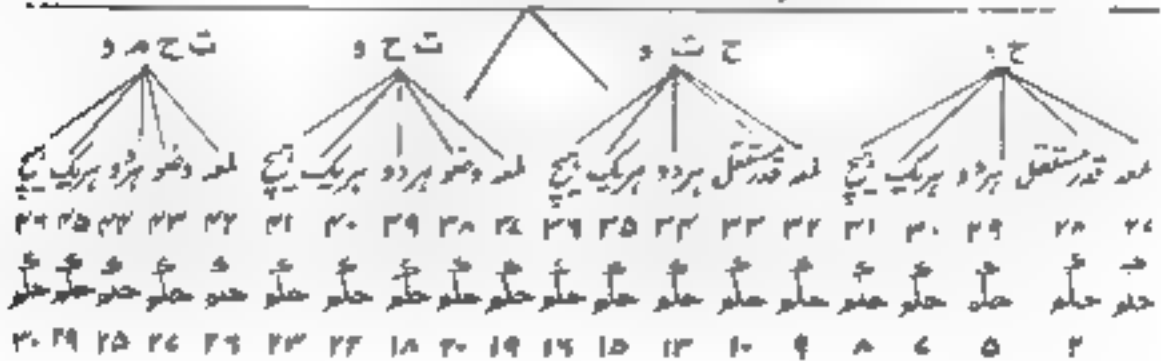
(۵) صرف اعضائے وضو کا کچھ حصہ دھویا تھا

شاخ	قسم	نمبر	حکم
ح و	لمعہ	۴۷	حکم ۴
	قدر مستقل	۴۸	حکم ۲
	ہر دو	۴۹	حکم ۶
	ہیچ	۵۰	حکم ۸
ح ت و	لمعہ	۵۱	حکم ۵
	قدر مستقل	۵۲	حکم ۱
	ہر دو	۵۳	حکم ۱۲
	ہیچ	۵۴	حکم ۱۶
ت ح و	لمعہ	۵۵	حکم ۲۲
	وضو	۵۶	حکم ۲۰
	ہر دو	۵۷	حکم ۲۱
	ہیچ	۵۸	حکم ۲۳
ت ح مد و	لمعہ	۵۹	حکم ۲۹
	وضو	۶۰	حکم ۲۷
	ہر دو	۶۱	حکم ۲۸
	ہیچ	۶۲	حکم ۳

(۶) غیر اعضائے وضو سے کچھ باقی تھا

شاخ	قسم	نمبر	حکم
ح و	لمعہ	۶۳	حکم ۱
	وضو	۶۴	حکم ۳
	ہر دو	۶۵	حکم ۵
	ہر یک	۶۶	حکم ۷
	ہیچ	۶۷	حکم ۸
ح ت و	لمعہ	۶۸	حکم ۹
	وضو	۶۹	حکم ۱۱
	ہر دو	۷۰	حکم ۱۳
	ہر یک	۷۱	حکم ۱۵
	ہیچ	۷۲	حکم ۱۶
ت ح و	لمعہ	۷۳	حکم ۱۹
	وضو	۷۴	حکم ۲۰
	ہر دو	۷۵	حکم ۱۸
	ہر یک	۷۶	حکم ۲۲
	ہیچ	۷۷	حکم ۲۳
ت ح مد و	لمعہ	۷۸	حکم ۲۴
	وضو	۷۹	حکم ۲۶
	ہر دو	۸۰	حکم ۲۵
	ہر یک	۸۱	حکم ۲۹
	ہیچ	۸۲	حکم ۳۰

(۷) سوائے وضو سب باقی تھا

شاخ	قسم	نمبر	حکم
ح و	لمعہ	۸۳	حکم ۴
	وضو	۸۴	حکم ۳
	ہر دو	۸۵	حکم ۶
	ہیچ	۸۶	حکم ۸
ح ت و	لمعہ	۸۷	حکم ۱۵
	وضو	۸۸	حکم ۱۱
	ہر دو	۸۹	حکم ۱۲
	ہیچ	۹۰	حکم ۱۶
ت ح و	لمعہ	۹۱	حکم ۲۲
	وضو	۹۲	حکم ۲۰
	ہر دو	۹۳	حکم ۲۱
	ہیچ	۹۴	حکم ۲۳
ت ح مد و	لمعہ	۹۵	حکم ۲۹
	وضو	۹۶	حکم ۲۷
	ہر دو	۹۷	حکم ۲۸
	ہیچ	۹۸	حکم ۳۰

مصنف کا ضابطہ کلیہ: ثم اقول علمائے کرام نفعنا اللہ تعالٰی ببرکاتہم فی الدارین نے یہ تقسیم وتفصیل بغرض تعلیم وتسہیل اختیار فرمائی جو بحمدہ تعالٰی اپنے منتہائے کمال کو پہنچی اب ہم بغرض ضبط وربط وقلت انتشار انہیں کے کلمات شریفہ کے استفادہ سے ضابطہ کلیہ لکھیں کہ جملہ اقسام واحکام کو حاوی ہو جنب کہ بعد جنابت ہنوز پورا نہ نہایا یا اگرچہ بعض یا کل اعضائے وضو کی تطہیر پانی سے یا تیمم کرچکا اُس کے بعد حدث

ورنہ جس پانی کے پانے نے پہلا تیمم توڑ دیا اس کا موجود رہنا دوسرا تیمم باطل کرے گا۔ منشاء اختلاف تمام صورتوں میں ایک ہے کہ آیا یہ پانی جو ازالۂ حدث مستقل کے بھی قابل ہے اگرچہ اس سے طہر ہی دھونے کا حکم ہے اس کے حق سے حدث کے لیے پانی پر قدرت ثابت ہوئی یا نہیں جنھوں نے خیال فرمایا کہ ہوئی حکم دیا کہ جب تک یہ پانی خرچ نہ ہولے حدث کا تیمم نہ کرے اور اگر پہلے کر چکا ہے ٹوٹ گیا کہ پانی پر قدرت تیمم گزشتہ کی ناقض اور آئندہ کی مانع ہے اور جنھوں نے لحاظ فرمایا کہ اگرچہ پانی اس کے بھی قابل پایا مگر وہ بحکمِ شرع دوسری حاجت کی طرف مصروف ہے لہذا اس سے ازالۂ حدث پر قدرت نہ ہوئی انھوں نے حکم دیا کہ یہ پانی نہ اگلے تیمم حدث کو توڑے گا نہ اس کے ہوتے حدث کے لیے تیمم ممنوع ہوگا۔

اقول ایک اختلاف تو یہ اصل مسئلے میں تھا **ثانیاً** ان روایتوں کی طرف نقل بھی مختلف آئی بعض[1] میں یوں کہ ایک روایت یہ ہے یک سوم جس سے اُن کی مساوات ظاہر اور یہ نہ کھلا کہ روایاتِ ظاہرہ ہیں یا نادرہ۔ بعض[2] میں یوں کہ دوم روایت نادرہ ہے جس سے ظاہر کہ اول ظاہر الروایۃ ہے بعض[3] میں یوں کہ اول روایت زیادات ہے اور دوم روایت اصل۔ اصل و زیادات دونوں کتب ظاہر الروایۃ سے ہیں **اقول** اور سب یہی کہ دونوں روایتیں ظاہر الروایۃ ہیں کہ مثبت نافی پر مقدم ہے نافی کو اس وقت روایتِ اصل خیال میں نہ تھی اور وہ یاد نہ تھی لہذا اسے روایت نادرہ فرمایا [illegible] اصل میں موجود تو ضرور ظاہر الروایۃ ہے بلکہ اولیٰ سے بھی اولیٰ کہ اصل زیادات پر مرجح ہے **ثالثاً** ناقلینِ کرام کی طرف اس کی نسبت بھی مختلف ہوئی کہ بعض[4] نے بلفظ ضعف فرمایا کہ کہا گیا کہ اول قول محمد دوم قول ابو یوسف ہے بعض[5] نے جزماً نہیں ان کا

عہ۱: سراج وہاج منیہ اعانی شرح وقایہ ردالمحتار مع ان فی اصل الحلیۃ تسمیۃ لاصل و للزیادات (م)
(باوجود اس کے اس کی اصل حلیہ میں اصل اور زیادات کا نام ذکر کیا ہے۔ ت)

عہ۲: شرح طحاوی غرر التعیین ۱۲ (م)

عہ۳: شرح وقایہ حلیہ بحر ۱۲ (م)

عہ۴: محیط رضوی سراج منیہ وغیرہ ۱۲ (م)

عہ۵: قال حلیہ غنیہ ہندیہ ردالمحتار مع نقل الحلیۃ ایاہ عن المحیط وغیرہ بلفظۃ قیل ۱۲ (م)
(اس کے باوجود حلیہ نے اس کو محیط وغیرہ سے لفظ "قیل" سے نقل کیا ہے۔ ت)

قول بتایا بعض[1] نے اول کو فرمایا قیاس قول محمد ہے یعنی تصریحاً ان سے مروی نہیں اُن کے قول کا قیاس چاہتا ہے کہ حکم یہ ہو **اقول** اور یہی ہے کہ اول قول محمد اور دوم قول ابو یوسف ہے رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کہ نقل ثقات موجب اثبات ہے **رابعاً** اختیار بھی مختلف رہا بعض[2] نے اُس پر جزم فرمایا بعض[3] نے اِس پر بعض[4] نے دونوں ذکر کرکے چھوڑ دیے **خامساً** تصحیح میں بھی اختلاف پڑا بعض[5] نے اسے اصح کہا بعض[6] نے اسے ظاہراً اوجہ **سادساً** اس منشا اختلاف کی تقریر بھی مختلف آئی بعض[7] نے یوں فرمایا کہ اگرچہ یہ پانی حدث میں صرف کرنا بالاتفاق واجب ہے مگر امام محمد کے نزدیک یہ وجوب اُس سے ازالہ حدث پر قدرت کا مانع نہیں کہ کرے تو بجا لا جائے صحیح تو ہوگا اور امام ابو یوسف کے نزدیک مانع ہے کہ جب شرع اس سے ازالہ حدث کی اُسے اجازت نہیں دیتی تو قدرت شرعیہ کب ہوئی اور بعض[8] نے یوں تقریر کی کہ نہیں بلکہ وجوب ہی میں اختلاف ہے امام محمد کے نزدیک اسے حدث کی طرف صرف کرنا واجب نہیں صرف اولیٰ ہے لہذا ازالہ حدث پر قدرت ثابت اور امام ابو یوسف کے نزدیک واجب ہے اور واجب کی مخالفت شرعاً ممنوع و محظور لہذا حدث میں صرف غیر مقدور اب ہم عبارات کرام ذکر کریں جن سے ان بیانات کا انکشاف ہو۔

فی السراج الوهاج ثم منحة الخالق اذا احدث بعد [illegible] وجد ماءً یکفی لکل واحد منهما علی الانفراد غسل به اللمعة لان الجنابة اغلظ ثم یتیمم للحدث ولو بدأ بالتیمم ثم غسلها

سراج وہاج پھر منحۃ الخالق میں ہے: [illegible] ہو پھر اتنا پانی پائے جو تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو اس سے لمعہ دھوئے اس لیے کہ جنابت زیادہ سخت ہے پھر حدث کا تیمم کرے۔ اور اگر پہلے تیمم کیا پھر لمعہ دھویا تو ایک روایت یہ ہے کہ جائز نہیں اور وہ تیمم کا اعادہ کرے گا۔ ایک

---

[1] شرح طحاوی خزانۃ المفتین ۱۲ (م)

[2] حلیہ پھر بدائع و محیط رضوی بہ دلالۃ تعلیل کما ستعرف ۱۲ (م) (اسی پر دلالۃ تعلیل سے جیسا کہ عنقریب آپ جان لوگے ت)

[3] درمختار و محشیان ۱۲ (م)

[4] سراج وہاج ۱۲ (م)

[5] ہندیہ و نقل عن شرح الزیادات للعتابی ۱۲ (م) (اور عتابی کی شرح زیادات سے نقل کیا گیا ہے۔ ت)

[6] حلیہ رد المحتار واوی الیہ فی شرح الوقایۃ واعتمدہ البحر تبعا للحلبی ۱۲ (م) (شرح وقایہ میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے اور بحر نے حلبی کی اتباع میں اسی پر اعتماد کیا ہے ۱۲ ت)

[7] کافی ۱۲

[8] حلیہ ۱۲

ففی روایۃ لایجوز ویعید التیمم وفی روایۃ له ان یبدأ بأیهما شاء قیل الاولی قول محمد والثانیۃ قول ابی یوسف[1] اھ وتقدم عن شرح الطحاوی و خزانۃ المفتین فیما اذا لم یکن تیمم قبل وجدان الماء لو بدأ بالتیمم ثم غسل اللمعۃ لایجوز وفی النوادر یبدأ بایهما شاء ثم قال فیما اذا سبق تیممه یغسل اللمعۃ وتیممه علی حاله وعلی قیاس قول محمد یتیمم[2] اھ۔

اقول ولا فرق بین الصورتین لاتحاد المعنی کما علمت فقد مشی اولا علی قول محمد وجعل الاخری روایۃ نادرۃ ومشی ثانیا علی قول ابی یوسف وجعل الاول قیاس قول محمد وفی المنیۃ وعلیه ان یبتدئ بغسل اللمعۃ ثم یتیمم[3] اھ فقد مشی علی قول محمد وفی الدر المختار (ناقضه قدرۃ ماء کاف لطهره فضل عن حاجته) کعطش وعجن وغسل نجس و

روایت میں کہ اسے اختیار ہے دونوں میں سے جس کو چاہے پہلے کرے، کہا گیا کہ روایت اولیٰ امام محمد کا قول ہے اور روایت ثانیہ امام ابو یوسف کا قول ہے اھ شرح طحاوی اور خزانۃ المفتین سے گزرا اس صورت میں جبکہ پانی ملنے سے پہلے تیمم نہ کیا ہو اگر پہلے تیمم کیا پھر لمعہ دھویا تو جائز نہیں۔ اور نوادر میں ہے کہ دونوں میں سے جسے چاہے پہلے کرے — پھر اس صورت میں جب اس کا تیمم پہلے ہوچکا ہو لکھا کہ لمعہ دھوئے اور اس کا تیمم برقرار ہے۔ اور برقیاس قول محمد تیمم کرے اھ (ت)

اقول دونوں صورتوں میں کوئی فرق نہیں کیونکہ معنی میں اتحاد ہے جیسا کہ معلوم ہوا۔ تو پہلے امام محمد کے قول پر چلے اور ثانی کو روایت نادرہ قرار دیا۔ اور ثانیاً امام ابو یوسف کے قول پر چلے اور اول کو امام محمد کے قول کا قیاس قرار دیا۔ اور منیہ میں ہے: اس پر یہ ہے کہ پہلے لمعہ دھوئے پھر تیمم کرے اھ اس میں امام محمد کے قول پر چلے ہیں۔ درمختار میں ہے: (ناقض تیمم اتنے پانی پر قدرت ہے جو اس کی طہارت کے لیے کافی اس کی حاجت سے زائد ہو) حاجت جیسے پیاس، آٹا گوندھنا، نجس اور

---

[1] منحۃ الخالق مع البحر باب التیمم مطبع ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۴۹

[2] شرح الطحاوی للاسبیجابی و خزانۃ المفتین

[3] منیۃ المصلی باب التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۴۰

لمعۃ جنابۃ لان المشغول بالحاجۃ کالمعدوم[عه] اھ[1] فقد مشی علی قول ابی یوسف واقرہ محشوہ وفی الحلیۃ ھل علیہ ان یبتدئ بغسل اللمعۃ حتی لو تیمم للحدث ثم غسل اللمعۃ اعاد التیمم للحدث فی روایۃ الزیادات نعم وعلیھا اقتصر المصنف ووجھھا انہ یصیر عادما للماء بصرفہ للتیمم وفی روایۃ الاصل لا بل بایھما بدأ اجزأ لان الماء صار مستحق الصرف الی اللمعۃ فصار معدوما حکما کالماء المستحق للعطش قال رضی الدین فی المحیط وکذا غیرہ قیل ما فی الزیادات قول محمد وما فی الاصل قول ابی یوسف[2] اھ وفیھا یظھر ان قول ابی یوسف

لمعۂ جنابت دھونا — اس لیے کہ جو حاجت میں مشغول ہے وہ معدوم کی طرح ہے۔ اھ — اس میں امام ابو یوسف کے قول پر چلے اور درمختار کے محشی حضرات نے اسے برقرار رکھا۔ حلیہ میں ہے: کیا اس پر یہ لازم ہے کہ پہلے لمعہ دھوئے یہاں تک کہ اگر حدث کا تیمم کر لیا پھر لمعہ دھویا تو اسے تیمم حدث کا اعادہ کرنا ہے؟ — روایت زیادات میں اس کا جواب اثبات میں ہے اور اسی پر مصنف نے اکتفا کی — اس کی وجہ یہ ہے کہ وہ فقدان آب والا ہو جاتا ہے تو اس کا تیمم کفایت کر جاتا ہے۔ اور روایت اصل میں اس کا جواب نفی میں ہے بلکہ دونوں میں سے جو بھی پہلے کرے جائز ہے اس لیے کہ پانی لمعہ میں صرف کا مستحق ہو گیا تو وہ حکماً معدوم ہو گیا جیسے وہ پانی جو پیاس کا مستحق ہو گیا ہو۔ رضی الدین نے محیط میں اور ایسے ہی ان کے علاوہ نے بھی فرمایا ہے۔ کہا گیا ہے

عه قال العلامۃ ش ای لو اغتسل وبقیت لمعۃ فتیمم ثم احدث فتیمم ثم وجد ما یکفیھما فقد فاتہ بغسلھا بہ ولا یبطل تیممہ للحدث اھ اقول سبحٰن اللہ اذا لم یکف للوضوء کان عدم انتقاض تیممہ لعدم الکفایۃ لا للشغل بالحاجۃ والشارح بصدد بیان المشغول فالوجہ ان مرادہ کما صرحت بہ الاحکام ما اذا کفی لکل علی البدلیۃ ۱۲ منہ غفرلہ (م)

عه علامہ شامی نے فرمایا: یعنی اگر غسل کیا اور کوئی لمعہ رہ گیا پھر تیمم کیا پھر اسے حدث ہوا تو تیمم کیا پھر اتنا پانی ملا جو صرف لمعہ کے لیے کافی ہے تو اسے اس پانی سے دھوئے گا اور اس کا تیمم حدث باطل نہ ہوگا۔ اھ اقول سبحان اللہ! جب وضو کے لیے کافی نہ ہو تو اس کے تیمم کا نہ ٹوٹنا عدم کفایت کی وجہ سے ہوا، حاجت میں مشغول کی وجہ سے نہیں — اور شارح اس پانی کو بتانا چاہتے ہیں جو حاجت میں مشغول ہو۔ تو وجہ یہ ہے کہ ان کی مراد حسب تصریح احکام وہ صورت ہے جب پانی بطور بدلیت ہر ایک کے لیے کافی ہو ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] درمختار باب التیمم مطبع مجتبائی دہلی ۱/۴۵
[2] ردالمحتار ، مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۲

20
20

اوجہ اھ[1] وعبر عنہ فی ردالمحتار بقولہ لاینتقض تیمم الحدث عند ابی یوسف و عند محمد ینتقض ویظہر ان الاول اوجہ اھ ثم قال ولو لم یتیمم قبل الوجدان ففی روایۃ یلزمہ غسلہا قبل التیمم للحدث وفی روایۃ یتخیر اھ ملخصا من الحلیۃ اھ[2] وفی شرح الوقایۃ واذا غسل اللمعۃ ھل یعید التیمم روایتان وان تیمم اولا ثم غسل اللمعۃ ففی اعادۃ التیمم روایتان ایضا وان صرف الی الحدث انتقض تیممہ فی حق اللمعۃ باتفاق الروایتین اھ ثم قال فیما اذا لم یتیمم للحدث قبل ان کفی کل واحد منفردا یصرفہ فی اللمعۃ و تیمم للحدث فان توضأ بہ جاز ویعید التیمم ولو بدأ بالتیمم للحدث ھل یعید التیمم ففی روایۃ الزیادات یعید وفی روایۃ الاصل لا ثم انما ثبت القدرۃ اذا لم یکن مصروفا الی اھم حتی اذا کان علی بدنہ اوثوبہ نجاسۃ یصرفہ الی النجاسۃ اھ[3] وھو کما تری یشیر الی ترجیح روایۃ الاصل وفی الہندیۃ صرفہ الی اللمعۃ واعاد تیممہ للحدث

کہ جو زیادات میں ہے وہ امام محمد کا قول ہے اور جو اصل میں ہے وہ امام ابو یوسف کا قول ہے۔ اھ۔ حلیہ میں یہ بھی ہے کہ ظاہر یہ ہے کہ امام ابو یوسف کا قول زیادہ مناسب ہے اھ۔ ردالمحتار میں اس کی تعبیر ان الفاظ میں کی ہے: "تیمم حدث امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ٹوٹے گا اور امام محمد کے نزدیک ٹوٹ جائیگا اور ظاہر یہ ہے کہ اول اوجہ ہے اھ پھر اس صورت کے متعلق جبکہ پانی ملنے سے پہلے تیمم نہ کیا ہو لکھا ہے: "ایک روایت میں اس پر تیمم حدث سے پہلے لمعہ دھونا لازم ہے اور ایک روایت میں اسے اختیار ہے" اھ۔ ملخصاً من الحلیہ اھ۔ شرح وقایہ میں ہے: "جب لمعہ دھو لیا تو کیا تیمم کا اعادہ کرے گا؟ — تو دو روایتیں ہیں — اور اگر پہلے تیمم کر لیا پھر لمعہ دھویا تو بھی اعادۂ تیمم میں دو روایتیں ہیں۔ اور اگر حدث میں صرف کریں تو حق لمعہ میں اس کا تیمم باتفاق روایتین ٹوٹ گیا" اھ۔ پھر اس صورت سے متعلق جبکہ حدث کا تیمم پہلے نہ کیا ہو لکھا ہے: "اگر تنہا ہر ایک کے لیے کافی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے گا اور حدث کا تیمم کرے گا پھر اگر اس سے وضو کر لیا تو جائز ہے اور تیمم کا اعادہ کرتا ہے۔ اور اگر حدث کا تیمم پہلے کیا تو کیا تیمم لوٹائے گا؟ — روایت زیادات میں ہے کہ لوٹائے گا اور روایت اصل میں ہے کہ نہیں لوٹائے گا۔ پھر

---

[1] حلیہ
[2] ردالمحتار باب التیمم مطبع مصطفی البابی مصر ١/١٨٧
[3] شرح الوقایۃ " مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ دہلی ١/١٠٣، ١٠٥

عند محمد وعند ابی یوسف لا ولو صرفہ الی الوضوء جاز وتیمم لجنابتہ اھ فان لم یکن تیمم للحدث قبل وجود ھذا الماء فتیمم قبل غسل اللمعۃ لم یجز عند محمد وعند ابی یوسف یجوز والاول اصح ھکذا فی الکافی اھ[1]۔

حدث اس وقت ثابت ہوتی ہے جب زیادہ اہم جانب میں مصروف نہ ہو۔ یہاں تک کہ اگر اس کے بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست ہو تو اسے نجاست کی جانب صرف کرے گا۔ اھ —— یہ کلام روایت اصل کی ترجیح کی جانب اشارہ کررہا ہے جیسا کہ سامنے ہے۔ ہندیہ میں ہے: اسے لمعہ میں صرف کرے اور تیمم حدث کا اعادہ کرے امام محمد کے نزدیک —— اور امام ابو یوسف کے نزدیک اعادہ نہیں۔ اور اگر اسے وضو میں صرف کرلیا جب بھی جائز ہے اور اسے جنابت کا تیمم کرنا ہے۔ باتفاق اگر یہ پانی ملنے سے پہلے حدث کا تیمم نہیں کیا تھا اب لمعہ دھونے سے پہلے تیمم کیا تو امام محمد کے نزدیک جائز نہیں —— اور امام ابو یوسف کے نزدیک جائز ہے —— اور اول اصح ہے —— اسی طرح کافی میں ہے۔ اھ (ت)

اقول قولہ والاول اصح لیس ف فی نسختی الکافی والعبارۃ غیر مسوقۃ کما فی الکافی کما یظہر بمقابلتہ وقد نبہ علیہ بقولہ ھکذا فی الکافی کما ذکر فی خطبۃ الکتاب اصطلاحہ فی کذا وھکذا نعم ذکر بعض العصریین[ہو اللکنوی ۱۲] انہ فی شرح الزیادات للعتابی انہ الاصح ولم یذکر الواسطۃ فی النقل فان صح ھذا فلعلہ مزید فی الہندیۃ من ثمہ او من غیرہ او لعلہ ساقط من نسختی الکافی وعلی کل فالہندیۃ ثقۃ فی النقل واللہ تعالٰی اعلم۔ وفی الکافی ان کفی واحدا غیر عین صرفہ الی اللمعۃ لانہ اھم واعاد تیممہ للحدث

اقول والاول اصح (اور اول اصح ہے) کافی کے میرے نسخہ میں نہیں —— اور عبارت جیسے کافی میں ہے ویسے مسوق نہیں جیسا کہ مقابلہ کرنے سے ظاہر ہوتا ہے —— اس پر اپنے الفاظ "ھکذا فی الکافی" سے تنبیہ بھی کردی ہے جیسا کہ خطبہ کتاب میں لفظ کذا اور ھکذا سے متعلق اپنی اصطلاح بتائی ہے ہاں بعض معاصرین (فاضل لکھنوی ۱۲م) نے ذکر کیا ہے کہ عتابی کی شرح زیادات میں ہے کہ "وہی اصح ہے" واسطۂ نقل نہ بتایا۔ اگر یہ صحیح ہے تو شاید ہندیہ میں وہیں سے یا اور کسی کتاب سے یہ اضافہ کردیا گیا ہے یا ہوسکتا ہے یہ لفظ میرے نسخۂ کافی میں چھوٹ گیا ہو۔ بہرحال ہندیہ نقل میں ثقہ ہے، اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے ——

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل فیما ینقض التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹

عند محمد لقدرته على الماء ووجوب صرفه الى الجنابة لاينافي قدرته على صرفه الى الحدث ولهذا لو صرفه الى الوضوء جاز ويتيمم لجنابته اتفاقا وعند ابي يوسف لايعيد لانه مستحق الصرف الى اللمعة والمستحق بجهة كالمعدوم فان لم يكن تيمم للحدث[1] الخ وقد سبق۔

کافی میں ہے: اگر جنبی طور پر ایک کے بیچے باقی ہو تو اسے لمعہ میں صرف کرے کیونکہ وہ اہم ہے اور امام محمد کے نزدیک تیمم حدث کا اعادہ ہے کیونکہ وہ پانی پر قادر ہوگیا تھا — اور جنابت میں اسے صرف کرنے کا وجوب حدث میں صرف کرنے پر قدرت کے منافی نہیں۔ اسی لیے اگر اسے وضو میں صرف کرلیا تو جائز ہے اور اسے جنابت کا تیمم کرنا ہے بالاتفاق۔ اور امام ابویوسف کے نزدیک (تیمم حدث کا) اعادہ نہیں اس لیے کہ وہ پانی لمعہ میں صرف کیے جانے کا مستحق ہوچکا تھا اور جو کسی جانب کا مستحق ہو معدوم کی طرح ہے۔ تو اگر اس نے حدث کا تیمم نہ کیا تھا الخ — یہ کلام گزر چکا۔ (ت)

اقول قرر دليل ابي يوسف فاراد ترجيحه وصرح في تعليل محمد بوجوب صرفه الى اللمعة وانه لاينافي قدرته على الوضوء وفي **الغنية** (عليه ان يعيد) اي بعد غسل اللمعة (التيمم عندهما) في حق الحدث ولا يجوز تيممه للحدث قبله عند محمد لان صرف ذلك الماء الى اللمعة دون الحدث ليس بواجب عنده بل على سبيل الاولوية فوجوده يمنع التيمم للحدث وعند ابي يوسف صرفه الى اللمعة واجب فهو كالمعدوم بالنسبة الى الحدث فيجوز التيمم له قبل غسل اللمعة ولو كان تيمم بعد ما احدث

اقول امام ابویوسف کی دلیل مقرر کرکے اس کی ترجیح کا ارادہ کیا اور امام محمد کی تعلیل میں یہ بات تصریحاً فرمائی کہ لمعہ میں اسے صرف کرنا واجب ہے اور یہ وضو پر قدرت کے منافی نہیں۔ **غنیہ** میں ہے (اس پر یہ ہے کہ پہلے لمعہ دھولے) تاکہ حق حدث میں پانی رکھنے والا ہوجائے۔ امام محمد کے نزدیک اس سے پہلے اس کا تیمم حدث جائز نہیں، کیونکہ ان کے نزدیک اس پانی کو حدث چھوڑ کر لمعہ میں صرف کرنا واجب نہیں بلکہ بطور اولیٰ کے ہے، تو اس کا وجود تیمم حدث سے مانع ہے اور امام ابویوسف کے نزدیک اسے لمعہ میں صرف کرنا واجب ہے تو وہ حدث کی بہ نسبت کالمعدوم ہے اس لیے لمعہ دھونے سے پہلے حدث کا تیمم جائز ہے — اور اگر حدث ہونے کے

[1] کافی

لاجل الحدث ثم وجد ما یکفی لاحدھما ینتقض تیممه عند محمد لاعند ابی یوسف بناء علی ما تقدم[1] اھ ثم ھھنا مسألة اخری من ھذا القبیل مشی فیھا الامام ملک العلماء والامام رضی الدین السرخسی علی وجوب تأخیر التیمم فظاھر قیاسه المشی علی قول محمد ھا فی البدائع بعد ذکر القدرة علی الماء الکافی وعلی ھذا الاصل مسائل فی الزیادات مسافر محدث علی ثوبه نجاسة اکثر من قدر الدرھم ومعه ما یکفی لاحدھما غسل به الثوب وتیمم للحدث عند عامة العلماء لان الصرف الی النجاسة یجعله مصلیا بطھارتین حقیقیة وحکمیة فکان اولی من الصلوة بطھارة واحدة ویجب ان یغسل ثوبه من النجاسة ثم یتیمم ولو بدأ بالتیمم لایجزیه لانه قدر علی ماء لو توضأ به تجوز صلاته[2] اھ وفی

عہ اقول کانه زادہ ایضاحا والا فلا حاجة الیه لانه لو احدث ثم تیمم لھا لکان له ایضا ولا یختلف الحکم ۱۲ منه غفر له (م)

بہ حدث کے لیے تیمم کرلیا تھا پھر اسے اتنا پانی ملا جو کسی ایک کے لیے کافی ہو تو اس کا تیمم امام محمد کے نزدیک ٹوٹ جائیگا، امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ٹوٹے گا ـــــ اسی بنیاد پر جو پہلے بیان ہوئی ــــ اھ۔

پھر یہاں اسی قبیل کا ایک اور مسئلہ ہے جس میں امام ملک العلماء اور امام رضی الدین سرخسی کی روش اس پر ہے کہ تیمم موخر کرنا واجب ہے تو اس کا ظاہر قیاس یہ ہے کہ یہاں امام محمد کے قول پر چلے ہیں۔ بدائع میں آب کافی پر قدرت کا ذکر کرنے کے بعد ہے: اس اصل کے تحت زیادات میں چند مسائل ہیں ـــــ کوئی حدث والا مسافر ہے جس کے کپڑے پر قدر درہم سے زیادہ نجاست ہے اور اس کے پاس اتنا پانی ہے جو دونوں میں سے کسی ایک کیلئے کافی ہے تو اس سے کپڑا دھوئے اور حدث کیلئے تیمم کرے۔ عامہ علماء کے نزدیک اس لیے کہ نجاست میں صرف کرنا اسے حقیقی و حکمی دو طہارتوں سے نماز ادا کرنے والا بنا دے گا تو یہ ایک طہارت سے نماز ادا کرنے سے بہتر ہے اور واجب ہے کہ

اقول معلوم ہوتا ہے کہ اسے انہوں نے بطور توضیح بڑھا دیا ہے ورنہ اس کی ضرورت نہیں اس لیے کہ اگر اسے حدث ہوا پھر اس نے نجاست کا تیمم کیا تو وہ حدث کے لیے بھی ہو جائے گا اور حکم مختلف نہ ہوگا ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

---

[1] غنیۃ المستملی باب التیمم مطبع سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۶

[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان ما ینقض التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۷

المحیط الرضوی ثم الہندیۃ لوتیمم اولاثم غسل النجاسۃ یعید التیمم لانہ تیمم وھو قادر علی ماء یتوضؤ بہ[1] اھ ورأیتنی کتبت علیہ سابقا مانصہ.

اقول ھذا علی قول محمد اما علی قول ابی یوسف فلا لکونہ مشغولا بحاجۃ فکان کالمعد للعطش وبہ جزم فی الدر المختار اھ ثم رأیت بعدہ بزمان نظر فیہ المحقق الحلبی فی الحلیۃ کما نظر الفقیر ولله الحمد فقال بعد نقل مافی البدائع والمحیط[2] قال العبد الضعیف غفر الله تعالٰی لہ فیہ نظر بل الظاہر الحکم بجواز التیمم تقدم علی غسل الثوب اوتأخر لانہ مستحق الصرف الی الثوب علی ماقالوا والمستحق الصرف الی جہۃ معدوم حکما بالنسبۃ الی غیرہا کما فی مسألۃ اللمعۃ مع الحدث قبل التیمم لہ اذاکان الماء کافیا لاحدھما ھذا بالتیمم للحدث قبل غسلہا کما ھو روایۃ الاصل وکما فی مسألۃ خوف

کپڑے سے نجاست دھوئے پھر تیمم کرے اور اگر پہلے تیمم کرلیا تو یہ کفایت نہیں کرسکتا اس لیے کہ وہ اتنے پانی پر قادر ہے کہ اگر اس سے وضو کرے تو اس کی نماز ہوجائے گی۔ اھ اور محیط رضوی پھر ہندیہ میں ہے: "اگر پہلے تیمم کیا پھر نجاست دھوئی تو تیمم کا اعادہ کرے اس لیے کہ اس نے اس حالت میں تیمم کیا جب کہ وہ اتنے پانی پر قادر تھا جس سے وضو کرے"۔ اھ اس پر میں نے زمانہ سابق میں اپنی لکھی ہوئی یہ عبارت دیکھی:

اقول یہ حکم امام محمد کے قول پر ہے لیکن امام ابو یوسف کے قول پر اعادہ نہیں اس لیے کہ وہ پانی حاجت میں مشغول تھا تو اس پانی کی طرح ہوا جو پیاس کے لیے رکھا ہوا ہو۔ اسی پر درمختار میں جزم کیا ہے" اھ۔ پھر اس کے کچھ عرصے بعد میں نے دیکھا کہ اس پر محقق حلبی نے حلیہ میں بھی ویسے ہی کلام کیا ہے جیسے فقیر نے کلام کیا ـــ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے ـــ انہوں نے بدائع اور محیط کی عبارتیں نقل کرنے کے بعد لکھا ہے، بندۂ ضعیف کہتا ہے ـــ خدائے برتر اس کی مغفرت فرمائے ـــ یہ محل نظر ہے ـــ بلکہ ظاہر جواز تیمم کا حکم ہے۔ کپڑا دھونے سے پہلے تیمم ہو یا اس کے بعد ہو۔ اس لیے کہ حسب ارشاد علماء وہ پانی کپڑے میں صرف کیے جانے کا مستحق ہے اور جو کسی ایک جانب صرف کیے جانے کا مستحق ہوچکا ہو وہ دوسری جانب کی بہ نسبت حکماً معدوم ہے جیسے حدث کے ساتھ لمعہ کے مسئلہ میں اس سے پہلے کہ

---

[1] فتاوٰی ہندیہ فصل بیان ماینقض التیمم نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۲۹
[2] بدائع الصنائع کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی، کراچی ۵/۱۳۰

العطش ونحوه نعم تمشی ذٰلک علی روایة الزیادات[1] اھ وتبعہ فی **البحر الرائق** علی الفاظہ وزاد بعدہ ولھذا قال فی شرح الوقایة وانما تثبت القدرة اذا لم یکن مصروفا الی جهة اھم[2] اھ **ولکن** زعم فی السراج ان وجوب تاخیر التیمم فی مسألة النجاسة مجمع علیه بخلاف مسألة اللمعة فاذن لایکون جزم البدائع والمحیط فیه بوجوب التاخیر دلیل المشی علی قول محمد فی اللمعة۔

حدث کا تیمم کیا ہو۔ جب پانی دونوں میں سے کسی ایک کے لئے کافی ہو تو لمعہ دھونے سے پہلے تیمم حدث سے ابتداکی ہو، جیساکہ اصل کی روایت ہے ـــــ اور جیساکہ خوف تشنگی وغیرہ کے مسئلہ میں ہے ـــــ ہاں وہ حکم روایت زیادات پر چل سکتا ہے اھ ـــــ اور **البحر الرائق** میں ان ہی کے الفاظ کے ساتھ ان کا اتباع کیا ہے۔ اور اس کے بعد مزید یہ لکھا ہے، "اسی لئے شرح وقایہ میں فرمایا: اور قدرت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب اس سے زیادہ اہم جانب میں مصروف نہ ہو" اھ **لیکن** سراج میں یہ خیال کیا ہے کہ مسئلہ نجاست میں تیمم مؤخر کرنے کا وجوب متفق علیہ اور اجماعی ہے بخلاف مسئلہ لمعہ کے ـــــ اس کے پیش نظر مسئلہ نجاست میں وجوب تاخیر پر بدائع ومحیط کا جزم مسئلہ لمعہ میں امام محمد کے قول پر مشی کی دلیل نہ ہوگا۔ (ت)

اقول لکن[1] قد اسمعناک نص الامام صدر الشریعة انما تثبت القدرة اذا لم یکن مصروفا الی نجاسة[3] ونص الدر المختار المشغول بحاجة غسل نجس کالمعدوم[4] فاین الاجماع وقد جزما به کأنه لاخلاف فیه فضلا عن الاجماع علی خلافه ثم اذ قد ذکر الاجماع ھھنا

اقول لیکن امام صدر الشریعہ کی عبارت ہم ابھی پیش کرچکے کہ "قدرت اسی وقت ثابت ہوتی ہے جب نجاست کی جانب مصروف نہ ہو" ـــــ اور در مختار کی یہ عبارت کہ "جو کسی نجس کو دھونے کی ضرورت میں مشغول ہے معدوم کی طرح ہے" ـــــ تو اجماع کہاں؟ جب کہ ان دونوں نے اس پر یوں جزم کیا ہے جیسے اس میں کوئی خلاف ہی نہیں اس کے خلاف پر

---

[1] البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ١/١٣٩
[2] ایضاً
[3] شرح الوقایة باب التیمم المکتبة الرشیدیہ دہلی ١/١٠٥
[4] الدر المختار " مجتبائی دہلی ١/٤٥

وقد نقل الخلاف فی مسألة اللمعة ابدی بینهما فارقا به تثبت العلامة الشامی فی دفع نظر الحلیة والبحر فقال فی منحة الخالق ذکر فی السراج لو بدأ بالتیمم ثم غسل النجاسة اعاد التیمم اجماعا بخلاف المسألة الاولی ای مسألة اللمعة علی قول ابی یوسف لانه تیمم هنا وهو قادر علی ماء لو توضأ به جاز وهناك ای فی مسألة اللمعة لو توضأ بذلك الماء لم یجز لانه صار جنبا برؤیة الماء اھ وبه یندفع النظر فتدبره[۱] واورده الشامی فی رد المحتار فقال وهو فرق حسن دقیق فتدبره[۲] اھ۔

اجماع تو ذکر کیا — پھر جب سراج میں یہاں اجماع ذکر کیا اور اس سے پہلے مسئلہ لمعہ میں اختلاف نقل کیا تو ان دونوں کے درمیان ایک وجہ فرق بھی ظاہر کی جس سے علامہ شامی نے حلیہ و بحر کا کلام دفع کرنے میں تمسک کیا۔ منحۃ الخالق میں لکھتے ہیں: "سراج میں ذکر کیا ہے کہ اگر پہلے تیمم کرلیا پھر نجاست دھوئی تو اسے اجماعاً تیمم کا اعادہ کرنا ہے۔ بخلاف پہلے مسئلہ کے۔ یعنی مسئلہ لمعہ کے برخلاف امام ابو یوسف کے قول پر — اس لیے کہ یہاں اس نے اس حالت میں تیمم کیا کہ وہ ایسے پانی پر قادر تھا جس سے اگر وضو کرتا تو جائز ہوتا — اور وہاں یعنی مسئلہ لمعہ میں اگر اس پانی سے وضو کرتا تو جائز نہ ہوتا — اس لیے کہ پانی دیکھنے کی وجہ سے وہ پھر جنب ہوگیا۔ اھ — اور اسی سے وہ کلام دفع ہوجاتا ہے۔ فتدبر (تو غور کرنا چاہئے) اھ — سراج کا کلام رد المحتار میں بھی ذکر کرکے فرمایا ہے: "وھو فرق حسن دقیق فتدبرہ (اور یہ ایک عمدہ دقیق فرق ہے جس میں تدبر کرنا چاہئے)" اھ (ت)

اقول وبالله التوفیق له محملان۔

الاول الجواز بمعنی الصحة کما تعطیه عبارة ملك العلماء حیث نسب الجواز الی الصلاة وفیه۔

اولاً ان مجرد صحة الوضوء به لا یثبت القدرة ولا ینفی العجز

اقول (میں کہتا ہوں) اور توفیق خدا ہی سے ہے اس کے دو محمل ہیں۔

اوّل: جواز بمعنی صحت ہو — جیسا کہ ملک العلماء کی عبارت سے مستفاد ہوتا ہے اس طرح کہ انہوں نے جواز کی نسبت نماز کی طرف کی ہے۔ اب اس میں کلام ہے

اولاً محض اتنا کہ اس سے وضو درست ہے نہ قدرت کا اثبات کرتا ہے نہ عجز کی نفی کرتا ہے۔

---

[۱] منحۃ الخالق علی البحر الرائق باب التیمم ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۳۹

[۲] رد المحتار باب التیمم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۸۰

الا ترى ان المريض او البعيد ميلا لو تحمل الحرج وتوضأ به لصح وجازت صلاته به بل الشغل بحاجة اهم ايضا من وجوه العجز كالمدخر لعطش او عجن مع جواز صلاته به قطعا الـ فعل۔

وثانيا على السراج خاصة ان يعمم الفرق فالصحة وجواز الصلاة حاصل قطعا في مسألة اللمعة ايضا الا ترى الى ما تقدم عن الهندية والكافي وشرح الوقاية لو صرفه الى الوضوء جاز ، زاد الاولان اتفاقا وعوده جنبا لا يمنعه عن التوضي للحدث لان هذه الجنابة مقتصرة والحدث غير مندمج فيها۔

الثاني معنى الحل اى لو توضأ به في مسألة النجاسة حل بخلاف مسألة اللمعة لانه عاد جنبا فوجب صرفه الى الجنابة۔

اقول وفيه

اولا لا نسلم الحل في النجاسة فانك فيه اختيار الصلاة مع نجاسة حقيقية عمدا الا انه كان قادرا على ان يزيل النجاستين الحقيقية

دیکھئے بیمار یا ایک میل دوری والے نے اگر مشقت اٹھائی اور پانی سے وضو کیا تو وضو صحیح ہے اور اس سے نماز جائز ہے ــــ بلکہ زیادہ اہم ضرورت میں پانی کا مشغول ہونا بھی عجز کی صورتوں میں سے ہے جیسے وہ پانی جو پیاس کے لیے یا آٹا گوندھنے کیلئے جمع کر رکھا ہو باوجودیکہ اگر اس سے وضو کرے تو اس کی نماز قطعاً جائز ہے۔

ثانیاً خاص سراج پر یہ کلام ہے کہ ایسا ہے تو فرق ضائع کر دینا چاہیے کیونکہ صحت اور جواز نماز تو قطعاً مسئلہ لمعہ میں بھی حاصل ہے۔ وہ دیکھئے جو ہندیہ، کافی اور شرح وقایہ کے حوالے سے گزرا کہ اگر اس پانی کو وضو میں صرف کر لیا تو جائز ہے۔ ہندیہ و کافی نے اتفاقاً (بالاتفاق) کا اضافہ کیا۔ اور اس کا پھر جنب ہو جانا حدث کا وضو کرنے سے مانع نہیں اس لیے کہ یہ جنابت مقتصرہ ہے اور حدث اس میں مندرج نہیں۔

دوم: جواز یعنی حلت ہو ــــ یعنی مسئلہ نجاست میں اگر اس پانی سے وضو کیا تو حلال ہے بخلاف مسئلہ لمعہ کے ــ اس لیے کہ پھر جنب ہو گیا تو اسے جنابت میں صرف کرنا واجب ہے۔

اقول اس میں بھی کلام ہے۔

اولاً ہم نہیں مانتے کہ مسئلہ نجاست میں حلت ہے کیونکہ اس میں نجاست حقیقیہ کے ساتھ نماز کی ادائیگی کو قصداً اختیار کرنا ہے اس لیے کہ اسے قدرت تھی کہ دونوں نجاستیں دور کرے حقیقیہ کو پانی

بالماء والحکمیۃ بالتراب کما قال ملک العلماء ولم یکن للماء خلف فی الحقیقۃ فاذا صرفه الی الحکمیۃ التی کان یجد له خلفا فیها فقد ازمع واجمع علی ان یصلی فی نجس مانع مع القدرۃ علی ازالته فکیف یحل هذا اما الاجزاء فلانه عاجز عن الماء عند ایقاع الصلاۃ وانما النظر فیه الی الحالۃ الراهنۃ۔

سے اور حکمیہ کو مٹی سے — جیسا کہ ملک العلماء نے فرمایا ہے اور نجاست حقیقیہ میں پانی کا کوئی بدل اور نائب نہیں — تو جب اس نے پانی کو حکمیہ میں صرف کیا جس میں پانی کا ایک بدل اسے دستیاب تھا تو اس نے اس بات کا پختہ ارادہ اور عزم محکم کرلیا کہ نجس مانع کے ازالہ پر قدرت کے باوجود اُسی نجس مانع کے ساتھ نماز ادا کرے گا تو یہ حلال کیسے ہوگا — رہا کفایت کرجانا تو اس کی وجہ یہ ہے کہ نماز کی ادائیگی کے وقت وہ پانی سے عاجز ہے اور اس بارے میں صرف حالت موجودہ پر نظر کی جاتی ہے۔ (ت)

فان قلت بل یدل علی الحل قول ملک العلماء فکان اولی من الصلاۃ بطهارۃ واحدۃ[1] وقول الخانیۃ والخلاصۃ والحلیۃ والبحر لو توضأ وصلی فی الثوب النجس جاز ویکون مسیئا[2] اھ فاثبت الاساءۃ دون کراهۃ التحریم۔

اگر یہ سوال ہو کہ ملک العلماء کی یہ عبارت حلت پر دلالت کررہی ہے "تو ایک طہارت سے نماز کی ادائیگی سے اولٰی ہے"۔ اور خانیہ، خلاصہ، حلیہ اور بحر کی یہ عبارت "اگر وضو کرلیا اور نجس کپڑے میں نماز ادا کی تو جائز ہے اور اساءت والا (برا کرنے والا) ہوگا" اھ اس لیے کہ اساءت کا درجہ کراہت تحریم سے نیچے ہے۔

اقول تعلیل ملک العلماء اول دلیل کما علمت علی ان لفظۃ اولی فیه مثلها فی قول[عه] التجنیس والمزید ان

اقول ملک العلماء کی تعلیل سب سے بڑی دلیل ہے جیسا کہ ناظر کو معلوم ہے — مگر یہ ہے کہ جیسے اس میں لفظ "اولٰی" ہے ویسے ہی تجنیس اور مزید کی اس عبارت میں ہے "بیشک

عـه بل فی نفس البدائع من کتاب الاستحسان الامتناع من المباح اولی من ارتکاب المحظور ۱۲ منه غفرله (م)

عـه بلکہ خود بدائع کتاب الاستحسان میں یہ عبارت ہے "مباح سے باز رہنا ممنوع کے ارتکاب سے اولٰی ہے" ۱۲ منہ غفرلہ (ت)

[1] بدائع الصنائع فصل بیان ما ینقض التیمم مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۵۷

[2] البحر الرائق باب التیمم " " " " ۱/۱۳۹

مراعاة فرض العین اولی قال الشامی فحیث ثبت انه فرض كان خلافه حراما[1] اھ من صدر الجهاد و اطلاق المسیئ علی من ترك واجبا غیر نادر، لاجرم ان قال فی الغنیة لو ازال بذلك الماء الحدث وبقی الثوب نجسا لكان قد ترك الطهارة الحقیقیة مع قدرته علیها بغیر عذر فیكون اثما لكن تصح صلاته لثبوت العجز بعد نفاد الماء[2] اھ و ھذا عین ما فهمت وقد اداه بلفظ اوجز واحسن رحمه الله تعالی والعلماء جمیعا۔

فرض عین کی رعایت "اولیٰ" ہے ۔۔۔ اس پر شامی نے فرمایا: تو جب یہ ثابت ہوا کہ وہ فرض ہے تو اس کا خلاف حرام ہوا۔ اھ از شروع کتاب الجہاد ۔۔۔ اور واجب ترک کرنے والے پر لفظ "مُسِیْئ" (بُرا کرنے والا) کا اطلاق کوئی نادر بات نہیں۔ لاجرم غنیہ میں لکھا ہے: "اگر اس پانی سے حدث دُور کیا اور کپڑا نجس رہ گیا تو وہ طہارت حقیقیہ پر قادر ہونے کے باوجود بلا عذر اس کا تارک ہوا تو گنہگار ہوگا لیکن اس کی نماز صحیح ہو جائے گی کیوں کہ پانی ختم ہو جانے کے بعد عجز ثابت ہو گیا" اھ ۔۔۔ یہ بعینہ وہی ہے جو میں نے سمجھا ۔۔۔ اور انہوں نے اسے زیادہ مختصر اور بہتر الفاظ میں ادا کیا ۔۔۔ ان پر اور تمام علما پر خدا کی رحمت ہو۔

وثانیا اذن ینقلب الفرق فحیث جاز له صرف الماء الی الوضوء وابقاء النجاسة المانعة بلا مزیل لان یحصل له صرفه الی الوضوء مع ازالة النجاسة بالتیمم كان اولی وای مدخل فیه لكون النجاسة اغلظ فان الكل ینتفی اما بالماء او بالتراب وای دلیل علی انه تجب ازالة الاغلظ بالماء دون التراب

ثانیاً ایسا ہے تو فرق پلٹ جائے گا۔ جب اس کے لیے یہ جائز ہے کہ پانی وضو میں صرف کر دے اور بغیر کسی زائل کرنے والی چیز کے نجاست مانعہ کو باقی رکھے تو اس کے لیے جب بات کہ تیمم سے زائل کرنے کے ساتھ پانی کو وضو میں صرف کر لینا بدرجۂ اولیٰ جائز و حلال ہوگا ۔۔۔ اور اس میں نجاست کے زیادہ سخت ہونے کا کیا دخل؟ ۔۔۔ سبھی تو دور ہو جا رہا ہے یا پانی سے یا مٹی سے ۔۔۔ اس پر کیا دلیل ہے کہ

---

[1] ردالمحتار کتاب الجہاد مصطفی البابی مصر ۳/۲۲۱
[2] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم سہیل اکیڈمی لاہور ص ۸۹

وبالجملة ظهر بحمد الله تعالٰی ان النظر لا مرد له وان الاظهر فی مسألة النجاسة ما استظهره فی الحلية والبحر وجزم به فی شرح الوقاية والدر المختار۔

زیادہ سخت ہے اسے مٹی سے نہیں پانی ہی سے زائل کرنا واجب ہے ——— بالجملہ بحمدہ تعالٰی یہ واضح ہوگیا کہ اس کلام کو کوئی بات رد کرنے والی نہیں اور مسئلۂ نجاست میں اظہر وہی ہے جو حلیہ اور بحر میں ظاہر کیا گیا اور جس پر شرح وقایہ اور درمختار میں جزم ہوا۔ (ت)

اقول وبه ترجح ولله الحمد ما سلكه المحقق الحلبی صاحب الغنية فی تقرير منشأ الخلاف من ان القول بجواز الصرف الی الوضوء مع اولوية الصرف الی اللمعة هو الذی يقتضيه الدليل وعلی تسليم وجوب الصرف اليها ترد مسائل كثيرة ثبت فيها العجز عن الماء لاجل المنع الشرعی كما بيناها فی رسالة قوانين العلماء وقد يكون الوجوب فی كلام الكافی من باب قولك حقك واجب علی فهو ان الاظهر فی هذه خلاف ما استظهر فی الحلية فالراجح فيه قول محمد وقد ذيل بالاصح وهو تصحيح صريح وصاحب الحلية رحمه الله تعالٰی ليس من اصحاب الترجيح۔

اقول اسی سے بحمدہ تعالٰی اسے بھی ترجیح حاصل ہوگئی جس پر محقق حلبی منشأ اختلاف کی تقریر میں چلے، اس لئے کہ مقتضائے دلیل یہی قول ہے کہ لمعہ میں پانی صرف کرنے کے اولٰی ہونے کے ساتھ وضو میں اس کے صرف کا جواز ہے ——— اور لمعہ میں صرف کا وجوب مان لینے پر ان بہت سے مسائل سے اعتراض ہوگا جن میں کسی شرعی ممانعت کی وجہ سے پانی سے عجز ثابت ہے جیسا کہ انہیں ہم نے رسالہ "قوانین العلماء" میں بیان کیا ہے۔ ہوسکتا ہے کہ کافی کی عبارت میں وجوب "حقك واجب علی" (تمہارا حق میرے اوپر واجب ہے یعنی بقوت ثابت ہے) کے باب سے ہو۔ اس سے یہ بھی واضح ہوا کہ اس بارے میں اظہر اس کے برخلاف ہے جو حلیہ میں ظاہر کیا اور کہا "تو اس میں راجح امام محمد کا قول ہے" اور اس کے آخر میں "اصح" بھی لکھ دیا ——— یہ صریح تصحیح ہے جب کہ صاحب حلیہ ——— ان پر خدا کی رحمت ہو ——— اصحاب ترجیح سے نہیں ہیں۔ (ت)

فان قلت كونه مستحق الصرف الی حاجة اهم لا يختص بالوجوب الا تری ان المعد للعجين منه مع ان العجن غير واجب۔

اگر سوال ہو پانی کا زیادہ اہم ضرورت میں صرف کئے جانے کا مستحق ہونا وجوب ہی سے خاص نہیں، دیکھئے آٹا گوندھنے کے لئے رکھا ہوا پانی اسی باب سے ہے باوجودیکہ آٹا گوندھنا واجب نہیں۔

اقول وذٰلک تخفیف من ربکم ورحمۃ یراعی حاجات عبادہ بالتیسیر والتطہیر فجاز التیمم اذا کان یبیع الماء من عندہ بفلس وقیمتہ ثمہ نصف فلس وجاز لبعد میل وان کان فی جہۃ مذھبہ وھو یسیر الیہ لحاجۃ نفسہ اما المنع لحق الشرع فلا یتحقق الا بالوجوب اذ ما لا یجب شرعا لا یمنع ترکہ شرعا فظھر الفرق والحمد للّٰہ رب العٰلمین ولذا مشیت فی الجدول علی قول محمد لانہ المزین بالتصحیح الصریح ولانہ الاظھر من حیث الدلیل ولانہ الاحوط فی الدین وان کان قول ابی یوسف ایضا لہ قوۃ لانہ قول ابی یوسف ولانہ فی الاصل وقد استظھر اوجھیتہ فی الحلیۃ واومی الی ترجیحہ فی شرح الوقایۃ واخر دلیلہ فی الکافی غیر انھم اعتمدوا حرفا واحدا وھو استحقاق الصرف وقد علمت جوابہ وللّٰہ الحمد۔

اقول (میں کہتا ہوں) یہ تمہارے رب کی جانب سے آسانی اور رحمت ہے ـــ وہ تعمیر و تطہیر (جیسے کھجور کی چھال اور کٹھل کے چھلکے) میں بندوں کی حاجتوں کی رعایت فرماتا ہے ـــ یہی وجہ ہے کہ اس صورت میں تیمم جائز ہوگیا جب پانی والا ایک پیسے میں پانی بیچ رہا ہے اور وہاں اس کی قیمت آدھا پیسہ ہے۔ اور ایک میل پانی دُور ہو تو تیمم جائز ہوگیا اگرچہ وہ اس کے راستے ہی کی سمت میں ہو۔ اور اس طرف وہ اپنی ضرورت کے لیے جا بھی رہا ہے ـــ لیکن حقِ شرع کی وجہ سے ممانعت تو بغیر وجوب کے متحقق نہ ہوگی اس لیے کہ شرعاً جو واجب نہیں اس کا ترک شرعاً ممنوع نہیں ـــ اس سے فرق واضح ہوگیا اور تمام حمد خدا کے لیے ہے جو سارے جہانوں کا مالک ہے ـــ اسی لیے میں نقشہ میں امام محمد کے قول پر چلا ہوں اس لیے کہ اس پر صریح تصحیح کا نشان دیا گیا ہے اور اس لیے کہ دلیل کے اعتبار سے وہی اظہر ہے اور اس لیے کہ دین میں وہی احوط ہے۔ اگرچہ امام ابو یوسف کے قول میں بھی قوت ہے اس لیے کہ وہ امام ابو یوسف کا قول ہے اور اس لیے کہ وہ اصل میں ہے اور حلیہ میں اس کے وجہ ہونے کو ظاہر بتایا، اور شرح وقایہ میں اس کی ترجیح کی طرف اشارہ کیا اور کافی میں اس کی دلیل موخر رکھی ـــ مگر ان سب حضرات کا معتمد ایک ہی حرف ہے اور وہ ہے استحقاقِ صرف ـــ اور اس کا جواب معلوم ہوچکا ـــ اور خدا ہی کے لیے حمد ہے۔ (ت)

مسئلہ

بالجملہ حاصل تحقیق یہ ہوا کہ اگر کپڑے یا بدن پر کوئی نجاست حقیقیہ مانعہ ہے اور وضو نہیں اور پانی اتنا ملا کہ چاہے نجاست دھولے چاہے وضو کرلے دونوں نہیں ہوسکتے تو واجب ہے کہ اس سے نجاست ہی دھوئے اگر خلاف کرے گا گنہگار ہوگا حدث کے لیے تیمم کرے خواہ نجاست دھونے سے پہلے یا بعد اور بعد اولٰی ہے۔

خلافِ علما سے بچنا ہے اور اسی لیے اگر پہلے کرچکا ہے نجاست دھونے کے بعد دوبارہ تیمم کرلینا انسب و احری ہے
اور اگر جنابت کا بعد باقی ہے اور حدث بھی ہوا اور وہ لمعہ غیر مواضع وضو میں ہے یا کچھ مواضع وضو کے ایک حصے میں
کچھ دوسرے عضو میں اور پانی اتنا ملا کہ دونوں میں جس ایک کو چاہے دھوئے دونوں نہیں ہوسکتے تو اس پانی کو
لمعہ دھونے میں صرف کرے اور حدث کے لیے لازم کہ جب پانی خرچ ہوئے اس کے بعد تیمم کرے اگرچہ پہلے بھی
کرچکا ہو کہ وہ منتقض ہوگیا ظاہر ہے کہ تیمم بعد کو کرنے یا بعد کو دوبارہ کرلینے میں نہ کچھ خرچ ہے نہ کچھ حرج۔ تو اگر
قولِ امام محمد کی صریح تصحیح نہیں ہوتی خلافِ ائمہ سے خروج کے لیے اسی پر عمل مناسب و مندوب ہوتا نہ کہ اس
وقت صراحۃً لفظ اصح موجود اور یہی دلیل کی رُو سے ظاہر تر اور اسی میں احتیاط اور امر نماز میں احتیاط باعثِ
فلاح وصلاح۔

اصلح الله سبحٰنه و تعالٰی بالمامه سائر اخوانناٖ فی الدین، و جعلنا جمیعا من المفلحین، وحشرنا فی زمرة الصلحین، تحت لواء سید المرسلین، صلی الله تعالٰی علیه وعلیهم وعلٰی اٰله و اٰلهم و حزبه و حزبهم اجمعین، ابد الاٰبدین، والحمد لله رب العٰلمین، وصلی الله تعالٰی علی المصطفٰی و اٰله وصحبه وابنه وحزبه، وعلیه بهم ولهم وفیهم ومعهم اٰمین، یا ارحم الرحمین، والله تعالٰی اعلم، وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

خدائے پاک برتر ہمارا حال ہمارے تمام دینی بھائیوں کے ساتھ درست فرمائے اور ہم سب کو فلاح والوں میں سے بنائے اور ہمیں صالحین کے زمرے میں سید المرسلین کے جھنڈے تلے جمع فرمائے۔ خدائے برتر کا درود ہو حضور پر اور رسولوں پر اور حضور کی آل اور رسولوں کی آل اور حضور کی جماعت اور رسولوں کی جماعت سب پر ہمیشہ ہمیشہ — اور تمام حمد خدا کے لیے ہے جو تمام جہانوں کا مالک ہے — اور اللہ تعالٰی رحمت فرمائے سرکار مصطفٰی، ان کی آل، ان کے اصحاب، ان کے فرزند، ان کے گروہ پر اور ہم پر ان کے طفیل، ان کے سبب، ان کے اندر اور ان کے ساتھ — قبول فرما اے سب رحم کرنے والوں سے بڑھ کر رحم فرمانے والے۔ اور خدائے برتر ہی خوب جاننے والا ہے اور اس کا علم بہت تام اور محکم ہے اس کا مجد جلیل ہے۔ (ت)

الحمد للہ کتاب مستطاب **حسن التعمم لبیان حد التیمم** مسودۂ فقیر سے
اٹھارہ جز سے زائد میں باحسن وجوہ تمام ہوئی جس میں صدہا وہ ابحاث جلیلہ ہیں کہ تکلیفِ طاقتِ فقیر سے
بدرجہا ورا ہیں مگر فیض قدیر عاجز فقیر سے وہ کام لے لیتا ہے جسے دیکھ کر انصاف والی نگاہیں کہ حسد سے
پاک ہوں ناخواستہ کہہ اٹھیں ح۔

کم ترك الاول للاخر

(اگلے پچھلوں کے لیے کتنا چھوڑ گئے ۔ ت)

کتنے مسائل جلیلہ معرکۃ الآرا بحمدہ تعالٰی کیسی خوبی و خوش اسلوبی سے طے ہوئے وللہ الحمد (اور خدا ہی کے لیے حمد ہے ۔ ت) کتاب میں اصل مضمون کے علاوہ آٹھ رسائل ہیں :

(۱) سمح الندری فیما یورث العجز عن الماء ۱۳۳۵ھ

کہ وقت طبع حاشیہ پر اس کا نام لکھا رہ گیا۔

(۲) الظفر لقول زفر ۱۳۳۵ھ ۔

(۳) المطر السعید علی نبت جنس الصعید ۱۳۳۵ھ ۔

(۴) الجد السدید فی نفی الاستعمال عن الصعید ۱۳۳۵ھ ۔

یہ چار حنفیہ ہیں۔

(۵) باب العقائد والکلام ۱۳۳۵ھ ۔

(۶) قوانین العلماء فی متیمم علم عند زید ماء ۱۳۳۵ھ ۔

(۷) الطلبۃ البدیعۃ فی قول صدر الشریعۃ ۱۳۳۵ھ

(۸) مجلی الشمعۃ لجامع حدث ولمعۃ ۱۳۳۶ھ ۔

یہ چار حصے ہیں سوال و شروع جواب ۱۳۳۵ھ میں ہے لہذا نام کتاب میں یہی عدد ہیں پھر بحمدہ تعالٰی اس مقام کے طبع کے وقت کہ اوائل ماہ رمضان مبارک ۱۳۳۵ھ سے ہے یہ رسائل اور ان کے ساتھ اور مضامین کثیرہ اضافہ ہوئے مجموعہ کی تصنیف بحمدہ تعالٰی ساڑھے پانچ مہینے میں ہے جن میں دو دن کم تین مہینے علالت شدیدہ و نقاہت مدیدہ کے ہیں جس کا بقیہ اب تک ہے لہذا رسالہ اخیرہ اوائل ۱۳۳۶ھ میں آیا جیسا کہ اس کے نام نے ظاہر کیا بہرحال جو کچھ ہے میری قدرت سے ورا اور محض فضل میرے رب کریم پھر میرے نبی رؤف رحیم کا ہے جل و علا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

وللہ الحمد حمد الشاکرین ، وصلی اللہ تعالٰی علٰی خیر خلقہ محمد و الٰہ وصحبہ و ابنہ وحزبہ اجمعین ۔	اور خدا ہی کے لیے حمد ہے شکر گزاروں کی حمد اور اللہ تعالٰی کا درود ہو اس کی مخلوق میں سب سے بہتر محمد اور ان کی آل ، ان کے اصحاب ، ان کے

عہ یہ رسالہ (طبع جدید میں) جلد سوم کے صفحہ ۴۱۱ سے ۴۹۴ تک ہے۔

آمین والحمد للہ رب العلمین ۔ سبحٰنک اللھم وبحمدک اشھد ان لا الٰہ الا انت استغفرک واتوب الیک ۔

فرزند ان کے گروہ سب پر ۔ الٰہی قبول فرما اور تمام تعریف اللہ کے لیے جو تمام جہانوں کا مالک ہے ۔ پاک ہے تجھے اے اللہ سب تو ہی تیری حمد بھی ۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں ۔ تجھ سے مغفرت چاہتا ہوں اور تیری طرف رجوع کرتا ہوں ۔ ؎

نحمدہٗ و نصلی علٰی رسولہ الکریم

ذیل باب الوضوء

مسئلہ ۱۱۵ از میرٹھ محلہ میر نگر دروازہ مرسلہ مولوی محمد حسین صاحب تاجر طلسمی پریس ۱۸ شوال ۱۳۲۰ھ
شیخ بشیر الدین صاحب رئیس لال کرتی میرٹھ کی ایک آنکھ میں سے خفیف خفیف پانی اس طرح نکلتا ہے کہ تھوڑی تھوڑی دیر میں ذرا ذرا نمی محسوس ہوتی ہے اور رومال سے صاف کرنے پر قریب ایک چاول کے رار کپڑا نم معلوم ہوتا ہے نمی کے اکٹھا ہونے کی وجہ سے بار بار صاف کرنا ہوتا ہے۔ کبھی وہ نمی جلد جلد محسوس ہوتی ہے اور کبھی دیر دیر میں صاف کرنے کی صورت ہوتی ہے پھر بہت وقت اسی طرح گزر جاتا ہے کہ صاف نہیں کیا جاتا ہے جب بھی سیلانی کیفیت پیدا نہیں ہوتی بلکہ نمی بصورت کیچڑ معمولی طور پر معلوم ہوتی ہے۔ کبھی یہ نہیں ہوا کہ اگر کسی کام کی وجہ سے بھول گئے ہوں دیر تک صاف نہ کیا ہو تو بھی سیلانی حالت رہتی ہے۔

اس کی بابت ایک بڑے ڈاکٹر کی رائے یہ ہے کہ دماغ سے جو پانی آتا ہے جس کی راہ نکلنے کی وہ یہی ہے، چونکہ ناک میں جانے کا راستہ بند ہوگیا ہے اس واسطے آنکھ کے کوئے سے نمی کا اکٹھا معلوم ہوتا ہے بعض کا خیال یہ ہے کہ سر میں کہیں کسی موقع پر کچھ ناسوری کیفیت ہے وہ جگہ یہ پانی پیدا کرتی ہے۔ ایسی حالت میں وضو ہر وقت تازہ ہونا چاہئے بعض کا خیال ہے کہ جب تک سیلانی کیفیت نہ ہو تازہ وضو لازم نہیں۔ اسی کے باعث وجہ سے تکدر رہتا ہے اور محض احتیاط کی وجہ سے کہ بعض مقامات میں وضو کرنا دشوار ہوتا ہے انھوں نے اپنی آمد و رفت کم

رری، یہ حالت ناقض وضو ہے یا نہیں؟

الجواب

اگر دماغ کی وہ رطوبت ہے کہ ناک سے آتی ہے جب تو ظاہر کہ طاہر ہے قابل سیلان بھی ہو تو ناقض وضو نہیں اور اگر ناسور سے ہو جب بھی صورت مذکورہ سیلان کی نہیں اور چڑھانے سے چھوٹنے کا کچھ اعتبار نہیں بہرحال اس سے وضو نہ جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم

ذیل باب الغسل

مسئلہ ۱۱۶: از سرونج مسئولہ عبدالرشید خاں صاحب ۱۹ محرم الحرام ۱۳۳۱ھ

برس یا چھ ماہ عرصہ سے زید حالت جنابت میں ہے جب اسے ضرورت غسل کی ہوئی اس نے غسل نہ کیا اور کوئی وجہ اُسے غسل سے روکنے والی بھی نہیں ہے اور اُسی حالت جنابت میں وہ پان کھاتا رہا تو چونا کتھا حالت ناپاکی میں زید کے دانتوں پر جم گیا —— اب زید نے غسل کیا اور مضمضہ کیا مگر پانی زید کے دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں نہ پہنچا کیونکہ دانتوں پر اور دانتوں کی جڑوں میں تو چونا کتھا جما ہوا ہے۔ ایسی حالت میں غسل زید کا جائز ہوا یا ناجائز، اور اگر ناجائز ہوا تو کیا تدبیر کرنی چاہیے؟ بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب

اگر وہ جگہ جہاں چونا جم گیا ہے جنابت کے بعد کسی طرح کلی کرنے یا پانی پینے سے نہ دُھل گئی تھی اور وہ چونا ایسا جم گیا ہے کہ اس کا چھڑانا باعثِ ضرر وایذا ہے تو معاف ہے مضمضہ کافی ہوگا، اور اگر بے ضرر چھڑا سکتا ہے تو چھڑانا واجب ہے بغیر چھڑائے غسل نہ ہوگا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۱۷: از ماہیا والہ ڈاک خانہ قائم پور ضلع بجنور مرسلہ سید کفایت علی صاحب ۵ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) غسل کی نیت کرنی چاہیے یا نہیں، اور کیا نیت ہے اُس کی یا غسل جنابت یا احتلام کا ہو اگر کسی نے نیت نہیں کی غسل ہوا یا نہیں؟

(۲) غسل کرنے والا بند مکان میں غسل کر رہا ہے اور زیادہ تر اُس مکان میں تاریکی نہیں ہے اور فرج اپنے دیکھ رہا ہے اور کپڑا نہیں باندھا ہے غسل ہوا یا نہیں؟ بینوا توجروا (بیان کرو اور اجر پاؤ۔ت)

الجواب

(۱) غسل میں نیت سنت ہے، اگر نہ کی غسل جب بھی ہو جائے گا اور اس کی نیت یہ ہے کہ ناپاکی دور ہو جانے اور نماز جائز ہونے کی نیت کرتا ہوں۔

(۲) برہنہ غسل کرنے سے بھی غسل ہو جاتا ہے اور اس میں کچھ حرج نہیں اگر مکان پردے کا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۸ مولوی عبدالحفیظ صاحب طالب علم مدرسہ منظر اسلام ۳ ربیع الآخر ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی شخص کو احتلام بغیر شہوت و دفق کے ہو یا کسی مرض کی وجہ سے، جیسے جریان وغیرہ، کیونکہ اس میں بھی بلا شہوت و دفق کے ہوتا ہے ان دو صورتوں میں غسل محتلم پر واجب ہوگا یا نہیں؟ یا یہ بھی وہی حکم رکھتا ہے جو کہ ذی دفق و شہوت سے خارج ہوتا ہے۔

الجواب

جاگتے میں جو منی بغیر دفق و شہوت کے نکلے اس سے وضو واجب ہوتا ہے غسل نہیں مگر احتلام کی نسبت اس کو کیا خبر کہ بغیر دفق و شہوت ہے احتیاطاً غسل کرے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۱۹ از جنوبی افریقہ مقام جوہانسبرگ برٹش پاسوٹولینڈ مسئولہ حاجی اسمٰعیل میاں بن حاجی امیر میاں کاٹھیاواری۔

حضور نے فرمایا ہے کہ زانی کے ہاتھ کا ذبیحہ جائز ہے۔ اس پر زید کہتا ہے کہ کیسے جائز ہو، زانی پر غسل چالیس روز تک نہیں اترتا ہے۔ کیا زید کا قول سچا ہے اور زانی کا غسل اترتا ہے یا نہیں؟

الجواب

زید نے محض غلط کہا زانی کے ظاہر بدن کی طہارت اول ہی بار نہانے سے ہو جائے گی باقی قلب کی طہارت توبہ سے ہوگی اس میں چالیس دن کی حد باندھنی غلط ہے چالیس برس توبہ نہ کرے تو چالیس برس طہارت باطن نہ ہوگی۔ اور غسل نہ اترنے کو ذبیحہ ناجائز ہونے سے کیا علاقہ! طہارت شرط ذبح نہیں جنب کے ہاتھ کا ذبیحہ بھی درست ہے بلکہ وہ جن کا غسل فی الواقع کبھی نہیں اترتا یعنی کافران کتابی ان کے ہاتھ کا ذبیحہ سب کتابوں بلکہ خود قرآن عظیم میں حلال فرمایا ہے:

طعام الذین اوتوا الکتٰب حل لکم[1] کتابیوں کے ہاتھ کا ذبیحہ تمہارے لیے حلال ہے۔

---

[1] القرآن ۵/۵

اور کفّار کا کبھی غسل نہ اُترنا اس لیے کہ غسل کا ایک فرض تمام دہن کے پُرزے پُرزے کا حلق تک دُھل جانا ہے، دوسرا فرض ناک کے دونوں نتھنوں میں پُورے نرم بانسے تک پانی چڑھنا اول اگرچہ ان سے (۱) ہو جاتا ہو جبکہ بے تیزی سے منہ بھر کر پانی پئیں مگر دوم کے لیے پانی سونگھ کر چڑھانا درکار ہے جسے وہ قطعاً نہیں کرتے بلکہ آج لاکھوں جاہل مسلمان اس سے غافل ہیں جس کے سبب اُن کا غسل نادرست اور نمازیں باطل ہیں نہ کہ کفار۔

امام ابن امیر الحاج حلبی حلیہ میں فرماتے ہیں:

فی المحیط نص محمد فی السیر الکبیر فقال وینبغی للکافر اذا اسلم ان یغتسل غسل الجنابة لان المشرکین لا یغتسلون من الجنابة ولا یدرون کیفیة الغسل اھ وفی الذخیرة من المشرکین من لا یدری الاغتسال من الجنابة ومنھم من یدری ککفار قریش فانھم توارثوا ذلک من اسمعیل علیہ الصلوٰة والسلام الا انھم لا یدرون کیفیتہ لا یتمضمضون ولا یستنشقون وھما فرضان الا تری ان فرضیة المضمضة والاستنشاق خفیت علی کثیر من العلماء فکیف علی الکفرة فحال الکفرة علی ما اشار الیہ فی الکتاب اما ان لا یغتسلوا من جنابة او یغتسلون ولکن لا یدرون کیفیتہ وای ذلک کان یؤمرون بالاغتسال بعد الاسلام لبقاء الجنابة وبہ تبین ان ما ذکر بعض مشایخنا ان الغسل بعد الاسلام مستحب عندنا فیمن لم یکن جنبا اھ مختصراً۔

محیط میں ہے امام محمد رحمہ اللہ نے سیر کبیر میں تصریح فرمائی ہے کہ کافر جب اسلام قبول کرے تو اُسے غسل جنابت کرنا چاہیے کیونکہ مشرکین جنابت کا غسل نہیں کرتے اور نہ ہی غسل کا طریقہ جانتے ہیں (انتہی)۔ اور ذخیرہ میں ہے کہ بعض مشرک غسل جنابت کا علم نہیں رکھتے اور بعض جیسے کفار قریش جانتے ہیں کیونکہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے نسلاً بعد نسل ایسا کرتے آئے ہیں لیکن وہ اس کا طریقہ نہیں جانتے وہ نہ کُلی کرتے ہیں نہ ناک میں پانی چڑھاتے ہیں حالانکہ یہ دونوں باتیں فرض ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ کُلی کرنے اور ناک میں پانی چڑھانے کی فرضیت بہت سے اہل علم پر مخفی ہے تو کفار پر اس کے پوشیدہ رہنے کا کیا حال ہوگا لہٰذا کفار کا وہی حال ہے جس کی طرف انہوں نے (امام محمد رحمہ اللہ نے) کتاب (سیر کبیر) میں اشارہ فرمایا کہ یا تو وہ غسل جنابت کرتے ہی نہیں یا غسل تو کرتے ہیں لیکن اس کا طریقہ نہیں جانتے جو بھی بات ہو بہر حال اسلام لانے کے بعد ان کو غسل کرنے کا حکم دیا جائیگا کیونکہ جنابت باقی ہے

؎ حلیہ

اس سے ظاہر ہوا کہ بعض مشایخ کا یہ کہنا کہ اسلام لانے کے بعد غسل کرنا مستحب ہے۔ اس شخص کے بارے میں ہے جو جنبی نہ ہوا ہو مثلاً بلوغ سے پہلے اسلام لے آیا (مختصراً)۔ (ت)

ہاں یہ اور بات ہے کہ بحالِ جنابت بلاضرورت ذبح نہ چاہیے کہ ذبح عبادتِ الٰہی ہے جس سے خاص اُس کی تعظیم چاہی جاتی ہے پھر اُس میں تسمیہ وتکبیر ذکرِ الٰہی ہے تو بعد طہارت اولٰی ہے اگرچہ مخالفت اب بھی نہیں۔ درمختار میں ہے:

لایکرہ النظر الی القراٰن لجنب کما لاتکرہ ادعیۃ ای تحریما والا فالوضوء لمطلق الذکر مندوب وترکہ خلاف الاولٰی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

جنبی کے لیے دُعائیں پڑھنے کی طرح قرآن پاک کو دیکھنا بھی مکروہ نہیں اور اس سے مکروہ تحریمہ مراد ہے ورنہ مطلق ذکر کے لیے وضو کرنا مستحب ہے اور اس کا چھوڑنا خلافِ اولٰی ہے۔ اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے (ت)

سوال دوم [١٢] اگر زید غسل خانہ میں غسل جنابت یا احتلام کا کرتا ہے اور وضو کرکے تہبند نکال کر غسل کرے تو غسل اُترتا ہے یا نہیں، غسل خانہ اوپر سے بند ہو یا کھلا، دونوں صورتوں میں کیا حکم ہے؟

الجواب

سارے بدن پر پانی بہنے سے غسل اُترتا ہے جس میں حلق تک منہ اور ہڈی کے کناروں تک اندر سے ناک کا بانسا بھی داخل ہے اس کے بعد جیسے بھی ہو غسل اُتر جائے گا، ہاں کھلے غسل خانے میں ننگا نہ ہونا بہتر ہے اور اگر وہاں قریب بلند مکان ہوں جس سے احتمال ہو کہ کسی کی نظر پڑے گی تو وہاں تہبند رکھنے کی تاکید ہے۔ وہ احتمال نظر جتنا قوی ہوگا اُتنی ہی یہ تاکید بڑھتی جائے گی یہاں تک کہ اگر نظر پڑنے کا ظن غالب ہوگا تہبند رکھنا واجب ہوگا اور وہاں برہنہ نہانا گناہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبع مجتبائی دہلی ١/٣٣

ذیل باب المیاہ

مسئلہ ۱۲۱ از پوال مروال ڈاک خانہ بیرون ضلع دربھنگہ بگرام چہرن مرسلہ عبدالحلیم صاحب ۲۱ جمادی الاولیٰ ۱۳۳۹ھ

ان اطراف کے مولوی کہتے ہیں کہ ہندوؤں کے چھوڑے پانی سے وضو درست ہے۔ اس پر ہم کو شک ہے اس شک کو رفع کیجئے۔

الجواب

ہندو تو ہندو بے وضو مسلمان بھی مثلاً جس کو درسے یا بادیہ سے منہ لگاکر پیے گا اُس پانی سے

وضو جائز رہے گا مگر یہ کہ وہ پانی تھوڑا ہو اور اسے اچھے پانی میں کہ اس سے زائد ہے ملادیا جائے پھر بھی کافر کے جھوٹے سے احتراز چاہئے۔ حدیث میں ہے نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاك وما یسوء الاذن[1] (جس بات کا سننا شرعاً ناگوار ہو اس سے بچو۔ ت)

ہاں اگر اس کے سوا اور پانی نہ ملے اور اس کا نجس یا مستعمل ہونا ثابت نہ ہو تو بضرورت آپ ہی اس سے وضو کرنا ہوگا ایسے مسائل یوں اطلاق کے طور پر بیان کرنا مسلمانوں کی خیر خواہی نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۲: از ڈاکخانہ راموچکیا کوٹ ضلع چاٹگام مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید محمد مطیع الرحمن صاحب
۹ جمادی الاخرہ ۱۳۳۶ھ

جو حوض دہ در دہ یا اس سے بڑا ہو مگر موسم گرما میں خشک ہونے کے باعث پانی دہ در دہ سے کم ہوگیا اب اگر حوض میں کوئی نجاست گرجائے بشرطیکہ اوصاف ثلثہ میں سے کوئی وصف متغیر نہ ہو وہ پانی پاک ہوگا یا ناپاک؟

الجواب

حوض اگرچہ عشر در عشر ہو جبکہ اس وقت اس میں پانی دہ در دہ سے کم ہے ایک ذرہ نجاست اسے ناپاک کردے گا اگرچہ کوئی وصف نہ بدلے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۳: موضع چیتو ڈاکخانہ وضلع گیا مسئولہ جناب الطاف اشرف صاحب
۳ محرم الحرام ۱۳۳۷ھ

(۱) دہ در دہ کے عمق وعرض وطول کا کس قدر ہونا لازم ہے۔

(۲) دہ در دہ حکم جاری کا رکھتا ہے یا نہیں اور رکھتا ہے تو کس وجہ کر اور نہیں رکھتا ہے تو کس وجہ کر۔

(۳) اس موضع کے جانب غرب ایک گڈھی ہے جس کو لوگ پوکھریا کرتے ہیں متصل بستی کے پیش دروازہ ایک شخص کے واقع ہے جس کا نقشہ حسب ذیل ہے گڈھی کے جانب شرق ایک چھوٹا سا نالہ ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابی الغادیہ المکتب الاسلامی بیروت ۴/۷۶

الجواب

(۱) دہ دردہ ہونے کو عرض و طول اتنا چاہئے جن کا حاصل ضرب سو ہاتھ ہو اور عمق اتنا کہ لپ سے پانی لیں تو زمین نہ کھلے۔

(۲) وہ دردہ حکم جاری میں ہے اور اس کی وجہ اندازہ کرکے کثیر کی یہ تقدیر فرمائی کما بیناہ فی فتاونا (جیسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ ت)

ردالمحتار میں ہے:

ذکر بعض المحشین عن شیخ الاسلام العلامة سعد الدین الدیری فی رسالته القول الراقی انه حقق فیها ما اختارہ اصحاب المتون من اعتبار العشر واورد نحو مائة نقل ناطقة بالصواب ولا یخفی ان الذین افتوا بالعشر کصاحب الهدایة وقاضی خان وغیرهما من اهل الترجیح هم اعلم بالمذهب منا فعلینا اتباعهم اھ۔

بعض حاشیہ نگاروں نے شیخ الاسلام علامہ سعد الدین دیری سے نقل کیا، انہوں نے اپنے رسالہ "القول الراقی فی حکم الف فی" میں دہ در دہ کے اعتبار میں اصحابِ متون کی مختارات کو صحیح ثابت کرتے ہوئے (اس کی تائید میں) تقریباً ایک سو صحیح اقوال نقل کیے ہیں۔ مخفی نہ رہے کہ متاخرین مثلاً صاحبِ ہدایہ اور قاضیخان نے جو (ہر طرف سے دس گز کا) فتوٰی دیا تو وہ لوگ اہلِ ترجیح میں سے ہیں مذہب کا علم ہم سے زیادہ رکھتے ہیں لہذا ہم پر ان کی اتباع ضروری ہے اھ (ت)

(۳) جینز کا پانی جب تک بہہ رہا ہے اگرچہ اُس میں کسی پانی یا اور نجاستیں ملیں ناپاک نہ ہوگا جب تک اس کا رنگ یا مزہ یا بُو نجاست سے نہ بدلے ان الماء طهور لا ینجسه شیئ مالم یتغیر احد اوصافه (بے شک پانی پاک ہے اسے کوئی چیز ناپاک نہیں کرتی جب تک اس کا کوئی وصف نجاست کی وجہ سے نہ بدلے۔ ت) تو بدرو کا پانی جب تک بہتا ہوا اس گڑھی کے کناروں تک آیا اور اس کا کوئی وصف نجاست سے نہ بدلا پاک ہے اگرچہ اس میں ناپاک نالیوں کے پانی وغیرہ شامل ہوں اگرچہ گڑھی کے کنارے پر نجاستیں پڑی ہوں۔
ایک حالت تو یہ تھی، دوسری حالت اُس پانی کے گڑھی میں داخل ہونے کی ہے اس وقت اگر اس میں کوئی نجاست مرئیہ نہیں صرف ناپاک نالیوں کے پانی اس کے ساتھ بہہ کر آئے ہیں اور اُن سے اس کا کوئی وصف نہ بدلا اور دہ در دہ کی مساحت میں پہنچنے تک گڑھی کے اندر بھی کسی نجاست سے نہ ملا اگرچہ آگے بڑھ کر نجاستوں سے ملے تو اندر بھی یہ پانی پاک ہی رہے گا وہ ناپاک پانی جو اُس کے ساتھ بہہ کر آئے تھے اُن کو بھی اس نے پاک کردیا فان الماء الجاری یطهر بعضه بعضا (جاری پانی کا بعض (اس کے) دوسرے بعض کو پاک

۱؎ ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۱
۲؎ " " " ۱/۱۳۳
۳؎ " " " ۱/۱۳۰

کر دیتا ہے۔ ت۔ اور اب یہ پانی کبھی ناپاک نہ ہوگا اگرچہ گڑھی کے اندر کتنی ہی نجاستیں ہوں اور اوپر سے کتنی ہی نجاستیں ڈالی یا دھوئی جائیں جب تک خاص نجاست کی وجہ سے اُس کا کوئی وصف بدلا معلوم نہ ہو خواہ گڑھی سے باہر اُبل کر بہے یا اُسی میں رُکا رہے۔

اور اگر گڑھی میں داخل ہوتے وقت اس میں نجاست مرئیہ تھی یا اس کا کوئی وصف نجاست سے بدلا ہوا تھا یا دہ در دہ کی مساحت میں پھیلنے سے پہلے گڑھی کے اندر کسی نجاست سے ملا تو یہ پانی ناپاک ہے اس قسم کا پانی جتنا بھی آتا جائے گا سب ناپاک ہوگا اگرچہ اس سے ساری گڑھی بھر جائے مگر یہ کہ گڑھی میں پہلے سے دہ در دہ پاک پانی ہو کہ اب یہ بھی اس سے مل کر پاک ہوتا جائیگا جب تک نجاست تبدیل وصف نہ کرے یا یہ ہو کہ مثلاً بارش کا پانی پاک اس پر آکر اُسے بہا دے اُبال کر گڑھی سے باہر نکال دے تو پاک ہو جائیگا اور پھر ٹھہر کر بھی پاک ہی رہے گا اگرچہ بالو وغیرہ سے اس میں نجاستیں آکر شامل ہوں جب تک نجاست اُس کا کوئی وصف نہ بدل دے اور اگر گڑھی میں مثلاً دو طرف سے بارش کا بہاؤ آیا ایک جانب دہ در دہ کی مساحت سے پہلے ہی نجاستیں تھیں یا خود اس بہتے پانی میں نجاست مرئیہ موجود تھی کہ گڑھی میں داخل ہو کر ناپاک ہوگیا دوسری جانب کا پانی کوئی نجاست مرئیہ بہا کر نہ لایا تھا اور گڑھی کے اندر بھی دہ در دہ ہونے سے پہلے کسی نجاست سے نہ ملا کر پاک رہا اب یہ دونوں پانی مل گئے تو ناپاک طرف کا پانی بھی پاک ہو گیا لانہ فی حکم الجاری (کیونکہ وہ جاری پانی کے حکم میں ہے۔ ت) اسی طرح پاک و ناپاک پانی مل کر گڑھی بھرے تو سب پاک ہے وہ نہ بھرے تو سب پاک ہے جب تک نجاست تبدیل وصف نہ کرے۔

(۴ و ۵) یہ گڑھی دہ در دہ سے بہت زائد ہے کہ اُسے تنو ہی ہاتھ درکار ہے اور یہ ہزاروں ہاتھ ہے (۵) دہ در دہ کا رنگ یا بُو یا ذائقہ اگر نجاست ملنے کے سبب بدل جائے تو ضرور ناپاک ہو جائے گا اور پاک چیزوں کے سڑنے یا بہت دن گزرنے سے تینوں وصف بدل جائیں تو کچھ حرج نہیں اور تحقیق نہ ہو کہ یہ تغیر کس وجہ سے ہے تو حکم جواز ہے۔ درمختار میں ہے:

ینجس بتغیر احد اوصافہ من لون او طعم او ریح بنجس لا لو تغیر بطول مکث و لو شک فالاصل الطہارۃ ویجوز بماء خالطہ طاھر جامد کاشنان وزعفران

نجاست ملنے سے پانی کے رنگ، ذائقے اور بُو میں کسی ایک وصف کے بدلنے سے پانی ناپاک ہو جاتا ہے زیادہ ٹھہرنے کی وجہ سے تبدیل ہو تو ناپاک نہیں ہوتا کیونکہ طہارت اصل ہے اور اس پانی سے وضو جائز ہے جس میں کوئی ٹھوس

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۰

ورق کبۃ وورق شجروان غیر کل اوصافہ[1]۔ پاک چیز مثلاً اُشنان، زعفران، پھل اور درختوں کے پتّے مل جائیں اگرچہ وہ اس کے تمام اوصاف بدل دے (ت)

(۶) وہ دہ در دہ کے عرض و طول میں کچھ اختلاف نہیں ہوسکتا کہ اس کا حاصل ہی سَو ہاتھ ہے، ہاں اس میں اختلاف ہے کہ عرض و طول دس دس ہاتھ ہونا ضرور یا صرف حاصل ضرب سَو ہاتھ ہونا کافی مثلاً ۲۵ ہاتھ طول ۴ ہاتھ عرض یا ۵۰ ہاتھ طول ۲ ہاتھ عرض اور یہی صحیح ہے اور عمق میں صحیح و معتمد یہی ہے کہ پانی لینے سے زمین کھلے ہمارے فتاوے میں اس مسئلہ میں خاص ایک رسالہ ہے ھبۃ الحبیر فی عمق ماء کثیر جسے تحقیق بازغ و تنقیح بالغ دیکھنی ہو اس کی طرف رجوع کرے۔

(۷) کراہت جیسی کوئی مسئلہ شرعی نہیں، ہاں کوئی محل شک ہو تو احتیاط مناسب ہے اور یہ بھی نہ ہو کہ شرعاً جس کی طہارت ثابت ہو اُسے اپنی اوہام پرستی سے ناپاک کہے یا اس کے استعمال کرنے والوں پر طعن کرے۔ حکم وہی ہے جو اللہ و رسول کا ہے اور حکم نہیں مگر اللہ و رسول کے لیے جل وعلا وصلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۴۲ از بلند شہر بالائے کوٹ محلہ قاضی واڑہ مرسلہ محمد عبدالسلام صاحب ۳۰ رمضان ۱۳۳۷ھ

یہاں جامع مسجد میں ایک حوض وضو کے لیے تعمیر ہوا اس کے بنانے میں جو خرچ ہوا اس کی کیفیت یہ ہے کہ کچھ روپیہ تو اہل محلہ سے لیا گیا اور اس کے علاوہ مبلغ عــہ روپیہ مرغ بازی کی شرط کے بھی اسی حوض میں خرچ ہوئے اور کچھ روپیہ جو برادری میں کسی آدمی پر ایک مقدمہ میں ڈنڈ ڈالا گیا تھا وہ بھی اس حوض میں صرف ہوا۔ آیا اس حوض کے پانی سے وضو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

اس سے وضو جائز ہے اوّل تو حرام روپیہ حوض میں خود نہ لگایا گیا بلکہ اُس کے عوض اینٹ یا مسالا خریدا یا راج مزدوروں کی اُجرت میں دیا ہوگا بصورتِ اجرت تو ظاہر ہے کہ اُس خبیث مال کو حوض سے تعلق نہ ہوا اور بصورتِ خریداری یہاں عام خریداریاں یوں ہوتی ہیں کہ اُسنے کہ فلاں چیز دے دو اُس نے دی اس کے قبضہ میں آگئی بیع تمام ہوگئی اس کے بعد قیمت دی جاتی ہے تو عقد و نقد زر حرام میں جمع نہ ہوا تو خریدی شے میں خباثت نہ آئی کما ھو قول الامام الکرخی المفتی بہ عن فتح الحصاء وف قدوت (جیسا کہ امام کرخی رحمہ اللہ تعالٰی کا

---

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵

مفتی مرقول ہے جسے ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسے مفصل بیان کیا ہے۔ ت) اور اگر بالفرض عقد و نقد اُس شرا میں حرام پر جمع ہوئے ہوں مثلاً وہ زرحرام دکھا کر کہا اس کے بدلے فلاں چیز دے دے اُس نے دے دی اس نے زرحرام ثمن میں دے دیا تو اگرچہ اب وہ خریدی ہوئی شے خبیث ہوگئی مگر کیا معین کرسکتا ہے کہ وہ اینٹ یا مسالا کون سا ہے مجہول حالت میں حکم ممانعت نہیں ہوسکتا۔ امام محمد فرماتے ہیں:

به ناخذ مالم نعرف شیئا حراما بعینه[1] ھندیة عن الذخیرة۔

ہم اسی بات کو اختیار کریں گے جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا معلوم نہ ہو۔ اسے فتاوٰی ہندیہ میں ذخیرہ سے نقل کیا گیا۔ (ت)

ہاں اگر اکثر چنائی ایسی ہی خبیث اشیاء سے ہو تو اس سے وضو نہ کرنا مناسب ہے لان للاکثر حکم الکل[2] فی ھذا عند قوم (کیونکہ بعض لوگوں کے نزدیک ایسی صورت میں اکثر کل کے حکم میں ہوتا ہے۔ ت) اگرچہ اس کے پانی میں کوئی نقص نہیں، نہ اس سے وضو صحیح و بے خلل ہونے میں کوئی نقص اگرچہ کل حوض کی تعمیر زرحرام سے ہو لان الکراھة لمعاور (کیونکہ کراہت اس سے ملنے والی چیز کے باعث ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۵: ازریاستی متصل ناگر مارواڑ مرسلہ امیر احمد صاحب ۹ شوال ۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ [illegible] دہ در دہ حوض [illegible] و کثیر الاستعمال کی وجہ سے بدبو کر جائے اور رنگ میں تغیر آجائے تو وضو کرنا درست ہے یا نہیں۔ ایک مولوی صاحب ماء مستعمل غیر مطہر قرار دے کر پیشاب کے برابر فرمارہے ہیں اور یہ بھی فرمارہے ہیں کہ ہمارے امام صاحب کے نزدیک ماء مستعمل نجس بنجاست غلیظہ ہے لہذا نجس ہے تو کیا وہ دہ در دہ حوض کا پانی مستعمل قرار دیا جاسکتا ہے مولانا عبدالحی صاحب لکھنوی مرحوم فتاوٰی عالمگیری و فتاوٰی قاضی خان کا حوالہ دیتے ہوئے اپنے فتاوٰی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ایسے پانی سے وضو بنانا درست ہے یجوز التوضی فی الحوض الکبیر المنتن اذا لم یعلم نجاسته۔[3] (بڑے بدبودار حوض سے وضو کرنا جائز ہے جب تک نجاست کا علم نہ ہو۔ ت) اسے مولوی صاحب موصوف تسلیم نہیں کرتے۔

---

[1] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الہدایا الخ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲
[2] تبیین الحقائق باب مسح علی الخفین المطبعۃ الکبرٰی الامیریہ مصر ۱/۵۰
[3] فتاوٰی ہندیہ الفصل الاول من باب المیاہ " " ۱/۱۸

الجواب

طول مکث سے بدبو لانا پانی کو نجس نہیں کرسکتا اگرچہ کیسا ہی ہو، تنویر وغیرہ متون میں ہے:

ینجس بتغیر احد اوصافه بنجس لا لو تغیر بمکث[1]

نجاست ملنے سے کوئی وصف بدل جائے تو پانی ناپاک ہوجاتا ہے زیادہ دیر ٹھہرنے سے بدلے تو ناپاک نہیں ہوتا۔ (ت)

درمختار میں ہے:

فلو علم نتنه بنجاسة لم یجز ولو شك فالاصل الطهارة[2]

اگر نجاست کی وجہ سے پانی کے بدبودار ہونے کا یقین ہو تو وضو جائز نہیں اور اگر شک ہو تو اصل چیز طہارت ہے (لہذا جائز ہوگا)۔ (ت)

دہ دردہ حوض قلیل نجاست سے بھی ناپاک نہیں ہوتا اور آب مستعمل سے نہ مستعمل، صحیح و معتمد و مفتی بہ مذہب میں ناپاک نہیں طاہر غیر طہور ہی جانا، امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا مذہب معتمد ہے۔ تنویر الابصار میں ہے:

وھو طاھر لیس بطھور[3]

اور وہ پاک ہے پاک کرنے والا نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

رواہ محمد عن الامام وھذہ الروایة ھی المشھورة عنه واختارھا المحققون قالوا علیه الفتوی[4]

اسے امام محمد رحمہ اللہ نے امام اعظم رحمہ اللہ تعالٰی سے روایت کیا ہے اور ان سے مشہور روایت یہی ہے اور محققین نے اسے اختیار کیا ہے اور فرمایا اسی پر فتوٰی ہے۔ (ت)

مائے مستعمل اگر غیر مستعمل سے زائد یا برابر ہوجائے تو مجموع سے وضو ناجائز ہوگا اور مستعمل کم ہے تو وضو جائز۔ درمختار میں ہے:

غلبة المخالط لو مماثلا کمستعمل

اگر (پانی میں) ملنے والی چیز اسی جیسی ہو جیسے مستعمل

---

[1] درمختار مع التنویر باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵
[2] ایضاً
[3] ایضاً ۱/۳۶
[4] ردالمحتار باب المیاہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۳۷

فالاجزاء فان المطلق اکثر من النصف جاز التطہیر بالکل والا لا۔[1]

پانی تو غلبہ کا اعتبار اجزاء کے اعتبار سے ہوگا اگر مطلق پانی نصف سے زیادہ ہے تو تمام پانی سے طہارت حاصل کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔(ت)

بالجملہ حوض مذکور سے وضو بلاشبہہ جائز ہے اور معترض کا قول غلط و ناقابل التفات۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۶: از پوربندر کاٹھیاواڑ میمنی مسجد مرسلہ سید غلام محمد صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۶ھ

امام العلماء المحققین مقدام العقلاء المدققین جامع شریعت و طریقت حکیم امت مولٰنا و مرشدنا و مخدومنا مولوی حاجی قاری شاہ احمد رضا خاں صاحب متع اللہ المسلمین بطول بقائہم۔

بعد تسلیم فدویت ترمیم معروض رائے شریف و ذہن لطیف ہو کہ ایک حوض دہ در دہ ہے عرض و طول میں لیکن حوض کے اوپر کو پتھر لگانے سے منہ حوض کا کم از دہ در دہ ہوگیا ہے اس صورت میں حوض پانی سے پورا بھر دیا جاتا ہے بعض لوگ کہتے ہیں کہ اس حوض میں وضو نہیں ہوتا اس لیے کہ دہ در دہ کی حد سے پانی تجاوز کرجاتا ہے اور پانی بھی بہتا نہیں ہے، اور بعض لوگ کہتے ہیں کہ وضو ہوجاتا ہے اس لیے یہاں پر لوگوں میں سخت فساد واقع ہے۔ سو حضرت مسئلہ کا حل مدلل کے تحریر فرمائیں تاکہ اس پر عمل کیا جاوے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

وعلیکم السلام ورحمۃ وبرکاتہ،

اگر پانی پتھر سے چڑھا ہے تو وہ دہ در دہ ہے نجاست سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک اُس سے مزہ یا رنگ یا بُو نہ بدلے اور پانی اُس حد سے اونچا ہوکر پتھر سے گھر جائے اور پتھر کے بیچ میں مساحت دہ در دہ سے کم ہے تو اب دہ در دہ نہ رہا ایک خفیف قطرہ نجاست سے ساری سطح ناپاک ہوجائے گی ہاں وضو کے لیے ہاتھ ڈال کر پانی لینے سے مستعمل نہ ہوگا بے وضو پاؤں ڈال دینے سے مستعمل ہوجائیگا قابل وضو نہ رہے گا وضو کا مستعمل پانی اُس میں گرنے سے مستعمل نہ ہوگا جب تک مستعمل غیر مستعمل سے زیادہ یا مساوی نہ ہوجائے اس کے پاک کردینے کو یہ کافی ہے کہ اوپر کا حصہ پانی کا نکال دیں یہاں تک کہ صرف پتھر کے نیچے نیچے پانی رہ جائے جہاں سے دہ در دہ ہے وہ سب پاک ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۲۷: از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے وضو کے پانی کے قطرے کپڑے یا کسی چیز پر گریں گے

---

[1] درمختار باب المیاہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۳

تو وہ ناپاک ہو جائے گا اور اگر جماعت ختم ہونے پر ہے اس صورت میں وہ چلا جا تو پاؤں پونچھے شریک جماعت ہوگیا تو جو قطرے اس کی پیشانی وغیرہ سے گریں گے اُس سے رحمت کے فرشتے پیدا ہوں گے۔ حضور کا اس بارے میں کیا ارشاد ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اُن قطروں سے کپڑا ناپاک نہیں ہوتا، مگر مسجد میں اُن کا گرانا جائز نہیں بدن اتنا پونچھ لے کہ قطرے نہ گریں مسجد میں داخل ہو اور ان قطروں سے رحمت کے فرشتے بننا مجھے معلوم نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۲۸ از شہر کہنہ محلہ نذر گنج مسئولہ شمس الدین احمد اللہ خان ۸۔ شوال ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خندق کے پانی سے وضو جائز رکھا گیا ہے وہ کون حالت اور کس وقت پر؟

الجواب

جب آبِ مطلق اصلاً نہ ملے تو یہ پانی بھی آبِ مطلق ہے اس کے ہوتے ہوئے تیمم ہرگز صحیح نہیں اور اُس تیمم سے نماز باطل۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فصل فی البئر

مسئلہ ۱۲۹ تا ۱۳۴ از شہر کہنہ محلہ سہسوانی ٹولہ مرسلہ محمد ادریس خاں ۲۸ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

(۱) ایک چاہ میں ایک چوہا نکلا جس کے نصف دھڑ کے نیچے کی کھال گل کر پانی ہی میں رہ گئی تھی لیکر پیٹ نہیں پھٹا تھا تو اب کنواں کس طرح پاک ہو۔

(۲) یہ بھی تشریح فرمائیے کہ پانی کا ٹوٹنا کسے کہتے ہیں یعنی کتنا پانی کنویں میں رہ جائے تو چھوڑ دینا چاہئے۔

(۳) اگر کسی وجہ سے کنویں کے پاک کرنے کی غرض سے مٹی نکالنے کا حکم ہو تو مٹی کس قدر نکالنا چاہئے۔

(۴) اگر کنواں پاکی کے شرائط پورے کرنے کے اندر بیٹھنے یا شق ہونے لگے تو اس کا بیٹھنا یا شق ہونا پاکی کا مانع ہوسکتا ہے یا نہیں۔ مثلاً ایک کنواں پانی ٹوٹنے کا حکم رکھتا ہے اور اس کنویں میں دو آدمی کے قد پانی ہے، وہ پانی نکالتے نکالتے زیادہ سے زیادہ گھٹنوں تک اور کم سے کم اتنا کہ بالٹی خوب ڈوب جاتی ہے بلکہ اس کے اوپر بھی پانی چوسات انگل رہتا ہے بدیں وجوہات اسے چھوڑ دیا گیا کہ آدمی پانی نکالتے نکالتے تھک گئے یا کنواں شق ہونے لگا یا بیٹھنے لگا تو خیال کیا کہ اس کو پھر کون بنوائے گا یہ تو بیکار ہوا جاتا ہے، تو کنواں پاک ہوا یا نہیں؟

(۵) وُہ لوگ جو بلا تشریک دریافت کیے ہوئے بہادو شما کے کہنے سے کنوئیں کو پاک کرا دیں یا کر دیں اور پاک ہی ایسا کہ حکم پانی ٹوٹنے کا رکھتا ہو اور ٹوٹا نہ ہو ایسی نجاست جو کہ ساٹھ ڈول نکالنے سے پاک ہو سکتی ہے اور بہادو شما کے کہنے سے جنہوں نے کہ نجاست کو دیکھا بھی نہ ہو بیسیّں ڈول نکلوا دے اور پانی کے استعمال کا حکم دے دیا کہ اب کنواں پاک ہو گیا۔ اُن کے واسطے کیا حکم ہے۔

(۶) اگر ناپاک پانی سے وضو یا غسل کر کے نماز پڑھی اور بعد کو ناپاکی کا حال معلوم ہوا تو نماز کب تک کی واپس دہرانا چاہیے۔

الجواب

(۱) کُل پانی نکالا جائے یہاں تک کہ آدھا ڈول نہ ڈوبے اور اگر وُہ کنواں نہ ٹوٹتا ہو تو اس کے پانی کا اندازہ کر لیں کہ اتنے ڈول ہے اُس قدر نکال لیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) اس کا جواب اُوپر گزرا کہ جب آدھے ڈول سے کم بھرنے لگے تو پانی ٹوٹ گیا، واللہ اعلم۔

(۳) چڑیا چوہا مثلاً کنوئیں میں مر کر رہ گیا اور مٹی میں دب گیا کہ پانی نکالنے سے نہیں نکل سکتا تو پانی توڑ کر نکالیں اور اگر یونہی کسی طرح نہ ٹوٹ سکے تو وہ کنواں اتنی مدت چھوڑ دیں کہ ظن غالب ہو جائے کہ وُہ جانور اب گل کر مٹی ہو گیا [illegible] باقی مٹی نکالنے کی کوئی حاجت کنواں پاک کرنے میں نہیں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جتنا پانی توڑنے سے باقی رہ گیا ہو مثلاً فرض کرو کہ اگر سَو یا دو سَو ڈول اور نکالے جاتے تو آدھی بالٹی سے کم بھرتی مگر اس وقت اتنے ڈول نکالنا بوجہ مذکور مصلحت نہیں تو آج چھوڑ دیں کل یا دو چار روز میں جب پانی زیادہ ہو جائے وہ باقی کے سَو دو سَو ڈول نکال دیں کنواں پاک ہو گیا کان الولاء غیر شرط (کیونکہ مسلسل نکالنا شرط نہیں ہے)، واللہ تعالیٰ اعلم

(۵) ایسے لوگ گنہگار ہیں اور شرعاً مستحق تعزیر جس کا اختیار سلطانِ اسلام کو ہوتا اب اتنا ہونا چاہیے کہ اگر وہ توبہ نہ کریں تو مسلمان اُن سے میل جول ترک کر دیں کہ انہوں نے شریعت میں بے جا دخل دیا اور مسلمانوں کو نجاست پلائی اور اُن کی نمازیں اور بدن اور کپڑے خراب کیے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) جب سے اُس ناپاک پانی سے وضو کر کے نماز پڑھی ہو اور اس کے بعد پاک پانی سے طہارت کر کے پاک کپڑوں سے نماز نہ پڑھی ہو مثلاً ناپاک پانی سے وضو کیا اور اس کے بعد پانی پاک کر دیا گیا اور اُس پاک پانی سے کئی دن اس طرح نہایا کہ سر سے پاؤں تک تین بار پانی بہ گیا اس کے بعد پاک پانی سے وضو کرتا رہا اور کسی دن سر دھویا اور کپڑے بدلے تو اس کے بعد سے جو نمازیں پڑھیں وہ نہ پھیری جائیں گی اور

اگر کپڑے نہ بدلے یا سرنہ دھویا اور اُس پاک پانی سے وضو کر دیا تو سب نمازیں پھیری جائیں گی اگرچہ مہینے ہوگئے ہوں کہ بعد کے وضوؤں سے اگرچہ منہ ہاتھ پاک ہوگئے مگر وہ ناپاک پانی جو مسح میں سر کو لگا تھا وہ ہزار بار کے مسح سے بھی پاک نہ ہوگا جب تک دھویا نہ جائے واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۵ از شہر بریلی محلہ خواجہ قطب مرسلہ منشی رضا علی صاحب ۲۔ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا ارشاد ہے علمائے دین کا اس مسئلہ میں کہ ڈھیلے کی رسی جس میں ایک کپڑا لپٹا ہوا تھا اور جو بیل کے سینے کے نیچے باندھی جاتی ہے کنویں میں ڈال دی گئی جس نے کپڑا رسی پر لپیٹا تھا اس کا بیان ہے کہ کپڑا پاک لپیٹا تھا۔ لوگوں کا شبہہ ہے کہ بیل کے گوبر یا پیشاب کی چھینٹیں شاید پڑی ہوں ایسی صورت میں کنواں پاک رہا یا ناپاک ہوا۔ اگر ناپاک ہوا تو کس قدر پانی نکالنا چاہیے۔

الجواب

کنواں پاک ہے اصلاً کچھ نکالنے کی حاجت نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۶ از شہر بریلی محلہ خواجہ قطب مسئولہ مسعود علی ۲۔ رمضان المبارک ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ڈھیلے میں بیل کے جوتنے کے لیے بیل کے سینہ بند اور گردن میں ایک رسی بندھی ہوئی تھی اور اس کے سینے اور گردن کی طرف اس کو بچانے کے واسطے ایک بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا رسی پر لپٹا ہوا جو کہ ایک عرصہ دراز تک استعمال میں آچکا ہے اس حالت میں ظن ہے کہ رسی اور کپڑا گوبر اور پیشاب کی آلودگی سے یا اس خون اور رطوبت سے جو بیل یا بیتے کی رگڑ سے کھال چھلنے کے بعد نکلتا ہے نہیں بچا ہوگا وہ کنویں میں گر گیا اس حالت میں کنواں پاک ہے یا نجس۔

الجواب

بے نمازی عورت کا میلا دوپٹا ہونے سے اس کی ناپاکی لازم نہیں نہ عرصہ دراز تک استعمال سے نہ سینے کی رسی کو گوبر اور پیشاب سے علاقہ، رہا کھال چھل کر خون نکلنا یہ ثبوت طلب ہے نکلا ہوگا کافی نہیں یہ معلوم و ثابت و تحقیق ہونا لازم کہ واقعی خون وغیرہ نجس رطوبت نکل کر اس کپڑے میں لگی تھی اس تحقیق کے بعد ضرور کنواں ناپاک مانا جائے گا اور کل پانی نکالنے کا حکم ہوگا ورنہ وہم و شک پر نجاست نہیں ہوسکتی ایسا ہی زیادہ شک ہو تو بیس ڈول نکال دیں جن سے مقصود نہ کنواں بلکہ اپنے دل کا شک سے پاک کرنا، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ١٣٧ از شہر کہنہ بریلی محلہ گہیر جعفر خان پنجابی ٹولہ مسئولہ جناب محمود علی خان صاحب رضوی ٨ شوال ١٣٣٧ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک کنواں ہے جس میں پانی اس قدر ہے کہ ایک حوض دہ در دہ اُس کے پانی سے بذریعہ چرسے کے بھر دیا جاتا ہے مگر پانی اس کا نہیں ٹوٹتا اُس کنویں میں چھپکلی گر کر مرگئی اور سڑ کر پھٹ گئی ایسی حالت میں کس قدر پانی نکالا جائے کہ کنواں پاک ہوجاوے۔

الجواب

اگر کنواں آپ دہ در دہ ہو یعنی اس کا قطر پانچ گز دس گرہ ایک اُنگل ہو جب تو ناپاک نہ ہوگا اور اس سے کم ہے تو ذرا سی نجاست سے اُس کا کُل پانی ناپاک ہوجائے گا اگرچہ کثرت عمق یا زیادت آمد آب کے سبب سے دس حوض دہ در دہ بھر سکیں۔ اس صورت میں اُس میں جتنے ڈول پانی ہو وہ ناپ کر نکال دیا جائے پاک ہوجائے گا خواہ دفعۃً نکالیں یا کئی روز میں اور خواہ نکالنے سے اس کا پانی ٹوٹ جائے یا اصلاً نہ گھٹے ہر صورت میں اُتنے ڈول نکالنے سے پاک ہوجائے گا اور وہ جو آج کل بعض بے علم لوگ ایسے کنویں سے ٢٠٠ یا ٣٠٠ ڈول نکالنا کافی بتاتے ہیں غلط ہے۔

ناپنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ [illegible] جب تہ کو پہنچ جائے نکال کر ناپیں کہ اتنے ہاتھ پانی ہے پھر جلد جلد سو ڈول کھینچ کر ایسے ہی ناپیں جتنا پانی کم ہوا اس سے حساب لگالیں مثلاً بیس ہاتھ پانی ناپ میں آیا اور سو ڈول نکالنے سے ایک ہاتھ گھٹا تو ١٩٠٠ ڈول اور نکالیں یا دو معتبر شخص کہ پانی میں نگاہ رکھتے ہوں اندازہ کرکے بتادیں کہ اس میں اتنے ڈول پانی ہے ہزار دو ہزار جتنے بتائیں اُسی قدر نکال دیں واللہ تعالیٰ اعلم

مسئلہ ١٣٨ از [illegible] تحصیل گوجرخاں ڈاکخانہ جبّی ضلع راولپنڈی مرسلہ قاضی تاج محمود صاحب ١٠ شوال ١٣٣٨ھ

اگر سگ کنویں میں گر پڑے اور اس کے منہ کے پانی میں داخل ہونے کی ثبوت نہیں ملتی پانی کا کیا حکم ہے۔

الجواب

زیادہ احتیاط یہ ہے کہ کُل پانی نکالیں کہ بہت مشائخ کے نزدیک وہ نجس العین ہے مگر صحیح و معتمد یہ کہ اُس کا حکم باقی سباع کے مثل ہے کہ صرف لعاب ناپاک ہے تو اگر منہ پانی میں نہ پہنچا صرف بیس ڈول تطییب قلب کے لیے کافی ہیں، درمختار میں ہے:

لو اخرج حیا ولیس بنجس العین ولا به حدث او خبث لم ینزح شیئ الا ان

اگر زندہ نکال لیا گیا اور وہ نجس عین نہیں ہے اور نہ ہی کوئی نجاست لگی ہوئی ہے تو کچھ بھی نہیں نکالا جائیگا

یدخل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ فان نجسا نزح الکل والا لا ھو الصحیح[1]

مگر جب اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے تو اس وقت اس کے جھوٹے کا اعتبار کیا جائے گا، اگر ناپاک ہے تو تمام پانی نکالا جائے ورنہ نہیں۔ یہی صحیح ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے

قولہ لم ینزح شیئ ای وجوبا فلا ینافی ما فی الخانیۃ لو وقعت شاۃ وخرجت حیۃ ینزح عشرون دلوا لتسکین القلب لا للتطہیر[2] واللہ تعالٰی اعلم

اس (صاحبِ درمختار) کے قول لم ینزح شیئ (کچھ بھی نہ نکالا جائے) سے مراد یہ ہے کہ نکالنا واجب نہیں جیسا کہ خانیہ میں ہے کہ اگر بکری گر جائے اور زندہ نکل آئے تو اطمینانِ قلب کے لیے بیس ڈول نکالے جائیں، پاک کرنے کے لیے نہیں۔ (ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۱۳۹ از ضلع فریدپور موضع قتل نگر مرسلہ عبدالغنی صاحب ۲۲ ذیقعدہ ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک بہشتی بے نمازی جو چھوٹا استنجا پانی سے نہیں کرتے معمولی طور پر غسل کرکے یعنی یک ڈول پانی سر پر ڈال کر کنوئیں میں غوطہ لگایا تھا اور استعمالی کپڑا بھی نہیں بدلا تھا اب اس کنوئیں کا کیا حکم ہے؟ بینوا توجروا

الجواب

اگر چھوٹا استنجا ڈھیلے سے کر لیا ہو اور بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست ہونا تحقیق نہ ہو تو بیس ڈول نکالیں ورنہ کل پانی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹
[2] ردالمحتار " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۵۶

باب المسح علی الخفین

مسئلہ ۱۴۳: از ذخیرہ مکان میر خادم علی صاحب اسسٹنٹ درسلہ ملا یعقوب علی خاں
۱۵ جمادی الاولیٰ ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سُوتی موزہ پر مسح جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

سُوتی یا اُونی موزے جیسے ہمارے بلاد میں رائج ان پر مسح کسی کے نزدیک درست نہیں کہ نہ وہ مجلد ہیں

یعنی ٹخنوں تک چمڑا منڈھے ہوئے نہ منعل یعنی تلا چمڑے کا لگا ہوا نہ ثخین یعنی ایسے دبیز و محکم کہ تنہا انھیں کو پہن کر قطع مسافت کریں تو شق نہ ہو جائیں اور ساق پر اپنے دبیز ہونے کے سبب بے بندش کے رُکے رہیں ڈھلک نہ آئیں اور اُن پر پانی پڑے تو روک لیں فوراً پاؤں کی طرف چھن نہ جائے جو پاتا بے ان تینوں وصف مجلد منعل ثخین سے خالی ہوں ان پر مسح بالاتفاق ناجائز ہے ہاں اگر ان پر چمڑا منڈھ لیں یا چمڑے کا تلا لگالیں تو بالاتفاق یا شاید کہیں اس طرح کے دبیز بنائے جائیں تو صاحبین کے نزدیک مسح جائز ہوگا اور اسی پر فتوی ہے۔

في المنية والغنية (المسح على الجوارب لا يجوز عند ابي حنيفة الا ان يكونا مجلدين) اي استوعب الجلد ما يستر القدم الى الكعب (او منعلين) اي جعل الجلد على ما يلي الارض منهما خاصة كالنعل للرجل (وقالا يجوز اذا كانا ثخينين لا يشفان) بان كانا بحيث لا يجاوز الماء منه الى القدم فهو بمنزلة الاديم والصرم في عدم جذب الماء الى نفسه الا بعد لبث او دلك بخلاف الرقيق فانه يجذب الماء وينفذه الى الرجل في الحال[1]

منیہ اور غنیہ میں ہے امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک جرابوں پر مسح جائز نہیں مگر یہ کہ چمڑے کی ہوں یعنی اس تمام جگہ کو گھیر لیں جو قدم کو ٹخنوں تک ڈھانپتی ہے یا منعل ہوں یعنی جرابوں کا جو حصہ زمین سے ملتا ہے صرف وہ چمڑے کا ہو جیسے پاؤں کی جوتی ہوتی ہے اور صاحبین نے فرمایا اگر (جرابیں ایسی دبیز ہوں کہ جھلکتی نہ ہوں) تو مسح جائز ہے کیونکہ اگر جراب اس طرح ہو کہ پانی قدم تک تجاوز نہ کرے تو وہ جذب کرنے کے حق میں چمڑے اور چمڑا چڑھائے ہوئے موزے کی طرح ہے مگر کچھ دیر ٹھہرنے یا رگڑنے سے پانی جذب کرے تو کوئی حرج نہیں بخلاف پتلی جراب کے، کہ وہ پانی کو جذب کرکے فوراً پاؤں تک پہنچاتی ہے۔ (ت)

(وعليه) اي على قول ابي يوسف ومحمد (الفتوى والثخين ان يستمسك على الساق من غير ان يشد بشيء) هكذا فسروه كلهم وينبغي ان يقيد بما اذا لم يكن ضيقا فانا نشاهد ما يكون فيه ضيق يستمسك على الساق من غير شد والحد

(وعلیہ) یعنی امام ابویوسف و امام محمد رحمہما اللہ کے قول پر (فتوی ہے اور ثخین وہ ہے کہ کسی چیز سے باندھے بغیر پنڈلی پر ٹھہر جائے) تمام فقہاء نے اس کی یونہی وضاحت کی ہے لیکن مناسب ہے کہ اس کے ساتھ تنگ نہ ہونے کی قید لگائی جائے کیونکہ ہمارے مشاہدے میں ہے کہ جو جراب تنگ ہو

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی المسح علی الخفین مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۲۰

لعدم جذب الماء اقرب وبہ یمکن فیہ متابعۃ المشی اصوب

وہ پاؤں سے بغیر بھی پنڈلی پر ٹھہر جاتی ہے۔ موزے کے بارے میں یہ کہا کہ وہ پانی کو جذب نہ کرے اور اس کے ساتھ لگاتار چلنا ممکن ہو۔ حق کے زیادہ قریب اور بہترین تعریف ہے۔ (ت)

وقد ذکر نجم الدین الزاھدی عن شمس الائمۃ الحلوانی ان الجوارب من الغزل والشعر ماکان رقیقا منھا لایجوز المسح علیہ اتفاقا الا ان یکون مجلدا او منعلا وماکان ثخینا منھا فان لم یکن مجلدا ومنعلا فمختلف وماکان فلاخلاف فیہ[۱] اھ ملتقطا۔

نجم الدین زاہدی نے شمس الائمہ حلوانی سے نقل کرتے ہوئے ذکر کیا کہ اُون اور بالوں سے بنی ہوئی جرابیں پتلی ہوں تو بالاتفاق ان پر مسح جائز نہیں جب تک وہ مجلّد یا منعّل نہ ہوں اور اگر وہ دبیز ہوں تو ان میں سے جو مجلّد اور منعّل نہ ہوں ان پر مسح کرنے میں خلاف ہے جبکہ مجلّد اور منعّل میں کوئی اختلاف نہیں، انتہی ملتقطاً (ت)

قلت وھما وھم عرض للمولی الفاضل اخی یوسف چلپی فی حاشیۃ شرح الوقایۃ ولا حیلۃ منہ بعد ما سمعت نص ... من شمس الائمۃ وکذلک نص ... العلامۃ ما یکفی ... حیث حققہ فی الغنیۃ وذکر طرفا منہ فی ردالمحتار فراجعہ ان شئت واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

فاضل اخی یوسف چلپی کو حاشیہ شرح وقایہ کے اس مقام پر ایک وہم ہوا[۲]۔ لہٰذا امام شمس الائمہ کی تصریح سننے کے بعد اب تمہیں وہ قول اختیار نہیں کرنا چاہئے، اسی طرح علامہ ... میں بھی تصریح ہے جو اس کے ازالہ کے لیے کافی ہے جیسا کہ غنیہ میں اس کی تحقیق کی ہے اور کچھ بحث ردالمحتار میں بھی مذکور ہے، اگر چاہو تو وہاں رجوع کرو۔ اور اللہ سبحانہ وتعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۳۱: مقام کمنڈوہ ضلع ... گوالیار مسئولہ منشی نور محمد صاحب

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس بارے میں کہ بوٹ جس سے ٹخنہ ڈھک جاتا ہے یعنی بوٹ کہ پتلون والے پہنتے ہیں وہ بوٹ کیا چمڑے کے موزے کا حکم رکھتا ہے یا نہیں چونکہ چمڑے کے موزے پر

---

[۱] غنیۃ المستملی فصل فی المسح علی الخفین مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۲۱

[۲] چلپی نے کہا اگر وہ ثخین نہ ہو تو نیچے چمڑا چڑھا ہونے کے باوجود مسح جائز نہیں۔ (ذخیرۃ العقبٰی ص ۵۲)

مسح کرنا درست ہے (عالمگیری) تو فرمایئے کہ بوٹ پر مسح کرنا درست ہے یعنی مسح کرنا چاہئے یا نہیں ورنہ اس سے درست ہے یا کیا؟

الجواب

درست ہے معراج الدرایہ پھر بحرالرائق پھر ردالمحتار میں ہے:

یجوز علی الجاروق المشقوق علی ظهر القدم وله ازرار یشدها علیه تسده لانه کغیر المشقوق وان ظهر من ظهر القدم شیئ فهو کخروق الخف[1] والله تعالٰی اعلم۔

ایسے موزے پر مسح جائز ہے جو قدم کے اوپر سے کھلا ہو اور اسے بٹن لگا کر بند کیا گیا ہو تو وہ بند کی طرح ہے، اور اگر قدم کی پیٹھ سے کچھ حصہ کھلا ہو تو وہ پھٹے ہوئے موزے کی طرح ہے۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار باب المسح علی الخفین مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۱۹۲

باب الحیض

مسئلہ ۱۴۲: از وطن مرسلہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب ۲ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

ما قولکم رحمکم اللہ تعالٰی فی ہذہ المسئلۃ، در رسالہ طہارت کبرٰی نوشتہ است زنے نماز میگزارد در اثنائے صلٰوۃ حائضہ شد نماز قطع کند پس اگر نماز فرض بود بعد طہارت قضایش واجب نبود و اگر نفل بود قضا واجب آید۔ بینوا توجروا

اللہ تعالٰی آپ کو اپنی رحمت سے نوازے، اس مسئلہ میں آپ کی کیا رائے ہے، رسالہ "طہارت کبرٰی" میں لکھا ہے: کوئی عورت نماز پڑھ رہی ہو اور نماز کے دوران اسے حیض آجائے تو وہ نماز توڑ دے پھر اگر وہ فرض نماز ہے تو حصول طہارت کے بعد اس کی قضا واجب نہ ہوگی اور اگر نفل نماز ہو تو واجب ہوگی۔ بیان کریں اجر پائیں۔ (ت)

الجواب

دریں رسالہ اگرچہ بسیار جا خطا سر زدہ است اما ایں مسئلہ درست نوشتہ است فمثلہ فی البحر والدر وغیرہما من الاسفار الغر وجمیع الخ

اس رسالے میں اگرچہ بہت جگہ غلطی واقع ہوئی ہے تاہم یہ مسئلہ صحیح لکھا گیا ہے اسی کی مثل البحر الرائق، درمختار اور ان کے علاوہ عمدہ کتب میں منقول ہے۔

دریں وقت بخیالش میرسد آنست کہ نماز اگرچہ نفل باشد بشروع واجب گردد و اگر قبل از اتمام فسادے رو نماید قضا لازم آید اما ایں حکم حکم شروع قصدی ست پس اگر کسے عشاء یا ظہر گزاردہ فراموش کرد و بار دیگر بقصد حق بربست پیش از فراغ بیادش آمد بگسست قضا بروے لازم نیست کہ ایں شروع بر بنائے ظن غلط بود ہمچناں چوں زن را حیض رسید پنداشت کہ نماز ایں وقت بروے واجب نبود و ظن وجوب کہ بر بنائش آغاز کردہ بود غلط برآمد زیرا کہ نزد ما اعتبار مر آخر وقت راست کما نصوا علیہ پس قضا لازم نباید بخلاف آنکہ نفل شروع کردہ بود کہ شروعش بے ظنی وجوب بود و نہ عروض حیض در آخر وقت مانع تنفل در اول ست پس شروع در وے صحیح بود چوں فاسد شد قضا واجب شد واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

اس کا سبب جو اس وقت خیال میں آرہا ہے یہ ہے کہ نماز اگرچہ نفل ہو شروع کرنے سے واجب ہو جاتی ہے اگر تکمیل سے پہلے کوئی فساد ظاہر ہو تو قضا لازم ہوگی لیکن یہ حکم اس نماز کا ہے جسے قصداً شروع کیا ہو، لہذا اگر کوئی شخص نماز ظہر ادا کرکے بھول گیا ہو پھر اسی کی نیت کرلی لیکن فارغ ہونے سے پہلے یاد آگیا اور اسی حالت میں نماز توڑ دی تو اس پر قضا لازم نہیں ہوگی کیونکہ یہ شروع کرنا غلط گمان کی بنیاد پر تھا۔ اسی طرح جب عورت کو حیض آیا تو اس وقت کی نماز اس پر فرض نہ تھی، اس نے فرض خیال کرتے ہوئے شروع کردی تھی تو یہ خیال غلط ثابت ہوا کیونکہ ہمارے نزدیک آخر وقت کا اعتبار ہے جیسے فقہائے کرام نے بیان فرمایا لہذا قضا لازم نہیں ہوگی بخلاف نفل کے کہ وہ نفل تو واجب سمجھ کر شروع کرے اور نہ ہی آخر وقت میں حیض کا شروع نفل پڑھنے سے مانع ہے لہذا نفل کا شروع کرنا صحیح تھا جب فاسد ہوگئے تو قضا واجب ہوگئی۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اور اس بزرگ و برتر ذات کا علم سب سے زیادہ مکمل اور محکم ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۳ ۴ صفر مظفر ۱۳۱۲ھ

ایک مسماۃ کو بوجہ عارضہ چند سال سے حیض ختم تھا بالکل اور ازحد دوا اگرچہ مقتضائے عمر نہ تھا پھر جب دوا ہوئی یا عادت دوا بجائے دم ہوا ہے ایسی حالت میں نماز ترک کی جائے یا ادا کی جائے۔ بینوا توجروا

الجواب

جب تک دم آئے نماز ترک کی جائے، ہاں اگر دس روز کامل سے آگے بڑھے تو غسل کرکے پڑھنا شروع کریں اور وہ پچھلا حیض جس کے بعد استحاضہ ہوگیا تھا اگر دس دن آیا تھا تو خیر ورنہ جب یہ دن دس سے بڑھے تو وہ جتنا دس سے کم تھا اتنے دنوں کی نماز قضا کی جائے مثلاً وہ چھ روز کا تھا تو چار دن کی نماز قضا کریں اور چار کا ترجیح کی وعلی ہذا القیاس واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۴: از بریلی مدرسہ منظر اسلام محلہ راستہ متصل مکان ڈپٹی اخسد جان صاحب مرسلہ محمد احمد خاں صاحب ۲ شوال ۱۳۱۴ھ۔

عورت حالت حیض اور نفاس میں مراقبہ جیسا کہ طریقہ نقشبندیہ میں دستور ہے کرسکتی ہے یا نہیں اور اسی حالت میں بیٹھ کر مرشد سے توجہ لے سکتی ہے یا نہیں؟ بحوالہ کتاب مع عبارت ارقام فرمائیں۔

الجواب

ہاں، ام المومنین صدیقہ بنت الصدیق رضی اللہ تعالٰی عنہما فرماتی ہیں:

کان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یذکر اللہ علی کل احیانہ[1] رواہ الامام احمد ومسلم وابوداؤد والترمذی و ابن ماجۃ۔

"رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر وقت اللہ تعالٰی کا ذکر فرماتے تھے۔" اس حدیث کو امام احمد، مسلم، ابوداؤد، ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ نے روایت کیا ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان المؤمن لاینجس[2] رواہ الستۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ۔

"مومن ناپاک نہیں ہوتا" اسے چھ ائمہ حدیث (اصحاب صحاح ستہ) نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے:

لاباس لحائض وجنب بقراءۃ ادعیۃ ومسھا وحملھا[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

حائضہ اور جنبی کے لیے دعاؤں کے پڑھنے، انہیں ہاتھ لگانے اور اٹھانے میں کوئی حرج نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۵: از علی گڑھ ۵ رمضان المبارک ۱۳۱۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں:

سوال اول: ایک عورت کو آٹھ دن سے کم حیض ہوتا ہے سپیدی آجانے کے بعد بے ساختہ اس سے

---

[1] سنن ابو داؤد، باب فی الرجل یذکر اللہ علی غیر طہر، مطبع مجتبائی پاکستان ۱/۴
[2] جامع ترمذی، باب ماجاء فی مصافحۃ الجنب، " " " ۱/۱۴
[3] درمختار، باب الحیض، " " " ۱/۵

صحبت کی، جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

جو حیض اپنی پوری مدت یعنی دس دن کامل سے کم میں ختم ہو جائے اس میں دو صورتیں ہیں یا تو عورت کی عادت سے بھی کم میں ختم ہوا یعنی اس سے پہلے مہینے میں جتنے دنوں آیا تھا اُتنے دن بھی ابھی نہ گزرے اور خون بند ہو گیا جب تو اس سے صحبت ابھی جائز نہیں اگرچہ نہا لے اور اگر عادت سے کم نہیں مثلاً پچھلے مہینے سات دن آیا تھا اب بھی سات یا آٹھ روز آ کر ختم ہوا یا یہ پہلا ہی حیض ہے جو اس عورت کو آیا اور دس دن سے کم میں ختم ہو تو اس سے صحبت جائز ہونے کے لیے دو باتوں سے ایک بات ضرور ہے یا تو عورت نہا لے اور اگر بوجہ مرض یا پانی نہ ہونے کے تیمم کرنا ہو تو تیمم کر کے نماز بھی پڑھ لے خالی تیمم کافی نہیں یا طہارت نہ کرے تو اتنا ہو کہ اس پر کوئی نماز فرض ہو جائے یعنی نماز پنجگانہ سے کسی نماز کا وقت گزر جائے جس میں کم سے کم اس نے اتنا وقت پایا ہو جس میں نہا کر سر سے پاؤں تک ایک چادر اوڑھ کر تکبیر تحریمہ کہہ سکتی تھی اس صورت میں بے طہارت کے بھی اس سے صحبت جائز ہو جائے گی ورنہ نہیں مگر یہ کہ عورت کتابیہ یہودیہ یا نصرانیہ ہو تو اُس سے مطلقاً بے نہائے صحبت جائز ہے جبکہ انقطاع حیض ایام عادت سے کم میں نہ ہوا ہو۔

فی الدر المختار یحل وطؤها اذا انقطع حیضها لاکثره بلا غسل وجوبا بل ندبا وان انقطع لاقله فان لدون عادتها لم یحل (الوطء وان اغتسلت لان العود فی العادة غالب بحر) وان لعادتها فان کتابیة حل فی الحال (لانه لا اغتسال علیها لعدم المطالب) والا لا یحل حتی تغتسل او تتیمم بشرطه (هو فقد الماء به والصلوٰة به علی الصحیح کما یعلم من النهر وغیره وبه ظهر ان المراد التیمم الکامل المبیح للصلوٰة مع الصلاة به ایضا) او یمضی علیها زمن یسع الغسل ولبس الثیاب والتحریمة

درمختار میں ہے: اگر عورت کا حیض زیادہ دنوں کے بعد ختم ہو تو اس کے ساتھ غسل واجب بلکہ مستحب غسل سے بھی پہلے وطی کرنا جائز ہے اور اگر کم مدت میں ختم ہو تو دیکھیں گے، اگر عادت سے کم میں ختم ہو تو جماع جائز نہیں اگرچہ غسل کر لے کیونکہ عادت کی طرف لوٹنا غالب ہے، بحرالرائق۔ اگر عادت کے مطابق ختم ہو تو کتابیہ ہونے کی صورت میں اسی وقت حلال ہو جائیگی کیونکہ اس پر غسل واجب نہیں اس لیے کہ اس سے (غسل کا) مطالبہ کرنے والی چیز (یعنی اسلام) نہیں اگر وہ کتابیہ نہیں تو جب تک غسل یا شرائط تیمم پائے جانے کی صورت میں تیمم نہ کرے اس سے جماع جائز نہیں۔ صحیح قول کے مطابق (اس کے لیے تیمم کی شرط یہ ہے کہ پانی نہ ہو) اور اس کے ساتھ نماز پڑھنا ہے جیسا کہ

يعني من آخر الوقت لتعليقهم وجوبها في ذمتها حتى لو طهرت في وقت العيد لا بد ان يمضي وقت الظهر كما في السراج[2] اھ ومزيدا من رد المحتار[2]. وانا اقول كتبت على قوله "ولبس الثياب" ما نصه اي المبيحة للصلاة ولو رداء واحدا يسترها من قرنها الى قدمها لان المقصود كون الصلاة دينا عليها وذلك يحصل بهذا القدر ولهذا استظهر العلامة الحلبي في الغسل ان المراد قدر الفرض وهو ظاهر[3] والله تعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

ظہر (نہر، سراج وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے) بس یہ ظاہر ہوا کہ تحریمہ کا اتنا وقت مراد ہے جس سے نہ صرف تکبیر تحریمہ پڑھنا جائز ہو جائے بلکہ اس کے ساتھ نماز بھی پڑھ سکے) یا اتنا وقت گزر جائے جس میں غسل کرکے کپڑے پہنے اور تکبیر تحریمہ کی گنجائش ہو کیونکہ انہوں نے اسی بات کو عورت کے ذمہ نماز واجب ہونے کی علت قرار دیا ہے حتی کہ اگر عید کے وقت پاک ہوجائے تو اس پر وقت ظہر گزرنا ضروری ہے جیسا کہ سراج میں ہے (انتہی، یہ ردالمحتار سے اضافہ کے ساتھ ہے۔ اور میں کہتا ہوں کہ میں نے اس (درمختار) کے قول "ولبس الثیاب" پر لکھا ہے کہ اس سے وہ کپڑے مراد ہیں جن کے ساتھ نماز جائز ہوجاتی ہے اگرچہ ایک چادر ہو جو سر سے قدموں تک اسے ڈھانپ لے کیونکہ مقصود تو نماز کا اس کے ذمہ فرض ہونا ہے اور یہ اسی قدر سے حاصل ہوجاتا ہے اسی لئے علامہ حلبی نے غسل کے بارے میں بتایا کہ اس سے فرض کا اندازہ مراد ہے اور یہی ظاہر ہے واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

سوال دوم: ایام حیض میں اپنی عورت سے ران یا پیٹ پر یا کسی اور مقام پر فراغت حاصل کرنا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

پیٹ پر جائز اور ران پر ناجائز۔ کلیہ یہ ہے کہ حالت حیض ونفاس میں زیر ناف سے زانو تک عورت کے بدن سے بلا کسی ایسے حائل کے جس کے سبب جسم عورت کی گرمی اس کے جسم کو نہ پہنچے تمتع جائز نہیں یہاں تک کہ اتنے ٹکڑے بدن پر شہوت سے نظر بھی جائز نہیں اور اتنے ٹکڑے کا چھونا بلاشہوت بھی جائز نہیں اور اس سے اوپر نیچے کے بدن سے مطلقاً ہر طرح کا تمتع جائز یہاں تک کہ سحق ذکر کرکے انزال کرنا۔

۱؎ درمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۱
۲؎ ردالمحتار مصطفی البابی مصر ۱/۲۰۵
۳؎ جدالممتار علی ردالمحتار باب الحیض المجمع الاسلامی مبارکپور ہندوستان ۱/۱۶۳

فی الدر المختار یحرم حل قربان ما تحت ازار یعنی ما بین سرۃ ورکبۃ ولو بلا شہوۃ وحل ما عداہ مطلقا اھ[1] وفی رد المحتار نقل فی الحقائق عن التحفۃ والخانیۃ یجتنب الرجل من الحائض ما تحت الازار عند الامام وقال محمد یجتنب الجماع فقط ثم اختلفوا فی تفسیر قول الامام فقیل لایباح الاستمتاع من النظر وغیرہ بما دون السرۃ الی الرکبۃ ویباح ما وراءہ وقیل یباح مع الازار ولایخفی ان الاول صریح فی عدم حل النظر الی ما تحت الازار والثانی قریب منہ ولیس بعد النقل الا الرجوع الیہ[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے "ازار کے نیچے یعنی ناف اور گھٹنے کے درمیان کا قرب جائز نہیں اگرچہ بلاشہوت ہو اور اس کے علاوہ مطلقاً جائز ہے" اور ردالمحتار میں ہے "حقائق میں تحفہ اور خانیہ سے نقل کیا گیا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک مرد کو حائضہ عورت کی ازار کے نیچے سے اجتناب کرنا چاہیے۔ امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں "فقط جماع سے پرہیز کرے" پھر امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول کی وضاحت میں فقہائے کرام کا اختلاف ہے۔ کہا گیا ہے کہ ناف سے گھٹنوں تک دیکھنے اور اس کے ساتھ نفع حاصل کرنا بھی جائز نہیں اس کے ماسوا جائز ہے۔ اور ایک قول یہ ہے کہ ازار کے ساتھ جائز ہے (انتہی)۔ مخفی نہ رہے کہ پہلا قول ازار کے نیچے (کے جسم) کی طرف دیکھنے کی حرمت میں واضح ہے اور دوسرا اس کے قریب ہے اور نقل کے بعد گنجائش نہیں اسی کی طرف رجوع ہوتا ہے (انتہی) (یعنی قیاس نہیں کیا جاتا)، واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۲۴۷: از شہر کہنہ ۱۰ جمادی الاولٰی ۱۳۱۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ نفاس کی اکثر مدت چالیس روز ہے کمتر کی حد نہیں اگر نفاس کا پانی بست روز میں بند ہو جائے اور دو ایک روز کے بعد پانی پھر آیا اس میں کیا حکم ہے؟

الجواب

پانی کوئی چیز نہیں وہ تو عورت سے نفاس میں خون ہوتا ہے چالیس دن کے اندر جب خون عود کرے شروع ولادت سے ختم عود تک سب دن نفاس ہی کے گنے جائیں گے جو دن بیچ میں خالی رہ گئے وہ بھی نفاس ہی میں شمار ہوں گے مثلاً ولادت کے بعد دو منٹ تک خون آکر بند ہوگیا عورت بگمان طہارت غسل کرکے نماز

---

[1] درمختار باب الحیض مجتبائی دہلی ۱/۵۱

[2] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۳

وغیرہ کرتی رہی چالیس دن پورے ہونے میں ابھی دو منٹ باقی تھے پھر خون آگیا تو سب راتیں نفاس میں ٹھہرے گا نمازیں بیکار گئیں فرض یا واجب روزے یا ان کی قضا نمازیں جتنی پڑھی ہوں انھیں پھر پھیرے

فی رد المحتار ان الاصل عند الامام ان الدم اذا کان فی الاربعین فالطہر المتخلل لا یفصل طال او قصر حتی لو رأت ساعۃ دما واربعین الا ساعتین طہرا ثم ساعۃ دما کان الاربعون کلہا نفاسا وعلیہ الفتوی کذا فی الخلاصۃ[1] اھ واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

ردالمحتار میں ہے: امام اعظم رحمہ اللہ کے ہاں ضابطہ یہ ہے کہ جب خون چالیس دنوں میں ہو تو طہر متخلل فاصل نہیں ہوگا وقت زیادہ ہو یا کم۔ حتی کہ اگر عورت نے ایک ساعت خون دیکھا پھر دو ساعتیں کم چالیس دن پاک رہی پھر ایک ساعت خون دیکھا تو پورے چالیس دن نفاس کے شمار ہوں گے اسی پر فتوی ہے۔ خلاصہ میں اسی طرح ہے اھ واللہ تعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۴۸ ۵ ذی القعدہ ۱۳۲۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حیض والی عورت کو روٹی پکانا یا کھانا جائز ہے یا نہ، اور اپنے ساتھ اس کو روٹی کھلانا جائز ہے یا نہ، اور اس حالت میں اگر جب وہ اس جگہ ہو یا کہ سے حیض کے دن ہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اس کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا بھی جائز اور اسے اپنے ساتھ کھلانا بھی جائز۔ ان باتوں سے احتراز یہود و مجوس کا مسئلہ ہے۔

وقد کان رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ وسلم یدنی رأسہ الکریم لام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالی عنہا وہی فی بیتہا وہو صلی اللہ تعالی علیہ وسلم معتکف فی المسجد لتغسلہ وقول ناولینی فقول حیضتك لیست فی یدك[2]۔

سرکار دو عالم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم اپنا سر مبارک دھلوانے کے لیے ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالی عنہا کے قریب کر دیتے تھے، اس وقت آپ گھر میں ہوتیں اور نبی اکرم صلی اللہ تعالی علیہ وسلم مسجد میں معتکف ہوتے۔ ام المومنین عرض کرتیں: میں حائضہ ہوں۔ آپ فرماتے: حیض تمہارے ہاتھ میں تو نہیں ہے۔ (ت

[1] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۱۹

[2] جامع ترمذی باب ما جاء فی الحائض تتناول الشئ من المسجد مطبوعہ مجتبائی لاہور ۱/۱۹

مرجائے تو اس کے لیے ایک ہی غسل کافی ہے کما نص علیہ علمائنا وبہ قال جمہور الائمۃ (جیسا کہ ہمارے علماء نے اس کی تصریح فرمائی ہے اور جمہور ائمہ کا بھی یہی قول ہے۔ت) حیض کم از کم تین رات دن کامل ہے اور زیادہ سے زیادہ دس رات دن کامل۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۴۹: ۹ محرم الحرام ۱۳۲۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک عورت لڑکا جنی اور نفاس سے آٹھ دن میں فارغ ہوگئی اب اُس کے واسطے روزے نماز کا کیا حکم ہے اور چُوڑی وغیرہ چاندی یا کانچ کی یا وہ چارپائی یا مکان پاک رہا یا ناپاک یا چالیس دن کی میعاد لگائی جائے گی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

یہ جو عوام جاہلوں عورتوں میں مشہور ہے کہ جب تک چلّہ نہ ہوجائے زچہ پاک نہیں ہوتی محض غلط ہے خون بند ہونے کے بعد ناحق ناپاک رہ کر نماز روزے چھوڑ کر سخت کبیرہ گناہ میں گرفتار ہوتی ہیں مردوں پر فرض ہے کہ انہیں اس سے باز رکھیں نفاس کی زیادہ حد کے لیے چالیس دن رکھے گئے ہیں نہ یہ کہ چالیس دن سے کم کا ہوتا ہی نہ ہو اس کے کم کے لیے کوئی حد نہیں اگر بچہ جننے کے بعد صرف ایک منٹ خون آیا اور بند ہوگیا عورت اُسی وقت پاک ہوگئی نہائے اور نماز پڑھے اور روزے رکھے۔ اور چالیس دن کے اندر اندر اگر خون عود نہ کرے گا تو نماز روزے سب صحیح رہیں گے۔ چوڑیاں، چارپائی، مکان سب پاک ہیں فقط وہی چیز ناپاک ہوگی جسے خون لگ جائے گا بغیر اس کے ان چیزوں کو ناپاک کرلینا ہندوؤں کا مسئلہ ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۰: از فرخ آباد شمس الدین احمد سہ شنبہ ۱۸ شوال ۱۳۲۲ھ

کوئی شخص اپنی بی بی سے حیض یا نفاس کی حالت میں صحبت کرے تو اُس کا کفارہ کیا ہے؟

الجواب

اگر ابتدائے حیض میں ہے تو ایک دینار اور ختم پر ہے تو نصف دینار، اور دینار دس درم کا ہوتا ہے اور دس درم دو روپے تیرہ آنے کچھ کوڑیاں کم۔ سنن دارمی وابوداؤد وترمذی وابن ماجہ میں حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

اذا وقع الرجل باھلہ وھی حائض فلیتصدق | جب آدمی اپنی عورت سے حالتِ حیض میں صحبت کرے

عـــہ عزاہ فی المشکوۃ للاربعۃ وعزا السندی مارأیت للنسائی ما یاتی ۱۲ منہ (م)

مشکوٰۃ المصابیح میں اسے چاروں سنن کی طرف منسوب کیا ہے اور وہ جو میں نے نسائی کے لیے دیکھی ہے وہ ہے جو اس کے بعد آرہی ہے ۱۲ منہ (ت)

نصف دینار[1] تو چاہیے کہ نصف دینار صدقہ دے۔

سنن نسائی و ابن ماجہ میں انہیں سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

یتصدق بدینار او نصف دینار[2] ایک یا نصف دینار تصدق کرے۔ ورواہ الدارمی فجعل التردید من شک الراوی حیث قال یتصدق بدینار او نصف دینار شك الحکم[3] (اسے امام دارمی نے روایت کیا اور تردید کو راوی کا شک قرار دیا کہ اس نے کہا ایک دینار صدقہ کرے یا نصف دینار، حکم (راوی کو) شک ہوا ہے۔)

مسند احمد و دارمی و ترمذی میں انہیں سے ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

اذا کان دما احمر فدینار واذا کان دما اصفر فنصف دینار[4] جب سرخ خون ہو تو ایک دینار اور زرد ہو تو آدھا۔

طبرانی نے معجم کبیر اور حاکم نے بافادہ تصحیح انہیں سے یوں روایت کی رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا:

من اتی امرأته فی حیضها فلیتصدق بدینار ومن اتاها وقد ادبر الدم عنها ولم تغتسل فنصف دینار[5] جس نے اپنی عورت سے حیض میں صحبت کی وہ ایک اشرفی تصدق کرے اور اگر خون بند ہو چکا اور ابھی نہائی نہ تھی تو آدھی۔

مسند میں انہیں سے یوں ہے: تصدق بدینار فان لم تجد دینارا فنصف

ع: وعزاہ ایضا فی الجامع الکبیر لابی داود والنسائی ولم ارہ فیھما۔ جامع کبیر میں ہے اس کو بھی ابوداؤد اور نسائی کی طرف منسوب کیا ہے میں نے حدیث ان دونوں میں نہیں دیکھی۔

---

[1] جامع الترمذی باب ما جاء فی کراہیۃ اتیان الحائض مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۹

[2] سنن ابن ماجہ باب کفارۃ من اتی حائضا مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۷

[3] سنن الدارمی باب من قال علیہ الکفارۃ مدینہ منورہ حجاز ۱/۲۰۳

[4] جامع الترمذی باب ما جاء فی الکفارۃ فی ذلک مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰

[5] المعجم الکبیر للطبرانی عن عبد اللہ بن عباس حدیث نمبر ۱۲۱۳۳ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت /۲۰۲

... ایک اشرفی صدقہ کرو اور نہ ہو سکے تو آدھی۔

درمختار میں ہے:

یندب تصدقہ بدینار او نصفہ و مصرفہ کزکاۃ وھل علی المرأۃ تصدق قال فی الضیاء الظاھر لا[2]۔

ایک دینار یا نصف دینار صدقہ دینا مستحب ہے اس کا مصرف وہی ہے جو زکاۃ کا ہے اور کیا عورت کو بھی صدقہ دینا واجب ہے؟ تو ضیاء (الضیاء المعنوی شرح مقدمۃ الغزنوی) میں فرمایا ظاہر یہ ہے کہ اس پر واجب نہیں۔ (ت)

فتح القدیر میں ہے:

ویستحب ان یتصدق بدینار او نصفہ استحبابا وقیل بدینار ان کان اول الحیض ونصفہ ان کان وطئ فی آخرہ کان قائلہ رأی ان لامعنی للتخییر بین القلیل والکثیر فی النوع الواحد[3] اھ

ایک دینار یا نصف دینار صدقہ کرنا مستحب ہے اور کہا گیا کہ اگر حیض کا آغاز تھا تو ایک دینار، اور آخری دنوں میں وطی کی تو نصف دینار دے۔ گویا اس قائل کی رائے میں ایک ہی نوع میں قلیل وکثیر کے درمیان اختیار کا کوئی مطلب نہیں۔ اھ

اقول لامعنی للتخییر بین الناقص والافضل فیکون المعنی یتصدق بنصف دینار وھذا ادنی ما یندب الیہ ککفارۃ لم یوقتہ فان اکمل دینارا فاجود وایضا قد یکون الترديد باعتبار الیسر ای بدینار ان یسر والا فبنصفہ وقد ورد فی الحدیث کما مر لکن الاظھر کما قال القاری فی المرقاۃ ان قول احمد التفصیل ... الحدیث الا انہ عن ابن عباس[4] اھ

اقول ناقص وافضل کے درمیان اختیار دینا قابل تعجب نہیں لہذا مطلب یہ ہوگا کہ نصف دینار صدقہ کرے اور یہ اس کے جرم کا کم از کم مستحب کفارہ ہے، پورا دینار دے تو بہت عمدہ ہے نیز کبھی اختیار میسر آنے والی چیز کے اعتبار سے بھی ہوتا ہے جیسے اگر میسر ہو تو ایک دینار ورنہ اگر میسر نہ ہو تو نصف دینار دے اور یہ بات حدیث میں مروی ہے جیسا کہ گزر چکا لیکن زیادہ ظاہر بات وہ ہے جو حضرت ملا علی قاری

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن ابن عباس رضی اللہ عنہ مطبوعہ بیروت ۱/۳۶۳

[2] درمختار باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۲

[3] فتح القدیر باب الحیض مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۳۴

[4] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۰

اى ما صرح من الفقهاء بلون الدم فانه يكون فى بدئه احمر فاذا قارب الانقطاع يصفر **اقول** وبه ظهر ضعف ما وقع فى البحر وتبعه ش من حمل العبارتين قولين اذ قال قيل ان كان فى اول الحيض فدينار او اخره فنصفه وقيل دينار لو اسود ونصفه لو اصفر اھ[۲] قال فى البحر ويدل له ما رواه ابو داود والحاكم وصححه فذكر اللفظ الثالث الذى عزوناه لاحمد ولم [illegible] لابى داود والله تعالى اعلم هذا وقال القارى قال المنذرى قد وقع اضطراب فى هذا الحديث متنا واسنادا رفعا ووقفا وارسالا واعضالا كذا نقله السيد جمال الدين عن التخريج

رحمہ اللہ نے بیان فرمائی کہ اس کے قائل نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی روایت سے جو آگے (مرقات میں) آرہی ہے تفصیل حاصل کی ہے (انتہی) یعنی خون کے رنگ کے اعتبار سے جو تفصیل گزری ہے[۳] کیونکہ وہ شروع میں سرخ ہوتا ہے اور ختم ہونے کے قریب زرد ہو جاتا ہے۔ **اقول** اسی سے اس بات کی کمزوری ظاہر ہوگئی جو البحر الرائق میں ہے اور امام شامی نے بھی اس کی اتباع کرتے ہوئے دو عبارتوں کو دو قول قرار دیا جب انہوں نے کہا کہ کہا گیا ہے اگر حیض کے شروع میں (جماع کیا) تو ایک دینار اور آخر میں ہو تو نصف دینار ہوگا۔ اور ایک قول یہ ہے کہ اگر سیاہ رنگ ہو تو ایک دینار اور زرد ہو تو نصف دینار ہوگا۔ البحر الرائق میں فرمایا اس بات پر امام ابو داؤد اور حاکم کی روایت دلالت کرتی ہے جسے انہوں نے صحیح قرار دیا ہے اور لفظ ثالث (سرخ رنگ) ذکر کیا جسے ہم نے امام احمد اور ترمذی کے حوالے سے نقل کیا ہے لیکن میں نے اسے ابو داؤد میں نہیں دیکھا واللہ تعالیٰ اعلم۔ اس (تقریر) کو لیجئے حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے فرمایا: منذری نے کہا کہ اس حدیث میں متن، سند، رفع، وقف،

---

[۱] مرقاۃ المفاتیح باب الحیض مصطفی البابی مصر ۱/۳۱۸

[۲] البحر الرائق باب الحیض مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۹۷

[۳] امام اہل السنت علیہ الرحمۃ کا مطلب یہ ہے کہ حیض کی ابتداء میں خون کا رنگ سیاہ ہوتا ہے اور آخر میں زرد، لہٰذا ابتداء حیض اور سیاہ رنگ ایک ہی بات ہے جبکہ اختتام حیض اور زرد رنگ بھی ایک ہی شے ہے گویا ایک ہی قول کو صاحب البحر الرائق اور شامی نے دو قول قرار دیا ۱۲ ہزاروی

فقول ابن حجر سندہ حسن غیر مستحسن[1]۔ اقول لایضر عندنا الارسال ولا الاعضال وقد یأتی الراوی بالسند تاما وقد یحذف فلا اضطراب وکذا الرفع والوقف ثم الوصل والرفع زیادۃ ثقۃ فتقبل کما حققہ المحقق فی الفتح فی غیر ما موضع قال القاری قال میرک ھذا بیان اضطراب الاسناد اما الاضطراب فی متنہ فروی بدینار او نصف دینار علی الشک وروی یتصدق بدینار فان لم یجد فنصف دینار وروی التفرقۃ بین ان یصیبھا فی اقبال الدم او فی انقطاع الدم وروی یتصدق بخمسی دینار وروی نصف دینار وروی اذا کان دما احمر فدینار وان کان دما اصفر فنصف دینار[2]۔ اقول قد علمت کل ھذہ الروایات وتخاریجھا الا روایۃ الخمس وھو للدارمی وابن راھویہ وحسنہ ثم الحفاظ عن عبدالحمید بن زید بن الخطاب قال کان لعمر بن الخطاب

ارسال اور اعضال[3] کے اعتبار سے اضطراب ہے سید جمال الدین نے تخریج سے اسی طرح نقل کیا ہے پس ابن حجر (عسقلانی) کا اس کی سند کو حسن قرار دینا غیر مستحسن ہے[1]۔ اقول ہمارے نزدیک ارسال واعضال سے کوئی فرق نہیں پڑتا راوی کبھی پوری سند لاتا ہے اور کبھی حذف کردیتا ہے یہ کوئی اضطراب نہیں رفع اور وقف کا بھی یہی حال ہے پھر رفع اور وصل (راوی کے) اضافہ ثقاہت کے لیے ہیں لہٰذا اسے قبول کیا جائے جیسے محقق نے فتح القدیر کے کئی مقامات پر اس کی تحقیق کی ہے۔ ملا علی قاری رحمہ اللہ فرماتے ہیں میرک نے کہا ہے کہ یہ اضطراب سند کا بیان ہے لیکن متن کا اضطراب یہ ہے کہ ایک روایت میں ایک دینار اور نصف دینار کا بطور شک ذکر کیا گیا۔ دوسری روایت میں ہے کہ ایک دینار صدقہ کرے اور اگر نہ پاسکے تو وہ نصف دینار صدقہ دے تیسری روایت کے مطابق خون آنے اور ختم ہونے کے دنوں میں جماع کرنے کا فرق ہے چوتھی روایت میں ہے دینار کا پانچواں حصہ صدقہ کرے۔ پانچویں روایت میں ہے وہ نصف دینار صدقہ کرے۔ اور چھٹی روایت میں ہے اگر خون سرخ ہو تو ایک دینار دے اور زرد ہو تو نصف دینار دے اھ[2] اقول ان تمام روایات

---

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰

[2] ایضاً

[3] تابعی سے اوپر کا راوی ساقط ہو تو ارسال ہے اور حدیث کی سند سے دو یا زائد راویوں کا سقوط اعضال کہلاتا ہے ۱۲ ہزاروی

امرأۃ تکرہ الجماع فکانت اذا اراد ان یأتیہا اعتلت علیہ بالحیض فوقع علیہا فاذا ھی صادقۃ فاتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فامرہ ان یتصدق بخمس دینار[1] اھ ووقع فی کنز العمال ومنتخبہ فامرہ ان یتصدق بخمسین دینارا[2] ولا اراہ الا تصحیف واللہ تعالٰی اعلم وذکر فیہ عازیا للحارث فی مسندہ ومرامزا لابن ماجۃ ولم ارہ ولہ عن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ انہ اتی جاریۃ لہ فقالت انی حائض فوقع بہا فوجدہا حائضا فاتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فذکر ذٰلک لہ فقال یغفر اللہ لک یا ابا حفص تصدق بنصف دینار[3] اقول وبعد تعدد الواقعۃ لا یرجع الی الترجیح فان کانت ھذہ اقوی سند اخرج

کی تخریج معلوم ہوچکی البتہ دینار کے پانچویں حصے والی سند، امام دارمی اور ابن راہویہ نے نقل کی ہے اور خاتم الحفاظ (علامہ ابن حجر عسقلانی رحمہ اللہ) نے اسے حسن قرار دیا ہے وہ حضرت عبدالحمید بن زید بن خطاب رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کی ایک لونڈی جماع کو ناپسند کرتی تھی آپ جب بھی اس کے پاس جانے کا ارادہ فرماتے وہ حیض کا بہانہ پیش کردیتی۔ ایک مرتبہ آپ نے اس سے جماع کیا تو (واقعی) وہ سچی تھی، آپ بارگاہ نبوی میں حاضر ہوئے تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دینار کا پانچواں حصہ صدقہ کرنے کا حکم دیا ہے۔ کنز العمال اور اس کے انتخاب میں ہے کہ آپ نے ان کو پچاس دینار صدقہ کرنے کا حکم دیا — میرے خیال کے مطابق ان کو بعض میں غلطی ہوئی ہے اور اللہ تعالٰی اعلم۔ اس میں حارث کی طرف منسوب کرتے ہوئے کہ انھوں نے اپنی مسند میں لکھا اور ابن ماجہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ذکر کیا لیکن میں نے اس میں یہ روایت نہیں پائی وہ یہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اپنی ایک لونڈی کے پاس تشریف لے گئے اس نے کہا میں حائضہ ہوں آپ نے اس سے جماع کیا تو اسے حائضہ پایا پھر نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا اے ابوحفص! اللہ

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۶
[2] کنز العمال محظورۃ المباشرۃ حدیث ۴۵۸۸۸ مکتبۃ التراث الاسلامی بیروت ۱۶/۵۲۵
[3] " " حدیث نمبر ۴۵۸۸۹ " " ۱۶/۵۲۶

آخر الدم واوله كما في الرواية الثالثة والرابعة وفي اوله ايضا باعتبار الوجد والفقد كما في الرواية الخامسة وهذا احسن جميل واوضح ولله الحمد والتخفيف عن السخط ظاهر وبعض الكل في اخر الدم فزعم العلامة القارى ان الصفرة مترددة بين الحمرة والبياض فبالنظر الى الثاني لا يجب شيئ وبالنظر الى الاول يجب الكل فينتصف[1] اه اقول وفيه ما لا يخفى فان الصفرة حيض قطعا لا تردد فيه ثم التعبير بالوجوب خلاف المذهب وصرح القارى انه تعبد محض لا مجال للعقل فيه قال والاقرب ما قيل فيه ان الحكمة في اختلاف الكفارة بالاقبال والادبار انه في اوله قريب عهده بالجماع فلم يعذر فيه بخلافه في اخره فخفف فيه[2] اه اقول اذا كان هذا اقرب فكيف يكون كونه تعبديا اظهر ولا شك انه شرع ظاهر ولا يصار الى التعبد ما لم ينسد باب العقل والله تعالى اعلم۔

خمس (۱/۵) اور دو خمس (۲/۵) کا حکم اس شخص کے لئے ہوگا جس نے غلطی سے جماع کیا جیسے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا واقعہ ہے۔ نصف اور پُورا دینار اس شخص پر ہوگا جس نے جان بُوجھ کر ایسا کیا جیسے لفظ "من اتی" (جو شخص عورت کے پاس جائے) سے اشارہ ہوتا ہے اور تقسیم خون کے آغاز و اختتام کے اعتبار سے بھی ہے جیسا کہ تیسری اور چوتھی روایت میں ہے اور شروع میں دینار پانے والے اور نہ پانے والے کے اعتبار سے ہے جیسا کہ پانچویں روایت میں ہے یہ توجیہ نہایت روشن اور واضح ہے، اور اللہ تعالٰی ہی کیلئے حمد ہے، ناراضگی سے تخفیف کا ہونا تو ظاہر اور جو مرد حیض کے آخری ایام میں جماع کرے اس کے بارے میں علامہ قاری کا زعم ہے کہ زرد رنگ سرخی اور سفیدی کے درمیان میں ہے لہٰذا دوسرے (سفید رنگ) کا اعتبار کرتے ہوئے کچھ بھی واجب نہیں ہوتا اور پہلے (سرخ رنگ) کے اعتبار سے پُورا دینار واجب ہوتا ہے لہٰذا (زرد رنگ میں) نصف کردیا جائے گا اھ

اقول اس قول کی خرابی واضح ہے کیونکہ زرد رنگ قطعاً حیض ہے جس میں کوئی شک نہیں پھر وجوب سے تعبیر کرنا خلافِ مذہب ہے۔ ملا علی قاری نے واضح طور پر فرمایا کہ یہ محض ایک تعبدی حکم ہے عقل کا اس میں کوئی دخل نہیں، انہوں نے فرمایا اس سلسلے میں جو کچھ کہا گیا ہے اس میں اقرب بات یہ ہے کہ حیض کے آغاز و اختتام میں کفارہ کے اختلاف میں یہ حکمت ہے کہ

[1] مرقات شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۱۰۱
[2] ایضاً

شروع میں وہ زمانہ جماع سے قریب ہوتا ہے، لہٰذا اس صورت میں معذور نہیں سمجھی جائے گی بخلاف اختتام حیض کے لہٰذا اس وقت کفارہ میں تخفیف ہوگی۔ **اقول** جب یہ بات اقرب ہے تو اس (معقول) کا تعبدی ہونا کیسے ظاہر ہوگا اس میں شک نہیں کہ یہ محض ظاہری ترجیح ہے اور وہ اس وقت تک عبادت نہیں بن سکتی جب تک عقل کا دروازہ بند نہ کیا جائے۔ واللہ تعالٰی اعلم

بالجملہ حاصل جمیع احادیث یہ ٹھہرا کہ جس سے نادانستہ ایسا واقع ہوا اگر آخر حیض میں تھا (اور اسی میں حکمًا وہ صورت داخل کہ خون دس دن سے کم میں منقطع ہوا اور عورت نے ابھی غسل نہ کیا نہ کوئی نماز اس پر دَین ہوئی) وہ ایک خمس دینار کفارہ دے، اور اگر شباب حیض میں تھا تو دو خمس اور جس نے دانستہ ایسا کیا اگر آخر حیض میں تھا نصف دینار دے اور اول میں تو ایک دینار، ہاں ایک کی طاقت نہ ہو تو نصف ہی دے۔ یہ سب حکم استحبابی ہے واجب نہیں مگر استغفار۔

اقول دینار شرعی دس درم ہے تو خمس دینار کی جگہ دو درم، دو خمس پر چار، نصف پر پانچ، کُل پر دس ہوئے، اور درم شرعی اس انگریزی روپے سے ۷/۲۵ ہے تو ایک درم یہاں کے چار آنے ۹ ۲۱/۲۵ پائی ہوا، اور دس درم دو روپے پونے تیرہ آنے ۳/۵ پائی، مگر عجب نہیں کہ یہاں سونا دینا ہی انسب ہو کہ ہر جگہ دینار ہی کے حصے فرمائے گئے۔ دینار ساڑھے چار ماشے ہے تو اس کا خمس سات رتی اور رتی کا پانچواں حصہ واللہ تعالٰی اعلم۔ یہ سب درباره حیض تھا اور اسی پر نفاس واضح القیاس مرقاۃ میں زیر روایت ثالثہ اذا کان دما احمر (جب حیض کا خون سرخ ہو۔ ت) ہے ای الحیض وقیس به النفاس[1] اھ (یعنی حیض کا خون سرخ ہو اور اسی پر نفاس کو قیاس کیا جائے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۱: از قصبہ میراں پور کٹرہ ضلع شاہجہان پور مرسلہ محمد صدیق بیگ
۲۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بچہ پیدا ہونے کے بعد کب تک عورت ناپاک رہتی ہے کتنے یوم کے بعد غسل کرکے نماز پڑھے؟

الجواب

بچہ پیدا ہونے کے بعد جب تک خون آئے ناپاک رہے گی جس کی زیادہ سے زیادہ مدت چالیس روز کامل ہے اور کم کی کوئی حد نہیں، اگر پاؤ منٹ آکر بند ہوگیا اور چالیس روز تک پھر نہ آیا تو اسی پاؤ منٹ

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ الفصل الثانی من باب الحیض مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/ ۱۰۱

کے بعد پاک ہوگئی نہا کر نماز پڑھے اور اگر چالیس روز کامل تک آیا یا اس سے کم تو جس وقت بند ہو اسی وقت پاک ہوگی۔ بیس تیس چالیس جتنے دن ہوں اور اگر چالیس دن سے زیادہ آیا تو اس سے پہلے ولادت میں جتنے دن آیا تھا اتنا نفاس ہے اس کے بعد پاک ہوگئی باقی استحاضہ ہے اس کی نمازیں کہ قضا ہوئی ہوں ادا کرے۔ اور اگر پہلی ہی ولادت ہے تو چالیس دن کامل تک نفاس تھا باقی جو آگے بڑھا استحاضہ ہے اسی میں نہا کر نمازیں پڑھے روزے رکھے خون اگر پورے چالیس دن پر بند ہو تو نہائے اور نماز پڑھے اور اس سے کم پر بند ہو تو اس سے پہلی ولادت پر جتنے دن آیا تھا اتنے دن پورے کرکے بند ہو تو بھی نہا کر نماز پڑھ سکتی ہے مگر بہتر یہ کہ نماز کے آخر وقت مستحب تک انتظار کرے اور اگر عادت سابقہ سے کم پر بند ہوگیا تو واجب ہے آخر وقت مستحب تک انتظار کرکے نہائے اور نماز پڑھے پھر اگر چالیس دن کے اندر آگیا تو پھر چھوڑ دے پھر بند ہوجائے تو اسی طرح کرے یہاں تک کہ چالیس دن پورے ہوں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۵۲: از جنوبی افریقہ مقام ہوبنا ہوتی برٹش باسوتولینڈ مسئولہ حاجی اسمٰعیل میاں بن حاجی امیر میاں کاٹھیاواڑی

زید اگر ایام حیض میں عورت کی ران یا شکم پر آلت کو مس کرکے انزال کرے تو جائز ہے یا نہیں اور زید کو شہوت کا زور ہے اور وہ پرہیز نہیں رہ سکتا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

پیٹ پر جائز ہے ران پر ناجائز کہ حالتِ حیض و نفاس میں ناف کے نیچے سے زانو تک اپنی عورت کے بدن سے تمتع نہیں کرسکتا کما فی المتون وغیرہا (جیسا کہ کتب متون وغیرہ میں ہے۔ ت)

واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال دوم ۱۵۳: نکاح پڑھتے وقت عورت کو پانچ کلمے پڑھاتے ہیں اب وہ عورت حیض کی حالت میں ہے تو وہ پانچ کلمے اپنی زبان سے پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

حالتِ حیض میں صرف قرآن عظیم کی تلاوت ممنوع ہے کلمے پانچوں پڑھ سکتی ہے کہ اگرچہ ان میں بعض کلمات قرآن ہیں مگر ذکر و ثنا ہیں اور کلمہ پڑھنے میں نیت ذکر ہی ہے نہ نیت تلاوت، تو جواز یقینی ہے۔ کما صرحوا بہ قاطبۃ (جیسا کہ تمام فقہاء نے اس کی تصریح کی ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال سوم ۱۵۴: عمرو پر غسل جنابت یا احتلام کا ہے اور زید سامنے ملا اور سلام کہا تو اس کو جواب دے یا نہیں، اور اگر اپنے دل میں کوئی کلام الٰہی یا درود شریف پڑھے تو جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

دل میں بایں معنی کہ نرے تصور میں بے حرکتِ زبان تو یوں قرآن مجید بھی پڑھ سکتا ہے اور زبان سے قرآن مجید بحالتِ جنابت جائز نہیں اگرچہ آہستہ ہو، اور درود شریف پڑھ سکتا ہے مگر کلی کے بعد چاہئے اور جوابِ سلام دے سکتا ہے اور بہتر یہ کہ بعد تیمم ہو کما فعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کیا۔ ت)

تنویر میں ہے:

لایکرہ النظر الیہ ای القرآن لجنب وحائض ونفساء کادعیۃ[1]

جنبی، حائضہ اور نفاس والی عورت کے لیے دعاؤں کی طرح قرآن پاک کی طرف دیکھنا بھی مکروہ نہیں۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

نص فی الہدایۃ علی استحباب الوضوء لذکر اللہ تعالٰی[2]

ہدایہ میں اللہ تعالٰی کے ذکر کے لیے وضو کے مستحب ہونے پر تصریح کی ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

ترک المستحب لایوجب الکراھۃ[3] واللہ تعالٰی اعلم۔

مستحب کو چھوڑنے سے کراہت ثابت نہیں ہوتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۵: از چمر گاؤں ضلع پبنہ ملک بنگال مرسلہ سید عبدالغفور ۱۰ ربیع الاول شریف ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کسی اردو کتاب یا اخبار میں چند آیاتِ قرآن بھی شامل ہوں تو اس کو بلاوضو چھونا یا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

کتاب یا اخبار جس جگہ آیت لکھی ہے خاص اس جگہ کو بلاوضو ہاتھ لگانا جائز نہیں اسی طرف ہاتھ لگانا چاہئے جس طرف آیت لکھی ہے خواہ اس کی پشت پر دونوں ناجائز ہیں باقی ورق کے چھونے میں حرج نہیں۔ پڑھنا بے وضو جائز ہے۔ نہانے کی حاجت ہو تو حرام ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] درمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۳

[2] ردالمحتار " مصطفی البابی مصر ۱/۱۲۸

[3] ایضاً

فصل فی المعذور

مسئلہ ۱۵۶: از لکھنؤ محمود نگر مطبع مصطفائی مرسلہ مولوی ضیاء الدین صاحب ۷ جمادی الاولٰی ۱۳۱۳ھ۔

ما تقولون ایھا السادۃ العلماء فی من لا یستطیع ان یصلی صلاۃ واحدۃ الا بوضع القطن فی الاحلیل لما بہ من سلس البول وجریانہ فی کل وقت بحیث یتلوث رأس احلیلہ ویتنجس ازارہ ھل ھو معذور عند الشرع ویجری علیہ احکام المعذورین من الوضوء فی کل وقت واداء الصلوۃ بذلک الثوب وعدم صلوحہ لامامۃ الناس وغیرھا من الاحکام ام لا، وکیف یصلی فی الاسفار سیما اذا کان علی الوابور البری ای المرکب الدخانی الذی یجری فی کثیر من بلاد الھند فان فی وضع القطن ھنالک فی الاحلیل تعذرا ای تعذر، بینوا ھذا وفصلوا بما لا مزید علیہ من الکتاب والسنۃ واقاویل السلف وتستحقوا الثواب الجزیل من اللہ سبحنہ وتعالٰی فی غد ان شاء اللہ تعالٰی۔

اے رہبری کرنے والے علماء کرام! آپ اس شخص کے بارے میں کیا کہتے ہیں جو آلۂ تناسل کے سوراخ میں روئی رکھے بغیر ایک نماز بھی نہیں پڑھ سکتا کیونکہ وہ سلسل البول کا مریض ہے اور اس کا پیشاب ہر وقت اس طرح جاری رہتا ہے کہ عضو مخصوص کے سوراخ کا سر تر رہتا ہے اور اس کی ازار ناپاک رہتی ہے کیا وہ شرعی طور پر معذور ہے اور اس پر معذور کے احکام جاری ہوں گے کہ وہ ہر وقت کے لیے وضو کرے اور وہ اسی ناپاک کپڑے کے ساتھ نماز پڑھ سکے دوسروں کی امامت کرانے اور اس طرح کے دیگر کی ممانعت رکھتا ہو یا وہ معذور نہیں ہے۔ وہ سفر میں نماز کیسے پڑھے خصوصاً جب بھاپ سے چلنے والی گاڑی پر ہو جو ہمارے اکثر شہروں میں چلتی ہیں کیونکہ وہاں سوراخِ ذکر میں روئی رکھنے میں کافی مشکل درپیش ہوتی ہے۔ قرآن وسنت اور اقوالِ سلف سے اس طرح تفصیل سے بیان فرمائیے کہ مزید گنجائش نہ رہے اور کل (روزِ قیامت) اللہ سبحٰنہ وتعالٰی کی طرف سے عظیم ثواب کے مستحق ہوں، ان شاء اللہ تعالٰی۔ (ت)

الجواب

الحمد لله وحده اذا كان احتشاؤه يرد مايه كما وصفت في السؤال فقد خرج عن حد المعذور والتحق بالاصحاء يتوضؤ لكل حدث ويغسل كل نجس ويؤم كل نفس ولا يعذر في ترك الاحتشاء بل هو فريضة عليه كفريضة الصلاة قال في الدر يجب رد عذره او تقليله بقدر قدرته ولو بصلاته مومئا وبرده لا يبقى ذا عذر[1] اھ ومثله في البحر وغيره والمسألة ظاهرة وفي الزبدة اثرة امر تعسر في العلة الداخلية فضلا عن تعذره فلا يظهر له وجه فان من سافر يحمل معه قراده لا يشتمل عليه القطن ان قراده وان كان يزعم انه يخرج بعد مات الحركة فليطوله وليغلظه وليربط العضو الى فوق وذكر العلامة الشامي في رد المحتار ان من كان بطئ الاستبراء فليفتل نحو ورقة مثل الشعيرة ويحتشي بها في الاحليل فانها تتشرب ما بقي من اثر الرطوبة التي يخاف خروجها وينبغي ان يغيب في المحل لئلا تذهب الرطوبة الى طرفها الخارج و

تمام تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لیے ہیں جو یکتا ہے۔ اگر روئی رکھنے سے اس کے قطرے ٹپکنے بند ہو جاتے ہیں جیسا کہ سوال میں بیان کیا تو وہ عذر کی حد سے نکل گیا اور صحیح افراد کے ساتھ شامل ہوگا۔ ہر حدث اصغر کے بعد وضو کرے جہاں نجاست لگی ہو اسے دھو ڈالے اور ہر ایک کی امامت کرا سکتا ہے اس سے روئی نہ رکھنے کا عذر قبول نہ ہوگا بلکہ نماز کی طرح روئی رکھنا بھی اس پر فرض ہے۔ درمختار میں ہے: حسب طاقت عذر کو دور کرنا یا کم کرنا واجب ہے اگرچہ اشارے کے ساتھ نماز پڑھنے کے ذریعے ہو اور اس کو دور کر [illegible] نہیں رہے گا اھ بحر الرائق وغیرہ میں بھی اسی طرح ہے مسئلہ ظاہر ہے [illegible] تمام کتب میں موجود ہے بحالت سفر چلنے والی گاڑی میں مشکل پیش آنے کے متعذر ہونے کی بظاہر کوئی وجہ نہیں کیونکہ جو آدمی سفر کرتے ہوئے زادِ راہ ساتھ لے جاتا ہے وہ اگر ساتھ روئی کا اضافہ کرلے تو کوئی بوجھ نہیں پڑتا۔ اور اگر یہ خیال ہے کہ گاڑی کی بار بار حرکت سے روئی نکل جائے گی تو وہ اسے لمبا کرکے نیچے کی طرف کرے اور اوپر کی طرف سے عضو کو باندھ دے۔ علامہ شامی نے رد المحتار میں ذکر کیا ہے کہ جس شخص کو تاخیر سے طہارت حاصل ہوتی ہو وہ جو کے دانے برابر روئی وغیرہ کا بتا وغیرہ بنا کر

---

[1] درمختار فروع من باب الحیض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۳

للخروج من خلاف الشافعی وقد جرب ذلك فوجد انفع من ربط المحل لكن الربط اولی اذا كان صائما لئلا یفسد صومه علی قول الامام الشافعی رحمه الله تعالی اھ۔[1]

عضوِ مخصوص کے سوراخ میں ڈالے وہ رطوبت کے زیادہ اثر کو جس کے نکلنے کا ڈر ہے جذب کرے گا اور چاہیے کہ اسے اندر غائب کردے تاکہ رطوبت اس کی باہر والی جانب نہ نکلے، امام شافعی رحمہ اللہ کے مسلک کے خلاف عمل کرنے سے بھی بچ جائے گا۔ اس کا متعدد بار تجربہ کیا گیا اور اسے باندھنے سے زیادہ نافع پایا لیکن جب روزہ دار ہو تو باندھنا زیادہ بہتر ہے تاکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے قول پر (بھی) اس کا روزہ نہ ٹوٹے۔

اقول لكن مجرد الربط لا یسد الغلة لصاحب السلس فهو یجب علیه الاحتشاء كما ذكرنا ولا مراعاة للخلاف فی اتیان الواجبات وعندی احسن من وضع المفتول ان یأخذ ورقة لها صلابة مع نعومة كورقة التمر الهندی یطویه طیا ویحتشی به بحیث یكون وسطه داخلا ویبقی طرفاه عند رأس الاحلیل فانه اجدی واحری لسد المجری فان خشی الخروج ربط المحل الی فوق كما وصفنا والله تعالی اعلم۔

اقول (میں کہتا ہوں) سلسل البول والے کے لیے محض باندھنا سوراخ کو بند نہیں کرتا اس میں (روئی وغیرہ) داخل کرنا واجب ہے جیسا کہ ہم نے ذکر کیا اور واجب کی ادائیگی میں اختلاف (سے بچنے) کی رعایت نہیں کی جاتی اور میرے نزدیک بٹی ہوئی چیز رکھنا نہایت اچھا ہے وہ یوں کہ ایک پتا جو سخت ہونے کے ساتھ کچھ نرم بھی ہو جیسے ہندی کھجور کا پتا ہوتا ہے، لیا جائے اور خوب لپیٹ کر سوراخ میں اس طرح داخل کرے کہ اس کا درمیانی حصہ داخل ہو جائے اور کنارے آلۂ تناسل کے کنارے کے پاس رہ جائیں۔ جریان کو بند کرنے کے لیے یہ طریقہ نہایت نافع اور زیادہ مناسب ہے اگر نکلنے کا ڈر ہو تو اوپر سے اس جگہ کو باندھ دے، جیسا کہ ہم نے طریقہ بیان کیا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۵۷: مسئولہ مولوی محمود احسن سسوانی ۲۲ رمضان المبارک ۱۳۱۶ھ

زید کو اس قسم کا عارضہ ہے کہ دو دو تین تین منٹ کے بعد دُبر سے ایک قسم کے جانور جن کو چُنچُنے کہتے

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۳

24/24

ہیں نکلتے ہیں اور ان کا خروج بعد زوال تقریباً ایک بجے سے لے کر نصف شب تک عارض رہتا ہے اس درمیان میں ہر ہر نماز کے واسطے ایک ایک وضو کافی ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

اگر آخر شب میں بالکل انقطاع ہو جاتا ہے کہ ایک کرم بھی طلوع شمس تک نہیں نکلتا جب تو یہ شخص روزانہ صحیح ہو جاتا ہے ہر روز اسے وہی تدبیر چاہیے جو اس قسم کے امراض میں پہلے دن کی جاتی ہے یعنی جبکہ شروع مرض بعد زوال ہوتا ہے ظہر میں آخر وقت تک انتظار کرے کہ شاید منقطع ہو جائے اگر منقطع ہو جائے فبہا ورنہ اخیر وقت وضو کرکے نماز پڑھ لے پھر اگر عصر میں مرض منقطع ہو جائے نماز با وضوئے صحیح پڑھ لینے کی مہلت ملے تو ظہر کی نماز کا بھی اعادہ کرے اور اگر عصر میں فرصت نہ پائے تو ظہر و عصر کی بھی صحیح ہو گئیں اور مغرب و عشا میں صرف وضوئے تازہ کافی ہے بشرطیکہ ایک ایک بار بھی خروج ہوتا رہے پھر جب صبح کا سارا وقت خروج سے خالی گزرے گا وہ حکم معذوری زائل ہو گا اور وقت ظہر یا جس وقت عارضہ عود کرے پھر وہی روز اول کا حساب کرنا پڑے گا اور اگر وقت صبح میں بھی انقطاع کلی نہیں ہوتا خروج ہوتا رہتا ہے اگرچہ ایک ہی بار تو وہی پہلے دن کا امتحان اسے کافی ہے اگر ایک وقت کامل کبھی ایسا گزر چکا ہے کہ شروع وقت سے آخر تک وضو کرکے فرض پڑھ لینے کی مہلت نہ ملی تو وہ معذور ہے جب تک ہر وقت میں کم سے کم ایک بار بھی عارض ہوتا رہے گا صرف پانچ وقت وضوئے تازہ کافی ہوگا۔

فی ردالمحتار لو عرض بعد دخول وقت فرض انتظر الی اٰخرہ فان لم ینقطع یتوضأ ویصلی ثم ان انقطع فی اثناء الوقت الثانی یعید تلک الصلوۃ وان استوعب الوقت الثانی لا یعید لثبوت العذر حینئذ من وقت العروض اھ بحر کویۃ ونحوہ فی الزیلعی والظہیریۃ[١] اھ وباقی المسائل معروفۃ متونا وشروحا واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

ردالمحتار میں ہے اگر فرض نماز کا وقت داخل ہونے کے بعد عذر پیش آیا تو آخر وقت تک انتظار کرے اگر منقطع نہ ہو تو وضو کرکے نماز پڑھ لے پھر اگر دوسرے وقت میں ختم ہو جائے تو اس پہلی نماز کو لوٹائے اور اگر دوسرے وقت کو گھیرے تو نہ لوٹائے کیونکہ اس وقت عذر ثابت ہو گیا جس کی ابتداء پیش آنے کے وقت سے ہوگی، بحر کویہ، زیلعی اور ظہیریہ میں بھی اسی طرح ہے الخ اور باقی مسائل متون اور شروح کے اعتبار سے معروف ہیں، واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

[١] ردالمحتار باب الحیض مطبوعہ مصطفی البابی مصر ١/٢٢٣

مسئلہ ۱۵۸ و ۱۵۹ از نجیب آباد مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۲۶ جمادی الآخری ۱۳۲۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین مسائل ذیل میں موجب حکم قرآن مجید و حدیث شریف ارشاد فرمایئے اللہ تعالٰی اجرِ عظیم عطا فرمائے ایک شخص کو عرصہ سے مرض بواسیر تھا اب صرف اس قدر باقی ہے کہ مسّوں میں ہر وقت چپک سا رہتا ہے اور طراوت رہتی ہے جس کے باعث سے طہارتِ کُلی حاصل نہیں ہے لہذا بوجہ اس کے وہ شخص ہر وقت پاجامے کے اندر لنگوٹ رکھتا ہے اور علاوہ اس کا اس صورت سے رہتا ہے کہ اول وقت صبح طہارت پانی سے کرکے لنگوٹ پاک باندھا اس کے بعد وضو کیا اور نماز پڑھی یعنی اتنی دیر بھی اگر لنگوٹ نہ باندھے جائے تو پاجامہ ناپاک ہوجائے بعد ازاں ظہر کے وقت پاخانہ گیا اور لنگوٹ کھول دیا بعد الفراغ طہارت وغیرہ کے لنگوٹ دوسرا پاک باندھ لیا اور وضو کرکے نماز پڑھی ازاں بعد عصر کے وقت بھی اسی طرح لنگوٹ بدلا گیا۔ اب مغرب و عشا کے وقت پاخانہ وغیرہ کی ضرورت ہوئی نہ لنگوٹ کھولنے کی ضرورت پڑی اُسی لنگوٹ سے جو عصر کے وقت باندھا تھا نماز مغرب و عشا خواہ وضو خواہ تیمم سے ادا کیے۔

تو اب ان صورتہائے مذکورہ بالا میں پانچوں نمازیں اس شخص کی پورے طور پر ادا ہوگئیں یا نہیں اور حالاتِ مذکورہ پر نماز پڑھنا اور نماز کا فی ہونا درست ہے یا نہیں؟

دوم ایسا شخص جس کا بیان اوپر ہوا [illegible] اس کی نماز کا حال مشتبہ ہو تو ایسی حالت میں جب کوئی شخص امامت کے لائق نہ ہو یعنی مسجد میں سب لوگ جاہل ہوں تو یہ شخص مذکور امامت کرسکتا ہے یا نہیں؟ اور رمضان مبارک میں نماز تراویح پڑھا سکتا ہے یا نہیں اس وجہ سے کہ حافظ ہے۔ حضرات ارشاد کافی کہ جس سے اس عاجز معذور و مجبور کی تسلی ہوجائے ارقام فرمایئے۔

الجواب

اگر وہ چپک صرف نم ہوتی ہے جس میں قوتِ سیلان نہیں کپڑا لگ کر اُسے چھڑا لاتا ہے اگرچہ بار بار مختلف جگہ مس ہونے سے قدرِ درہم سے زائد آلودہ ہوجاتا ہو تو اس سے نہ وضو جائے گا نہ کپڑا ناپاک ہوگا۔

اور اگر وہ رطوبت سیلان کرتی ہے اور لنگوٹ کے سبب غایت یہ کہ پاجامہ اُس کے تلوث سے محفوظ اور اُس کا سیلان لنگوٹ تک محدود رہے تو اس صورت میں فرد حقیقی باہر کو خروج کرے گی فی نفسہٖ حدث و ناقضِ وضو ہے اور لنگوٹ اگر قدرِ درم سے زائد بھر جائے تو بذاتہ ناپاک ہے اور پاجامہ کا پاک ہونا اس کی پاکی کو کافی نہیں۔

ہاں اگر لنگوٹ باندھنا اس کے سیلان ہی کو منع کردیتا ہے تو ضرور اس پر فرض ہے کہ لنگوٹ باندھے اور جب تک سیلان سے مانع ہوگا نہ وضو جائے گا نہ کپڑا ناپاک ہوگا۔

پہلی اور تیسری صورت میں اسے امامت کی بھی اجازت ہے اور دوسری صورت میں اگر معذور کی حد کو نہ پہنچا تو بے طہارت کامل خود اس کی اپنی نماز بھی نہ ہوگی اُس پر فرض ہوگا کہ جب سیلان ہو وضو کرے اور جب کپڑا ناپاک ہو بدلے یا دھوئے۔

ہاں اگر یہی اسے یہ تجربہ ہو لیا کہ ایک وقت کامل شروع سے آخر تک گزر گیا کہ اُسے وضو کرکے فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملی تو اب دو صورتیں ہیں اگر اس حالت کے بعد نماز کے پانچوں وقتوں میں یہ عارضہ یونہی ہوتا رہا اگرچہ ہر وقت میں ایک ایک بار تو معذور ہے۔ اس کی اپنی نماز ہو جائے گی مگر امامت نہیں کر سکتا مگر ایسے شخص کی جو اسی عذر میں مبتلا ہو اور اگر ایسا نہیں بلکہ اس کے بعد کوئی وقت کامل ایسا گزرا کہ وہ عارضہ بالکل نہ ہوا تو حکم معذور جاتا رہا پھر اگر شروع ہو تو دوبارہ معذور ہونے کے لیے وہی درکار ہوگا کہ ایک وقت کامل شروع سے آخر تک گزر جائے جس میں اُسے طہارت کرکے فرض کی مہلت نہ ملے وعلٰی ہذا وہ اوقات جن میں وہ لنگوٹ نہیں بدلتا اگر پوری طہارت کے ساتھ گزر جاتے ہیں تو اُن میں تو اس کی اپنی نماز بھی صحیح ہے اور امامت بھی صحیح فرض ہوں خواہ تراویح مگر جس کو پھر عارضہ کا آغاز ہوگا ابھی معذور نہ ٹھہرے گا ہر بار عارضہ آنے پر وضو کرنا اور کپڑا ناپاک ہونے پر دھونا یا بدلنا پڑے گا جب تک وہی تجربہ ایک وقت کامل میں نہ ہو جائے کل کا تجربہ آج کے لیے کافی نہ ہوگا

ردالمحتار میں ہے:

قال فی الفتح معناہ اذا کان بحیث لولا الربط سال لان القمیص لوتردد علی الجرح فابتل لاینجس ما ابتل کذلک لانہ لیس بحدث اھ ای وان فحش کما فی المنیۃ۔[1]

فتح القدیر میں فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ جب اس صورت میں ہو کہ باندھنے کے بغیر جاری ہو جاتا ہو کیونکہ اگر قمیص زخم سے ٹکرا کر تر ہو جائے تو اس وقت ناپاک نہ ہوگی جب تک وہ (زخم) اس صورت میں نہ ہو (یعنی جاری ہونے کی صورت میں ناپاک ہوگی) کیونکہ وہ (جاری ہونے والا) حدث نہیں اگرچہ زیادہ ہو جیسا کہ منیہ میں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

فی البزازیۃ اذا قدر علی حبس الدم بربط لزم وکان کالاصحاء۔[2] واللہ تعالٰی اعلم۔

بزازیہ میں ہے اگر زخمی (زخم کو) باندھنے کے ذریعے خون روکنے پر قادر ہو تو اس پر (باندھنا) لازم ہے اور وہ شخص غیر معذور لوگوں کی طرح ہو جائے گا واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

۱؎ ردالمحتار مطلب نواقض الوضوء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۰۳

۲؎ تقریرات الرافعی علی حاشیۃ ابن عابدین قبیل باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۲۵

مسئلہ ۱۹۰ از قصبہ نجیب آباد ضلع بجنور مرسلہ حافظ محمد ایاز صاحب ۳۰ صفر ۱۳۳۴ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ ذیل میں کہ جو شخص معذور ہے کہ پاخانہ کی جگہ سے اس کے کچھ چپک سا ہر وقت آتا ہے تو اس کے واسطے حضور نے معذور کا حکم فرمایا ہے اور فرمایا ہے کہ وہ شخص ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کرے اور جو پانی غلیظ درہم سے کم ہو اور وہ بہتا بھی نہ ہو تو اس سے وضو بھی نہیں ٹوٹتا، صورت اول میں جو ہر نماز کے واسطے تازہ وضو کی ضرورت ہے اس وضو کو اگر قبل از وقت کریں۔ مثلاً جمعہ کی نماز کے واسطے بارہ بجے وضو کرکے مسجد کو چلا گیا تو اس وضو سے نماز جمعہ ادا ہوگی یا نہیں اور یا نماز مغرب کے واسطے ایک گھنٹہ دن سے وضو کرلیا تو اس سے نماز مغرب ادا ہوگی یا نہیں یا مثلاً نماز تہجد کے وقت جسم وغیرہ دھو کر صاف تہبند یعنی لنگوٹ پاجامہ کے اندر باندھ لیا اور وضو کرکے نماز تہجد و قرآن شریف وغیرہ وغیرہ صبح کی نماز تک پڑھتا رہا جب نماز کا وقت ہوا دو رکعت سنت صبح کی پڑھ کر مسجد میں جاکر فرض باجماعت ادا کیا اور اس کے بعد طلوع آفتاب تک وہاں بیٹھا رہا بعد طلوع نماز اشراق سے فارغ ہوکر مکان کو آیا۔

تو اب تہجد کے وضو سے یہ سب نمازیں اس کی ہوگئیں یا بعد نماز تہجد کے صبح کی نماز کے واسطے مکرر وضو کرنا چاہیے اور اس کے بعد اشراق کے واسطے صبح کی نماز کا وضو کافی ہوگا یا اشراق کے واسطے پھر جدید وضو کرے۔

اور دوسری صورت کہ جو غلاظت درہم سے کم ہو اور بہتی نہ ہو بلکہ لنگوٹ سے بار بار پونچھ جائے اس کے واسطے وضو و نماز کا کیا حکم ہے عنداللہ وعندالرسول مع دلائل ارشاد فرمائیے ورنہ اسی فکر میں یہ عاجز ہمیشہ رہے گا اللہ تعالٰی آپ کو اجر عظیم و ثواب جمیل عطا فرمائے۔

الجواب

مسئلہ کو پھر دیکھیے نہ بہنے کی صورت میں درہم سے کم زائد کی کوئی تخصیص نہ تھی اگر بہنے کے قابل نہیں بلکہ کپڑا لگ کر چھڑا لاتا ہے تو نہ وہ معذور ہوا نہ وضو گیا نہ کپڑا ناپاک ہوا اگرچہ درہم سے زائد بھر جائے اور اگر بہنے کے قابل ہے تو اس صورت میں معذور بنتا تھا اور اس میں بھی درہم سے کم و زائد کی کوئی قید نہیں ہاں اس صورت میں کپڑا ناپاک ہونے کے لیے درہم سے زائد بھرنے کی شرط ہے معذور کا وضو ہمارے نزدیک خروج وقت سے جاتا ہے دخول سے نہیں تو تہجد کے وضو سے صبح نہیں پڑھ سکتا کہ وقت عشا خارج ہوگیا صبح کے وضو سے اشراق نہیں پڑھ سکتا کہ وقت صبح خارج ہوگیا اشراق کے وضو سے ظہر و جمعہ پڑھ سکتا ہے کہ اس بیچ میں کسی فرض نماز کا وقت خارج نہ ہوا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۱ و ۱۶۲ از شہر محلہ بہاری پور مسئولہ نواب مولوی سلطان احمد خاں صاحب
۲۸ ذی القعدہ ۱۳۳۰ھ

(۱) معذور صبح کے وضو سے اشراق کی نماز پڑھ سکتا ہے یا نہیں۔

(۲) معذور نے اپنے آخر وقت میں نماز شروع کی کہ دوسرے وقت میں تمام ہوئی مثلاً ظہر کی عصر میں یا عصر کی مغرب میں تو نماز ہو گئی یا اس کو پھر قضا پڑھے در صورت ثانیہ جب ایسا وقت آخر ہو گیا کہ نماز دوسرے وقت میں جا کر ختم ہو گی تو نماز پڑھ کر پھر اس کی قضا پڑھے یا نہ پڑھے جب تک وقت دوسرا نہ ہو جائے کہ پہلے نماز اول پڑھے پھر دوسری۔

الجواب

(۱) نہیں کہ خروج وقت ناقض وضوئے معذور ہے ہاں اشراق کے وضو سے آخر ظہر تک نمازیں فرض و نفل پڑھ سکتا ہے کہ دخول وقت ناقض وضو نہیں، واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) نماز بالاجماع باطل ہو گئی کہ خروج وقت و دخول وقت دونوں پائے گئے تو خلال نماز میں وضو جاتا رہا۔ ہاں اگر بعد قعدہ اخیرہ کے قبل سلام وقت جاتا رہے تو صاحبین کے نزدیک نماز ہو جائے گی اور امام کے نزدیک نہیں کمافی المسائل الاثنا عشریۃ (جیسا کہ بارہ مسائل والی صورت میں ہے۔ ت) اگر وقت قلیل رہ گیا اور خلال نماز میں خروج وقت کا اندیشہ ہے واجبات پر اقتصار کرے مثلاً ثنا و تعوذ و درود و دعا ترک کرے رکوع و سجود میں صرف ایک بار سبحٰن کہے اور اگر واجبات کی بھی گنجائش نہیں تو بجائے فاتحہ صرف ایک آیت پڑھے غرض فرائض پر قناعت کرے اور خروج وقت مشکوک ہو جائے تو شک سے نہ وقت خارج مانا جائے گا نہ وضو ساقط لان الیقین لایزول بالشك (اس لیے کہ یقین شک سے زائل نہیں ہوتا۔ ت) ہاں اگر اقتصار علی الفرائض پر بھی خروج وقت بالیقین ہو جائیگا تو اگر کسی امام کے نزدیک نماز ہو سکے گی اس کے اتباع سے پڑھ لے فان الاداء الجائز عند البعض اولی من الترك کما فی الدر[1] (بلاشبہ ایسی ہو گی جو بعض کے نزدیک جائز ہو، چھوڑنے کی نسبت اولٰی ہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔ ت) پھر قضا پڑھے اصل تقلید مذاہب دیگر کی طرف مراجعت کی حاجت نہ ہی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۲ مسئولہ منشی حفیظ الدین صاحب مدرس مدرسہ اسلامیہ خیر المعاد ضلع رہتک
۲۶ محرم ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص جو رفعہ وامیر سخت جتلا ہے

---

[1] درمختار کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۶۱

اور اس کی یہ حالت ہے کہ شب و روز تمام مسّے مقعد سے باہر نکلے ہوئے رہتے ہیں اور ان میں سے ہر وقت رطوبت جاری رہتی ہے اور پاجامہ یا تہبند کو لگتی رہتی ہے اس سے بچاؤ اس شخص کو غیر ممکن ہے کسی صورت سے وہ اپنا کپڑا نہیں بچا سکتا، اگر نیچے لنگوٹ رکھتا ہے تو وہ بھی زیادہ دیر میں تر ہو کر پارچہ تہبند یا پاجامہ کو ناپاک کرتا ہے ہاں بعد فراغ اجابت طہارت تو وہ بخوبی باقاعدہ کرلیتا ہے، رطوبت مسّوں سے کپڑا اس کا کسی صورت سے پاک نہیں رہ سکتا پس ایسا شخص بغیر پاک کیے کپڑے کے ویسی حالت میں نماز ادا کرے تو یہ نماز اس کی جائز ہے یا نہیں؟ بر بسبب شرع شریف کے ہدایت فرماؤ کہ اللہ تعالٰی اس کی جزا دینے والا ہے۔

الجواب

مسّوں سے اگر رطوبت بہہ کر نہ نکلے بلکہ ان کی سطح بالا پر تری ہو کہ کپڑا لگ کر چھڑا لائے جب تو اس سے کپڑا ناپاک نہ ہوگا بے تکلف نماز پڑھے اور اس تقدیر پر اس کے نکلنے سے وضو بھی نہ جائے گا لان مالیس بحدث لیس بنجس (کیونکہ جو چیز حدث نہیں وہ ناپاک بھی نہیں۔ ت) ہاں جبکہ بہہ کر نکلتی ہے تو وضو کی بھی ناقض ہے اور درم بھر سے زائد جگہ میں ہو تو کپڑا بھی نجس کرے گی جبکہ وہ ہر وقت نکلتی ہے تو اُسے حکم معذور ہے پانچ وقت تازہ وضو کرے۔ رہا کپڑا اگر جانتا ہے کہ پاک کپڑا بدل کر فرض پڑھے گا تو اس کے ایک درم سے زائد بھرنے سے پیشتر فرض ادا کرلے گا جب تو اسے بدلنا لازم ہے کہ ہر وقت پاک کپڑا بدلے اور اگر جانتا ہے کہ فرض پڑھنے کی مہلت نہ ملے گی اور کپڑا پھر اتنا ہی ناپاک ہو جائیگا تو اُسے معافی ہے اُسی کپڑے سے پڑھے لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1] (اللہ تعالٰی کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن الکریم ۲/ ۲۸۶

باب الانجاس

(نجاستوں کا بیان)

مسئلہ ۱۹۳: از مارہرہ مطہرہ باغ پختہ مرسلہ جناب سید محمد ابراہیم صاحب ۱۲ رجب ۱۳۰۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہاتھی دانت کا استعمال کرنا کیسا ہے اگر شرح شرعی الٰہی دندان فیل کی ہو یا چوب دستی پر نصب کیا جائے تو بکار آن کا جائز ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جائز ہے۔

اخرج البیھقی عن بقیۃ عن عمرو بن خالد بیہقی نے بقیہ سے عمرو بن خالد سے قتادہ سے انس

عن قتادة عن انس بن مالك رضی اللہ تعالٰی عنہ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یمتشط بمشط من عاج[1]۔

(انس) بن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالٰی علیہ وآلہ وسلم عاج کا کنگھا کرتے تھے۔ (ت)

مراقی الفلاح میں ہے :

انہ (یعنی الفیل) کسائر سباع فی الاصح[2] اھ واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔

اصح قول کے مطابق ہاتھی باقی درندوں کی طرح ہے واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۵

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ چھوارے کے ظرف میں گر کر مرگئی چوہا پیشاب تھا نکال دیا۔ یہ رب پاک یا ناپاک اور طریقہ تطہیر کیا ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر وہ رب ایسی ہوتی ہے جب تو چوہے کا گرد کی تھوڑی رب نکال دیں باقی سب پاک ہے۔

فقد عد فی الدر المختار وغیرہ تقویر حول المطھر[3] قال العلامۃ الشامی ای تقویر نحو من جامد من جوانب النجاسۃ وخروج مالجامد المائع وھو ما ینضم بعضہ الی بعض فانہ ینجس کلہ مالم یبلغ القدر الکثیر اھ فتح[4] اھ ملخصا۔

در مختار وغیرہ میں گول بنا کر نکالنے کو پاک کرنے والی چیزوں میں شمار کیا گیا ہے۔ علامہ شامی نے فرمایا اس کا مطلب یہ ہے کہ نجاست کے اطراف میں جما ہوا نکال دیا جائے جیسے گھی گھر جیسا، لفظ "جامد" سے مائع نکل گیا یعنی جو ایک دوسرے سے ملا ہوا ہو وہ تمام کا تمام ناپاک ہے جب تک کثیر کی حد کو نہ پہنچے اھ فتح القدیر، انتہی (خلاصہ)۔ (ت)

اور اگر پتلی تھی تو سب ناپاک ہوگئی اور اس کے پاک کرنے کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ جس قدر رب ہو

---

[1] السنن الکبرٰی للبیہقی باب المنع من الادھان فی عظام الفیلۃ مطبوعہ دارصادر بیروت ۱/۲۶
[2] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی فصل یطہر جلد المیتۃ نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۸۹
[3] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۴
[4] ردالمحتار " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۳۱

تنا ہی پانی اس میں ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ پانی جل جائے تین بار ایسا ہی کریں مگر اس میں دقت ہے اور عجب نہیں کہ راب خراب ہوجائے۔

قال العلامۃ خسرو فی الدرر لوتنجس العسل فتطہیرہ ان یصب فیہ ماء بقدرہ فیغلی حتی یعود الی مکانہ ھکذا ثلث مرات[1] اھ ملخصا وفی رد المحتار عن شرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاوی ھذا عند ابی یوسف خلافا لمحمد وھو اوسع وعلیہ الفتوی[2] اھ۔

علامہ خسرو نے درر میں فرمایا: اگر شہد ناپاک ہوجائے تو اسے پاک کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ اس میں اتنا ہی پانی ڈال کر جوش دیا جائے یہاں تک کہ صرف شہد رہ جائے، تین بار اسی طرح کیا جائے (ملتقطاً) تلخیص۔ اور ردالمحتار میں شرح شیخ اسمٰعیل سے ہے انہوں نے جامع الفتاوی سے نقل کیا کہ یہ حضرت امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے، امام محمد رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے، لیکن اس میں زیادہ وسعت ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اھ (ت)

اور تحقیق یہ ہے کہ پانی ملا کر جوش دینا کچھ شرط نہیں اصل مقصود یہ ہے کہ پانی کے اجزاء اس شے کے اجزاء سے خوب خلط ہوکر پانی تین بار جدا ہوجائے یہ بات اگر صرف پانی ملا کر حرکت دینے سے حاصل ہوجائے کافی ہے۔

کما صرح بہ فی مجمع الروایۃ وشرح القدوری وحققہ العلامۃ الخیر الرملی فی فتاواہ وایدہ العلامۃ الشامی فی رد المحتار فراجعہ۔

جیسا کہ مجمع الروایۃ اور شرح قدوری میں اس کی تصریح کی گئی ہے، علامہ رملی نے اپنے فتاوٰی میں اس کی تحقیق فرمائی اور علامہ شامی نے ردالمحتار میں اس کی تائید کی ہے پس اس کی طرف رجوع کرو۔ (ت)

دوسرا طریقہ سہل وعمدہ یہ ہے کہ اس میں ویسی ہی پتلی راب ڈالتے جائیں یہاں تک کہ بھر کر ابلنا شروع ہو اور اُبل کر ہاتھ دو ہاتھ بہہ جائے سارا گھڑا پاک ہوجائے گا یا دوسرے گھڑے میں پاک راب لیں اور دونوں کو بلندی پر رکھیں نیچے خالی دیگچہ رکھ لیں اوپر سے دونوں گھڑوں کی دھاریں ملا کر چھوڑیں کہ ہوا میں دونوں مل کر ایک دھار ہوکر دیگچہ میں پہنچیں ساری راب پاک ہوجائے گی یوں راب ضائع بھی نہ جائے گی مگر اس میں احتیاط یہ ہے کہ ناپاک راب کی کوئی بوند دیگچہ میں پاک راب سے نہ پہلے پہنچے نہ بعد ورنہ وہ پاک بھی

---

[1] درر الحکام شرح غرر الاحکام باب تطہیر الانجاس مطبوعہ دار السعادۃ بیروت ۱/۴۵

[2] ردالمحتار مطلب فی تطہیر الدہن والعسل مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۵

ناپاک ہوجائیگی لہذا بہتر یُوں ہے کہ پاک کی دھار پہلے چھوڑیں بعدہٗ اس میں ناپاک کی دھار ملائیں اور ناپاک کا ہاتھ پہلے روک لیں بعدہٗ پاک کا ہاتھ روکیں اس میں اگر ناپاک رَاب گڑھے میں باقی رہ جائے اور پاک ختم ہوجائے دوبارہ پاک گڑھے میں دیگچے سے بھر لیں اور باقیماندہ کے ساتھ جاری کردیں کہ دیگچہ میں جتنی پہنچ چکی ہے پاک ہولی ہے اور یہ طریقے کچھ راب ہی سے خاص نہیں ہر بہتی چیز اپنی جنس سے ملاکر یونہی پاک کرسکتے ہیں دودھ سے دودھ، تیل سے تیل، سرکہ سے سرکہ، رس سے رس وعلیٰ ہٰذا القیاس۔

في القهستاني المائع كالماء والدبس وغيرهما طهارته باجرائه مع جنسه مختلطا به كما روي عن محمد كذا في التمرتاشي واما بالخلط مع الماء اھ[1]

قہستانی میں ہے مائع جیسے پانی اور شیرہ وغیرہ کو اس کی جنس سے ملاکر دھار چھوڑنے سے پاک کیا جاتا ہے جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے، تمرتاشی میں ایسے ہی ہے اور یا پانی کے ساتھ ملاکر پاک کیا جائے اھ۔ (ت)

اس مسئلہ کی تحقیق تام ردالمحتار میں ہے۔ من شاء فلیرجع الیہ (جو تحقیق حاصل کرنا چاہے وہ ردالمحتار کی طرف رجوع کرے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حالتِ جنابت میں اگر پسینہ آئے اور کپڑے تر ہوجائیں تو نجس ہوجائیں گے یا نہیں، بیّنوا توجروا۔

الجواب

نہیں جنب کا پسینہ مثل اس کے لعاب دہن کے پاک ہے۔

في الدرالمختار سؤر الآدمي مطلقا ولو جنبا او كافرا طاهر وحكم عرق كسؤر اھ ملخصا[3] والله تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے آدمی کا جُھوٹا مطلقاً پاک ہے چاہے جنبی ہو یا کافر ہو، اور پسینے کا حکم جُھوٹے جیسا ہے (انتہی) ملخصاً واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

---

[1] جامع الرموز | فصل یطہر الشئی الخ | مطبعہ المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران | ۱/۹۵

[2] ردالمحتار | باب المیاہ | مطبعہ مجتبائی دہلی | ۱/۱۴۴

[3] درمختار | باب المیاہ | " " " | ۱/۴۰

مسئلہ ۱۶۷ از کلکتہ فوجداری بالاخانہ ۲۳ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب

۳۰ ربیع الاول شریف ۱۳۰۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مصری ایک سرخ رنگ کے کاغذ میں جس کی نسبت قوی گمان ہے کہ پڑیا کے رنگ میں رنگا گیا ہو بندھی تھی اُس کی سُرخی فی الجملہ مصری میں آگئی تو وہ مصری کھائی جائے یا نہیں اور نہ کھائیں تو پھینک دیں یا کیا کریں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

پڑیا کی نجاست پر فتوٰی دئے جانے میں فقیر کو کلام کثیر ہے خلاصہ اُس کا یہ کہ پڑیا میں اسپرٹ کا ملنا اگر بطریق شرعی ثابت بھی ہو تو اس میں شک نہیں کہ ہندیوں کو اس کی رنگت میں ابتلائے عام ہے اور عموم بلوٰی نجاست متفق علیہا میں باعث تخفیف،

حتی فی موضع النص القطعی کما فی ترشش البول قدر رؤس الابر کما حققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر[1]۔

حتی کہ نصِ قطعی کی جگہ میں جیسا کہ سوئی کے سرے برابر پیشاب کے چھینٹے باعثِ تخفیف ہیں جیسا کہ محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں تحقیق فرمائی ہے۔ (ت)

نہ کہ محلِ اختلاف میں جو زمانہ [illegible] صاحبِ مذہب حضرت امام اعظم و امام ابو یوسف کا اصل مذہب طہارت ہو اور وہی امام ثالث امام محمد سے بھی ایک روایت اور اُسی کو امام طحاوی وغیرہ ائمہ ترجیح وتصحیح نے مختار و مرجح رکھا ہو تو ایسی حالت میں جہاں اس مصلحت کو بھی دخل نہ ہو جو متاخرین اہل فتوٰی کو اصل مذہب سے عدول اور روایت اخرٰی امام محمد کے قبول پر باعث ہوئی نہ کہ جب مصلحت اُلٹی اس کے ترک اور اصل مذہب پر افتا کی موجب ہو تو ایسی جگہ بلاوجہ بلکہ برخلاف وجہ مذہب مہذب صاحبِ مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ترک کرکے مسلمانوں کو ضیق وحرج میں ڈالنا اور عامہ مومنین ومومنات جمیع دیار و اقطارِ ہندیہ کی نمازیں معاذ اللہ باطل اور انہیں آثم ومصر علی الکبیرہ (گناہگار اور گناہِ کبیرہ پر اصرار کرنے والا۔ ت) قرار دینا روشِ فقہی سے یکسر دُور پڑنا ہے وباللہ التوفیق۔

پھر اس کاغذ میں تو یقین بھی نہیں کہ پڑیا ہی سے رنگا گیا ہو اور صرف گمان اگرچہ قوی ہو جب تک اس درجہ قوت وشوکت کو نہ پہنچے کہ دوسرا احتمال اس کے حضور محض مضمحل ومہجور ہو جائے ہرگز اصل طہارت کا معارض نہیں ہوسکتا کما حققت ذلک بتوفیق اللہ تعالٰی فی رسالتی الاحلی من السکر لطلبۃ سکر روسر

---

[1] فتح القدیر باب الانجاس مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۸۳

(جیسا کہ میں نے اللہ تعالٰی کی توفیق سے اپنے رسالہ الاحلٰی من السکر لطلبۃ سکر روسر میں اس کی تحقیق کی ہے۔ت)

اور جہاں مصری ناپاک ہوجائے تو اس کا پھینک دینا روا نہیں کہ اضاعت مال ہے اور اضاعت مال حرام بلکہ اگر اس کے بڑے بڑے ٹکڑے ڈلے ہیں جن پر سے کھرچ کر نجاست کو دُور کرسکتے ہیں جب تو یوں ہی کریں کہ یہ طریقہ بھی تطہیر کے لیے کافی ہے۔ کما نصوا علیہ فی مسئلۃ تقویر السمن کما فی الدر المختار وغیرہ من اسفار الاکابر (جیسا کہ فقہائے کرام نے گھی کو کھرچنے کے مسئلہ میں بیان فرمایا جس طرح درمختار وغیرہ میں اکابر کی کتب سے منقول ہے۔ت)

اور اگر ریزے ہیں جن پر سے کھرچنا میسر نہیں یا نجاست جگہ جگہ میں پیر گئی کہ کھرچنے سے نہ جائے گی تو مصری کو قوام کریں کہ خوب رقیق و سیال ہوجائے اور اس کے ساتھ ہی دوسری مصری پاک بھی قوام کریں کہ وہ بھی اسی حالت پر آئے اب فوراً بحال رقت و سیلان ہی یہ پاک مصری اُس ناپاک کے برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ بھر کر ابلنے لگے اور قدرے بہہ جائے سب پاک ہوگئی یا دونوں مصریوں پاک وناپاک کی دھار ملا کر تیسرے خالی برتن میں چھوڑیں کہ ناپاک مصری کی بوند نہ اس پاک سے پہلے اُس برتن میں پہنچے نہ بعد بلکہ ہوا ہی میں دونوں کی دھار ایک ہوکر برتن میں گرے سب پاک ہوجائے گی کما بیناہ فی فتاوٰنا (جیسا کہ ہم نے اسے اپنے فتاوٰی میں بیان کیا ہے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۶۸: ایضاً

ولایتی شکر جیسی شاہجہانپور میں بنتی ہے اور اُس کی نسبت مشہور ہے کہ ہڈی کی راکھ سے صاف کی جاتی ہے کھانا جائز یا ناجائز۔ بینوا توجروا۔

الجواب

حلال ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس خاص شکر میں جو ہمارے سامنے رکھی ہے کوئی نجس یا حرام چیز ملی ہے، محرر مذہب سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

بہ ناخذ مالم نعرف شیا حراما بعینہ[1] ہم اسے اختیار کریں گے جب تک ہمیں کسی چیز کا بالذات حرام ہونا معلوم نہ ہو۔(ت)

فقیر نے اس شکر کی تحقیق میں بحمد اللہ تعالٰی ایک کافی ووافی رسالہ لکھے بنام تاریخی الاحلٰی من السکر لطلبۃ سکر روسر ۱۳۰۳ھ لکھا جس میں نہ صرف اسی شکر بلکہ اس قسم کی تمام چیزوں اور انگریزی دواؤں شربتوں

---

[1] فتاوٰی عالمگیری الباب الثانی فی الہدایا والضیافات نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

وغیرہ کا حکم منقح کردیا اس باب میں بفضلہ تعالٰی وہ نفیس قواعد لکھے ہیں جن سے ہر جزئیہ کا حکم بتمامیت انجلا منکشف ہوسکے۔ من شاء فلیرجع الیہ (جو چاہے اس کی طرف رجوع کرے۔ت) واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹: از ڈاک خانہ ہنڈون راج سوائی جے پور مرسلہ سید محمد نوازش علی صاحب ۱۰ شعبان ۱۳۰۵ھ

بعد سلام سنۃ الاسلام کے عرض یہ ہے کہ ایک سبوچہ سرکہ میں چھپکلی گر پڑی اور قریب چار یا پانچ منٹ کے سرکہ میں پڑی رہی بعدازاں اسے زندہ نکال لیا کر بھاگ گئی ایسی صورت میں اس سرکہ کو کھانا چاہیے یا نہیں، اور حرام ہے یا مکروہ، اور اگر سرکے میں مرجائے تو کیا حکم ہے، اور وہ سرکہ کس طرح پاک ہوسکتا ہے۔ جواب سے سرفرازی بخشیے فقط۔

الجواب

جبکہ وہ زندہ نکل آئی سرکہ پاک ہے۔

فی الدر المختار لو خرج حیا ولیس بنجس العین ولا بہ حدث او خبث لم ینزح شیئ الا ان یدخل فمہ الماء فیعتبر بسؤرہ[1]

درمختار میں ہے اگر اسے زندہ نکالا گیا تو وہ نہ تو نجس عین ہے اور نہ ہی اس پر پاخانہ یا نجاست لگی ہوئی ہے تو پانی نہ نکالا جائے مگر یہ کہ اس کا منہ پانی تک پہنچ جائے پس اس وقت اس کے جوٹھے کا اعتبار کیا جائیگا۔ (ت)

پھر اگر اس کا منہ سرکہ میں نہ ڈوبا جلد تیرتی رہی تو اس سرکہ کا کھانا مکروہ تک نہیں اور ڈوب گیا تو غنی کے لیے کراہت تنزیہی ہے فقیر کے لیے اس قدر بھی نہیں

فی الدر المختار سؤر سواکن البیوت طاھر للضرورۃ مکروہ تنزیھا ان وجد غیرہ والا لم یکرہ اصلا کاکلہ لفقیر اھ ملخصا[2]

درمختار میں ہے گھروں میں رہنے والے جانوروں کا جُھوٹا ضرورت کے تحت پاک ہے اس کے سوا موجود ہو تو مکروہ تنزیہی ہے ورنہ بالکل مکروہ نہیں جیسے فقیر کے لیے اس کا کھانا مکروہ نہیں اھ ملخصا (ت)

ہاں اگر مرجائے تو سرکہ ناپاک ہوگیا پس زندہ رہنے کی حالت میں اگر محض ازالہ کراہت اور سرکہ کا اچھے تئیں ستھرا نظیف ہوجانا چاہیے یا مرجانے کی صورت میں پاک کریں تو اس کے دو طریقے ہیں، ایک یہ کہ دوسرا سرکہ صاف محفوظ کسی برتن میں لے کر اس گھڑے میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ گھڑا منہ تک بھر کر اُبل جائے اور باہر نکلنا شروع ہو

---

[1] درمختار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

[2] ایضاً ص ۴۰

جب زمین پر کچھ نہ رہے بہنا موقوف کریں سارا گھڑا صاف و نظیف ہو جائے گا۔ اور انسب یہ کہ اس قدر ڈالیں جس میں سرکہ گھڑے سے اُبل کر بقدر دو ڈیڑھ ہاتھ طول کے بہہ جائے۔

دوم یہ کہ ایک گھڑا طیب محفوظ سرکہ کا لے کر دونوں سبوچے کسی بلندی مثلاً پلنگ پر رکھیں اور اُن کی محاذات میں کوئی بڑا دیگچہ کشادہ منہ کا نیچے رکھا ہو دونوں گھڑوں کو ایک ساتھ اس طرح جھکائیں کہ اُن کی دھاریں دیگچے تک پہنچنے سے پہلے ہوا میں باہم مل جائیں اور دیگچے میں ایک دھار ہو کر گریں یوں جس قدر سرکہ دیگچے میں پہنچے گا سب پاک و نظیف بلا کراہت ہو جائے گا مگر اس میں یہ خیال رکھیں کہ مکروہ یا نجس سرکہ کا کوئی جزء بغیر دوسرے سرکہ سے ملے ہوئے دیگچے میں نہ پہنچے مثلاً جھکاتے وقت دوسرا سرکہ ابھی نہ گرا تھا کہ اس کی دھار آنے لگی یا دوسرا گھڑا ختم ہو گیا اس میں کا سرکہ باقی تھا وہ بعد کو ڈال دیا گیا یا کسی وقت ایسا ہوا کہ دونوں کی دھار الگ الگ ہو کر گری یہ صورتیں نہ ہونے پائیں بلکہ اس سرکہ کا ہر جز دیگچے میں دوسرے سرکہ کی دھار سے ہوا میں مل ہی کر پہنچے۔ یہ دونوں نفیس طریقے بغور سیکھ کر ہمیشہ محفوظ رکھے جائیں کہ نہ صرف ازالۂ کراہت بلکہ ازالۂ نجاست میں بھی بکار آمد ہیں۔

دودھ، پانی، سرکہ، تیل، رقیق گھی اور ایسی ہی ہر بہتی چیز جو ناپاک ہو جائے دودھ ہو تو پاک دودھ اور پانی ہو تو پاک پانی، وعلیٰ ہذا القیاس ہر شے پتلی کی جنس کے ساتھ حسبِ طور مذکور بہادیں یا دھاریں ملا کر برتن میں لے لیں سب پاک ہو جائے گا اور دوسرا طریقہ پہلے سے بھی افضل و اعلیٰ ہے کہ اس میں اس شے کا کوئی جزء ضائع نہیں جاتا۔

درمختار میں ہے:

المختار طہارۃ المتنجس بمجرد جریانہ[1]۔ — مختار یہ ہے کہ ناپاک چیز کو محض جاری کر کے پاک کیا جائے۔ (ت)

بحرالرائق میں ہے:

وان قل الخارج[2]۔ — اگرچہ نکلنے والا کم ہو۔ (ت)

علامہ عبدالبر ابن الشحنہ نے فرمایا:

لانہ صار جاریا حقیقۃ وبخروج بعضہ — کیونکہ وہ حقیقۃً جاری ہو گیا اور بعض کے نکلنے سے

---

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۶
[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۷
ردالمحتار مطلب یطہر الحوض بمجرد الجریان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰

وقع الشك فی بقاء النجاسة فلا تبقی مع الشك[1]

نجاست کے باقی رہنے میں شک ہے، تو شک کے ساتھ نجاست باقی نہیں رہے گی۔ (ت)

بدائع میں ہے:

وعلی هذا حوض الحمام او الاوانی اذا تنجس[2]

حمام کا حوض اور برتن ناپاک ہو جائیں تو ان کا بھی یہی حکم ہے۔ (ت)

شرح تنویر میں ہے:

حکم سائر المائعات کالماء فی الاصح[3]

اصح قول کے مطابق تمام مائع چیزوں کا حکم پانی کی طرح ہے۔ (ت)

شرح نقایہ میں ہے:

المائع کالماء والدبس وغیرهما طهارته اما باجرائه مع جنسه مختلطا به کما روی عن محمد کما فی التمرتاشی اھ[4]

مائع (بہنے والی چیز) پانی اور شیرے وغیرہ کی طہارت اس کی جنس کے ساتھ ملا کر جاری کرنے سے ہوتی ہے، جیسا کہ امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے جیسے تمرتاشی میں ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

هذا صریح بانه یطهر بالاجراء نعم علی ما قدمناه عن الخلاصة من تخصیص الجریان بان یکون اکثر من ذراع او ذراعین یتقید بذلك هنا لکنه مخالف لاطلاقهم من طهارة الحوض بمجرد الجریان[5]

یہ اس بارے میں واضح ہے کہ وہ جاری کرنے سے پاک ہو جاتا ہے۔ ہاں جو کچھ ہم نے اس سے پہلے خلاصہ سے نقل کیا ہے کہ جریان ایک یا دو ہاتھوں سے زیادہ بلند ہونے کے ساتھ خاص ہے۔ یہ قید وہاں تو ہے لیکن حوض کے بارے میں ان کے اطلاق کے خلاف ہے کیونکہ وہ محض جاری ہونے سے پاک ہو جاتا ہے۔ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب یطهر الحوض بمجرد الجریان مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۰
[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان ما یقع به التطهیر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۸
[3] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۵
[4] جامع الرموز فصل یطهر الشیء الخ مکتبہ اسلامیہ قاموس گنبد ایران ۱/۹۵
[5] ردالمحتار مطلب فی الحاق نحو القصعة بالحوض مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۱

غمز میں ہے:

اناءان ماء احدھما طاھر والاخر نجس صبا من مکان عال فاختلطا فی الھواء ثم نزلا طھر کلہ[1]۔

دو برتن جن میں سے ایک کا پانی پاک ہو اور دوسرے کا ناپاک ہو بلند جگہ سے ان کا پانی گرایا جائے پھر فضا میں ان کا پانی مل کر گرے تو تمام پانی پاک ہوجائے گا۔ (ت)

ان مسائل کی تحقیق کامل حاشیہ علامہ فاضل شامی قدس سرہ السامی میں ہے

من شاء فلیرجع الیہا **قلت** واذا کانت النجاسۃ تزول بھذا فزوال الکراھۃ من باب اولی لانھا انما کانت فی سؤر السواکن لتوھم النجاسۃ کما حققہ المحقق علی الاطلاق فی فتح القدیر فمزیل المعدوم احق واحری بازالۃ الموھوم واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

جو چاہے اس کی طرف رجوع کرے **قلت** جب اس طریقے سے نجاست زائل ہوجاتی ہے تو کراہت کا زوال بطریق اولٰی ہوگا وہ گھروں میں رہنے والے جانوروں کے جھوٹے میں نجاست کے وہم سے ہوتی ہے جیسے محقق علی الاطلاق نے فتح القدیر میں تحقیق فرمائی ہے پس جو چیز معدوم نجاست کو زائل کرتی ہے وہ موہوم نجاست کو زائل کرنے کا زیادہ حق رکھتی ہے اور زیادہ مناسب ہے۔ اللہ سبحنہ وتعالٰی خوب جانتا ہے اور اس ذات بزرگ وبرتر کا علم زیادہ کامل اور مضبوط ہے۔ (ت)

مسئلہ ۷۰: از اندور صدر بازار چھاؤنی بانسری صاحب قریب مکان بابو دین دیال مرسلہ میاں عبدالقادر صاحب یکم رجب ۱۳۰۰ھ

چہ می فرمایند علمائے ذوی الاقتدار ومفتیان ورع شعار دریں مسئلہ کہ مردے میگوید کہ ماکیان ذبح شدہ را بدون برآوردن پروچاک شکم در آب گرم انداختہ بیروں برآوردہ پرہا برکندہ پختند پس بعدم چاک شکم او کہ پیش یعنی اندرونش بود مردار گردیدہ ازیں باعث تشکیک است در حلت وحرمت آں جانور مذبوح صورت ایں مسئلہ چگونہ است بیان فرمایند

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور متقی مفتیانِ کرام اس مسئلہ میں کہ ایک آدمی کہتا ہے کہ ذبح کی ہوئی مرغیوں کے پر اکھیڑنے اور پیٹ چاک کیے بغیر ان کو گرم پانی میں ڈالتے ہیں پھر باہر نکال کر پر اکھاڑ کر پکاتے ہیں چونکہ پیٹ چاک نہ کرنے کی وجہ سے پیٹ کی آلائش اندر ہی رہتی ہے لہذا وہ مردار ہوگیا۔ بنابریں اس مذبوحہ جانور کے حلال وحرام ہونے میں شک پیدا ہوگیا

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۱۷

بسند عبارات کتب علماء رحمۃ اللہ علیہم اجمعین۔

اس مسئلہ کی کیا صورت ہوگی علمائے کرام رحمہم اللہ کی کتابوں سے حوالہ دیتے ہوئے بیان فرمائیں۔ (ت)

الجواب

پیداست کہ مراد ایشاں ازینکار پختن ماکیان دریں آب نمی باشد بلکہ ہمیں ایصال حرارتے بظاہر جلدش تا مواضع بیخہائے پر سست و نرم شود و برکندن نیز آساں گردد ایں قدر را تیز گرم آبی کہ بحد جوش و غلیان رسیدہ باشد ضرور نیست نہ درنگ بسیارے کہ باعث نفوذ آب وجز آں در اجزائے باطنۂ لحم باشد بلکہ اگر ایں چنیں کنند مقصود ایشاں را زیاں دارد پس ہمیں قدر کہ در آب فاترے نہادند و در جوشش آب مہلت بسیارے ندادند نجاست با جزائے گوشت سرایت نمی کند ہمیں بسطوح ظاہرہ میرسد لہذا دریں صورت حکم مردار زدن نتواں داد و طہارت و حلت اورا ہمیں بسندست کہ لحم را سہ بار بآب شویند و فشرند و بکار برند۔

ظاہر ہے کہ ان لوگوں کے اس عمل کا مقصد مرغیوں کو اس پانی میں پکانا نہیں ہے بلکہ یہی ان کی ظاہری جلد کو حرارت پہنچانا ہے تاکہ پر کی جڑوں والی جگہ ڈھیلی اور نرم پڑجائے اور پروں کا اکھاڑنا آسان ہوجائے۔ اس کام کے لیے اتنے گرم پانی کا ہونا ضروری نہیں جو جوش کی حالت کو پہنچ چکا ہو نہ ہی زیادہ ٹھہرنا جو پانی اور اس کے اجزا کا گوشت کے اندرونی اجزاء میں سرایت کرنے کا باعث بنے بلکہ اگر وہ ایسا کریں تو اُن کے مقصد میں نقصان ہوگا۔ پس اتنے کام سے کہ نیم گرم پانی میں ڈالیں اور اُبلتے ہوئے پانی میں زیادہ دیر نہ رکھیں نجاست، گوشت کے اجزاء میں سرایت نہیں کرتی محض ظاہری سطح تک پہنچتی ہے لہذا اس صورت میں ہرگز مردار ہونے کا حکم نہیں لگایا جائے گا اور اس کے پاک و حلال ہونے کے لیے یہی کافی سند ہے کہ گوشت کو تین بار پانی سے دھوئیں اور نچوڑیں اور کام میں لائیں۔ (ت)

آرے اگر ماکیان بحرکت غلیان و فوران آب آں مقدار در آب مکث کردہ کہ نجاست باطن بسبب جوشش و درنگ در قعر و عمق لحم نفوذ نمود آنگاہ بر قول مفتی بہ حکم مردار پیدا کند کہ بہیچ حیلہ او را طاہر و حلال نتواں ساخت۔

البتہ اگر مرغیوں کو اُبلتے ہوئے پانی میں اتنا وقت رکھیں کہ پانی کے جوش اور اس میں ٹھہرنے کی وجہ سے اندر کی نجاست گوشت کی گہرائیوں میں سرایت کرجائے تو اس وقت مفتی بہ قول کے مطابق وہ مردار ہوجائیں گی کیونکہ اسے کسی طریقے سے بھی پاک اور حلال نہیں کیا جاسکتا۔ (ت)

امام محقق علی الاطلاق سیدی کمال الملۃ والدین محمد بن الہمام قدس اللہ تعالٰی سرہ الکریم در فتح القدیر فرماید:

لو القیت دجاجۃ حالۃ الغلیان فی الماء قبل ان یشق بطنہا لتنتف او کرش قبل الغسل لا یطہر ابدا لکن علی قول ابی یوسف یجب ان یطہر علی قانون ما تقدم فی اللحم۔

قلت وھو سبحٰنہ اعلم ھو معلل بتشربہا النجاسۃ المتخللۃ فی اللحم بواسطۃ الغلیان وعلی ھذا اشتہر ان اللحم السمیط بمصر نجس لا یطہر لکن العلۃ المذکورۃ لاتثبت حتی یصل الماء الی حد الغلیان ویمکث فیہ اللحم بعد ذلک زمانا یقع فی مثلہ التشرب والدخول فی باطن اللحم وکل من الامرین غیر متحقق فی السمیط الواقع حیث لا یصل الماء الی حد الغلیان ولا یترک فیہ الا مقدار ما تصل الحرارۃ الی سطح الجلد فتنحل مسام السطح عن الصوف بل ذلک الترک یمنع من جودۃ انقلاع الشعر فالاولی فی السمیط ان یطہر بالغسل ثلثا لتنجس سطح الجلد بذلک الماء فانہم لا یتحرسون فیہ عن المنجس وقد قال شرف الائمۃ

محقق علی الاطلاق، دین وملت میں کامل سیدی امام محمد بن ہمام، اللہ تعالٰی ان کی ذات والاصفات سے ہمیں برکت عطا فرمائے۔ فتح القدیر میں فرماتے ہیں:

اگر مرغی کے پیٹ کو چاک کرنے سے پہلے اسے دھوئے بغیر پَر اکھاڑنے کے لیے اُبلتے ہوئے پانی میں ڈال دی تو وہ کبھی بھی پاک نہ ہوگی البتہ امام ابویوسف رحمہ اللہ کے قول پر گوشت کے بارے میں جو قانون گزر چکا ہے اس کا پاک ہونا ثابت ہے۔ (ت)

قلت وہو سبحٰنہ اعلم اس مذکورہ بالا قول کی علت یہ ہے کہ پانی کے جوش کے باعث وہ نجاست گوشت کے اندر جذب ہوجاتی ہے، اسی بناء پر مشہور ہے کہ مصر میں سمیط (بکری کا بچہ جس کے بال صاف کرکے اسے بھون لیا جائے) کا گوشت ناپاک شمار ہوتا ہے وہ پاک نہیں ہوتا، لیکن یہ علت اس وقت تک ثابت نہیں ہوتی جب تک پانی جوش کی حد کو نہ پہنچ جائے اور اس کے بعد اس میں گوشت اتنی دیر تک نہ ٹھہرا رہے جس سے پانی گوشت کے اندر داخل ہوکر جذب ہوجائے۔ اور سمیط میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں کیونکہ نہ تو پانی جوش کی حد کو پہنچتا ہے اور نہ ہی اسے اس میں اتنی دیر چھوڑا جاتا ہے کہ حرارت جلد کی سطح کے نیچے پہنچ جائے اور بالوں کے نیچے مساموں میں داخل ہوجائے بلکہ اس کو اس قدر پانی میں چھوڑنا اچھی طرح بال اکھاڑنے سے بھی مانع ہے پس سمیط کے بارے میں بہترین بات یہ ہے کہ چونکہ اس نجس پانی سے جلد کا ظاہر ناپاک ہوگیا لہٰذا تین بار

بغسلها فالدجاجة والكرش والسميط مثلها[1] اھ وقال قدس سرہ قبل ذلك ناقلا عن التجنيس طبخت الحنطة في الخمر قال ابو يوسف تطبخ ثلث بالماء وتجفف كل مرة وكذا اللحم وقال ابو حنيفة لا تطهر ابدا وبه يفتى اھ قال والكل عند محمد لا تطهر ابدا[2]

دھونے سے پاک ہوجائے گا کیونکہ وہ لوگ ناپاک کرنے والی چیز سے پرہیز نہیں کرتے۔ شرف الائمہ نے مرغی اور کرش (جگالی کرنے والے جانوروں کی اوجھڑی) کے بارے میں یہی بات فرمائی اور سمیط ان دونوں کی مثل ہے۔ صاحب فتح القدیر قدس سرہ نے اسے پہلے تجنیس سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ گندم شراب میں پکالی گئی اس کے بارے میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ فرماتے ہیں اسے تین بار پانی میں پکایا جائے اور ہر بار خشک کیا جائے۔ گوشت کا بھی یہی حکم ہے۔ امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ فرماتے ہیں وہ کبھی پاک نہیں ہوگی اور اسی پر فتوی ہے اھ اور فرمایا یہ سب کچھ امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پاک نہیں ہوتا۔ (ت)

وا ینجا بوضوح پیوست کہ ہرکہ ایں کار خواہد اولٰی واحوط در حقش آنست کہ اولاً ماکیان را شکم چاک و از امعا پاک کند وخون مسفوح کہ بمحل ذبح بستہ شود بشوید پس ازاں بہر آبے کہ خواہد نہد تا از تنجس شدن لحم ایمن ماند سید علامہ احمد طحطاوی در حاشیہ درمختار فرمودہ الاولی قبل وضعها في الماء المسخن ان يخرج ما في جوفها ويغسل محل الذبح مما عليه من دم مسفوح تجمد[3] اھ واللہ سبحنہ وتعالی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

یہاں سے ظاہر ہوا کہ جو شخص یہ کام کرنا چاہے اس کے لئے بہتر اور زیادہ محتاط یہ ہے کہ پہلے مرغی کا پیٹ چاک کرکے اسے آنتوں سے پاک کرے اور بہنے والے خون کو جو گردن وغیرہ پر جم جاتا ہے دھوئے اس کے بعد جس پانی میں چاہے رکھے تاکہ گوشت کے ناپاک ہونے سے مطمئن ہو۔ علامہ احمد طحطاوی نے درمختار کے حاشیہ میں فرمایا بہتر یہ ہے کہ گرم پانی میں رکھنے سے پہلے جو کچھ اس کے پیٹ میں ہے نکال لیا جائے اور ذبح کے مقام سے جما ہوا خون مسفوح دھو لیا جائے اھ۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۱ از شہر کہنہ ۴ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پڑیا کے رنگے ہوئے کپڑے سے نماز درست ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] فتح القدیر آخر باب الانجاس وتطہیرہا مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۱۸۴
[2] " " " " ۱/۱۸۵
[3] طحطاوی حاشیہ درمختار آخر باب الانجاس دارالمعرفۃ بیروت لبنان ۱/۱۶۴

الجواب

بودامی رنگ کی پڑیا میں تو کوئی مضائقہ نہیں اور رنگت کی پڑیا سے ورع کے لیے بچنا اولٰی ہے پھر بھی اس سے نماز نہ ہونے پر فتوٰی دینا آج کل سخت حرج کا باعث ہے۔

والحرج مدفوع بالنص وعموم البلوی من موجبات التخفیف لاسیما فی مسائل الطہارۃ والنجاسۃ۔

نص سے ثابت ہے کہ حرج دُور کیا گیا اور عمومِ بلوٰی اسبابِ تخفیف سے ہے خصوصاً مسائلِ طہارت اور نجاست میں۔ (ت)

لہٰذا اس مسئلہ میں مذہب حضرت امام اعظم و امام ابویوسف رضی اللہ تعالٰی عنہما سے عدول کی کوئی وجہ نہیں ہمارے ان اماموں کے مذہب پر پڑیا کی رنگت سے نماز بلاشبہہ جائز ہے۔ فقیر اس زمانے میں اسی پر فتوٰی دینا پسند کرتا ہے۔

وقد ذکرنا علی ھذہ المسئلۃ کلاما اکثر من ھذا فی فتاوٰنا وسنحقق الامر بما لامزید علیہ ان ساعد التوفیق من اللہ سبحٰنہ وتعالٰی واللہ تعالٰی اعلم۔

ہم نے اپنے فتاوٰی میں اسی مسئلہ پر اس سے بھی زیادہ بحث کی ہے اور اللہ تعالٰی کی طرف سے توفیق معاون ہوئی تو ہم اس مسئلے میں ایسی تحقیق کریں گے جس کے بعد مزید گنجائش نہیں رہے گی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ (ت)

مسئلہ ۱۶۲ مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ مرغی کی قے پاک ہے یا ناپاک، اور جس شے کی بیٹ پلید ہے کیا اس کی قے بھی پلید ہے؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہر جانور کی قے اس کی بیٹ کا حکم رکھتی ہے یعنی جس کی بیٹ پاک ہے جیسے چڑیا یا کبوتر، اس کی قے بھی پاک ہے۔ اور جس کی نجاست خفیفہ ہے جیسے باز یا کوا، اُس کی قے بھی نجاست خفیفہ۔ اور جس کی نجاست غلیظہ ہے جیسے بطخ یا مرغی، اس کی قے بھی نجاست غلیظہ۔ اور قے سے مراد وہ کھانا پانی وغیرہ ہے جو پوٹے سے باہر نکلے کہ جس جانور کی بیٹ ناپاک ہے اسکا پوٹا معدن نجاسات ہے پوٹے سے جو چیز باہر آئے گی خود نجس ہوگی یا نجس سے مل کر آئے گی بہرحال مثل بیٹ نجاست رکھے گی خفیفہ میں خفیفہ، غلیظہ میں غلیظہ بخلاف اُس چیز کے جو ابھی پوٹے تک نہ پہنچی تھی کہ نکل آئی۔ مثلاً مرغی نے پانی پیا ابھی گلے ہی میں تھا کہ اُچھو لگا اور نکل گیا

یہ پانی پیٹ کا حکم نہ رکھے گا لانہ ما استحال الی نجاسۃ ولا اتصل محلہا (کیونکہ اس نے نجاست میں تحول نہیں کیا اور نہ ہی نجاست کی جگہ سے ملا۔ ت) بلکہ اسے سور یعنی جھُوٹے کا حکم دیا جائے گا کہ اُس کے منہ سے مل کر آیا ہے اُس جانور کا جھُوٹا نجاست غلیظہ یا خفیفہ یا مشکوک یا مکروہ یا طاہر جیسا ہوگا ویسا ہی اس چیز کو حکم دیا جائے گا جو معدہ تک پہنچنے سے پہلے باہر آئی جو مُرغی چھوٹی پھرے اُس کا جھوٹا مکروہ ہے یہ پانی بھی مکروہ ہوگا اور پوٹے میں پہنچ کر آتا تو نجاست غلیظہ ہوتا۔

اقول اتقن ھذا التحقیق المفیس فلعلك لا تجدہ مصرحا بہ فی متداولات الاسفار وانما استنبطناہ بحمد اللہ من کلمات العلماء استنباطا واضحا کالصبح حین الاسفار۔

اقول اس نفیس تحقیق کو محفوظ کر لیجئے شاید تم اسے بڑی کتب میں بھی بالتصریح نہ پاؤ بحمداللہ تعالٰی ہم نے اسے علمائے کرام کے کلام سے روزِ روشن کی طرح واضح استنباط کیا ہے۔ (ت)

درمختار میں ہے :

مرارۃ کل حیوان کبولہ وجرتہ کزبلہ[1]

ہر جانور کا پتا اس کے پیشاب کی طرح اور اس کی جگالی گوبر کے حکم میں ہے۔ (ت)

کتاب التجنیس والمزید میں ہے :

لانہ واراہ جوفہ[2] (کیونکہ اس نے اسے پیٹ میں چھپایا۔ ت)

درمختار میں ہے :

ینقضہ قیئ ملأفاہ من مرۃ او طعام او ماء اذا وصل الی معدتہ وان لم یستقر وھو نجس مغلظ ولو من صبی ساعۃ ارتضاعہ وھو الصحیح لمخالطۃ النجاسۃ ولو ھو فی المرئ فلا نقض اتفاقا اھ ملخصا۔

صفرا نیز کھانے یا پانی کی قے منہ بھر وضو کو توڑ دیتی ہے جب وہ معدے تک پہنچے اگرچہ وہاں نہ ٹھہرے اور وہ نجاست غلیظہ ہے اگرچہ دُودھ پیتے بچّے کی ہو اور یہی صحیح ہے کیونکہ وُہ نجاست سے مل جاتی ہے اور اگر وہ نرخرے میں رہے تو بالاتفاق وضو نہیں ٹوٹے گا اھ مختصراً۔ (ت)

---

[1] درمختار | باب الاستنجاء | مطبوعہ مجتبائی دہلی | ۱/ ۵۷
[2] ردالمحتار | " | " " | ۱/ ۲۳۳
[3] درمختار | نواقض الوضوء | " " | ۱/ ۲۵

وقد علم من له ادنی فهم وجه الاستنباط فی المسألتین واعلم انا بنینا الکلام علی ظاهر الروایة المصحح المرجح الواضح الوجه القوی الدلیل الواجب التعویل وان کان هٰهنا فی بعض الصور کلام لکمال اجبنا عنه علی هامشه[عـه] والحمد لله حمدًا کثیرا والله تعالٰی اعلم۔

جس شخص کو ادنٰی سمجھ بھی حاصل ہے وہ دونوں مسئلوں میں استنباط کی وجہ جان سکتا ہے جان لو کہ ہمارے کلام کی بنیاد ظاہر روایت ہے جس کی تصحیح کی گئی ہے ترجیح دی گئی وہ نہایت واضح ہے اس کی دلیل قوی ہے اور اس پر اعتماد واجب ہے۔ اگرچہ اس جگہ بعض صورتوں میں کمال نے کلام کیا ہے جس کا جواب ہم نے اس کے حاشیے پر دیا ہے۔ اللہ تعالٰی کے لیے بہت زیادہ حمد ہے اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۳ مرسلہ مرزا باقی بیگ صاحب رام پوری ۲۰ ذیقعدہ ۱۳۰۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کس چیز ایک مرتبہ میں پاک ہوئی بغیر مبالغہ کے بینوا توجروا

الجواب

نجاست اگر مرئیہ ہو یعنی خشک ہونے کے بعد بھی نظر آئے تو اُس کی تطہیر میں عدد اصلاً شرط نہیں بلکہ زوال عین درکار ہے خواہ ایک بار میں ہو جائے یا دس بار میں ہو جائے اثر ہو سے عین زائل ہو تو زوال اثر مثل رنگ و بو ضرور، لیکن وہ اثر جس کا زوال دشوار ہو معاف کیا جائے گا، صابون یا گرم پانی وغیرہ سے چھڑانے کی حاجت نہیں۔

درمختار میں ہے:

یطهر محل نجاسة مرئیة بعد جفاف بزوال عینها واثرها ولو بمرة او بما فوق ثلث فی الاصح ولا یضر بقاء اثر کلون وریح لازم فلا یکلف فی ازالته الی ماء حار اوصابون ونحوه[۱] اھ ملخصًا۔

اصح قول کے مطابق نظر آنے والی نجاست کی جگہ سے عین نجاست اور اس کا اثر دُور کر دیا جائے، خواہ ایک مرتبہ سے یا تین سے بھی زیادہ مرتبہ سے دور ہو تو خشک ہونے کے بعد پاک ہو جاتی ہے، اور ایسا اثر جو اس کے لیے لازم ہو چکا ہے (یعنی دور نہیں ہوتا) مثلاً رنگ اور بُو، تو اسے گرم پانی یا صابن وغیرہ کے ساتھ دُور کرنے کی تکلیف نہیں دی جائے گی اھ ملخصًا (ت)

عـه وقد تقدم فی المسألة العاشرة باب الوضوء (م)

اس کا جواب باب الوضوء کے دسویں مسئلہ میں گزر چکا ہے (ت)

---

[۱] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

اور غیر مرئیہ کو سُوکھنے کے بعد نہ دکھائی دے اس میں علماء کے دو قول ہیں ایک قول پر غلبۂ ظن کا اعتبار ہے یعنی جب گمان غالب ہوجائے کہ اب نجاست نکل گئی پاک ہوگیا اگرچہ یہ غلبۂ ظن ایک ہی بار میں حاصل ہو یا زائد میں۔ اور دوسرے قول پر تثلیث یعنی تین بار دھونا شرط ہے ہر بار اتنا نچوڑیں کہ بوند نہ ٹپکے اور نچوڑنے کی چیز نہ ہو تو ہر بار خشک ہونے کے بعد دوبارہ دھوئیں اس قول پر اگر یوں تثلیث نہ کرے گا طہارت نہ ہوگی۔ ایک جماعت علماء نے فرمایا یہ طریقہ خاص اہلِ وسواس کے لیے ہے جسے وسوسہ نہ ہو وہ اسی غلبۂ ظن پر عمل کرے، ان علماء کا قصد یہ ہے کہ دونوں قول کو بر دو حالت وسوسہ و عدم وسوسہ پر تقسیم کرکے نزاع اٹھادیں۔

اقول الا ان هذا التطبيق لا يكاد يلائم ظاهر اطلاق عامة المتون حسا فان الموسوسين فى الناس اقل قليل بالنسبة الى غيرهم واطلاق الحكم المختص بالنادر الكثير غير بعيد ولا مستنكر بخلاف عكسه كما لا يخفى

اقول مگر یہ تطبیق عام متون کے ظاہر اطلاق کے مناسب معلوم نہیں ہوتی کیونکہ وسوسے والے لوگ دوسروں کی نسبت بہت کم ہیں اور حکم کا اطلاق جو غالب اکثریت سے مختص ہے وہ دخل سے بعید نہ تو بعید ہے اور نہ ہی غیر معروف، بخلاف اس کے عکس کے جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

دوسری جماعت علماء نے دونوں قول میں تقسیم کی قید و تقسیم یہ کی ہے یعنی یہ غلبۂ ظن غالباً تین بار میں حاصل ہوتا ہے۔

اى وان العبرة للغالب وعليه تبتنى الاحكام ويقطع النظر عن القليل النادر۔

یعنی اعتبار غالب کا ہوتا ہے اور احکام کی بنیاد بھی یہی ہے، قلیل و کمیاب سے صرفِ نظر کیا جاتا ہے۔ (ت)

اس تقریر پر دونوں قول قول ثانی کی طرف عود کر آئیں گے ہدایہ و کافی و درر و غنیہ و تنویر وغیرہا میں اسی طرف میل فرمایا اور بیشک یہ بہت قریب قیاس ہے۔ بالجملہ دونوں قول نہایت باقوت ہیں اور دونوں کو ظاہر روایہ کہا گیا اور دونوں طرف تصحیح و ترجیح۔

اقول مگر قول ثانی عامہ متون میں مذکور اور غالباً اسی میں احتیاط زیادہ اور اسی میں انضباط زیادہ اور آج کل اگر بعض لوگ موسوس ہیں تو بہتیرے مذہبی و بے پروا ہیں انھیں ایک ایسے غیر منضبط بات بتانے میں ان کا بے پروائی کی مطلق العنانی ہے لہذا قول ثانی ہی پر عمل نسب والیق ہے اور ہدایہ و کافی کی توجیہ حسن پر تو قول ثانی کے سوا دوسرا قول ہی نہیں۔ بہرحال ایک بار دھونے سے جبکہ زوال نجاست کا ظن غالب نہ ہو اور عرفاً بلا مبالغہ سرسری طور پر یک دفعہ دھونے میں ایسا ہی ہوگا تو اس صورت میں بالاتفاق طہارت حاصل نہ ہوگی۔

درمختار میں ہے :

يطهر محل غير مرئية بغلبة ظن غاسل لو مكلفا والا فمستعمل طهارة محلها بلا عدد به يفتى وقدر لموسوس بغسل وعصر ثلثا فيما ينعصر مبالغا بحيث لا يقطر وبتثليث جفاف في غير منعصر[1] اھ ملخصا.

جس جگہ نجاست دکھائی نہ دیتی ہو اگر دھونے والے کو غالب گمان حاصل ہو جائے تو پاک ہو جاتی ہے ورنہ اس جگہ کی طہارت کے لیے گنتی کے بغیر پانی استعمال کیا جائے اسی پر فتوی ہے اور وسوسہ والے کے لیے جس چیز کا نچوڑنا ممکن ہے اسے تین بار دھونا اور یوں نچوڑنا کہ اب قطرے نہ گریں اور جس چیز کا نچوڑنا ممکن نہیں اس کو تین بار خشک کرنا مقرر ہے۔ اھ ملخصا (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قوله بلا عدد به يفتى، كذا في المنية وظاهره انه لو غلب على ظنه زوالها بمرة اجزأه وبه صرح الامام الكرخي في مختصره واختاره الامام الاسبيجابي وفي غاية البيان ان التقدير بالثلث ظاهر الرواية وفي السراج اعتبار غلبة الظن مختار العراقيين والتقدير بالثلث مختار البخاريين والظاهر الاول ان لم يكن موسوسا وان كان موسوسا فالثاني اھ بحر قال في النهر وهو توفيق حسن اھ وعليه جرى صاحب المختار فانه اعتبر غلبة الظن الا في الموسوس وهو ما مشى عليه المصنف واستحسنه في الحلية وقال وقد مشى الجم الغفير عليه في الاستنجاء.

اس (صاحب درمختار) کا قول "بلاعدد" (گنتی شرط نہیں) پر فتوی ہے، منیہ میں بھی اسی طرح ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ اگر ایک مرتبہ دھونے سے نجاست کے زائل ہونے کا غالب گمان ہو جائے تو یہی کافی ہے۔ امام کرخی نے اپنی مختصر میں اسی کی تصریح فرمائی اور امام اسبیجابی نے بھی اسے ہی اختیار کیا اور غایۃ البیان میں ہے کہ تین بار کا مقرر کرنا ظاہر روایت ہے۔ سراج میں ہے کہ عراقیوں کے نزدیک غلبہ ظن کا اعتبار مختار ہے جبکہ تین بار کا اندازہ بخارا والوں کا مختار ہے۔ اور پہلا ظاہر ہے اگر وسوسے والا نہ ہو، اگر وسوسہ کرنے والا ہو تو دوسری بات ظاہر ہے (بحرالرائق) انتہی، نہرالفائق میں فرمایا کہ یہ اچھی تطبیق ہے اھ۔ صاحب مختار نے بھی یہی راستہ اختیار کیا کہ انہوں نے وسوسہ نہ کرنے والوں کے بارے میں اسی کا اعتبار کیا ہے مگر وسوسہ کرنے والے کے بارے میں ان کا وہی موقف جس پر مصنف (صاحب درمختار) چلے ہیں اور حلیہ نے بھی اسی کو مستحسن قرار دیا ہے اور فرمایا استنجاء کے بارے میں جم غفیر کا یہی مسلک ہے (ت)

اقول وهذا مبني على تحقق الخلاف

اقول میں (علامہ شامی) کہتا ہوں اس کی

---

[1] درمختار ، ″ ″ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۶

وهو ان القول بغلبة الظن غير القول بالثلث قال في الحلية وهو الحق واستشهد له بكلام الحاوي القدسي والمحيط۔

بنیاد (دونوں باتوں میں، ثبوت اختلاف پر ہے یعنی جب غلبۂ ظن کا قول تین کے قول کا غیر ہو حلیہ میں فرمایا یہی حق ہے اور انہوں نے اس پر حاوی قدسی اور محیط کے کلام سے شہادت پیش کی ہے۔ (ت)

اقول وهو خلاف ما في الكافي مما يقتضي انهما قول واحد وعليه مشى في شرح المنية فقال فعلم بهذا ان المذهب اعتبار غلبة الظن وانها مقدرة بالثلث لحصولها به في الغالب وقطعًا للوسوسة وانه من اقامة السبب الظاهر مقام المسبب الذي في الاطلاع على حقيقته عسر كالسفر مقام المشقة اھ وهو مقتضى كلام الهداية وغيرها واقتصر عليه في الامداد وهو ظاهر المتون حيث صرحوا بالثلث اھ[1] والله سبحٰنه وتعالى اعلم وعلمه جل مجده اتم واحكم۔

اقول (میں (علامہ شامی) کہتا ہوں) یہ (اختلاف) اس کے خلاف ہے جو کافی میں ہے اور اس کا مقتضٰی یہ ہے کہ دونوں ایک ہی قول ہیں۔ شرح منیہ میں یہی راستہ اختیار کیا گیا ہے انہوں نے فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ مذہب میں غلبۂ ظن کا اعتبار ہے اور وہ تین بار کا اندازہ ہے کیونکہ غالب یہی ہے تین بار دھونے سے طہارت حاصل ہوجاتی ہے اور وسوسہ ختم ہوجاتا ہے اور یہ سبب ظاہر کو اس مسبب کے قائم مقام رکھنا ہے جس کی حقیقت پر اطلاع مشکل ہے جیسے سفر مشقت کے قائم مقام ہے اھ ہدایہ وغیرہ کے کلام کا مقتضٰی بھی یہی ہے اور امداد میں بھی اسی پر اختصار کیا گیا ہے۔ ظاہر متون بھی یہی ہیں کیونکہ انہوں نے تین کی تصریح کی ہے اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم (ت)

مسئلہ ۱۷۴

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جوتے پر پیشاب پڑگیا اور اس پر خاک جم کر تند رہوگیا تو رگڑنے سے پاک ہوجائے گا یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

جوتے پر اگر پیشاب پڑگیا اور اس پر خاک جم گئی تو ایسے ملنے سے جس سے اس کا اثر زائل ہوجائے پاک ہوجائے گا ورنہ بغیر دھونے کے پاک نہ ہوگا۔

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۲۲

فی الدر المختار ویطھر خف ونحوہ کنعل تنجس بذی جرم ھو کل مایری بعد الجفاف ولو من غیرھا کخمر وبول اصابہ تراب بہ یفتی بدلک یزول بہ اثرھا والا جرم لھا فیغسل انتہی[1] واللہ تعالٰی اعلم۔

درمختار میں ہے موزہ اور اس کی مثل جیسے جوتا (وغیرہ) اگر جسم والی نجاست سے ناپاک ہوجائیں اور یہ ہر وہ نجاست ہے جو خشک ہونے کے بعد دکھائی دیتی ہو اگرچہ یہ جرم نجاست کے غیر سے ہو جیسے شراب اور پیشاب جس پر مٹی پڑ گئی، تو ایسے رگڑنے سے پاک ہوجائیں گے جس سے اثر زائل ہوجائے اسی پر فتوٰی ہے اور جس نجاست کا جسم نہ ہو اسے دھویا جائے گا اھ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۵: از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۹ مرسلہ جناب میرزا غلام قادر بیگ صاحب ۸ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ گدا روئی کا جس میں نجس ہونے کا شبہ قوی ہے نیچے بچھا ہے اور اس پر پاک رضائی اوڑھی ہے، بارش سے چھت ٹپکی رضائی اور گدا خوب تر ہوگیا رضائی پیروں کے تلے بھی دبی تھی یعنی گدے سے ملی تھی اس صورت میں رضائی پاک رہی یا ناپاک؟ بینوا توجروا۔

الجواب

شبہ سے کوئی چیز ناپاک نہیں ہوتی کہ اصل طہارت ہے والیقین لا یزول بالشک (یقین شک سے دُور نہیں ہوتا۔ ت) ہاں ظن غالب کہ بربنائے دلیل صحیح ہو فقہیات میں ملحق بیقین ہے تو بربنائے توجیہات مذکورہ اگر گدے میں کسی نجاست کا ہونا معلوم تھا اور یہ بھی معلوم ہو کہ رضائی گدے کے خاص موضع نجاست سے ملصق تھی اور گدے میں خاص اُس جگہ تری یہی اتنی تھی کہ چھوٹ کر رضائی کو لگے یا رضائی کے موضع اتصال میں اس قدر رطوبت تھی کہ چھوٹ کر گدے کے محل نجاست کو تر کرے غرض یہ کہ موضع نجاست پر رطوبت خواہ وہیں کی خواہ دوسری چیز مجاور کی پہنچی ہوئی اس قدر ہو جس کے باعث نجاست ایک کپڑے سے دوسرے تک تجاوز کرسکے (اور اس تجاوز کے یہ معنی کہ کچھ اجزائے رطوبت نجسہ اُس سے منفصل ہو کر اس میں آجائیں نہ صرف وہ جسے سیل یا ٹھنڈک کہتے ہیں کہ حکم فقہ میں یہ انفصال اجزا نہیں صرف انتقال کیفیت ہے اور وہ موجب نجاست نہیں) اور اس قابلیت تجاوز کی تقدیر رطوبت کا اس قدر ہونا ہے جسے نچوڑے سے بوند ٹپکے کہ ایسے ہی رطوبت کے

---

[1] دُرمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۳

اجزاء دوسری شے کی طرف متجاوز ہوتے ہیں)

جب تینوں شرطیں ثابت ہوں تو البتہ رضائی کے اُتنے موضع پر تجاوز نجاست کا حکم دیا جائے گا پھر اگر وُہ موضع بقدر معتبر فی الشرع مثلاً ایک درہم سے زائد ہو تو رضائی ناپاک ٹھہرے گی اور اُسے اوڑھ کر نماز ناجائز ہوگی ورنہ حکم عفو میں رہے گی اگرچہ ایک درم کی قدر میں کراہت تحریمی اور کم میں صرف تنزیہی ہوگی اور اگر ان تینوں شرطوں میں کسی کی بھی کمی ہوئی تو رضائی سرے سے اپنی طہارت پر باقی اور سراپا پاک ہے۔ مثلاً گدّے کی نجاست مشکوک تھی یا وہ سب ناپاک نہ تھا اور رضائی کا خاص موضع نجاست سے ملنا معلوم نہیں یا محل نجاست کی رطوبت خود اپنی خواہ رضائی سے حاصل کی ہوئی قابل تجاوز نہ تھی یہ سب صورتیں طہارت مطلقہ تامہ کے ہیں۔

هذا هو التحقيق الذي عولنا عليه لظهور وجهه ولكونه احوط وان كان الكلام في المسألة طويل الذيل ذكر بعضه في رد المحتار آخر الانجاس وآخر الكتاب وفيه عن البرهان ولا يخفى ان انه لا يتيقن بانه مجرد نداوة الا اذا كان النجس الرطب هو الذي لا ينفصل منه شيئ بعصره اذ يمكن ان يصيب الثوب الجاف قدر كثير من النجاسة ولا ينبع منه شيئ بعصره كما هو مشاهد عند البداية[1] اهـ وفيه عن الامام الحلواني لا ينجس اذا كان لو عصر لا ينفصل منه شيئ وانما يبتل ما يجاوره بالنداوة وبذلك لا يتنجس[2] وفيه عن الخانية اذا اغتسل رجله فمشى على ارض نجسة بغير مكعب فابتل الارض من بلل رجله واسود وجه الارض

یہی وُہ تحقیق ہے جس پر ہم نے اعتماد کیا کیونکہ اس کا سبب ظاہر ہے اور اس میں زیادہ احتیاط ہے اگرچہ اس مسئلہ میں کلام کا دامن نہایت طویل ہے جس میں سے کچھ ردالمحتار میں باب الانجاس اور کتاب ردالمحتار کے آخر میں مذکور ہے۔ اور اس میں برہان سے نقل کرتے ہوئے کہا کہ اس بات میں کوئی خفا نہیں کہ اس کے محض رطوبت ہونے کا یقین نہیں ہوسکتا مگر جب کہ تر نجاست کے نچوڑنے سے قطرے نہ نکلیں کیونکہ ممکن ہے کہ خشک کپڑے کو بہت سی نجاست لگے اور نچوڑنے سے اس سے کچھ نہ نکلے جیسا کہ دھونے کا آغاز کرتے وقت مشاہدہ ہوتا ہے الخ۔ اسی (ردالمحتار) میں امام حلوانی سے نقل کیا کہ جب نچوڑنے سے قطرے نہ نکلیں تو اس سے کچھ بھی جُدا نہ ہوگا اور اس سے ملنے والی چیز محض تراوت ملنے سے تر ہوگی اور اس سے وُہ ناپاک نہیں ہوتی

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۵
[2] ؂ ؂ مسائل شتیٰ ؂ ۵/۵۱۴

لکن لم یظهر ترطیب الارض فی رجله فصلی جازت صلاته وان کان بلل الماء فی رجله کثیرا حتی ابتل وجه الارض وصار طینا ثم اصاب الطین رجله لا تجوز صلاته [۱] والله سبحنه وتعالی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم۔

اور اسی ردالمحتار میں خانیہ سے نقل کیا ہے کہ اگر کوئی شخص پاؤں دھو کر جوتے کے بغیر ناپاک زمین پر چلا اور اس کے پاؤں کی رطوبت سے زمین تر ہوگئی اور زمین پر نشان لگ گیا لیکن زمین کی رطوبت اس کے پاؤں میں ظاہر نہیں ہوئی اب اس نے نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے اور اگر پاؤں میں پانی کی رطوبت زیادہ تھی حتی کہ زمین کا ظاہر تر ہوگیا اور کیچڑ پاؤں میں لگ گیا تو اس کی نماز جائز نہیں الخ واللہ سبحنہ وتعالیٰ اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ (ت)

مسئلہ ۱۷۶: از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۹ ذیقعدہ ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر پکی ہوئی کھچڑی یا چاول میں پکنے میں چوہے کی مینگنی نکلے تو کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

چوہے کی مینگنی اگر چاول کھچڑی روٹی وغیرہ کھانے کی چیزوں میں نکلے تو اسے پھینک کر وہ شے کھائی جائے بشرطیکہ اس کا رنگ یا بو یا مزہ ان میں نہ آگیا ہو اور اگر پکنے میں نکلے اور وہ چیز جما ہوا ہے تو اس کے قریب کا پھینک کر باقی کھالیں اور بہتا ہوا ہے تو اس سب سے احتراز کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

---

[۱] ردالمحتار مسائل شتی مصطفی البابی مصر ۵/۵۱۸

رسالہ

سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب

کتے کی طہارت عین کے قائلین سے عیب دُور کرنے کا بیان

مسئلہ ۱۷۷ از بنارس محلہ پترکنڈہ مرسلہ مولوی عبدالحمید صاحب ۸ رجب ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اجابہم اللہ تعالٰی الی یوم الدین اس میں کہ زید تو مستند بقولہ تعالٰی یسئلونک ماذا احل لھم[1] الآیۃ (اور وہ آپ سے پوچھتے ہیں ان کے لیے کیا حلال ہے۔ ت) ومتمسکا باحادیث الامر باکل صید مکلب الکلب المعلم المرسل ولم یاکل منہ (اور ان احادیث کو دلیل بناتے ہوئے جن میں ایسے شکار کے کھانے کا حکم ہے جسے سکھائے ہوئے چھوڑے ہوئے کتے نے شکار کیا لیکن اس سے کچھ نہیں کھایا۔ ت) کہ ازانجملہ یک حدیث عدی بن حاتم ہے:

قال قلت یارسول اللہ انا نرسل الکلاب المعلمۃ قال کل ما امسکن علیک قلت

فرماتے ہیں میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ! ہم سکھائے ہوئے کتوں کو (شکار پر) چھوڑتے ہیں

سه القرآن ۵/۴

وان قتلن قال وان قتلن الحدیث۔[1] (اس کا کیا حکم ہے؟) آپ نے فرمایا: "جو کچھ وہ تمہارے لیے روک رکھیں، شکار کو" میں نے عرض کیا "اگرچہ وہ اسے ہلاک کردیں؟" فرمایا: "اگرچہ وہ اسے ہلاک کردیں" حدیث (ت)

واحادیث الاذن فی اقتناء کلب ماشیة وصید وزرع وغنم (جانوروں کی حفاظت، شکار، کھیتی اور بکریوں کی حفاظت کے لیے کتا رکھنے کی اجازت کے بارے میں احادیث۔ ت) کہ ازانجملہ ایک یہ حدیث عبداللہ بن مغفل ہے:

قال انی لممن یرفع اغصان الشجرة عن وجه رسول اللہ وھو یخطب فقال لولا ان الکلاب امة من الامم لامرت بقتلھا فاقتلوا کل اسود بھیم وما من اھل بیت یرتبطون کلبًا الا نقص من عملھم کل یوم قیراط الا کلب صید او کلب حرث او کلب غنم۔[2]

آپ فرماتے ہیں میں ان لوگوں میں سے ہوں جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے چہرۂ انور کے آگے سے ٹہنیاں ہٹا رہے تھے جب آپ خطبہ ارشاد فرما رہے تھے، آپ نے فرمایا: اگر کتے ایک مخلوق نہ ہوتے تو میں ان کو قتل کرنے کا حکم دیتا پس ہر سیاہ کتے کو مار دو، اور جو لوگ گھروں میں کتا رکھتے ہیں ان کے عمل سے روزانہ ایک قیراط کم ہوتا ہے مگر شکار کا کتا، کھیتی کی حفاظت اور بکریوں کی حفاظت کے لیے کتا (اس سے مستثنیٰ ہے)۔ (ت)

واحادیث الترخیص فی ثمن کلب الصید (شکاری کتے کی حصولِ قیمت کے بارے میں رخصت سے متعلق احادیث) کہ ازانجملہ ایک وہ حدیث ہے جس کو ہمارے امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اپنی مسند میں ہیثم سے وہ عکرمہ سے وہ ابن عباس سے روایت کرتے ہیں:

قال رخص رسول اللہ فی ثمن کلب الصید۔[3]

فرماتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے شکاری کتے کی قیمت لینے کی اجازت فرمائی ہے (ت)

وحدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما:

کانت الکلاب تقبل وتدبر فی زمن رسول اللہ

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہدِ مبارک میں

---

[1] جامع الترمذی باب ما یؤکل من صید الکلب مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۷۷
[2] " باب من امسک کلبًا ما ینقص من اجرہ " " " ۱/۱۸۰
[3] مسند امام اعظم ابوحنیفہ کتاب البیوع نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۱۶۹

فلم یکونوا یرشون شیئًا من ذٰلک۱ | کتے (ادھر اُدھر) آتے جاتے تھے لیکن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اس سے (یعنی کتوں کے ان کے ساتھ چھونے سے) کچھ بھی نہیں دھوتے تھے۔ (ت)

وحدیث ابن عباس رضی اللہ عنہما،

قال علیہ الصلٰوۃ والسلام ایما اھاب دبغ فقد طھر۲۔ | نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس چمڑے کو رنگ لیا جائے وہ پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

وسندنا باقوال علمائنا الحنفیۃ (اور ہمارے علماء حنفیہ کے اقوال سے استدلال کرتے ہیں۔ ت) کہ ازانجملہ ایک یہ ہے کہ جو عامہ کتب فقہ میں ہے،

کل اھاب اذا دبغ فقد طھر الا جلد الخنزیر والاٰدمی۳۔ | خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے علاوہ ہر چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

اور دوسرا یہ جو ہدایہ میں ہے،

ولیس الکلب بنجس العین۴۔ | اور کتا نجس عین نہیں۔ (ت)

اور تیسرا جو تنویر الابصار اور اس کی شرح درمختار میں ہے،

اعلم انہ لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوٰی وان رجح بعضھم النجاسۃ کما بسطہ ابن الشحنۃ۵۔ | جان لو کہ امام اعظم کے نزدیک کتا نجس عین نہیں، اور اسی پر فتوٰی ہے، اگرچہ بعض فقہاء نے اس کے نجس ہونے کو ترجیح دی ہے جیسا کہ ابن الشحنہ نے تفصیل سے بیان کیا ہے۔ (ت)

اور چوتھا یہ جو ردالمحتار میں ہے،

وھو ای عدم کون الکلب نجس العین الصحیح والاقرب الی الصواب بدائع و | اور وہ (یعنی کتے کا نجس العین نہ ہونا ہی) صحیح اور درستگی کے زیادہ قریب ہے، بدائع۔ متون سے

---

۱ صحیح البخاری — باب اذا شرب الکلب فی الاناء — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹
۲ جامع الترمذی — باب جاء فی جلود المیتۃ — آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۲۰۶
۳ منیۃ المصلی — فصل فی النجاسۃ — مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۰۸
۴ ہدایۃ — قبیل فصل فی البئر — المکتبۃ العربیۃ کراچی ۱/۲۴
۵ درمختار — باب المیاہ — مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸

وھو ظاھر المتون بحر و مقتضی عموم الادلۃ فتح۔[1]

یہی ظاہر ہوتا ہے البحرالرائق۔ عام دلائل کا مقتضی یہی ہے، فتح القدیر (ت)

اور پانچواں یہ جو عالمگیری میں ہے:

والصحیح ان الکلب لیس بنجس العین۔[2]

صحیح یہ ہے کہ کُتّا نجس عین نہیں۔ (ت)

اور چھٹا یہ جو عنایہ میں ہے:

الاصح ان الکلب لیس بنجس العین۔[3]

اصح بات یہ ہے کہ کُتّا نجس عین نہیں۔ (ت)

اور ساتواں یہ جو غایۃ البیان میں ہے:

فی نجاسۃ عینہ اختلاف المشایخ و الاصح انہ لیس بنجس العین۔[4]

اس کے نجس عین ہونے میں مشائخ کا اختلاف ہے زیادہ صحیح یہ ہے کہ یہ نجس عین نہیں۔ (ت)

اور آٹھواں یہ جو مراقی الفلاح میں ہے:

یطھر جلد الکلب لانہ لیس بنجس العین علی الصحیح۔[5]

کُتّے کا چمڑا پاک ہو جاتا ہے کیونکہ صحیح قول کے مطابق وہ نجس عین نہیں۔ (ت)

اور نواں یہ جو نہرالفائق میں ہے:

یطھر جلد الکلب ایضا بناء علی ما علیہ الفتوی من طھارۃ عینہ وان رجح بعضھم النجاسۃ۔[6]

کُتّے کا چمڑا بھی پاک ہو جاتا ہے اور اس کی بنیاد وہ مفتٰی بہٖ قول ہے کہ یہ ذاتی طور پر پاک ہے اگرچہ بعض فقہا نے اس کے ناپاک ہونے کو ترجیح دی ہے۔ (ت)

اور دسواں یہ جو شامی میں ہے:

ومعنی القول بطھارۃ عینہ طھارۃ ذاتہ

اس کے طاہر عین ہونے کے قول کا مطلب یہ ہے کہ یہ جب تک

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

[2] فتاوٰی عالمگیری الفصل الاول من الباب الثالث مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۹

[3] العنایۃ مع فتح القدیر قبیل فصل فی البئر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۲

[4] السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ / من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۰۹

[5] مراقی الفلاح مع الطحطاوی فصل یطہر جلد المیتۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۹۰

[6] السعایۃ فی کشف مافی شرح الوقایۃ من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۰۹

ما دام حيا وطهارة جلده بالدباغ و الذكاة وطهارة ما لا تحله الحيوة من اجزائه كغيره من السباع[1]

زندہ ہے ذاتی طور پر پاک ہے۔ اس کا چمڑا دباغت یا ذبح (شرعی) کے ساتھ پاک ہوجاتا ہے نیز اس کے جن اجزاء میں زندگی سرایت نہیں کرتی دوسرے درندوں کی طرح وہ بھی پاک ہیں۔ (ت)

اور گیارھواں یہ جو سعایہ میں ہے:

قلت لم يتضح لي الى الأن دليل على كونه نجس العين ودلائل المثبتين كلها مخدوشة[2]۔

میں کہتا ہوں اب تک مجھے اس کے نجس عین ہونے پر کوئی واضح دلیل نہیں ملی، نجس ثابت کرنے والوں کے تمام دلائل کمزور ہیں۔ (ت)

اور بارھواں وہ جو مولوی عبدالحی لکھنوی نے تعلیق ممجد میں بعد ذکر ان حدیثوں کے جو کہ طہارت اُہب پر دباغت سے مطلقاً دلالت کرتی ہیں کہا ہے:

وبهذه الاحاديث ونظائرها ذهب الجمهور الى الطهارة بالدباغة مطلقا الا انهم استثنوا من ذلك جلد الانسان لكرامته وجلد الخنزير لنجاسة عينه واستثنى ايضا جلد الكلب من ذهب الى كونه نجس العين وهو قول جمع من الحنفية وغيرهم ولم يدل عليه دليل قوی بعد[3]۔

ان احادیث اور ان کی مثل پر بنیاد رکھتے ہوئے جمہور فقہاء نے دباغت کے ذریعے مطلقاً طہارت کو اختیار کیا ہے مگر انہوں نے اس سے انسان کے چمڑے کو اس کی عزت کی بنیاد پر اور خنزیر کے چمڑے کو اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ قرار دیا ہے اور جو لوگ کتے کو نجس عین کہتے ہیں انہوں نے اس کو بھی مستثنیٰ کیا ہے احناف کی ایک جماعت اور ان کے علاوہ فقہاء کرام کا یہی قول ہے۔ لیکن ابھی تک اس پر کوئی مضبوط دلیل نہیں پائی گئی۔ (ت)

اور تیرھواں یہ جو فتح القدیر میں ہے:

اختلف المشايخ في التصحيح والذي يقتضيه

تصحیح میں علماء کا اختلاف ہے اور "ایسا مذہب

---

[1] رد المحتار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

[2] السعایۃ فی کشف ما فی شرح الوقایۃ من احکام الدباغۃ سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۰۹

[3] تعلیق ممجد لعبد الحی اللکنوی

عموم ایما اھاب طھارۃ عینه ولم یعارضه ما یوجب نجاستھا وجب حقیة عدم نجاستھا۔[1]

(جو بھی چمڑا) کا عموم طہارتِ عین کا مقتضی ہے اور اس کے مقابلے میں نجاست کو واجب کرنے والی کوئی دلیل موجود نہیں لہذا ضروری ہوا کہ اس کا نجس نہ ہونا حق ہوا۔ (ت)

کہتا ہے کہ کُتّا طاہر العین ہے اور کہتا ہے کہ آیت میں تو وجہ دلالت کی یہ ہے کہ یہ آیت بلا ضرورت کتّے سے ازروئے اصطیاد کے جوازِ انتفاع پر بلکہ بجز کھانے کے اور اس سے سب طرح کے فائدے اٹھانے کے جواز پر دلالت کرتی ہے، قرطبی نے کہا ہے:

وقد ذکر بعض من صنف فی احکام القراٰن ان الآیة تدل علی ان الاباحة تناولت ما علمنا من الجوارح وھو ینتظم الکلب وسائر جوارح الطیر وذلک یوجب اباحة سائر وجوہ الانتفاع فدل علی جواز بیع الکلب والجوارح والانتفاع بھا بسائر وجوہ المنافع الا ما خصه الدلیل وھو الاکل من الجوارح ای الکواسب من الکلاب وسباع الطیر۔[2]

احکام قرآن کے بعض مصنفین نے ذکر کیا ہے کہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ اباحت ان تمام شکاری جانوروں کو شامل ہے جن کو ہم سکھائیں اور اس میں کُتّا اور تمام شکاری پرندے بھی شامل ہیں اور یہ (جواز) انتفاع کے تمام طریقوں کی اباحت کو واجب کرتا ہے پس یہ کُتّے اور (دیگر) شکاری جانوروں کو بیچنے اور ان سے ہر طرح کا نفع حاصل کرنے پر دلالت کرتا ہے مگر جس کو دلیل نے خاص کرلیا ہو، اور وہ شکاری جانوروں یعنی کسب کرنے والے کتوں اور درندوں کو کھانا ہے (اور یہ جائز نہیں)۔ (ت)

اور کسی چیز سے بلا ضرورت انتفاع کا جائز ہونا اُس چیز کے عدمِ نجاست کی علامت ہے تو اس نے اُس کے عدمِ نجاست پر بھی دلالت کی کما ھو ظاھر (جیسا کہ وہ ظاہر ہے۔ ت)

اور حدیث ابن عمر میں یہ کہ موسم گرمی میں اکثر اوقات کتّے کیچڑ میں بھرے ہُوئے پانی میں بھیگے ہُوئے مسجد میں آتے جاتے ہوں گے اور کیچڑ پانی مسجد میں گرتا ٹپکتا ہوگا تو جبکہ باوجود اس کے رَش بھی نہ ثابت ہوا تو ان کے اجسام اور اعیان کے عدمِ نجاست ثابت ہُوئی

---

[1] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز بہ الوضوء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۳

[2] الجامع لاحکام القرآن زیر آیہ وما علمتم من الجوارح ۶ دار احیاء التراث العربی بیروت ۶/۶۶

اور احادیث اذن فی اقتناء الکلب (کتا رکھنے کی اجازت سے متعلق احادیث - ت) کی دلالت کی نسبت مولوی عبدالحی نے سعایہ میں کہا ہے:

نعم لها دلالة علی طهارة جسمه وعدم تنجس عینه البتة فان الاذن فی اقتنائه دال علی انه لیس بنجس العین۔[1]

ہاں اس کے جسم کے پاک ہونے اور نجس عین نہ ہونے پر یقیناً دلیل ہے کیونکہ اسے رکھنے کی اجازت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ نجس عین نہیں۔ (ت)

اور باقی حدیثوں میں وجہ دلالت کی ظاہر ہے اور علماء استدلالاً باحادیث الامر بقتل الکلاب (کتوں کو ہلاک کرنے کے حکم سے متعلق احادیث سے استدلال کرتے ہوئے ت) و احادیث عدم دخول الملٰئکة بیتا فیه کلب (جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتوں کے داخل نہ ہونے کے بارے میں احادیث۔ ت) و احادیث الامر بغسل الاناء من ولوغ الکلب سبعا او ثمانیا او ثلثا و اہراق ما فضل من شربه (کتے کے چاٹنے سے برتن کو سات یا آٹھ یا تین بار دھونے اور اس کے پینے سے جو بچ جائے اسے بہا دینے کے بارے میں احادیث۔ ت)

وحدیث ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ:

ان النبی دعی الی دار قوم فاجاب ودعی الی دار اخرین فلم یجب فقیل له فی ذٰلك فقال ان فی دار فلان کلبا فقیل له وان فی دار فلان هرة فقال الهرة لیست بنجسة انما هی من الطوافین علیکم والطوافات۔[2]

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک قوم نے دعوت دی، آپ نے قبول کرلی، اور آپ کو دوسروں کے گھر میں بلایا گیا تو آپ نے قبول نہ کیا، اس بارے میں آپ سے عرض کی گیا۔ آپ نے فرمایا کہ فلاں کے گھر میں کتا ہے۔ عرض کیا گیا اور فلاں کے گھر میں بلی ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: بلی ناپاک نہیں اور وہ تمہارے پاس آنے جانے والے (غلاموں) اور آنے جانے والی (لونڈیوں) کی طرح ہے۔ (ت)

وتمسکا باقوال بعض علمائنا الحنفیة کہ از انجملہ ایک یہ ہے جو مبسوط میں ہے:

الصحیح من المذهب عندنا ان الکلب نجس۔[3]

ہمارے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ کتا ناپاک ہے۔ (ت)

---

[1] السعایة فی کشف ما فی شرح الوقایة احکام الآسار سہیل اکیڈمی لاہور ۱/۴۳۹

[2] التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر باب بیان النجاسات المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۱/۲۵

[3] المبسوط للسرخسی سؤر ما یؤکل لحمہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۸

اور دوسرا یہ جو ابوالمکارم کی شرح نقایہ میں ہے :

وفی فتاوی قاضی خان ما یدل علی ان الکلب نجس العین وفی موضع اٰخر ما یدل علی انہ لیس کذلک وسمعت ان الروایۃ الصحیحۃ عندنا ھو الاول۔[1]

فتاوٰی قاضی خان میں ایسی بات ہے جو کُتّے کے نجس عین ہونے پر دلالت کرتی ہے اور (اسی میں) دوسری جگہ وُہ بات ہے جس میں ایسا نہ ہونے پر دلالت ہے اور میں نے سنا کہ ہمارے نزدیک صحیح روایت پہلی ہے (یعنی نجس عین)۔ (ت)

اور تیسرا یہ جو شرح وقایہ وغیرہ بعض کتب فقہ میں ہے :

اذا سد کلب عرض النھر ویجری الماء فوقہ ان کان ما یلاقی الکلب اقل مما لا یلاقیہ یجوز الوضوء فی الاسفل والالا۔[2]

اگر کتا نہر کی چوڑائی بند کر دے اور پانی اس کے اوپر سے جاری ہو تو اگر کتّے سے ملا ہوا پانی اس سے کم ہے جو اس (کے جسم) سے ملا ہوا نہیں ہے تو (نہر کی) نچلی جانب سے وضو کرنا جائز ہے ورنہ نہیں۔ (ت)

کہتا ہے کہ کتا نجس العین ہے اور زید عمرو کے ان دلائل میں سے احادیث امر بقتل کلاب اور احادیث عدم دخول ملائکہ اور احادیث امر تغسیل اناء کو ترجیح دیتا ہے کہ ان سب حدیثوں کے نجاست کلب پر دلالت کرنے میں ضعف ہے۔ احادیث امر بقتل کلاب کے دلالت کرنے میں تو اس وجہ سے کہ یہ امر ان کی نجاست کے سبب سے نہ تھا بلکہ ملائکہ کے اُس گھر میں جس میں کتا ہو نہ داخل ہونے کی وجہ سے تھا جیسا کہ امر مذکور کی احادیث سے مفہوم ہوتا ہے اور اگر ہم تسلیم بھی کرلیں تو اس کا نسخ وارد ہوچکا ہے اور احادیث عدم دخول ملائکہ کے دلالت کرنے میں اس وجہ سے کہ امتناع ملائکہ کا باعث کلب کی نجاست ہی نہیں متعین ہوسکتی بلکہ ممکن ہے کہ کوئی اور امر ہو۔

قال العلامۃ الدمیری فی حیٰوۃ الحیوان قال العلماء سبب امتناعھم من البیت الذی فیہ الکلب کثرۃ اکلہ النجاسات و بعض الکلاب یسمی شیطانا والملائکۃ

علامہ دمیری نے حیوۃ الحیوان میں فرمایا کہ علماء فرماتے ہیں جس گھر میں کتا ہو اس میں فرشتوں کے نہ آنے کا باعث کتوں کا بکثرت نجاست کھانا ہے، اور بعض کتوں کو تو شیطان کہا جاتا ہے اور فرشتے شیطان

---

[1] شرح النقایۃ لابی المکارم

[2] شرح الوقایۃ بیان ما یجوز بہ الوضوء المکتبۃ الرشیدیہ دہلی ۱ /۸۳

ضد الشیاطین وتقبح من رائحۃ الکلب والملٰئکۃ تکرہ الرائحۃ الخبیثۃ ولانہا منہی عن اتخاذہا فعوقب متخذہا بحرمانہ دخول الملٰئکۃ بیتہ[1]

کی ضد ہیں نیز کتا بدبودار ہوتا ہے اور فرشتے بدبو کو پسند نہیں کرتے یہی وجہ ہے کہ کتا رکھنے سے منع کیا گیا پس اسے رکھنے والے کو یوں سزا دی گئی کہ اس کے گھر میں فرشتوں کا داخلہ نہیں ہوتا۔

(د) نظیر اس کی وہ حدیث ہے جس کو امام مالک اور بخاری اور مسلم نے حضرت عائشہ سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ جس گھر میں تصویریں ہوتی ہیں اس میں فرشتے نہیں داخل ہوتے۔ اور نیز وہ حدیث ہے جس کو امام مالک اور احمد اور ترمذی اور ابن حبان نے ابوسعید سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ جس گھر میں تماثیل یا صورت ہوتی ہیں اس میں فرشتے نہیں آتے اور نیز وہ حدیث جس کو بغوی اور طبرانی اور ابونعیم نے معرفۃ میں اور ابن قانع نے سود بن عزی سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ ملائکہ اس قافلہ کے ساتھ نہیں ہوتے جس میں گھنٹا ہوتا ہے اور نیز وہ حدیث ہے جس کو طبرانی نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ ملائکہ جنب اور متضمخ بخلوق[2] پر اُن کے غسل کرنے تک حاضر نہیں ہوتے اور نیز وہ حدیث ہے جس کو احمد اور ابوداؤد نے عمار سے مرفوعاً اخراج کیا ہے کہ ملائکہ جنازہ کافر پر حاضر ہوتے اور متضمخ بزعفران اور جنب پر نہیں حاضر ہوتے تو جیسا کہ ان حدیثوں سے نجاست تصویر و جنب و کافر و متضمخ بزعفران وغیرہ پر استدلال کرنا غیر ممکن ہے ایسا ہی احادیث عدم دخول ملائکہ سے نجاست کلب پر تمسک کرنا ناجائز اور احادیث امر بغسل اناء کے دلالت کرنے میں تو ضعف کا ہونا ظاہر ہے، ہاں نجاست لعاب کلب پر یہ حدیثیں البتہ دال ہیں نہ اس کے عین کی نجاست پر۔ اور حدیث ابی ہریرہ کا جواب اوّلاً تو یہ دیتا ہے کہ مولانا الہداد جونپوری نے حاشیہ ہدایہ میں اور دمیری نے حیوۃ الحیوان میں نقل کیا ہے اور کہا ہے یعنی دمیری نے کہ اس حدیث کو امام احمد اور دارقطنی اور حاکم اور بیہقی نے حدیث ابی ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے لیکن میں نے جو سنن دارقطنی اور مستدرک حاکم کی طرف مراجعت کی تو میں نے ان دونوں میں اس حدیث کو اس لفظ سے نہیں پایا بلکہ لفظ

کان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یأتی دار قوم من الانصار ودونہم دار فشق ذلک علیہم فقالوا یا رسول اللہ تأتی دار فلان ولا تأتی دارنا فقال

رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چند انصار کے گھروں میں تشریف لاتے تھے ان میں سے پیچھے کی جانب ایک گھر تھا ان پر یہ بات گراں گزری تو انہوں نے عرض کیا، یا رسول اللہ! آپ فلاں

---

[1] حیوۃ الحیوان الکبریٰ زیر لفظ الکلب مصطفی البابی حلبی مصر ۲/ ۲۹۰

[2] خلوق (ایک خاص قسم کی خوشبو) لگانے والا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم لان فی دارکم کلبا قالوا فان فی دارھم سنورا فقال النبی السنور سبع۔

کے گھر تشریف لاتے ہیں اور ہمارے گھر تشریف نہیں لاتے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اس لیے کہ تمہارے گھر کتا ہے۔ انہوں نے عرض کیا تو ان (فلاں) کے گھر بلی ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بلی ایک درندہ ہے۔ (ت)

کے ساتھ پایا تو اول تو صحیح اس کا وقف ہے اور دوسرے اسناد اس کی قوی نہیں۔

قال الحافظ ابن حجر فی التلخیص بعد ذکر الحدیث قال ابن ابی حاتم فی العلل سألت ابا زرعۃ عنہ فقال لم یرفعہ ابو نعیم وھو اصح وعیسٰی^ع لیس بالقوی قال العقیلی لایتابعہ علی ھذا الحدیث الا من ھو مثلہ او دونہ وقال ابن حبان خرج عیسٰی عن حد الاحتجاج ولما ذکرہ الحاکم قال ھذا الحدیث صحیح تفرد بہ عیسٰی عن ابی زرعۃ وھو صدوق لم یجرح قط ھکذا قال وقد ضعفہ ابوحاتم وابوداؤد وغیرھما وقال ابن الجوزی لایصح[2] انتھی ملخصا۔

حافظ ابن حجر عسقلانی نے تلخیص میں یہ حدیث ذکر کرنے کے بعد فرمایا ابن ابی حاتم نے علل میں فرمایا کہ میں نے اس حدیث کے بارے میں ابوزرعہ سے پوچھا تو انہوں نے فرمایا کہ ابونعیم نے اسے مرفوع ذکر نہیں کیا اور یہی زیادہ صحیح ہے۔ اور عیسٰی (راوی) قوی نہیں۔ عقیلی نے فرمایا اس حدیث میں ان کی متابعت وہی کرے گا جو اس کی مثل یا اس سے کم (درجہ میں) ہو۔ ابن حبان نے کہا، عیسٰی حجت کی حد سے نکل گیا (یعنی اس کی بات کو دلیل نہیں بنا سکتے) اور حاکم نے اس حدیث کا ذکر کرتے ہوئے کہا یہ حدیث صحیح ہے اس کو ابوزرعہ سے روایت کرنے میں عیسٰی منفرد ہیں اور وہ سچے ہیں ان پر کبھی جرح نہیں ہوئی۔ انہوں نے اسی طرح کہا (لیکن) ابوحاتم اور ابوداؤد کے علاوہ دوسروں نے اسے ضعیف قرار دیا، اور ابن جوزی نے کہا یہ صحیح نہیں انتہی ملخصا (ت)

اور تیسرے بر تقدیر اس کے رفع اور اس کے اسناد کی صحت کے اس کو اس لفظ سے نجاست کلب

ع: ھذا احد رواۃ ھذا الحدیث ۱۲م۔

اس حدیث کے راویوں میں سے ایک یہ ہیں۔ (ت)

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۲/ ۳۲۷

[2] التلخیص الحبیر فی تخریج احادیث الرافعی الکبیر باب بیان النجاسات المکتبۃ الاثریہ سانگلہ ہل ۱/ ۲۵

پر ہرگز دلالت نہیں ہاں بلی کے قتل کئے کے شیطان نہ ہونے پر البتہ اس کو دلالت ہے جیسا کہ بعض شارحین نے لکھا ہے اور تنبیہ کر رہا ہے کہ بر تقدیر اس کے اس لفظ کے ساتھ موجود ہونے اور اس کے رفع اور اس کے اسناد کی صحت کے نہیں ثابت ہوگی اس سے مگر نجاست اضافیہ یعنی کتے کا بہ نسبت بلی کے نجس ہونا نہ حقیقیہ کما لا یخفی علی من لہ طبع سلیم و ذھن مستقیم (جیسا کہ اس شخص پر مخفی نہیں جس کی فطرت سلیم اور ذہن ٹھیک ہے۔ ت) اور وہ مسلّم ہے بیشک بہ نسبت بلی کے کتا نجس ہے کیونکہ اس کا گوشت اور خون اور لعاب اور سور اور عرق ہمارے نزدیک نجس ہے بخلاف بلی کے، اور بحث اس کی نجاست عین سے ہے تو حدیث کو اس پر دلالت نہیں قدرِ ا۔ اور قول فقہا میں سے ان دونوں قولوں کا توجیہ جسے ہدایہ اور شرح نقایہ میں ہیں جواب یہ رہا کہ اول تو ان دونوں قولوں میں کلب کی نجاست کی نسبت لفظ صحیح بولا ہے اور ان اقوال میں جو میرے دلائل کے ہیں اس کے طاہر العین ہونے کی نسبت لفظ اقرب الی الصواب اور لفظ اصح کہا ہے وقد صرحوا بان لفظ الاصح اٰکد من الصحیح فیتبع ذلک کما صرح بہ فی رد المحتار[1] (فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ لفظ "اصح" لفظ "صحیح" سے زیادہ مؤکد ہے پس جس میں زیادہ تاکید ہے اس کی اتباع کی جائے جیسا کہ رد المحتار میں اس کی تصریح کی گئی ہے۔ ت)

اور دوم اگر ہم مساوات لفظ تصحیح کو بھی مان لیں تو فتوی تو اس کے طاہر العین ہونے پر ہے فیؤخذ بما علیہ الفتوی دون غیرہ (پس اسے اختیار کیا جائے جس پر فتوی ہے نہ کہ اس کے غیر کو۔ ت)

اور سوم اگر ہم اختلاف فتوی کو بھی تسلیم کریں تو تب بھی بوجہ قاعدہ اذا اختلف التصحیح و الفتوی فالعمل بما فی المتون اولٰی[2] (جب تصحیح اور فتوی میں اختلاف ہو تو جو کچھ متون میں ہے اس پر عمل کرنا اولی ہے۔ ت)، کے عمل ما فی المتون ہی پر کیا جائے گا۔

و لیس المراد بالمتون جمیع المتون بل المختصرات التی الفھا حذاق الائمۃ وکبار الفقہاء المعروفین بالعلم والزھد والعفۃ و الثقۃ فی الروایۃ کابی جعفر الطحاوی والکرخی والحاکم والشہید

متون سے مراد تمام متون نہیں بلکہ وہ مختصر کتب ہیں جن کو ماہر ائمہ اور فقہائے کبیرۃ العلم، زہد، عفت اور روایت میں ثقاہت کے ساتھ مشہور ہیں، نے تالیف کیا جیسے ابو جعفر طحاوی، کرخی، حاکم شہید، قدوری اور وہ لوگ جو ان جیسے

---

[1] الدر المختار علی حاشیۃ رد المحتار مطلب اذا تعارض التصحیح مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۰

[2] رد المحتار مطلب اذا تعارض التصحیح " " " ۱/۴۹

والقدوری ومن فی هذه الطبقة وقد کثر اعتماد المتأخرین علی الوقایة لبرهان الشریعة وکنز الدقائق لابی البرکات والمختار لابی الفضل ومجمع البحرین لمظفر الدین ومختصر القدوری لاحمد بن محمد وذلك لما علموا من جلالة مؤلفیها والتزامهم ایراد مسائل معتمد علیها واشهرها ذکرا واقولها اعتمادا الوقایة والکنز ومختصر القدوری وهی المراد بقولهم المتون الثلثة۔

نیں شامل ہیں متاخرین کا برہان الشریعۃ کے وقایہ، ابوالبرکات کی کنزالدقائق اور ابوالفضل کی المختار، مظفرالدین کی مجمع البحرین اور احمد بن محمد کی مختصر القدوری پر بہت زیادہ اعتماد ہے، اور یہ اس لیے کہ نہیں ان کتب کے مولفین کی جلالت علمی نیز قابل اعتماد مسائل ذکر کرنے کے التزام کا علم تھا۔ ان میں سے ذکر کے اعتبار سے زیادہ مشہور اور قول کے اعتبار سے زیادہ معتمد علیہ وقایہ، کنزالدقائق اور مختصر القدوری ہے اور فقہاء کرام کے قول متون سے یہی تین متون مراد ہیں۔ (ت)

تو ان سب میں علی الخصوص ان متون ثلثہ میں بجز اس کے طاہر العین ہونے کے اور کچھ نہیں ہے وللہ الحمد، اور اس کا جو کہ شرح وقایہ وغیرہ میں ہے یہ کہ اس قول میں کلب سے مراد کلب میت ہے حسن چلپی نے ذخیرۃ العقبٰی میں کہا ہے:

قوله واذا اسد کلب ای میت[1]

قولہ اور جب کتا (نہر کی چوڑائی) بند کردے یعنی مردہ کتا۔ (ت)

اور ایسا ہی سعایہ اور رعایہ میں بھی ہے اور شرح وقایہ کے اردو ترجمہ میں ہے کہ اگر مرا ہوا کتا رواں ندی میں پڑا ہو تو دونوں میں صحیح قول کس کا ہے اور بتقدیر زید کے قول کے صحیح ہونے کے اس کے استدلال اور جواب بھی صحیح ہیں یا نہیں اور نیز سن ہیں کہ بتقدیر کلب کی طہارت عین کی صحت کے یہ جو ردالمحتار میں نقل عن بدائع ہے:

قال مشایخنا من صلی وفی کمه جرو تجوز صلاته وقیده الفقیه ابو جعفر الهندوانی بکونه مشدود الفم[2]

ہمارے مشائخ نے فرمایا جس نے اس حال میں نماز پڑھی کہ اس کی آستین میں کتے کا بچہ تھا تو اس کی نماز جائز ہے فقیہ ابوجعفر ہندوانی نے قید لگائی ہے کہ اس کا منہ باندھا ہوا ہو۔ (ت)

اور نیز یہ جو اس میں نقل عن محیط ہے:

---

[1] ذخیرۃ العقبٰی فی شرح صدر الشریعۃ کتاب الطہارۃ مطبع نولکشور لکھنؤ ۱/۳۴
[2] ردالمحتار باب المیاہ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

صلی ومعه جرو کلب او ما لا یجوز الوضوء بسؤره قیل لم یجز والاصح انه ان کان فمه مفتوحا لم یجز لان لعابه یسیل فی کمه فینجس لو اکثر من قدر الدرهم ولو کان مشدودا بحیث لا یصل لعابه الیه تجوز به لان ظاهر کل حیوان طاهر ولا یتنجس الا بالموت ونجاسة باطنه فی معدنها فلا یظهر حکمها کنجاسة باطن المصلی۔[1]

کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس کتے کا بچہ یا وہ چیز تھی جس کے جھوٹے سے وضو جائز نہیں، تو کہا گیا (نماز) جائز نہیں لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس کا منہ کھلا ہوا ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کا لعاب آستین میں بہہ کر اسے ناپاک کردے گا جبکہ وہ ایک درہم سے زیادہ ہو، اور اگر اس کا منہ اس طرح بندھا ہوا ہو کہ اس کا لعاب نمازی کے کپڑے تک نہ پہنچے تو نماز جائز ہے کیونکہ ہر حیوان کا ظاہر پاک ہے اور وہ مرنے کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا، اندرونی نجاست اپنے اصل مقام پر ہے لہذا نمازی کے پیٹ کی نجاست کی طرح اس کا حکم بھی ظاہر نہ ہوگا۔ (ت)

اور نیز یہ جو اس میں خلاصہ عن الحلیہ ہے،

ولا شبهة ان اطلاق الجواز عند امن سیلان اللعاب[2] المانع قبل الفراغ من الصلاة۔

زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ مطلقاً جائز ہے جبکہ نماز سے فارغ ہونے سے پہلے پہلے اس قدر (لعاب) جاری ہونے سے بے خوف ہو جو مانع طہارت ہے۔ (ت)

بوجہ اس کے اس پر بقی کلب کی طہارت عین پر مبنی ہونے کے بدلیل المبنی علی الصحیح صحیح (جس کی بنیاد صحیح پر ہو وہ صحیح ہوتا ہے۔ ت) کے صحیح ہوگا یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد لله الذی اعطی کل شیئ خلقه ثم هدی فکان اصل کل شیئ طاهرا من القدوس الطاهر بدا وصلی الله تعالی علی السید الطیب الطاهر الذی میز

تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جس نے ہر چیز کو اس کے لائق صورت دی پھر اسے ہدایت دی، پس ہر چیز کی اصل پاک ہے کیونکہ وہ پاکیزہ طاہر ذات کی طرف سے ظاہر ہوئی، طیب و طاہر سردار پر

---

[1] رد المحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

[2] ایضاً

باربعین درهما وقضی فی کلب ماشیة بکبش ذکره ابن الملك اهـ۔

یہاں تک مروی ہے کہ ایک شخص نے شکاری کتا ہلاک کردیا تو آپ نے (اس کے خلاف) چالیس درہم کے ساتھ فیصلہ فرمایا اور جانوروں کی حفاظت کے لیے رکھے گئے کتے کے سلسلے میں ایک مینڈھا دینے کا فیصلہ فرمایا اسے ابن الملک نے ذکر کیا اھ (ت)

اقول ظاهره عزوه الی رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم وقد صرح به فی الاسرار والنهایة وذخیرة العقبٰی وغیرها من الشروح والاسفار فقالوا ان عبدالله بن عمرو بن العاص رضی الله تعالٰی عنهما روی عن رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم انه قضی فی کلب باربعین درهما ولکن ظنی ان المعروف وقفه فلیس قضی فی الموضعین علی البناء للمعمول قال الامام الاجل ابو جعفر فی شرح معانی الآثار نزول هذه الآیة بعد تحریم الکلاب وان هذه الآیة اعادت الجوارح المکلبین الی ما کانت علیه حلالا واذا صارت کذلك کانت فی سائر الاشیاء التی هی حلال فی حل امساکها واباحة اثمانها

اقول بظاہر یہ رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی طرف منسوب ہے اور اسرار، نہایہ، ذخیرۃ العقبٰی وغیرہ شروح اور بڑی بڑی کتب میں اس کی تصریح کرتے ہوئے کہا کہ حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہما نے رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا کہ آپ نے کتے کے سلسلے میں چالیس درہم کا فیصلہ فرمایا لیکن میرے خیال میں اس کا موقوف ہونا معروف ہے شاید دونوں جگہوں میں قضی بنا للمفعول ہے ــــ امام اجل ابوجعفر طحاوی رحمہ اللہ نے شرح معانی الآثار میں فرمایا کہ اس آیت کا نزول کتوں کو حرام قرار دینے کے بعد ہوا اور اس آیت نے سکھائے ہوئے شکاری کتوں کو دوبارہ حلت کی طرف لوٹا دیا یعنی ان کا روکنا ہر دو شکل حلال ہوگا، ان کی قیمت لینی جائز ہوگی اور ان میں سے

عــہ بعد کتابتی لهذا المحل رأیت المحقق حیث اطلق ذکر الحدیث فی الفتح عن الاسرار ثم قال هذا لایعرف الا موقوفا الخ ولله الحمد ۱۲ منه

اس جگہ کی کتابت کے بعد میں نے دیکھا کہ محقق علی الاطلاق نے اس حدیث کو فتح القدیر میں اسرار سے ذکر کیا ہے پھر فرمایا یہ حدیث نہیں پہچانی جاتی مگر موقوفاً الخ وللہ الحمد ۱۲ منہ (ت)

؎۱ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب الکسب وطلب الحلال مطبعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۶/ ۳۸

؎۲ ذخیرۃ العقبٰی علی شرح الوقایۃ مسائل شتّی من البیع مطبع منشی نولکشور کانپور ۳/ ۲۰۰

الخبیث من الطیب بنور الھدی وعلی آلہ الاطائب وصحبہ الطاھر وبارک وسلم دائما ابدا۔ قال احمد کلاب الباب النبوی احمد رضا المحمدی السنی الحنفی القادری البریلوی غفر اللہ لہ وحقق املہ ان قول زید اصح وارجح واحق بالقبول واوفق بالمنقول والمعقول ہے۔

جس نے نورِ ہدایت کے ساتھ ناپاک کو پاک سے جدا کردیا آپ کی پاکیزہ آل اور پاک صحابہ کرام پر اللہ تعالٰی کی رحمت، برکت اور سلامتی ہمیشہ ہمیشہ نازل ہو۔ سگِ بابِ نبوی احمد رضا محمدی، سنّی، حنفی، قادری، بریلوی، اللہ تعالٰی اس کی بخشش کرے اور اس کی امید کو ثابت و پختہ کرے (آمین)، نے کہا کہ زید کا قول زیادہ صحیح، راجح اور قبولیت کا زیادہ حق رکھتا ہے نیز معقول و منقول کے زیادہ موافق ہے (ت)

اور اس کے اکثر دلائل و جوابات صحیح و نجیح و قابلِ قبول فی الواقع ہمارے امام اعظم رضی اللہ عنہ کے مذہب میں یہ جانور سارے سباع کے مانند ہے کہ لعاب نجس اور عین طاہر، یہی مذہب صحیح و راجح و معتمد و مؤید بدلائل قرآن و حدیث و مختار و ماخوذ للفتوی عند جمہور مشائخ القدیم والحدیث ہے۔ کلام زید میں بقدر کفایت اس کی تفصیل مذکور و مسند خود کثیر الدور و معروف و مشہور [illegible] الجواب و کشف الصواب [illegible] کتابت متعددہ حدیث و فقہ ترجیح و تزییف میں اضافہ چند فائدہ زائدہ مسطور

اما الحدیث فنذکرہ ذکرا صحابیا ثم نورد تحقیق الروایۃ ثم نشیر الی تنقیح الدرایۃ

رہی حدیث تو ہم وہی ذکر کریں گے جو ہمارے اصحاب نے ذکر کیا پھر روایت کی تحقیق لائیں گے اس کے بعد درایت کی درستگی بیان کریں گے۔ (ت)

آثار حدیثیہ میں مروی کہ کلب مملوک کے قاتل پر ضمان لازم اور سگ شکاری کو عورت کا مہر مقرر کرسکتے ہیں۔

قال العلامۃ علی القاری علیہ رحمۃ الباری فی المرقاۃ کتاب البیوع باب الکسب تحت حدیث ابی مسعود الانصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نھی عن ثمن الکلب ما نصہ ھو محمول عندنا علی ما کان فی زمنہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم حین امر بقتلہ وکان الانتفاع بہ یومئذ محرما ثم رخص فی الانتفاع بہ حتی روی انہ قضی فی کلب صید قتلہ رجل

علامہ علی قاری، ان پر اللہ تعالٰی کی رحمت ہو، نے مرقاۃ کے کتاب البیوع، باب الکسب میں حضرت ابو مسعود انصاری رضی اللہ تعالٰی عنہ کی حدیث کہ "رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتّے کی قیمت وصول کرنے سے منع فرمایا" کے تحت فرمایا "جو کچھ انہوں نے ذکر کیا وہ ہمارے نزدیک اس پر محمول ہے جو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں تھا جب آپ نے اسے مار دینے کا حکم دیا اور ان دنوں اس سے نفع حاصل کرنا حرام تھا پھر اس سے انتفاع کی اجازت دے دی

وضمان متلفها ما اتلفوا منها كغيرها و قد روى في ذلك عمن بعد النبي صلى الله تعالى عليه وسلم حدثنا يونس ثنا ابن وهب قال سمعت ابن جريج يحدث عن عمرو بن شعيب عن ابيه عن جده عبد الله بن عمرو انه قضى في كلب صيد قتله رجل باربعين درهما وقضى في كلب ماشية بكبش اھ ثم اسند عن ابن شهاب الزهري انه قال اذا قتل الكلب المعلم فانه يقوم قيمته فيغرمه الذي قتله ثم عن محمد بن يحيى بن حبان الانصاري قال كان يقال يجعل في الكلب الضاري اذا قتل اربعون درهما[1] اھ وفي عمدة القاري للعلامة البدر محمود العيني عن عثمٰن رضي الله تعالى عنه انه اجاز الكلب الضاري في المهر وجعل على قاتله عشرين من الابل[2] ذكره ابو عمر في التمهيد

جو کچھ ضائع کیا گیا، ضائع کرنے والے پر اس کی ضمان ہوگی جیسا کہ دوسرے جانوروں میں ہوتا ہے (یہ مطلب نہیں کہ تو وہ اس کا کھانا حلال ہوگیا) اس سلسلے میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بعد والوں (صحابہ کرام و تابعین) سے بھی روایات مروی ہیں۔

ہم (امام طحاوی) سے یونس نے بیان کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے ابن وہب نے بیان کرتے ہوئے کہا کہ میں نے ابن جریج سے سنا وہ عمرو بن شعیب سے وہ اپنے باپ سے اور وہ ان کے دادا (عبد اللہ بن عمرو) سے روایت کرتے ہیں کہ ایک شکاری کتے کو کسی نے ہلاک کردیا تو انھوں نے اس کے بدلے میں چالیس درہموں کا فیصلہ فرمایا اور جانوروں کی حفاظت کرنے والے کتے کے بارے میں ایک مینڈھے کا فیصلہ کیا اھ۔ پھر (امام طحاوی) نے ابن شہاب زہری کا قول نقل کیا انھوں نے فرمایا: جب معلم کتا ہلاک کیا جائے تو اس کی قیمت معین کرکے قاتل تاوان ادا کرے — پھر محمد بن یحیٰی بن حبان کا قول نقل کیا فرماتے ہیں کہا جاتا تھا کہ جب کوئی شخص شکاری کتے کو ہلاک کرے تو اس کے بدلے میں چالیس درہم مقرر کیے جائیں اھ — علامہ بدر الدین عینی محمود کی عمدۃ القاری میں ہے حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ انھوں نے مہر میں شکاری کتا دینا جائز قرار دیا ہے اور اس کے قاتل پر بیس اونٹ تاوان رکھا ہے، اسے ابو عمر نے تمہید میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

ت احادیث سے کلب کا مال متقوم ہونا ثابت اور ظاہر کہ نجس العین مال متقوم نہیں تو واجب کہ طاہر العین ہو

ولذا حمل التنصيص في الدر مبنيا على القول

اسی لیے درمختار میں اس کی ضمان مقرر کرنے کے لیے

---

[1] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/ ۲۵۱

[2] عمدۃ القاری شرح البخاری " ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۱۲/ ۵۹

بالطھارۃ حیث قال لیس الکلب بنجس العین عند الامام وعلیہ الفتوٰی فیباع ویؤجر ویضمن[1] الخ قال الشامی ھذہ الفروع بعضہا ذکرت احکامہا فی الکتب ھکذا وبعضہا بالعکس والتوفیق بالتخریج علی القولین کما بسطہ فی البحر[2] الخ۔

طہارت کے قول کو بنیاد بنایا گیا ہے، جب انہوں نے فرمایا کہ امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک کتا نجس عین نہیں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے لہذا اسے بیچا جاسکتا ہے اُجرت پر دیا جاسکتا ہے اور اس کی ضمان بھی (واجب) ہوگی الخ علامہ شامی نے فرمایا، ان فروع میں سے بعض کے احکام، کتب میں اس طرح ذکر کیے گئے ہیں اور بعض کے بالعکس، اور ان کے درمیان مطابقت دونوں پر تخریج کی صورت میں ہوسکتی ہے جیسا کہ البحرالرائق میں اس کو تفصیل سے بیان کیا ہے الخ

اقول وانتظر ما نذکرہ فی جواز البیع ومنہ تعرف۔

اقول جو کچھ ہم بیع کے جواز میں ذکر کریں گے اس کا انتظار کرو اور جستجو کرو گے جان لو گے (ت)

واما الفقہ فنقول نقول کثیرۃ بثیرۃ شتیتۃ فی کتب المذہب متونا وشروحا وفتاوٰی۔

رہا فقہ کے بارے، تو ہم کہتے ہیں کتب مذہب میں چاہے وہ متون شروح ہوں یا فتاوٰی، ان میں اس مسئلہ کا بکثرت ذکر ہے۔ (ت)

مختصر قدوری و ہدایہ و وقایہ و نقایہ و مختار و کنز و وافی و اصلاح و دررالایضاح و ملتقی و تنویر وغیرہا عامہ متون میں تصریح صریح ہے کہ،

کل اھاب دبغ فقد طھر الا جلد الخنزیر والاٰدمی[3]

خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے علاوہ جس چمڑے کو بھی دباغت دی جائے وہ پاک ہوجاتا ہے (ت)

اس کلیہ سے صرف یہی دو استثنا فرماتے ہیں استثنائے کلب کا اصلاً پتا نہیں دیتے ولہذا علامہ زین بن نجیم نے بحرالرائق پھر علامہ حسن شرنبلالی نے غنیہ ذوی الاحکام میں تبعاً للمحقق علی الاطلاق فی الفتح فرمایا،

الذی یقتضیہ عموم ما فی المتون کالقدوری والمختار والکنز طہارۃ عینہ لعدم استثنائہ

متون مثلاً المختصر القدوری، المختار و کنز الدقائق کا عموم اسی بات کا متقاضی ہے کہ اس (کتے) کا عین پاک

---

[1] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸
[2] ردالمحتار " " ۱/۱۳۹
[3] المختصر للقدوری کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجیدی کانپور ص ۷

ما یوجب نجاستها فوجب الحکم بتصحیح عدم نجاستها[١]۔

ہے اور ایسی کوئی چیز معارض نہیں جو اس کی نجاست کو واجب کرتی ہو لہٰذا اس کی طہارت کا زیادہ حق ہونا ثابت ہوا۔ (ت)

علامہ سید ابو السعود ازہری نے فتح اللہ المعین میں فرمایا:

قوله وکل اهاب مقتضی هذه الکلیة طهارة جلد الکلب بالدباغ بناء علی ماهو المصحح به من انه لیس بنجس العین[٢]۔

اس کا قول "وکل اھاب" (اور ہر چمڑا) ایک ایسا کلیہ ہے جس کے مطابق کتے کا چمڑا بھی دباغت کے ذریعے پاک ہوجاتا ہے اس کی بنیاد وہ مصحح قول ہے کہ یہ نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں حکم قبل بیان کرکے فرمایا:

وکذا الکلب اعتمادا علی ما علیه الفتوی من طهارة عینه وان رجح بعضهم النجاسة[٣]۔

کتے کا بھی یہی حکم ہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ اس کی طہارت ذاتی پر فتوٰی ہے اگرچہ ان (فقہائے کرام) میں سے بعض نے نجاست کو ترجیح دی ہے۔ (ت)

امام ابوالبرکات عبداللہ نسفی کافی شرح وافی میں فرماتے ہیں:

الکلب لیس بنجس العین لانه ینتفع به حراسة واصطیادا فکان کالفهد فیطهر بالدباغ[٤]۔

کتا نجس عین نہیں ہے کیونکہ حفاظت اور شکار کے لیے اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے لہٰذا وہ چیتے کی طرح ہے پس دباغت سے پاک ہوجائے گا۔ (ت)

اسی طرح مستخلص الحقائق[٥] میں ہے۔

امام زیلعی تبیین الحقائق[٦] پھر علامہ شرنبلالی غنیہ میں فرماتے ہیں:

فی الکلب روایتان بناء علی انه نجس العین اولا والصحیح انه لا یفسد ما لم یدخل

اس بنیاد پر کہ کتا نجس عین ہے یا نہیں اس کے بارے میں دو روایتیں ہیں، صحیح یہ ہے کہ (پانی وغیرہ) خراب

---

[١] فتح القدیر باب الماء الذی یجوز به الوضوء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۸۳

[٢] فتح اللہ المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۷۱

[٣] ایضاً

[٤] کافی شرح وافی

فانہ لانہ لیس بنجس العین[1]

نہیں کرتا جب تک منہ نہ ڈالے کیونکہ وہ نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

ملتقی الابحر اور اس کی شرح مجمع الانہر میں ہے:

(كل اهاب دبغ فقد طهر الا جلد الآدمي لكرامته والخنزير لنجاسة عينه، واختلف في جلد الكلب والصحيح انه يطهر[2])

(ہر چمڑا جسے دباغت دی جائے پاک ہوجاتا ہے مگر آدمی کا چمڑا اس کی عزت اور خنزیر کا چمڑا اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے پاک نہیں ہوتا) کتے کے چمڑے میں اختلاف ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

نقایہ اور اس کی شرح جامع الرموز میں ہے:

(كل اهاب دبغ طهر الا جلد الخنزير والآدمي) في الاكتفاء رمز الى ان الكلب يطهر به خلافا للمصححين على كونه نجس العين كما في الزاهدي والاول الصحيح كما في التحفة[3]

(جس چمڑے کو دباغت دی جائے پاک ہوجاتا ہے سوائے خنزیر اور آدمی کے چمڑے کے) ان دونوں پر اکتفاء کرنے میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ دباغت سے کتے کا چمڑا پاک ہوجاتا ہے اس میں مصححین کا اختلاف ہے جیسا کہ زاہدی میں ہے۔ پہلا قول صحیح ہے جیسا کہ تحفہ میں ہے۔ (ت)

نور الایضاح اور اس کی شرح مراقی الفلاح میں ہے:

تنزح (بوقوع خنزير ولو خرج حيا ولم يصب فمه الماء) لنجاسة عينه (و) تنزح (بموت كلب) قيد بموته فيها لانه غير نجس العين على الصحيح[4]

خنزیر کے گرنے سے سارا پانی نکالا جائے اگرچہ زندہ نکل آئے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو کیونکہ وہ نجس عین ہے، اور کتے کے مرنے سے تمام پانی نکالا جائے، اس کے ساتھ موت کی قید اس لیے لگائی ہے کہ صحیح قول کے مطابق یہ نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

علامہ احمد مصری اس کے حاشیہ میں فرماتے ہیں:

---

[1] غنیۃ ذوی الاحکام برحاشیہ الدرر الحکام مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ فی دار السعادۃ ۱/ ۲۷
[2] مجمع الانہر شرح ملتقی الابحر فصل فی ابحاث الماء داراحیاء التراث العربی بیروت ۱/ ۳۲
[3] جامع الرموز کتاب الطہارۃ المکتبۃ الاسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/ ۵۴
[4] مراقی الفلاح علی حاشیۃ الطحطاوی فصل فی مسائل الآبار نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۱

هو قول الامام رضی اللّٰه تعالٰی عنه وعندهما نجس العین کالخنزیر والفتوی علی قول الامام وان صحح قولهما کما فی الدر عن ابن الشحنة[1]۔

امام اعظم رحمہ اللہ کا یہی قول ہے جبکہ صاحبین کے نزدیک یہ خنزیر کی طرح نجس عین ہے، فتوٰی امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر ہے اگرچہ صاحبین کے قول کو ترجیح دی گئی ہے جیسا کہ درمختار میں ابن الشحنہ سے منقول ہے۔ (ت)

علامہ محقق محمد محمد ابن امیر الحاج حلیہ[2] میں فرماتے ہیں:

کون الکلب لیس بنجس العین هو الصحیح۔

کتے کے نجس عین نہ ہونے کو ترجیح حاصل ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

قد سلف مرارا انه القول الراجح[2]۔

بارہا گزر چکا ہے کہ اسی قول کو ترجیح ہے۔ (ت)

یہی قول امام صدر[3] شہید کا مختار ہے،

کما فی الطحطاوی عن الدر وفی الحلیة عن الذخیرة عن شرح الطحاوی ان الکلب لیس بنجس العین[3] هو اختیار الصدر الشهید۔

جیسا کہ درمختار کی شرح طحطاوی میں اور حلیہ میں ذخیرہ کے حوالے سے شرح طحاوی سے منقول ہے کہ کتا نجس عین نہیں ہے، صدر الشہید کا مختار قول یہی ہے۔ (ت)

اسی میں تحفۃ الفقہاء، امام علاء الدین سمرقندی و بدائع[4] امام ملک العلماء ابوبکر مسعود کاشانی رحمہم اللہ تعالٰی سے ہے:

الصحیح انه لیس بنجس العین[4]۔

صحیح بات یہ ہے کہ یہ نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

اسی میں ہے:

وفی موضع آخر من البدائع وهذا اقرب القولین الی الصواب الیه مال ومشی علیه غیر واحد من المشایخ[5]۔

بدائع میں دوسرے مقام پر ہے کہ یہ قول صحت کے زیادہ قریب ہے اور اکثر مشائخ نے یہی راہ اختیار کی ہے۔ (ت)

---

[1] حاشیۃ طحطاوی علی المراقی فصل فی مسائل الآبار نور محمد کارخانہ کراچی ص ۲۱
[2] حلیہ ابن امیر الحاج
[3] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر المختار باب المیاہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۱۱۳
[4] بدائع الصنائع فصل فی الطہارۃ الحقیقیۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۶۳
[5] " " فصل اما بیان المقدار الذی الخ " " " ۱/۷۴

علامہ ابراہیم حلبی غنیہ شرح منیہ میں فرماتے ہیں:

الذی تقتضیہ الدرایۃ عدم نجاسۃ عینہ لما قال صاحب الہدایۃ ولعدم الدلیل علی نجاسۃ العین والاصل عدمہا والدلیل الدال علی نجاسۃ سؤرہ لا یقتضی نجاسۃ عینہ[1]۔

درایت کا تقاضا یہ ہے کہ اس کا عین ناپاک نہیں جیسا کہ صاحبِ ہدایہ نے فرمایا نیز اس کے نجس ہونے پر کوئی دلیل نہیں اور اصل چیز عدم ہے اور وہ دلیل جو اس کے جُھوٹے کے ناپاک ہونے پر دلالت کرتی ہے وہ اس کے نجس عین ہونے کی مقتضی نہیں ہے۔ (ت)

صغیری[2] میں فرمایا:

جرو الکلب اذا جلس علیہ بنفسہ فعلی الروایۃ الصحیحۃ ینبغی ان تجوز صلاتہ لانہ غیر حامل للنجاسۃ[2] اھ ملخصًا۔

اگر اس (نمازی) پر کتے کا بچہ خود بخود بیٹھ جائے تو صحیح روایت کے مطابق مناسب ہے کہ اس کی نماز جائز ہو کیونکہ وہ نجاست اٹھائے ہوئے نہیں اھ ملخصًا (ت)

علامہ شرنبلالی تیسیر[3] المقاصد شرح نظم الفرائد میں فرماتے ہیں:

الکلب لیس بنجس العین فی الاصح[3]۔

اصح قول کے مطابق کتا نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

حاشیۃ الطحطاوی علی الدر میں ہے:

علی القول بان الکلب لیس بنجس العین لا ینجسہ اذا لم یصل فمہ الماء وھو الاصح[4]۔

اس قول کی بنیاد پر کہ کتا نجس عین نہیں ہے وہ پانی (وغیرہ) کو ناپاک نہیں کرے گا جب تک اس کا منہ پانی تک نہ پہنچے، یہی زیادہ صحیح ہے۔ (ت)

اُسی میں کتاب التجنیس[5] والمزید علامہ برہان الدین المرغینانی سے ہے: انہ الاصح[5] (یہی زیادہ صحیح ہے۔ ت) بزازیہ میں اسی سے یوں ہے: ھو الصحیح[6] (وہی صحیح ہے۔ ت) نیز وجیز میں جامع صغیر

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی البئر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۹
[2] صغیری شرح منیۃ المصلی فصل فی الآسار مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۰۰
[3] تیسیر المقاصد شرح نظم الفرائد
[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدر باب المیاہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/ ۱۱۷
[5] " " " " " " " " ۱/ ۱۱۳
[6] فتاوٰی بزازیۃ علی حاشیۃ فتاوٰی ہندیۃ السادس فی ازالۃ النجاسۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۳

سے ہے:

جلدہ یطھر بالدباغ عندنا۔[1]

ہمارے نزدیک اس کا (کتے کا) چمڑا دباغت سے پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

اُسی میں نصاب سے ہے:

ان کان الجرو مشدود الفم تجوز اھ یعنی صلاۃ حاملہ۔[2]

اگر کتے کے بچے کا منہ باندھا ہوا ہو تو (نماز) جائز ہے اھ یعنی اُسے اٹھانے والے کی نماز جائز ہے۔ (ت)

مجموعہ علامہ انقروی میں ہے:

سنہ لیس بنجس[3] (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ ت)

اسی میں بحوالہ قنیہ امام اجل ابونصر دبوسی سے ہے:

طین الشارع ومواطئ الکلاب فیہ طاھر الا اذا رأی عین النجاسۃ قال وھو الصحیح من حیث الروایۃ وقریب من المنصوص عن اصحابنا۔[4]

راستے کا کیچڑ اور اس میں کتوں کی گزرگاہ پاک ہے مگر جب اس میں عین نجاست دیکھے۔ فرمایا روایت کے اعتبار سے یہی صحیح ہے اور ہمارے اصحاب کی تصریح کے قریب ہے۔ (ت)

اسی طرح طریقہ محمدیہ میں مجمع الفتاوی سے ہے۔ خلاصہ میں ہے:

لو صلی فی عنقہ قلادۃ فیہ من کلب او ذئب تجوز صلاتہ۔[5]

اگر کسی آدمی نے نماز پڑھی اور اس کی گردن میں ایک ہار تھا جس میں کتے یا بھیڑیئے سے کوئی چیز تھی (مثلاً بال وغیرہ) تو اس کی نماز جائز ہے (ت)

اسی طرح اس مذہب مہذب کی تصحیح و ترجیح اور اس پر جزم و اعتماد و بناء و تفریع شراح ہدایہ مثل

---

۱ فتاوی بزازیہ علی حاشیۃ فتاوی ہندیہ السادس فی ازالۃ النجاسۃ نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲۱

۲ " " " السابع فی الجنس " " "

۳ فتاوی انقرویہ کتاب الطہارۃ دارالاشاعۃ العربیۃ قندھار افغانستان ۱/۳

۴ " " " " " "

۵ خلاصۃ الفتاوی الفصل السابع مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۳

علامہ قوام الدین کاکی و علامہ سغناقی صاحب نہایہ وغیرہما وعقد الفوائد شرح نظم الفرائد للعلامۃ ابن الشحنہ و امام اسبیجابی شارح مختصر طحاوی و ذخیرہ و توشیح شرح الہدایہ للعلامۃ السراج الہندی و تجرید و عمدۃ المفتی وغیرہا سے ثابت

بحرالرائق میں ہے:

صححه فی الهدایة طهارة عینه وتبعه شارحوها کالاتقانی والکاکی والسغناقی۔[1]

ہدایہ میں اس کی ذاتی طہارت کو صحیح قرار دیا گیا ہے اور اس کے شارحین جیسے اتقانی، اکاکی اور سغناقی نے بھی اس کی پیروی کی ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

وقد صرح فی عقد الفوائد شرح منظومة ابن وهبان بان الفتوی علی طهارة عینه۔[2]

ابن وہبان کی منظوم شرح عقد الفوائد میں تصریح کی گئی ہے کہ فتوٰی اس کی ذاتی طہارت پر ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

قال القاضی الاسبیجابی واما الکلب یحتمل الذکاة والدباغة فی ظاهر الروایة خلافا لما روی الحسن۔[3]

قاضی اسبیجابی نے کہا ظاہر روایت کے مطابق کتّا ذبح اور دباغت کا احتمال رکھتا ہے یہ حسن کی روایت کے خلاف ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

ذکر فی سراج الوهاج معزیا الی الذخیرة ان سن الکلب طاهرة وان سن الآدمی نجسة لان الکلب یقع علیه الذکاة بخلاف الخنزیر والآدمی اھ ولا یخفی ان هذا کله علی القول بطهارة عینه لانه علله بکونه یطهر بالذکاة۔[4]

السراج الوہاج میں ذخیرہ کے حوالے سے ذکر کیا گیا کہ کتّے کے دانت پاک ہیں اور آدمی کے دانت ناپاک ہیں کیونکہ کتّے کو ذبح کیا جاسکتا ہے بخلاف خنزیر اور آدمی کے اھ مخفی نہیں کہ یہ تمام باتیں اس کی ذاتی طہارت کے قول کی بنیاد پر ہیں کیونکہ انہوں نے اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ وہ ذبح کے ساتھ پاک ہوجاتا ہے۔ (ت)

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱
[2] ″ ″ ″ ″ ″ ″
[3] ″ ″ ″ ″ ″ ″ /۱۰۲
[4] ″ ″ ″ ″ ″ ۱/۱۰۳

اُسی میں ہے:

ذکر السراج الھندی فی شرح الھدایۃ معزیا الی التجرید ان الکلب لو اتلفہ انسان ضمنہ ویجوز بیعہ وتملیکہ وفی عمدۃ المفتی لو استأجر الکلب یجوز[1]۔

السراج الہندی نے ہدایہ کی شرح میں تجرید کی طرف منسوب کرتے ہوئے ذکر کیا کہ اگر کوئی شخص کسی کتے کو مار ڈالے تو ضامن ہوگا اور اس کا بیچنا اور اس کا مالک بنانا جائز ہے۔ عمدۃ المفتی میں ہے کتا اُجرت پر لینا جائز ہے۔ (ت)

اس کے حاشیہ منحۃ الخالق میں نہر الفائق سے ہے:

القول بطہارۃ عینہ ھو الاصح[2] نھر ملخصا۔

اس کے طاہر عین ہونے کا قول ہی زیادہ صحیح ہے اھ تلخیص

مرقاۃ[3] میں زیرِ حدیث اذا دبغ الاھاب فقد طھر (جب چمڑے کو دباغت دی جائے تو وہ پاک ہوجاتا ہے۔ ت)

علامہ ابن ملک سے نقل فرمایا:

ھذا بعمومہ حجۃ علی الشافعی فی قولہ جلد الکلب لایطھر بالدباغ واستثنی من عمومہ الآدمی تکریما لہ والخنزیر لنجاسۃ عینہ[4]۔

یہ حدیث اپنے عموم کے ساتھ امام شافعی رحمہ اللہ کے اس قول میں کہ کتے کا چمڑا دباغت سے پاک نہیں ہوتا ان کے خلاف حجت ہے، عموم کی وجہ سے آدمی کو اس کی عزت واحترام کے پیش نظر اور خنزیر کو اس کے نجس عین ہونے کی وجہ سے مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ (ت)

یہ پچاس ہیں ان میں اگرچہ ضمناً ہدایہ و دُرمختار و اتقانی و عراقی و نہر کا بھی ذکر آیا مگر یہ کلام زید میں معدود ہوچکی تھیں لہذا انہیں شمار نہ کیا۔

وانما لم نعد السراج الوھاج لانہ وان نقل عن الذخیرۃ ما مر لکنہ ذکر ان جلد الکلب نجس وشعرہ طاھر ھو المختار اھ وھذا قول ثالث وکرہ الولوالجی وغیرہ واعتمدہ العقیبہ

ہم سراج وہاج کو شمار نہیں کیا کیونکہ اگرچہ اس نے ذخیرہ سے نقل کیا جیسا کہ گزر گیا لیکن اس نے ذکر کیا کہ کتے کا چمڑا ناپاک اور اس کے بال پاک ہیں۔ یہی مختار ہے اھ۔ یہ تیسرا قول ہے جسے ولوالجی وغیرہ نے ذکر کیا۔ (ت)

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

[2] منحۃ الخالق علی البحر " " " " ۱/۱۰۲

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ فصل اول من باب تطہیر النجاسات مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۷۰

[4] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲

ابو اللیث فی فتاواہ وحکاہ فی العیون عن ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی ان الکلب اذا دخل الماء فانتفض فاصاب ثوبا افسدہ ولو اصابہ مطر لا لان فی الاول اصاب الماء جلدہ وجلدہ نجس وفی الثانی شعرہ وشعرہ طاھر[1] لیس فیہ ان القائلین بنجاسۃ العین متفقون علی طہارۃ الشعر کما ظنہ البحر حیث قال بعد ذکر طہرہ لایخفی ان ھذا علی القول بنجاسۃ عینہ ویستفاد منہ ان الشعر طاھر علی القول بنجاسۃ عینہ لما ذکرہ فی السراج الوھاج[2] اھ ثم قال بعد کلام طویل علم بما قررناہ انہ لایدخل فی قول من قال بنجاسۃ عین الکلب الشعر بخلاف قولھم بنجاسۃ عین الخنزیر[3] الخ و تبعہ الشرنبلالی ثم الدر ثم ابو السعود و ھذا نظم الدر لاخلاف فی نجاسۃ لحمہ وطہارۃ شعرہ[4] اھ قال السید العلامۃ فی رد المحتار یفھم من عبارۃ السراج ان القائلین بنجاستہ عینہ اختلفوا فی طہارۃ شعرہ والمختار الطہارۃ وعلیہ یستقیم ذکر الاتفاق لکن ھذا مشکل لان

فقیہ ابو اللیث نے اپنے فتاوٰی میں اس پر اعتماد کیا اور عیون میں امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ کتا جب پانی میں داخل ہو کر اپنے آپ کو جھاڑے اور اس سے کپڑے پر چھینٹے پڑ جائیں تو کپڑے کو ناپاک کر دے گا اور اگر اسے بارش پہنچے تو کپڑا خراب نہیں ہوگا، کیونکہ پہلی صورت میں پانی اس کے چمڑے کو پہنچا اور اس کا چمڑا ناپاک ہے جبکہ دوسری صورت میں پانی اس کے بالوں کو پہنچا اور اس کے بال پاک ہیں۔ اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس کے نجس عین ہونے کا قول کرنے والے بالوں کی طہارت پر متفق ہیں جیسا کہ صاحب بحرالرائق نے گمان کیا جب اس کی طہارت کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ بات اس کے نجس عین ہونے کے قول پر مبنی ہے اور اس سے مستفاد ہے کہ نجاست ذاتی کا قول کرنے کی صورت میں بھی بال پاک ہیں، جیسا کہ سراج وہاج میں ذکر کیا گیا اھ ـــ پھر طویل کلام کے بعد فرمایا اس چیز سے جس کو ہم نے ثابت کیا، معلوم ہوا کہ جو شخص کتے کے نجس عین ہونے کا قائل ہے اس کے قول میں بال داخل نہیں بخلاف ان کے اس قول کے کہ خنزیر نجس عین ہے (یعنی اس کے بال بھی ناپاک ہیں) الخ شرنبلالی پھر درمختار اور ابو السعود نے اس کی اتباع کی

---

[1] درر شرح غرر قبیل فصل بئر مطبعۃ احمد کامل الکائنہ فی دار سعادۃ ۱/۲۳
[2] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲
[3] البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳
[4] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸

نجاسة عينه تقتضي نجاسة جميع اجزائه ولعل ما في السراج محمول على ما اذا كان ميتا لكن ينافيه ما مر عن الولوالجية نعم قال في المنح وفي ظاهر الرواية اطلق ولم يفصل اى انه لو انتفض من الماء فاصاب ثوب انسان افسده سواء كانت البلل وصل الى جلده اولا وهذا يقتضي نجاسة شعره فتأمل اھ[1]

درمختار کی عبارت یہ ہے کہ اس کے گوشت کے ناپاک اور بالوں کے پاک ہونے میں کوئی اختلاف نہیں اھ سیّد علامہ (ابن عابدین) نے ردالمحتار میں فرمایا سراج کی عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی ذاتی نجاست کے قائلین کا اس کے بالوں کی طہارت میں اختلاف ہے اور مختار، طہارت ہے اور اسی پر ذکر اتفاق کی بنیاد ہے۔ لیکن یہ مشکل ہے کیونکہ اس کا نجس عین ہونا تمام اجزا کی نجاست کا تقاضا کرتا ہے اور شاید جو کچھ سراج میں ہے وہ اس کے مُردہ ہونے کی صورت پر محمول ہو لیکن جو کچھ ولوالجیہ سے گزرا ہے وہ اس کے منافی ہے ہاں المنح میں فرمایا "اور ظاہر روایت میں مطلق ہے تفصیل سے بیان نہیں کیا یعنی اگر وہ پانی سے نکل کر اپنے آپ کو جھاڑے اور پانی انسان کے کپڑے کو لگ جائے تو اسے ناپاک کر دے گا برابر ہے رطوبت اس کے چمڑے تک پہنچے یا نہ، اور یہ بات اس کے بالوں کی نجاست کا تقاضا کرتی ہے پس غور کرو اھ (ت)

اقول فيه بحث من وجوه.

اقول اس میں کئی وجوہ سے بحث ہے:

الاول ضمير هو المختار في عبارة السراج كما يحتمل رجوعه الى كل من نجاسة الجلد وطهارة الشعر كذلك الى الكل اعني المجموع من حيث هو مجموع فيكون المعنى ان قول القائل بان جلده نجس وشعره طاهر هو المختار ودونه قول من يقول بطهارة الجميع وح يكون التصحيح ناظرا الى هذا القول الثالث ولا يفهم خلافا بين قائلي النجاسة

اول سراج کی عبارت میں "ھو المختار" کی "ھو" ضمیر جیسے "نجاسۃ الجلد" اور "طہارۃ الشعر" میں سے ہر ایک کی طرف رجوع کا احتمال رکھتی ہے اسی طرح وہ کل یعنی مجموعے کی طرف اس حیثیت سے کہ وہ دونوں کا مجموعہ ہے لوٹنے کا احتمال بھی رکھتی ہے۔ پس معنی یہ ہوگا کہ قائل کا قول "اس کا چمڑا ناپاک اور بال پاک ہیں" یہی مختار ہے نہ اس کا قول جو دونوں کی طہارت کا قائل ہے اور اس وقت تصحیح اس تیسرے قول کی طرف

---

[1] ردالمحتار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۹

الثانی ظاهر کلامی البحر والدر لایدخل ولاخلاف نکرتهما نکرة او فی معناه داخلین تحت النفی فظن نفی الخلاف اصلا وآب عن البناء علی روایة دون اخری ولاحاجة الیه علی ما قررنا عبارة السراج کما تری۔

الثالث لا غرو فی حمل الکلب علی المیت الغیر المذکی والجلد علی غیر المدبوغ فربما تترك امثال القیود اعتمادا علی معرفتها فی مواضعها ولذا لما قال فی المنیة وفی البقالی قطعة جلد کلب التزق بجراحة فی الرأس یعید ما صلی بها[1] فسره العلامة الشارح ابرهیم الحلبی هکذا جلد کلب ای غیر مدبوغ ولا مذکی یعید ما صلی به ای بذلك الجلد اذا کان اکثر من قدر الدرهم وحده او بانضمام نجاسة اخری وهذا ظاهر[2] اهـ وح لا ملجئ لحمل کلام السراج الی قول نجاسة العین کما افاد

متوجہ ہوگی اور نجاست (کتے کے نجس عین ہونے) کے قائلین کے درمیان بالوں کی طہارت میں اختلاف نہیں سمجھا جائے گا۔

دوم البحرالرائق اور درمختار کا ظاہر کلام "لایدخل" اور "لاخلاف" نکرہ یا اس کے حکم میں ہیں جو نفی کے تحت داخل ہوکر اختلاف کی بالکل نفی کرتا ہے اور اس بات سے انکار کرتا ہے کہ یہ ایک روایت پر مبنی ہو دوسرے پر نہ ہو اور اس کی حاجت بھی نہیں جیسا کہ ہم نے سراج کی عبارت سے ثابت کیا جس طرح تم دیکھ رہے ہو۔

سوم کتے سے مراد غیر مذبوح اور چمڑے سے بغیر دباغت چمڑا مراد لینا تعجب خیز بات نہیں کیونکہ بعض اوقات امثال قیود کو ان کے مقام میں حصول معرفت پر اعتماد کرتے ہوئے چھوڑ دیا جاتا ہے اسی لئے جب منیہ نے کہا کہ بقالی میں ہے کتے کے چمڑے کا ٹکڑا سر میں زخم کے ساتھ چپٹ گیا تو پڑھی گئی نمازیں لوٹائے اور علامہ شارح ابراہیم حلبی نے اس کی وضاحت یوں کی کہ ایسے کتے کا چمڑا یعنی جسے دباغت نہ دی گئی ہو اور نہ اس (کتے) کو ذبح کیا گیا اس چمڑے کے ساتھ جو نماز پڑھی ہے اسے لوٹائے جبکہ وہ تنہا (چمڑا) ایک درہم سے زائد ہو یا اس کے ساتھ دوسری نجاست ملی ہوتی ہو اور یہ ظاہر ہے اھ اس وقت سراج کے کلام میں نجاست عین

---

[1] منیۃ المصلی — فصل الآسار — مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور — ص ۱۵۸

[2] غنیۃ المستملی — فصل فی الآسار — مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۱۹۱

هو رحمه الله تعالى ولا يعكر عليه منافاته لما ذكر الولوالجي كما لا يخفى فانه وان نافاه فقد وافق الاصح الارجح وليس السراج ههنا في بيان كلام الولوالجي حتى يجب التوافق بينهما۔

الرابع هب ان نجاسة العين تقتضي نجاسة جميع الاجزاء لكن لقائل ان يقول لا بدع في استثناء الشعر الا ترى ان الخنزير نجس العين باتفاق مذهب اصحابنا الثلثة رضي الله تعالى عنهم ومع ذلك محمد يقول بطهارة شعره في الخلاصة من الفصل السابع من كتاب الطهارة شعر الخنزير اذا وقع في البئر على الخلاف عند محمد لا ينجس لان حل الانتفاع يدل على طهارته وعند ابي يوسف ينجس لانه نجس العين ويجوز الخرز به للضرورة اه[1] وفي الغرر للمولى خسرو شعر الميتة طاهر وكذا شعر الخنزير عند محمد قال في الدرر لضرورة استعماله فلا ينجس الماء بوقوعه فيه وعند ابي يوسف نجس فينجس الماء اه[2]

کے قول کی طرف اشارہ نہیں ہوگا جیسا کہ انہوں (صاحبِ بحر) نے بتایا اور نہ ہی ان پر یہ الزام ہوگا کہ یہ ولوالجی کے کلام کے منافی ہے جیسا کہ مخفی نہیں کیونکہ وہ اگر اس کے منافی ہو تب بھی یہ اس کے موافق ہے جسے ترجیح دے کر اصح قرار دیا گیا ہے اور سراج یہاں ولوالجی کے کلام کے درپے نہیں کہ ان دونوں کے درمیان موافقت واجب ہو۔

چہارم عین نجاست کا تمام اجزاء کی نجاست کا مقتضی ہونا مسلّم ہے لیکن قائل کہہ سکتا ہے کہ بالوں کا استثناء کوئی نئی بات نہیں، کیا تم نہیں دیکھتے کہ ہمارے تینوں اصحاب (احناف) رضی اللہ عنہم خنزیر کے نجس عین ہونے پر متفق ہیں لیکن اس کے باوجود امام محمد رحمہ اللہ اس کے بالوں کی طہارت کے قائل ہیں، خلاصہ میں طہارت کی ساتویں فصل میں ہے کہ خنزیر کے بال کنویں میں گر جائیں تو اس میں اختلاف ہے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک پانی ناپاک نہیں ہوگا کیونکہ انتفاع کا جائز ہونا اس کی طہارت پر دلالت کرتا ہے امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ناپاک ہو جائے گا کیونکہ وہ نجس عین ہے اور اس کے ساتھ سلائی کرنا ضرورت کے تحت جائز ہے۔ مولی خسرو کی غرر میں ہے کہ مردار کے بال پاک ہیں، اسی طرح امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک خنزیر کے بال بھی پاک ہیں، الدرر میں "ضرورتِ استعمال کے لیے" فرمایا۔ پس اس کے

---

[1] خلاصۃ الفتاوی فصل سابع من کتاب الطہارۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۳۴

[2] درر شرح غرر قبیل فصل بئر مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ فی دار سعادۃ ۱/۲۴

اقول حاصل التعلیل ان الضرورۃ اوجبت اباحۃ استعمالہ ثم اذا ثبتت الاباحۃ ثبتت الطہارۃ لان الشیئ اذا ثبت ثبت بلوازمہ وجواب ابی یوسف رحمہ اللہ تعالٰی انما ثبت لضرورۃ تقدر بقدرھا وانت تعلم ان ما بین البرھانین فلاجرم ان صححہ فی البدائع ورجحہ فی الاختیار وجعلہ فی الدر ھو المذھب وبما قررنا ماصلام لدیك الجواب عما اورد علیہ السید العلامۃ ابو السعود الازھری فی حاشیۃ الکنز حیث زعم ان محمدا اباح الانتفاع بہ مطلقا ولو من دون ضرورۃ وجعل مقتضی قول النھر طھرہ محمد وعلیہ الفتوی وقول من قال انہ فی زماننا استغنی عنہ فینبغی ان لا یجوز استعمالہ عند الکل لانعدام الضرورۃ قائلا فیہ نظر لان محمدا لم یقصر جواز استعمالہ علی الضرورۃ ورد علی الدر تعلیلہ بالضرورۃ بان لو کانت کذلك لقال ان الماء القلیل ینجس بوقوعہ فیہ لعدم الضرورۃ ولیس کذلك ولان صریح قولہ فی النھر واثر الخلاف یظھر فیما لو صلی ومعہ من شعر الخنزیر مایزید علی الدرھم اووقع فی الماء القلیل یاباہ وبما قررناہ

گرفت پانی ناپاک نہیں ہوگا۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک وہ نجس ہے پس پانی بھی ناپاک ہوجائیگا۔ (ت)

اقول اس علت کا حاصل یہ ہے کہ ضرورت نے اس کے استعمال کی اباحت ثابت کردی پھر جب اباحت ثابت ہوگئی تو طہارت بھی ثابت ہوگئی تو طہارت بھی ثابت ہوگئی کیونکہ جو چیز بھی ثابت ہوتی ہے وہ اپنے تمام لوازم کے ساتھ ثابت ہوتی ہے، امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا جواب یہ ہے کہ جو چیز ضرورت کے تحت ثابت ہوتی ہے اس کا اندازہ ضرورت کے حساب سے لگایا جاتا ہے اور تم جانتے ہو کہ اس کی دلیل واضح ہے لہذا بدائع میں اسے صحیح قرار دیا، الاختیار میں اسے ترجیح دی اور درمختار میں اسی کو مذہب قرار دیا اور جس طرح ہم نے درمختار کا کلام بیان کیا اس سے اس اعتراض کا جواب واضح ہوگیا جو اس پر سید علامہ ابو السعود الازہری نے حاشیہ کنز میں نقل کیا جب یہ خیال کیا کہ امام محمد رحمہ اللہ نے اس سے مطلق انتفاع جائز قرار دیا ہے اگرچہ بغیر ضرورت ہو اور نہر الفائق کے قول (امام محمد نے اسے پاک قرار دیا) کو ابو السعود ازہری نے اسی کا مقتضی قرار دیا اور اسی پر ان کے قول کے رد کی بنا ہے جو کہتے ہیں کہ ہمارے زمانے میں اس کی ضرورت نہیں لہذا چاہئے کہ سب کے نزدیک اس کا استعمال جائز نہ ہو کیونکہ ضرورت بھی نہیں رہی۔

ابو السعود نے "فیہ نظر" کہہ کر اس پر اعتراض کیا کیونکہ امام محمد رحمہ اللہ

يظهر ما في الدرر من المنافاة حيث علل طهارته عند محمد بضرورة الاستعمال ثم فرع عليه ان الماء لا ينجس بوقوعه فيه[1] اھ۔

نے اس کے استعمال کا جواز ضرورت پر منحصر نہیں کیا اور الدرر نے جو ضرورت کو اس کی تعلیل قرار دیا ہے ابو السعود نے اس کو بھی رد کر دیا کہ اگر ایسا ہوتا تو وہ کہتے اس کے گرنے سے تھوڑا پانی ناپاک ہو جاتا ہے کیونکہ ضرورت معدوم ہے حالانکہ ایسا نہیں نیز نہر میں ان کا صریح قول کہ اختلاف کا اثر اس صورت میں ہی ظاہر ہوگا جب وہ نماز پڑھے اور اس کے پاس ایک درہم سے زیادہ خنزیر کے بال ہوں یا وہ تھوڑے پانی میں گریں اس طرح کی تعلیل کا انکار کرتا ہے اور جو کچھ ہم نے ثابت کیا وہ الدرر میں پائی جانے والی منافات کو ظاہر کرتا ہے جب انہوں نے امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک ضرورت استعمال کو اس کی طہارت قرار دیا پھر اس پر تفریع کہا کہ اس کے گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا اھ (ت)

اقول ولعلك اذا تأملت فيما القينا عليك علمت ان هذا كله في غير محله وحاشا محمد ان يبيح الانتفاع به بلا ضرورة مع قول الله تعالٰى فانه رجس وانما الامر ما بينا انه اباح للضرورة ومن ضرورة الاباحة سقوط النجاسة واذا سقطت جازت الصلاة ولم يفسد الماء فمحمد اعتبر مكان الضرورة ولم يعتبر خصوص محلها وابو يوسف اعتبر الامرين جميعا وهو الصحيح لاجرم نص في البرهان شرح مواهب الرحمٰن ان رخص محمد الانتفاع بشعره لثبوت الضرورة عنده في ذلك ومنعه لعدم تحققها لقيام غيره مقامه[2] اھ

اقول شاید جب آپ اس پر غور کریں جو ہم نے تمہارے سامنے پیش کیا تو جان لے کہ یہ سب کچھ اپنے محل پر نہیں ہے ہرگز ایسا نہیں ہو سکتا کہ امام محمد رحمہ اللہ بلا ضرورت اس سے انتفاع جائز قرار دیں حالانکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "پس بیشک یہ ناپاک ہے" بات وہی ہے جو ہم نے بیان کی کہ آپ نے ضرورت کے تحت جائز قرار دیا اور اباحت سے نجاست کا ساقط ہو جانا لازم ہے جب نجاست ساقط ہوگئی تو نماز جائز ہوگی اور پانی خراب نہ ہوا، پس امام محمد رحمہ اللہ نے وقتِ ضرورت کا اعتبار کیا ہے محلِ مخصوص کا نہیں کیا، اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ نے دونوں باتوں کے مجموعہ کا اعتبار کیا ہے اور یہی صحیح ہے۔ یقیناً برہان شرح

---

[1] فتح المعین کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۳

[2] حاشیہ طحطاوی علی مراقی الفلاح فصل یطہر جلد المیتۃ کارخانہ تجارت کراچی ص ۹۰

مواہب الرحمٰن میں اسی بات کی تصریح کی ہے کہ امام محمد رحمہ اللہ کا اس کے بالوں سے انتفاع کی اجازت دینا اس ضرورت کی بنیاد پر ہے جو اس سلسلے میں ان کے ہاں ثابت ہوئی اور شیخین نے منع کیا کیونکہ ان کے نزدیک ضرورت ثابت نہیں کیونکہ دوسری چیز اس کے قائم مقام ہے اھ (ت)

نقله ط في حاشية المراقي وقال في الغنية شعر الخنزير لما ابيح الانتفاع به للخرز ضرورة قال محمد انه لو وقع في الماء لا ينجسه[1] اھ وقال العلامة عبد العلي البرجندي في شرح النقاية اطلاق الشعر يدل على ان شعر الخنزير ايضا طاهر لا يفسد الماء ولا يمنع حمله في الصلاة وهو قول محمد وذلك لضرورة حاجة الناس الى استعماله في الخرز وعند ابي يوسف نجس لان الخنزير نجس العين كذا في الكافي واما عظم الخنزير فنجس اتفاقا لانه لا ضرورة في استعماله كما في الشعر[2] اھ۔

اسے امام طحطاوی نے مراقی الفلاح کے حاشیہ میں نقل کیا اور غنیہ میں فرمایا کہ جب ضرورت کے تحت خنزیر کے بالوں سے سلائی کے لیے نفع حاصل کرنا جائز قرار دیا گیا تو امام محمد رحمہ اللہ نے فرمایا اگر وہ پانی میں گر جائیں تو اسے ناپاک نہیں کریں گے اھ علامہ عبدالعلی برجندی نے شرح نقایہ میں فرمایا مطلق بالوں کا ذکر اس بات پر دلالت کرتا ہے کہ خنزیر کا بال بھی پاک ہے نہ وہ پانی کو خراب کرتا ہے اور نہ ہی نماز میں اس کا اٹھانا نقصان دہ ہے۔ امام محمد رحمہ اللہ کا یہی قول ہے اور یہ اس لیے کہ لوگوں کو سلائی کے لیے اس کے استعمال کی ضرورت پیش آتی ہے۔ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ناپاک ہے کیونکہ خنزیر نجس عین ہے، جیسا کہ کافی میں ہے لیکن خنزیر کی ہڈی بالاتفاق ناپاک ہے کیونکہ بالوں کی طرح ہڈی کے استعمال کی ضرورت پیش نہیں آتی اھ (ت)

فانظر كيف نصوا جميعا ان تطهير محمد مبني على الضرورة فظهر سقوط كل ما ذكر هذا السيد العلامة رحمه الله تعالى واستبان ان لا حجة لهم في قول النهر ولا منافاة بين قولي النهر وانه عند وجود الضرورة يجب وفاق

پس دیکھو کس طرح تمام فقہاء نے بیان فرمایا کہ امام محمد رحمہ اللہ کا اسے پاک قرار دینا ضرورت کی بنیاد پر ہے پس جو کچھ اس سید علامہ (ابوالسعود) رحمہ اللہ نے ذکر کیا اس کا ساقط ہونا ظاہر ہوا۔ اور واضح ہوا کہ نہر کے قول میں ان کے لیے کوئی حجت نہیں اور نہ ہی

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الانجاس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۴۶
[2] شرح النقایۃ للبرجندی کتاب الطہارۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۲۸

الکل علی التحریم والتنجیس کما افادہ العلامۃ المقدسی وتبعہ العلامۃ نوح افندی ومن بعدہ وھو الذی نعتقدہ فی دین اللہ سبحٰنہ وتعالٰی وبہ ظھر الجواب عن ھذا البحث بل لاضرورۃ فی شعر الکلب فعلی قائل النجاسۃ العمل بقضیتھا ثم رأیت البرجندی صرح بہ حیث قال انا قد ذکرنا ان الکلب نجس العین عند بعضھم فینبغی ان یکون شعرہ کذٰلک عندھم اذ لا ضرورۃ فی استعمالہ اھ۱؎

الخ کے دونوں قولوں کے درمیان منافات ہے نیز ضرورت کے زائل ہونے کی صورت میں اس کی حرمت و نجاست پر سب کا اتفاق ہے جیسا کہ علامہ مقدسی کے کلام سے اس بات کا فائدہ حاصل ہوا، اور علامہ نوح آفندی اور ان کے بعد والوں نے ان کی اتباع کی اور دینِ خداوندی میں ہم بھی اسی بات کا اعتقاد رکھتے ہیں اور اسی کے ساتھ اس بحث کا جواب بھی ظاہر ہوگیا بلکہ کتے کے بالوں کی ضرورت نہیں پڑتی پس نجاست کے قائل کو اس کے فیصلہ پر عمل کرنا ہوگا، پھر میں نے برجندی میں اس کی تصریح دیکھی جب انہوں نے فرمایا کہ ہم نے بعض کے نزدیک کتے کے نجس عین ہونے کا ذکر کیا ہے پس مناسب ہے کہ ان کے نزدیک اس کے بال بھی ناپاک ہوں کیونکہ اس کے استعمال کی ضرورت نہیں اھ (ت)

الخامس ماعزاہ للخانیۃ مذکور ایضا فی الخانیۃ واعتمدہ واشار الی تضعیف التفصیل حیث قال ما نصہ الکلب اذا خرج من الماء وانتفض فاصاب ثوب انسان افسدہ قیل انکان ذٰلک من ماء المطر لایفسدہ الا اذا اصاب المطر جلدہ وفی ظاھر الروایۃ اطلق ولم یفصل اھ۲؎ وقد صرح فی خزانۃ المفتین برمز ق لقاضی خان ان شعر الخنزیر او الکلب اذا وقع فی الماء یفسدہ لانہ نجس العین۳؎ لکن لقائل ان یقول

پنجم جو کچھ انہوں نے خانیہ کی طرف منسوب کیا ہے وہ خانیہ میں بھی مذکور ہے انہوں نے اس پر اعتماد کیا اور تفصیل کے ضعف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "کہ کتا جب پانی سے نکل کر اپنے آپ کو جھاڑے اور وہ کسی انسان کے کپڑے کو لگ جائے تو اسے ناپاک کر دے گا کہا گیا کہ اگر یہ بارش کے پانی سے ہو تو اسے ناپاک نہیں کریگا مگر جب کہ بارش اس کے چمڑے تک پہنچ جائے اور ظاہر روایت میں اطلاق ہے تفصیل نہیں ہے اھ اور خزانۃ المفتین میں "ق" کے ساتھ قاضی خان کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اس سے

۱؎ شرح النقایہ للبرجندی کتاب الطہارۃ نولکشور لکھنؤ ۱/۴۸
۲؎ فتاوٰی قاضی خان فصل فی النجاسۃ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۱
۳؎ " " " فصل فیما یقع فی البئر " " " " ۱/۶

اذ بنیتم حکایۃ الوفاق علی الروایۃ المختارۃ للسراج فلا وجہ للرد علیہ بروایۃ اخری نعم لو ذکر ما ذکرنا عن الخانیۃ وبین ان الترجیح قد اختلف وان التنجیس ظاھر الروایۃ فوجب اختیارہ وسقط الحکم بالوفاق معتمدا علی اختیار السراج لکان وجیھا وبعد اللتیا والتی فحکایۃ الوفاق مدخولۃ لاشک لاجرم ان صرح فی متن الغرر بالتثلیث فقال والکلب نجس العین وقیل لا وقیل جلدہ نجس وشعرہ طاھر اھ[1]۔

نقل کیا کہ خنزیر یا کُتّے کے بال پانی میں گر جائیں تو اُسے خراب کردیتے ہیں کیونکہ وہ نجس عین ہے لیکن کوئی قائل کہہ سکتا ہے کہ جب تم نے سراج کی مختار روایت پر حکایتِ اتفاق کی بنیاد رکھی ہے تو دوسری روایت کے ساتھ اسے رَد کرنے کی کوئی وجہ نہیں ہے ہاں اگر وہ اس بات کا ذکر کرتے جو ہم نے خانیہ سے (نقل کرتے ہوئے) ذکر کی ہے اور بیان کرتے کہ ترجیح مختلف ہے اور ظاہر روایت کے مطابق اسے ناپاک قرار دیا ہے لہذا اسے اختیار کرنا واجب ہے اور سراج کے اختیار کے مطابق جس اتفاق کا حکم دیا گیا ہے وہ ساقط ہے تو اس بات کا کوئی وقار ہوتا، مختصر اور طویل گفتگو کے بعد اتفاق کی بات محلِ نظر ہوگئی۔ بلاشک وشبہہ غرر کے متن میں تثلیث کی تصریح کرتے ہوئے کہا "اور کتا نجس عین ہے" کہا گیا کہ نہیں ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ اس کا چمڑا ناپاک ہے بال پاک ہیں۔ اھ (ت)

واما الترجیح فاقول بوجوہ

ترجیح: میں اس سلسلے میں کئی طرح سے گفتگو کروں گا۔

اولاً یہی قول امام ہے کما قدمہ السائل عن الدر المختار وقدمناہ عن القھستانی والطحطاوی۔

اول: یہی قول امام ہے جیسا کہ سائل نے اس سے پہلے درمختار سے نقل کیا ہے، اور ہم نے قہستانی اور طحطاوی سے (نقل کرتے ہوئے) اس سے پہلے بیان کیا ہے (ت)

نظم الفرائد میں ہے:[2]

وعندھما عین الکلاب نجاسۃ وطاھرۃ قال الامام المطھر

اور ان دونوں (صاحبین) کے نزدیک کتے کا عین ناپاک ہے، اور امام پاک (ابوحنیفہ رحمہ اللہ) نے فرمایا پاک ہے۔ (ت)

---

[1] درر شرح غرر فصل بئر دون عشر فی عشر مطبعۃ احمد کامل الکائنۃ فی دار سعادۃ ۱/ ۲۳

[2] نظم الفرائد

حلیہ میں ہے :

مشی علیه فی الحاوی القدسی[1]

حاوی قدسی میں یہی راہ اختیار کی ہے (ت)

اسی میں ہے :

فی النهایة وغیرها عن المحیط الکلب اذا وقع فی الماء فاخرج حیا ان اصاب فمه یجب نزح جمیع الماء وان لم یصب فمه الماء فعلی قولهما یجب نزح جمیع الماء وعلی قول ابی حنیفة لایجب وقال هذا اشارة الی ان عین الکلب لیس بنجس[2]

نہایہ وغیرہ میں محیط سے نقل کیا کہ کتا جب پانی میں گر جائے اور زندہ نکال لیا جائے اگر اس کا منہ پانی تک پہنچا ہے تو تمام پانی نکالا جائے، اور اگر منہ پانی تک نہیں پہنچا تو صاحبین کے قول پر تمام پانی نکالا جائے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک کوئی حرج نہیں اور فرمایا کہ یہ اس طرف اشارہ ہے کہ کتا نجس عین نہیں (ت)

اسی طرح تجرید القدوری میں ہے[3] کما نقله عنه ایضا فی الحلیة (جیسے کہ انہوں نے اسے حلیہ میں بھی ان سے نقل کیا۔ ت)

بحر الرائق میں ہے :

قال فی القنیة برامز لمجد الائمة وقد اختلف فی نجاسة الکلب والذی صح عندی من الروایات فی النوادر والامالی انه نجس العین عندهما وعند ابی حنیفة لیس بنجس العین[4]

قنیہ میں مجد الائمہ کے حوالے سے بتایا کہ کتے کے نجس ہونے میں اختلاف ہے اور نوادر و امالی کی روایات میں جو میرے نزدیک صحیح ثابت ہے کہ صاحبین کے نزدیک نجس عین ہے اور امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ کے نزدیک نجس عین نہیں ہے۔ (ت)

اور کچھ روایتیں امام محمد سے بھی اس کے موافق آئیں :

فی الحلیة عن الخانیة عن الناطفی انه اذا وصل

حلیہ میں بحوالہ خانیہ ناطفی سے نقل کیا ہے کہ جب کسی نے

---

[1] حلیہ شرح منیۃ المصلی

[2] ایضاً

[3] تجرید القدوری

[4] البحر الرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲

على جلد كلب او ذئب قد ذبح جازت صلاته[1]

مذبوح کتے یا بھیڑیے کی کھال پر نماز پڑھی تو اس کی نماز جائز ہے۔ (ت)

بحرالرائق میں عقد الفوائد سے ہے:

لایخفی ان ھذہ الروایۃ تفید طھارۃ عینہ عند محمد اھ[2]

مخفی نہیں کہ یہ روایت امام محمد رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی ذاتی طہارت کا فائدہ دیتی ہے۔ (ت)

منیہ میں ہے:

روی عن محمد امرأۃ صلت وفی عنقہا قلادۃ علیہا سن اسد او ثعلب او کلب جازت صلاتہا اھ[3] قال شارحہا العلامۃ ابرھیم کون الروایۃ عن محمد لاینافی کونہا اتفاقیۃ ففی الفتاوی ذکرھا مطلقا والدلیل یدل علیہ[4]

حضرت امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہے ایک عورت نے گلے میں ایسا ہار ڈال کر نماز پڑھی جس میں شیر، لومڑی یا کتے کے دانت (جڑے ہوئے) تھے تو اس کی نماز جائز ہے اھ اس کے شارح ابراہیم نے فرمایا اس روایت کا امام محمد رحمہ اللہ سے مروی ہونا اس کے اتفاقی ہونے کے منافی نہیں فتاوٰی میں اسے مطلقاً ذکر کیا ہے اور دلیل بھی اس پر دلالت کرتی ہے۔ (ت)

اقول نعم اطلقہا فی الخانیۃ والخلاصۃ والولوالجیۃ وغیرھا وقد اسمعناک نص الخلاصۃ وھو بعینہ لفظ الخانیۃ والولوالجی عزاہ لہ فی الحلیۃ لکن الاطلاق لایدل علی الاتفاق فربما یطلق المطلق ما یختارہ وان کانت ھناک خلافات عدیدۃ وربما انی کتبت علی ھامشہ

اقول ہاں خانیہ، خلاصہ اور ولوالجیہ وغیرہ نے اس کو مطلق ذکر کیا ہے ہم نے تمہیں خلاصہ کی عبارت سنائی تھی خانیہ کے الفاظ بھی بعینہ یہی ہیں اور حلیہ میں اسے ولوالجی کی طرف منسوب کیا گیا ہے لیکن اطلاق، اتفاق پر دلالت نہیں کرتا بسا اوقات اپنے مختار کو مطلق قرار دیا جاتا ہے اگرچہ وہاں متعدد اختلافات ہوتے ہیں میرا خیال ہے کہ میں نے اس کے

---

[1] حلیۃ المحلی شرح منیۃ المصلی

[2] البحرالرائق — کتاب الطہارۃ — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ۱/۱۰۲

[3] منیۃ المصلی — فصل فی النجاسۃ — مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور — ص ۱۱۰

[4] غنیۃ المستملی — " — " سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۱۵۵

ما نصہ۔ اقول کیف تکون اتفاقیة مع ان المنقول من الثانی المشهور عن الثالث نجاسة عین الکلب وقد صححه جماعة وان کان الاصح المعتمد المفتی به هی الطهارة[1] اھ نعم هو صحیح بالنسبة الی ما عدا الکلب من السباع المذکورة وامثالها۔

حاشیے پر لکھا ہے جس کی عبارت یہ ہے۔ **اقول** (میں کہتا ہوں) یہ کیسے اتفاقی ہوگا حالانکہ ثانی سے منقول اور ثالث سے مشہور ہے کہ کتا نجس عین ہے۔ ایک جماعت نے اس کی تصحیح کی اگرچہ زیادہ صحیح معتمد علیہ اور مفتی بہ طہارت ہی ہے اھ ہاں یہ کتے کے علاوہ دیگر مذکورہ درندوں اور ان کی امثال کی طرف نسبت کرتے ہوئے صحیح ہے۔ (ت)

بلکہ امام ابو یوسف رحمۃ اللہ تعالیٰ سے بھی بعض فروع اسی طرف جاتی ہیں۔

وقد قرأنا علیك عن الانقروی عن الزاهدی عن الدبوسی فی مواضع الکلاب فی الطیبات طهارتها هی الروایة الصحیحة وقریب النصوص عن اصحابنا وهذه کتب المذهب طافحة بتصریح جواز بیع الکلب وحل ثمنه وانما ذکروا الخلف فی بیع العقور فعن محمد جوازه وعن ابی یوسف منعه واطلاق الاصل یؤید الاول وعلیه مشی القدوری وغیره وصحح شمس الائمة الثانی فقال انما لایجوز بیع الکلب العقور الذی لایقبل التعلیم وقال هذا هو الصحیح من المذهب[2] کما نقله فی الفتح لاجرم ان قال حافظ الحدیث والمذهب الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار بعد ما حقق حل اثمان

ہم نے بواسطہ انقروی اور زاہدی، دبوسی سے نقل کرتے ہوئے کپڑوں میں کتوں کی گزرگاہ کے بارے میں تمہیں بتایا ہے کہ اس کا پاک ہونا ہی صحیح روایت ہے اور ہمارے اصحاب سے منصوص روایات کے قریب ہے، اور یہ کتب مذہب کتے کی خرید و فروخت کے جواز اور اس کی قیمت حلال ہونے سے متعلق تصریح سے بھری پڑی ہیں، البتہ کاٹنے والے کتے کے بارے میں ان کا اختلاف ہے۔ پس امام محمد رحمہ اللہ سے اس کا جواز اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ سے عدم جواز منقول ہے۔ اصل (مبسوط) کا اطلاق پہلی بات کی تائید کرتا ہے قدوری وغیرہ نے یہی اختیار کیا ہے جبکہ شمس الائمہ نے دوسری بات کو صحیح قرار دیتے ہوئے فرمایا کاٹنے والا کتا جو تعلیم کو قبول نہیں کرتا اس کی خرید و فروخت جائز نہیں، اور فرمایا کہ صحیح مذہب یہی ہے جیسا کہ فتح القدیر میں اسے نقل کیا ہے یقیناً حافظ مذہب کے

---

[1] البحرالرائق، کتاب الطہارۃ، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

[2] فتح القدیر، مسائل منثورہ من باب البیع، مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۶/۳۰۵

الکلب هذا قول ابی حنیفة و ابی یوسف و محمد رحمة الله تعالٰی علیهم اجمعین[1] اھ وقال فی البحر اما بیعه وتملیکه فهو جائز هکذا نقلوا واطلقوا لکن ینبغی ان یکون هذا علی القول بطهارة عینه اما علی القول بالنجاسة فهو کالخنزیر فبیعه باطل فی حق المسلمین کالخنزیر[2] اھ فینقدح منه وفاقهم جمیعا علی قضیة الطهارة من جراء تلک الروایات۔

ف: امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں کتے کی قیمت کے حلال ہونے کے بارے میں تحقیق فرمانے کے بعد فرمایا امام ابوحنیفہ، امام ابویوسف اور امام محمد رحمہم اللہ تعالٰی تمام کا یہی قول ہے اھ بحرالرائق میں فرمایا کہ اس کتے کی بیع اور تملیک جائز ہے، اسی طرح فقہائے کرام نے نقل کیا اور مطلقاً بیان کیا لیکن مناسب ہے کہ یہ بات اس کی عینی طہارت کے قول پر ہو لیکن نجاست کے قول پر وہ خنزیر جیسا ہوگا، لہٰذا مسلمانوں کے حق میں خنزیر کی طرح اس کی خرید وفروخت بھی باطل ہے اھ پس ان روایات کے پیش نظر سب کا طہارت کے فیصلہ پر اتفاق معلوم ہوگا۔ (ت)

اقول لکن افاد فی الفتح منع توقف جواز البیع علی طهارة العین وانما یعتمد جوازه جواز الانتفاع الاتری ان السرقین والعذرة لما جاز الانتفاع بهما جاز بیعهما وقد قال فی الهدایة مجیبا عن استدلال الشافعی علی حرمة بیع الکلب بانه نجس العین ولا نسلم نجاسة العین ولو سلم فیحرم التناول دون البیع[3] اھ فان عدتم تابعا ان حل الانتفاع ایضا یعتمد طهارة العین فان الخنزیر لما کان نجس العین لم یجز الانتفاع به بوجه من الوجوه بذلك علله فی

اقول لیکن فتح القدیر سے اس بات کا فائدہ حاصل ہوتا ہے کہ جواز بیع، طہارت عین پر موقوف نہیں بلکہ اس کا جواز، جواز انتفاع پر مبنی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ گوبر اور مینگنی سے جب نفع حاصل کرنا جائز ہے تو ان کی خرید وفروخت بھی جائز ہے۔ کتے کی بیع حرام ہونے پر امام شافعی رحمہ اللہ کے استدلال کہ وہ نجس عین ہونے کی وجہ سے حرام ہے، کا جواب دیتے ہوئے ہدایہ میں فرمایا ہم نجاست عین تسلیم نہیں کرتے اور اگر تسلیم کر بھی لیں تو اس کا کھانا حرام ہے، خرید وفروخت حرام نہیں اھ اگر تم یہ کہتے ہوئے اعتراض کرو کہ انتفاع کا جائز ہونا بھی تو طہارت عین پر مبنی ہے کیونکہ جب

---

[1] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۵۰
[2] البحر الرائق کتاب الطہارۃ " " " ۱/۱۰۳
[3] الہدایۃ مسائل منثورہ من کتاب البیوع مطبوعہ مطبع یوسفی لکھنؤ ۳/۱۰۳

عامة الکتب نعم یجوز الاستمتاع بنجس العین علی سبیل الاستھلاك وھذا ھو الثابت فی شرعنا کما افادہ فی الھدایة ونقلہ فی البحر[1] قلت نعم ھذا یصلح دلیلا لاصل المدعی اعنی الطھارة اما جعلہ وجھا لتخصیص جواز البیع بقول الطھارة فکلا کیف وحل الاستمتاع بالکلب لطریق الاصطیاد مجمع علیہ قطعا لما نطق بہ النص الکریم فمعنی جواز البیع ثابت عند الکل وان انکر الصاحبان مبنی المبنی اعنی الطھارة کما انکر الشافعی فرع المبنی اعنی جواز البیع فافھم۔

خنزیر نجس عین ہے تو کسی طرح اس سے انتفاع جائز نہیں۔ عام کتب میں اس کی یہی علت بیان کی ہے ہاں نجس عین کو ہلاک کرکے اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے۔ یہی بات ہماری شریعت میں بھی ثابت ہے، جیسا کہ ہدایہ میں اس بات کا فائدہ دیا اور اسے البحرالرائق نے نقل کیا۔ میں کہتا ہوں ہاں یہ اصل مدعی یعنی طہارت کی دلیل ہوسکتی ہے لیکن اسے طہارت کے قول پر جواز بیع کی تخصیص کے لیے سبب قرار دینا ہرگز صحیح نہیں اور یہ کیسے ہوسکتا ہے حالانکہ کتے سے شکار کے طریقے پر نفع حاصل کرنا جائز ہے اور یہ قطعی طور پر متفق علیہا مسئلہ ہے کیونکہ اس کو قرآن کریم نے بیان کیا ہے پس جواز بیع کی بنیاد سب کے نزدیک ثابت ہے اگرچہ صاحبین اس بنیاد کی بنیاد یعنی طہارت کا انکار کرتے ہیں جیسا کہ امام شافعی رحمہ اللہ نے اس بنیاد کی فرع یعنی جواز بیع کا انکار کیا ہے۔ پس اسے سمجھو۔ (ت)

اور معلوم ومقرر ہے کہ کلام الامام امام الکلام علما فرماتے ہیں قول امام پر افتا لازم ہے اگرچہ صاحبین خلاف پر ہوں نہ کہ جب صاحبین سے بھی روایات اُن کے موافق آئی ہوں۔

اللھم الا لضرورة او ضعف دلیل وقد علم انتفاؤھما ھھنا۔

اے اللہ! مگر ضرورت یا ضعف دلیل کی وجہ سے اور یقیناً یہاں ان دونوں کا نہ ہونا معلوم ہے (ت)

بحرالرائق وفتاوٰی خیریہ وحاشیہ طحطاویہ علی الدرالمختار وردالمحتار میں ہے:

واللفظ للعلامة الرملی المقرر ایضا عندنا انہ لایفتی ولا یعمل الا بقول الامام الاعظم ولا یعدل عنہ الی قولھما او قول احدھما او غیرھما الا لضرورة من ضعف دلیل او تعامل بخلافہ کالمزارعة

اور الفاظ علامہ رملی کے ہیں ہمارے نزدیک یہی ثابت ہے کہ صرف امام اعظم رحمہ اللہ کے قول پر فتوی دیا جائے گا اور عمل کیا جائیگا اس سے صاحبین یا ان میں سے کسی ایک یا کسی دوسرے کے قول کی طرف بغیر ضرورت متوجہ نہیں ہوں گے ضرورت جیسے کمزور دلیل یا اس کے خلاف

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارة ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

وان صرح المشایخ بان الفتوی علی قولھما لانہ صاحب المذھب والامام المقدم سہ
اذا قالت حذام فصدقوھا
فان القول ماقالت حذام[1]

تعامل کا پایا جانا جیسا کہ مسئلہ زراعت میں ہے اگرچہ مشائخ تصریح کریں کہ فتوٰی صاحبین کے قول پر ہے کیونکہ آپ (امام اعظم رحمہ اللہ) صاحب مذہب اور امام متقدم ہیں سہ
جب حذام کوئی بات کہے تو اس کی
تصدیق کرو کیونکہ بات تو وہی ہے جو
حذام نے کہی۔

امام برہان الدین مرغانی صاحب ہدایہ تجنیس میں فرماتے ہیں :

الواجب عندی ان یفتی بقول ابی حنیفۃ علی کل حال[2]

میرے نزدیک واجب ہے کہ ہر حال میں امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے قول پر فتوٰی دیا جائے۔ (ت)

اسی طرح اور کتب سے ثابت وقد ذکرناہ فی کتاب النکاح من فتاونا (ہم نے اسے اپنے فتاوٰی کی کتاب النکاح میں ذکر کیا ہے۔ ت) تو واجب ہوا کہ طہارت عینی ہی پر فتوے دیں اور اسی کو معمول و مقبول رکھیں۔

ثانیاً یہی قول اکثر ہے

کما یظھر لمن یطلع نقولنا فی التطھیر مع ماترکنا من الکثیر البثیر و یراھم نقول النجس یجدھا لاتبلغ نصف ذلک ولاثلثہ وان شرط مع ذلک عدم الاضطراب ملایبقی فی یدہ الا اقل قلیل کما ستقف علیہ ان شاء اللہ تعالٰی وقد قال فی الحلیۃ الکثیر علی انہ لیس بنجس العین[3]

جیسا کہ اس شخص کے لیے ظاہر ہے جو تطہیر کے بارے میں ہمارے نقول کا مطالعہ کرے باوجودیکہ ہم نے بہت کچھ چھوڑ دیا ہے اور اس کے نجس ہونے کے بارے میں نقول کی طرف رجوع کرے تو نہیں ان (نقولِ تطہیر) کا نصف بلکہ تہائی بھی نہیں پائے گا۔ اور اس کے ساتھ عدم اضطراب کی شرط رکھی جائے تو اس کے ہاتھ میں بہت کم رہ جائیگی جیسا کہ تو عنقریب اس پر مطلع ہوگا ان شاء اللہ

---

[1] فتاوٰی خیریہ مطلب لایفتی بغیر قول ابی حنیفۃ وان صحح المشایخ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۲/۳۳
[2] التجنیس والمزید
[3] التعلیق المجلی حاشیۃ منیۃ المصلی فصل فی البئر مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۱۵

ثانی۔ اور حلیہ میں فرمایا کہ زیادہ روایات اس کے نجس عین نہ ہونے پر ہیں۔ (ت)

ور ثابت و مشہور ہے کہ معمول بہ وہی قول اکثر و جمہور ہے۔

فی ردالمحتار قد صرحوا بان العمل بما علیہ الاکثر[1] اھ وفی العقود الدریۃ عن شرح الاشباہ للبیری لایجوز لاحد الاخذ بہ لانہ المقرر عند المشایخ انہ متی اختلف فی مسألۃ فالعبرۃ بما قالہ الاکثر[2]

ردالمحتار میں ہے فقہائے کرام نے تصریح کی ہے کہ عمل اکثر کے اقوال پر ہوگا اھ بیری کی شرح اشباہ کے حوالے سے العقود الدریہ میں ہے کہ اسے اختیار کرنا کسی کے لیے جائز نہیں کیونکہ مشائخ کے نزدیک یہ بات ثابت ہے کہ جب کسی مسئلہ میں اختلاف ہو تو اکثر کے قول کا اعتبار ہوگا۔ (ت)

ثالثاً یہی موافق احکام قرآن و حدیث ہے

کما علمت وتعلم وقد قال فی الغنیۃ قبیل واجبات الصلاۃ لاینبغی ان یعدل عن الدرایۃ اذا وافقتھا روایۃ[3] اھ ومثلہ فی ردالمحتار۔

جیسا کہ تُو نے جانا اور تجھے معلوم ہو جائے گا۔ اور غنیہ میں واجبات نماز سے کچھ پہلے فرمایا کہ جب درایت، روایت کے موافق ہو جائے تو اس سے روگردانی کرنا مناسب نہیں اھ ردالمحتار میں بھی اسی کی مثل ہے (ت)

رابعاً یہی من حیث الدلیل اقوی ہے بلکہ قول تنجیس پر دلیل اصلاً ظاہر نہیں۔

وقد سمعت قول الغنیۃ لعدم الدلیل علی نجاسۃ العین[4] اھ وقد اعترفت بذلک الائمۃ الشافعیۃ قال فی البحر ولقد انصف النووی حیث قال فی شرح المھذب واحتج اصحابنا باحادیث لادلالۃ فیھا فترکتھا لانی التزمت فی خطبۃ الکتاب الاعراض عن الدلائل

تُو نے غنیہ کا قول سنا ہے کہ نجاستِ عین پر کوئی دلیل نہیں اھ شافعی ائمہ نے بھی اس کا اعتراف کیا ہے بحرالرائق میں فرمایا امام نووی رحمہ اللہ نے شرح مہذب میں یہ کہہ کر انصاف سے کام لیا کہ ہمارے اصحاب نے ایسی احادیث کو دلیل بنایا جن میں کوئی دلالت نہیں پس میں نے ان کو چھوڑ دیا کیونکہ میں نے خطبۂ کتاب

---

[1] ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۴۹

[2] العقود الدریۃ فوائد تتعلق بآداب المفتی حاجی عبدالغفار و پسران ارگ بازار قندھار افغانستان ۱/۳

[3] غنیۃ المستملی قبیل واجبات الصلوٰۃ مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۹۵

[4] " " فصل فی البئر " " " ص ۱۵۹

الواھیۃ[1] اھ وقال الامام العارف الشعرانی الشافعی فی میزان الشریعۃ الکبرٰی سمعت سیدی علیا الخواص رحمہ اللہ تعالٰی یقول لیس لنا دلیل علی نجاسۃ عین الکلب الا مانھی عنہ الشارع من بیعہ او اکل ثمنہ[2] اھ

میں اس بات کا التزام کیا ہے کہ کمزور دلائل سے اعراض کروں گا اھ امام عارف شعرانی شافعی رحمہ اللہ نے میزان الشریعۃ الکبرٰی میں فرمایا کہ میں نے سیدی علی الخواص رحمہ اللہ سے سُنا آپ فرماتے تھے ہمارے پاس کتے کے نجس عین ہونے پر اس کے سوا کوئی دلیل نہیں کہ شارع علیہ السلام نے اس کی خرید و فروخت اور اس کی قیمت کھانے سے منع فرمایا اھ (ت)

اقول ای ولایتم ایضا فان الشارع صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قد نھی عن بیع اشیاء واثمانھا وھی طاھرۃ العین وفاقا اخرج الائمۃ احمد والستۃ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان اللہ ورسولہ حرم بیع الخمر والمیتۃ والخنزیر والاصنام[3] ولاحمد ومسلم [illegible] والطحاوی والحاکم عنہ رضی اللہ تعالٰی عنہ نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن ثمن الکلب والسنور[4] ای علی ما قد بیّنوا ان ذلک کان حین کان الامر بقتل الکلاب ولم یکن یحل لاحد امساک شیئ منھا ثم نسخ کما حققہ الامام

اقول یہ دلیل بھی تام نہیں کیونکہ شارع صلی اللہ علیہ وسلم نے بعض چیزوں کی خرید و فروخت اور ان کی قیمت لینے سے منع فرمایا حالانکہ ان کا عین بالاتفاق پاک ہے امام احمد اور صحاح ستّہ نے بواسطہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت نقل کی ہے کہ اللہ تعالٰی اور اس کے رسول نے [illegible] شراب، مردار، خنزیر اور بتوں کی خرید و فروخت سے منع فرمادیا۔ احمد، مسلم، اصحاب اربعہ، طحاوی اور حاکم رحمہم اللہ انہی حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کتے اور بلی کی قیمت لینے سے منع فرمایا، علاوہ ازیں ہمارے علماء فرماتے ہیں کہ یہ اس وقت تھا جب کتے کو قتل کرنے کا حکم تھا اور کسی کے لیے ان میں سے

---

[1] البحر الرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۶
[2] المیزان الکبرٰی باب النجاسۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۳
[3] صحیح البخاری باب بیع المیتۃ والاصنام مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۲۹۸
[4] شرح معانی الآثار باب ثمن الکلب مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۵۱
[5] ایضاً ۲/۲۳۸

بوجعفر الطحاوی فی شرح معانی الاٰثار۔

پھر رد کر دیا گیا تو جو تھا پس اس قتل کے منسوخ ہونے سے یہ بھی منسوخ ہو گیا جیسا کہ امام ابوجعفر طحاوی نے شرح معانی الآثار میں اس کی تحقیق فرمائی ہے۔ (ت)

خامساً اگر دلائل میں تعارض بھی ہو تو مرجع اصل ہے

کما صرحوا به فی الاصول وتشبثوا به فی مسائل الاسرار بالتأمین وترک رفع الیدین وغیرهما۔

جیسا انھوں نے اسے اصول میں بیان کیا اور آہستہ آمین کہنا اور ترک رفع یدین جیسے مسائل میں اس کو اختیار کیا۔ (ت)

اور اصل تمام اشیا میں طہارت ہے

حتی الخنزیر فانه من المنی والمنی من الدم والدم من الغذاء والغذاء من العناصر والعناصر طاهرة حتی لو لم یرد الشرع بتنجیسه لبقی علی اصله فی المیزان الاصل فی الاشیاء الطهارة وانما النجاسة عارضة فانها طارئة عن تکوین الله تعالی لقدس الله سرہ۔ وفی الطریقة والحدیقة (الاصل فی) الاشیاء الطهارة (لان) الله تعالی لم یخلق شیئا نجسا من اصل خلقته (و) انما (النجاسة عارضة) فاصل البول ماء طاهر وکذلک الدم والمنی والخمر عصیر طاهر ثم عرضت النجاسة اھ ملخصا ولذا قال فی الغنیة ههنا والاصل عدمها ای عدم النجاسة کما مر۔

حتی کہ خنزیر بھی، کیونکہ وہ منی سے ہے، منی خون سے، خون غذا سے اور غذا عناصر سے، اور عناصر پاک ہیں حتی کہ اگر شریعت اسے نجس عین قرار نہ دیتی تو وہ اپنی اصل پر باقی رہتا۔ میزان میں ہے اشیاء میں اصل طہارت ہے اور نجاست لاحق ہوتی ہے یعنی اللہ تعالٰی پاک وطاہر کے حکم سے طاری ہوتی ہے الخ۔ الطریقۃ محمدیہ اور الحدیقۃ الندیہ میں ہے (متن) اشیاء میں اصل طہارت ہے، (شرح) کیونکہ اللہ تعالٰی نے اصل تخلیق میں کسی چیز کو نجس پیدا نہیں کیا (متن) نجاست عارضی ہے (شرح) پس پیشاب کا اصل پاک پانی ہے، اسی طرح خون، منی اور شراب پاک رس ہے پھر نجاست لاحق ہوتی اھ ملخصا اسی لیے غنیہ میں اس مقام پر فرمایا اور اصل عدم نجاست ہے جیسا کہ گزر گیا۔ (ت)

---

[1] المیزان الکبرٰی باب النجاسۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۳

[2] الحدیقۃ الندیۃ النوع الرابع تمام انواع الاربعۃ فی بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۱۳

[3] غنیۃ المستملی فصل فی البئر مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۹

سادساً اسی میں تیسیر ہے

لا سیما علی من ابتلی باقتنائه لصید او حرث او ماشیة والتیسیر محبوب فی نظر الشرع یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[1] وقال صلی الله علیه وسلم ان الدین یسر الحدیث[2] رواه البخاری والنسائی عن ابی هریرة رضی الله تعالٰی عنه وقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم یسروا ولا تعسروا[3] رواه احمد والشیخان والنسائی عن انس بن مالك رضی الله تعالٰی عنه۔

خصوصاً جو شخص شکار، کھیتی باڑی یا جانوروں کی حفاظت کے لیے اس کے رکھنے پر مجبور ہو اور شارع کی نظر میں آسانی محبوب ہے (ارشادِ خداوندی ہے) اللہ تعالٰی تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تمہارے لیے تنگی نہیں چاہتا۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "بے شک دین آسان ہے" (الحدیث) اسے امام بخاری اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: آسانی پیدا کرو اور تنگی پیدا نہ کرو۔ اس حدیث کو امام احمد، بخاری و مسلم اور نسائی نے حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

سابعاً بہت قائلانِ تنجیس کے اقوال خود مضطرب ہیں کہیں نجاستِ عین پر حکم فرماتے کہیں طہارتِ عین کا پتا دیتے بلکہ صاف تصریح کرتے ہیں جس طرح شمس الائمہ سرخسی کے مسائل الآثار میں ہے:

الصحیح من المذهب عندنا ان عین الکلب نجس[4]

ہمارے نزدیک صحیح مذہب یہ ہے کہ کتا عین نجس ہے۔ (ت)

اسی کے باب الحدث میں ہے:

جلد الکلب یطهر عندنا بالدباغ خلافا للحسن والشافعی لان عینه نجس عندهما ولکنا نقول الانتفاع به مباح حالة الاختیار ولو کان عینه نجسا لما ابیح الانتفاع به[5]

ہمارے نزدیک کتے کا چمڑا دباغت سے پاک ہو جاتا ہے امام حسن اور امام شافعی رحمہما اللہ کا اس میں اختلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک اس کا عین ناپاک ہے لیکن ہم کہتے ہیں حالتِ اختیار میں اس سے نفع حاصل کرنا جائز ہے پس اگر اس کا عین ناپاک ہوتا تو اس سے نفع حاصل کرنا جائز نہ ہوتا۔ (ت)

---

[1] القرآن ۲/۱۸۵

[2] صحیح البخاری باب الدین یسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[3] صحیح بخاری باب امر الوالی اذا وجہ امیرین الی موضع الخ " " " ۲/۱۰۶۳

[4] المبسوط للسرخسی سؤر ما لا یؤکل لحمہ مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۴۸

[5] " " جلد المیتۃ و احکامہ " " " ۱/۲۰۲

اُسی کی کتاب الصید میں ہے:

ھذا یتبین انہ لیس بنجس العین۱؎ اس سے واضح ہوا کہ یہ نجس عین نہیں۔(ت)

جس فتاوٰی ولوالجیہ میں مسئلہ تنجس ثوب بانتفاض کلب بیان کیا

قال فی البحر ولا یخفی ان ھذا علی القول بنجاسۃ عینہ۲؎ بحرالرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ بات (کتے کے جھاڑنے سے کپڑے کا ناپاک ہونا) اس کے نجس عین ہونے کا قائل ہونے کی بنیاد پر ہے (ت)

اُسی میں شرح منیہ میں مسئلہ جواز صلاۃ مع قلادۃ اسنان کلب بیان فرمایا۔

قال فی البحر ولا یخفی ان ھذا کلہ علی القول بطہارۃ عینہ۳؎۔ بحرالرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے یہ سب کچھ اس کا عین پاک ہونے کی بنیاد پر ہے۔(ت)

جس ایضاح میں عبارت مبسوط شیخ الاسلام فی روایۃ لایطہر وھوالظاہر من المذہب (ایک روایت میں ہے پاک نہیں ہوتا اور یہی ظاہر مذہب ہے۔ت) نقل کرکے خود اپنے متن اصلاح کے قول الا جلد الخنزیر والآدمی (مگر خنزیر اور آدمی کی کھال۔ت) پر اعتراض فرمایا الحصر المذکور علی خلاف الظاہر (حصر مذکور، ظاہر کے خلاف ہے۔ت) اُسی کی کتاب البیوع میں فرمایا

صح بیع الکلب خلافا للشافعی لانہ نجس العین عندہ لاعندنا لانہ ینتفع بہ۵؎۔ کتے کی خرید وفروخت صحیح ہے اس میں امام شافعی کا اختلاف ہے کیونکہ ان کے نزدیک یہ نجس عین ہے ہمارے نزدیک نہیں کیونکہ اس سے نفع حاصل کیا جاتا ہے۔(ت)

جس درر وغرر میں وہ فرمایا تھا کہ الکلب نجس العین۶؎ اھ (کتا نجس عین ہے اھ۔ت) اُسی کی بیوع میں ہے:

صح بیع کل ذی ناب کالکلب لانہ مال کتے کی طرح ہر دانت والے جانور کی خرید وفروخت

۱؎ مبسوط للسرخسی فصل کلب الصید مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۱/۲۳۵
۲؎ البحرالرائق کتاب الطہارۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۲
۳؎ " " " " " " " ۱/۱۰۳
۴؎ ایضاح واصلاح
۵؎ درر الحکام فی شرح غرر الاحکام فصل مطبوعہ کامل الکائنہ فی دارالسعادۃ ۱/۲۳

متقوم الا الخنزیر لانہ نجس العین[1] اھ ملخصا

جائز ہے کیونکہ وہ مال متقوم ہے سوائے خنزیر کے، کیونکہ وہ نجس عین ہے اھ ملخصا (ت)

جس خزانۃ المفتین میں ہے عینہ نجس (اس کا عین ناپاک ہے۔ ت) اُسی میں ہے: سنہ لیس بنجس[2] (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ ت)

جس خانیہ میں مسائل متعددہ شعر و اسنان میں فرمائے اور فرمایا:

لو مشی کلب علی ثلج یصیر الثلج نجسا وکذا الطین والی [illegible] اھ ملخصا[3]

کتا برف پر چلے تو برف ناپاک ہو جائے گی، اسی طرح مٹی اور گارا بھی اھ ملخصا (ت)

یہاں تک کہ حلیہ وغیرہ و بحرالرائق میں واقع ہوا:

واللفظ للبحر اختار قاضی خان فی الفتاوی نجاسۃ عینہ وفرع علیہ فروعا[4] اھ

الفاظ بحرالرائق کے ہیں کہ قاضی خان نے اپنے فتاوی میں اس کے نجس عین ہونے کو اختیار کیا اور اس پر کئی مسائل کی بنیاد بنایا اھ (ت)

اُسی خانیہ میں فرمایا: سنہ غیر نجس (اس کا دانت ناپاک نہیں ہے۔ ت) اور فرمایا:

لو صلی وفی عنقہ قلادۃ فیھا سن کلب او ذئب یجوز صلاتہ[5]

اگر کوئی شخص نماز پڑھے اور اس کے گلے میں ہار ہو جس میں کتے یا بھیڑیے کے دانت ہوں، تو اس کی نماز جائز ہے (ت)

اور فرمایا:

ان کان فی کمہ ثعلب او جرو کلب لا تجوز صلاتہ لان سؤرہ نجس لا یجوز بہ التوضؤ[6]

اگر اس کی آستین میں لومڑی یا کتے کا بچہ ہو تو اس کی نماز جائز نہیں کیونکہ اس کا جھوٹا ناپاک ہے جس سے وضو کرنا جائز نہیں۔

---

[1] درر الحکام فی شرح غرر الاحکام کتاب البیوع مسائل شتی مطبعہ کامل الکائنہ فی دار السعادۃ ۲/۱۹۰

[2] خزانۃ المفتین

[3] فتاوی قاضی خان فصل فی النجاسۃ مطبعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۱

[4] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱

[5] فتاوی قاضی خان فصل فی النجاسۃ ؍؍ نولکشور لکھنؤ ۱/۱۰

[6] ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ؍؍ ۱/۱۱

بلکہ صاف واضح فرمادیا کہ اُس کی نجاست عین کے یہ معنٰی ہیں کہ اس کا ماوٰی نجاسات ہیں لہذا اس کا بدن غالباً ناپاک ہوتا ہے۔

حیث قال ینزح کل الماء اذا وقع فیہا کلب او خنزیر مات اولم یمت اصاب الماء فمہ اولم یصب اما الخنزیر فلان عینہ نجس والکلب کذٰلک ولہذا لو ابتل الکلب وانتفض فاصاب ثوبا اکثر من قدر الدرھم افسدہ لان ماواہ النجاسات وسائر السباع بمنزلۃ الکلب[1] اھ ملخصا۔

جہاں فرمایا کہ جب اس میں کتّا یا خنزیر گرجائیں تو تمام پانی نکالا جائے چاہے وہ مریں یا نہ، اور گرنے والے کا منہ پانی کو پہنچے یا نہ۔ خنزیر اس لیے کہ وہ نجس عین ہے اور کتّا بھی اسی طرح ہے، اس لیے اگر کتّا تر ہوجائے اور اپنے آپ کو جھاڑے اور یہ (پانی) درہم سے زیادہ کپڑے کو پہنچے تو اسے ناپاک کردے گا کیونکہ اس کا ٹھکانا نجاستیں ہیں اور تمام درندے کتے کی طرح ہیں اھ تلخیص (ت)

اور اسی باب سے ہے عامۂ کتب مذہب کا اتفاق کہ کلیۂ کل اھاب دبغ طاھر (ہر وہ چمڑا جسے دباغت دی جائے پاک ہوجاتا ہے۔ ت) سے سوا خنزیر کے کسی جانور کا استثناء نہیں فرماتے، فقیر کی نظر سے نہ گزرا کہ کسی کتاب میں یہاں والکلب بھی فرمایا ہو اگرچہ وہ مرجوح ٹھہرا، سب جگہ کتب میں خلاف نقل کریں وباللہ التوفیق۔

واماالتزییف فاقول اولا (رہا اس کا کھوٹا پن! تو میں کہتا ہوں، اوّلاً۔ ت)

امر بالقتل سے تحریم پر استدلال تو ایک طرق ہے مگر نجاست عین پر اُس سے احتجاج محض باطل، صحیح احادیث میں سانپ بچھو چیل کوّے چوہے چھپکلی گرگٹ وغیرہا اشیائے کثیرہ کے قتل کا حکم ہے یہاں تک کہ احرام میں حتی کہ حرم میں بھی کیا یہ سب اشیا نجس العین ہوں گی

ھذا لم یقل بہ احد اخرج الائمۃ مالک و احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی وابن ماجۃ عن ابن عمر والبخاری ومسلم والنسائی والترمذی وابن ماجۃ عن ام المؤمنین الصدیقۃ وابوداؤد بسند

اس کا کوئی بھی قائل نہیں امام مالک، احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی اور ابن ماجہ (رحمہم اللہ تعالٰی) نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے بخاری، مسلم، نسائی، ترمذی اور ابن ماجہ نے ام المومنین صدیقہ رضی اللہ عنہا سے، ابوداؤد

---

[1] فتاوٰی قاضی خان فصل فی ما یقع فی البئر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۵

حسن عن ابی ہریرة و احمد باسناد حسن
عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم کلہم
عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خمس
من الدواب لیس علی المحرم فی قتلہن
جناح الغراب والحدأة والعقرب والفارة
والکلب العقور[1] وفی حدیث ابن عباس خمس
کلہن فاسقة یقتلہن المحرم ویقتلن فی
الحرم وعد الحیة بدل الحدأة[2] وفی احدی
روایات الصدیقة الحیة مکان العقرب[3]
احمد والشیخان وابوداؤد والترمذی
وابن ماجة عن ابن عمر عن النبی صلی
اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الحیات اقتلوا
ذا الطفیتین والابتر الحدیث[4] ابوداؤد والنسائی
عن ابن مسعود والطبرانی فی الکبیر
عن جریر بن عبد اللہ البجلی وعن عثمان
بن ابی العاص بسند صحیح عن النبی صلی
اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الحیات
کلہن فمن خاف ثأرہن فلیس منی[5]
ابوداؤد والترمذی والنسائی وابن حبان
والحاکم عن ابی ہریرة والطبرانی فی الکبیر

نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے
اور احمد نے سند حسن کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ
عنہما سے روایت کیا ان سب نے سرکار دو عالم
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ محرم پر پانچ جانوروں
کو قتل کرنے میں کوئی حرج نہیں، کوا، چیل، بچھو،
چوہا اور کاٹ کھانے والا کتا۔ حضرت ابن عباس کی روایت
میں ہے پانچ جانور تمام کے تمام فاسق ہیں محرم ان کو قتل
کرے اور انہیں حرم میں بھی قتل کیا جائے، انہوں نے چیل
کی جگہ سانپ کو شمار کیا ہے۔ ام المومنین صدیقہ
رضی اللہ عنہا کی ایک روایت میں بچھو کی جگہ سانپ کا
ذکر ہے۔ امام احمد، شیخان (بخاری و مسلم)، ابوداؤد،
ترمذی اور ابن ماجہ رحمہم اللہ تعالٰی، حضرت عبد اللہ
ابن عمر کے واسطے سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت
کرتے ہیں آپ نے فرمایا سانپوں کو قتل کرو گرگل کے
پتوں جیسے نشانات والے سانپ اور دُم کٹے سانپ
کو قتل کرو (الحدیث) ابوداؤد اور نسائی نے حضرت
عبد اللہ ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے کبیر
میں حضرت جریر بن عبد اللہ بجلی اور حضرت عثمان ابن ابی
العاص رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ نبی اکرم
صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے فرمایا تمام

---

[1] صحیح البخاری — باب ما یقتل المحرم من الدواب — مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی — ۱/۲۴۶
[2] مسند احمد بن حنبل — عن ابن عباس رضی اللہ عنہ — " دار الفکر بیروت — ۱/۲۵۷
[3] سنن ابن ماجہ — ما یقتل المحرم — مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی — ص ۲۳۰
[4] سنن ابی داؤد — باب قتل الحیات — " آفتاب عالم پریس لاہور — ۲/۳۵۶
[5] " " " — " " — " مجتبائی پاکستان لاہور — ۲/۳۵۶

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الاسودین فی الصلاۃ الحیۃ والعقرب[1] وایضا عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اقتلوا الوزغ ولو فی جوف الکعبۃ[2] احمد عن ابن مسعود بسند صحیح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قتل حیۃ فکانما قتل رجلا مشرکا قد حل دمہ[3] احمد وابن حبان بسند صحیح عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من قتل حیۃ فلہ سبع حسنات ومن قتل وزغا فلہ حسنۃ[4]

سانپوں کو مارو، جو شخص ان کی طرف سے بدلے کا خوف رکھے وہ ہم میں سے نہیں۔ (ابوداؤد، ترمذی، نسائی، ابن حبان اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور طبرانی نے کبیر میں حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا) وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا، نماز میں دو سیاہ جانوروں سانپ اور بچھو کو ہلاک کرو، نیز انھوں نے ہی نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا کہ گرگٹ کو قتل کرو اگرچہ کعبہ شریف کے اندر ہو۔ امام احمد نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا "جو شخص سانپ کو مارے گویا اس نے ایسے مشرک مرد کو قتل کیا جس کا خون (بہانا) حلال ہو چکا تھا۔ امام احمد اور ابن حبان نے صحیح سند کے ساتھ انھی سے روایت کی ہے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا آپ نے فرمایا، "جس نے سانپ کو قتل کیا اس نے سات نیکیاں پائیں جس نے گرگٹ کو ہلاک کیا اس کے لیے ایک نیکی ہے۔" (ت)

ثامناً رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلثۃ لا تقربھم الملٰئکۃ الجنب والسکران والمتضمخ بالخلوق[5] رواہ البزار باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما

تین آدمیوں کے قریب (رحمت کے) فرشتے نہیں جاتے جنبی، نشے والا اور خلوق (ایک قسم کی خوشبو) لگانے والا۔ بزار نے اسے صحیح سند کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا۔ (ت)

اس حدیث میں مست نشہ کو بھی فرمایا کہ ملائکہ اس کے پاس نہیں آتے، کیا مدہوش نجس العین ہے۔

---

[1] سنن ابی داؤد باب العمل فی الصلوۃ مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۳۳
[2] المعجم الکبیر حدیث ۱۱۴۹۵ مطبوعہ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۱۱/۲۰۲
[3] مسند امام احمد بن حنبل عن ابن مسعود رضی اللہ عنہ مطبوعہ دارالفکر بیروت ۱/۳۹۵
[4] " " " " " " " " ۱/۴۲۰
[5] مجمع الزوائد باب ماجاء فی الخمر ومن یشربہا مطبوعہ دارالکتاب بیروت ۵/۷۲

ثالثاً ولوغ کلب سے غسل اناء میں علما مبالغۃً تسبیع و تثلیث و تتریب کی تغلیظ عین سے اصلاً علاقہ نہ ہونا اجلی بدیہیات سے ہے۔

وقد اغرب الشوکانی فی نیل الاوطار فجعله حجة علی اصالة نه اذا کان لعابه نجسا وهو عرق فمه ففمه نجس ویستلزم نجاسة سائر بدنه وذلك لان لعابه جزء من فمه وفمه اشرف ما فیه فبقیة بدنه اولی۔[1]

شوکانی نے نیل الاوطار میں عجیب بات کرتے ہوئے اسے حجت قرار دیا ہے ان کا خیال ہے کہ جب اس کا لعاب ناپاک ہے اور وہ منہ کا پسینہ ہے تو اس کا منہ بھی ناپاک ہوگا اور یہ تمام بدن کی نجاست کو مستلزم ہے یہ اس لیے کہ اس کا لعاب اس کے منہ کا ایک جز ہے اور منہ اس کے جسم کا اشرف حصہ ہے، پس باقی بدن تو بدرجۂ اولٰی ناپاک ہوگا اھ (ت)

اقول هذا کما تری یساوی هزلا و یتساقط وهناً لان کون اللعاب جزء الفم مما لا یتفوه به صبی عاقل فضلا عن فاضل ثم هو انما یتولد من داخل لا من الجلد فانما یدل علی نجاسة اللحم دون عین شیئ ثم لو تم لدل علی نجاسة عین کل ما سؤره نجس وهو باطل۔

اقول یہ بات جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو مذاق کے برابر ہے اور کمزوری کے باعث متزلزل ہے کیونکہ لعاب کا منہ کا جز ہونا کسی عقلمند بچے کا قول بھی نہیں ہوسکتا چہ جائیکہ ایک فاضل یہ کہے، پھر یہ (لعاب) اندر سے پیدا ہوتا ہے جلد سے نہیں، اور یہ گوشت کی نجاست پر دلالت کرتا ہے عین کے نجس ہونے پر نہیں، پھر اگر ان کی بات صحیح بھی ہو تو یہ ہر اس چیز کے عین نجس ہونے پر دلالت کرے گی جس کا جھوٹا ناپاک ہے حالانکہ یہ باطل ہے۔ (ت)

رابعاً حدیث انها لیست بنجس انما هی من الطوافین علیکم والطوافات۔[2] یہ ناپاک نہیں کیونکہ تمہارے پاس چکر لگانے والوں اور آنے جانے والیوں میں سے ہے۔ (ت) حدیث حسن صحیح ہے

اخرجه الائمة مالك واحمد والاربعة وابن حبان والحاکم وابن خزیمة وابن منده فی صحاحهم عن ابی قتادة وابو داؤد والد[ارقطنی]

اسے حدیث امام مالک، احمد، ائمہ اربعہ (بخاری، مسلم، ترمذی اور ابن ماجہ) ابن حبان، حاکم، ابن خزیمہ اور ابن منده نے اپنی صحاح میں حضرت ابو قتادہ

---

[1] نیل الاوطار باب آسار البهائم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۴۳

[2] سنن ابی داؤد باب سؤر الهرۃ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۱۰

عن ام المؤمنین الصدیقۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم

رضی اللہ عنہ سے ہیں ابو داؤد اور دارقطنی نے حضرت ام المؤمنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا (ت)

مگر یہ حدیث ابی ہریرہ کا تتمہ نہیں نہ اس میں مقاطعہ کلب ہے کہ اس میں نفی نجاست ہے، اُس میں اثبات، ہر حدیث ابی ہریرہ جس کے طرق مطولہ میں ذکر قصہ و مقاطعہ بالکلب ہے اُس کا تتمہ یا طرق مختصرہ کی تمام حدیث احمد و اسحٰق بن راہویہ و ابوبکر بن ابی شیبہ و دارقطنی و حاکم و عقیلی سب کے یہاں اسی قدر ہے کہ

الھر یا السنور سبع فرواہ الائمۃ الاول من طریق وکیع عن سعید بن المسیب عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الھر سبع[1] ورواہ الدارقطنی من جہۃ محمد بن ربیعۃ عن سعید عن ابی زرعۃ وھو مطولا بالقصۃ والحاکم من حدیث عیسی بن المسیب ثنا ابوزرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم السنور سبع[2] وقال العقیلی فی ترجمۃ عیسی بن المسیب من کتاب الضعفاء حدثنا محمد بن زکریا البلخی نا محمد بن ابان ومحمد بن الصباح قالا ثنا وکیع نا عیسی بن المسیب عن ابی زرعۃ عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی

(الھر یا السنور فرمایا) بلی درندہ ہے پہلے چار نے راستہ وکیع سے انہوں نے حضرت سعید بن مسیب سے، انہوں نے ابوزرعہ سے اور انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بلی درندہ ہے۔ دارقطنی نے محمد بن ربیعہ سے انہوں نے حضرت سعید سے انہوں نے حضرت ابوزرعہ سے روایت کی، اس کا قصہ طویل ہے، حاکم نے عیسٰی بن مسیب کی روایت سے نقل کیا وہ فرماتے ہیں ہم سے ابوزرعہ نے بیان کیا، انہوں نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "بلی درندہ ہے"۔ عقیلی نے کتاب الضعفاء میں عیسٰی بن مسیب کا ترجمہ (حالات) نقل کرتے ہوئے کہا ہم سے محمد بن زکریا بلخی نے بیان کیا ان سے محمد بن ابان اور محمد بن صباح نے بیان کیا وہ دونوں فرماتے ہیں ہم سے وکیع نے وہ فرماتے ہیں ہم سے عیسٰی بن مسیب نے بواسطہ ابوزرعہ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہوئے بیان کیا کہ رسول اکرم

---

[1] مصنف ابن ابی شیبہ من قال لا یجزئ و غسل منہ الاناء مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۳۲

[2] مسند امام احمد بن حنبل عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۳۲۷

عليه وسلم وذكر الهر وقال هي سبع[1] اھ
فلعل العلامة الدميري شبه عليه
فانتقل ذهنه في تتمة هذا الحديث
الى ذاك هذا في لفظ الهرة و
قد ذكره على الصواب في لفظ
السنور فقال روى الحاكم عن
ابي هريرة رضي الله تعالى عنه
قال كان النبي صلى الله تعالى عليه
وسلم يأتي دار قوم من الانصار
فساق الحديث الى قوله فقال السنور سبع[2]
فان قلت ربما يتحصل لنا المقصود بهذا
اللفظ ايضا فان الحديث قد علل
تيان اهل بيت عندهم هر دون بيت
عندهم كلب بانها سبع فدل على ان الكلب
اخبث من السبع وقد تقرر عندنا نجاسة
اسآر سائر السباع فلو كانت هي ايضا قصارى
الامر في الكلاب غير متعدية من اللعاب
الى الاهاب لم يكن لهذا التعليل معنى
قلت نعم يدل على زيادة خبث في
الكلب على سائر السباع ولكن ما فيه
من عدم دخول الملئكة بيتا هو فيه اما
خصوص الفرق بنجاسة العين

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، پھر انھوں نے بلی کا ذکر
کرتے ہوئے فرمایا "یہ درندہ ہے" اھ شاید علامہ
دمیری کو شبہہ ہوگیا اور ان کا ذہن اس حدیث
کے تتمہ پر اس بات کی طرف منتقل ہوگیا۔ یہ تو لفظ
ھرۃ میں ہے لیکن انھوں نے لفظ سنور کو صحیح قرار
دیتے ہوئے ذکر کیا' فرماتے ہیں حاکم نے حضرت ابوہریرہ
رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ
وسلم قوم انصار کے گھر تشریف لاتے تھے پھر وہ حدیث
بیان کرتے ہوئے یہاں تک پہنچے "آپ نے فرمایا بلی
درندہ ہے" اھ اگر تم کہو کبھی اس لفظ سے بھی مقصود
حاصل ہوجاتا ہے کیونکہ جن کے ہاں بلی ہو وہاں جانا
صحیح ہے جہاں کتا ہو وہاں نہیں حدیث شریف
میں اس کی علت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ ایک
درندہ ہے۔ یہ اس بات کی دلیل ہے کہ کتا درندوں سے
بھی زیادہ خبیث ہے۔ اور ہمارے نزدیک تمام درندوں
کے پس خوردہ کی نجاست ثابت ہوچکی ہے۔ پس اگر
کتے کے بارے میں بھی صرف اتنی ہی بات ہو اور وہ
لعاب سے چمڑے کی طرف متعدی نہ ہو تو اس تعلیل کا
کوئی مطلب نہ ہوگا (قلت) ہاں کتے میں باقی درندوں سے
زائد خبث موجود ہے وہ یہ کہ کتے کے بارے میں ہے جس گھر
میں یہ ہو اس میں فرشتے داخل نہیں ہوتے لیکن نجاست عین
کے ساتھ خصوصی فرق ہرگز نہیں، جو

---

[1] کتاب الضعفاء الکبیر فی ترجمہ عیسیٰ بن المسیب مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۳۸۰
[2] حیاۃ الحیوان تحت لفظ السنور مطبوعہ مصطفی البابی الحلبی مصر ۱/۵۸۶

فکلامه ادق فعلیه الدلیل ولعل تعلیل هذا احسن من تعلیل الطیبی بان الکلب شیطان[1] کما نقله فی مجمع بحار الانوار واقره فان ذلك انما ورد فیما نعلمه فی الکلب الاسود کما فی حدیث قطع الصلاة عند احمد والستة الا البخاری عن عبدالله بن الصامت عن ابی ذر رضی الله تعالٰی عنه وفیه فانه یقطع صلاته المرأة والحمار والکلب الاسود قلت یا اباذر ما بال الکلب الاسود من الکلب الاحمر من الکلب الاصفر قال یا ابن اخی سألت رسول الله صلی الله تعالٰی علیه وسلم کما سألتنی فقال الکلب الاسود شیطان[2] ولاحمد عن ام المؤمنین رضی الله تعالٰی عنها عن النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم الکلب الاسود البهیم الشیطان[3] وقد دل السؤال والجواب ان القید ملحوظ وان غیر الاسود عن ذلك محفوظ۔

دعویٰ کرے اس کے ذمہ دلیل ہے اور شاید میری یہ تعلیل، طیبی کی تعلیل کہ کتا شیطان[1] ہے، سے زیادہ اچھی ہے جیسا کہ انہوں نے مجمع بحار الانوار میں نقل کرکے اسے برقرار رکھا، ہمارے علم کے مطابق یہ بات سیاہ کتے کے بارے میں آئی ہے جیسا کہ نماز توڑنے سے متعلق حدیث میں ہے جسے امام احمد نے اور بخاری کے سوا اصحاب ستہ کے دیگر ائمہ نے بواسطہ حضرت عبداللہ بن صامت، حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اس میں ہے کہ آدمی کی نماز عورت، گدھے اور سیاہ کتے کے گزرنے سے ٹوٹ جاتی ہے۔ میں نے عرض کیا اے ابوذر! سیاہ کتے کی کیا خصوصیت ہے جو سرخ اور زرد کو حاصل نہیں، انہوں نے فرمایا، اے بھتیجے! میں نے اس کے بارے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تمہاری طرح سوال کیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: "سیاہ کتا شیطان ہے"[2]۔ امام احمد، حضرت ام المؤمنین رضی اللہ عنہا سے وہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتی ہیں آپ نے فرمایا: "نہایت سیاہ کتا شیطان ہے"[3]۔ سوال وجواب اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ رنگ کی قید ملحوظ ہے لہٰذا غیر سیاہ کتا اس (حکم) سے محفوظ ہے۔ (ت)

فان قلت ما یدریك لعل الکلب الذی کان فی بیتهم کان اسود

اگر تم کہو کہ تمہیں کیا معلوم شاید وہ کتا جو ان کے گھروں میں تھا سیاہ رنگ کا ہو، میں کہتا ہوں نہیں

---

[1] مرقات المفاتیح باب السترۃ فصل اول مکتبہ امدادیہ ملتان ۲/۲۲۵

[2] صحیح مسلم باب سترۃ المصلی قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹۷

[3] مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ عنہا دارالفکر بیروت ۶/۱۵۷

قلت ما یدریك لعله كان احمر او اصفر وبالجملة فالحدیث انما هو فی معرض التعلیل علی وصف الكلبیة فلو كان العلة خصوص اللون لصرح به اولٰی۔ قال العبد هذا ثم ان فی الحدیث تاویلا آخر افادہ الامام الطیبی فقال هو استفهام انكار اھ[۱] فعلی هذا یكون المعنی اثبات السبعیة للكلب ونفیه عن الهر فیبطل الاستدلال من اصله۔ **اقول** لكن الحدیث فی بعض طرقه بلفظ ان السنور سبع كما فی المیزان فافهم عه۔

کیا معلوم شاید وہ سرخ یا زرد رنگ کا ہو۔ بہرحال حدیث شریف میں صرف اس کا کتّا ہونا ہی دلیل بنے گا اگر کوئی خصوصی رنگ علّت ہوتا تو اس کی تصریح فرماتے یا اولٰی تھا، بندہ کہتا ہے، پھر حدیث میں ایک اور تاویل بھی ہے جس کا فائدہ امام طیبی سے حاصل ہوا انہوں نے فرمایا یہ استفہام انکاری ہے۔ پس اس بنیاد پر معنی یہ ہوگا کہ کتّے کے لیے درندگی ثابت کرنا اور بلی سے اس کی نفی کرنا ہے، یوں استدلال سرے سے ہی ختم ہوجائے گا **اقول** لیکن حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ ہیں "ان السنور سبع" جیسا کہ میزان میں ہے۔ پس غور کرو۔ (ت)

خامساً عبارت شرح وقایہ سے استدلال عجیب ہے حالانکہ اسی کی پوری عبارت میں یہاں تک تصریح ہے

وصح بیع الكلب والفهد والسباع علمت اولا **شرح** هذا عندنا وعند ابی یوسف رحمه الله تعالٰی لا یجوز بیع الكلب العقور وعند الشافعی رحمه الله تعالٰی لا یجوز بیع الكلب اصلا بناء علی انه نجس العین عنده[۲]۔

(متن) کتّے، چیتے اور درندوں کی بیع جائز ہے، انہیں سکھایا جائے یا نہ۔ (شرح) یہ ہمارے نزدیک ہے اور امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک کاٹنے والے کتّے کی بیع جائز نہیں جبکہ امام شافعی رحمہ اللہ کے نزدیک کتّے کی بیع بالکل جائز نہیں، کیونکہ وہ ان کے نزدیک نجس عین ہے۔ (ت)

بالجملہ قول صحیح وارجح بلکہ ماخوذ ومعمول ومفتی بہ وہی طہارت عین ہے تو جتنے امور بربنائے نجاست عین مانے جاتے ہیں سب خلاف معتمد ومخالف قول مختار ورشید ہیں لاجرم فتح میں فرمایا:

ما ذكر فی الفتاوی من التنجس من وضع

فتاوٰی میں جو مذکور ہے کہ برف یا کیچڑ میں جب ان

عه تشیر الی ان ان لیس نصا فی عدم حذف الهمزة ۱۲ منه۔

اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ لفظ "ان" ہمزہ کے حذف نہ ہونے میں نص نہیں۔ (ت)

---

[۱] مجمع بحار الانوار
[۲] شرح الوقایہ، مسائل شتی، مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۳/۴۴

رجله موضع رجل كلب في الثلج او الطين ونحا ثم هذه مبني على رواية نجاسة عين الكلب وليست المختارة۔[1]

کتے نے پاؤں رکھا وہاں پاؤں رکھا جائے تو ناپاک ہوجاتا ہے، اور اس قسم کی دوسری باتیں کتے کے نجس عین ہونے پر مبنی ہیں اور یہ بات مختار نہیں (ت)

حلیہ میں فرمایا:

الاكثر على انه ليس نجس العين وعلى هذا فيكون الصحيح عند الاكثر انه لا ينزح اذا خرج ولم يصب الماء فمه كما هو مروي عن ابي حنيفة رضي الله تعالى عنه۔[2]

بہت سے فقہا کے نزدیک یہ نجس عین نہیں لہذا اس بنیاد پر زیادہ لوگوں کے نزدیک صحیح یہ ہے کہ جب کتا (پانی سے) نکال لیا جائے اور اس کا منہ پانی تک نہ پہنچا ہو تو (کنویں سے) پانی نہیں نکالا جائے گا، یہ بات امام ابوحنیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کی طرف منسوب ہے۔ (ت)

پس عند التحقیق اُس کے بال بھی پاک، کھال بھی پاک، ذبح و دباغت باعث تطہیر جلد علی القول المتفق علیہ عندنا واللحم ایضاً علی اصح التصحیحین (اس قول کے مطابق جو ہمارے نزدیک متفق علیہ ہے اور دو تصحیحوں سے قوی تر تصحیح کے مطابق گوشت بھی پاک ہے۔ ت) زندہ و مردہ، مذبوح و غیر مذبوح ہر حالت میں ذات پاک، ہاں لعاب ناپاک، اگر کنویں میں گر کر زندہ نکل آیا اور بدن پر کوئی نجاست معلوم نہ تھی نہ لعاب پانی کو پہنچا تو پانی پاک، تطییباً للقلب صرف بیس ڈول نکالے جائیں۔ کیچڑ وغیرہ پر چلا ہے اور وہیں آدمی برہنہ پا چلے تو پاؤں نجس نہ ہوں گے۔ پانی میں بھیگا ہوا چٹائی پر لیٹے یا بدن جھاڑے اور اس کی چھینٹوں سے کپڑا وغیرہ تر ہوجائے ناپاک نہ ہوگا جب تک بدن پر نجاست نہ ہو۔ ان تمام فروع میں تو اصلاً کلام نہیں،

ووقع في الدر ليس بنجس العين وعليه الفتوى فيباع ويؤجر ويضمن ولا يفسد الثوب بعضه ما لم ير ريقه ولا صلاة حامله ولو كبيرا وشرط الحلواني شد فمه[3] اھ ملخصا۔

درمختار میں ہے کہ نجس عین نہیں ہے اور اسی پر فتوٰی ہے، لہٰذا بیچا جاسکتا ہے، اجرت پر دیا جاسکتا ہے اور (ہلاکت کی صورت میں) اس کا تاوان لازم ہوگا اور اس کے کاٹنے سے کپڑا ناپاک نہیں ہوگا جب تک لعاب دکھائی نہ دے، اسے اٹھا کر نماز پڑھنے والے کی نماز نہیں ٹوٹے گی اگرچہ بڑا ہو۔ حلوانی کے نزدیک اس کا منہ بندھا ہونا شرط ہے اھ تلخیص (ت)

---

[1] فتح القدیر آخر باب الانجاس مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر سندھ ۱/۱۸۶

[2] التعلیق المجلی حاشیۃ منیۃ المصلی فصل فی البئر مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۱۵

[3] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی بھارت ۱/۳۸

اقول اما البیع فقد تقدم الکلام علیہ وھو الکلام فی الاجارۃ فانھا ایضا انما تعتمد حل الانتفاع واما عدم فساد الثوب مالم یبتل بلعابہ فقد اقرہ علی ھذا التقریر محشیہ العلامۃ الشامی و العبد الضعیف لایحصلہ فانہ ماش علی قول التنجیس ایضا قطعا لان الرجس لایعدی النجاسۃ الابلل ونجاسۃ ریقہ لاخلف فیہا فی المذھب فعدم التنجاسۃ بسن یابس والتنجس بشعرۃ رطبۃ کلاھما متفق علیہ لاجرم ان قال البحر فی البحر لایخفی ان ھذہ المسألۃ علی القولین[1] اھ ثم رأیت العلامۃ الطحطاوی نبہ علیہ معترضا بالنص من البحر واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

اقول جہاں تک خرید وفروخت کا تعلق ہے تو اس پر کلام گزر چکا ہے اور اجارہ کے بارے میں بھی وہی حکم ہے کیونکہ اس کی بنیاد بھی تو انتفاع کا حلال ہونا ہے، لیکن کپڑے کا خراب نہ ہونا جب تک لعاب سے تر نہ ہو، اس پر اس کے محشی علامہ شامی نے اس توجیہ کو برقرار رکھا ہے۔ یہ بندۂ ضعیف اسے نہیں مانتا کیونکہ وہ اس کے قطعی نجس ہونے کا بھی قائل ہے اور نجاست، رطوبت کے بغیر آگے متجاوز نہیں ہوتی اور تھوک کے نجس ہونے میں مذہب میں کوئی اختلاف نہیں پس خشک دانت کے ساتھ ناپاک نہ ہونا اور تر بال کے ساتھ ناپاک ہوجانا دونوں باتوں پر اتفاق ہے صاحبِ بحر نے بحرالرائق میں فرمایا مخفی نہ رہے کہ یہ مسئلہ دو قولوں کی بنیاد پر ہے اھ پھر میں نے دیکھا کہ علامہ طحطاوی نے بحر سے اس کا اعتراف کرتے ہوئے اس پر تنبیہ کی ہے واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم (ت)

باقی رہی وُہ فرع کہ اس کے حامل کی نماز ہوگی یا نہیں اگر کتا خود آکر مصلی پر بیٹھ جائے جب تو ظاہر ہے کہ اس صورت میں صحت نماز خاص اسی مذہب صحیح یعنی طہارت عین ہی پر مبتنی ہے قولِ نجاست پر نماز نہ ہوگی کہ اگرچہ کتا خود آکر بیٹھا مگر وہ عین نجاست ہے تو مصلی حامل نجاست ہوا اور قولِ طہارت پر ہوجائے گی کہ اب نجس ہے تو لعاب اور لعاب محمول کلب ہے نہ محمول مصلی اور حمل بالواسطہ یہاں معتبر نہیں جیسے ہوشیار بچہ جس کے جسم وثوب یقیناً ناپاک ہوں خود آکر مصلی پر بیٹھ جائے نماز جائز ہے اگرچہ ختم نماز تک بیٹھا رہے کہ اس صورت میں مصلی خود حاملِ نجاست نہیں اور جبکہ مذہب مفتی بہ طہارت عین ہے تو اس صورت میں جوازِ نماز بھی قطعاً مفتی بہ۔

فان ما لایبتنی الاعلی الصحیح لایکون جس چیز کی بنیاد صحیح ہو وہ بھی صحیح ہوتی ہے اور یہ

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارت مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۳

لا صحیحا وھذا کما تری من اجلی البدیھات

جیسا کہ تم دیکھتے ہو نہایت واضح باتوں میں سے ہے۔ (ت)

غنیہ[1] میں ہے:

(ان صلی ومعہ سنور تجوز) صلاتہ مطلقا ان جلس بنفسہ واذا لم یکن علی ظاھرہ نجاسۃ مانعۃ ان حملہ اما ان کانت علیہ نجاسۃ مانعۃ فاذ ذاک فلا تجوز صلاتہ کما لو حمل صبیا لا یستمسک بنفسہ وفی ثیابہ او بدنہ نجاسۃ مانعۃ لانہ حینئذ ھو الحامل للنجاسۃ بخلاف المستمسک فان الصبی لیس حاملا للنجاسۃ التی علیہ (بخلاف الکلب) اذا حملہ المصلی حیث لا تجوز صلاتہ لانہ حامل للنجاسۃ التی ھی لعابہ اما اذا جلس علیہ بنفسہ فعلی روایۃ انہ نجس العین کذلک لانہ حاملہ وھو نجاسۃ واما علی الروایۃ الصحیحۃ فینبغی ان تجوز صلاتہ لانہ غیر حامل للنجاسۃ کما فی الھرۃ ونحوھا علی ما سبق[1] اھ ملخصا۔

اگر کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس بلی تھی اس کی نماز مطلقاً جائز ہے اگر وہ خود بخود بیٹھی ہو، اور اگر اس نے اسے اٹھایا ہو تو اس صورت میں اس کے ظاہر پر اتنی نجاست نہ ہو جو مانع ہو (نماز جائز ہوگی. لیکن جب اس پر مانع کی حد تک نجاست ہو اس وقت نماز جائز نہیں جیسا کہ اگر اس نے بچہ اٹھایا ہو جو خود بخود ٹھہر نہیں سکتا اور اس کے کپڑوں یا بدن پر اتنی نجاست ہے جو نماز سے مانع ہے کیونکہ اس وقت وہ خود نجاست اٹھانے والا ہوگا بخلاف اس بچے کے جو خود بخود ٹھہر سکتا ہے اس صورت میں نمازی اپنے اوپر پائی جانے والی نجاست کو اٹھانے والا شمار نہیں ہوگا (بخلاف کتے کے) جب اسے اٹھایا ہو تو نماز جائز نہ ہوگی کیونکہ وہ اس کی نجاست یعنی لعاب کو اٹھائے ہوئے ہے۔ لیکن جب خود بخود بیٹھ جائے تو اس روایت کی بنا پر کہ وہ نجس عین ہے اسی طرح ہے کیونکہ وہ اسے اٹھائے ہوئے ہے اور وہ نجاست ہے لیکن صحیح روایت کے مطابق مناسب ہے کہ اس کی نماز صحیح ہو کیونکہ وہ نجاست کو اٹھائے ہوئے نہیں، جیسا کہ بلی وغیرہ کے بارے میں گزر چکا ہے۔ (ت)

اور اگر خود مصلی ہی نے اسے لے کر نماز پڑھی یا نماز میں اٹھا لیا تو قول طہارت عین ہی پر اس صورت میں دو قول ہیں۔

---

[1] غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی فصل فی الآسار مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۹۱

اقول والسرفیہ ان الابتناء علی شیئ لہ وجہان احدھما ان لا یبتنی الا علیہ والاخر ان یکون ھو احد ما یبتنی علیہ والمبتنی علی الصحیح بالمعنی الاول صحیح قطعا وبالمعنی الاخر لا یجب ان یکون صحیحا لجواز ان یکون المعنی الاخر مما یبتنی علیہ غیر صحیح فلا یکون المبتنی صحیحا بسببہ وعن ھذا نقول ان صحۃ الفرع تستلزم صحۃ الاصل ولا عکس لان الاصل لازم اعم فثبوتہ غیر قاض بثبوت ملزومہ۔

اقول اس میں راز یہ ہے کہ کسی چیز پر بنیاد رکھنے کی دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ اس کے علاوہ دوسری چیز پر بنیاد نہ ہو، اور دوسرا یہ کہ جن باتوں پر بنیاد رکھی گئی ہے یہ ان میں سے ایک ہے پہلے معنی کے اعتبار سے جو چیز صحیح پر مبنی ہوگی وہ قطعی طور پر صحیح ہوگی اور دوسرے معنی کے اعتبار سے اس کا صحیح ہونا واجب نہیں کیونکہ جائز ہے کہ دوسرا بعض جس پر اس کی بنیاد ہے وہ غیر صحیح ہو لہذا اس کے سبب (فرع کی صحت) سے بنیاد کا صحیح ہونا لازم نہ ہوگا اسی بنیاد پر ہم کہتے ہیں کہ فرع کی صحت اصل کے صحیح ہونے کو مستلزم ہے لیکن اس کا عکس نہیں کیونکہ اصل لازم اعم ہے پس اس کے ثبوت سے ملزوم کا ثبوت ضروری نہیں۔ت

اس قول پر اگرچہ عین کسے میں بھی لعاب تو باتفاق نجس ہے اصل کلام یہ ہے کہ کوئی نجاست پیٹ معدن میں حکم نجاست نہیں پاتی ورنہ نماز محال ہو کر خود بدن مصلی خون وغیرہ سے کبھی خالی نہیں اب نظر علماء دو مسلک پر مختلف ہوئی:

مسلک اول وجہ کی تفریع میں لعاب جب تک منہ سے باہر نہ نکلا اپنے معدن میں ہے انہوں نے حکم صحت دیا تو مطلقاً جیسا کہ امام ملک العلماء نے بدائع میں اختیار فرمایا اور اپنے مشائخ کرام سے نقل کیا اور اسی پر حلیہ میں اعتماد کیا اور در مختار کے کتاب الطہارت میں اور حلبی و شامی نے حواشی در اور طحطاوی نے حاشیہ مراقی الفلاح میں جزم فرمایا یا اس شرط کے ساتھ کہ اس کا منہ بندھا ہو ورنہ نماز نہ ہوگی یہ امام فقیہ ابو جعفر ہندوانی کا ارشاد ہے۔ محیط رضوی و نصاب و ابوالسعود وغیرہا اور بحر و در کی شروط الصلاۃ میں اسی پر اعتماد اور اسی طرف علامہ طحطاوی نے حاشیہ در میں میل کیا اور نظر فقہی میں تحقیق وہی ہے کہ بندش شرط نہیں قبل فراغ نماز لعاب بقدر مانع جواز کے سیلان پر بنا ہے نہ بہے تو نماز ہو جائے گی اگرچہ منہ کھلا رہے، ورنہ نہیں، اگرچہ بندھا ہو۔

اقول ظاہر تر یہ کہ شرط بندش کا مقصود بھی یہی ہے کما یفیدہ ما ذکر عن المحیط وغیرہ من تعلیل التقیید (جیسا کہ وہ بات یعنی تقیید کی علت اس کا فائدہ دے گی جسے ہم محیط وغیرہ سے

ذکر کریں گے۔ ت) حالانکہ لعاب کلاب منہ کھلا ہونے کی حالت میں سیلان کرتا اور بندش سے رکنا مظنون ہے لہٰذا شدوفتح سے تعبیر کی گئی، ومثله کثیر الوقوع من الفقهاء کما لا یخفی علی من تتبع (اور اس کی مثل فقہاء سے کثیر الوقوع ہے جیسا کہ تلاش کرنے والے پر مخفی نہیں۔ ت) غرض اختلاف لفظی میں ہے نہ معنی میں وبهذا یندفع التهافت المظنون فی کلمات البحر والدرر والطحطاوی وبالله التوفیق (بحرالرائق، درمختار اور طحطاوی کے کلمات میں جس تکرار کا گمان تھا اس سے وہ دور ہوگیا۔ اور اللہ تعالٰی ہی توفیق عطا کرنے والا ہے۔ ت) بہرحال ان سب ائمہ وعلماء نے نجاستِ لعاب کا اعتبار نہ فرمایا جب تک منہ سے باہر سیلان نہ کرے اس مسلک پر بلاشبہہ یہ فرع بھی صرف اسی طہارت عین کلب پر مبتنی، اور جب وہ مفتٰی، تو یہ بھی اسی طریقہ پر یقیناً مفتٰی ہے۔

فی البحر عن البدائع ان الطهارة (ای طهارة عین الکلب) اقرب القولین الی الصواب ولذا قال مشائخنا فیمن صلی وفی کمه جرو انه تجوز صلاته وقید الفقیه ابوجعفر الهندوانی الجواز بکونه مشدود الفم اھ[1] وفی البحر ایضا الاصح وهو حامل جرو صغیر لاتصح صلاته علی القول بنجاسته مطلقا وتصح علی القول بطهارته اما مطلقا او بکونه مشدود الفم کما قدمناه عن البدائع اھ[2] وفی حاشیة المراقی انه لیس بنجس العین وعلیه الفتوٰی واثر الخلاف یظهر فیما لو صلی وفی کمه جرو صغیر جازت علی الاول لا الثانی وشرط الهندوانی کونه مشدود

بحرالرائق میں بدائع سے منقول ہے کہ یہ (کتے کا طاہر عین ہونا) دونوں قولوں میں سے صحت کے زیادہ قریب قول ہے اس لیے ہمارے مشائخ نے فرمایا کہ جس آدمی کی آستین میں کتے کا بچہ ہو اس کی نماز جائز ہے اور فقیہ ابوجعفر ہندوانی کے نزدیک جواز کے لیے اس کے منہ کا باندھا ہونا شرط ہے اھ۔ بحرالرائق میں ہی ہے کہ جب کسی آدمی نے اس حالت میں نماز پڑھی کہ اس نے کتے کا چھوٹا بچہ اٹھا رکھا تھا تو اس قول پر کہ وہ نجس ہے نماز مطلقاً صحیح نہیں ہوگی اور طہارت کے قول کی بنیاد پر یا تو مطلقاً صحیح ہوگی یا اس صورت میں کہ اس کا منہ باندھا ہوا ہو، جیسا کہ ہم نے اس سے پہلے بدائع سے نقل کیا اھ مراقی الفلاح کے حاشیہ میں ہے کہ وہ نجس عین نہیں اور اسی پر فتوٰی ہے۔ اور اختلاف کا اثر اس

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۱۰۱
[2] " " " " " " ۱/۱۰۲

الفم اھ[1] ملخصا وفی البزازیۃ عن النصاب ان کانت الجرو مشدود الفم یجوز اھ[2] وفی شروط الصلاۃ للدر والبحر وفتح اللہ المعین والضابط للدر ما یتحرک بحرکتہ او یعد حاملا لہ کصبی علیہ نجس ان لم یستمسک بنفسہ منع والا لا کجنب وکلب ان شد فمہ فی الاصح اھ[3] وفی حاشیتہ للعلامۃ ط قولہ ان شد فمہ لو قال وکلب ان لم یسل منہ ما یمنع الصلاۃ لکان اولی لانہ لو علم عدم السیلان او سال منہ دون المانع لا یبطل الصلاۃ وان لم یشد فمہ حلبی وفیہ تامل اھ[4] ونقل العلامۃ الشامی ما افادہ الحلبی فاقرہ وایدہ وفی الحلیۃ فی محیط رضی الدین رجل صلی ومعہ جرو کلب وما لا یجوز ان یتوضأ بسؤرہ قیل لم یجز والاصح انہ ان کان فمہ مفتوحا لم یجز لان لعابہ یسیل فی کمہ فیصیر مبتلا بہ فیتنجس کمہ فیمنع جواز الصلوۃ ان کان اکثر من قدر الدرھم فان کان فمہ مشدودا بحیث لا یصل لعابہ

صورت میں ظاہر ہوگا جب وہ اس حال میں نماز پڑھے کہ اس کی آستین میں کتے کا چھوٹا بچہ ہو، پہلے قول کے مطابق نماز جائز ہوگی دوسرے کے مطابق نہیں۔ اور ہندوانی نے منہ بندھا ہونا شرط رکھی ہے اھ تلخیص۔ بزازیہ میں نصاب سے نقل کیا ہے کہ اگر کتے کے بچے کا منہ بندھا ہوا ہو تو نماز جائز ہے اھ۔ نماز کی شرائط میں درمختار، بحر، اور فتح اللہ المعین میں ہے الفاظ درمختار کے ہیں کہ جو اس کی حرکت سے حرکت کرے یا اسے اٹھانے والا شمار ہو جیسے بچہ کہ اس پر نجاست ہو اگر وہ خود بخود نہ ٹھہر سکے تو منع کیا جائے گا ورنہ نہیں جیسے جنبی اور کتا، اگر اس کا منہ باندھا ہو۔ یہ اصح قول کے مطابق ہے اھ اور اس کے حاشیہ میں علامہ طحطاوی نے فرمایا "یہ کہنے کی بجائے کہ اگر اس کا منہ باندھا ہوا ہو، وہ فرماتے، اور کتے کے منہ سے اگر وہ چیز نہ نکلے جو نماز کو روکتی ہے" تو یہ بات زیادہ بہتر ہوتی کیونکہ جاری نہ ہونا معلوم ہو یا اس سے اتنا جاری ہو جو مانع نہیں ہے تو نماز باطل نہ ہوگی اگرچہ منہ باندھا ہوا نہ ہو۔ (حلبی) اور کہا اس میں غور کرو، اھ علامہ شامی نے وہ بات نقل کی جس کا فائدہ حلبی سے حاصل ہوا

---

[1] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل یطہر جلد المیتۃ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۸۸

[2] فتاوٰی بزازیۃ مع الفتاوی الہندیۃ السابع فی النجس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/۲

[3] الدرالمختار باب شروط الصلوٰۃ مطبع مجتبائی دہلی ۱/۶۵

[4] حاشیۃ الطحطاوی علی الدرالمختار باب شروط الصلوۃ دارالمعرفۃ بیروت ۱/۱۹۰

ان ثوبه جاز لان ظاهر کل حیوان طاهر ولایتنجس الا بالموت ونجاسة باطنه فی معدنها فلا یظهر حکمها کنجاسة باطن المصلی اھ[1] والاشبه انه التفصیل فکلب من شانه غلبة سیلان لعابه بحیث یبلغ مایسیل منه قبل فراغ حامله مایمنع صحة الصلاة وان شد فوه یمنع ذلك منه ومالیس کذلك فالاشبه فیه اطلاق الجواز کما ھو ظاھر ما فی البدائع عن مشایخنا اھ[2]۔

پھر اسے برقرار رکھا اور اس کی تائید کی۔ اور حلیہ میں رضی الدین کی محیط سے منقول ہے کہ ایک شخص نے نماز پڑھی اور اس کے ساتھ کتے کا بچہ یا وہ چیز تھی جس کے جھوٹے سے وضو کرنا جائز نہیں، کہا گیا ہے کہ نماز جائز نہیں لیکن زیادہ صحیح بات یہ ہے کہ اگر اس کا منہ کھلا ہوا ہو تو جائز نہیں کیونکہ اس کا لعاب آستین میں بہتا رہے گا اور وہ لعاب سے تر ہو کر ناپاک ہو جائے گی لہذا ایک درہم سے زیادہ ہونے کی صورت میں نماز کے جواز کو روکے گی اور اگر اس کا منہ اس طرح باندھا ہوا ہو کہ اس کا لعاب کپڑے تک نہ پہنچے تو نماز جائز ہے کیونکہ ہر حیوان کا ظاہر پاک ہے اور وہ موت کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا جب کہ اندر کی نجاست اپنے مرکز میں ہے۔ پس نمازی کے اندر کی نجاست کی مثل اس کا حکم بھی ظاہر نہ ہوگا۔ انتہی زیادہ مناسب بات یہ ہے کہ یہ تفصیل اس کتے کے [illegible] ہے جس کا لعاب اکثر جاری رہتا ہے کیونکہ اس کا لعاب جب اس صورت میں ہو کہ جو کچھ جاری ہو اور وہ اٹھانے والے کے فارغ ہونے سے پہلے اس حد تک پہنچ جائے جو نماز کے صحیح ہونے سے مانع ہے اگرچہ اس کا منہ بند کیا جائے تو یہ نماز سے مانع ہوگا اور جو ایسا نہ ہو اس میں مطلقاً جواز (کا قول) زیادہ مناسب ہے جیسا کہ ہمارے مشائخ کے اس قول سے ظاہر ہے جو بدائع میں ہے۔ (ت)

مسلک دوم: جن کی نظر اس طرف گئی کہ لعاب سطح دہن میں پیدا نہیں ہوتا بلکہ باطن گوشت سے متولد ہو کر دہن میں آتا ہے تو منہ سے باہر نکلے نہ نکلے کچھ دخل نہ رہا کہ اپنے اصل موضع سے منتقل ہو چکا تو اگرچہ بیرونِ دہن آئے حکمِ نجاست پایا جیسے خون کہ اندر سے نکل کر دہن وزبان کی سطوح پر آجائے پس صورت مذکورہ میں دہنِ کلب وغیرہ سباع بہائم کے اندر کی لعاب کا ہونا حمل نجاست کا موجب ہے، انہوں نے مطلقاً فسادِ نماز کا حکم دیا خانیہ وخلاصہ وبزازیہ وہندیہ وذخیرہ ومنتقی وحلیہ وغنیہ میں ہی

---

[1] التعلیق المجلی مع منیۃ المصلی مسائل ازالۃ النجاسۃ الحقیقیۃ مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۱۵۸
[2] " " " " " " " " " "

پر جزم فرمایا۔

فی الاربع الاول اللفظ متقارب والمعنی واحد والسیاق للوجیز صلی ومعہ حیوان حی یجوز التوضی بسؤرہ کالفارۃ یجوز واساء وان کان سؤرہ نجسا کجرو کلب لا یجوز وفی نصاب ان کان الجرو مشدود الفم یجوز[1] اھ وفی الحلیۃ عن الذخیرۃ عن المنتقی عن محمد صلی ومعہ حیۃ اوسنور او فارۃ اجزاہ وقد اساء وان کان ثعلب او جرو کلب لم تجز صلاتہ وذکر فی جنس ھذہ المسائل اصلا فقال کل مایجوز التوضی بسؤرہ تجوز الصلاۃ معہ ومالا یجوز الوضوء بسؤرہ لا تجوز الصلاۃ معہ[2] انتہی قال فی الحلیۃ بعد نقلہ ولکن لایعری عن تامل وسنوضحہ الخ والموعود بہ ھو ماقدمنا عنہا من ان لاشبہ التفصیل بالشد والفتح فی کلب شانہ کذا او اطلاق الجواز فی غیرہ قال بعد تحقیقہ وحینئذ یظھر ان فی کلیۃ الاصل المذکور نظر ینتبہ لہ[3] اھ وفی المنیۃ ان صلی ومعہ سنور او حیۃ یجوز

پہلی چار (کتب) میں الفاظ تقریباً ایک جیسے ہیں اور معنے بھی، اور وجیز (بزازیہ) کے الفاظ یوں ہیں کسی آدمی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس ایسا زندہ حیوان تھا جس کے جُھوٹے سے وضو جائز ہے مثلاً چوہا، تو نماز جائز ہوگی لیکن گناہگار ہوگا اور اگر اس کا جھوٹا ناپاک ہو جیسے کتّے کا بچہ، تو نماز ناجائز نہیں ہوگی۔ اور نصاب میں ہے اگر کتّے کے بچّے کا منہ بندھا ہوا ہو تو جائز ہوگی انتہی حلیہ میں بحوالہ ذخیرہ، منتقٰی سے امام محمد رحمہ اللہ کا قول نقل کیا کہ کسی شخص نے نماز پڑھی اور اس کے پاس سانپ یا بلّی یا چوہا تھا تو نماز جائز ہے۔ لیکن اس نے گناہ کیا۔ اور اگر لومڑی یا کتّے کا بچّہ ہو تو نماز جائز نہ ہوگی اور اس قسم کے مسائل کے بارے میں قاعدہ ذکر کرتے ہوئے فرمایا: جب اس کے جُھوٹے سے وضو جائز ہو تو اس کے ساتھ نماز بھی جائز ہوگی اور جس کے جُھوٹے سے وضو جائز نہ ہو اس کے ساتھ نماز جائز نہ ہوگی انتہی۔ اسے نقل کرنے کے بعد حلیہ میں فرمایا لیکن یہ غور و فکر سے خالی نہیں اور ہم عنقریب اس کی وضاحت کریں گے الخ، جس بات کا وعدہ کیا گیا ہے یہ وہی ہے جو ہم

---

[1] فتاوٰی بزازیہ مع الفتاوی الہندیۃ السابع فی النجس نورانی کتب خانہ پشاور ۴/ ۲۱
[2] حلیۃ المحلی
[3] حلیۃ المحلی

بخلاف جرو الکلب[1] اھ وفی الغنیة لو یقال النجاسة التی فی محلها غیر معتبرة ولا یعطی لها حکم النجاسة لانا نقول سلمنا ولکن اللعاب قد انتقل عن محله الذی تولد فیه واتصل بالفم الذی له حکم الظاهر بالنظر الی ما یخرج من الباطن فاعتبر نجاسة وقد تنجس بها لسانه وسائر فمه فکان مانعا اھ ملخصا[2]۔

نہ اس سے پہلے ان سے نقل کی ہے یعنی منہ باندھنے اور کھلا چھوڑنے کی تفصیل اس کتے کے بارے میں ہے جو اس شان کا ہو اور مطلق جواز اس کے غیر میں ہے انہوں نے تحقیق کے بعد فرمایا اس وقت ظاہر ہوتا ہے کہ مذکورہ قاعدے میں نظر ہے پس اس سے آگاہی حاصل کرو انتہی، منیہ میں ہے کہ اگر کسی نے نماز پڑھی اور اس کے پاس بلی یا سانپ ہو تو نماز جائز ہوگی بخلاف کتے کے بچے کے انتہی

غنیہ میں ہے یہ نہ کہا جائے کہ جو نجاست اپنے محل میں ہے غیر معتبر ہے اور اس کو نجاست کا حکم نہیں دیا جائیگا کیونکہ ہم کہتے ہیں ہم نے مان لیا لیکن لعاب اپنے اس مقام سے جہاں وہ پیدا ہوا منتقل ہو کر منہ سے مل جاتا ہے جسے باطن سے باہر آنے والی چیز کی طرف نظر کرتے ہوئے ظاہر کا حکم دیا جاتا ہے لہذا اس کی نجاست کا اعتبار ہوگا اور اس سے اس کی زبان اور تمام منہ ناپاک ہوگیا پس وہ مانع ہوگا انتہی تلخیص (ت)

اس مسلک پر یہ [illegible] تو صحت صلاۃ کے لیے طہارت مذہب کی درکار اور وہ کلب وغیرہ سب سے بعد تم میں مفقود، لہذا صحت نماز بھی مفقود، اگرچہ ظاہراً تعیین ہی ہو ایسی جگہ امینی علی یہی صحیح ہے یہ تو اختلاف علما تھا ترجیح دیکھیے تو وہ مسلک اول ہی کی طرف ہے فیض رضوی ذکر ارزق و درمختار وغیرہا میں صراحۃً اس کی تصحیح بلفظ اصح اور حلیہ میں بلفظ اشبہ مذکور۔

کما مر وقد صرح العلامة الفقیه خیر الدین الرملی فی فتاواہ الخیریة لنفع البریة من کتاب الطلاق بما نصه وانت علی علم بانه بعد التنصیص علی اصحیته لا یعدل عنه الی غیره[3] اھ وفیها من کتاب الصلح حیث

جیسا کہ گزرا علامہ فقیہ خیر الدین رملی نے اپنے فتاوی الخیریہ لنفع البریہ کی کتاب الطلاق میں اسے صراحۃً بیان کیا اور تم جانتے ہو کہ اس کے اصح ہونے پر تنصیص کے بعد غیر کی طرف عدول نہیں کیا جاتا انتہی اور اسی کی کتاب الصلح میں ہے کہ جب اصح ثابت

---

[1] منیۃ المصلی فصل الآسار مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامع نظامیہ لاہور ص ۵۸
[2] غنیۃ المستملی " مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۹۱
[3] فتاوٰی خیریہ کتاب الطلاق مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۱/۳۹

ثبت الاصح لا یعدل عنہ[1] ہوجائے تو اس سے عدول نہیں کیا جاتا۔ (ت)

معتمد اکثر وہ کتابیں جن میں مسلک اول اختیار فرمایا شروح ہیں اور مسلک دوم پر اکثر مشی کرنے والے فتاوٰی اور شروح فتوٰی ہے پر مرجح ہیں، کما نصوا علیہ فی مواضع لا تحصٰی کثرۃ (جیسا کہ انہوں نے بیشمار مقامات پر اس بات کی تصریح فرمائی ہے۔ ت) تو ثابت ہوا کہ مذہب ارجح پر اس فرشہ کو بھی مثل فرش سابق صرف طہارت عین ہی پر اجتناب ہے اور ایسی جگہ بلاشبہہ المبنی علی الصحیح صحیح (جو چیز صحیح پر مبنی ہوتی ہے وہ صحیح ہوتی ہے۔ ت)

اما تدقیق الغنیۃ **فاقول** وباللہ التوفیق سلمنا ان الریق لا یتولد فی الفم لکن لا شك ان معدنہ ھو الفم حتی انہ لا یسمی ریقا مالم یطلع فی الفم وبہ فارق الدم ولا یجب لکون شیئ معدن شیئ تولدہ فیہ الا تری ان العروق معادن الدم لا شك مع انہ لا یتولد فیہا بل فی الکبد ثم یسری الیہا ویجری فیہا وقد رأیناکم ذکرتم مسئلۃ ان السخلۃ اذا وقعت من امہا رطبۃ فی الماء لا تفسدہ وعللتموھا بقولکم وھذا لان الرطوبۃ التی علیہا لیست بنجسۃ لکونہا فی معدنہا اھ فاذا کانت رطوبۃ رحم امہا علی جلدہا فی محلہا فما ظنکم بالریق فی الفم بل التحقیق عندی ان نفی الکون فی المحل عن ھذا واثباتہ لرطوبۃ السخلۃ کلاھما سہوا

میں غنیہ کی تدقیق کے بارے میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں، ہم نے مان لیا کہ لعاب منہ میں پیدا نہیں ہوتا، لیکن اس میں شک نہیں کہ اس کا معدن منہ ہی ہے حتی کہ جب تک وہ منہ میں ظاہر نہ ہو اس کو لعاب نہیں کہا جاتا اور اسی سے خون (کا حکم) الگ ہوگیا، اور کسی چیز کے کسی کے لیے معدن ہونے سے لازم نہیں آتا کہ وہ اس میں پیدا بھی ہو کیا تم نہیں دیکھتے کہ خون کا معدن رگیں ہیں اس میں کوئی شک نہیں لیکن اس کے باوجود وہ وہاں پیدا نہیں ہوتا بلکہ وہ جگر میں پیدا ہوتا ہے پھر ان کی طرف چلتا اور رگوں میں جاری ہوتا ہے، ہم نے تمہیں دکھایا کہ بکری کا تر بچہ جو اپنی ماں سے پیدا ہو کر پانی میں گرا پانی خراب نہیں ہوا تم نے اس کی علت یوں بیان کی کہ اس پر جو رطوبت ہے وہ ناپاک نہیں کیونکہ وہ اپنے محل میں ہے اھ پس جب بچے کی جلد پر اس کی ماں کے رحم کی رطوبت اپنے محل میں ہے تو منہ میں پائے جانے والے

---

[1] فتاوٰی خیریہ کتاب الصلح مطبوعہ دار المعرفۃ بیروت ۲/ ۱۰۴

[2] غنیۃ المستملی فصل فی الانجاس سہیل اکیڈمی لاہور ص ۱۵۰

الاول فقد سمعت واما الأخر فلان المحل الذی لایحکم فیه بنجاسة النجاسة انما هو معدنها لا ما اصابته ومعدن تلك الرطوبات هی الرحم دون جلد السخلة کما لا یخفی والفرع ماش علی قول الامام بطهارة رطوبة الرحم عنده حققنا فیما علقنا علی رد المحتار ان الفرج فی قولهم رطوبة الفرج طاهرة عنده لا عندهما بالمعنی الشامل للفرج الخارج والفرج الداخل والرحم جمیعا وما یری من التعارض فی الفروع فللتفریع علی القولین۔

حجاب کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟ بلکہ میرے نزدیک تحقیق یہ ہے کہ اس کا اپنے محل میں نہ ہونا اور بکری کے بچے کی رطوبت کا اپنے محل میں ثابت ہونا دونوں باتیں سہو ہیں۔ پہلی بات اس بنیاد پر جو تم نے سُن لیا۔ اور دوسری بات اس لیے کہ وہ محل اس کا معدن ہے جس میں (پائی جانے والی) نجاست پر نجاست کا حکم نہیں لگے گا، نہ وہ جو اس کو پہنچے۔ اور ان رطوبات کا معدن رحم ہے، نہ بچے کی جلد، جیسا کہ مخفی نہیں۔ اور فرع، امام اعظم رحمہ اللہ کے قول کہ رحم کی رطوبت پاک ہے، پر جاری ہوتی ہے، ہم نے ردالمحتار کی تعلیق میں اس مسئلہ کی تحقیق کی ہے کہ فرج ان کے قول "فرج کی رطوبت، امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک پاک ہے صاحبین کے نزدیک نہیں" میں عام معنٰی کے اعتبار سے فرج خارج، فرج داخل اور رحم سب کو شامل ہے۔ اور وہ جو فروع میں تعارض دکھائی دیتا ہے تو یہ دو قول پر تفریع کی بنیاد پر ہے۔ (ت)

پس ثابت ہوا کہ ان دونوں مسئلہ اصل و فرع میں کلام ردمیں اصابت سے ناشی اور قول صحیح رجیح د و فرع پر ماشی ہے، هکذا ینبغی التحقیق واللّٰہ تعالٰی ولی التوفیق (تحقیق اسی طرح چاہیے اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔ ت)

تنبیہ نبیہ: ہر عاقل ذی علم جانتا ہے کہ جواز بمعنی صحت و بمعنی اباحت خصوصاً اباحت بالمعنی الاخص الغیر الشامل لکراہۃ التنزیہ اعنی تساوی الطرفین (خصوصاً اباحت اخص معنٰی کے اعتبار سے جو کراہتِ تنزیہی کو شامل نہیں یعنی دونوں طرفوں کے برابر ہونے میں۔ ت) میں زمین آسمان کا فرق ہے اول ہرگز مستلزم ثانی نہیں بہت افعال کہ مکروہ تنزیہی بلکہ تحریمی بلکہ حرام ہیں منافی صحت نماز نہیں ہوتے تو نماز ان افعال کے ساتھ جائز ہوگی یعنی صحیح و مسقط فرض مگر وہ فعل جائز و مباح یا بالمعنی المذکور نہ ہوگا بلکہ حرام یا گناہ یا ناپسند۔ علمائے کرام اہل مسلک اول کہ مثل کلب وغیرہ سباع سوائے خنزیر کے ساتھ نماز جائز بتاتے ہیں جواز بمعنی صحت میں کلام فرمارہے ہیں یعنی ان جانوروں کا پاس ہونا نہ طہارت وغیرہ کسی شرط نماز کا نافی نہ کسی رکن و فرض نماز کا منافی تو نماز فاسد نہ ہوگی فرض اُتر جائے گا معاذ اللہ یہ نہیں فرماتے کہ بے ضرورت شرعیہ ایسا فعل مکروہ و ناپسند نہیں حاشا کلب تو کلب

اُن جانوروں کی نسبت جن کا نہ صرف بدن بلکہ لعاب بھی پاک ہے صاف تصریح فرماتے ہیں کہ نماز میں انہیں اٹھانے سے ہوتا بُرا ہے جو ایسا کرے گا بُرا کرے گا خانیہ و خلاصہ و بزازیہ و ہندیہ و ذخیرہ و فتح کی عبارتیں محررِ مذہب سیدنا امام محمد رحمۃ اللہ تعالٰی علیہ کا ارشاد سُن چکے کہ یجوز واساء اجزأہ وقد اساء (جائز ہے یعنی برا کیا سے کفایت کرتا ہے لیکن وہ گناہ گار ہوا۔ ت) نماز تو ہوگئی مگر اُس نے بُرا کیا تو جب پاک بدن پاک دہن جب جانوروں کی نسبت یہ ارشاد ہے ناپاک دہن جانوروں کو لینا کس قدر سخت ناپسند رکھیں گے بلکہ جانور کا کیا ذکر بے ضرورت لڑکوں بچوں کا اٹھانا بھی مکروہ بتاتے ہیں۔ درمختار میں ہے: یکرہ حمل الطفل[1] (بچے کو اٹھانا مکروہ ہے۔ ت) یہاں تک کہ بے ضرورت تلوار باندھنا بھی مکروہ رکھتے ہیں جبکہ اس کی حرکت سے دل بٹے۔ نور الایضاح و مراقی الفلاح میں ہے:

لایکرہ تقلد المصلی سیفًا ونحوہ اذا لم یشتغل بحرکتہ وان شغلہ کرہ فی غیر حالۃ قتال[2]

نمازی کا تلوار وغیرہ باندھنا مکروہ نہیں جب اس کی حرکت سے مشغول نہ ہو اگر وہ مشغول رکھے تو حالتِ جنگ کے سوا مکروہ ہے۔ (ت)

تو ان کی نسبت یہ گمان کرنا کہ وہ اس فعل کو پسند رکھتے یا ناپسند نہیں جانتے ہیں محض بدگمانی و بدزبانی ہے۔ بحمد اللہ تعالٰی اس تقریر سے روشن ہوگیا کہ غیر مقلد صاحبوں کا وہ سب کا مطاعن، ائمہ علمائے حنفیہ کرام خصّہم اللہ تعالٰی باللطف العام وعمّہم بالجود والانعام (اللہ تعالٰی انہیں عمومی لطف وکرم کے ساتھ خاص فرمائے اور انہیں عام جود وانعام عطا فرمائے۔ ت) ہی شمار کرنا محض سفاہت و بے عقلی ہے حضرات صاحبین اور اُن کے موافقین رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم اجمعین کے نزدیک تو کُتّا نجس العین ہے اور طاہر جاننے والوں سے بھی ایک جماعت عظیم اہل مسلک ثانی مطلقاً اس صورت میں نماز فاسد بتاتے ہیں نہ بے قائلین طہارت سے اہل مسلک اول وہ بھی اسارت وکراہت کی تصریح فرماتے ہیں اُن کا مطلب صرف اس قدر کہ اگر کسی شخص نے کسی ضرورت وحاجت خواہ اپنی نادانی وجہالت سے ایسا کیا تو نماز باطل نہ ہوگی اس میں معاذ اللہ کیا جائے طعن ہے ہاں اگر فرماتے کہ ایسا کرنا چاہئے یا کرے تو کچھ ناپسندیدہ نہیں تو ایک بات تھی مگر حاشا وہ اس تہمت سے پاک ومنزہ ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔ الحمدللہ کہ یہ جواب ۲۳ رجب مرجب ۱۳۱۲ ہجریہ قدسیہ روز جاں افروز دوشنبہ کو تمام اور بلحاظ تاریخ سلب الثلب عن القائلین بطہارۃ الکلب[3] (کُتّے کی طہارت کے قائلین سے عیب دور کرنے کا

---

[3] بسبب مکابرہ بعض اہل بدعت ونجر بعض دیگر فتاوٰی فقیر بارہ روز تک یہ جواب نہ لکھا گیا (م)

---

[1] درمختار باب مایفسد الصلوٰۃ ومایکرہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۳

[2] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی فصل فیما لایکرہ للمصلی نور محمد کارخانہ تجارت کراچی ص ۲۰۲

بیان۔ (ت) تمام ہوا۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العٰلمین والصلٰوۃ والسلام علٰی سید المرسلین سیدنا ومولٰنا محمد وآلہ وصحبہ اجمعین۔

اور ہماری آخری پکار یہ ہے کہ تمام تعریفیں اللہ تعالٰی کے لیے ہیں جو تمام جہانوں کو پالنے والا ہے اور صلٰوۃ وسلام تمام رسولوں کے سردار، ہمارے سردار اور مولٰی حضرت محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آپ کے تمام آل واصحاب پر ہو۔ (ت)

واللہ تعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔

مسئلہ ۱۷۰: از کلکتہ دھرم تلا نمبر ۶ مرسلہ جناب مرزا غلام قادر بیگ صاحب ۲۲ شعبان ۱۳۱۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ میری بغل میں داد یا پھنسی کسی قسم کی ہوگئی ہے اُس میں کُھجلی ہوتی ہے جس وقت کھجاتا ہُوں تو کچھ لہو سا نکل آتا ہے اُس جگہ کا پاک کرنا سیلان آب تو بغیر سارے بدن زیربغل کے ہو نہیں سکتا لہذا اسی صورت کو تین مرتبہ کپڑا پانی میں تر کرکے پونچھ کر حکم کے موافق پاک کرلیتا ہوں اور کپڑا ہر مرتبہ میں دوسرا لیتا ہُوں کہ اوّل کو پاک کرنا ذرا دشوار ہوتا ہے اور یہی صورت جناب مولوی سعادت حسین صاحب مدرس مدرسہ عالیہ نے بتائی اگر آپ اپنی رائے سے مطلع فرمائیں گے تو ان شاء اللہ تعالٰی اطمینان کُلی ہوجائے گا۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

یہ مسئلہ اگرچہ ہمارے ائمہ کرام رضی اللہ تعالٰی عنہم میں مختلف فیہ اور مشایخ فتوٰی رحمۃ اللہ تعالٰی علیہم میں معرکۃ الآرا رہا ہے مگر فقیر غفراللہ تعالٰی اسی پر فتوٰی دیتا ہے کہ بدن سے نجاست دُور کرنے میں دھونا یعنی پانی وغیرہ بہانا شرط نہیں بلکہ اگر پاک کپڑا پانی میں بھگو کر اس قدر پونچھیں کہ نجاست مرئیہ ہے تو اس کا اثر نہ رہے مگر اتنا جس کا ازالہ شاق ہو اور غیر مرئیہ ہے تو ظن غالب ہوجائے کہ اب باقی نہ رہی اور ہر بار کپڑا تازہ لیں یا اُسی کو پاک کرلیا کریں تو بدن پاک ہوجائیگا اگرچہ ایک قطرہ پانی کا نہ بہے یہ مذہب ہمارے امام مذہب سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کا ہے اور یہاں امام محمد بھی اُن کے موافق ہیں اور بہت اکابر ائمہ فتوٰی نے اسے اختیار فرمایا اور عامہ کتب معتبرہ مذہب میں بہت فروع اسی پر مبتنی ہیں تو اس پر بے دغدغہ عمل کیا جاسکتا ہے مثلاً انگلی پر کچھ نجاست لگ گئی تھی اسے خبر نہ تھی کسی وجہ سے انگلی تین بار چاٹ لی یہاں تک کہ اُس کا اثر

جاتا رہا انگلی پاک ہوگئی۔ عورت کے سر پستان پر ناپاکی تھی بچے نے دودھ پیا یہاں تک کہ اثر نجاست زائل ہوا پستان پاک ہوگئی۔

فی الدر المختار والبحر وغیرھما تطھر اصبع وثدی تنجس بلحس ثلثا[1]۔

درمختار اور بحرالرائق وغیرہ میں ہے ناپاک انگلی اور پستان تین مرتبہ چاٹنے سے پاک ہوجاتی ہے۔ (ت)

شراب پی اس کے بعد اپنے لب تین بار چاٹ لئے اور لعاب دہن میں پیدا ہوکر بار بار نگل لیا یہاں تک کہ اثر خمر زائل ہو منہ پاک ہوگیا۔

یونہی بلی نے چوہا کھا کر زبان سے اپنا منہ صاف کرلیا اور دیر گزری کہ دہن بوجہ لعاب صاف ہوگیا اس کے بعد پانی پیا پانی ناپاک نہ ہوگا۔

فی التنویر سؤر شارب خمر فور شربھا وھرۃ فور اکل فارۃ نجس[2]، فی رد المحتار عن الحلیۃ بخلاف ما اذا مکث ساعۃ ابتلع ریقہ بعد ثلث مرات بعد لحس شفتیہ بلسانہ وریقہ ثم شرب فانہ لا ینجس ولا بد ان یکون المراد اذا لم یبق فی ریقہ اثر الخمر من طعم او ریح[3] اھ وفیہ عنھا فی مسألۃ الھرۃ وان مکثت ساعۃ ولحست فمھا فمکروہ عندنا ولا ینجس عندھما وقال محمد ینجس لان النجاسۃ لا تزول عندہ الا بالماء[4] اھ۔

تنویر میں ہے شرابی کے شراب پینے کے فوراً بعد کا جھوٹا اور بلی کے چوہا کھانے کے فوراً بعد کا جھوٹا ناپاک ہے۔ ردالمحتار میں حلیہ سے منقول ہے کہ بخلاف اس کے جب ایک ساعت ٹھہر جائے اور زبان اور لعاب کے ساتھ ہونٹوں کو چاٹنے کے بعد اپنا لعاب تین بار نگل لے پھر پانی وغیرہ پیئے تو وہ ناپاک نہیں ہوگا۔ اس سے یہ بات مراد لینا ضروری ہے کہ جب اس کے لعاب میں شراب کے ذائقہ یا بُو کا اثر نہ رہا ہو اھ اور اسی (ردالمحتار) میں اسی (حلیہ) سے بلی کے مسئلے میں ہے کہ اگر وہ ایک ساعت ٹھہرے اور اپنا منہ چاٹ لے تو مکروہ ہے (تنزیہی) شیخین کے نزدیک ناپاک نہیں ہوگا اور امام محمد رحمہ اللہ فرماتے ہیں ناپاک ہوجائے گا کیونکہ ان کے نزدیک پانی کے بغیر نجاست زائل نہیں ہوتی۔ (ت)

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۳
[2] " فصل فی البئر " ۱/۴۰
[3] ردالمحتار " مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۶۳
[4] " " " ۱/۱۶۳

قے ہوئی اور اتنی دیر کے بعد کہ آمد و رفت لعاب نے اس کا اثر کھو دیا نماز پڑھی نماز ہو گئی۔

فی الغنیۃ والحلیۃ ثم وکذا باللحس اذا اصاب الخمر یدہ فلحسہ بریقہ ثلاث مرات یطھر کما یطھر فمہ بریقہ ش۔ فی الفتاوی الخانیۃ اذا قاء ملأ الفم ینبغی ان یغسل فاہ فان توضأ ولم یغسل فاہ حتی صلی جازت صلاتہ لانہ یطھر بالبزاق فی قول ابی حنیفۃ وابی یوسف رضی اللہ تعالٰی عنھما وکذا اذا شرب الخمر ثم صلی بعد زمان وکذا اذا اصاب بعض اعضائہ نجاسۃ فطھرھا بلسانہ حتی ذھب اثرھا وکذا السکین اذا تنجس فلحسہ بلسانہ او مسحہ بریقہ وکذا الصبی اذا قاء علی ثدی الام ثم مص الثدی مرارا یطھر اھ وکذا فی غیرھا والذی تقتضیہ القواعد المذھبیۃ من تحریر الکلام فی ھذا المقام انہ اذا اصاب بعض اعضائہ نجاسۃ حقیقیۃ فان کانت مرئیۃ ولحسھا ھو او غیرہ حتی ذھب عینھا واثرھا ان کان لا یشق زوالہ یطھر وان کانت غیر مرئیۃ فتطھر باللحس ثلاث مرات کما ذکرہ المصنف فی ھذہ المسئلۃ او حتی یغلب علی الظن زوالھا وبتصریح المصنف ان الفتوی علیہ۔

غنیہ اور حلیہ میں ہے۔ قاضی خان نے فرمایا اور اسی طرح چاٹنے کے ساتھ (پاک ہو جاتا ہے) جب کسی آدمی کے ہاتھ کو شراب لگ گئی پس اس نے اپنے لعاب کے ساتھ تین بار چاٹا تو پاک ہو جائیگا جیسے اس کا منہ تھوک کے ساتھ پاک ہو جاتا ہے اس پر شارح نے فرمایا فتاوی خانیہ میں ہے جب کسی نے منہ بھر کر قے کی تو چاہیے کہ اپنا منہ دھو لے اگر اس نے وضو کیا لیکن کلی نہیں کی یہاں تک کہ نماز پڑھ لی تو اس کی نماز جائز ہو جائیگی کیونکہ وہ امام اعظم اور امام ابو یوسف رضی اللہ عنہما کے نزدیک تھوک سے پاک ہو جاتا ہے۔ اسی طرح جب شراب پی پھر کچھ دیر بعد نماز پڑھی یونہی جب اس کے بعض اعضاء پر نجاست لگی اور اس نے اس کو اپنی زبان سے چاٹ لیا یہاں تک کہ اس کا اثر چلا گیا اسی طرح جب چھری ناپاک ہو گئی پھر اس نے اسے زبان سے چاٹا یا تھوک سے صاف کیا یونہی جب بچے نے ماں کے پستان پر قے کی پھر کئی بار پستان کو چوسا تو وہ پاک ہو جائے گا انتہی۔ دیگر کتب میں بھی اسی طرح ہے۔ قواعد مذہبیہ اس مقام پر جس کلام کی تحریر کے متقاضی ہیں وہ یہ ہیں کہ جب کسی عضو پر نجاست حقیقیہ لگ جائے تو اگر وہ دکھائی دینے والی ہے اور اس نے یا کسی دوسرے نے اس کو چاٹ لیا یہاں تک کہ اصل نجاست اور اس کا اثر زائل ہو گیا۔ اگر اس کو دور کرنے میں مشقت نہ ہو تو پاک ہو جائے گا اور

سلہ غنیۃ المستملی فصل فی الآسار مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور ص ۱۴۷

سلہ حلیہ

اگر وہ نجاست دکھائی نہیں دیتی تو تین بار چاٹنے سے پاک ہو جاتی ہے جیسا کہ مصنف نے اس مسئلہ میں ذکر کیا ہے یا کہ اس وقت جبکہ اس کے زوال کا غالب گمان ہو جائے عنقریب مصنف اس کی تصریح کریں گے فتوی اسی پر ہے (ت)

پچھنے لگانے اور موضع خون کو بھیگے ہوئے پاکیزہ کپڑے کے تین ٹکڑوں سے پونچھ دیا پاک ہو گیا یہ صورت مسئلہ کا خاص جزئیہ ہے کہ محیط رضوی وفتاوی ذخیرہ وتحفۃ الفتاوی وفتاوی ظہیریہ وحلیہ وغیرہا میں اس کی تصریح ہے۔

في الحلية بعد ما تقدم آنفا للعلم بانهم صرحوا كما في الخلاصة وكما يشير اليه ما نقلنا آنفا من الحاوية بان الحكم بالطهارة في هذه الفروع تفريع على ان الطهارة للبدن من النجاسة الحقيقية يكون بغير الماء من المائعات الطاهرة وقد عرفت انه قول ابي حنيفة وابي يوسف على اختلاف عن ابي يوسف في ذلك غير ان في محيط الشيخ رضي الدين ولو مسح موضع المحجمة بثلاث خرقات رطبات نظاف اجزأه عن الغسل لانه عمل عمل الغسل وقال ابو يوسف لا يجزئه حتى يغسله انتهى وعن الاول في الذخيرة وتحفة الفتاوى الصغرى الى ان الحاكم قال انه روى عن ابي حفص عن محمد بن الحسن رحمه الله كما ومشى على الثاني قاضي خان بعد ان حكاه عن الفقيه ابي جعفر حيث قال اذا كانت على بدنه نجاسة فمسحها بخرقة مبلولة ثلاث مرات حكى عن الفقيه ابي جعفر انه قال يطهر اذا كان الماء متقاطرا على بدنه ثم قال بعد ذلك ولو مسح موضع الحجامة بثلاث خرق مبلولة قد مر قبل هذا

حلیہ میں اس کے بعد جو ابھی گزرا ہے "جان لو کہ فقہائے کرام نے تصریح کی ہے جیسا کہ خلاصہ میں ہے اور جیسا کہ اس کی طرف وہ بات اشارہ کرتی ہے جسے ہم نے ابھی حاویہ سے نقل کیا ہے کہ ان فروع میں طہارت کا حکم اس بات پر تفریع ہے کہ نجاست حقیقیہ سے بدن کی طہارت پانی کے علاوہ دیگر پاک بہنے والی چیزوں سے ہو جاتی ہے اور تم معلوم کر چکے ہو کہ یہ امام ابو حنیفہ اور امام ابو یوسف رحمہما اللہ کا قول ہے لیکن امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا کچھ اختلاف بھی ہے۔ شیخ رضی الدین کی محیط میں ہے، اگر محجمہ کی جگہ کو کپڑے کے تین تر ٹکڑوں سے صاف کیا تو دھونے کے قائم مقام ہے کیونکہ اس نے غسل کا عمل کیا امام ابو یوسف فرماتے ہیں دھونے کے بغیر کفایت نہ ہوگی (انتہی) اور پہلے کے بارے میں ذخیرہ اور فتاوی صغری کے تحفہ میں ہے، یہاں تک کہ حاکم نے کہا یہ ابو حفص سے اور وہ محمد بن حسن سے روایت کرتے ہیں اور دوسرے کو قاضی خان نے فقیہ ابو جعفر سے حکایت کرنے کے بعد اختیار کیا جب کہا "اگر اس کے بدن پر نجاست ہو پس وہ اسے کپڑے کے تر ٹکڑے کے ساتھ تین بار صاف کرے تو فقیہ ابو جعفر سے منقول ہے کہ پاک ہو جائیگا بشرطیکہ اس کے بدن پر پانی کے قطرے گریں اس کے بعد فرمایا اگر تین تر ٹکڑوں کو حجامت کی جگہ پھیرا تو پہلے گزر چکا کہ یہ

انه يجوز اذا كان متقاطرا والا فلا حيث
قال ولو اصاب بعض اعضائه نجاسة فبل يده
ثلثا ومسحها على ذلك الموضع ان كانت البلة
من يده متقاطرة جاز والا فلا لانه يكون
غسلا فمقتضى قياس هذا انه لا يجوز عند
ابي يوسف ازالة النجاسة المذكورة في الفروع
الماضية بالبزاق حتى يكون متقاطرا بحيث
تسمى الازالة غسلا والله تعالى سبحنه اعلم
اه ما اذ اجاد عليه رحمة الملك الجواد
وفي رد المحتار يتفرع على ما يطهر بالمسح موضع
الحجامة ففي الظهيرية اذا مسحها بثلاث
خرق رطبات نظاف اجزأه عن الغسل واقره
في الفتح وقاس عليه ما حول محل الفصد
اذا تلطخ ويخاف من الاسالة السريان الى
الثقب قال في البحر وهو يقتضي تقييد مسألة
المحاجم بما اذا خاف من الاسالة ضررا
والمنقول مطلق اه قول وقد نقل في القنية
عن نجم الائمة الاكتفاء فيه بالمسح مرة
واحدة اذا زال به الدم لكن في الحاشية
لو مسح موضع الحجامة بثلاث خرق مبلولة
يجوز ان كان الماء متقاطرا اه والظاهر
ان هذا مبني على قول ابي يوسف في المسألة
المار من تفصيل كما نقله عنه في

جائز ہے جبکہ قطرے گریں اور ولوالجی سے نقل کیا انہوں
نے فرمایا اگر کسی عضو پر نجاست لگ جائے پھر وہ اپنے
ہاتھ کو تین بار تر کرکے اس جگہ پر ملے تو اگر اس کے
ہاتھ کی رطوبت متقاطر ہے تو جائز ہے ورنہ نہیں کیونکہ
یہ دھونا ہو جائے گا (انتہی) اس کا قیاس یہ ہے
کہ گزشتہ فروع میں جس نجاست کا ذکر کیا گیا ہے
امام ابو یوسف رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس کو لعاب سے
دور کرنا اس وقت جائز ہے جب لعاب قطروں کی
طرح گرے کیونکہ اس ازالے کو دھونا قرار دیا گیا ہے۔
اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے (انتہی) ان پر سخی بادشاہ
کی رحمت ہو۔ انہوں نے کیا ہی اچھا فائدہ پہنچایا۔ ردالمحتار
میں ہے کہ جو چیزیں پونچھنے سے صاف ہو جاتی ہیں ان میں سے
حجامت کی جگہ بھی ہے، ظہیریہ میں ہے جب تین تر اور
نرم ٹکڑوں سے پونچھا تو دھونے کے قائم مقام ہوگا۔ فتح القدیر
میں بھی اس کو برقرار رکھا ہے پچھنے کی جگہ کے ارد گرد کو بھی
اس پر قیاس کیا ہے جب وہ آلودہ ہو جائے اور پانی بہانے
سے سوراخ میں جانے کا ڈر ہو۔ بحر میں فرمایا اس کا تقاضا یہ
ہے کہ حجامت کی جگہوں کے مسئلے کو اس بات سے مقید
کیا جائے کہ جب پانی بہانے سے ضرر کا خوف ہو، اور
جو کچھ منقول ہے وہ مطلق ہے (انتہی) قنیہ میں نجم الائمہ
سے منقول ہے کہ ایک مرتبہ پونچھنے پر اکتفا اسی وقت ہوگا
جب اس سے خون نکلنا بند ہو جائے۔ لیکن حاشیہ میں ہے
کہ حجامت کی جگہ کو تین تر ٹکڑوں کے ساتھ پونچھا جائے

ل حلیہ

الحلیۃ عن المحیط ؎۱

بشرطیکہ پانی کے قطرے گریں (انتہی) اور ظاہر یہ ہے کہ یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے اس قول پر مبنی ہے کہ دھونا ضروری ہے جیسا کہ آپ سے حلیہ میں محیط کے حوالے سے نقل کیا۔ (ت)

ان عبارات سے واضح ہوا کہ تطہیر نجاست حقیقیہ میں شیخین مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک پانی شرط نہیں مگر امام محمد مثل نجاست حکمیہ یہاں بھی ماءِ مطلق ضرور جانتے ہیں وہذا لعاب دہن کے پانچوں مسائل گزشتہ میں خلاف فرماتے ہیں اور طرفین رضی اللہ تعالٰی عنہما کے نزدیک تطہیر بدن میں تقاطر بھی شرط نہیں صرف زوال نجاست درکار ہے جس طرح ہو

وعلیہ تستقیم المسائل المذکورۃ وعلیہ مشی فی الذخیرۃ والتتمۃ والظہیریۃ والمحیط الرضوی وغیرھا۔

اور مسائل مذکورہ اسی پر مبنی ہیں اور ذخیرہ، تتمہ، ظہیریہ اور محیط رضوی وغیرہ میں یہی راہ اختیار کی ہے۔ (ت)

مگر امام ابو یوسف مثل نجاست حکمیہ یہاں بھی اسالہ لازم مانتے ہیں۔

وھو الذی مشی علیہ فی الخانیۃ والولوالجیۃ واختارہ الفقیہ ابو جعفر والیہ یمیل کلام الفتح ویرد علیہ وفاق الامام فی مسائل البزاق الا ان یحمل علی کون البزاق کثیرا یسیل مرورہ سیلانا کما تقدم عن الحلیۃ۔

خانیہ اور ولوالجیہ نے یہی راستہ اختیار کیا۔ فقیہ ابو جعفر نے اسے پسند کیا۔ فتح القدیر کا کلام بھی اسی طرف مائل ہے لیکن تھوک کے مسائل میں ان کا امام اعظم رحمہ اللہ سے موافق ہونے پر اعتراض وارد ہوتا ہے مگر یہ کہ اسے تھوک کے زیادہ ہونے پر محمول کیا جائے جس کے گزرنے کو جاری ہونا کہا جا سکے جیسا کہ حلیہ سے گزرا۔ (ت)

اقول وقد لایساعدہ التعبیر باللحس والالتقامات اویقال ان امرار الریق واللسان بمنزلۃ الصب کما ابداہ عذرا عنہ فی الغنیۃ۔

اقول چاٹنے یا مطلق تھوک کی صورت میں یہ تعبیر اس کی موافقت نہیں کرتی یا کہا جائے کہ لعاب کو زبان کے ساتھ گزارنا بہانے کی طرح ہے جیسا کہ غنیہ میں ان سے عذر پیش کرتے ہوئے ظاہر کیا ہے (ت)

اقول وفیہ نظر ظاھر فالظاھر ان وفاقہ ھھنا لاجل الضرورۃ کما مشی علیہ فی الغنیۃ اولاً واللہ تعالٰی اعلم

اقول یہ بھی واضح طور پر قابل اعتراض ہے ظاہر یہ ہے کہ ان کا یہاں (امام صاحب کی) موافقت کرنا ضرورت کے تحت ہے جیسا کہ غنیہ کے شروع میں غنیہ نے یہ راہ اختیار کی ہے واللہ تعالٰی اعلم (ت)

تو حاصل مذہب امام مذہب رضی اللہ تعالٰی عنہ یہ قرار پایا کہ بدن سے ازالہ نجاست حقیقیہ پانی لعاب دہن خواہ کسی

؎۱ ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۲۲۶

مانع طاہر ہے جو دھو کر خواہ پونچھ کر اگرچہ دستے مطلقاً کافی و موجبِ طہارت ہے پھر اگر یہ ازالہ بذریعہ آب ہو جیسے صورتِ سوال میں کہ پانی سے بھیگے کپڑے سے بدن پونچھا گیا تو امام محمد بھی طہارت مانیں گے اور اگر پانی کی تری کپڑے میں اس قدر تھی کہ ہر بار قطرے بدن پر سے ٹپکے تو جمیع ائمہ مذہب حصولِ تطہیر پر اتفاق فرمائیں گے۔

هذا هو التحریر ابان بتوفیق اللہ تعالٰی وبہ تبین ان تقیید الفتح مسألۃ العصر بخوف الضرر میل منہ الی مذہب الثانی او ارشاد الی الاحوط والا فمذہب صاحب المذہب لاحاجۃ الیہ ولذا قال فی البحر ان المنقول مطلق وبہ تبین ان تخصیص العلامۃ الشامی تطہیر المسح بموضع الحجامۃ جمود علی تصویر وقع فی مسألۃ والا فہو لا یوافق شیئاً من المذاہب لاسیما مذہب صاحب المذہب کما علمت وقد اسمعناک من النصوص ما فیہ غنیۃ وللہ الحمد۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اللہ تعالٰی کی توفیق سے یہی تحریر (مقصد تک) پہنچنے والی ہے اس سے ظاہر ہوا کہ نچوڑنے کے مسئلے میں فتح القدیر کا خوفِ ضرر کی قید لگانا ان کا دوسرے مذہب کی طرف میلان ہے یا زیادہ محتاط کی طرف رہنمائی کرنا ہے ورنہ صاحبِ مذہب کے مذہب پر اس کی حاجت نہیں اسی لیے بحرالرائق میں فرمایا کہ منقول مطلق ہے اور اسی سے واضح ہوا کہ علامہ شامی کا مسح کے ساتھ پاک کرنے کو حجامت کی جگہ سے خاص کرنا صرف اسی صورت سے متعلق ہے جو اس مسئلے میں واقع ہوئی ورنہ وہ کسی مذہب بالخصوص صاحبِ مذہب کے مذہب کے موافق نہیں جیسا کہ تم نے جان لیا اور ہم نے تمہیں بے پروا کر دینے والی نصوص سنا دیں۔ وللہ الحمد واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۷۹ غرہ شعبان ۱۳۱۲ھ

حضورِ اقدس! پرسوں کوٹھے کی بیٹ پانی میں پڑی تھی کمترین نے اسی پانی سے استنجا کیا اور جسم جس جگہ سے ناپاک تھا وہ بھی پاک کیا بعدہ وضو کے لیے جو پانی لینے کو جانا ہوا تو مٹکے میں بیٹ پڑی دیکھی پیٹ اور پسلیوں پر بھی پانی بہایا تھا اور تولیہ سے پونچھا تھا مگر بالکل جسم خشک نہ ہوا تھا کسی قدر نمی پسلیوں اور پیٹ پر لگی تھی اسی حالت میں صدری روئی کی پہن لی اور بٹن بھی لگا لیے اب یہ نہیں معلوم کہ پوروں سے صدری بھیگی یا نہیں بعد چند منٹ کے دیکھا تو صدری پر کہیں پانی لگا ہوا نظر نہ آیا اس صورت میں کیا حکم ہے؟

الجواب

صدری پاک ہے صرف ایسی نم جو کپڑے کو تر نہ کر سکے ناپاک نہیں کرتی فقط سیل آجانے کا کچھ اعتبار نہیں

بلکہ سر سے وہ پانی بھی جس سے استنجا کیا بدن دھویا پاک تھا کہ اس کے بعد چھینٹ پڑی دیکھی ممکن ہے کہ پانی لینے کے بعد پڑی ہو، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۰: از گلگت مرسلہ شہزادہ امیر خان ملازم کپتان اسٹوٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی مردار جانور کی پاک ہے یا ناپاک ہے کیونکہ سینگ تو ہر جانور کا پاک ہے اگر مسواک میں ہڈی ہاتھی دانت کی ہو تو کیسی ہے بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہڈی ہر جانور کی پاک ہے حلال ہو یا حرام، مذبوح ہو یا مردار جبکہ اس پر میتہ کی کوئی رطوبت نہ ہو سوا سؤر کے کہ اس کی ہر چیز ناپاک ہے مسواک میں ہاتھی دانت کی ہڈی ہو تو کچھ حرج نہیں ہاں اس کا ترک بہتر ہے۔

لحصول خلاف محمد فانہ قدس سرہ عینہ[1] کالخنزیر کما فی فتح القدیر ورد المحتار وغیرھما ومراعاۃ الخلاف مستحبۃ بالاجماع۔

کیونکہ اس جگہ امام محمد رحمہ اللہ کا اختلاف ہے آپ خنزیر کی طرح اس کے بھی نجس عین ہونے کے قائل ہیں جیسے فتح القدیر اور ردالمحتار وغیرہ میں ہے اور اختلاف کی رعایت کرنا بالاجماع مستحب ہے (ت)

درمختار میں ہے:

شعر المیتۃ غیر الخنزیر وعصبھا طاھر[2] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

خنزیر کے علاوہ مردار کے بال اور ہڈیاں پاک ہیں انتہی تلخیص۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے (ت)

مسئلہ ۱۸۱: ۹ ربیع الاول ۱۳۱۴ھ

جناب مولانا صاحب دام برکاتہم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ آداب خادمانہ بجا لا کر ملتمس ہوں چھت پر گوبری کی گئی اور پہلی مرتبہ کی بارش میں وہ چھت ٹپکی اس ٹپکے ہوئے پانی پر ناپاکی کا حکم ہے یا نہیں بیّنوا توجروا، زیادہ حد ادب، کمترین احمد حسین عرف چھجا عفی عنہ۔

الجواب

گرامی برادرا وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، اگر گوبر بالکل دُھل گیا اس کے بعد کا پانی ٹپکا تو کچھ

---

[1] ردالمحتار مطلب فی احکام الدباغۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۷
[2] درمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۳۸

مضائقہ نہیں مگر غالباً اُن ہی بارش میں اس کی امید کم ہے ، اور اگر گوبر باقی تھا اور ٹپکتے ہوئے پانی میں اس کا رنگ یا بُو تھی تو بے شک ناپاک ہے ، اور اگر رنگ و بُو کچھ نہ تھا تو اگر یہ پانی اُس حالت میں ٹپکا کہ بارش ہنوز ہو رہی ہے اور مینہ کا پانی رواں تھا تو ناپاک نہیں اور مینہ برس چکا تھا اُس کے بعد ٹپکا تو ناپاک ہے والسلام والمسئلۃ فی الھندیۃ وغیرھا واللہ تعالٰی اعلم (یہ مسئلہ فتاوی ہندیہ وغیرہ میں ہے ۔ اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے ۔ ت)

الاحلٰی من السکر لطلبۃ سکر روسر [۱۳]

(یہ رسالہ شکر روسر کے طالب (حکم شرعی) کے لئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

استفتاء

از نواب گنج بارہ بنکی مرسلہ شیخ عبدالجلیل پنجابی ماہ ذیقعدہ ۱۳۰۳ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ روسر کی شکر کہ ہڈیوں سے صاف کی جاتی ہے اور صاف کرنے والوں کو کچھ احتیاط اس کی نہیں کہ وہ ہڈیاں پاک ہوں یا ناپاک، حلال جانور کی ہوں یا مردار کی، اور سنا گیا کہ اس میں شراب بھی پڑتی ہے اسی طرح کل کی برف اور کل کی وہ چیزیں جن میں شراب کا لگاؤ سنا جاتا ہے شرعاً کیا حکم رکھتی ہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

فتوٰی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

سمع المولٰی وشکر لمن حمد العلی الاکبر۔ جس نے بلند و بالا ذات کی تعریف کی، مولا تعالٰی نے سنا

شکرک یا اللہ واحلٰی من کل ما یلذ و یستحلی، والصلاۃ والسلام علی سید الاناسی اعظم یعسوب لنحل الاسلام عذب الریق حلو الکلام منبع شہد یزیل السقام، وعلٰی آلہ وصحبہ العظام الفخام ما اشتفی بالعسل مریض سقیم، واحب الحلو مسلم سلیم، آمین۔

مٹا اور جو اعطا فرمائی۔ اے ہمارے رب! ہر اس چیز پر تیرا شکر نہایت لذیذ و شیریں ہے جس سے لذت اور مٹھاس حاصل کی جاتی ہے، اور درود و سلام مخلوق کے سردار پر جو اسلام کے درخت خرما کے لیے شہد کی مکھی سے بہتر حیثیت رکھتے ہیں جن کا لعاب میٹھا اور کلام شیریں ہے شہد کا منبع ہیں، جو بیماریوں کو دور کردیتا ہے، اور آپ کے باعظمت اور عظیم المرتبت آل و اصحاب پر جب تک شہد سے بیمار کو شفاء اور بے عیب مسلمان میٹھی چیز کو پسند کرے، آمین۔ (ت)

امابعد اس مسئلہ سے سوال شکر در آیا اور آراء نے عصر کو مضطرب پایا اور حاجت ناس اس طرف ماس اور دفع ہواجس نہایت ضرور اور کشف وساوس اہم امور لہٰذا مناسب کہ بحول الوہاب اس تازہ مسئلہ کی تحقیق و تنقیح اور حکم شرعی کی توضیح و تصریح اس نہج نجیح و طرز رجیح کے ساتھ عمل میں آئے کہ نہ صرف اسی مسئلہ تازہ بلکہ اس قسم کی تمام جزئیات بے اندازہ کا حکم واضح و آشکار ہو جائے افقر الفقراء عبدالمصطفٰی احمد رضا محمدی سنی حنفی قادری برکاتی بریلوی عاملہ المولی القوی بلطفہ الخفی والجلی وحشرہ مع المومنین واحسن الیہ والیہم اجمعین (نہایت طاقت والا مولا اسے اپنی کامل اور خفی مہربانی سے نوازے اور تمام مومنوں کے ساتھ اس کا حشر کرے اور تمام مسلمانوں سے اچھا سلوک کرے۔ ت) اس بارہ میں یہ مختصر فتوٰی لکھتا اور الاحلٰی من السکر لطلبۃ سکر روسر (شکر روسر کے طالب کیلئے یہ رسالہ

عـہ من لطائف ھذا الاسم مطابقتہ للمسمی من جہۃ ان الرسالۃ کما حکمت علی ھذا السکر بحکمین الحل فی صورۃ والحرمۃ فی اخری کذلک لہذا الاسم وجہان الی ھذین الحکمین فالمعنی علی الحل انہا احلی لہم من السکر لتسویغہا لہم ما اشتہیہ لتصمیم عوام الناس الوساوس والمعنی علی الحرمۃ انہا وان منعتہم من سکر مرغوب لم تحرمہم الحلاوۃ فان تحقیق حکم الشرع لذۃ القلب وتناول المشتہیات لذۃ النفس والاولی اھم واعلی فہذہ الرسالۃ احلی لہم من السکر الذی حرم علیہم ۱۲ منہ (م)

اس رسالے کے نام میں یہ خوبی ہے کہ یہ اسم بامسمی ہے کیونکہ جس طرح رسالہ نے اس شکر کے بارے ایک لحاظ سے حلال اور ایک لحاظ سے حرام دو حکم بیان کئے ہیں اسی طرح نام میں بھی دونوں کا لحاظ ہے، حلت کے لحاظ سے عوام کیلئے یہ شکر سے زیادہ میٹھا ہے کیونکہ اس نے شبہات اور اعتراضات کو ختم کرکے عوام کے لیے شکر کو مرغوب بنادیا ہے، اور حرمت کے لحاظ سے اس نے عوام کو اگرچہ شکر سے منع کردیا ہے تاہم ان کو لذتِ ایمانی سے محروم نہیں کیا کیونکہ ان کو شرعی مسئلہ کی تحقیق دے کر قلبی لذت دی ہے جبکہ مرغوب غذا سے صرف لذتِ نفس حاصل ہوتی ہے، پہلی چیز یعنی قلبی لذت اہم اور اعلٰی ہے اسی لیے شکر کو حرام کرنے والا یہ رسالہ عوام کے لئے شکر سے زیادہ میٹھا ہے ۱۲ منہ (ت)

شکرت بابہ ثواب (ت) ــــــــــــــــــــــ اس کا تاریخی نام رکھتا ہے وباللہ التوفیق والوصول الی ذری التحقیق (اللہ تعالٰی ہی کی طرف سے توفیق کا حصول اور تحقیق کی بلندیوں تک پہنچنا ہے۔ت) پیش از جواب چند مقدمے موضح صواب و اسال الرشاد من الملك الجواد (فیاض بادشاہ سے رہنمائی کا سوال کرتا ہوں۔ت)

مقدمہ اولٰی

ہڈیاں ہر جانور یہاں تک کہ غیر ماکول ونامذبوح کی بھی مطلقاً پاک ہیں جب تک ان پر ناپاک دسومت (چکنائی ۱۲) نہ ہو سوا خنزیر کے کہ نجس العین ہے اور اس کا ہر جزو بدن ایسا ناپاک کہ اصلاً صلاحیت طہارت نہیں رکھتا، اور دسومت میں قید ناپاکی اس غرض سے ہے کہ مثلاً جو جانور خون سائل نہیں رکھتے اُن کی ہڈیاں بہرحال پاک ہیں اگرچہ دسومت آمیز ہوں کہ ان کی دسومت بوجہ عدم اختلاط دم خود پاک ہے تو اس کی آمیزش سے استخوان کیونکر ناپاک ہوسکتے ہیں۔

فی تنویر الابصار والدر المختار ورد المحتار شعر المیتۃ غیر الخنزیر وعظمها وعصبها وحافرها وقرنها الخالیۃ عن الدسومۃ[1] (قید للحیثیۃ کما فی القهستانی فی مخرج الشعر المنتوف ومابعده فاذا کان فیه دسومۃ)[2] ودم سمك طاهر[3] اھ ملخصۃ۔

تنویر الابصار، درمختار اور ردالمحتار میں ہے: خنزیر کے علاوہ ہر مردار کے بال، ہڈی، پٹھے، کھُر اور سینگ جو چکنائی سے خالی ہوں (یہ قید سب کے ساتھ ہے جیسا کہ قہستانی میں ہے۔ پس اکھاڑے ہوئے بال، اور جو کچھ اس کے بعد ہے اگر اس میں چربی ہو تو وہ اس حکم سے خارج ہیں) اور مچھلی کا خون پاک ہے۔ انتہی تلخیص (ت)

مگر حلال وجائز الاکل صرف جانور ماکول اللحم مذکی یعنی مذبوح بذبح شرعی کی ہڈیاں ہیں حرام جانور اور ایسے ہی جو بے ذکاۃ[عہ] شرعی مرجائے یا کاٹا جائے بلکہ اجزائے حرام ہے اگرچہ طاہر ہو کہ طہارت مستلزم حلت نہیں جیسے سنکھیا بقدر مضرت اور انسان کا دودھ بعد عمر رضاعت اور مچھلی کے سوا جانوران دریائی کا گوشت وغیرہ ذلک کہ سب پاک ہیں اور باوجود پاکی حرام

عــہ یعنی بشرطیکہ محتاج ذکاۃ ہو نہ سمک وجراد کہ ان کا استثناء معلوم و معروف ۱۲ منہ (م)

۱؎ درمختار	باب المیاہ	مطبوعہ مجتبائی دہلی	۱/۳۸
۲؎ ردالمحتار	"	"	۱/۱۳۸
۳؎ درمختار	"	"	۱/۳۸

فی الحاشیۃ الشامیۃ اذا کان جلد حیوان میت ماکول اللحم لایجوز اکلہ وھو الصحیح لقولہ تعالٰی حرمت علیکم المیتۃ[1] وھذا جزء منھا وقال علیہ الصلٰوۃ والسلام انما یحرم من المیتۃ اکلھا[2] اما اذا کان جلد ما لایؤکل فانہ لایجوز اکلہ اجماعا بحر عن السراج[3] ملخصا وفیہ تحت قولہ والمسک طاھر حلال ش اد قولہ حلال لانہ لایلزم من الطہارۃ الحل کما فی التراب منح[4] اھ وفی الغنیۃ شرح المنیۃ عن القنیۃ حیوان البحر طاھر وان لم یؤکل حتی خنزیر البحر ولوکانت میتۃ[5] اھ۔

حاشیہ شامیہ میں ہے جب ایسے مردار حیوان کا چمڑا ہو جس کا گوشت کھایا جاتا ہے تو اس کا کھانا جائز نہیں اور یہی صحیح ہے کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "تم پر مردار حرام کیا گیا ہے" اور یہ اس کا جز ہے۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا: "مردار سے صرف اس کا کھانا حرام ہوتا ہے"۔ اور اگر ایسے جانور کا چمڑا ہو جس کا گوشت نہیں کھایا جاتا تو بالاجماع اس کا کھانا جائز نہیں البحرالرائق نے سراج سے نقل کیا (انتہی، تلخیص۔ اور اسی میں ہے "مشک (کستوری) پاک حلال ہے" کے تحت "حلال کا لفظ زیادہ کیا کیونکہ طہارت سے حلال ہونا لازم نہیں آتا ہے جیسا کہ مٹی میں ہے (منح) اھ۔ اور غنیہ شرح منیہ میں قنیہ سے نقل کیا ہے کہ دریائی جانور پاک ہیں اگرچہ انہیں کھایا نہ جاتا ہو یہاں تک کہ دریائی خنزیر بھی اگرچہ مردار ہو"۔ (ت)

مقدمہ ثانیہ

شریعت مطہرہ میں طہارت وحلت[عہ] اصل ہیں اور ان کا ثبوت خود حاصل کہ اپنے اثبات میں کسی دلیل کا محتاج نہیں اور حرمت ونجاست عارضی کہ ان کے ثبوت کو دلیل خاص درکار اور محض شکوک وظنون سے اُن کا اثبات نا ممکن کہ

عہ اقول اخرجہ احمد والبخاری ومسلم وابوداؤد والنسائی والترمذی بالفاظ متقاربۃ کلھم عن ابن عباس وابن ماجۃ عن ام المومنین میمونۃ رضی اللہ تعالٰی عنھم ۱۲ منہ (م)

اقول: اس کو احمد، بخاری، مسلم، ابوداؤد، نسائی، ترمذی سب نے متقارب لفظوں سے ابن عباس سے اور ابن ماجہ نے ام المومنین میمونہ رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا ۱۲ منہ (ت)

عہ۲ یعنی سوا بعض اشیا کے جن میں حرمت اصل ہے جیسے دماء وفروج ومضار ۱۲ منہ (ت)

[1] ردالمحتار مطلب فی احکام الدباغۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۳۹

[2] " " " ۱/۱۳۹

[3] غنیۃ المستملی تحمیل ستر العورۃ سہیل اکیڈمی لاہور ص ۲۰۰

طہارت و حلت پر ورود احالت جو یقینی تھا اُس کا زوال بھی اس کے مثل یقینی ہی سے متصور، ظن لاحق یقین سابق کے حکم کو رفع نہیں کرتا، یہ شرع شریف کا ضابطہ عظیمہ ہے جس پر ہزارہا احکام متفرع، یہاں تک کہ کہہ سکتے ہیں کہ تین چوتھائی فقہ سے زائد اس پر مبتنی، اور فی الواقع جس نے اس قاعدہ کو بھلا دیا وہ صدہا وسوسوں بلاؤں، فتنہ پردازی اوہام باطلہ و دست اندازی ظنون عاطلہ میں پڑا، حدیث صحیح میں ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ایاکم والظن فان الظن اکذب الحدیث[1] — بدگمانی سے بچو کیونکہ بدگمانی سب سے بڑا جھوٹ ہے۔

رواہ الائمۃ مالک والبخاری ومسلم وابوداؤد والترمذی عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ. — اسے ائمہ حدیث امام مالک، بخاری، مسلم، ابوداؤد اور ترمذی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ (ت)

اور یہیں سے ظاہر ہوا کہ اس قسم کے مسائل میں حکم ہر جا بجا کا دیتا ہے جب کسی کو کسی شے پر منع و انکار کرنے اور اُسے حرام یا مکروہ یا ناجائز کہنے منظور ہو تو بار ثبوت اس کے ذمہ ہے جب تک دلیل واضح شرعی سے ثابت نہ کرے اس کا دعوٰی اسی پر مردود، اور جائز و مباح کہنے والا بالکل بیکاوش کہ اس کے لیے تمسک باصل موجود، علماء فرماتے ہیں یہ قاعدہ نصوص بینہ احادیث نبویہ علی صاحبہا افضل الصلوٰۃ والتحیۃ وتصریحات جلیہ حنفیہ وشافعیہ وغیرہم علماء سے واضح و ثابت، یہاں تک کہ کسی عالم کا اس میں خلاف نظر نہیں آتا۔

فی الطریقۃ المحمدیۃ وشرحھا الحدیقۃ الندیۃ للعلامۃ عبدالغنی النابلسی قدس سرہ القدسی الاصل فی الاشیاء الطھارۃ لقولہ سبحنہ وتعالٰی ھو الذی خلق لکم ما فی الارض جمیعا والیقین لایزول بالشک والظن بل یزول بیقین مثلہ وھذا الاصل متقرر فی الشرع منصوص علیہ فی الاحادیث مصرح بہ فی کتب الفقہاء من الحنفیۃ والشافعیۃ وغیرھم ولم ارفیہ مخالفا من احد من العلماء اصلا فاذا شک او ظن فی طھارۃ ماء او طعام

علامہ عبدالغنی نابلسی قدس سرہ القدسی کی حدیقہ ندیہ شرح طریقہ محمدیہ میں لکھا ہے اشیاء کی اصل طہارت ہے، کیونکہ اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے "اللہ نے زمین میں جو کچھ ہے تمہارے لیے پیدا فرمایا" اور یقین، شک اور گمان کے ساتھ زائل نہیں ہوتا بلکہ اپنے جیسے یقین کے ساتھ یقین زائل ہوتا ہے۔ یہ قاعدہ شریعت میں مقرر ہے احادیث میں اس کی تصریح ہے اور حنفی، شافعی و دیگر علماء کی کتب میں واضح طور پر مذکور ہے، میں نے اس میں علماء کا اختلاف بالکل نہیں پایا، جب پانی، کھانے یا اس کے علاوہ کسی دوسری چیز کی طہارت میں

---

[1] بخاری شریف باب ما ینہی عن التحاسد والتدابر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۸۹۶

او غیر ذلک مما لیس بنجس العین فذلک الشیئ طاھر فی حق الوضوء وحل الاکل وسائر التصرفات وکذا اذا غلب الظن علی نجاستہ اھ ملتقطا[1]۔

جو نجس عین نہیں ہے شک پیدا ہو تو یہ چیز وضو کے حق میں پاک ہے اور اس کا کھانا بھی جائز، نیز دیگر تصرفات میں استعمال جائز، اسی طرح جب اس کی نجاست کا غالب گمان ہو (یقین نہ ہو) تو بھی پاک ہے اھ ملتقطاً (ت)

وفی الاشباہ والنظائر شک فی وجود النجس فالاصل بقاء الطھارۃ اھ[2]

اور الاشباہ والنظائر میں ہے وجود نجاست میں شک ہو تو اصل طہارت باقی رہتی ہے اھ

وفی الحدیقۃ لاحرمۃ الا مع العلم لا مع الشک والظن لان الاصل فی الاشیاء الحل اھ[3]

اور حدیقہ میں ہے حرمت، علم (یقین) کے ساتھ ہے شک اور گمان کے ساتھ نہیں کیونکہ اشیاء کی اصل حلت ہے اھ

وفی غمز العیون للعلامۃ السید الحموی تحت قاعدۃ الیقین لایزول بالشک قیل ھذہ القاعدۃ تدخل فی جمیع ابواب الفقہ والمسائل المخرجۃ علیھا تبلغ ثلثۃ ارباع الفقہ واکثر[4]۔

علامہ سید حموی کی غمز العیون میں ایک قاعدہ "یقین، شک سے زائل نہیں ہوتا" کے تحت کہا گیا ہے کہ یہ قاعدہ فقہ کے تمام ابواب میں داخل ہے اور اس کے تحت نکالے جانے والے مسائل، فقہ کی تین چوتھائی بلکہ اس سے زیادہ تک پہنچتے ہیں (ت)

مقدمہ ثالثہ

احتیاط اس میں نہیں کہ بے تحقیق بالغ و ثبوت کامل کسی شے کو حرام و مکروہ کہہ کر شریعت مطہرہ پر افترا کیجئے بلکہ احتیاط اباحت ماننے میں ہے کہ وہی اصل متیقن اور بے حاجت ثبوت خود ثابت، سیدی عبدالغنی بن سیدی اسمٰعیل قدس سرہما تحلیل فرماتے ہیں:

لیس الاحتیاط فی الافتراء علی اللہ تعالٰی باثبات

احتیاط اس بات میں نہیں کہ حرمت یا کراہت جن کے لیے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الخلق فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۷۰۰

[2] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثالثۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۸۶

[3] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الخلق فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۷۰۱-۷۰۰

[4] غمز العیون مع الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثالثۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/ ۸۵

الحرمۃ او الکراھۃ اللتین لابد لھما من دلیل بل فی القول بالاباحۃ التی ھی الاصل وقد توقف النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مع انہ ھو المشرع فی تحریم الخمر ام الخبائث حتی نزل علیہ النص القطعی اھ[1] وتمامہ فی حاشیۃ ابن عابدین فی الاشربۃ مقررا۔

دلیل کی ضرورت ہے، کو ثابت کرنے کے ذریعے اللہ تعالٰی پر افترا باندھا جائے بلکہ اباحت کے قول میں حق ہے کیونکہ اباحت اصل ہے نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے شارع ہونے کے باوجود تمام خباثتوں کی جڑ شراب کو حرام قرار دینے میں اس وقت تک توقف کیا جب تک آپ پر نصِ قطعی نازل نہیں ہوئی اھ ابن عابدین نے مشروبات کے باب میں اسے ثابت رکھتے ہوئے ترجیح دی ہے۔ (ت)

مقدمہ رابعہ

بازاری افواہ قابلِ اعتبار اور احکامِ شرع کی مناط و مدار نہیں ہوسکتی بہت خبریں بے سروپا ایسی مشتہر ہوجاتی ہیں جن کی کچھ اصل نہیں یا ہے تو مختار دین وت اکثر دیکھا ہے ایک خبر نے شہر میں شہرت پائی اور قائلوں سے تحقیق کی تو یہی جواب ملا کہ سنا ہے مگر کوئی اپنا دیکھا بیان نہ کرے گا اور سلسلہ کا پتا چلے کہ اصل قائل کون تھا جس سے سن کر شدہ شدہ اس اشتہار کی نوبت آئی یا ثابت ہو تو یہ کہ فلاں کذاب یا فاسق مجہول یا سے اسناد تھا پھر معلوم و مشاہد ہے جس قدر سلسلہ بڑھتا جاتا ہے خبر میں نئے نئے شگوفے نکلتے آتے ہیں یہ ہے ایک واقعہ سنیے کہ زید سے عمرو نے کہا تھی عمرو سے پوچھیے تو وہ کچھ اور بیان کرے گا اور بکر کا نام لے گا بکر سے دریافت ہو تو اور شہرت نکل کر یہ اتفاق ہوا

وما ھذا الا لما اخبر الصادق المصدوق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من فشو الکذب بعد قرون الخیر لاسیما ھذا الزمان الاخیر وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لایاتی علیکم زمان الا الذی بعدہ شر منہ حتی تلقوا ربکم[2] اخرجہ احمد ومحمد بن اسمعیل والترمذی والنسائی

اور یہ بات حضور علیہ السلام کی اس خبر کی بنا پر ہے جو آپ نے بھلائی کے زمانوں کے بعد جھوٹ کے عام ہونے سے متعلق دی ہے بالخصوص اس نہایت ہی بعید اور پچھلے زمانہ میں۔ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "تم پر جو آئندہ زمانہ آئے گا بعد سے بدتر ہوگا یہاں تک کہ تم اپنے رب سے ملاقات کرو۔ اسے امام احمد،

---

[1] رد المحتار کتاب الاشربۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۲۶

[2] بخاری شریف باب لایاتی زمان الخ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/۱۰۴۷

ماسکينة فيتحدثون بها ويقولون لا ندري من قائل مثل هذا، لا يسعى ان يسمع فضلا عن ان يثبت به حكم[1] اھ ملخصا.

ہیں اس لئے کہ آخری زمانے میں شیطان ایک جماعت کے درمیان بیٹھ کر کچھ باتیں کرے گا تو وہ اسے بیان کریں گے اور کہیں گے ہم اس کے قائل کو نہیں جانتے پس اس قسم کی بات کو سننا بھی مناسب نہیں چہ جائیکہ اس سے کوئی حکم ثابت کیا جائے اھ ملخصا (ت)

سیدی محمد امین الدین شامی رحمہ اللہ تعالٰی اسے نقل کرکے فرماتے ہیں:

قلت وهو كلام حسن ويشير اليه قول الذخيرة اذا استفاض وتحقق من المتحقق لا بمجرد الشيوع[2].

میں کہتا ہوں یہ اچھا کلام ہے اور ذخیرہ کا قول کہ جب اس سے یقین کا فائدہ حاصل ہو اور وہ ثابت ہوجائے کیونکہ مجرد شائع ہونے سے اس کا تحقق نہیں ہوتا" اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ (ت)

مقدمۂ خامسہ

حلت حرمت طہارت نجاست احکام دینیہ میں ان میں کافر کی خبر محض[عـہ] نامعتبر۔

قال اللہ تعالٰی لن يجعل اللہ للكٰفرين على المؤمنين سبيلا[3].

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اللہ تعالٰی ہرگز مسلمانوں پر کافروں کو راہ نہ دے گا۔ (ت)

بلکہ مسلمان فاسق بلکہ مستور الحال کی خبر بھی واجب القبول نہیں چہ جائیکہ کافر۔

قال اللہ تعالٰی یاایها الذین اٰمنوا ان جاءکم فاسق بنبا فتبینوا[4] الاٰیۃ۔

اللہ تعالٰی نے فرمایا: اے ایمان والو! اگر تمہارے پاس کوئی فاسق خبر لائے تو اس کی تحقیق کرو الآیۃ (ت)

عـہ یعنی جب محض معاملات میں نہ ہو مثلاً کافر گوشت لایا اور کہا مسلمان سے خریدا ہے بات اس کی مقبول اور گوشت حلال اور جو کہا مجوسی کا ذبیحہ ہے قول اس کا مردود اور گوشت حرام وکم من شیئ یثبت ضمنا ولا یثبت قصدا ۱۲ منہ (بہت سی چیزیں ضمناً ثابت ہوتی ہیں اور قصداً ثابت نہیں ہوتیں۔ ت)

---

[1] و [2] ردالمحتار کتاب الصوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۲/ ۱۰۲

[3] القرآن ۴/ ۱۴۱

[4] القرآن ۴۹/ ۶

درمختار میں ہے :

شرط العدالة فی الدیانات کالخبر عن نجاسة الماء فیتیمم ولا یتوضأ ان اخبر بها مسلم عدل منزجر عما یعتقد حرمته ویتحری فی خبر الفاسق والمستور اھ ملخصا[1] وفی الھندیة عن الکافی یقبل قول المستور فی الدیانات فی ظاهر الروایة وهو الصحیح اھ[2] وفی ردالمحتار عن الهدایة الفاسق متهم والکافر لایلتزم الحکم فلیس له ان یلزم المسلم اھ[3]

دیانات (عبادات سے متعلق خبر) میں عدالت شرط ہے جیسے پانی کے ناپاک ہونے کے بارے میں اگر کوئی مسلمان عادل جو حرام امور سے باز رہنے والا ہو خبر دے تو تیمم کرے، وضو نہ کرے۔ اور فاسق و مستور الحال کی خبر کے بارے میں خوب غور و فکر کرے انتہی تلخیص۔ اور عالمگیریہ میں کافی سے نقل کیا کہ ظاہر روایات کے مطابق دیانات میں مستور الحال کا قول قبول کیا جائے یہی صحیح ہے اھ اور ردالمحتار میں ہدایہ سے نقل کیا ہے کہ فاسق تہمت زدہ ہے اور کافر حکم کا خود التزام نہیں کرتا پس اسے مسلمان پر لازم کرنے کا حق نہیں۔ اھ (ت)

ہاں فاسق و مستور میں اتنا ہے کہ ان کی عرض کرکے تحری واجب اگر دل پر ان کا صدق جمے تو عمل کرے جب تک دلیل اقوی معارض نہ ہو اور کافر میں اس کی بھی حاجت نہیں مثلاً پانی رکھا ہو کافر کہے ناپاک ہے تو مسلمان کو روا کہ اس سے وضو کرے یا گوشت خریدا ہو کافر کہے یہ حرام ہے تو مسلمان کو اس کا کھانا حلال اگرچہ اس کا صدق ہی غالب ہو اگرچہ اس کی یہ بات دل پر کچھ جمتی ہوئی ہو کہ جو خدا کو جھٹلاتا ہے اس سے بڑھ کر جھوٹا کون پھر ایسے کی بات عمل واحتیاط عہ احتیاط کرے تو بہتر ہے جب کچھ حرج نہ ہو۔

فی فتاوی الامام قاضی خان ان کان المخبر بنجاسة الماء رجلا من اهل الذمة لایقبل قوله فان وقع فی قلبه انه صادق فی هذا الوجه قال

فتاوٰی امام قاضی خان میں ہے اگر پانی کے ناپاک ہونے کی خبر دینے والا ذمی کافر ہو تو اس کی بات قبول نہ کی جائے اگر اس کے دل میں واقع ہو کہ وہ اس

عہ کچھ اس لیے کہ وجود خبر کا دل پر ملحوظ اور دیگر جو اس کے مؤیدات و قرائن ہوں قلب مومن پر ٹھیک جمنا کالمحال ہے ۱۲ منہ (م)

---

[1] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۲/۲۳۷

[2] فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۰۹

[3] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۴۳

فذلک احب الیّ ان یریق الماء ثم یتیمم ولو توضأ بہ وصلی جازت صلاتہ۱؎

بات میں سچا ہے تو کتاب میں فرمایا مجھے زیادہ پسند ہے کہ پانی بہادے تو تیمم کرے اور اگر اس کے ساتھ وضو کرکے نماز پڑھی تو بھی جائز ہے (ت)

وفی الھندیۃ عن التاترخانیۃ رجل شری لحما فقبضہ فاخبرہ مسلم ثقۃ انہ قد خالطہ لحم الخنزیر لم یسعہ ان یاکلہ اھ۲؎

اور فتاوٰی ہندیہ میں تاتارخانیہ سے نقل کیا ہے کہ ایک آدمی نے گوشت خریدا جب اس پر قبضہ کرلیا تو اسے کسی صالح مسلمان نے خبر دی کہ اس میں خنزیر کا گوشت ملا ہوا ہے تو اس کے لیے کھانے کی گنجائش نہیں اھ (ت)

قلت ومفہوم المخالفۃ معتبر فی الکتب کما صرح بہ الائمۃ والعلماء وفی ردالمحتار عن الذخیرۃ انہ فی الفاسق یجب التحری وفی الذمی یستحب۳؎

میں کہتا ہوں کتب میں مفہوم مخالف کا اعتبار کیا گیا ہے جیسا کہ ائمہ وعلماء نے اس کی تصریح کی، ردالمحتار میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ فاسق کے سلسلے میں تحری واجب ضروری ہے اور ذمی کے بارے میں مستحب ہے اھ (ت)

وفی شرح التنویر عن شرح النقایۃ والخلاصۃ والحاویۃ اما اذا غلب صدقہ علی کذبہ فالاراقۃ احب اھ۴؎

اور شرح تنویر میں شرح نقایہ، خلاصہ اور حاویہ سے منقول ہے کہ فاسق کا سچ جب اس کے جھوٹ پر غالب ہو تب بھی اس (پانی) کا بہادینا زیادہ پسندیدہ ہے اھ (ت)

مقدمہ سادسہ

کسی شے کا محل احتیاط سے دور یا کسی قوم کا بے احتیاط و بے پروائے نجاست و حرمت سے مشہور ہونا اسے مستلزم نہیں کہ وہ شے یا اس قوم کی استعمالی خواہ بنائی ہوئی چیزیں مطلقاً ناپاک یا حرام وممنوع قرار پائیں کہ شک سے اگر یقین ہوا تو ان کی بے احتیاطی پر اور بے احتیاطی مقتضی وقوع دائم نہیں پھر اس شے میں سوا ظنون و تخمینات کے کیا باقی رہا جنہیں امثال مقام میں شرع مطہر لحاظ سے ساقط فرماچکی کما ذکرنا فی المقدمۃ الثانیۃ (جیسا کہ ہم نے

۱؎ فتاوٰی قاضی خاں فصل فیما یقبل قول الواحد مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۸۲
۲؎ فتاوٰی ہندیہ کتاب الکراہیۃ مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۰۹
۳؎ ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۲۳
۴؎ درمختار " مجتبائی دہلی ۲/۲۳۶

دوسرے مقدمہ میں ذکر کیا ہے۔ ت) اور توضیح احکام مسائل شرح سے اس کے چند نظائر بھی معرض بیان میں لانا مناسب کہ اس میں ایک تو ایضاح قاعدہ دوسرے اکثار فائدہ تیسرے علاج وساوس، واللہ تعالٰی الموفق۔

(۱) دیکھو کیا کرم ہے ان کنوؤں کی بے احتیاطی جن سے کفار، فجار، جہال، گنوار، نادان بچے، بے تمیز عورتیں سب طرح کے لوگ پانی بھرتے ہیں پھر شرع مطہر ان کی طہارت کا حکم دیتی اور شرب و وضو روا فرماتی ہے جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔

فی التاترخانیۃ ثم ردالمحتار من شك فی انائه وثوبه او بدنه اصابته نجاسة اولا فهو طاهر مالم یستیقن وکذا الآبار والحیاض والجباب الموضوعة فی الطرقات ویستقی منها الصغار والکبار والمسلمون والکفار[۱] اھ اقول وهذا امر مستمر من لدن الصدر الاول الی زماننا هذا لا یعیبه عائب ولا ینکره منکر فکان اجماعا۔

تاتارخانیہ پھر ردالمحتار میں ہے جس کو اپنے برتن، کپڑے یا بدن میں شک ہو کہ اسے نجاست پہنچی ہے یا نہیں تو جب تک (نجاست لگنے کا) یقین نہ ہو وہ پاک ہے، اسی طرح کنویں، حوض اور راستوں میں رکھے ہوئے مٹکے جن سے چھوٹے اور بڑے، مسلمان اور کفار سب پیتے ہیں (پاک ہیں) اھ اقول یہ بات پہلے دور سے ہمارے زمانے تک جاری ہے کوئی عیب لگانے والا اسے عیب نہیں لگاتا، اور کوئی منکر اس کا منکر نہیں تو اجماع ہوا۔ (ت)

(۲) خیال کرو اس سے زیادہ ظنون و خیالات ہیں ان جوتوں کے بارہ میں جنہیں گلی کوچوں ہر قسم کی جگہوں میں پہنے پھرتے پھرا کرتے ہیں جوتا کنویں سے نکلے اور اس پر کوئی نجاست ظاہر نہ ہو کنواں طاہر اگرچہ تطییبًا للقلب (دل کی تسلی کے لیے) بیس[عہ] ڈول نکال دیے گئے

فی الطریقة والحدیقة عن التاترخانیة سئل الامام الخجندی عن رکیة وهی البئر وجد فیها

طریقہ محمدیہ اور حدیقہ ندیہ میں تاتارخانیہ سے منقول ہے امام خجندی سے رکیہ کے بارے میں پوچھا گیا اور یہ ایک

عہ الاول مصرح به فی بعض الکتب والثانی لله بقیة وصحبه محمد نظرا الی ان العشرین اقل ماورد کما فی الحلیة وهذا هو الاولی بالاخذ والله اعلم ۱۲ منه (م)

پہلے کی تصریح بعض کتب میں موجود ہے اور دوسرا اس احتیاط کی بنا پر جسے امام محمد رحمہ اللہ نے وضع کیا ہے اس کی رعایت کرتے ہوئے کہ احادیث میں وارد شدہ اقوال میں تعداد کے اعتبار سے سب سے کم بیس کا قول ہے جیسا کہ حلیہ میں ہے یہ وہ ہے جس پر عمل کرنا اولٰی ہے واللہ تعالٰی اعلم ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۱

خف ای نعل تلبس ویمشی بھا صاحبھا فی الطرق[1] لایدری متی وقع فیھا ولیس علیه اثر النجاسة ھل یحکم بنجاسة الماء قال لا اھ ملخصا

اقول بل قد صح عن النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم واصحابه الصلٰوۃ فی النعال التی کانوا یمشون بھا فی الطرقات کما فی حدیث خلع النعال عند احمد[2] وابی داؤد وجمع المحدثین عن ابی سعید الخدری رضی اللّٰه تعالٰی عنه واخرج الائمة احمد والشیخان[3] والترمذی والنسائی عن سعید بن یزید سألت انسا اکان النبی صلی اللّٰه تعالٰی علیه وسلم یصلی فی نعلیه قال نعم واخرج ابوداؤد[4] والحاکم وابن حبان والبیھقی باسناد صحیح والطبرانی فی الکبیر [illegible] نزاع فی صحته عن شداد بن اوس والبزار بسند ضعیف عن انس مرفوعا وھذا حدیث الاول خالفوا الیھود (وفی روایة والنصارٰی) فانھم لایصلون فی نعالھم ولا خفافھم وقد کثرت الاحادیث القولیة والفعلیة فی ھذا المعنی مرفوعات وموقوفات۔

کنواں ہے کہ اس میں موزہ یعنی جوتا پایا گیا جس کو پہننے والا پہن کر راستوں پر چلتا ہے یہ معلوم نہیں کہ کس میں کب گرا اور اس پر نجاست کا نشان بھی نہیں تو کیا پانی کے ناپاک ہونے کا حکم دیا جائیگا؟ انہوں نے فرمایا نہیں اھ تلخیص۔ **اقول** بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے ان جوتوں میں جن کے ساتھ وہ راستوں میں چلتے تھے، نماز پڑھنا صحیح طور پر ثابت ہے جیسا کہ جوتا اتارنے والی حدیث میں ہے جسے امام احمد، ابوداؤد اور محدثین کی ایک جماعت نے حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی روایت سے نقل کیا ہے۔ اور امام احمد، بخاری و مسلم، ترمذی اور نسائی نے حضرت سعید بن یزید رضی اللہ عنہ سے روایت کی وہ فرماتے ہیں میں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے پوچھا کیا نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نعلین مبارک میں نماز پڑھتے تھے؟ انہوں نے فرمایا: ہاں۔ اور ابوداؤد، حاکم، ابن حبان اور بیہقی نے صحیح سند کے ساتھ اور طبرانی نے کبیر میں ایسی سند کے ساتھ جس کی صحت میں نزاع ہے شداد بن اوس سے اور بزار نے ضعیف سند کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا اور یہ پہلی حدیث ہے کہ یہودیوں کی مخالفت کرو (ایک روایت میں ہے اور نصارٰی کی بھی) کیونکہ وہ اپنے جوتوں اور موزوں میں نماز نہیں پڑھتے — اس مفہوم میں قولی، فعلی، مرفوع اور موقوف احادیث بکثرت پائی جاتی ہیں۔ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ، الصنف الثانی من الصنفین الخ، مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۰۳

[2] مسند احمد بن حنبل، عن ابی سعید الخدری رضی اللہ عنہ، دار الفکر بیروت ۳/۹۲

[3] صحیح البخاری، باب الصلوٰۃ فی النعال، قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۵۶

[4] سنن ابی داؤد، آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۹۵

قلت وقد افرزت فی ھذہ المسئلۃ وتحقیق المکتوب کراسۃ لطیفۃ تحتوی بعون الملک القوی علی فرائد نظیفۃ وفوائد شریفۃ سمیتہا جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال حاصل ما حققت فیہا ان الصلاۃ فی الحذاء الجدید والنظیف المصون عن مواضع الدنس ومواقع الریبۃ تجوز بلا کراھۃ ولا باس وکذا النعل الھندیۃ اذا لم تکن صلبۃ ضیقۃ تمنع افتراش اصابع القدم والاعتماد علیہا بل قد یقال باستحباب بہ واما غیر ذلک فیمنع منہ ومن المشی بہا فی المساجد وان کانت مرخصۃ فی الصدر الاول فکم من حکم یختلف باختلاف الزمان واللہ تعالٰی اعلم۔

میں کہتا ہوں: میں نے اس مسئلہ اور اس کے حکم کی تحقیق میں ایک کتابچہ لکھا ہے جو طاقت والے بادشاہ کی مدد سے عمدہ موتیوں اور عظیم فوائد پر مشتمل ہے۔ میں نے اس کا نام جمال الاجمال لتوقیف حکم الصلاۃ فی النعال (جوتوں سمیت نماز پڑھنے کے حکم کی وقفیت کا عمدہ اجمالی بیان) رکھا ہے۔ میں نے اس میں جو تحقیق کی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ نئے اور پاک جوتے میں جو نجاست کی جگہوں اور شک وشبہ کے مقامات سے محفوظ ہو، بلاکراہت نماز پڑھنا جائز ہے اور اس میں کوئی حرج نہیں، ہندستانی جوتے کا بھی یہی حکم ہے جب کہ وہ ایسا سخت اور تنگ نہ ہو جو انگلیاں بچھانے اور ان پر ٹیک لگانے میں رکاوٹ ہو، بلکہ اس کے مستحب ہونے کا قول بھی پایا جاتا ہے۔ لیکن اس کے علاوہ جوتے میں نماز پڑھنے اور اس کے ساتھ مساجد میں چلنے سے بھی منع کیا جائے گا اگرچہ پہلے دور میں اس کی اجازت تھی کچھ احکام اختلافِ زمانہ سے بدل جاتے ہیں، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

(۳) غور کرو کیا کچھ گنتی میں بچوں کے جسم وجامہ میں کہ وہ احتیاط کرنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتے پھر فقہا حکم دیتے ہیں جس پانی میں بچہ ہاتھ یا پاؤں ڈال دے پاک ہے جب تک نجاست محقق نہ ہو۔

فی المتن والشرح المذکورین کذلک حکم الماء الذی ادخل الصبی یدہ فیہ لان الصبیان لا یتوقون النجاسۃ لکن لا یحکم بہا بالشک والظن حتی لو ظہرت عین النجاسۃ او اثرھا حکم بالنجاسۃ[1] اھ ملخصا۔

مذکورہ متن وشرح (طریقہ وحدیقہ) میں ہے "اسی طرح اس پانی کا حکم ہے جس میں بچے نے ہاتھ داخل کیا کیونکہ بچے نجاست سے اجتناب نہیں کرتے لیکن شک وگمان کی بنیاد پر اس کا حکم نہیں دیا جائیگا البتہ عین نجاست یا اس کا اثر ظاہر ہوجائے تو نجاست کا حکم دیا جائیگا" ملخصاً (ت)

(۴) لحاظ کرو کس درجہ عام وسیع ہے روئی کتان میں جس سے عام بدن چھپتا ہے اس کی کلیاں کھلی رکھی رہتی ہیں اور جا

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ النوع الرابع فی بیان اختلاف الفقہاء الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۱۱۰

اُس کی بُو بھی ویسی ہی رہے گی اور اکثر اُس میں گر بھی جاتا ہے پھر اندازہ کرتے ہیں ہم اسی بنا پر روغن کو ناپاک نہیں کہہ سکتے کہ یہ فقط ظن ہی ہے کیا معلوم کہ واقعی ایسا ہوا ہی۔

فيهما عن التاتارخانية عن المحيط البرهاني قد وقع عند بعض الناس ان الصابون نجس لانه يتخذ من دهن نجس وهو دهن الكتان ودهن الكتان نجس لان اوعيته تكون مفتوحة الرأس عادة والفأرة تقصد شربها وتقع فيه عادة ولكنا معشر الحنفية لانفتي بنجاسة الصابون ولا نفتي بنجاسة الدهن لان وقوع الفأرة مظنون ولا نجاسة بالظن[1] اھ مختصرا۔

ان دونوں (طریقہ و حدیقہ) میں بحوالہ تاتارخانیہ، محیط برہانی سے منقول ہے کہ بعض لوگوں کے نزدیک صابن ناپاک ہے کیونکہ وہ کتان کے تیل سے بنایا جاتا ہے اور کتان کا تیل ناپاک ہے کیونکہ اس کے برتن عام طور پر کھلے منہ ہوتے ہیں اور چوہے اس کو پینے آتے ہیں وہ اکثر اس میں گر پڑتے ہیں لیکن ہم گروہ احناف صابن کے ناپاک ہونے کا فتوی نہیں دیتے کیونکہ تیل کی نجاست پر ہمارا فتوی نہیں ہے اس لیے کہ چوہے کا گرنا محض گمان ہے اور گمان سے نجاست ثابت نہیں ہوتی اھ تلخیص (ت)

(۵) نظر کرو کتنی ردی حالت ہے اُن کھانوں اور مٹھائیوں کی جو کفار ہنود بناتے ہیں کیا ہمیں اُن کی سخت بے احتیاطیوں پر یقین نہیں کیا ہم نہیں کہہ سکتے کہ اُن کی دو [illegible] نجاسات سے [illegible] نہیں معلوم کہ اُن کے نزدیک [illegible] گوبر اور بچھیا کا پیشاب نظیف طاہر بلکہ طاہر مطہر بلکہ نہایت مبارک و مقدس ہے کہ جب طہارت و نظافت میں اہتمام تام منظور رکھتے ہیں تو ان سے زائد نصیحت کسی شے سے حاصل نہیں جانتے پھر علما اُن چیزوں کا کھانا حلال رکھتے ہیں۔

في رد المحتار عن التتارخانية طاهر ما يتخذه اهل الشرك او الجهلة من المسلمين كالسمن والخبز والاطعمة والثياب[2] اھ ملخصا۔

ردالمحتار میں تاتارخانیہ سے منقول ہے کہ جو چیز مشرک یا جاہل مسلمان بناتے ہیں مثلاً گھی، روٹی، کھانے اور کپڑے وغیرہ وہ پاک ہیں اھ مختصرا (ت)

بلکہ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بکمال رأفت و رحمت و تواضع و لینت و تالیف و استمالت کفار کی دعوت قبول فرمائی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم۔

الامام احمد عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ ان

امام احمد نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین فیما روی عن ائمۃ الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۷۵

[2] ردالمحتار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۱۱۱

ان یھودیا دعا النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الٰی خبز شعیر واھالۃ سنخۃ فاجابہ[1]۔

کہ ایک یہودی نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جَو کی روٹی اور پرانی چربی کی دعوت دی آپ نے قبول فرمائی۔ (ت)

(۴) نگاہ کرو مشرکوں کے برتن ان میں جانا جیسے ہوتے ہیں وہ اکثر ظروف میں شرابیں پئیں سؤر پکائیں جھٹکے کے ناپاک گوشت کھائیں، پھر شرع فرماتی ہے جب تک علم نجاست نہ ہو حکم طہارت ہے۔

فی الحدیقۃ اوعیۃ الیھود والنصارٰی والمجوس لاتخلو عن نجاسۃ لکن لایحکم بھا بالاحتمال والشک[2] اھ ملخصا۔

حدیقہ میں ہے یہودیوں، عیسائیوں اور مجوسیوں کے برتن اکثر پاک نہیں ہوتے لیکن محض احتمال اور شک کی بنا پر اس کا حکم نہیں دیا جائیگا اھ تلخیص (ت)

یہاں تک کہ خود صحابہ کرام حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے سامنے غنیمت کے برتن بے تکلف استعمال کرتے اور حضور منع نہ فرماتے۔

احمد فی المسند وابوداؤد فی السنن عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ قال کنا نغزو مع رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فنصیب من اٰنیۃ المشرکین واسقیتھم فنستمتع بھا فلا یعیب ذٰلک علینا[3] قال المحقق النابلسی ای نستمتع بالاٰنیۃ والاسقیۃ من غیر غسل فلا یعیب علینا فسکوتہ عن نھیہ وھو دلیل الطھارۃ وجواز الاستعمال[4] اھ ملخصا۔

امام احمد نے مسند میں اور امام ابوداؤد نے سنن میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت نقل کی سب فرماتے ہیں ہم رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ جہاد میں جاتے تو ہمیں مشرکین کے برتن اور مشکیزے ملتے اور ان سے ہم فائدہ حاصل کرتے اور حضور علیہ السلام اس بات کو ہمارے لئے معیوب نہ جانتے۔ محقق نابلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں یعنی ہم ان برتنوں اور مشکیزوں کو بغیر دھوئے استعمال کرتے تو آپ ہمارے لئے معیوب نہ سمجھتے، روکنا ترک بات ہے۔ یہ طہارت اور جواز استعمال کی دلیل ہے اھ تلخیص۔ (ت)

اقول بل قد صح عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم التوضؤ من مزادۃ مشرکۃ

میں کہتا ہوں، بلکہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا مشرکہ عورت کے توشہ دان سے وضو کرنا صحیح طور پر ثابت ہے

---

[1] مسند احمد بن حنبل عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ مطبوعہ دارالمعرفۃ المکتب الاسلامی بیروت ۳/۲۱۰

[2] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۱۱

[3] سنن ابی داؤد باب فی استعمال اٰنیۃ اہل الکتاب مطبوعہ آفتاب عالم پریس، لاہور ۲/۱۸۰

[4] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۱۲

وعن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ من جرۃ نصرانیۃ مع علمہ بان النصارٰی لایتوقون الانجاس بل لانجس عندھم الا دم الحیض کما فی مدخل الامام ابن الحاج، الشیخان فی حدیث طویل عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن جمیع الصحابۃ ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم واصحابہ توضؤا من مزادۃ امرأۃ مشرکۃ[2]، الشافعی وعبدالرزاق وغیرھما عن سفیٰن بن عیینۃ عن زید بن اسلم عن ابیہ ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ توضأ من ماء فی جرۃ نصرانیۃ۔

اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے سے وضو کیا حالانکہ آپ کو معلوم تھا کہ عیسائی نجاست سے اجتناب نہیں کرتے بلکہ ان کے نزدیک خونِ حیض کے علاوہ کوئی چیز ناپاک نہیں، جیسا کہ امام ابن الحاج کی مدخل میں ہے۔ امام بخاری ومسلم نے ایک طویل روایت میں حضرت عمران بن حصین اور تمام صحابہ کرام سے نقل کیا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کرام نے ایک مشرکہ عورت کے توشہ دان سے وضو کیا۔ امام شافعی اور عبدالرزاق وغیرہ نے سفیان بن عیینہ سے انہوں نے زید بن اسلم سے انہوں نے اپنے والد سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ایک نصرانی عورت کے گھڑے کے پانی سے وضو فرمایا۔ (ت)

قلت وقد علقہ[عــه] خ فقال توضأ عمر بالحمیم ومن بیت نصرانیۃ[3] اھ فی الطریقۃ وشرحہا وتقدم الاثر معزوا فی الاحیاء۔

میں کہتا ہوں، امام بخاری رحمہ اللہ نے تعلیقاً روایت کرتے ہوئے فرمایا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے گرم پانی سے اور ایک عیسائی عورت کے گھر سے

عــه اقول واذ قد علمت ان البخاری انما اوردہ معضلا فاطلاق العزو الیہ کما وقع عن الشاہ ولی اللہ الدھلوی فی ازالۃ الخفاء فیہ خفاء کما لا یخفی ۱۲ منہ (م)

اقول جب یہ معلوم ہوگیا کہ امام بخاری نے اسے معضلاً ذکر کیا تو مطلقاً تعلیق کی طرف منسوب کرنے (جیسا کہ شاہ ولی اللہ دہلوی سے ازالۃ الخفاء میں واقع ہوا) میں خفاء (غلطی) ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔ (ت)

---

[1] الطریقۃ المحمدیۃ الباب الثالث مطبوعہ مطبع اسلامیہ سٹیم پریس لاہور ۲/ ۳۰۹

[2] " " " " " ۲/ ۳۳۴

[3] صحیح بخاری باب وضوء الرجل مع امرأتہ وفضل وضوء المرأۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۳۲

وضو فرمایا اھ۔ طریقہ محمدیہ اور اس کی شرح میں ہے:

سیرۃ الاولین استغراق جمیع الھم فی تطہیر القلوب والتساھل ای عدم المبالاۃ[عـه۱] فی تطہیر الظاہر وعدم[عـه۲]، الاکثار من تنظیف البدن والثیاب والاماکن من النجاسات حتی ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ توضأ من جرۃ نصرانیۃ مع علمہ بان النصارٰی لایتحاشون النجاسۃ وعادتہم انہم یصبون الخمر فی الجرار[1] اھ ملخصا۔

امام محمد غزالی رحمہ اللہ نے احیاء العلوم میں فرمایا پہلے لوگوں کی سیرت یہ ہے کہ ان کے تمام فکر وغم کا محور دل کی تطہیر ہوتی تھی جبکہ ظاہر کو پاک کرنے میں سستی کرتے اور بدن، کپڑوں اور جگہوں کی پاکیزگی حاصل کرنے کی زیادہ پروا نہیں کرتے تھے یہاں تک کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ثابت ہے کہ آپ نے باوجود بلند منصب پر فائز ہونے کے ایک عیسائی عورت کے گھڑے سے وضو کیا حالانکہ آپ جانتے تھے کہ عیسائی نجاست سے پرہیز نہیں کرتے اور ان کی عادت ہے کہ وہ گھڑوں میں شراب رکھتے ہیں اھ تلخیص (ت)۔

(۷) تامل کرو کس قدر صریح بے احتیاطی بلکہ بظاہر گندگی ہے کہ کفار خصوصاً ان کے شراب نوش کے کپڑے علی الخصوص پاجامے کہ وہ ہرگز ستھرے کا لحاظ رکھیں نہ شراب پیشاب وغیرہا نجاسات سے احتراز کریں ہم علماء حکم دیتے ہیں کہ وہ پاک ہیں اور مسلمان بے دھوئے پہن کر نماز پڑھ لے تو صحیح وجائز جب تک تلوث واضح نہ ہو۔

فی الدرالمختار ثیاب الفسقۃ واھل الذمۃ طاھرۃ[2] اھ وفی الحدیقۃ سراویل الکفرۃ من الیہود والنصارٰی والمجوس یغلب علی الظن نجاستہا لانہم لایستنجون من غیر ان یأخذ القلب بذٰلک فتصح الصلاۃ فیہ لان الاصل الیقین بالطہارۃ[3] اھ ملخصا۔

فاسق اور ذمی لوگوں کے کپڑے پاک ہیں اھ اور حدیقہ میں ہے یہودیوں، عیسائیوں، مجوسیوں وغیرہ کفار کی شلوار غالب گمان کے مطابق ناپاک ہے کیونکہ وہ استنجاء نہیں کرتے لیکن جب یہ بات دل میں نہ بیٹھے تو اس کے ساتھ نماز صحیح ہے کیونکہ اصل چیز طہارت کا یقین ہے اھ تلخیص (ت)۔

عـه۱: اقول الاولی لفظاً ومعنی تبدیل العدم بالقلۃ ۱۲ منہ (م)۔

میں کہتا ہوں لفظی اور معنوی اعتبار سے بہتری "عدم" کو "قلت" سے تبدیل کرنے میں ہے ۱۲ منہ (ت)۔

عـه۲: ای قلتہ ای ترک التعمق فیہ ۱۲ منہ (م)۔

یعنی کم پرواہ کرتے یعنی پاکیزگی میں کاوش کو ترک کرتے تھے (ت)۔

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ الدقۃ فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۵۸

[2] درمختار فصل الاستنجاء مطبع مجتبائی دہلی ۱/۵۷

[3] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۱۰

بلکہ عہد صحابہ کرام رضوان اللہ تعالٰی علیہم اجمعین سے آج تک مسلمین میں متوارث کہ پارسِ غنیمت میں نماز پڑھتے ہیں اور ظنون وساوس کو دخل نہیں دیتے۔

فی الحلیۃ التوارث جار فیما بین المسلمین فی الصلوۃ بالثیاب المغنومۃ من الکفرۃ قبل الغسل [1]

حلیہ میں ہے کہ کفار سے مال غنیمت میں حاصل ہونے والے کپڑوں کو دھونے سے پہلے ان میں نماز پڑھنا مسلمانوں میں نسل در نسل سے چلا آرہا ہے اھ (ت)

یہ ساٹھ نظیریں ہیں اور اگر استقصا ہو تو کتاب ضخیم لکھنا ہو تو وجہ کیا ہے وہی جو ہم اوپر ذکر کر آئے کہ طہارت و حلت اصل و یقینی اور ازالہ یقین کو یقین ہی چاہیے۔

ولہٰذا عادت علمائے دین یوں ہے کہ حکم طہارت کے لیے ادنٰی احتمال کافی سمجھتے ہیں اور اس کا عکس ہرگز معہود نہیں کہ محض خیالات پر حکم نجاست لگادیں۔ دیکھو گائے بکری اور ان کے امثال اگر کنویں میں گر کر زندہ نکل آئیں تو قطعاً حکم طہارت ہے حالانکہ ان کہہ سکتے ہیں کہ اُن کی رانیں پیشاب کی چھینٹوں سے پاک ہوتی ہیں مگر علما فرماتے ہیں محتمل کہ اس سے پہلے کسی آب کثیر میں اتری ہوں اور اُن کا جسم دُھل کر صاف ہوگیا ہو۔

فی حاشیۃ ابن عابدین افندی رحمہ اللہ تعالٰی قال فی البحر وقید بالعلم [illegible] البقر ونحوہ یخرج حیا لا یجب نزح شیئ وان کان الظاہر اشتمال بولہا علی افخاذہا لکن یحتمل طہارتہا بان سقطت عقب دخولہا ماء کثیر مع ان الاصل الطہارۃ اھ ومثلہ فی الفتح اھ اقول یقول العبد الضعیف غفر اللہ تعالٰی لہ علقت ھھنا علی ھامش رد المحتار مانصہ۔

حاشیہ ابن عابدین آفندی میں ہے: بحرالرائق میں (یہ حکم ہے اسے "علم یقین") کے ساتھ مقید کیا ہے کیونکہ انہوں نے گائے اور اسی کی مثل جو (کنویں سے) زندہ نکلیں، کے بارے میں کہا ہے کہ کسی چیز کا نکالنا واجب نہیں اگرچہ ظاہر یہ ہے کہ ان کی رانوں پر پیشاب لگا ہوتا ہے لیکن اس بات کا احتمال ہے کہ اس کے زیادہ پانی میں داخل ہونے کے بعد نجاست دُھل گئی ہو اور وہ پاک ہوگئی ہو علاوہ ازیں طہارت اصل ہے اھ اور اسی طرح فتح القدیر میں ہے اھ بندۂ ضعیف، اللہ تعالٰی اس کی بخشش فرمائے، کہتا ہے کہ میں نے اس مقام پر ردالمحتار کے حاشیے پر کچھ تحریر کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے (ت)

---

[1] حلیۃ المحلی

[2] ردالمحتار فصل فی البئر مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۱۴۲

اقول وتوجیهه العلامة المحقق علی الاطلاق مقارب الاجتهاد صاحب الفتح رضی اللّٰه تعالٰی عنه نقلت ان هذا الاحتمال انما یتمشی فی السوائم وفی بعضها اما العلوفة فلا تخفی احوالها علی مقتنیها غالبا والحکم عام فلا بد من توجیه اٰخر ویظهر لی[عه] واللّٰه تعالٰی اعلم ان هذا الاشتمال انما هو ظاهر یغلب علی الظن من غیر ان یبلغ درجة الیقین لان البول لاینزل من الافخاذ والقرب غیر قاض بالتلوث دائما فمن الدواب ما تفحج وتخفض حین الاهراق فلم یحصل علم بالنجاسة والی هذا یشیر اٰخر کلام المحقق حیث یقول وقیل ینزح من الشاة کله والقواعد تنبو عنه مالم یعلم یقین تنجسها[1] نعم ظهور اصف ای غلبة الظن یقضی باستحباب التنزه وهذا لاشك فیه وقد استحبوا فی هذه المسئلة نزح عشرین[2] دلوا کما نص علیه فی الخانیة فافهم واللّٰه تعالٰی اعلم اھ منه قدسه علی الهامش

اقول اگر محقق علی الاطلاق درمنصب اجتہاد کا قرب رکھنے والے صاحب فتح القدیر کی توجیہ کا خیال نہ ہوتا تو میں کہتا کہ یہ احتمال سال بھر چرنے والے تمام یا بعض جانوروں کے بارے میں ہے جہاں تک گھر میں چارہ کھانے والے جانوروں کا تعلق ہے تو عام طور پر مالک سے ان کا حال پوشیدہ نہیں ہوتا اور حکم عام ہے لہذا کسی دوسری توجیہ کی ضرورت ہے مجھ پر یہ بات ظاہر ہوئی اور اللہ بہتر جانتا ہے کہ پیشاب کا رانوں سے ملا ہوا ظاہر اور غلبۂ ظن ہے اور درجۂ یقین کو نہیں پہنچتا کیوں کہ پیشاب رانوں پر نہیں اترتا اور قرب ہمیشہ ملوث ہونے کا فیصلہ نہیں کرتا اور بعض جانور ٹانگیں پھیلا کر اور جھک کر پیشاب کرتے ہیں اور اس طرح وہ اسے بہا دیتے ہیں لہذا نجاست کا یقین حاصل نہ ہوا۔ کلام محقق کا آخری حصہ بھی اسی کی طرف اشارہ کرتا ہے جب انہوں نے فرمایا کہا گیا ہے کہ بکری کے گرنے سے پورا پانی نکالا جائے حالانکہ قواعد اس کی نفی کرتے ہیں جب تک اس کے ناپاک ہونے کا یقین نہ ہو اھ۔ ہاں ایسا ظہور جو غلبۂ ظن تک پہنچے

عه ثم ان المولی سبحٰنه وتعالٰی فتح وجها اٰخر شافیا کافیا اسمح ازهر کما قدمناه فی فصل البئر والحمد للّٰه اللطیف الخبیر فراجعه فانه مهم کبیر ۱۲ منه غفر له (م)

پھر مولٰی سبحنہ نے ایک دوسری وجہ ظاہر فرمائی جو شافی کافی، واضح اور روشن ہے جیسا کہ ہم نے اسے فصل البئر میں پہلے ذکر کیا ہے اور سب خوبیاں اللہ لطیف وخبیر کے لئے ہیں پس اس کی طرف رجوع کرو کہ یہ ایک بڑا معاملہ ہے۔ (ت)

---

[1] فتح القدیر فصل فی البئر مطبوعہ نوریہ رضویہ سکھر ۱/۹۲

[2] فتاوٰی قاضی خان فصل ما یقع فی البئر مطبوعہ نولکشور لکھنؤ ۱/۵

لکن لا یحکم بہ علی ما اردنا اثباتہ ھھنا من ان المعھود من العلماء اعدادہ الاحتمال للحکم بالطھارۃ دون العکس فان ھذا حاصل بعد کما لیس یخفی علی ذی فھم

پاک کرنا مستحب قرار دیتا ہے اور اس میں کوئی شک نہیں فقہائے کرام نے اس مسئلے میں بیس ڈول نکالنا مستحب کہا ہے جیسا کہ حاشیہ میں اسے بیان کیا پس سمجھ لو، اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے اھ یہ ہے جو میں نے حاشیہ پر تعلیق کی ہے لیکن اس کے ساتھ اس بات پر اعتراض نہیں کیا جا سکتا جو ہم یہاں ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ علماء سے معروف ہے کہ احتمال حکم طہارت کو ظاہر کرنے کے لیے لایا جاتا ہے نہ کہ اس کا عکس۔ اور یہ (طہارت) ابھی تک حاصل ہے جیسا کہ کسی کی فہم پر مخفی نہیں۔ (ت)

مقدمہ سابعہ

شدت بے احتیاطی جس کے باعث اکثر احوال میں نجاست و آلودگی کا غلبۂ وقوع و کثرت شیوع ہو بیشک باعث غلبۂ ظن اور ظن غالب شرعاً معتبر اور فقہ میں جنائے احکام، مگر اس کی دو صورتیں ہیں،

ایک تو یہ کہ جانب راجح قلب کو اس درجہ وثوق و اعتماد ہو کہ دوسری طرف کو بالکل نظر سے ساقط کرے اور محض ناقابل التفات سمجھے گویا [illegible] ظن غالب فقہ میں ملحق بیقین کہ ہر جگہ کار یقین دے گا اور اپنے خلاف یقین سابق کا پورا ازالہ و رافع ہوگا اور خفایا اصطلاح علماء میں غالب ظن و اکبر رائی اسی پر اطلاق کرتے ہیں۔

فی غمز العیون والبصائر شرح الاشباہ والنظائر الشک لغۃ مطلق التردد وفی اصطلاح الاصول استواء طرفی الشیئ وھو الوقوف بین الشیئین بحیث لا یمیل القلب الی احدھما فان ترجح احدھما ولم یطرح الاٰخر فھو ظن فان طرحہ فھو غالب الظن وھو بمنزلۃ الیقین وان لم یترجح فھو وھم

الاشباہ والنظائر کی شرح غمز العیون والبصائر میں ہے: شک، لغت میں مطلق تردد کو کہتے ہیں اور اصول فقہ کی اصطلاح میں کسی چیز کی دونوں طرفوں کا برابر ہونا، دو چیزوں کے درمیان یوں ٹھہر جانا کہ دل ان میں سے کسی کی طرف بھی مائل نہ ہو اگر ان میں سے ایک کو ترجیح حاصل ہو جائے اور دوسری کو چھوڑا نہ جائے تو وہ ظن ہے اگر دوسری کو چھوڑ دیا جائے تو یہ ظن غالب ہے جو یقین کے درجہ میں ہے اور اگر کسی جانب ترجیح نہ ملے تو وہم ہے (ت)

وللبعض متأخری اصولیین عبارۃ اخری اوجز مما ذکرناہ صغری [illegible]

بعض متأخرین اصولیوں کے نزدیک ایک دوسری عبارت ہے جو ہماری مذکورہ عبارت سے زیادہ مختصر ہے

ذلك وهى ان اليقين جزم القلب مع الاستناد الى الدليل القطعى والاعتقاد جزم القلب من غير استناد الى الدليل القطعى كاعتقاد العامى والظن تجويز امرين احدهما اقوى من الاخر والوهم تجويز امرين احدهما اضعف من الاخر والشك تجويز امرين لامزية لاحدهما على الاخر[1] اھ ملخصا۔

لیکن اس میں کچھ اضافہ بھی ہے وہ یہ ہے کہ یقین دل کی پختگی کو کہتے ہیں جبکہ اس میں دلیل قطعی کی سند بھی ہو، اعتقاد دل کی پختگی ہے لیکن کسی دلیل قطعی کی طرف اضافت نہیں ہوتی جیسے عام آدمی کا اعتقاد، ظن، دو باتوں کا یوں جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک دوسری کی نسبت زیادہ قوی ہو۔ وہم، دو باتوں کا اس طرح جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک دوسری کی نسبت ضعیف ہو اور شک، دو باتوں کا یوں جائز قرار دینا کہ ان میں سے ایک کو دوسری پر کوئی فوقیت حاصل نہ ہو اھ ملخصا۔

اقول وباللہ التوفیق انما یتعلق غرضنا من هذه العبارة بما ذکر السید الفاضل رحمه الله تعالٰی من التفرقة بین الظن وغالب الظن واما تفرقته بین ذلك على المعهود من العلماء الکرام من عدم التعمق فى الالفاظ عند اتضاح المرام ولا بأس بذکر شیئ للفائدة وان کان اجنبیا عن المقام (قوله رحمه الله تعالٰی استواء طرفی الشیئ) **اقول** تفسیر بالاعم فانه یشمل المعقول والمحسوس کاستواء طرفی حوض مربع مثلا ولو مزید عند العقل لما نفع ایضا لان المربع کما یستوی طرفاه فی الخارج فکذا فی الذهن بل لو قیل استواء

میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں جو کچھ سید فاضل رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے اس کی عبارت سے ہماری غرض ظن اور ظن غالب کے درمیان تفریق ہے جہاں تک باقی کا تعلق ہے تو وہ اسی پر جاری ہے جو علماء کرام کے درمیان معروف ہے کہ مقصد واضح ہونے کے بعد الفاظ میں غور و فکر نہیں کیا جاتا، اور اگر میں فائدے میں سیری حاصل کرنے کے لیے ذکر کروں تو کوئی حرج نہیں اگرچہ یہ بحث اس مقام میں اجنبی ہے۔ ان کے قول "کسی چیز کی دونوں طرفوں کے برابر ہونے" کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ یہ اعم کے ساتھ تفسیر ہے کیونکہ یہ معقول اور محسوس کو شامل ہے جیسے مربع حوض کی دونوں طرفوں کا برابر ہونا، اگر وہ "عند العقل" کی قید کا اضافہ کرتے تو بھی نفع نہ دیتا کیونکہ مربع کی دونوں اطراف جس طرح خارج میں برابر ہوتی ہیں ذہن میں بھی اسی طرح ہوتی ہیں، اور اگر "استواء

[1] غمز عیون البصائر شرح الاشباہ والنظائر الفن الاول من القاعدۃ الثالثہ مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۹۴

طرفی المعقول لم يتم ايضا لصدقه على الخوض المذكور في مرتبة المعلوم سواء قلنا بحصول الاشياء بانفسها كما لهج به كثير من اتباع الفلاسفة او باشباحها كما هو الحق وليبق الطرفين على العموم و لما المقصود الايجاب والسلب ولبقاء الاستواء على الاطلاق وانما المراد ميل القلب من جهة الحكم لا من جهة اخرى كملاءمة غرض وغيره (قوله وهو الوقوف الخ) **اقول** هذا كذلك فيعم مثلا وقوف السالك بين طريقين الى بلد لا يميل قلبه الى احدهما [illegible] (قوله فان ترجح احدهما الخ) **اقول** يشمل المستحب مثلا ففعله مترجح على تركه مع ان الترك غير محظور ويجرى في الامور العادية والطبيعية وغير ذلك فربما يعرض للانسان شيئان في الطعام واللباس والدواء والنكاح وغيرها وهو اميل وارغب الى احدهما منه الى الأخر دون ان يطرح الأخر (قوله فان طرحه الخ)

طرفی المعقول" (معقول کی دونوں طرفوں کا برابر) کی قید لگائی جائے تو بھی تعریف کامل نہ ہوگی کیونکہ مرتبہ معلوم میں یہ خوض مذکور صادق آتی ہے چاہے بذات کے ساتھ اشیاء کے حصول کا قول کریں جیسا کہ اکثر متبعین فلاسفہ نے اسے اختیار کیا یا اشباح ذات کے ساتھ اشیاء کے حصول کا قول کریں جیسا کہ یہی حق ہے یہ تعریف اس لیے بھی تام نہیں ہوتی کہ دونوں اطراف عموم پر باقی رہتی ہیں حالانکہ مقصود تو ایجاب اور سلب ہے نیز ان کا برابر ہونا مطلق ہے اس سے بھی تعریف کامل نہیں حالانکہ میلان قلب میں حکم کا اعتبار مراد ہے کوئی دوسری وجہ مثلاً کسی غرض کا پایا جانا وغیرہ مراد نہیں ہے۔ ان کا قول "وھو الوقوف" (اور وہ ٹھہرنا ہے) میں کہتا ہوں یہ بھی عام ہے مثلاً اس کو بھی شامل ہو سکتا ہے جو کسی شہر کی طرف جانے والے دو راستوں کے درمیان کھڑا ہو اور اس کا دل کسی ایک کی طرف بھی مائل نہ ہو، اس کے علاوہ بھی امور ہو سکتے ہیں۔ ان کے قول "فان ترجح احدھما" (اگر ان میں سے ایک راجح ہو جائے) کے بارے میں میں کہتا ہوں مثال کے طور پر یہ مستحب کو بھی شامل ہے کیونکہ اس کا کرنا چھوڑنے پر ترجیح رکھتا ہے باوجودیکہ ترک بھی کیا جاتا ہے اور یہ طبعی و عادی امور اور اس کے علاوہ میں بھی جاری ہوتا ہے۔ بعض اوقات انسان کے سامنے دو چیزیں ہوتی ہیں اشیاء خوردنی و لباس، دوا و نکاح وغیرہ میں۔ وہ ان میں سے ایک کی طرف دوسرے کی نسبت زیادہ میلان رکھتا ہے لیکن دوسری کو چھوڑنا بھی نہیں چاہتا۔ ان کے قول "فان طرحه" (اگر وہ اسے چھوڑ دے،

اقول يصدق على الواجب وكذا
الكلام في الامور الغير الشرعية عن
ان الظن اعم من غالب الظن ولا شك
في صحة اطلاق الاول على
الآخر والمراد بالمقابلة بينهما كما ذكر
ان هذا القسم يختص بهذا الاسم
(قوله وان لم يترجح فهو وهم) **اقول**
عدم الترجح يشمل الاستواء ثم الاحسن
ترتيب الظن والوهم معاً على شيء
واحد وهو ترجح احد الجانبين اذ لا ينفك
كل منهما عن صاحبه وجودا فهما
متلازمان تحققا وان تباينا صدقا
فكان الاسلم ان يقول فان ترجح
احدهما على الآخر فالراجح مظنون
ويخص بالغالب ان طرح الآخر
والمرجوح موهوم (قوله مع زيادة
على ذلك) **اقول** ظاهره انه
اتى بجميع ما مر وزاد مع انه
زاد شيئاً ونقص أخرى اعني
التفرقة بين الظن وغالبه
(قوله والاعتقاد جزم القلب)
اقول المعروف شمول الاعتقاد
للظن عن هذا قسمهم
يعرفون الظن بالاعتقاد
الراجح كما نص عليه في شرح

کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ یہ واجب پر بھی صادق
آتا ہے اسی طرح غیر شرعی امور میں بھی کلام ہو سکتا ہے
علاوہ ازیں ظن، ظنِ غالب سے عام ہے اور اس میں
کوئی شک نہیں کہ پہلے کا دوسرے پر اطلاق صحیح ہے اور
ان دونوں میں مقابلے سے مراد جیسا کہ ذکر کیا گیا ہے
اسی قسم کا اس نام کے ساتھ خاص ہونا ہے۔ ان کے
قول "وان لم یترجح فھو وھم" (اگر ایک جانب راجح نہ ہو تو وہم ہے)
کے بارے میں کہتا ہوں کہ راجح نہ ہونا برابری کو شامل ہے
پھر احسن بات یہ ہے کہ ظن اور وہم، دونوں ایک چیز پر
مرتب ہوتے ہیں اور وہ دو جانبوں میں سے ایک کا راجح
ہونا ہے کیونکہ وجودی طور پر ان میں سے ہر ایک اپنے
ساتھی سے جدا نہیں ہوتا پس تحقق کے اعتبار سے وہ
ایک دوسرے کو لازم ہیں اگرچہ صدق کے اعتبار سے
جدا جدا ہوں، لہٰذا زیادہ محفوظ بات یہ تھی کہ فرماتے
"اگر ان میں سے ایک دوسرے پر راجح ہو تو وہ ظن
ہوگا پھر اگر دوسری جانب کو چھوڑ دیا گیا تو غالب کے
ساتھ مختص ہوگا (ظن غالب ہوگا)، اور جسے ترجیح حاصل
نہیں ہوئی وہ موہوم ہوگا۔ ان کے قول "مع زیادۃ
علی ذلک" (اس پر کچھ اضافے کے ساتھ) کے بارے
میں میں کہتا ہوں اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ گزشتہ
تمام عبارت کچھ اضافے کے ساتھ لائے ہیں حالانکہ
انہوں نے کچھ اضافہ کیا اور کچھ یعنی ظن اور غالب ظن کے
درمیان فرق کا بیان کم کر دیا۔ ان کے قول "والاعتقاد
جزم القلب" (دل کی پختگی کو اعتقاد کہا جاتا ہے)
کے بارے میں میں کہتا ہوں معروف یہ ہے کہ اعتقاد،

المواقف من المقصد الاول من المرصد الخامس من الموقف الاول اللّٰھم الا ان یصطلح علی تخصیصہ بالجازم قلت وقد یشھد لہ قولھم ان الاٰحاد لا تفید الاعتقاد فافھم (قولہ من غیر استناد الخ) اقول اللّٰہ اعلم بما افاد من قصر الاعتقاد علی التقیید اما نحن فقد رأینا ان علم الاصول یقال لہ علم العقائد وربما نسمع الائمۃ یقولون نعتقد کذا الدلیل کذا واعتقدنا کذا البرھان کذا او ھذا الامام الاعظم رحمہ اللّٰہ تعالٰی یقول فی صدر الفقہ الاکبر اصل التوحید وما یصح الاعتقاد علیہ[1] فتری ان المعنی ما یصح الجزم بہ من دون استناد الی قاطع (قولہ والظن تجویز امرین الخ) اقول یشمل تجویز العزیمۃ والرخصۃ والعزیمۃ اقوی (قولہ والوھم الخ) اقول اولاً یشمل تجویز الرخصۃ والعزیمۃ والرخصۃ اضعف وثانیا

ظن کو بھی شامل ہے اسی لیے تم ان سے سنو گے کہ وہ ظن کی تعریف اعتقاد راجح کے ساتھ کرتے ہیں جیسا کہ شرح مواقف کے موقف اول میں مرصد خامس کے مقصد اول میں اس کی تصریح ہے البتہ یہ کہ وہ جازم کی تخصیص کے ساتھ اپنی اصطلاح بنالیں۔ میں کہتا ہوں اس پر ان (مصطلحین) کا قول کہ خبر واحد اعتقاد کا فائدہ نہیں دیتی، شہادت ہے، تم غور کرو۔ ان کے قول "من غیر استناد" (کسی نسبت و اضافت کے بغیر) کے متعلق میں کہتا ہوں اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے کہ انہوں نے اعتقاد کو تقیید پر بند کر دیا ہم نے تو دیکھا ہے کہ علم اصول کو علم العقائد کہا جاتا ہے اور کبھی ہم ائمہ کرام کو کہتے سنتے ہیں کہ ہم فلاں دلیل کی بنا پر یہ اعتقاد رکھتے ہیں اور فلاں

برہان کی بنا پر ہمارا یہ عقیدہ ہے۔ امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ فقہ اکبر کے شروع میں فرماتے ہیں اصل توحید اور جس کا اعتقاد رکھنا صحیح ہے (آخر تک) کیا تمہارے خیال میں اس کا مطلب یہ ہے کہ کسی قطعی دلیل کی طرف نسبت کیے بغیر جس پر جزم صحیح ہو، ان کے قول "والظن تجویز امرین" (دو باتوں کو جائز قرار دینا ظن ہے) کے بارے میں میں کہتا ہوں کہ یہ عزیمت اور رخصت کے جواز کو بھی شامل ہے حالانکہ عزیمت زیادہ قوی ہوتی ہے ان کے قول "والوھم الخ" (اور وہم الخ) کے متعلق میں کہتا ہوں پہلی بات یہ ہے کہ یہ رخصت و عزیمت کو جائز قرار دینے پر مشتمل ہے حالانکہ رخصت

---

[1] فقہ اکبر   شروع کتاب   مطبوعہ ملک سراج الدین اینڈ سنز لاہور   ص ۲

لا فرق بين تفسيري الظن والوهم فتجويز امرين احدهما اقوى هو بعينه تجويز امرين احدهما اضعف (قوله والشك الخ) اقول يشمل الاباحة والتخيير وبالجملة فلا يخلو شيء من التفاسير الثمانية المذكورة للشك والوهم والظن من الشكوك فالاوضح الاخصر في حدها اقول اذا لم تجزم في حكم بايجاب ولا سلب فان استويا عندك فهو الشك والا فالمرجوح موهوم والراجح مظنون فان بلغ الرجحان بحيث طرح القلب الجانب الاخر فهو غالب الظن واكبر الرأي والله تعالى اعلم ولنرجع الى ما كنا فيه.

زیادہ ضعیف ہے دوسری بات یہ ہے کہ ظن اور وہم کی تفسیروں میں کوئی فرق نہیں پس (ایسی) دو باتوں کو جائز قرار دینا جن میں سے ایک زیادہ قوی ہو بعینہٖ دو باتوں کو جائز قرار دینا ہے جن میں سے ایک زیادہ ضعیف ہو ان کے قول "والشک الخ" (اور شک۔ آخر تک) کے بارے میں کہتا ہوں کہ یہ اباحت و تخییر کو شامل ہے حاصل کلام یہ ہے کہ شک، وہم اور ظن کے بارے میں مذکورہ آٹھ تفاسیر شکوک سے خالی نہیں لہٰذا ان کی تعریف میں نہایت واضح اور بہت مختصر بات وہ ہے جو میں کہتا ہوں (یعنی) جب ایجاب و سلب کے حکم میں تمہیں کوئی قطعی بات حاصل نہ ہو تو اگر تمہارے نزدیک وہ دونوں برابر ہیں تو یہ شک ہے ورنہ جو مرجوح ہے وہ موہوم اور راجح مظنون ہوگا۔ اور ترجیح یہاں تک پہنچ جائے کہ دل دوسری جانب کو چھوڑ جائے تو وہ غالب گمان اور بڑی رائے ہے۔ اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اور ہمیں اسی کی طرف لوٹنا چاہئے جس میں ہم تھے۔ (ت)

دوسرے یہ کہ جو جانب راجح پر دل ٹھیک ٹھیک نہ جمے اور جانب مرجوح کو محض مہمل نہ جانے بلکہ ادھر بھی ذہن جائے اگرچہ بضعف و قلت یہ صورت نہ یقین کا کام دے نہ یقین علامت کا معارضہ کرسکے بلکہ مرتبۂ شک و تردد ہی میں گنی جاتی ہے کلمات علماء میں کبھی اسے بھی ظن غالب کہتے ہیں اگرچہ حقیقۃً مجرد ظن ہے نہ غالب ظن۔

في الحديقة الندية غالب الظن اذا لم يأخذ به القلب فهو بمنزلة الشك واليقين لا يزول بالشك[1] وفي شرح المواقف الظن هو المعبر عنه بغلبة الظن لان الرجحان ماخوذ في حقيقته فان ماهيته هو

حدیقہ ندیہ میں ہے کہ جب ظن غالب کو دل قبول نہ کرے تو وہ شک کی طرح ہے۔ اور یقین، شک کے ساتھ زائل نہیں ہوتا اھ اور شرح مواقف میں ہے ظن ہی کو غلبۂ ظن کے ساتھ تعبیر کیا جاتا ہے کیونکہ اس کی حقیقت میں ترجیح پائی جاتی ہے اس لیے کہ اس کی

[1] الحدیقۃ الندیۃ بیان اختلاف العلماء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۱۱

الاعتقاد الراجح فکانه قیل اوسببیة لاعتقاد التی ھی الظن وفائدة العدول الی ھذہ العبارة ھی التنبیه علی ان الغلبة ای الرجحان ماخوذ فی ماھیته اھ۔[1]

ماہیت اعتقاد راجح ہی ہوگیا کہا گیا یا غلبۂ اعتقاد جو ظن ہے۔ اور اس عبارت کی طرف رُخ کرنے کا فائدہ اس بات پر تنبیہ کرنا ہے کہ اس کی ماہیت میں غلبہ یعنی ترجیح کے معنے پائے جاتے ہیں اھ (ت)

ہاں اس قسم کا اتنا لحاظ کرتے ہیں کہ احتیاط کو بہتر و افضل جانتے ہیں نہ کہ اس پر عمل واجب و متحتم ہو جیسے دیگر کافروں کے پاجامے مشرکوں کے برتن اُن کے پکائے کھانے بچوں کے ہاتھ پاؤں وغیر ذلک وہ مقامات جہاں اس قدر غلبہ و کثرت و وفور و شدت سے نجاست کا جوش کہ اکثر اوقات و غالب احوال تلوث و تنجس جس کے سبب اگر طہارت کی طرف ایک بار ذہن جاتا ہے تو نجاست کی جانب دس بیس دفعہ بلکہ بجز اس کے کہ خود ان میں کسی چیز کو بے دیکھے تحقیق طور پر ناپاک نہیں کہہ سکتے اور قلب قبول کرتا ہے کہ شاید پاک ہوں لہٰذا علماء نے تصریح کی کہ اس پانی سے وضو اور اس کھانے کا تناول اور ان برتنوں کا استعمال اور ان کپڑوں میں نماز صحیح وجائز اور عامل زنہار آثم و مستحق عقاب نہیں اور اس غلبۂ ظن کا یہی جواب عطا فرمایا کہ اکثر امور اُن میں پر تحقیق و تیقن تو نہیں پھر اصل طہارت کا حکم کیونکر مرتفع ہو البتہ باعتبار غلبہ و ظہور احتراز افضل و بہتر اور فعل مکروہ تنزیہی یعنی مناسب نہیں کہ بے ضرورت ارتکاب کرے اور کیا تو کچھ حرج بھی نہیں۔

فی الطریقة المحمدیة وشرحها بعض ھذہ ای فی منطقة الظن من عوارض یاخذ منه القلب یستحب الاحتراز عنه ویکرہ تنزیها استعماله کسؤر الهرة لکثرة وسؤر الدجاجة المخلاة والماء الذی ادخل الصبی یدہ فیه واوانی المشرکین وقال فی الذخیرة یکرہ الاکل والشرب فی اوانی المشرکین قبل الغسل لان الغالب علی اوانیهم النجاسة فانهم یستحلون شرب الخمر واکل المیتة ولحم الخنزیر ویشربون ذلك ویاکلون فی قصاعهم واوانیهم فیکرہ الاکل والشرب

طریقۂ محمدیہ اور اس کی شرح میں ہے لیکن یہاں پر بعض غلبۂ ظن میں کہ اسے دل قبول نہ کرتا ہو اس سے احتراز مستحب ہے اور اس کا استعمال مکروہ تنزیہی ہے جیسے کھانے کی شوربا جائے گلیوں میں پھرنے والی مرغی کا جھوٹا، وہ پانی جس میں بچے نے ہاتھ داخل کیا اور مشرکین کے برتن۔ ذخیرہ میں فرمایا مشرکین کے برتن دھونے سے پہلے ان میں کھانا پینا مکروہ ہے کیونکہ ان کے برتن پر غالب نجاست ہے جس میں وہ شراب نوشی، مردار خوری اور خنزیر کے گوشت کو حلال جانتے، اسے کھاتے پیتے اور ان پیالوں اور دوسرے برتنوں میں استعمال کرتے ہیں پس ان کو تین بار دھونے سے پہلے مسلمانوں کو ان کا

---

[1] شرح المواقف المرصد الخامس المقصد الثانی قم ایران ۱/ ۴۹۸/۴۹۹

فيها قبل الغسل ثلاث مرات وذلك
مقدار ما يغلب على ظنه انها طهرت
لو كانت متحققة النجاسة دفعا للوسواس
عن الظاهر من حال تلك الاواني كما
كره التوضي بسؤر الدجاجة المخلاة
لانها لا تتوقى عن النجاسة في الغالب
والظاهر المتبادر للافهام لعدم تمييزها
وعدم توقيها عن استعمال ذلك
وكما كره التوضي بماء قليل ادخل الصبي
يده فيه لانه لا يتوقى عن النجاسة
في الظاهر المتبادر والغالب لكثير المعتاد
وكما كره الصلاة في سراويل المشركين
اعتبارا للظاهر فانهم لا يستنجون
اذا بالوا وتغوطوا وكانت الظاهر من
سراويلهم النجاسة ومع هذا اي كون
الغالب الظاهر من حال اوانيهم النجاسة
لو اكل او شرب فيها قبل الغسل جاز ولا يكون
الاكل والشارب اكلا وشاربا حراما لان الطهارة
اصل لان الله تعالى لم يخلق شيئا
نجسا من اصل خلقته وانما النجاسة
عارضة فاصل البول ماء طاهر وكذلك
الدم والمني والخمر عصير طاهر ثم
عرضت النجاسة فيجري على الاصل المتحقق حتى
يعلم حدوث العارض وما يقول الانسان بان
الظاهر غالب في الاشياء المذكورة النجاسة فان لم

استعمال مکروہ ہے اور یہ مقدار وہ ہے کہ اگر ان برتنوں پر
نجاست لگی ہوئی ہو تو اس سے اس کے پاک ہونے کا غالب
گمان حاصل ہو جائے اس طرح ان برتنوں کے ظاہری
حالت سے پیدا ہونے والا وسوسہ دور ہو جائے گا
جیسا کہ گلیوں میں پھرنے والی مرغی کے جھوٹے سے
وضو مکروہ ہے کیونکہ عام طور پر وہ نجاست سے نہیں بچتی
اور بہتوں میں ظاہر و متبادر بات یہ ہے کہ وہ اس نجاست
کے استعمال میں تمیز نہیں کرتی ہے اور نہ ہی اس سے بچتی
ہے۔ اور جیسا کہ اس قلیل پانی سے وضو کرنا مکروہ ہے
جس میں بچے نے اپنے ہاتھ ڈالا کیونکہ ظاہر اور متبادر
اور غالب نیز عام عادت یہ ہے کہ وہ نجاست سے نہیں
بچتا۔ اور جیسے ظاہر کا اعتبار کرتے ہوئے مشرکین کی شلواروں
میں نماز پڑھنا مکروہ ہے کیونکہ وہ پیشاب اور قضائے حاجت
کے بعد استنجاء نہیں کرتے اور ان کی شلواروں کا ظاہری
حال ناپاکی ہے اور اس کے باوجود یعنی ان کے برتنوں کے بارے
میں ظاہر و غالب یہی ہے کہ وہ ناپاک ہیں، اگر
دھونے سے پہلے ان میں کھایا یا پیا تو جائز ہے، اور
کھانا پینا حرام نہ ہوگا کیونکہ طہارت اصل ہے اس لیے
کہ اللہ تعالیٰ نے حقیقت میں کسی چیز کو ناپاک پیدا نہیں کیا
نجاست بعد میں لاحق ہوتی ہے پس پیشاب کی
اصل پاک پانی ہے اسی طرح خون، منی اور شراب پاک
رس ہے پھر ان کو نجاست لاحق ہوتی پس حکم اصل پر جاری
ہوگا جو ثابت ہے یہاں تک کہ عارض کے پیدا ہونے
کا علم ہو جائے اور اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ ظاہراً مذکورہ اشیاء
میں تو نجاست ہے ہم کہتے ہیں ہاں لیکن طہارت

لكن الطهارة ثابتة بيقين واليقين لا يزول الا بيقين مثله انتهى ثم قال في الذخيرة ولا بأس بطعام اليهود والنصارى كله من غير استثناء طعام دون طعام اذا كان مباحا من الذبائح وغيرها لقوله تعالى وطعام الذين اوتوا الكتب حل لكم من غير تفصيل في الاٰية بين الذبيحة وغيرها وبين اهل الحرب وغير اهل الحرب وبين بني اسرائيل ونصارى العرب ولا بأس بطعام المجوس كله الا الذبيحة وقال في الذخيرة في موضع اٰخر روي عن ابن سيرين رحمه الله تعالى ان اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم كانوا يظهرون ويصيبون على المشركين ويأكلون ويشربون في اوانيهم ولم ينقل انهم يغسلونها وروي عن اصحاب رسول الله صلى الله تعالى عليه وسلم انهم هجموا على باب كسرى ووجدوا في مطبخه قدورا فيها الوان الاطعمة فسألوا عنها فقيل لهم انها مرقة فاكلوا وبعثوا شيئا من ذلك الى عمر رضي الله تعالى عنه فتناول عمر رضي الله تعالى عنه من ذلك الطعام وتناول اصحابه وبقية الصحابة رضي الله تعالى عنهم فهذا يبين ان الصحابة رضي الله تعالى عنهم اكلوا من الطعام الذي طبخوا المجوس لان الاصل حل الاكل ولا تثبت الحرمة بالظن وطبخ الصحابة رضي الله تعالى عنهم في قدورهم قبل الغسل والدليل ان الطهارة اصل

یقین سے ثابت ہے اور یقین، یقین کامل کے سوا زائل نہیں ہوتا ہے اھ پھر ذخیرہ میں فرمایا: "یہود و نصاریٰ کے تمام کھانوں میں بغیر استثناء کوئی حرج نہیں کہ یہ کھانا ہو وہ نہ ہو جبکہ مباح ہو ذبیحہ ہو یا اس کے سوا، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لیے حلال ہے" آیت کریمہ میں ذبیحہ اور غیر ذبیحہ، اہل حرب، غیر اہل حرب اور بنی اسرائیل جیسا کہ عرب کے عیسائی کے درمیان کوئی تفصیل نہیں ہے اور مجوسیوں کے ذبیحے کے علاوہ تمام کھانوں میں کوئی حرج نہیں۔

ذخیرہ میں ایک دوسرے مقام پر ابن سیرین رحمہ اللہ سے نقل کیا کہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم حملہ کرکے مشرکین پر غالب آتے ان کے برتنوں میں کھاتے پیتے تھے اور یہ بات منقول نہیں کہ وہ ان کو دھو کر استعمال کرتے تھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے مروی ہے کہ وہ کسریٰ کے دروازے پر پہنچے ہوئے تو ان کے باورچی خانہ میں ہانڈیاں پائیں جن میں طرح طرح کے کھانے تھے انہوں نے ان کے بارے میں پوچھا تو بتایا گیا کہ یہ شوربہ ہے، چنانچہ انہوں نے اسے کھایا اور کچھ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں بھیج دیا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور باقی صحابہ کرام نے بھی اس سے تناول فرمایا پس صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اس کھانے سے کھایا جس کو مجوسیوں نے پکایا تھا کیونکہ اصل میں اس کا کھانا حلال ہے اور گمان سے حرمت ثابت نہیں ہوتی نیز صحابہ کرام نے ان کی ہانڈیوں کو دھونے سے پہلے ان میں پکایا۔ اس بات کی دلیل ہے کہ طہارت اصل

والنجاسة عارضة وقد وقع الشك فی العارض ولا ترتفع الطهارة الثابتة بقضية الاصل وما يقول القائل ان الظاهر هو النجاسة قلنا نعم ولكن الطهارة كانت ثابتة بيقين و اليقين لا يزول بالشك ولا يزول الا بيقين الا يرى انه اذا اصاب عضو انسان او ثوبه مقدار فاحش من سؤر الدجاجة المخلاة او الماء القليل الذی ادخل الصبی يده او رجله فيه وصلى مع ذلك جازت صلاته و اذا صلى فی سراويل المشركين جازت ايضا لانه قد تيقن الطهارة وشك فی نجاسة فلم تثبت بالشك كذا هنا فی طعام المجوس وقدورهم لا تثبت النجاسة بالشك وان كان الاحتياط عدم ذلك فی غيره ولا نقول بهذا فی واقعة الصحابة رضی الله تعالى عنهم لاحتمال معارضة هذا الاحتياط امر آخر كالحاجة الى الطعام فی ذلك الوقت او بيان الجواز لئلا يفهم من هذه القذارة كما قال عليه الصلاة و السلام عليكم بسنتی وسنة الخلفاء الراشدين من بعدی انتهى ما نقله من الذخيرة اھ[1] ما نقلته عنهما بتلخيص و

اور نجاست لاحق ہونے والی ہے اور لاحق ہونے والی میں شک واقع ہوا جس سے وہ طہارت جو اصل سے ثابت ہے ختم نہیں ہوگی۔ اور وہ جو کچھ کہنے والا کہتا ہے کہ ظاہر نجاست ہی ہے ہم کہتے ہیں ہاں لیکن طہارت یقین کے ساتھ ثابت ہوئی تھی اور یقین شک اور گمان کے ساتھ زائل نہیں ہوتا وہ صرف یقین سے دُور ہوتا ہے۔ کیا نہیں دیکھا گیا کہ جب کسی انسان کے عضو یا کپڑے کو گلیوں میں پھرنے والی مرغی کا جُھوٹا زیادہ مقدار میں پہنچ جائے یا قلیل پانی جس میں بچّے نے اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈالا اور وہ اس کے ساتھ نماز پڑھے تو نماز جائز ہوگی اور جب مشرکین کی شلوار میں نماز ادا کرے تو یہ بھی جائز ہے کیونکہ ہمیں طہارت کا یقین اور نجاست میں شک ہے پس وہ شک کے ساتھ ثابت نہ ہوگی جس طرح یہاں مجوسی کے کھانے اور ہنڈیوں میں شک سے نجاست ثابت نہ ہوگی اگرچہ اس کی مثل میں احتیاط عدم طہارت ہی ہے اور صحابہ کرام کے واقعہ میں ہم یہ بات نہیں کہتے کیونکہ اس احتیاط کے مقابل ایک دوسرا معاملہ ہے جیسے اس وقت کھانے کی حاجت یا مجبور انسان کے لیے بیانِ جواز، کیونکہ وہ لوگ ان لوگوں میں سے تھے جن کی اقتدا کی جاتی ہے جیسا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تم پر میری اور میرے بعد خلفاء راشدین کی سنّت کی پیروی لازم ہے۔[1] جو کچھ ذخیرہ سے نقل کیا ہے وہ مکمل ہوگیا۔ جو کچھ میں نے ان دونوں سے تلخیص اور

---

[1] الحدیقۃ الندیہ والنوع الرابع فی اختلاف الفقہاء مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲ /۶۱۱

انتہٰی وھو کما تری کلام نفیس یفید الفائدۃ ویبید الوسواس واللّٰہ الحافظ من شر الدسائس۔

اقول ومما ینبغی التنبہ لہ ان قولہ فیما مرانہ لم ینقل عن الصحابۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنھم انھم کانوا یغسلون اوانی الغنائم وقصاعھا کانہ ارادبہ الادامۃ والالتزام والا فقد صح عن النبی صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم الامر بغسلھا احمد والشیخان وابوداؤد والترمذی وغیرھم عن ابی ثعلبۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ قال قلت یارسول اللّٰہ انا بارض قوم اھل کتاب افنأکل فی اٰنیتھم قال ان وجدتم غیرھا فلا تأکلوا فیھا وان لم تجدوا فاغسلوھا وکلوا فیھا[1] وفی لفظ ابی داؤد انھم یأکلون لحم الخنزیر ویشربون الخمر فکیف نصنع باٰنیتھم وقد ورد حدیث وفی احدی روایتی ابی عیسٰی سئل رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم عن قدور المجوس

انتخاب کے طریقے پر نقل کیا ہے وہ جیسا کہ تم دیکھ رہے ہو نفیس کلام ہے جو عمدہ باتوں کا فائدہ دیتا اور وسوسوں کو دُور کرتا ہے اور اللہ تعالٰی ہی سازشوں کے شر سے حفاظت فرمانے والا ہے۔ (ت)

اقول (میں کہتا ہوں) یہاں اس بات پر آگاہی مناسب کہ ان کے گزشتہ قول یعنی صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے منقول نہیں کہ وہ غنیمتوں کے برتن اور پیالے دھوتے تھے سے ان کی مراد یہ ہے کہ وہ ہمیشہ نہیں دھوتے تھے اور نہ اس کا التزام کرتے تھے ورنہ صحیح حدیث میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کے دھونے کا حکم ثابت ہے۔ اس حدیث کو امام محمد، امام بخاری و مسلم، ابوداؤد اور ترمذی وغیرہ نے حضرت ابو ثعلبہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے وہ فرماتے ہیں میں نے عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم، ہم اہل کتاب کے علاقے میں رہتے ہیں تو کیا ہم ان کے برتنوں میں کھا سکتے ہیں؟ آپ نے فرمایا، اگر تم ان کے علاوہ برتن پاؤ تو ان میں نہ کھاؤ اور اگر نہ پاؤ تو ان کو دھو کر ان میں کھا لو۔ ابوداؤد کے الفاظ میں ہے کہ وہ خنزیر کا گوشت کھاتے اور شراب پیتے ہیں تو ہم ان کے برتنوں اور ہانڈیوں کے ساتھ کیا کریں (الحدیث)، ابو عیسٰی کی دو روایتوں میں سے ایک میں ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے مجوسیوں کی

---

[1] بخاری شریف کتاب الذبائح باب صید القوس مطبوعہ قدیمی کتب خانہ مقابل آرام باغ کراچی ۲/ ۸۲۳

[2] مسند احمد بن حنبل عن ابی ثعلبہ رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۴/ ۹۳

فقال انقوھا غسلا واطبخوا فیہا[1] وعند احمد عن ابن عمر ان ابا ثعلبۃ رضی اللہ تعالٰی عنہم سأل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فقال آنیۃ المجوس اذا اضطررنا الیہا قال اذا اضطررتم الیہا فاغسلوھا بالماء واطبخوا فیہا[2] فاذا ثبت الامر فقد ثبت الغسل وان لم ینقل بخصوصہ اذما کانوا لیخالفوا امر رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ولا یأتمروا بہ ابدا ھذا ومن نظر فی الدلائل التی اسلفنا ایقن ان الامر فی ھذا الحدیث للندب والنھی للتنزیہ واللہ تعالٰی اعلم۔

ہانڈیوں کے بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا ان کو دھوکر پاک کرلو اور ان میں پکاؤ۔ امام احمد نے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ ابوثعلبہ رضی اللہ عنہ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کیا: ہمیں مجوسیوں کے برتنوں کے بارے میں حکم بتائیے جب ہم ان کے استعمال پر مجبور ہوں۔ آپ نے فرمایا: جب تم ان کے استعمال پر مجبور ہو تو ان کو پانی سے دھوکر ان میں پکاؤ۔ جب حکم ثابت ہوا تو عملاً دھونا بھی ثابت ہوگیا اگرچہ وہ خاص طور پر منقول نہیں کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نہ تو نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے حکم کی مخالفت کرتے تھے اور نہ ہمیشہ بجالانے سے انکار کرتے۔ اور جو شخص ہمارے گزشتہ دلائل پر غور کرے گا اسے اس بات کا یقین ہوجائیگا کہ امر استحباب کے لیے ہے اور نہی تنزیہ کے لیے۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ (ت)

وفی نصاب الاحتساب بعد نقل ما فی الذخیرۃ بالاختصار قال العبد اصلحہ اللہ تعالٰی وما ابتلینا من شراء السمن والخل واللبن والجبن وسائر المائعات من الھنود علی ھذا الاحتمال تلویث اوانیھم وان نساءھم لایتوقین عن السرقین وکذا یحملون لحم ما قتلوہ

نصاب الاحتساب میں ذخیرہ کی بحث بالاختصار نقل کرنے کے بعد فرمایا بندہ عرض کرتا ہے اللہ تعالٰی اس کی اصلاح کرے اور جو ہم گھی، سرکہ، دودھ، پنیر اور دیگر مائع چیزیں ہندوؤں سے خریدنے کے سلسلے میں مبتلا ہیں حالانکہ ان کے برتنوں کے نجاست سے ملوث ہونے کا احتمال ہے ان کی عورتیں گوبر سے اجتناب نہیں کرتیں اور اسی طرح وہ اپنے مقتول کا گوشت

---

[1] ترمذی شریف باب جاء فی الاکل فی آنیۃ الکفار آفتاب عالم پریس مطبع مجتبائی لاہور ۲/۴

[2] مسند احمد بن حنبل عن عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/۱۸۴

وذلك مبيحة فالاباحة فتوى والتحرز تقوى اھ ملخصا[1] اقول واراد بالاباحة ما لا اثم فيه وبالتقوى الورع فافهم۔

فائدة جليلة

يقول العبد الضعيف لطف به المولى اللطيف اعلم ان هذا الذی جزمنا به وعولنا عليه فيما مر من ان المكروه تنزيها ليس من الاثم فی شیئ لا كبيرة ولا صغيرة ولا يستحق العبد به معاقبة ما لا كثيرة ولا يسيرة هو الحق الناصع الذی لا محيد عنه وبه صرح غير واحد من العلماء ففی حظر رد المحتار تحت قوله اما المكروه كراهة تنزيه فالی الحل اقرب اتفاقا يعنی انه لا يعاقب فاعله اصلا لكن يثاب تاركه ادنی ثواب تلويح[2] اھ۔

اقول والی الحل اقرب يعنی الاباحة والا فالحل المقابل للحرمة ثابت لا شك وفيه من الاشربة عن العلامة ابی السعود المكروه تنزيها يجامع الاباحة[3] اھ

اقول يعنی الاباحة وعدم الحظر ونفی الحرج وسلب الحجر والا فاستواء الطرفين يباين ترجيح احد الجانبين ولو

کھانے میں لحمیہ مردار ہوتا ہے پس فتوٰی کے اعتبار سے وہ مباح ہے لیکن تقوٰی یہ ہے کہ اجتناب کرے ملخص

اقول اباحت سے مراد وہ ہے جس میں گناہ نہ ہو اور تقوٰی سے مراد شبہات سے بچنا ہے پس سمجھ لو۔ (ت)

عظیم فائدہ

بندۂ ضعیف، اس پر لطف وکرم کا مالک رحم فرمائے، کہتا ہے جان لو جو کچھ پہلے گزر چکا ہے اور اس پر ہم نے جزم اور بھروسا کیا وہ یہ ہے کہ مکروہ تنزیہی پر صغیرہ، کبیرہ کوئی گناہ نہیں اور اس سے بندہ کسی قسم کی سزا کا مستحق نہیں ہوتا نہ زیادہ کا اور نہ ہی کم کا، یہی وہ واضح حق ہے جس سے علیحدگی اختیار نہیں کی جاسکتی اور متعدد علماء نے اس کی تصریح کی ہے ردالمحتار کے باب الحظر میں اما المکروہ کراہۃ تنزیہ کے تحت ہے کہ وہ اتفاقًا حلت کے زیادہ قریب ہے یعنی اس کے مرتکب کو بالکل عذاب نہیں ہوگا۔ لیکن تارک کو کچھ نہ کچھ ثواب ملے گا۔ تلویح اھ۔ (ت)

اقول حلت کے زیادہ قریب ہونے سے مراد اباحت ہے ورنہ وہ حلت جو حرمت کے مقابلے میں ہے ثابت ہے اس میں کوئی شک نہیں، اور اس میں اشربہ کے آخر میں علامہ ابو السعود سے نقل کیا کہ مکروہ تنزیہی اباحت کے ساتھ جمع ہوتی ہے اھ (ت)

اقول اس سے جائز، غیر ممنوع، حرج کی نفی اور رکاوٹ کا سلب مراد ہے ورنہ دونوں طرفوں کا برابر ہونا ایک جانب کی ترجیح کے خلاف ہے اگرچہ

---

[1] نصاب الاحتساب
[2] ردالمحتار کتاب الحظر والاباحۃ مطبعہ مصطفی البابی مصر ۵/۲۱۴
[3] ردالمحتار کتاب الاشربۃ ۵/۳۲۴

من دون حرج وفيه من الصلاة الظاهر انه اراد بالمباح ما لا يمنع فلا ينافي كراهة التنزيه اھ[1] وفي شرح الطوالع من بحث العصمة ترك الاولى ليس بذنب فالاولى وما يقابله يشتركان في اباحة الفعل اھ[2] اقول والمعنى ما ذكرنا هو الرخصة وعدم التشديد المعبر عنه بنفي البأس وانت تعلم ان لو كان اثما لم يجامع الاباحة اذ لاشيئ من الاثم بمباح ولكان مما يمنع فان كل اثم ولو صغيرة محظور ولما جاز التعبير عنه بلا بأس به اذ ما من اثم الا وفيه بأس ولما ساغ الجزم بنفي العقاب عليه فقد ثبت في العقائد تجويز العقاب على الصغائر نعم قد نص العلماء ان كل مكروه تحريما من الصغائر[3] كما في صلاة رد المحتار عن البحر صاحب البحر في بعض رسائله وهو المستفاد من كلمات غيره في هذا المقام وقد زلت قدم بعض المشاهير من ابناء العصر[عــہ] فزعم ان المكروه تنزيها صغيرة وان الاصرار يكون

قصداً نہ ہو۔ اور اسی میں نماز کی بحث میں ہے: ظاہر یہ ہے کہ مباح سے مراد وہ ہے جو منع نہ ہو پس وہ کراہت تنزیہی کے منافی نہ ہوگا اھ شرح الطوالع کی بحث عصمت میں ہے کہ اولیٰ کا چھوڑنا گناہ نہیں پس اولیٰ اور اس کا مقابل فعل کے مباح ہونے میں برابر ہیں اھ **اقول** جو کچھ ہم نے ذکر کیا ہے اس کا مطلب رخصت اور عدم تشدید ہے جس کو "لا بأس بہ" سے تعبیر کیا گیا ہے اور تو جانتا ہے کہ اگر وہ گناہ ہوتا تو مباح کے ساتھ جمع نہ ہوتا کیونکہ کوئی گناہ مباح نہیں اور وہ ان میں سے ہوتا جو ممنوع ہیں کیونکہ ہر گناہ چاہے وہ چھوٹا ہی ہو ممنوع ہے اور "لا بأس بہ" کے ساتھ اس کی تعبیر نہ ہوتی کیونکہ ہر گناہ میں حرج ہے اور وہ عذاب کی نفی کا [illegible] درست کیونکہ عقائد میں صغیرہ گناہوں پر عذاب کا جائز ہونا ثابت ہے۔ ہاں علماء نے واضح کیا ہے کہ ہر مکروہ تحریمی صغائر سے ہے جیسا کہ ردالمحتار میں نماز کے ذکر میں بحرالرائق سے نقل کیا صاحب بحرالرائق نے اپنے بعض رسائل میں لکھا ہے اس مقام پر دوسروں کے کلمات سے بھی اسی بات کا فائدہ حاصل ہوتا ہے بعض علماء عصر میں سے بعض مشہور حضرات (مثلاً

عــہ یعنی المولوی عبدالحی اللکنوی فی رسالۃ فی شرب الدخان ۱۲ منہ (م)

عــہ یعنی مولوی عبدالحی لکھنوی نے اپنے رسالہ فی شرب الدخان میں یہ لغزش برتی۔ (ت)

[1] ردالمحتار آخر باب الاشربۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۵/۳۲۶

[2] شرح الطوالع

[3] ردالمحتار مطلب المکروہ تحریماً من الصغائر مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۴۵۶

کبیرۃ کما نص علیہ فی رسالۃ لہ وقد استوعبنا الکلام علی ھذا الامر فی رسالۃ عہ اخری واللہ الموفق۔

مولانا عبدالحی لکھنوی رحمہ اللہ) سے لغزش ہوئی۔ اور انہوں نے گمان کیا کہ مکروہ تنزیہی صغیرہ گناہ ہے جو باربار کرنے سے گناہ کبیرہ بن جاتا ہے جیسا کہ انہوں نے اپنے رسالے (مشرب الدخان) میں لکھا ہے ہم نے ایک دوسرے رسالے میں اس مقصد پر پورا کلام کیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی ہی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

مقدمہ ثامنہ

کسی شے کی نوع وصنف میں بوجہ ملاقات نجس یا اختلاط حرام نجاست وحرمت کا تیقن اُس کے ہر فرد سے منع واحتراز کا موجب اُسی وقت ہوسکتا ہے جب معلوم ومحقق ہو کہ یہ ملاقات واختلاط بروجہ عموم وشمول ہے مثلاً جس شے کی نسبت ثابت ہو کہ اس میں شراب یا شحم خنزیر پڑتی ہے اور بنانے والوں کو اس کا التزام ہے تو اس کا استعمال کلیۃً ناجائز وحرام ہے اور وہاں اس احتمال کو گنجائش نہ دیں گے کہ ہم نے یہ فرد خاص مثلاً خود بنتے ہوئے نہ دیکھی نہ خاص اس کی نسبت معتبر خبر پائی ممکن کہ اس میں نہ ڈالی گئی ہو کہ جب علی العموم التزام معلوم تو یہ احتمال اُسی قبیل سے ہے جسے قلب قابل قبول والتفات نہیں جانتا اور محض متصاعد ومنتشی بات ہے اور ہم کہہ چکے کہ ایسا احتمال کچھ کارآمد نہیں نہ وہ ظن غالب کو مساوات یقین سے نازل کرے تو اصل طہارت کا یقین اس علم ظنی سے ذاہب وزائل ہوگیا مگر ہاں اگر اس فرد خاص کی خصوصیت کسی ایسے ہی یقین سے واضح ہوجائے تو البتہ اس کے جواز کا حکم دیا جائے گا ولہذا علماء نے فرمایا دیباج فارسی ناپاک اور اُس سے نماز محض ناجائز کہ وہ اس کی چمک بھڑک زیادہ کرنے کو پیشاب کا غلط کرتے ہیں اور پھر دھوتے یوں نہیں کہ رنگ کٹ جائے گا

فی الدر المختار دیباج اھل فارس نجس لجعلھم فیہ البول لبریقہ[۱] وفی الحلیۃ عن

دُرمختار میں ہے کہ اہل فارس کا دیباج (ریشمی کپڑا) ناپاک ہے کیونکہ وہ اس میں چمک پیدا کرنے کے لیے پیشاب

عہ ثم الفقیر بتوفیق اللہ تعالٰی رسالۃ مستقلۃ سمیناھا جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیھا لیس بمعصیۃ ۱۲ منہ (م)

اللہ تعالٰی کی توفیق سے پھر ہم نے اس مسئلہ کے بارے ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا نام جمل مجلیۃ ان المکروہ تنزیہا لیس بمعصیۃ رکھا ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[۱] درمختار فصل الاستبراء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۵۷

البدائع قالوا فی الدیباج الذی ینسجہ اھل فارس لاتجوز الصلاۃ فیہ لانھم یستعملون فیہ البول عند النسج ویزعمون انہ یزید فی تزیینہ ثم لایغسلونہ فان الغسل یفسدہ[1]

استعمال کرتے ہیں اھ اور حلیہ میں بدائع سے منقول ہے فرمایا کہ اہل فارس جو دیباج بُنتے ہیں اُس میں نماز جائز نہیں کیونکہ وہ بُنتے وقت اُس میں پیشاب استعمال کرتے ہیں اور ان کا خیال ہے کہ اس سے اس کی زینت میں اضافہ ہوتا ہے پھر وہ اسے دھوتے نہیں کیونکہ دھونے سے وہ خراب ہوجاتا ہے۔ (ت)

اور اگر ایسا نہیں بلکہ صرف اتنا محقق کہ ایسا بھی ہوتا ہے نہ کہ خاص ناپاک و حرام میں کوئی خصوصیت ہے جس کے باعث قصداً اس کا التزام کرتے ہیں تو اس بنا پر ہرگز ہرگز حکمِ تحریم و تنجیس علی الاطلاق روا نہیں اور یہاں وہ احتمالات قطعاً مسموع ہوں گے کہ جب عموم نہیں تو جس فرد کا ہم استعمال چاہتے ہیں ممکن کہ افرادِ محفوظہ سے ہو اور اصل یقینی طہارت و حلت تو شکوک و ظنون ناقابلِ عبرت۔ دیکھو کیا ہم کو معلوم و مجرّب لباس و ظروف کفار کی نسبت یقین کامل نہیں کہ بے شُبہہ ان میں ناپاک بھی ہیں پھر اس یقین نے کیا کام دیا اور اُن اشیاء کا استعمال مطلق حرام کیوں نہ ہُوا تو وجہ وہی ہے کہ ان کے طعام و لباس و ظروف پر عموم نجاست معلوم نہیں اور جب اُن میں طاہر بھی ہیں اگرچہ کم ہوں تو کیا معلوم کہ جس فرد کا ہم استعمال چاہتے ہیں اُن میں سے نہیں۔

فی الاحیاء الغالب الذی لایستند الی علامۃ تتعلق بعین ما فیہ النظر مطرح[2]۔

احیاء میں ہے وہ غالب چھوڑ دیا جائے جو کسی ایسی علامت کی طرف منسوب نہ ہو جس کا اس معین چیز کے ساتھ تعلق ہے جس میں غور کیا جارہا ہے اھ (ت)

واضح تر سنیئے مجمع الفتاوی وغیرہ میں تصریح کی کہ ہمارے ملک میں جو کھالیں پکائی جاتی ہیں نہ اُن کے کُلوں سے خون دھوئیں نہ پکانے میں نجاستوں سے بچیں بلکہ ویسے ہی ناپاک زمینوں پر ڈال دیتے ہیں اور بعد کو دھوتے بھی نہیں (دیکھو جرح کی نسبت کس درجہ وضاحت و صراحت کے ساتھ وقوع نجاست بیان فرمایا) بااینہمہ حکم ناطق ہُوا کہ وہ بے دھوئے پاک ہیں ان کے خشک و تر سے موزے بناؤ کتابوں کی جلدیں بناؤ پانی پینے کو مشک ڈول بناؤ کچھ مضائقہ نہیں۔

فی الطریقۃ عنہ وفیہ فی القنیۃ وغیرھا عن القنیۃ الجلود التی تدبغ فی بلادنا ولایغسل مذبحھا ولاتتوقی النجاسات

الطریقۃ المحمدیہ میں اسی (مجموعۃ الفتاوی) سے منقول ہے اور اسی میں ہے کہ قنیہ وغیرہ میں قنیہ سے منقول ہے کہ ہمارے شہروں میں جن چمڑوں کی دباغت

---

[1] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار ما یصیر بہ المحل نجسا الخ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/ ۸۱
[2] احیاء علوم الدین المثار الثانی للشبہۃ مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/ ۱۰۶

في دبغها ويفرقونها على الارض النجسة ولا يغسلونها بعد تمام الدبغ فهي طاهرة يجوز اتخاذ الخفاف منها وغلاف الكتب والمشرب والدلاء رطبا ويابسا[1] اھ

دی جاتی ہے اور ان کے دبّاغ کو دھویا نہیں جاتا، اور نہ ہی دباغت کے دوران نجاستوں سے اجتناب کیا جاتا ہے علاوہ ازیں اسے ناپاک زمین پر ڈالتے ہیں اور دباغت مکمل ہونے کے بعد بھی نہیں دھوتے تو وہ پاک ہیں ان سے جُوتا بنانا، کتابوں کی جلدیں، مشکیزے اور ڈول بنانا جائز ہے چاہے تر ہوں یا خشک اھ (ت)

بس ایسی صورت میں ائمہ نے یہی حکم عطا فرمایا کہ ہر فرد خاص کو ملاحظہ کریں گے اور نوع کی نسبت جو اجمالی یقین ہو اسے تمام افراد میں ساری نہ مانیں گے مثلاً کفار خصوصاً اہل حرب کو ہم یقیناً جانتے ہیں کہ انہیں پروائے نجاسات نہیں اور بےشک وہ جیسی چیز پاتے ہیں استعمال میں لاتے ہیں پھر وہ پوستین کہ دارالحرب سے پک کر آئے علما فرماتے ہیں اسے دیکھنا چاہیے کہ اس کا پکنا نجس چیز سے تحقیق ہو تو بے دھوئے نماز ناجائز اور طاہر سے ثابت ہو تو قطعاً جائز اور شک رہے تو دھونا افضل نہ کہ استعمال گناہ و ممنوع ٹھہرے۔

في الدر المختار ما يخرج من دار الحرب كسنجاب ان علم دبغه بطاهر فطاهر او نجس فنجس وان شك فغسله افضل اھ ومثله في المنية وغيرها[2]۔

درمختار میں ہے جو کچھ دارالحرب سے نکلے جیسے سنجاب اگر معلوم ہو کہ پاک چیز کے ساتھ اس کی دباغت ہوئی ہے تو پاک ہے اور ناپاک کے ساتھ ہوئی ہے تو ناپاک ہے اگر شک ہو تو دھونا افضل ہے اھ منیہ وغیرہ میں اس کی مثل ہے۔ (ت)

یونہی خود منبع مذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں بچہ جب پانی میں اپنا ہاتھ یا پاؤں ڈال دے تو خاص اس بچہ کے ہاتھ پاؤں دیکھیں اگر ڈالتے وقت نجاست ثابت ہو تو ناپاک اور پاکی ظاہر ہو تو طاہر اور کچھ نہ کھلے تو صرف مستحب ہے کہ اور پانی استعمال کریں اور اگر اسی سے وضو کرکے نماز پڑھ لے تاہم بے شبہہ جائز۔

في السيرة الاحمدية للعلامة محمد الرومي افندي عن التاتارخانية عن اصل الامام محمد رحمه الله تعالى الصبي اذا ادخل يده في كوز ماء او رجله فان علم ان يده طاهرة

محمد رومی آفندی کی کتاب سیرت احمدیہ میں تتارخانیہ کے حوالے سے امام محمد رحمہ اللہ کی اصل (مبسوط) سے منقول ہے کہ جب بچہ اپنا ہاتھ یا پاؤں پانی کے کوزے (لوٹے، وغیرہ) میں ڈالے اگر یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ اس کا

---

[1] الطریقۃ المحمدیۃ مع الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۸۲

[2] درمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۸

بیقین (بان صب له او غسلت عنده اھ نابلسی) یجوز التوضی بھذا الماء، وان علم ان یده نجسة بیقین (بان رأی علیھا عین النجاسة او اثرھا اھ حدیقة) لا یجوز التوضی به وان کان لا یعلم انه طاھر او نجس فالمستحب ان یتوضأ بغیره لان الصبی لا یتوقی عن النجاسات عادة ومع ھذا لو توضأ به اجزأه[1] اھ۔

یا جو پاک تھا یقینی اس نے خود اسے دھویا یا اس کے سامنے دھویا گیا، اھ نابلسی) تو اس پانی کے ساتھ وضو جائز ہے اگر یقین کے ساتھ معلوم ہو کہ وہ ناپاک تھا (مثلاً اس پر عین نجاست یا اس کا نشان دیکھا، حدیقہ) تو اس سے وضو جائز نہیں اور اگر معلوم نہ ہو کہ وہ پاک ہے یا ناپاک، تو مستحب ہے کہ اس کے غیر سے وضو کرے کیونکہ بچہ عام طور پر نجاستوں سے پرہیز نہیں کرتا ہے باوجود اگر اس کے ساتھ وضو کرے تو کافی ہوگا اھ (ت)

خاص ضابطہ کی تصریح لیجئے سیدنا امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

به ناخذ ما لم نعرف شیئا حراما بعینه وھو قول ابی حنیفة واصحابه[2] اھ نقله الامام الاجل ظھیر الدین فی فتاواه وغیره فی غیرھا۔

ہم اسی کو اختیار کریں گے جب تک ہمیں بعینہٖ کسی چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہوجائے۔ امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب (شاگردوں) رحمہم اللہ کا یہی قول ہے اھ اسے امام ظہیر الدین نے اپنے فتاوٰی میں اور دوسروں نے اپنی کتب میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

حدیقہ میں ہے:

الحرمة بالیقین والعلم وھو لم یتیقن ولم یعلم ان عین ما اخذه حرام ولا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا[3] اھ۔

حرمت، یقین اور علم کے ساتھ ہوتی ہے اور وہ نہیں جانتا اور نہ اسے یقین ہے کہ جو کچھ اس نے لیا ہے وہ بعینہٖ حرام ہے اور اللہ تعالٰی کسی کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا اھ (ت)

اقول وھذا وان کان فی مسئلة الجوائز ولیس الحرام للغصب بدون الحرام

اقول یہ اگرچہ تحائف کے مسئلہ میں ہے پس اجتناب کا حکم غصب کی صورت میں حرام ہونے والا نجاست کی بنا پر حرام ہونے والے سے

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ اختلاف الفقہاء فی امر الطہارۃ والنجاسۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۲

[2] فتاوٰی ہندیہ باب فی الہدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۲

[3] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنوف الثلاثۃ فی بیان کل شیئ الخ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۲

للنجاسۃ فی حکم الاجتناب کما لا یخفی
حکم میں ہے جیسا کہ مخفی نہیں۔(ت)

بالجملہ ایسی صورت میں حکم کلی یہی ہے کہ تورع کی نسبت غیر کلی تعیین منع کل کا موجب نہیں بلکہ خصوص افراد کا لحاظ کریں گے واللہ تعالٰی اعلم۔

مقدمہ تاسعہ

جب بازار میں حلال وحرام مطلقاً یا کسی جنس خاص میں مختلط ہوں اور کوئی تمیز وعلامت مرتفع ہو تو شریعت مطہرہ خریداری سے اجتناب کا حکم نہیں دیتی کہ آخر ان میں حلال بھی ہے تو ہر شے میں احتمال حلت قائم اور رخصت واباحت کو اسی قدر کافی، یہ دعوٰی بھی ہماری تقریرات سابقہ سے واضح اور خود ملاذ مذہب ابو عبداللہ شیبانی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے مبسوط میں کہ کتب ظاہر الروایۃ سے ہے اس پر نص فرمایا۔

فی الاشباہ عن الاصل واذا اختلط الحلال بالحرام فی البلد فانہ یجوز الشراء والاخذ الا ان تقوم دلالۃ علی انہ من الحرام[1] وفی الحمویۃ کون الغالب فی السوق الحرام لا یستلزم کون المشتری حراما لجواز کونہ من الحلال المغلوب والاصل الحل[2] اھ۔

اشباہ میں اصل (مبسوط) سے نقل کیا گیا ہے کہ جب شہر میں حلال وحرام مخلوط ہو جائے تو اس کا خریدنا اور لینا جائز ہے مگر یہ کہ اس کے حرام ہونے پر کوئی دلالت قائم ہو۔ اور حمویہ میں ہے بازار میں حرام کے بکثرت پائے جانے سے لازم نہیں آتا کہ جو کچھ خریدا ہے وہ بھی حرام ہو کیونکہ ہوسکتا ہے کہ وہ چیز حلال مغلوب سے ہو اور اصل بات حلت ہے اھ (ت)۔

تنبیہ اقول وباللہ التوفیق (اور اللہ تعالٰی کی توفیق سے میں کہتا ہوں۔ت) یہ احتمال حل پر عمل کا قاعدہ نظر بفروع فقہیہ اس صورت سے مخصوص ہے کہ وہ سب اشیاء جن میں وجود حرام کا تیقن اور ان میں سے ہر فرد کے تناول میں تناول حرام کا احتمال ہے اس تناول کرنے والے کی ملک میں نہ ہوں ورنہ ان میں سے کسی کا استعمال جائز نہ ہوگا مگر تین صورتوں سے ایک یہ کہ وجہ حرمت حسب صالح ازالہ ہو تو ان میں کسی سے اُسے زائل کر دیا جائے کہ اب بقائے مانع میں شک ہوگیا اور یقین مجہول المحل جس کا محل خاص بالتعیین معلوم نہ ہو ایسے شک سے زائل ہوجاتا ہے مثلاً چادر کا ایک گوشہ یقیناً ناپاک تھا اور تعیین یاد نہ رہے کوئی سا کونا دھولے پاکی کا حکم دیں گے۔عہ

عہ تنبیہ لعلہ کہ حاشیہ فرمائی تھی ... ۱۲ منہ۔

---

[1] الاشباہ والنظائر القاعدۃ الثالثۃ من الفن الاول مطبوعہ ادارۃ القرآن والعلوم الاسلامیہ کراچی ۱/۱۲۹

[2] حمویۃ المعروف غمز العیون مع الاشباہ " " " " " " ص ۱۳۰

مقدمہ عاشرہ

حضرت حق جل وعلا نے ہمیں یہ تکلیف نہ دی کہ ایسی ہی چیز کو استعمال کریں جو واقع ونفس الامر میں طاہر وحلال ہو کہ اس کا علم ہمارے حیطۂ قدرت سے ورا ہے۔

قال اللہ تعالیٰ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا[1]۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے: "اللہ تعالیٰ کسی نفس کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا" (ت)۔

نہ یہ تکلیف فرمائی کہ صرف وہی شے برتیں جسے ہم اپنے علم وتحقیق کی رُو سے طیب وطاہر جانتے ہیں کہ اس میں بھی حرج عظیم اور حرج مدفوع بالنص

قال تعالیٰ ما جعل علیکم فی الدین من حرج[2] وقال تعالیٰ یرید اللہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر[3]

اللہ تعالیٰ نے فرمایا: "دین کے سلسلے میں تمہیں کسی حرج میں نہیں ڈالا" اور فرمایا: "اللہ تعالیٰ تمہارے لیے آسانی چاہتا ہے اور تنگی نہیں چاہتا" (ت)۔

سبحان اللہ! یہ دین بحمد اللہ آسانی وسماحت کے ساتھ آیا جو اسے اس کے طور پر لے گا اس کے لیے ہمیشہ رفق ونرمی ہے اور جو تعمق وتشدد کو راہ دے گا یہ دین اس کے لیے سخت ہو جائے گا یہاں تک کہ وہی تھک رہے گا اور اپنی سخت گیری کی آپ ندامت اٹھائے گا۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ان الدین یسر ولن یشاد الدین احد الا غلبہ فسددوا وقاربوا وابشروا[4] الحدیث اخرجہ البخاری والنسائی عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ[5] وصدرہ عند البیہقی فی شعب الایمان بلفظ الدین یسر ولن یغالب الدین احد الا غلبہ[6] واخرجہ احمد والنسائی وابن ماجۃ والحاکم باسناد صحیح عن ابن عباس رضی اللہ

بے شک دین آسان ہے اور ہرگز کوئی شخص دین میں سختی نہ کرے گا مگر وہ اس پر غالب آجائے گا پس ٹھیک ٹھیک چلو قریب ہو جاؤ اور خوشخبری دو (الحدیث) اسے بخاری اور نسائی نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا، اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان لفظوں کے ساتھ لائے ہیں "دین آسان ہے اور کوئی شخص دین پر غالب آنے کی کوشش نہیں کرتا مگر وہ دین اس پر غالب آجاتا ہے"۔

---

[1] القرآن ۲/۲۸۶ [2] القرآن ۲۲/۷۸ [3] القرآن ۲/۱۸۵

[4] صحیح البخاری باب الدین یسر مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۰

[6] شعب الایمان القصد فی العبادۃ حدیث ۳۸۸۱ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۳/۴۰۱

تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والغلو فی الدین فانما ھلک من کان قبلکم بالغلو فی الدین[1] واخرج احمد برجال الصحیح والبیہقی فی الشعب وابن سعد فی الطبقات عن ابن الادرع رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انکم لن تدرکوا ھذا الامر بالمغالبۃ[2] واخرج احمد فی المسند والبخاری فی الادب المفرد والطبرانی فی الکبیر بسند حسن عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم احب الدین الی اللہ الحنیفیۃ السمحۃ[3] واخرج ایضا ھٰؤلاء بسند جید عن محجن بن الادرع الاسلمی والطبرانی ایضا فی الکبیر عن عمران بن حصین وفی الاوسط وابن عدی والضیاء وابن عبد البر فی العلم عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہم عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم خیر دینکم ایسرہ[4] واخرج ابوالقاسم بن بشران فی امالیہ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی

امام احمد، نسائی، ابن ماجہ اور حاکم نے صحیح سند کے ساتھ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا "دین میں زیادتی کرنے سے بچو تم سے پہلے لوگ دین میں زیادتی کی وجہ سے ہلاک ہوئے۔"[1] امام احمد نے صحیح راویوں کے ساتھ، بیہقی نے شعب الایمان میں اور ابن سعد نے طبقات میں حضرت ابن الادرع رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "تم اس دین کو مغالبہ کے ساتھ ہرگز نہیں پا سکتے" (یعنی جو حکم ہے اس پر عمل کرو خود مباح امور کو واجب قرار نہ دو)[2] امام احمد نے اپنی مسند میں، امام بخاری نے الادب المفرد میں اور طبرانی نے معجم کبیر میں سند حسن کے ساتھ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالٰی کے ہاں پسندیدہ دین کامل وابستگی اور نرمی اختیار کرنا ہے۔[3] نیز انہوں نے اپنی کتب میں عمدہ سند کے ساتھ حضرت محجن بن ادرع اسلمی سے اور طبرانی نے کبیر میں عمران بن حصین سے اور اوسط میں نیز ابن عدی، ضیاء اور ابن عبدالبر نے علم کے بیان میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کیا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "تمہارا بہترین دین وہ ہے جو سب سے زیادہ آسان ہو۔"[4]

---

[1] سنن نسائی باب التقاط الحصی مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۴۹/۲
[2] مسند امام احمد حدیث ابن الادرع رضی اللہ عنہ مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۳۳۰/۳
[3] بخاری شریف باب الدین یسر " قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۰/۱
[4] مسند امام احمد بن حنبل حدیث محجن بن الادرع رضی اللہ عنہ مطبوعہ دار الفکر بیروت ۳۳۸/۴

صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایاکم والتعمق فی الدین فان اللہ قد جعلہ سہلا[1] الحدیث۔

ابوالقاسم بن بشران نے اپنی امالی میں امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کی، آپ نے فرمایا: دین کی گہرائی (باریکیوں) میں جانے سے پرہیز کرو، اللہ تعالٰی نے اسے آسان بنایا ہے۔ الحدیث (ت)

بلکہ صرف اسی قدر حکم ہے کہ وہ چیز تصرف میں لائیں جو اپنی اصل میں حلال وطیب ہو اور اُسے مانع و نجاست کا عارض ہونا ہمارے علم میں نہ ہو لہذا جب تک خاص اس شے میں جسے استعمال کرنا چاہتا ہے کوئی مظنہ قویہ حظر و حرمت کا نہ پایا جائے تفتیش و تحقیقات کی بھی حاجت نہیں مسلمان کو روا کہ اصل حل و طہارت پر عمل کرے اور یکین و تخیل و تشابہ و تعمق کو جگہ نہ دے۔

فی الحدیقۃ لاحرمۃ لامع العلم لان الاصل الحل ولایلزمہ السؤال عن شیئ حتی یطلع علی حرمتہ ویتحقق بما یحرم علیہ[2] وفی الفتاوی لایلزم السؤال عن طہارۃ الحوض مالم یغلب علی ظنہ نجاستہ، ولہ ان یتوضأ من الحوض لان الاصل فی الاشیاء الطہارۃ[3]۔

حدیقہ میں ہے علم کے بغیر حرمت نہیں کیونکہ اصل حلت ہے اور انسان پر لازم نہیں کہ وہ کسی چیز کے بارے میں سوال کرے حتی کہ اس کی حرمت پر مطلع ہوجائے اور یوں وہ اس کی تحقیق کرکے اب اپنے اوپر حرام کرے، حدیقہ ندیہ اور فتاوٰی میں ہے حوض والے سے سوال لازم نہیں جب تک اس کی نجاست کا غالب گمان نہ ہوجائے تو حوض کی طہارت کے بارے میں سوال نہ کرے اور محض گمان کی بنیاد پر وضو کرنے سے نہ رکے کیونکہ اشیاء میں اصل طہارت ہے۔ (ت)

بلکہ خود حضور سید المرسلین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی جب تم میں سے کوئی اپنے بھائی مسلمان کے یہاں جائے اور وہ اسے اپنے کھانے میں سے کھلائے تو کھالے اور کچھ نہ پوچھے اور اپنے پینے کی چیز سے پلائے تو پی لے اور کچھ دریافت نہ کرے۔

اخرج الحاکم فی المستدرک والطبرانی فی الاوسط والبیہقی فی الشعب باسناد لاباس بہ عن ابی ہریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن

حاکم نے مستدرک، طبرانی نے اوسط میں اور بیہقی نے شعب الایمان میں ایسی سند کے ساتھ جس میں کوئی حرج نہیں، حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کیا

---

[1] الجامع الصغیر مع فیض القدیر حدیث ۲۹۳۳ مطبوعہ دارالمعرفۃ بیروت ۱۲۲/۳

[2] الحدیقۃ الندیۃ بیان حکم التورع والتوقی من طعام اہل الوظائف مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۷۳۸/۲

[3] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد عن ائمۃ الحنفیۃ " " " " ۶۶۶/۲

النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اذا دخل احدکم علی اخیہ المسلم فاطعمہ من طعامہ فلیأکل ولا یسأل عنہ وان سقاہ من شرابہ فلیشرب ولا یسأل عنہ؎۱

کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس جائے اور وہ اسے اپنے کھانے سے کھلائے تو کھالے اور اس کے بارے میں سوال نہ کرے اور اگر وہ اپنے مشروب سے پلائے تو پی لے اور اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھے۔ (ت)

امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک حوض پر گزرے عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ ساتھ تھے حوض والے سے پوچھنے لگے کیا تیرے حوض میں درندے بھی پانی پیتے ہیں؟ امیر المؤمنین نے فرمایا: اے حوض والے! ہمیں نہ بتا۔ عـہ

مالک فی مؤطاہ عن یحیی بن عبد الرحمن ان عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ خرج فی رکب فیہم عمرو بن العاص رضی اللہ تعالٰی عنہ حتی وردوا حوضا فقال عمرو یا صاحب الحوض ہل ترد حوضک

امام مالک رحمہ اللہ نے اپنے مؤطا میں حضرت یحیٰی بن عبد الرحمن رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سواروں کے ایک دستہ میں تشریف لے گئے جن میں حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بھی تھے ایک حوض پر پہنچے تو حضرت عمرو بن عاص

عـہ ویروی مثل ذلک عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم من حدیث ابن عمر رضی اللہ تعالٰی عنہما قال خرج رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فی بعض اسفارہ فسار لیلا فمروا علی رجل عند مقراۃ لہ عـہ فقال عمر یا صاحب المقراۃ اولغت السباع اللیلۃ فی مقراتک فقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یا صاحب المقراۃ لاتخبرہ ہذا مکلف لہا ما حملت فی بطونہا ولنا ما بقی شراب وطہور؎۲ ۱۲ منہ

اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے وہ حدیث مروی ہے جو ابن عمر نے روایت کی ہے فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم اپنے بعض سفروں میں تشریف لے گئے ایک دفعہ رات کو سفر شروع کیا تو ایک ایسے شخص پر گزر ہوا جس کے پاس اس کا اپنا تالاب تھا تو حضرت عمر نے کہا اے تالاب والے! کیا رات کو تیرے تالاب سے درندوں نے پانی پیا ہے؟ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اے تالاب والے! اسے اس بات کی خبر نہ دو یہ مکلف ہے جو ان کے پیٹوں میں ہے وہ ان کے لیے ہے اور جو باقی ہے وہ ہمارے پینے اور طہارت کے لیے ہے۔ (ت)

عـہ المقراۃ بالکسر مجتمع الماء ۱۲ منہ

المقراۃ کسرہ کے ساتھ وہ جگہ جہاں بارش کا پانی جمع ہو۔

؎۱ شعب الایمان باب فی المطاعم حدیث ۵۸۰۰ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت لبنان ۵/ ۹۴

؎۲ المستدرک کتاب الاطعمہ ۴/ ۱۲۶ ؎۳ سنن الدارقطنی کتاب الطہارۃ

السباع فقال عمر بن الخطاب یا صاحب الحوض لاتخبرنا فانا نرد علی السباع وترد علینا[1] قال سیدی عبدالغنی وذلك لانه کان حوضا صغیرا والا لما سأل عنه[2] اھ ملخصا وقال تحت قوله لاتخبرنا ای ولو کنت تعلم انه ترده السباع لانا نحن لانعلم ذلك فلو علمناه صار نجسا عندنا فلانستعمله ولانستعمل ما هو طاهر عندنا ولایکلف الله نفسا الا وسعها[3] اھ

رضی اللہ تعالٰی عنہ نے پوچھا، اے حوض والے! کیا تیرے حوض پر درندے بھی آتے ہیں؟ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ نے فرمایا، اے صاحبِ حوض! ہمیں نہ بتانا کیونکہ ہم درندوں کے پاس اور وہ ہمارے پاس آتے جاتے ہیں۔ سیدی عبدالغنی رحمہ اللہ تعالٰی نے فرمایا، شاید وہ چھوٹا حوض تھا ورنہ وہ نہ پوچھتے، انتہی ملخصاً۔ وہ "لاتخبرنا" (ہمیں نہ بتانا) کے تحت فرماتے ہیں یعنی اگرچہ تو جانتا بھی ہو کہ درندے آتے ہیں، کیونکہ ہم اس بات کو نہیں جانتے، پس ہمارے نزدیک پانی پاک ہے پس اگر ہم سے استعمال کریں گے تو پاک پانی استعمال کریں گے۔ اور ہر نفس کو اللہ تعالٰی اس کی طاقت کے مطابق تکلیف دیتا ہے۔ اھ (ت)

یقول العبد الضعیف عفی له القوی اللطیف جل وعلا قد حمل المولی الفاضل رحمه الله تعالی هذا الحدیث کما تری علی ماقدمنا من ان المطلوب عدم العلم بالنجاسة لا العلم بعدم النجاسة ولیس علینا ان نبحث فان الشیئ وان کان متنجسا فی الواقع فانه طاهر لنا[عه] مالم نعلم به ولهذا حمل الحوض علی حوض صغیر یحمل الخبث وقد سبقه الی هذا الحمل علامة عصره سیدی زین بن نجیم المصری رحمه الله تعالی

بندہ ضعیف "قوی و مہربان اور بلند و بالا ذات بار اس کی بخشش فرمائے" کہتا ہے کہ فاضل مولانا نے اس حدیث کو جیسا کہ تم دیکھتے ہو اس بات پر محمول کیا ہے جس کا ہم نے پہلے ذکر کیا ہے یعنی مطلوب نجاست کا علم نہ ہونا ہے نہ کہ عدمِ نجاست کا علم ہونا ہے اور ہم پر لازم نہیں کہ ہم بحث کریں کیونکہ کوئی چیز اگرچہ فی الواقع ناپاک بھی ہو تو ہمارے نزدیک پاک ہوگی جب تک ہمیں اس کے نجس ہونے کا علم نہ ہو، اسی لیے حوض کو چھوٹے حوض پر محمول کیا گیا ہے جو نجس ہو جاتا ہے۔ اپنے زمانے کے علامہ سیدی زین بن نجیم مصری رحمہ اللہ تعالٰی نے البحر الرائق

عه ای فی حقنا وان کان علی خلافه فی الواقع ۱۲ منه (م)

یعنی ہمارے حق میں پاک ہے اگرچہ وہ حقیقۃً اس کے خلاف ہو ۱۲ منہ (ت)

---

[1] الموطا امام مالک الطہور للوضوء مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۷

[2] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الاول فی ورع النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۵۱

[3] " " " " " " " " "

وفی البحر حیث قال (الفروع) فی الخلاصۃ معزیا الی الاصل یتوضؤ من الحوض الذی یخاف فیہ قذر ولا یتیقنہ ولا یجب ان یسأل اذ الحاجۃ الیہ عند عدم الدلیل والاصل دلیل یطلق الاستعمال وقد قال عمر رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ[1] الٰی اٰخرہ فذکر الحدیث المذکور بعدہ وانت تعلم ان کلامہ انما ھو فی الحوض الصغیر کما لا یخفی وقد استشھد بالحدیث علی عدم وجوب السؤال والتفتیش عنہ وان خشی التنجس بناء علی اصالۃ الطھارۃ فالعبد الضعیف تمسک بہ فی ھذا المقام تبعا لھما لکن للحدیث وجوہ وشعوب فقد قیل یعنی ان الماء کثیر فلا یحتمل التنجس بوقوع السباع وعلیہ درج الشیخ المحقق الدھلوی رحمہ اللّٰہ تعالٰی فی شرح المشکوۃ ویکدرہ سؤال عمرو بن العاص رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ کما اشار الیہ علی القاری وقال العارف النابلسی لو کانت کثیرا قدر العشر لما سأل لانہ لا یتنجس الا بظھور اثر النجاسۃ فیہ اجماعا وظھور الاثر یعرف بالحس فلا یحتاج

میں اسی حمل کی طرف سبقت کی ہے جب انہوں نے فرمایا (فروع) خلاصہ میں مبسوط کی طرف نسبت کرتے ہوئے فرمایا کہ اس حوض سے وضو کرسکتا ہے جس کے گندہ ہونے کا گمان ہو لیکن اس کا یقین نہ ہو اور اس پر سوال کرنا واجب نہیں کیونکہ اس کی ضرورت دلیل نہ ہونے کی صورت میں ہوتی ہے اور اصل (طہارت) دلیل ہے جو استعمال کا اطلاق کرتی ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا (آخر تک) انہوں نے حدیث مذکور کو معنوی طور پر ذکر کیا اور آپ جانتے ہو کہ ان کا کلام چھوٹے حوض کے بارے میں ہے جیسا کہ مخفی نہیں اور انہوں نے حدیث شریف سے شہادت پیش کی ہے کہ اس کے بارے میں پوچھنا اور تفتیش کرنا واجب نہیں اگرچہ اس کے ناپاک ہونے کا اندیشہ ہو کیونکہ طہارت اصل ہے بس اس ضعیف بندے نے اس مقام پر ان دونوں کی اتباع میں اسی بات کو اختیار کیا لیکن حدیث کی کئی وجوہ اور مفاہیم بیان کی گئی ہیں کہا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ پانی زیادہ ہے تو درندوں کے منہ ڈالنے سے ناپاک نہیں ہوگا، حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے مشکوۃ شریف کی شرح میں یہی بات درج فرمائی لیکن حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ کا سوال اس بات کو مکدر کردیتا ہے جیسا کہ اس کی طرف حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے اشارہ فرمایا۔ عارف نابلسی رحمہ اللہ نے فرمایا اگر حوض زیادہ دہ در دہ کی مقدار ہوتا تو آپ اس کی نجاست کا سوال نہ فرماتے کیونکہ اس صورت میں

الی السؤال اذ ای وما کان عمر لیخفی علیہ حکم الماء الکثیر ولا کان من الموسوسین فسؤالہ ادل دلیل علی ان الماء کان قلیلا یحتمل الحدث وقد کان فی فلاۃ فکانت مظنۃ ورود السباع فمن ھذا نشأ سؤالہ رضی اللہ تعالٰی عنہ بطریق الاحتیاط ولیتنبہ ان نقلہ الاجماع انما ھو ناظر الی الماء الکثیر مع قطع النظر عن خصوص التقدیر لا الی مقدار العشر بالتخصیص کما لا یخفی ھذا تقریر کلامہ علی حسب مرامہ۔

وہ پالا جاتا، اسی وقت ناپاک ہوتا ہے جب اس میں نجاست کا اثر ظاہر ہو اور اثر کا ظاہر ہونا حس کے ساتھ پہچانا جاتا ہے پس وہ سوال کا محتاج نہ ہوگا اھ یعنی حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی کی یہ شان نہ تھی کہ آپ پر زیادہ پانی کا حکم مخفی رہتا اور نہ ہی آپ وسوسہ کرنے والوں میں سے تھے لہٰذا آپ کا سوال اس بات کی بہت بڑی دلیل ہے کہ پانی تھوڑا تھا جو ناپاک ہو جاتا ہے اور وہ جنگل میں تھا اور وہاں درندوں کے آنے کا گمان ہوسکتا تھا اسی بنیاد پر سوال پیدا ہوا جسے حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ترکِ احتیاط کے ساتھ رد کردیا۔ آگاہ رہنا چاہئے کہ ان کا اجماع نقل کرنا خاص تقدیر سے قطع نظر محض زیادہ پانی کی بنیاد پر تھا دہ در دہ کی مقدار سے تخصیص کرتے ہوئے نہیں جیسا کہ مخفی نہیں یہ ان کے مطلب کے مطابق ان کے کلام کی تقریر ہے۔

اقول ویظھر لی ان ھھنا مجال سؤال بوجھین۔

اما **اولا** فقد القینا علیک ان الاجماع انما ھو علی ان الکثیر لا یتنجس الا بتغیر اما تحدید الکثیر ففیہ نزاع شھیر وتخالف کبیر فی الکتب سطیر فرب کثیر عند قوم قلیل عند آخرین وبالعکس واذ الامر کما وصفت لک فما یدریک لعل الماء کان قلیلا عند عمر فبحث وکثیرا عند عمرو فما اکترث والامر اظھر علی قول

اقول میں کہتا ہوں: مجھ پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ یہاں دو طرح سے سوال ہوسکتا ہے

اول: جب ہم نے تمہیں بتایا کہ اجماع اس بات پر ہے کہ کثیر پانی تبدیلی کے بغیر ناپاک نہیں ہوتا لیکن کثیر کی حد بندی میں اختلاف مشہور ہے اور بہت بڑا اختلاف کتب میں تحریر ہے اکثر ایک چیز کسی قوم کے نزدیک کثیر ہوتی ہے اور دوسروں کے نزدیک قلیل ـــــ اور کبھی اس کے خلاف ہوتا ہے اور جب معاملہ ایسا ہو جیسا کہ ہم نے بیان کیا تو تمہیں کیا خبر کہ حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ تعالٰی عنہ کے نزدیک پانی تھوڑا ہو لہٰذا انہوں نے

سه الحدیقۃ الندیۃ فیما ورد عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۵۹

اصحابنا ان الکثیر فی حق کل
ما یستکثرہ ۔

ویترائی لی فی الجواب عنہ ان
مجتہداً لیس لہ ان یحمل المجتہد الآخر
علی تقلید نفسہ ویصدہ عن العمل
بمذہبہ ولذا انکر عالم المدینۃ علی ہارون
الرشید اذ استأذنہ ان یعلق الموطأ من الکعبۃ
ویحمل الناس علی ما فیہ فقال لا تفعل فان
اصحاب رسول اللہ صلی اللہ تعالی علیہ
وسلم اختلفوا فی الفروع وتفرقوا
فی البلدان وکل مصیب ابو نعیم
عنہ فی الحلیۃ وعلی المنصور اذ ہم
ان یبعث بکتبہ الی الامصار ویأمر
المسلمین ان لا یتعدوہا فقال لا تفعل
ہذہ فان الناس قد سبقت الیہم
الاقاویل وسمعوا الاحادیث ورووا روایات
واخذ کل قوم بما سبق الیہم ودانوا بہ
فدع الناس وما اختار کل اہل بلد منہم
لانفسہم ابن سعد عنہ فی الطبقات
فکذا لا یجبر مجتہد ولا عامی علی
تقلید غیرہ فیما یفوض الی رأی
المبتلی کما نص علیہ فی
البحر وغیرہ فعلی ہذا قول

بحث کی اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک ۲۰ درہم
لہٰذا انھوں نے اس کی پرواہ نہ کی۔ ہمارے اصحاب کے
قول پر بات ظاہر ہے کہ ہر ایک کے حق میں وہی کثیر
ہے جس کو وہ کثیر سمجھے۔

اس کا جواب مجھ پر یوں ظاہر ہوا کہ کسی مجتہد کو
حق نہیں پہنچتا کہ کسی دوسرے مجتہد کو اپنی تقلید کی ترغیب
دے اور اسے اس کے اپنے مذہب پر عمل کرنے سے روکے
یہی وجہ ہے کہ مدینہ کے عالم نے ہارون الرشید کی بات
ماننے سے انکار کر دیا جب اس نے مؤطا کو کعبۃ اللہ کی
دیوار پر لٹکانے اور لوگوں کو اس پر عمل کی ترغیب دینے
کی اجازت طلب کی۔ عالم نے فرمایا: ایسا نہ کرو
رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے صحابہ نے فروع میں
اختلاف کیا، مختلف شہروں میں پھیل گئے اور ہر ایک حق
پر ہے۔ یہ بات حلیہ میں ابو نعیم سے مروی ہے۔ اور جب
منصور نے مختلف شہروں میں انکی کتابیں بھیجنے اور مسلمانوں
کو حکم دینے کا ارادہ کیا کہ وہ ان سے تجاوز نہ کریں، تو امام کا
انکار کرتے ہوئے عالم مدینہ نے فرمایا: ایسا مت کرو
لوگوں تک باتیں پہنچ چکی ہیں انھوں نے احادیث سنی ہیں
روایات نقل کی ہیں اور جس قوم تک جو پہنچا انھوں نے اسے
اختیار کر کے اس پر عمل پیرا ہو گئے پس لوگوں کو اسی چیز پر چھوڑ
دیجئے جو ہر شہر والوں نے اپنے لیے منتخب کر لی ہے۔ اسے
ابن سعد نے طبقات میں نقل کیا۔ اسی طرح کسی مجتہد اور
کسی عامی کو بھی اس چیز میں جو مبتلا کی رائے پر چھوڑی
گئی ہے دوسرے کے گمان کی تقلید پر مجبور نہ کیا جائے
جیسا کہ بحر الرائق وغیرہ میں بیان کیا ہے۔ اس بنیاد پر

عمر لا تخبرنا لا ينبغي حمله على أن الماء كثير عندي وأنت كان قليلا عندك فرأي فاعمل ولا تسأل بل المعنى على هذا أيضاً هو النهي عن اتباع الظنون أي أن الماء وإن تستقله لكن لست على يقين من نجاسته فانصرف الكلام إلى ما أردنا.

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے قول "لا تخبرنا" (ہمیں خبر نہ دینا) کو اس بات پر محمول کرنا مناسب نہیں کہ میرے نزدیک پانی زیادہ ہے اگرچہ تمہارے نزدیک تھوڑا بھی ہو تب بھی تم میری رائے پر عمل کرو اور سوال نہ کرو، بلکہ اس بنیاد پر بھی مفہوم یہ ہوگا کہ گمان کی اتباع سے روکا گیا مطلب یہ کہ اگرچہ تم پانی کو تھوڑا سمجھتے ہو لیکن تمہیں اس کی نجاست کا یقین نہیں پس ان کے کلام کو اس کی طرف پھیرا جائیگا جو ہماری مراد ہے۔

وأما ثانياً فذا لأن الماء الكثير لا يحتاج فيه إلى السؤال لأنه يتغير لونه فيحتمل أنه لطول مكثه أو حصول الخبث فيتحقق ما والسؤال تعم القليل والكثير سواء في حاجة السؤال بكشف الحال عند المظنة والاحتمال ثم إن الكثير لا تعتريه المظنة إلا لأمر حسي أعني تغير أحد الأوصاف بخلاف القليل وبهذا القدر لا يستند العمل إلى مجرد الحس لأن الذي يدرك بالحس لا يكفي لتبيين الأمور واللبس كما لا يخفى.

دوم: ہم نہیں مانتے کہ زیادہ پانی کے بارے میں سوال کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ بعض اوقات وہ بدبودار ہو جاتا ہے یا اس کا رنگ بدل جاتا ہے۔ پس اس بات کا احتمال ہے کہ زیادہ دیر ٹھہرنے یا نجاست داخل ہونے کے باعث ایسا ہوا ہو لہٰذا اس کا مقام سوال ہونا ثابت ہوگیا۔ پس معلوم ہوا کہ جب گمان و احتمال والی صورت ہو تو کشف حال کے لیے سوال کی ضرورت میں قلیل و کثیر برابر ہیں۔ علاوہ ازیں کثیر میں (نجاست کا) گمان محض امر حسی کی بنیاد پر ہوتا ہے یعنی اس کا کوئی وصف بدلتا ہے بخلاف قلیل کے۔ اور محض اتنی سی بات سے عمل، مجرد حس کی طرف منسوب نہیں ہوگا کیونکہ حس کے ساتھ جس چیز کا ادراک ہوتا ہے وہ بات کو واضح کرنے اور شک کو دور کرنے کے لیے کافی نہیں جیسا کہ مخفی نہیں۔

وأفاض الله الجواب عنه بأن هذا مما يعود نفعاً محضاً فلئن قلتم به في قصة الحديث فقد تركتم

فیضانِ الٰہی: اللہ تعالیٰ نے اس کے جواب کا فیضان عطا فرمایا اگرچہ یہ محض اللہ تعالیٰ اسے نفع بخش فرمائے کہ اگر تم اس حدیث کے ضمن یہ بات کرتے ہو

عنه ما ثبت قلت لا مساغ لهذا في

اگر تو کہے کہ حدیث کے اس واقعہ (باقی برصفحہ آئندہ)

ما قصدتم واعترفتم بما نريد اذ كان مثار سؤال عمرو رض هو احتمال الخبث ومبنى جواب عمر هو اتباع الاصل وذلك ما كنا نبغ وانما كنتم تذهبون بالحديث الى ان الماء الكثير لا يحمل الخبث فلا تخبرنا اى اخبارك لنا وعدمه سواء وعلى هذا التقرير يصير الكثير نظير اليسير كما اعترفتم فلم تغن عنكم كثرتكم شيئا والله الموفق۔

تو تم نے اپنا مقصود چھوڑ کر ہماری مراد کا اعتراف کر لیا کیونکہ اس وقت حضرت عمرو رضی اللہ عنہ کے سوال کا دارومدار نجاست کو برداشت کرنے پر ہے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے جواب کی بنیاد اصل کی اتباع ہے اور ہم اسی کی تلاش میں ہیں۔ حدیث کی روشنی میں تمہارا موقف یہ ہے کہ چونکہ زیادہ پانی نجاست سے ناپاک نہیں ہوتا لہذا تو ہمیں خبر نہ دے یعنی تیرا خبر دینا اور نہ دینا دونوں برابر ہیں۔ اس تقریر کی بنیاد پر زیادہ، تھوڑے کی مثل ہو جائے گا جیسا کہ تم نے اعتراف کیا۔ پس تمہاری کثرت نے تم کو کوئی فائدہ نہ دیا۔ اور اللہ تعالٰی ہی اس کی توفیق دینے والا ہے۔ (ت)

وقيل[عه] بل ذهب عمر رضي الله تعالى عنه الى طهارة سؤر السباع كما تقوله الائمة الثلثة على خلاف بينهم في الكلب والخنزير فقوله لا تخبرنا اى سواء اخبرتنا اولم تخبرنا فانا نطهر ما تفضل السباع۔

اور کہا گیا ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ درندوں کے جھوٹے کو پاک سمجھتے تھے جیسا کہ ائمہ ثلاثہ کہتے ہیں اور کتے اور خنزیر کے جھوٹے کے بارے میں ان کے قائل ہیں اگرچہ ان میں کچھ اختلاف بھی ہے پس ان کا قول کہ "ہمیں خبر نہ دینا" کا مطلب یہ ہے کہ خبر دو یا نہ دو ہمارے لیے برابر ہے کیونکہ ہم درندوں کے جھوٹے کو پاک سمجھتے ہیں (ت)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قصة لحديث اصلا اذ الماء الكثير لا يتغير بمجرد ولوغ السباع وشرب الماء **قلت** على ان لفظ الحديث هل ترد لا هل تلغ ويمكن ان ترد جماعات منهن وتفترق الماء وتبول فيه وتقضي الحاجة فتغلب النجاسة على بعض اوصاف الماء ١٢ منه (م)

(اس کا جواز ہرگز ثابت نہیں ہوتا کیونکہ کثیر پانی محض درندوں کے چاٹنے اور پینے سے متغیر نہیں ہوتا۔ میں کہتا ہوں ہاں کیونکہ حدیث کا لفظ "ہل ترد" ہے "ہل تلغ" نہیں، ممکن ہے کہ درندوں کے کئی گروہ پانی پر وارد ہوتے ہوں اور پانی میں جا کر پیشاب و براز کرتے ہوں تو پانی کے بعض اوصاف پر نجاست غالب آ جائے۔ (ت)

عه معطوف على قيل السابق ١٢ منه (م)

عه پہلے گزرے ہوئے قیل پر معطوف ہے ۱۲ منہ (ت)

اقول وقد یمد الیہ عن ناحیہ قولہ فی الحدیث ما انرد علی السباع وترد علینا[1] وقولہ کما تراد من زیادۃ بعض الرواۃ انی سمعت رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم یقول لہا ما اخذت فی بطونہا وما بقی فہو لنا طہور[2] وما اخرج الامام الشافعی عن عمرو بن دینار ان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ ورد حوض مجنۃ فقیل انما ولغ الکلب آنفا فقال انما ولغ بلسانہ فشرب وتوضأ[3]۔

اقول حدیث شریف میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے الفاظ کہ "ہم درندوں کے پاس جاتے اور وہ ہمارے پاس آتے ہیں" میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے، نیز رزین نے بعض راویوں سے جو حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا یہ قول زائد نقل کیا ہے کہ میں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا، آپ نے فرمایا: جو کچھ ان جانوروں نے اپنے پیٹوں میں سے لیا وہ ان کے لئے ہے اور جو باقی رہ گیا ہے وہ ہمارے لئے پاک ہے۔ اسی طرح جو امام شافعی رحمہ اللہ نے عمرو بن دینار رضی اللہ عنہ سے نقل کیا کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ مجنہ کے حوض پر تشریف لے گئے تو کہا گیا ابھی یہاں کتے نے منہ مارا ہے، تو آپ نے فرمایا: اس نے اپنی زبان چاٹا ہے، پھر آپ نے اس سے پیا اور وضو فرمایا۔ اس میں بھی اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔ (ت)

ویکدر ھذا اولا ان قید حتی انکم ملتم بالکلام الی خلاف ما یتبادر منہ فان ظاھرہ لیس کراھۃ الاخبار وما ذاک الا خشیۃ ان لو اخبر لزمہ التحرج فاراد التوسیع باستصحاب الطہارۃ ما لم یعلم ولو کان الامر کما ذکرتم من کثرۃ الماء وضعف السؤر لم یر باخبار صاحب الحوض شیئاً فعل ما ینھاہ عنہ بل کان حق الکلام

اولاً اس سے پہلے کی تمام بحث سے یہ بات گدلی ہو جاتی ہے کیونکہ تمہارے کلام کا میلان اس بات کے خلاف ہے جو واضح طور پر ذہن میں آتی ہے کیونکہ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ خبر دینا مکروہ ہے اور یہ اس ڈر کی بنا پر ہے کہ اگر خبر دے گا تو حرج میں پڑنا لازم آئے گا لہٰذا ان کی مراد یہ تھی کہ جب تک علم نہ ہو حصولِ طہارت میں وسعت ہونی چاہئے، اور اگر وہ بات ہوتی جس کا تم نے ذکر کیا کہ پانی زیادہ تھا یا وہ جھوٹے کو پاک سمجھتے تھے تو اس صورت میں ان کا خبر دینا نقصان دہ نہ ہوتا پس انہوں نے کس

---

[1] موطا امام مالک الطہور للوضوء مطبوعہ میر محمد کتب خانہ کراچی ص ۱۷

[2] مشکوٰۃ المصابیح باب احکام المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ص ۵۱

[3] مصنف عبدالرزاق حدیث ۲۴۹ باب الماء ترِدہ الکلاب والسباع مطبوعہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۷۶

ح ان یقول لعمرو ماذا ترید بالاستخبار الماء کثیر ولو ولغت او سؤرها ما عرفنا عملت الی هذا اشار محمد رحمه الله تعالٰی حیث قال بعد روایة الحدیث فی مؤطاه اذا کان الحوض عظیما ان حرکت منه ناحیة لم تتحرک به الناحیة الاخری لم یفسد ذلك الماء ما ولغ فیه من سبع ولا ما وقع فیه من قذر الا ان یغلب علی ریحه او طعمه (او لونه) واذا کان حوضا صغیرا ان حرکت منه ناحیة تحرکت الناحیة الاخری فولغ فیه السباع او وقع فیه القذر لا یتوضؤ منه الا یُری ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالٰی عنه کره ان یخبره ونهاه عن ذلك وهذا کله قول ابی حنیفة رحمه الله تعالٰی اه

اقول فمعنی هذا معنی قوله ماذا ترید الخ وکذا استشهاده بارشاد النبی صلی الله تعالٰی علیه وسلم ان ثبت انا نعلم ان المیاه قد تقدم عن ورود السباع لکن لم نؤمر بالبحث ولا بالتکلف وامرنا بالاتکال علی اصل الطهارة ما لم نعلم بعروض النجاسة منها

بجا، اس سے منع فرمایا بلکہ اس وقت حق کلام یہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ سے فرماتے خبر حاصل کرنے سے تمہارا کیا مقصد ہے پانی زیادہ ہے اگرچہ اس میں (درندہ) منہ ڈالے یا ان کا جھوٹا ہو پاک ہے پس تم کیا کرو گے امام محمد رحمہ اللہ نے بھی اسی کی طرف اشارہ کیا ہے جب انہوں نے اپنے مؤطا میں یہ حدیث روایت کرنے کے بعد فرمایا جب حوض اتنا بڑا ہو کہ اس کی ایک جانب کو حرکت دی جائے تو دوسری جانب حرکت نہ کرے تو اس میں درندے کے پانی پینے یا نجاست گرنے سے پانی ناپاک نہیں ہوتا مگر یہ کہ اس کی بُو اور ذائقے پر غالب آجائے اور اگر حوض اتنا چھوٹا ہو کہ اس کی ایک طرف کو حرکت دینے سے دوسری جانب متحرک ہو اور اس میں درندے نے پانی پیا یا نجاست پڑ گئی تو اس سے وضو نہ کیا جائے، کیا نہیں دیکھا گیا کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے ناپسند کیا کہ وہ ان کو خبر دے اور اس سے منع فرمادیا یہ تمام حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کا مسلک ہے۔ (ت)

اقول اسی بنیاد پر ان کے قول "ہم درندوں کے پاس جاتے اور ہمارے ہاں آتے ہیں" اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد گرامی سے ان کے استدلال، بشرطیکہ وہ ثابت ہو، کا مفہوم یہ ہوگا کہ ہم جانتے ہیں کہ پانی درندوں کی آمدورفت سے بہت کم محفوظ ہوتے ہیں لیکن ہمیں بحث اور تکلف کا حکم نہیں دیا گیا ہمیں اصل طہارت پر بھروسا کرنے کا حکم دیا گیا ہے جب تک نجاست کے واقع ہونے کا

لے موطا الامام محمد باب الوضوء مما یشرب منہ السباع وتلغ فیہ مطبوعہ نور محمد اصح المطابع آرام باغ کراچی ص ۴۴

ماحملت فی بطونها ولنا ما بقی طهور لان ماء الله مباح علی کل ذات کبد حری. ولنا ما غبر طهور لعدم التیقن بعروض المحذور فآل الکلام الی ما وصل الیک من ان الیقین الاجمالی بعروض النجاسة لنوع لا یقضی بتنجس کل فرد منه وبالجملة فالحدیث ذو وجوه والاوجه ما ذکرنا فصح الاستدلال به علی عدم وجوب السؤال لاجل ظن او احتمال وکان اول قدوة لنا فیه امامنا محمد رضی الله تعالیٰ عنه۔

جو کچھ پیٹ میں جاتا ہے، علم نہ ہو، پس جو ان جانوروں نے اپنے پیٹوں میں لے لیا وہ ان کے لیے ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کا پانی ہر گرم جگر والی چیز کے لیے مباح ہے اور جو کچھ باقی ہے وہ ہمارے لیے پاک ہے کیونکہ ناپاک چیز کے گرنے کا ہمیں علم نہیں۔ پس ہم نے جو کچھ کہا اس کا نتیجہ یہ ہے کہ کسی نوع کے ناپاک ہونے کا اجمالی یقین اس کے ہر فرد کی نجاست کا تقاضا نہیں کرتا۔ خلاصۂ کلام یہ ہے کہ حدیث (کا مفہوم) کئی وجوہ پر مشتمل ہے لیکن زیادہ مناسب وہ ہے جو ہم نے ذکر کیا پس ظن یا احتمال کی وجہ سے سوال واجب نہ ہونے پر استدلال صحیح ہے اور اس میں ہمارے پہلے مقتدا امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں (ت)

لکن یرتاب فیه بان النهی عن الاخبار عن هذا یکون نهیا عن ما نصحة مسلمین وصونهم عن تعاطی المنکر فی الدین فان من علم ان فی ثوب المصلی نجاسة مثلا وهو لا یدری وجب علیه اخباره بذلك ان ظن قبوله لان فعله علی خلاف امر الله سبحٰنه وتعالیٰ فی نفسه وان ام تعم لاثم لعدم العلم۔

لیکن یہاں شک پیدا ہوتا ہے کہ اس خبر دینے سے روکنا اس سلسلے میں مسلمانوں کی خیرخواہی اور برائی میں مشغول ہونے سے ان کی حفاظت سے روکنا ہو کیونکہ جو شخص جانتا ہے کہ نمازی کے کپڑے پر نجاست لگی ہوئی ہے اور اسے (نمازی کو) معلوم نہیں تو اس پر واجب ہے کہ اسے خبر کرے اگر اس کی قبولیت کا گمان ہو کیونکہ حقیقت میں اس کا یہ فعل اللہ تعالیٰ کے حکم کے خلاف ہے اگرچہ عدم علم کی وجہ سے گناہگار نہ ہوا۔

والجواب عنه کما افاد العارف النابلسی ان عمر بن الخطاب رضی الله تعالیٰ عنه لا یعلم ان صاحب الحوض یعلم ان السباع ترده حتی یکون قوله ذلك کفا و منعا من الامر بالمعروف والنهی عن المنکر ومن النصیحة فی الدین غایته انه اراد

اس کا **جواب** یہ ہے جیسا کہ عارف نابلسی رحمہ اللہ سے مستفاد ہے کہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ کو معلوم نہ تھا کہ حوض والے کو اس پر درندوں کے آنے جانے کا علم ہے جس کی وجہ سے آپ کا وہ قول "امر بالمعروف اور نہی عن المنکر" اور دین میں خیرخواہی سے باز رکھنا اور روکنا ہو نتیجہ یہ ہوا کہ آپ نے پانی کی طہارت کے سلسلے میں

رضی اللہ تعالٰی عنہ نفی الوسواس فی الطہارۃ الخ، والنہی عن کثرۃ السؤال فی الامور المبنیۃ علی الیقین فان الاصل فی الماء الطہارۃ اھ۔

قلت وحاصلہ ان المحذور فی کون المنہی نہیًا عن النہی عن المنکر متفرع علی العلم بکونہ منکرا وھو مبتن علی العلم بالتنجس ولیس ھھنا فلیس ذاک فلیس ذلک ولم یکن صاحب الحوض ھم بالاخبار فنہاہ عمر حتی یکون نہیا بعد القصد بانہ یصنع شیئا وانما سأل عمرو ولا یدری ما عند المسئول عنہ فاراد سد باب الظنون والتنبیہ علی [illegible] بذلک ولو فتحت مثل ھذا الباب علی وجوھہ لوقعت فی الحرج والحرج مدفوع بالنص فتأمل حق التأمل ولا تظنن ان الامر دائر بین مصلحۃ توسیع ومفسدۃ النہی عن النہی عن المنکر بل بین دفع مفسدۃ الوسوسۃ والتعمق والمفسدۃ التی ذکرت وتلک مفسدۃ متیقنۃ وھذہ محتملۃ متوھمۃ فترجح الاولی فافہم واللہ تعالٰی اعلم۔

وسوسوں کی نفی فرمائی اور جو امور یقین پر مبنی ہیں ان کے بارے میں کثرتِ سوال سے منع فرمایا کیونکہ پانی میں اصل طہارت ہے اھ۔ (ت)

قلت اس کا حاصل یہ ہے کہ ممنوع یعنی نہی عن المنکر سے روکنے کی ممانعت اس پر مبنی ہے کہ اس کے منکر ہونے کا علم ہو اور یہ اس پر مبنی ہے کہ اس کے نجس ہونے کا علم ہو، جب یہ بات (اس کا ناپاک ہونا) نہیں تو وہ (یعنی اس کے منکر ہونے کا علم) نہیں، نہ نہی عن المنکر سے روکنے کی بات بھی پائی گئی، یہ بات بھی نہیں کہ حوض کا مالک خبر دینے کا ارادہ کرچکا تھا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے روک دیا تاکہ اس عمل کے بعد روکنا ہوجاتا تو یہ نہی کہلاتی، حضرت عمرو رضی اللہ عنہ نے سوال کیا اور ان کو معلوم نہ تھا کہ مسئول عنہ کے پاس اس کا کیا جواب ہے، تو حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے خیالات وگمانوں کا دروازہ بند کرنے کا ارادہ کیا اور اس بات پر تنبیہ فرمائی کہ ہمیں اس بات کا حکم نہیں دیا گیا اور اگر ہم اپنے سامنے اس قسم کا دروازہ کھول دیں تو حرج میں پڑجائیں گے اور شرعی طور پر حرج دور کیا گیا ہے، پس غور کرو جیسے غور کرنے کا حق ہے، اور یہ خیال نہ کرو کہ یہ معاملہ توسیع کی مصلحت اور نہی عن المنکر سے روکنے کی خرابی کے درمیان دائر ہے بلکہ وسوسہ اور بہت گہرائی میں جانے کے فساد کو دور کرنے اور اس فساد کے درمیان دائر ہے جس کا میں نے ذکر کیا اور وہ موجود و یقینی ہے جبکہ اس میں احتمال اور وہم ہے پس پہلے کو ترجیح حاصل ہوگی سمجھو، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

۱؎ الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد فی الکتاب الحنفیۃ مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۶۵۶

ہاں اس میں شک نہیں کہ شبہہ کی جگہ تفتیش و سوال بہتر ہے جب اس پر کوئی فائدہ مترتب ہوتا سمجھے،

فی البحر الرائق عن سراج الهندی عن الفقیه ابی اللیث انه عدم وجوب السؤال من طریق الحکم وان سأل کان احوط لدینه۔

البحرالرائق میں سراج ہندی سے منقول ہے انھوں نے فقیہ ابو اللیث سے نقل کیا کہ سوال کا واجب نہ ہونا شرعی حکم کے طریقے پر ہے اور اگر سوال کرے تو دینی اعتبار سے زیادہ محتاط ہونا ہے الخ (ت)

اور یہ بھی اسی وقت تک ہے جب اس احتیاط و ورع میں کسی اہم و آکد کا خلاف نہ لازم آئے کہ شرع مطہر میں مصلحت کی تحصیل سے مفسدہ کا ازالہ مقدم تر ہے مثلاً مسلمان نے دعوت کی یہ اس کے مال و طعام کی تحقیقات کرتے ہیں کہاں سے لایا کیونکر پیدا کیا، حلال ہے یا حرام، کوئی نجاست تو اس میں نہیں ملی ہے کہ بیشک یہ باتیں وحشت دینے والی ہیں اور مسلمان پر بدگمانی کرکے ایسی تحقیقات میں اُسے ایذا دینا ہے خصوصاً اگر وہ شخص شرعاً معظم و محترم ہو، جیسے عالم دین یا سچا مرشد یا ماں باپ یا استاذ یا ذی عزت مسلمان سردار قوم تو اس نے اور بے جا کیا ایک تو بدگمانی دوسرے موحش باتیں تیسرے بزرگوں کا ترک ادب، اور یہ گمان نہ کرے کہ خفیہ تحقیقات کرلوں گا حاشا وکلا اگر اسے خبر پہنچی اور نہ پہنچنا تعجب ہے کہ دنیا کی عادت ہے [illegible] تو یہ تہمت روبرو پوچھنے سے زیادہ رنج کی صورت ہے کما ھو مجرب معلوم (جیسا کہ تجربہ سے معلوم ہے۔ت) نہ یہ خیال کرے کہ احباب کے ساتھ ایسا برتاؤ برتوں گا "بسہا ت" اجاو رنج دینا کب روا ہے۔ اور یہ گمان کہ شاید یہ ایذا نہ پائے ہم کہتے ہیں شاید ایذا پائے اگر ایسا ہی شاید پر عمل ہے تو اس کے مال و طعام کی حلت و طہارت میں شاید پر کیوں نہیں عمل کرتا۔ قصہ اگر ایذا نہ بھی ہوئی اور اس نے براہ بے تکلفی بتا دیا تو ایک مسلمان کی پردہ دری ہوئی کہ شرعاً ناجائز، غرض ایسے مقامات میں ورع و احتیاط کی دو ہی صورتیں ہیں یا تو اس طور پر بچا جائے کہ اُسے اجتناب و دامن کشی پر اطلاع نہ ہو یا سوال و تحقیق کرے تو ان امور میں جن کی تفتیش موجب ایذا نہیں ہوتی مثلاً کسی کا جوتا پہننے سے وضو کرکے اس میں پاؤں رکھنا چاہتا ہے دریافت کرے کہ پاؤں تر ہیں یوں ہی پہن لوں [illegible] یا کوئی فاسق بیباک مجاہر معلن اس درجہ وقاحت و بیحیائی کو پہنچا ہوا ہو کہ اُسے نہ بتا دینے میں باک ہو نہ دریافت سے صدمہ گزرے نہ اس سے کوئی فتنہ متوقع ہو نہ اظہار ظاہر میں پردہ دری ہو تو حد التحقیق اس سے تفتیش میں بھی حرج نہیں ورنہ ہرگز بنام ورع و احتیاط مسلمانوں کی نفرت و وحشت یا ان کی رسوائی و فضیحت یا تجسس عیوب و معصیت کا باعث نہ ہو کہ یہ سب امور ناجائز ہیں اور شکوک و شبہات میں ورع نہ برتنا ناجائز نہیں عجب کہ امر جائز سے بچنے کے لیے چند ناروا باتوں کا ارتکاب کرے یہ بھی شیطان کا ایک دھوکا ہے کہ اسے محتاط بننے کے پردے میں محض غیر محتاط کر دیا اسے عزیز امرات خلق و الفت و موافقت

اہم امور سے ہے۔

عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثت بمداراۃ الناس[1] الطبرانی فی الکبیر عن جابر وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم راس العقل بعد الایمان باللہ التحبب الی الناس[2] الطبرانی فی الاوسط عن علی والبزار فی المسند عن ابی ھریرۃ والشیرازی فی الالقاب عن انس والبیہقی فی الشعب عنہم جمیعا رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مروی ہے، فرمایا: "مجھے لوگوں سے خاطر مدارات کے لیے بھیجا گیا ہے"۔ اسے طبرانی نے کبیر میں حضرت جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بیان کیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالٰی پر ایمان لانے کے بعد کمالِ عقل انسانوں سے محبت کرنا ہے"۔ اس کو طبرانی نے اوسط میں حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا۔ اور بزار نے مسند میں حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے اور شیرازی نے القاب میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے اور بیہقی نے شعب الایمان میں ان تمام سے روایت کی رضی اللہ تعالٰی عنہم (ت)

مگر جب تک نہ دین میں مداہنت نہ اس کے لیے کسی گناہ شرعی میں ابتلا ہو۔

قال اللہ تعالٰی لا یخافون فی [illegible][3] وقال تعالٰی لا تاخذکم بہما رأفۃ فی دین اللہ[4] وقال تعالٰی واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین[5] وقال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم لا طاعۃ لاحد فی معصیۃ اللہ انما الطاعۃ فی المعروف[6] الشیخان و

اللہ تعالٰی کا ارشاد ہے: "وہ اللہ تعالٰی کے بارے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتے"۔ اور ارشاد خداوندی ہے: "ان دونوں (زانی اور زانیہ) کے بارے میں تمہیں دینِ خداوندی میں نرمی نہیں کرنی چاہیے"۔ ارشاد باری تعالٰی ہے: "اور اللہ تعالٰی اور اس کا رسول اس بات کا زیادہ حق رکھتے ہیں کہ

---

[1] شعب الایمان فصل فی الحلم والتؤدۃ الخ حدیث ۸۰۵۴ مطبوعہ دار الکتب العلمیہ بیروت ۶/ ۳۵۱

[2] " " " " " " حدیث ۸۴۴۷ " " " " " ۶/ ۲۴۴

[3] القرآن ۵/ ۵۴

[4] القرآن ۲۴/ ۲

[5] القرآن ۹/ ۶۲

[6] صحیح البخاری کتاب اخبار الآحاد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۱۰۷۸

وابوداود والنسائی عن علی کرم الله تعالٰی وجهه وقال صلی الله تعالٰی علیه وسلم لا طاعة لمخلوق فی معصیة الخالق[1] احمد والامام ومحمد والحاکم عن عمران والحکم بن عمرو الغفاری رضی الله تعالٰی عنهم۔

وہ لوگ انہیں راضی کریں اگر وہ ایمان دار ہیں۔" نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: "اللہ تعالٰی کی نافرمانی میں کسی کی اطاعت نہیں فرمانبرداری صرف نیک امور میں ہے۔" اس حدیث کو امام بخاری، مسلم، ابوداؤد اور نسائی نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت کیا ہے۔ اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "خالق کی نافرمانی میں مخلوق کی اطاعت جائز نہیں۔" اسے امام احمد اور محمد حاکم نے حضرت عمران اور حکم بن عمرو غفاری رضی اللہ تعالٰی عنہم سے روایت کیا۔ (ت)

پس ان امور میں **ضابطہ کلیہ واجبۃ الحفظ** یہ ہے کہ فعل فرائض و ترک محرمات کو رضائے خلق پر مقدم رکھے اور ان امور میں کسی کی مطلق پروا نہ کرے اور اتیان مستحب و ترک غیر اولٰی پر مدارات خلق و مراعات قلوب کو اہم جانے اور فتنہ و نفرت و ایذا و وحشت کا باعث ہونے سے بہت بچے۔ اسی طرح جو عادات و رسوم خلق میں جاری ہوں اور شرع مطہر سے ان کی حرمت و شناعت نہ ثابت ہو ان میں اپنے ترفع و تنزہ کے لیے خلاف و جدائی نہ کرے کہ یہ سب امور ایتلاف و موانست کے معارض اور وہ مطلوب شارع [illegible] ہاں ہوشیار و ہشیار رہے کہ یہ وہ نکتہ جمیلہ و حکمت جلیلہ و کوچہ سلامت و جادہ کرامت ہے جس سے بہت زاہدان خشک و اہل تکشف غافل و جاہل ہوتے ہیں، وہ اپنے زعم میں محتاط و دین پرور بنتے ہیں اور فی الواقع مغز حکمت و مقصود شریعت سے دور پڑتے ہیں خبردار و محکم گیر، یہ چند سطروں میں علم غزیر، وباللہ التوفیق والیہ المصیر (یہ سب اللہ تعالٰی کی توفیق سے ہے اور اسی کی طرف رجوع کرنا ہے۔ ت)

قال الامام حجة الاسلام حکیم الامة کاشف الغمة ابوحامد محمد بن محمد بن محمد الغزالی رضی الله تعالٰی عنه فی الاحیاء المبارك اقول لیس له ان یسأله بل ان کان یتورع فیتلطف فی الترك وان کان لابد له فلیأکل بغیر سؤال اذ السؤال ایذاء

حجۃ الاسلام، حکیم الامہ، کاشف الغمہ امام ابوحامد محمد بن محمد بن محمد غزالی رضی اللہ تعالٰی عنہ نے احیاء العلوم شریف میں فرمایا: "میں کہتا ہوں (جس کو دعوت دی گئی) اس کے لیے جائز نہیں کہ وہ (کسی داعی) سے سوال کرے بلکہ اگر وہ تقوٰی اختیار کرنا چاہتا ہے تو نرمی کے ساتھ چھوڑ دے اور اگر (دعوت میں) جانا ضروری ہو تو پوچھے بغیر کھائے کیونکہ سوال

---

[1] مسند امام احمد بن حنبل عن علی مطبوعہ دار المکتب الاسلامی بیروت ۱/ ۱۲۹

وهتك ستر وإيحاش وهو حرام بلا شك
فإن قلت لعله لا يتأذى فأقول لعله
يتأذى فأنت تسأل حذرا من
"لعل" فإن قنعت بلعل فلعل ماله
حلال والغالب على الناس الاستيحاش
بالتفتيش ولا يجوز له أن يسأل
عن غيره من حيث يدري هو به
لأن الإيذاء في ذلك أكثر وإن سأل
من حيث لا يدري هو ففيه إساءة
ظن وهتك ستر وفيه تجسس وفيه
تشبه بالغيبة وإن لم يكن ذلك
صريحا وكل ذلك منهي عنه في آية واحدة
وكم من زاهد جاهل يوحش
القلوب في التفتيش ويتكلم بكلام الخشن
المؤذي وإنما يحسن الشيطان ذلك عنده
طلبا للشهرة بأكل الحلال ولو كان
باعثه محض الدين لكان خوفه على
قلب مسلم أن يتأذى أشد من خوفه
على بطنه أن يدخله ما لا يدري
وهو غير مؤاخذ بما لا يدري إذا لم
يكن ثم علامة توجب الاجتناب
فليعلم أن طريق الورع
الترك دون التجسس وإذا لم يكن
بد من الأكل فالورع الأكل وإحسان
الظن هذا هو المألوف من الصحابة رضي الله

کرنے میں ایذارسانی، پردہ دری اور وحشت پیدا کرنا ہے
اور یہ بلاشبہ حرام ہے۔ اگر تم کہو کہ شاید اسے ایذا نہ پہنچے
تو میں کہوں گا شاید اسے تکلیف پہنچے اور تم لفظ "لعل"
(شاید) سے بچنے کے لیے سوال کرتے ہو اگر تم لعل پر
قناعت کرتے تو اچھا تھا کیونکہ ممکن ہے اس کا مال حلال ہو؟
(یعنی اس کو حرام نہ سمجھے) اور غالب بات یہ ہے کہ تفتیش
سے لوگوں کو وحشت ہوتی ہے اور جب وہ جانتا ہو تو
اس کے لیے جائز نہیں وہ دوسرے سے سوال کرے کیونکہ اس میں ایذارسانی زیادہ ہے
اور اگر یوں پوچھتا ہے کہ اسے معلوم نہیں تو اس میں بدگمانی
اور پردہ دری ہے نیز اس میں تجسس ہے جو غیبت کا
باعث بنتا ہے اگرچہ یہ صریح نہ ہو اور یہ تمام باتیں
ایک آیت (سورۂ حجرات آیت ۱۲) میں ممنوع قرار
دی گئی ہیں اور کتنے ہی جاہل زاہد ہیں جو تفتیش کے ذریعے
دلوں میں وحشت پیدا کرتے ہیں اور نہایت سخت اور
ایذارساں کلام استعمال کرتے ہیں درحقیقت شیطان
ان کی نظروں میں اسے اچھا قرار دیتا ہے تاکہ وہ حلال خور
مشہور ہوں اور اگر اس کا باعث محض دین ہو تو پھر مسلمان
کے دل کو اذیت پہنچانے کا خوف ایسی چیز کو پیٹ میں
داخل کرنے کے خوف سے زیادہ ہے جس کے بارے
میں وہ نہیں جانتا کیونکہ جس بات کو وہ نہیں جانتا اس پر
مواخذہ نہیں ہوگا۔ جب وہاں ایسی علامت نہ ہو جس
کی وجہ سے اجتناب لازم ہوتا ہے تو جان لو پرہیزگاری
ترک سوال میں ہے تجسس میں نہیں اور اگر کھانا
ضروری ہو تو کھانے اور اچھا گمان کرنے میں پرہیزگاری
ہے۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو یہی طریقہ پسند ہے اور جو

تعالیٰ عنهم ومن مراده غيرهم في الورع فهو ضال مبتدع وليس بمتبع اهـ ملخصا۔

وفيه قال الحارث المحاسبي رحمه الله تعالىٰ لو كان له صديق او اخ وهو يأمن غضبه لو سأله فلا ينبغي ان يسأله لاجل الورع لانه ربما يبدو له ما كان مستورا عنه فيكون قد حمله على هتك الستر ثم يؤدي ذلك الى البغضاء فان رابه منه شيء فيسأله ويظن به انه يطعمه من الطيب ويجتنبه الخبيث فان كان لا يطمئن قلبه اليه فيحترز متلطفا ولا يهتك ستره بسؤال لاني لم ار احدا من العلماء فعله اهـ ملخصا۔

شخص پرہیزگاری کے سلسلے میں ان سے آگے بڑھنے کی کوشش کرے وہ گمراہ اور بدعتی ہے، متبع نہیں ہے۔ تلخیص

اور اسی سلسلے میں حضرت حارث محاسبی رحمہ اللہ نے فرمایا: اگر کسی شخص کا دوست یا بھائی ہو اور سوال کرنے میں اس کی ناراضگی کا ڈر نہ ہو تو بھی پرہیزگاری کے حصول کے لیے سوال کرنا مناسب نہیں کیونکہ بعض اوقات اس کے سامنے وہ بات ظاہر ہو جاتی ہے جو اس سے پوشیدہ رکھی گئی ہے پس وہ اسے پردہ دری پر برانگیختہ کرے گی پھر دشمنی تک پہنچائے گی اور اگر اسے اس میں کچھ شک ہو تب بھی سوال نہ کرے بلکہ اس کے بارے میں یہی گمان رکھے کہ وہ اسے پاکیزہ چیزیں کھلاتا اور خبیث چیزوں سے دور رکھتا ہے اگر اس پر اس کا دل مطمئن نہ ہو تو نہایت نرم طریقے سے کنارہ کش ہو جائے لیکن سوال کر کے اس کی پردہ دری نہ کرے، کیونکہ میں نے کسی عالم کو ایسے کرتے نہیں دیکھا۔ تلخیص

وفي الطريقة والحديقة ما لا يدرك كله وهو الاحتراز عن الشبهات كلها في جميع المعاملات لا يترك كله فالاولى والاحوط الاحتراز عما فيه امارة ظاهرة للحرمة وهي الشبهة القوية وممن له شهرة تامة بالظلم والغصب او السرقة

اور الطریقۃ المحمدیہ اور الحدیقۃ الندیہ میں ہے جس چیز کو مکمل طور پر نہ پایا جا سکے اور وہ تمام معاملات میں ہر قسم کے شبہے سے بچنا ہے تو سب کو نہ چھوڑا جائے پس زیادہ بہتر اور مناسب یہ ہے کہ ان چیزوں سے احتراز کیا جائے جن میں حرمت کی نشانی واضح ہے اور وہ قوی شبہ ہے اور اسی طرح اس سے بھی اجتناب کیا جائے جو ظلم، غصب، چوری، خیانت اور دھوکا دہی وغیرہ

---

[1] احیاء العلوم الباب الثالث فی البحث والسؤال المقام الاول مطبعۃ المشہد الحسینی قاہرہ ۲/۱۱۹

[2] " " " " المقام الثانی " " " ۲/۱۲۴

او الخیانۃ او التزویر او نحوھا من الربٰو والسرقۃ الاموال وقطع الطریق مما یمکن الاحتراز عنہ من غیر ترک ما فعلہ اولٰی منہ ای من ترکہ او فعل ما ترکہ کذلک ای اولٰی من ضدہ وھذا احتراز عما اذا ترتب علی اجتنابہ عن اموال من ذکر ترک الاحترام لھم اذا کانوا ممن یجب احترامھم او ینبغی لہ کالسلاطین والحکام وقضاۃ الشرع والابوین والاستاذ والمعلم [عہ۱] والکبیر فی السن وشیخ الصحبۃ والصدیق ولا ینبغی بل لا یجوز اساءۃ الظن بھم ومتی ادی ذلک الی شیئ من ھذہ المذکورات فلا الورع ولا الاحتیاط الاحتراز عن تلک الشبھات لما یلزم منہ من ترک الاحترام او اساءۃ الظن بمن یجب او ینبغی احترامہ ولا یحسن [عہ۲] اساءۃ الظن بہ وھذا من اصعب الامور یرید المستحب فیقع فی الحرام[1] اھ ملتقطا۔

مثلاً سُود کھانے، مالی نقصان پہنچانے اور ڈاکہ زنی میں مشہور ہو یہ وہ چیزیں ہیں کہ اولٰی کو چھوڑے بغیر بھی ان سے بچنا ممکن ہے مراد یہ ہے کہ اس پر عمل اسے چھوڑنے سے اولٰی ہے اسی طرح جس چیز کا چھوڑنا اسے بجالانے سے بہتر ہے اسے کئے بغیر بھی ان چیزوں سے اجتناب ہوسکتا ہے۔ یہ بات کہ جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ان کے مال سے بچنے کی بنا پر ان کے احترام کو چھوڑنا لازم آتا ہے یہ اس بات سے احتراز ہے کہ جب وہ ایسے لوگ ہوں جن کا احترام واجب یا مناسب ہے جیسے بادشاہ، حکام، قاضی شرع، ماں باپ، استاذ، معلم، عمر رسیدہ، بچپن کے بزرگ اور دوست تو ان کے بارے میں بدگمانی نامناسب بلکہ ناجائز ہے اور جب یہ بات (ان کی دعوت سے احتراز) ایسی بات کی طرف پہنچائے تو ان شبہات سے بچنا نہ تو اولٰی ہے اور نہ ہی زیادہ محتاط، کیونکہ اس صورت میں ان لوگوں کا احترام چھوڑنا پڑتا ہے اور ان کے بارے میں بدگمانی پیدا ہوتی ہے جن کا احترام واجب یا مناسب ہے اور ان کے بارے میں بدگمانی زیبا نہیں، یہ نہایت مشکل کام ہے وہ مستحب کا ارادہ کرتے ہوئے حرام میں پڑجائے گا، تلخیص (ت)

عہ۱: ای ولو لحرفۃ من الحرف کما ذکرہ العارف النابلسی بنفسہ فی بعض المواضع من ھذا الشرح ۱۲ منہ (م)

یعنی پیشوں میں سے اگرچہ وہ کسی بھی پیشے کا معلم ہو جیسا کہ خود عارف نابلسی نے اسی شرح کے بعض مواضع پر اس کا ذکر کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

عہ۲: ای لا یجوز کما سبق ۱۲ (م)

یعنی لا یجوز (ناجائز ہے) جیسا کہ گزرا ۱۲ (ت)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ بیان حکم التورع والتوقی من طعام اہل الوظائف مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۴۴۰

اقول وهو کما ترٰی صریح او کالصریح فی ترک السؤال ولوکان اکثر ماله من الحرام فانه ذکر المشهورین بالسرقة وقطع الطریق والغصب والربو ولم یفصل مطلقا ما دام محتملا للاسلام وفصله عند کثرة الحرام فی ایجاب السؤال وقال بل اوجب السؤال اذا تحقق ان اکثر ماله حرام وعند ذلك لایبالی بغضب مثله بل یجب ایذاؤه اذا علم باکثر من ذلك والغالب ان مثل هذا لایغضب من السؤال[1] اھ

اقول یہ ترکِ سوال میں صریح یا صریح کی طرح ہے جیسا کہ دیکھ رہے ہو اور اگر اس کا زیادہ مال حرام کی کمائی سے ہو تو وہ چوری، ڈاکے، غصب اور سود میں مشہور لوگوں کا ذکر کرتے ہیں لیکن تفصیل میں مطلقاً نہ جبکہ تا احتمالِ اسلام کا میلان حرام مال زیادہ ہونے کی صورت میں وجوبِ سوال کی طرف ہے انہوں نے فرمایا ہم نے اس صورت میں سوال کو واجب قرار دیا ہے جب ثابت ہو جائے کہ اس کا زیادہ مال حرام ہے اس حالت میں اس کے غصہ وغیرہ کی پروا نہ کی جائے بلکہ اگر اس سے بھی زیادہ ایذا پہنچانا واجب ہے اور غالب یہ ہے کہ اس قسم کا آدمی ایسے سوال پر غصہ نہیں کرتا اھ (ت)

قلت ومبنی ذلك تحریم الاکل عند من غالب ماله حرام فیدخل فی القسم الاول الذی ذکرنا انه لایبالی فیه بسخط احد ولا لومة لائم وهذا اوجه عند مشایخنا وبه افتی الفقیه السمرقندی وغیره وصححه فی الذخیرة والتصحیح المختار فی المذهب المعول علیه المفتی به اطلاق الرخصة ما لم یعرف شیئا حراما بعینه وهو مذهب ابرهیم النخعی وابی حنیفة واصحابه قال محمد وبه ناخذ فانی یعارض فتوی ابی اللیث فتوی ابی حنیفة وتصحیح الذخیرة ترجیح محمد وابو حنیفة هو الامام

قلت اس کی بنیاد یہ ہے کہ جس کا اکثر مال حرام ہو اس کا کھانا حرام ہے یہ پہلی قسم میں شامل ہوگا جس کا ہم نے ذکر کیا کہ اس سلسلے میں کسی کی ناراضگی کی پروا نہ کرے اور نہ ہی کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے ڈرے ہمارے مشائخ کے نزدیک یہ زیادہ مناسب ہے فقیہ سمرقندی وغیرہ نے اسی پر فتوٰی دیا ہے ذخیرہ میں اسے صحیح قرار دیا اور مقابل مختار مذہب اور مفتٰی بہ قول یہی ہے اور مختار بات مطلق رخصت ہے جب تک کسی معین چیز کا حرام ہونا معلوم نہ ہو ابراہیم نخعی، امام ابوحنیفہ اور آپ کے اصحاب کا یہی مذہب ہے۔ امام محمد فرماتے ہیں ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں، پس ابو اللیث کا فتوٰی امام ابوحنیفہ کے فتوٰی کا اور تصحیح ذخیرہ امام محمد کی ترجیح کا معارض کیسے ہوگا حالانکہ امام ابوحنیفہ جو امام اعظم ہیں

---

[1] احیاء العلوم الباب الثالث فی البحث والسؤال الثالث مطبعۃ المشہد الحسینی القاہرۃ ۱۲۳/۲

الاعظم ومحمد هو المحرر للمذهب فلذا اطلق العلامة البركلي القول وتبعناه في ذلك لكن يظهر لي ان التورع محمود في نفسه وقد مدح في احاديث متواترة المعنى اوردنا جملة منها في كتابنا المبارك ان شاء الله تعالى مطلع القمرين في ابانة سبقة العمرين" وانما يترك حيث يترك لاجل عارضة قوية مانعة اقول ويترك كلا لا يترك ولكن لم يكن الورع في ترك ما يظنه المتكلف ورعاً فحيث لا توجد العوارض كما لا ابتداء وهتك ستر واثارة الفتنة كما وصفنا لك من شأن ذلك الحسوي المحب هو فلا معنى لترك الورع مع وجود المقتضي وعدم المانع هذا ذهبنا الى استثنائه والله الموفق هذا وفي عين العلم والاسراف بالمائدة فيما لم ينه عنه وصار معتادا في عصرهم حسن وان كانت بدعة اذ رب حسنة وفي العادات كما يفيده التقييد بما لم ينه عنه ومثله في الاحياء والله تعالى اعلم۔

اور امام محمد ان کے مذہب کو تحریر کرنے والے ہیں اسی لیے علامہ برکلی کا قول مطلق ہے اور ہم نے اس سلسلے میں اس کی اتباع کی لیکن مجھ پر ظاہر ہوا کہ ذاتی طور پر پرہیزگاری قابلِ تعریف ہے احادیث متواتر المعنی میں اس کی تعریف آئی ہے ہم ان میں سے کچھ احادیث اپنی مبارک کتاب "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں تفصیل سے نقل کریں گے ان شاء اللہ تعالیٰ، جہاں چھوڑا جاتا ہے وہاں کسی نہایت مضبوط عارضہ کی وجہ سے چھوڑا جاتا ہے، مجھے کیا ہے کہ میں کہوں کہ چھوڑا جائے، ہرگز نہیں چھوڑا جائے لیکن اس وقت پرہیزگاری اس چیز کو چھوڑنے میں ہوگی جس کو حقیقت حال معلوم کرنے والا پرہیزگاری خیال کرتا ہے پس جہاں [illegible] پردہ دری اور فتنہ پروری جیسے عوارض نہیں پائے جائیں گے جیسا کہ ہم نے تمہارے لیے اس جرأت مند اظہار رکھنے والے کی شان بیان کی وہاں پرہیزگاری چھوڑنے کا کوئی مطلب نہیں کیونکہ وہاں اس کا مقتضی بھی موجود ہے اور کوئی مانع بھی نہیں اسی لیے ہم نے اس کے استثناء کا راستہ اپنایا ہے واللہ الموفق۔ اور "عین العلم والاسراف بالمائدۃ" میں ہے کہ جس چیز سے روکا نہیں گیا اور وہ ان کے زمانے میں عادت بن گئی ہو وہ اچھی چیز ہے اگرچہ وہ بدعت حسنہ ہی ہو یا وہ عادات ہوں جیسا کہ اس سے نہ روکا گیا ہو کی قید سے فائدہ حاصل ہوتا ہے احیاء العلوم میں بھی اسی کی مثل ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

له عین العلم باب فی الصمت وآفات اللسان مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۲۰۶

الاعظم ومحمد هو المحرر للمذهب فلذا اطلق العلامة البركلي القول وتبعناه في ذلك لكن يظهر لي ان التورع محمود في نفسه وقد مدح في احاديث متواترة المعنى مرّ منا جملة منها في كتابنا المبارك ان شاء الله تعالى مطلع القمرين في ابانة سبقة العمرين" واما يترك حيث يترك لاجل عارضة اقوى منه اقول يترك هكذا لايترك ولكن لم يكن الورع في ترك ما يطلبه التكشف ورعاً فحيث لا توجد العوارض كالايذاء وهتك الستر واثارة الفتنة كما وصفنا لك من شان ذلك الخسر عن المجاهر فلا معنى لترك الورع مع وجود المقتضى وعدم المانع فذهبنا الى استثنائه والله الموفق هذا وفي عين العلم[1] والاصرار بالمساعدة فيما لم ينه عنه وصار معتادا في عصرهم حسن وان كان بدعة اي حسنة اوفي العادات كما يفيده التقييد بمالم ينه عنه ومثله في الاحياء والله تعالى اعلم۔

اور امام محمد ان کے مذہب کو تحریر کرنے والے ہیں اسی لیے علامہ برکلی کا قول مطلق ہے اور ہم نے اس سلسلے میں اس کی اتباع کی لیکن مجھ پر ظاہر ہوا کہ ذاتی طور پر پرہیزگاری قابلِ تعریف ہے احادیث متواتر المعنی میں اس کی تعریف آئی ہے ہم ان میں سے کچھ احادیث اپنی مبارک کتاب "مطلع القمرین فی ابانۃ سبقۃ العمرین" میں تفصیل سے نقل کریں گے ان شاء اللہ تعالٰی، جہاں چھوڑا جاتا ہے وہاں کسی نہایت مضبوط عارضہ کی وجہ سے چھوڑا جاتا ہے، میں کہتا ہوں کہ یہ کہا گیا ہے کہ یوں کیوں کر چھوڑا جائے، ہرگز نہیں چھوڑا جائے لیکن اس وقت پرہیزگاری اس چیز کو چھوڑنے میں ہوگی جس کو حقیقتِ حال معلوم کرنے والا پرہیزگاری خیال کرتا ہے پس جہاں پر ایذا، پردہ دری اور فتنہ پروری جیسے عوارض نہیں پائے جائیں گے جیسا کہ ہم نے تمہارے لیے اس جرأت مند اعلانیہ رہنے والے کی شان بیان کی وہاں پرہیزگاری چھوڑنے کا کوئی مطلب نہیں کیونکہ وہاں اس کے لیے تقاضا بھی موجود ہے اور کوئی مانع بھی نہیں اسی لیے ہم نے اس کے استثناء کا راستہ اپنایا ہے واللہ الموفق۔ اور "عین العلم والاصرار بالمساعدۃ" میں ہے کہ جس چیز سے روکا نہیں گیا اور وہ ان کے زمانے میں عادت بن گئی ہو وہ اچھی چیز ہے اگرچہ وہ بدعت حسنہ ہی ہو یا وہ عادات ہوں جیسا کہ "اس سے نہ روکا گیا ہو" کی قید سے فائدہ حاصل ہوتا ہے احیاء العلوم میں بھی اسی کی مثل ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] عین العلم باب فی الصمت وآفۃ اللسان مطبوعہ مطبع اسلامیہ لاہور ص ۲۰۶

تمّت المقدمات

(مقدمات پورے ہوگئے۔ ت)

وضع ضابطۂ کلیہ دریں باب تفرقہ در حکم عظام وشراب

اس باب میں ضابطۂ کلیہ کا بیان اور شراب اور ہڈیوں کے حکم میں فرق کا بیان

اقول وباللہ التوفیق

واضح ہو کہ کسی شے حرام خواہ نجس کے دوسری چیز میں خلط ہونے پر یقین دو قسم ہے،

(۱) شخصی یعنی ایک فرد خاص کی نسبت یقین مثلاً آنکھوں سے دیکھا کہ اس کنویں میں نجاست گری ہے۔

(۲) نوعی[عہ] یعنی مطلق نوع کی نسبت یقین۔ اور اس کی پھر دو قسمیں ہیں،

ایک اجمالی یعنی اس قدر ثابت کہ اس نوع میں خلط واقع ہوتا ہے نہ یہ کہ علی العموم اس کے ہر فرد کی نسبت علم ہو جیسے کفار کے برتن، کپڑے، کنویں۔

دوسرا کلی یعنی نوع کی نسبت بروجہ شمول وعموم ودوام والتزام اس معنی کا ثبوت ہو مثلاً تحقیق پائے کہ فلاں نجس یا حرام چیز اس ترکیب کا جزو [illegible] اور یہ وہیں ہوگا کہ بنانے والوں کو بالخصوص اس کے ڈالنے سے کوئی غرض خاص مقصود ہو ورنہ بلا وجہ التزام متحقق نہیں ہو سکتا جیسے پانی وغیرہ کسی شے کو ہڈیوں سے صاف کریں کہ تصفیہ میں ناپاک یا حرام استخواں کی کوئی خصوصیت نہیں جو مقصود ہے وہ پاک وحلال ہڈیوں سے بھی قطعاً متیسر کما لا یخفی (جیسا کہ مخفی نہیں۔ ت)

اور وہ اشیاء بھی جن کا کسی ماکول ومشروب یا اور استعمالی چیزوں میں خلط شناخت ہو موجب تردد وتشویش وباعث سوال وتفتیش ہو دو قسم ہیں،

ایک عامہ محذورہ یعنی وہ جن میں ہر قسم کے افراد موجود بعض ان میں حرام ونجس بھی ہیں اور بعض حلال وطاہر جیسے عظام یہاں مشاہدہ تو جو صرف ان لوگوں کا خیال واحتیاط ہوتا ہے جن کے اہتمام سے وہ چیز بنتی ہے کہ جب ان اشیاء میں حرام ونجس بھی موجود اور ان کو پرواہ واحتیاط مفقود تو کیا خبر کہ یہاں کس قسم کی چیز ڈالی گئی ہے اسی لئے جب وہ کارخانہ غیر مسلموں کے متعلق ہو تو خاطر پر اصلاً تردد آئے گا اور صدور محذور کی طرف ذہن پہنچ جائے گا۔

عہ اودیالوح مالیس بشخص بدلیل المقابلۃ تقسیم الصنف والجنس ۱۲ منہ (م)

نوعی سے مراد وہ ہے جو شخصی نہ ہو کیونکہ یہاں نوعی شخصی کے مقابل ہے تو یہ نوع اور جنس دونوں کو عام ہوگی ۱۲ منہ (ت)

دو قسم ہے: مابہ محذور یعنی وہ کہ حرام مطلق یا نجس محض ہیں جن کا کوئی فرد حلال و طاہر نہیں جیسے شراب بجمیع اقسامہا علی مذہب محمد المأخوذ للفتوی (یعنی تمام اقسام کے ساتھ امام محمد رحمہ اللہ کے مذہب کے مطابق اسی پر فتوی ہے۔ ت) یہاں باعث احتراز و تنزہ خود اس شے کی نفس حالت ہے نہ بنانے والوں کی جرأت و جسارت یہاں تک کہ تنزل کا رجال کی ثقاہت و عدالت معلوم ہونا اس مقام پر علاج اندیشہ نہ ہوگی بلکہ یہیں کہ ان کی وثاقت و احتیاط میں شک ہو سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے ان دو صورتوں میں بنگام حظر و تنقیح حکم بوجوہ فرق واقع ہوتا ہے۔

صورت اولیٰ میں مجرد اس شے مثلاً مستورات کے پڑنے پر یقین عام اس سے کہ شخصی ہو یا نوعی اجمالی ہو یا کلی خواہ بحر ہی اس جزئی یا نوع میں مخالطت حرام یا نجس کا یقین نہیں دیتا۔ ممکن کہ صرف افراد طیبہ مباحہ استعمال میں آئے ہوں۔ اسی طرح خاص افراد محرمہ و نجسہ کے استعمال پر یقین نوعی اجمالی بھی علی الاطلاق تحریم و تنجیس کا مورث نہیں کہ ہر جزئی خاص میں استعمال فرد طاہر و حلال کا احتمال قائم و لہٰذا افراد دو قسمین کا بازار میں اختلاط مانع احتراز و تناول نہیں کہ کسی معین پر حکم بالجزم نہیں کرسکتے کما حققنا کل ذلک فی المقدمۃ الثامنۃ والتاسعۃ (جیسا کہ ہم نے آٹھویں اور نویں مقدمہ میں ان تمام باتوں کی تحقیق کی ہے۔ ت) بخلاف **صورت ثانیہ** کہ وہاں صرف اس کے پڑنے کا یقین شخصی خواہ نوعی کلی اس جزئی خاص یا تمام نوع کی تنجیس و تحریم میں بس ہے جس کے بعد کچھ کلام باقی نہیں تمام اور دو احتمالات کہ بوجہ تنوع افراد صورت [illegible] لا یخفی (جیسا کہ پوشیدہ نہیں۔ ت) اسی طرح صورت اولیٰ میں اگر بالخصوص افراد حرام و ناپاک ہی پڑنے کا ویسا ہی یقین یعنی شخصی یا نوعی کلی ہو تو اس کا بھی یہی حکم کہ اس تقدیر پر صورت اولیٰ صورت ثانیہ کی طرف رجوع کر آئی۔

لانتفاء التنوع فی الافراد فان الیقین تعلق بخصوص الافراد المحرمۃ والنجسۃ وھی لاتتنوع الی محذور وغیر محذور۔

کیونکہ افراد میں تنوع کی نفی ہے پس یقین تو بس حرام و ناپاک افراد سے متعلق ہوگا اور وہ ممنوع و غیر ممنوع میں تقسیم نہیں ہوتا۔ (ت)

البتہ یقین نوعی اجمالی یہاں بھی بکار آمد نہیں کہ جب علی وجہ العموم والاستغراق متیقن نہیں تو ہر فرد کی محفوظی محتمل جب تک کسی جزئی خاص کا حال تحقیق نہ ہو کہ اس وقت یہ یقین یقین شخصی کی طرف رجوع کر جائے گا وھو ظاہر کما ذکرنا (جیسا کہ ہم نے ذکر کیا وہ واضح ہے۔ ت)

بالجملہ خلاصہ ضابطہ یہ ہے کہ مافیہ محذور میں ہر قسم کا یقین بکار آمد نہیں جب تک وہ مابہ محذور کی طرف رجوع نہ کرے اور مابہ محذور میں ہر قسم کا یقین کافی مگر صرف نوعی اجمالی کہ سب حلت و حرمت کا مخالف ہے جب تک یقین شخصی کی طرف مائل نہ ہو یہ نفیس ضابطہ قابل حفظ ہے کہ شاید اس رسالہ کے سوا دوسری جگہ نہ ملے اگرچہ جو کچھ ہے کلمات علماء سے مستنبط اور انہی کی کفش برداری کا تصدق والحمد للہ رب العلمین۔

الشروع فی الجواب بتوفیق الوہاب

(وہاب (اللہ تعالٰی) کی توفیق سے جواب کا آغاز ہے۔ ت)

کل کی برف میں شراب ملنے کی خبر قابلِ غور و واجب النظر اب مقدمۂ ۴ و ۵ کی تقریریں پیشِ نگاہ رکھ کر لحاظ درکار اگر یہ خبر افواہِ بازار یا صحبتِ تمسخر بعض مشرکین و کفار، تو بالکل مردود و محض بے اعتبار ہاں صورت اخیرہ میں اگر ان کا صدق دل پر جمے تو احتیاط بہتر تاہم گناہ نہیں اور اتنا بھی نہ ہو تو اصلاً پروا نہیں اور اگر فساق بداعمال یا مستورِ نامعلوم الحال کی خبر تو شہادتِ قلب کی طرف رجوع معتبر اگر دل اس امر میں ان کے کذب کی طرف جھکے تو کچھ باک نہیں بے احتراز صرف کرے، آخر مسلمان ہیں عجب کیا کہ سچ کہتے ہوں خصوصاً مستور کہ اس کی عدالت معلوم نہیں تو فسق بھی تو ثابت نہیں اور اگر قلب ان کے صدق پر گواہی دے تو بیشک احتراز چاہئے کہ ایسے مقام پر تحری حجت شرعیہ ہے اگرچہ وہ خبر بنفسہٖ حجت نہ تھی مگر یہاں معاملات کا درجہ ورع قلبیہ تک تجاوز نہ کرے گا۔

لان التحری مجرد ظن کما فی الھدایۃ والظنون ربما تکذب کما فی الحدیث۔

کیونکہ سوچ و بچار میں خطا کا بھی احتمال ہوتا ہے جیسا کہ ہدایہ میں ہے اور گمان بعض اوقات جھوٹے ہوتے ہیں جیسا کہ حدیث شریف میں ہے (ت)

اور وہ بھی اسی کے حق میں جس کا دل ان کے صدق کی طرف جھکے

لان شہادۃ قلبک لیست حجۃ علی غیرک وذلک فی القاطع کالوجدان فکیف بالظنون۔

کیونکہ تمہارے دل کی گواہی تو تمہارے خلاف ہی جائیگی اور وہ قطعی چیز وجدان کی طرح ہے تو گمان کی صورت میں کیا کیفیت ہوگی۔ (ت)

پس اگر دوسرے کے دل پر ان کا کذب جمے اس کے حق میں وہی پہلا حکم ہے کہ احتراز بہتر ورنہ اجازت۔

فی ردالمحتار استفید مما ذکرناہ ان بعد التحری من الادلۃ الشرعیۃ علیہ ان یتحری ولا یقلد مثلہ لان المجتہد لا یقلد مجتہدا اھ۱؎۔

ردالمحتار میں تحری کی بحث میں ہے مذکورہ کلام سے مستفید ہوا کہ گزشتہ دلائل سے تحری کے بعد اس پر لازم ہے کہ غور و فکر کرے اور اپنے جیسے کی تقلید نہ کرے کیونکہ مجتہد مجتہد کی تقلید نہیں کرتا اھ (ت)

ہاں اگر اس قدر جماعت کثیر کی خبر ہو جن کا کذب پر اتفاق عقل تجویز نہ کرے تو بیشک علی الاطلاق حرمت قطعی کا حکم دیا جائیگا اور اس کے سوا کسی امر پر لحاظ نہ کیا جائے گا اگرچہ وہ سب مجہول فساق و فجار بلکہ مشرکین و کفار ہوں۔

فان العدالۃ بل والاسلام ایضا لا یشترط فی

کیونکہ جمہور کے نزدیک تواتر میں عدالت بلکہ اسلام کی شرط

۱؎ ردالمحتار مطلب فی حکم التقلید والرجوع عنہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۵۱

التي ترجع الجمهور بخلاف للامام فخر الاسلام على ما اشتهر مع ان كلامه قدس سره ايضا غير نص في الاشتراط كما افاده المولى بحر العلوم في الفواتح[1] والله اعلم۔

بھی نہیں لہٰذا اس میں امام فخر الاسلام کا خلاف ہے جیسا کہ مشہور ہے لیکن اس کے باوجود ان کا کلام بھی شرط رکھنے میں صریح نہیں جیسا کہ بحر العلوم نے فواتح میں اس بات کا فائدہ دیا واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اسی طرح اگر ثقات سے سنے مسلمان عادل اگرچہ ایک ہی ہو جب بھی احتراز واجب اور برف حرام ونجس۔

فان في الديانات لا يشترط العدد ويقبل خبر الواحد العدل بلا تردد۔

کیونکہ دیانتوں میں گنتی شرط نہیں اور ایک عادل آدمی کی خبر کسی تردد کے بغیر قبول کی جاتی ہے (ت)

مگر یہ ضرور ہے کہ وہ خود اپنے معاینہ سے خبر دے ورنہ سُنی سنائی کہنے میں اُس کا قول خود اُس کا قول نہیں یہاں تک کہ جب اکابر علماء نے دیباجِ فارسی کی نسبت کہا اس میں پیشاب پڑتا ہے امام ملک العلماء ابوبکر بن مسعود کاشانی قدس سرہ ربانی وغیرہ ائمہ نے فرمایا اگر یہ بات تحقیق ہوجائے تو اس سے نماز ناجائز ہوگی تو کیا وجہ کہ ان علماء کا خود مشاہدہ نہ تھا لہٰذا ہنوز معاملہ تحقیق طلب رہا۔

في البدائع ثم الحلية بعد ذكر ما نقلنا عنهما في المقدمة الثامنة فان صح انهم يفعلون ذلك فلا شك انه لا تجوز الصلاة معه[2] اھ وفي رد المحتار بعد ما اثرنا عن الدر المختار ثم ان كان كذلك لا شك انه نجس تاترخانية[3] اھ

بدائع پھر حلیہ میں اس کے بعد جس کو ہم نے ان دونوں سے آٹھویں مقدمہ میں نقل کیا ہے کہا ہے کہ اگر صحیح طور پر ثابت ہوجائے کہ وہ ایسا کرتے ہیں تو اس میں شک نہیں کہ اس کے ساتھ نماز جائز نہیں (انتہی) اور ردالمحتار میں اس بات پر جو ہم نے الدرالمختار سے نقل کی ہے، یہ ہے کہ اگر اسی طرح ہے تو اس کے نجس ہونے میں کوئی شک نہیں، تاتارخانیہ (ت)

اسی طرح تواتر کے بھی یہ معنے کہ اس قدر جماعت کثیر خاص اپنے معاینہ سے بیان کرے نہ یہ کہ کہنے والے تو ہزاروں ہیں مگر جس سے پُوچھیے سُنا بیان کرتا ہے کہ اس صورت میں اگر اصل مخبر کا پتا نہیں تو وہی افواہ بازاری ہے وہ

---

[1] فواتح الرحموت بحث العلم بالتواتر مطبوعہ المطبعۃ الامیریہ بولاق مصر ۲/۱۱۸

[2] بدائع الصنائع فصل فی بیان مقدار ما یصیر بہ المحل نجسا الخ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۱

[3] رد المحتار قبیل کتاب الصلوٰۃ مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۷

انتہائے نظر اُس مجمع پر رہے گی اور ناقلین درمیان سے ساقط ہو جائیں گے صرف نظر اُس اصل کے حال پر اقتصار کرے گی یہ نکتہ بھی دیکھنے کا ہے کہ اکثر اسی قسم کی خبریں عوام یا کم علموں کے نزدیک متواترات سے ملتبس ہو جاتی ہیں حالانکہ عند التحقیق تواتر کی بو نہیں۔

قال المولی الناصح سیدی عبد الغنی قدس سرہ فی بحث انہ الرقص من شرح الطریقۃ اما خبر التواتر من الناس بعضھم لبعض بذلک عہ فھو ممنوع لان ذلک کلہ فیہ الی الظن والتوھم والتخمین واستفادۃ الخبر من بعضھم لبعض بحیث لو سألت کل واحد منھم عن رؤیۃ ذلک ومعاینتہ لقال لم اعاینہ وانما سمعت ومن قال عاینتہ تستکشف عن حالہ فتراہ مستندا الی ظنون وامارات وھمیۃ وعلامات ظنیۃ وربما اذا تأملت وتفحصت وجدت خبر ذلک التواتر الذی تزعمہ کلہ مستندا فی الاصل الی خبر واحد واثنین الی اخر ما اطال واطاب رحمہ اللہ تعالٰی۔

نصیحت کرنے والے ہمارے سردار مولانا عبد الغنی قدس سرہ نے الطریقۃ المحمدیہ کی شرح میں رقص کی مصیبت ذکر کرتے ہوئے فرمایا لوگوں کی اس بارے خبر کو متواتر قرار دینا غلط ہے کیونکہ یہ تمام ظن، وہم اور اندازے کی طرف منسوب ہیں، اور یہی حال اس خبر کے مستفید ہونے کا ہے کہ اگر تم ان میں سے ہر ایک سے اس کے دیکھنے کے بارے میں پوچھو تو کہے گا میں نے اسے نہیں دیکھا میں نے تو سنا ہے، اور جو کہے کہ میں نے دیکھا ہے اس کا حال معلوم کرو تو دیکھو گے کہ وہ محض ظنون، وہمی نشانیوں و ظنی علامتوں کی طرف نسبت کرے گا اور جب تم غور و فکر اور چھان بین کرو گے تو جسے تم تواتر سمجھے ہو اس کو ایک یا دو شخص کی طرف منسوب پاؤ گے۔ آخر تک جو آپ نے طویل بحث کی ہے۔ اللہ آپ پر رحم فرمائے۔ (ت)

الی اصل سب خبر معتبر شرعی سے ثابت ہو جائے کہ شراب اس ترکیب کا جز ہے تو بیشک اس کی حرمت و نجاست میں کلام نہیں اور محل العموم اُس کے تمام افراد ممنوع و محذور، اور یہ احتمال کہ شاید اس فرد خاص میں نہ پڑی ہو محض باطل و مہمل کہ یہ ہو محذور میں یقین نوعی کل ہے اور ایسی جگہ یہ احتمالات یک لخت مضمحل و غیر لاحق (دیکھو رضا بحث کلیہ کی تحریر) اور

عہ ای عن ذکر من معائب المتصوفۃ المدعین لہ بالکذب اذا خبر بذلک عن رجل معین ۱۲ منہ (م)

یعنی تصوف کے جھوٹے دعویدار حضرات کے مذکورہ عیوب (رقص وغیرہ) کی جب کسی شخص کے بارے خبر دی جائے ۱۲ منہ (ت)

سلہ الحدیقۃ الندیۃ الصنف التاسع فی آفات البدن الخ مطبعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/ ۵۲۱

مقدمہ کی صدر تقریر یہاں تک کہ ایسی شے کا دوا میں بھی استعمال نا روا اگرچہ اُس کے سوا دوا نہ ہو اور یقین حاصل ہو کہ اس سے قطعاً شفا ہو جائے گی جیسے بحالت اضطرار پیاسے کو شراب پینا یا بھوکے کو گوشت مردار کھانا شرع مطہر نے جائز فرمایا کہ اُس سے پیاس اور اس سے بھوک کا جانا یقینی ہے بخلاف قول اطباء کہ ہرگز موجب یقین نہیں بارہا اطبا نسخے تجویز کرتے اور اُن کے موافق آنے پر اعتماد کُلی رکھتے ہیں پھر ہزار دفعہ کا تجربہ ہے کہ ہرگز ٹھیک نہیں اُترتے بلکہ کبھی بجائے نفع مضرت کرتے ہیں اور قرابادین کی والا خوبیاں کون نہیں جانتا یہاں تک کہ اکذب من قرابادین الاطباء (فلاں) اطباء کی قرابادین (دواؤں کی ڈکشنری) سے زیادہ جھوٹا ہے۔ بہت مشکل ہوگئی علی الخصوص اس بارہ میں ڈاکٹروں کا قول تو درجۂ ادنٰی قابل قبول نہیں کہ نہ دین اسلام کے حلال و حرام کا علم و اہتمام نہ اس فن والوں کی معرفت مزاج و طرق علاج و تدقیق علل و تحقیق علامات میں حذاقت کامل و مہارت تام۔

وهذا الذي اخترناه في مسئلة التداوي بالمحرم هو الصواب الواضح الذي به يحصل التوفيق وارتضاه ائمة النقد والتحقيق قال في ردالمحتار قوله اختلف في التداوي بالمحرم ففي النهاية عن الذخيرة يجوز ان علم فيه شفاء ولم يعلم دواء اٰخر وفي الخانية في معنى قوله عليه الصلاة والسلام ان الله لم يجعل شفاءكم فيما حرم عليكم كما رواه البخاري ان ما فيه شفاء لا بأس به كما يحل الخمر للعطشان في الضرورة وكذا اختاره صاحب الهداية في التجنيس اھ من البحر۔

حرام چیز کے ساتھ علاج کے مسئلہ میں ہم نے اس بات کو اختیار کیا ہے یہی بہتر اور واضح ہے جس کے ساتھ توفیق حاصل ہوتی ہے تنقید و تحقیق کے ائمہ نے بھی اسے پسند کیا ہے۔ ردالمحتار میں فرمایا: اس (درمختار) کا قول کہ حرام چیز سے علاج کرنے میں اختلاف ہے تو نہایہ میں ذخیرہ سے منقول ہے کہ جائز ہے بشرطیکہ اس میں شفاء کا علم ہو اور کسی دوسری دوا کا علم نہ ہو۔ اور خانیہ میں نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی،

"اللہ تعالٰی نے اس چیز میں تمہارے لیے شفا نہیں رکھی جسے تم پر حرام قرار دیا" جسے امام بخاری نے روایت کیا ہے، کا مفہوم بیان کرتے ہوئے کہا کہ جس چیز میں شفاء ہو اس (کے استعمال) میں حرج نہیں جیسا کہ ضرورت کے وقت پیاسے کے لیے شراب حلال ہے، صاحب ہدایہ نے تجنیس میں اسے پسند کیا ہے اھ (بحرالرائق)

وافاد سيدي عبدالغني انه لايظهر الاختلاف في كلامهم لاتفاقهم

اور سیدی عبدالغنی (نابلسی) رحمہ اللہ نے بتایا کہ ان (فقہاء) کے کلام میں اختلاف ظاہر نہیں ہوتا

على الجواز للضرورة واشتراط صاحب النهاية العلم لاينافيه اشتراط من بعده الشفاء ولذا قال والدى فى شرح الدرر ان قوله لاللتداوى محمول على المظنون والا فجوازه باليقينى اتفاق كما صرح به فى المصفى[1] اھ۔

کیونکہ ضرورت کے تحت جواز پر سب کا اتفاق ہے، اور صاحبِ نہایہ نے جو علم کی شرط لگائی ہے بعد والوں کا شفاء کی قید لگانا اس کے منافی نہیں اسی لیے میرے والد ماجد نے درر کی شرح میں فرمایا کہ اس کا قول "تداوی کے لیے" حالتِ ظن پر محمول ہے ورنہ یقینی صورت میں اس کا جواز متفق علیہ ہے، جیسا کہ المصفٰی میں اس کی تصریح ہے انتہی۔

اقول وهو ظاهر موافق لما مر فى الاستدلال لقول الامام لكن قد علمت ان قول الاطباء لايحصل به العلم و الظاهر ان التجربة يحصل بها غلبة الظن دون اليقين الا ان يريدوا بالعلم غلبة الظن وهو شائع فى كلامهم تأمل اھ ما فى ردالمحتار ملخصا بعض اختصار۔

میں کہتا ہوں یہ ظاہر ہے اور امام صاحب کے قول کا جو استدلال گزر چکا ہے اس کے موافق ہے لیکن تم جانتے ہو کہ اطباء کے قول سے علم حاصل نہیں ہوتا اور ظاہر ہے کہ تجربہ سے محض غالب گمان حاصل ہوتا ہے یقین نہیں مگر یہ کہ وہ علم سے غالب گمان مراد لیں اور یہ بات ان کے کلام میں عام ہے اس پر غور کرو اھ اختصاراً از ردالمحتار۔ (ت)

اقول اما ماذكر من امر التجارب فللعبد الضعيف ههنا تنقيح شريف واريد[2] احقق المسئلة فى بعض رسائلى ان يسر المولى سبحنه وتعالى واما عزوه الحديث للبخارى فلم اره فى البحر ولا فى الخانية وانما رواه الطبرانى فى المعجم الكبير بسند صحيح[عہ] على اصول الحنفية

اقول وہ جو تجربات کا ذکر کیا گیا ہے اس کے بارے میں یہاں بندۂ ضعیف کی قابلِ قدر تنقیح ہے اور میں چاہتا ہوں کہ اپنے بعض رسائل میں مسئلہ کی تحقیق کروں اگر اللہ تعالٰی اسے میرے لیے آسان کردے باقی انہوں نے جو حدیث امام بخاری کی طرف منسوب کی ہے میں اسے بحرالرائق اور خانیہ میں نہیں دیکھا اسے طبرانی نے معجم کبیر میں صحیح سند کے ساتھ حنفی قواعد کے

عہ قوله لان رجاله رجال الصحيح على مافيه من انقطاع ۱۲ منه (م)

یہ اس لیے کہا کہ اس حدیث کے سب راوی ثقہ و معتمد صحیح کے راوی ہیں اس بنا پر کہ اس میں انقطاع ہے ۱۲ منہ (ت)

---

[1] ردالمحتار مطلب فى التداوى بالمحرم مطبوعہ مصطفى البابى مصر ۱/ ۱۵۴

نعم رأيته في اشربة الجامع الصحيح باب شرب الحلواء والعسل عن ابن مسعود رضي الله تعالٰى عنه من قوله تعليقاً[1] فليتنبه والله تعالٰى اعلم۔

مطابق روایت کیا ہے، ہاں میں نے اسے صحیح بخاری کی کتاب الاشربہ کے باب "شرب الحلواء والعسل" میں حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت سے تعلیقاً مروی دیکھا ہے پس اس پر آگاہ ہوجاؤ، واللہ تعالٰی اعلم (ت)

اور اگر ایسی خبر سے ثبوت نہیں تو غایت درجہ اس قدر کہ بحکم تورع واحتیاط شبہات احتراز کرے مگر تحریم وتنجیس کا حکم بے دلیل شرعی ہرگز روا نہیں جیسا کہ بیان اس کا آگے گزرا اور ان شاء اللہ تعالٰی خاتمہ رسالہ میں ہم پھر اس طرف عود کریں گے والعود احمد (اور عود زیادہ بہتر ہے۔ ت) یہ تو اصل حکم فقہی ہے اور واقع پر نظر کیجئے تو اس خبر کی کچھ حقیقت پایۂ ثبوت کو نہیں پہنچتی، نہ اس پانی میں جسے منجمد کرتے ہیں شراب ملانے کی کوئی وجہ معلوم ہوتی ہے تو برف پر حکم جواز ہی ہے واللہ تعالٰی اعلم بالصواب (اور اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت) ہاں انگریزی دواؤں میں جتنی دوائیں رقیق ہوتی ہیں جنہیں ٹنچر کہتے ہیں ان سب میں یقیناً شراب ہوتی ہے وہ سب حرام بھی ہیں اور ناپاک بھی، نہ ان کا کھانا حلال نہ بدن پر لگانا جائز، نہ خریدنا حلال نہ بیچنا جائز۔

كما حققناه في فتاوٰنا ان روح البيرت خمر قطعاً بل من اخبث الخمور فهو حرام ورجس نجس نجاسة غليظة كالبول وما استروح به بعض الجهلة المتسمين بالعلم من كبراء ان كبر البلدة المحدولة فمن اخبث القول نسأل الله العصمة في كل حركة وكلمة۔

جیسا کہ ہم نے اپنے فتاوٰی میں ثابت کیا ہے کہ اسپرٹ یقینی طور پر شراب ہے بلکہ یہ سب سے زیادہ خبیث شراب ہے پس یہ پیشاب کی طرح حرام ہے ناپاک ہے اور نجاست غلیظہ ہے، نہ وہ کہ ذلیل رسوا اور کمینے جو جاہل ہونے کے باوجود اپنے آپ کو عالم کہلاتے ہیں جس بات سے راحت حاصل کی وہ نہایت خبیث قول ہے ہم بارگاہ خداوندی میں ہر حرکت اور قول کی حفاظت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

مسلمان اسے خوب سمجھ لیں اور ڈاکٹری علاج میں ان ناپاکیوں نجاستوں سے بچیں خصوصاً سخت آفت اس وقت ہے کہ ان علاجوں میں قضا آجائے اور مسلمان اس حالت میں مرے کہ معاذ اللہ اس کے پیٹ میں شراب ہو والعیاذ باللہ رب العٰلمین (دو جہانوں کا پروردگار اللہ بچائے۔ ت) اسی طرح بیشک اس شکر کا ہڈیوں سے صاف کیا جانا ایسا یقینی جس کے انکار کی گنجائش نہیں مگر اوّلاً غور واجب کہ اس تصفیہ میں ہڈیوں پر شکر کا

---

[1] صحیح البخاری باب شرب الحلواء والعسل قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۸۴۰

صرف مرور عبور ہوتا ہے بغیر اس کے کہ اُن کے کچھ اجزا شکر میں رہ جاتے ہوں جس طرح پانی کو کوئلوں اور ہڈیوں سے متقاطر کرکے صاف کرتے ہیں کہ برتن میں نتھرا پانی شفاف آجاتا ہے اور انگشت و استخوان کا کوئی جزو اس میں شریک نہیں ہونے پاتا جب تو اس شکر کی حلت کو صرف ان ہڈیوں کی طہارت درکار ہے اگرچہ حلال و ماکول نہ ہوں

کما لا یخفی علی عاقل و ذٰلک لانہ لم یختلط بالحرام شیئ فحقق فی الاکل والمرور علی طاھر ولو حرام لا یورث منعا۔

جیسا کہ کسی بھی عقلمند پر مخفی نہیں اور یہ اس لیے کہ اس میں حرام کی آمیزش نہیں پس اس کا کھانا واضح ہے اور پاک چیز پر گزرنے سے اگرچہ وہ حرام ہو ممانعت لازم نہیں آتی۔ (ت)

اور دوسری صورت ظاہر یہی ہے کہ منافذ کو تنگ کرتے اور بطور تقاطر رس کو عبور دیتے ہوں کہ ازالہ کثافت کی ظاہر اسی صورت ہڈیوں پر صرف بہنے میں نکل جانا غالباً باعث تصفیہ نہ ہوگا تو اس تقدیر پر در صورت نجاست استخوان نجاست عصیر و حرمت شکر میں شک نہیں ورنہ[عہ] بے ریب طیب و حلال۔ اور اگر جزئے استخوان پیس کر رس میں ملاتے اور وہ مخلوط و غیر متمیز ہو کر اس میں رہ جاتے ہیں تو حلت شکر کو ان ہڈیوں کی حلت بھی درکار صرف طہارت کفایت نہ کرے گی کہ اگر غیر ماکول یا مردار کے استخوان ہوئے تو اس تقدیر پر شکر کے ساتھ ان کے اجزا بھی کھانے میں آئیں گے للاختلاط وعدم الامتیاز (اختلاط اور عدم امتیاز کی وجہ سے۔ ت) اور ان کا کھانا اگرچہ طاہر ہوں حرام، تو شکر بھی حرام ہوجائے گی فی الدرالمختار وغیرہ من (لو وقعت فیہ نحو ضفدع جاز الوضوء بہ لا شربہ لحرمۃ لحمہ)[۱] اھ (درمختار وغیرہ کتب میں ہے اگر اس (پانی) میں مینڈک وغیرہ پھول جائیں تو اس سے وضو جائز ہوگا لیکن اس کا پینا جائز نہ ہوگا کیونکہ اس کا گوشت حرام ہے۔ ت) دوسری جس شکر کا حال تحقیق معلوم ہو کہ یہ بالخصوص کیونکر بنی ہے اس کے تفاصیل احکام جاری اس تقریر سے ظاہر اور استخوان کی طہارت نجاست حلت حرمت کا حکم پہلے معلوم ہوچکا (دیکھو مقدمہ ۱)۔

ثانیاً کیف ماکان ان حیلوں پر مطلق شکر ولایتی کو نجس و حرام کہہ دینا صحیح نہیں بلکہ مقام اطلاق میں طہارت و حلت ہی پر فتوٰی دیا جائیگا تاوقتیکہ کسی صورت کا خاص حال تحقیق نہ ہو کہ اس قدر سے تمام افراد کی نجاست و حرمت پر یقین نہیں صرف ظنون و خیالات ہیں جنہیں شرع اعتبار نہیں فرماتی (دیکھو مقدمہ ۲)۔

ثالثاً مانا کہ بنانے والے بے احتیاط ہیں مانا کہ انہیں نجس و طاہر و حرام و حلال کی پروا نہیں، مانا کہ ہڈیوں میں وہ بھی

عہ یعنی جن کی ہڈیاں ناپاک نہ ہوں یا رس اپنے بہاؤ میں اُن پر گزر جاتا ہو ۱۲ منہ (م)

---

[۱] درمختار باب المیاہ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۵

پانی جاتی ہیں جن کے اختلاط سے شے حرام یا نجس ہوجائے تو سب ہڈیاں ایسی ہی ہیں جو حلال وطاہر بھی بکثرت تو بنا پر اس کو خواہی نخواہی التزام کر حاصل ایسے ہی طریقہ سے صاف کریں جو موجب تحریم و تنجیس ہو نہ کچھ ناپاک یا حرام ہڈیوں ہی کو کوئی خصوصیت کہ انہیں تصفیہ میں زیادہ دخل ہو جس کے سبب وہ لوگ انہیں کو اختیار کریں اور جب ایسا نہیں تو **صرف اس قدر** پر یقین حاصل ہوا کہ ہڈیوں سے صاف کرتے ہیں کیا ممکن نہیں کہ وہ ہڈیاں طاہر و حلال ہوں دیکھو اگر جنگل میں ایک چھوٹا سا گڑھا پانی سے بھرا ہے اور اس کے کنارے پر اقدام وحوش کا پتہ چلے اور پانی بھی جانور کے پینے سے کنارہ پر گرا دیکھے بلکہ فرض کیجئے کہ جانور بھی جاتا ہوا نظر پڑے مگر بوجہ بُعد یا ظلمت شب پہچان میں نہ آئے تو اس سے خواہی نخواہی یہ ٹھہرالینا کہ کوئی درندہ یا خاص خنزیر ہی تھا اور پانی کو ناپاک جان کر اس سے احتراز کرنا ہرگز حکم شرع نہیں بلکہ وسوسہ ہے۔ مانا کہ جنگل میں سباع وخنزیر بھی ہیں، مانا کہ وہ بھی انہیں پانیوں سے پیتے ہیں، مانا کہ یہ جانور جو جاتے دیکھا ممکن کہ سوّر ہو مگر کیا ممکن نہیں کہ کوئی ماکول اللحم جانور ہو

قال فی الحدیقۃ بعد نقل ما قدمنا عن جامع الفتاوٰی اول المقدمۃ العاشرۃ من ان مجرد الظن لا یمنع التوضی، ویکتب (مقولہ قال ۱۲) نقل قبل ذلک قال ولو رأی (یعنی صاحب المحیط ۱۲) اقدام الوحوش عند الماء القلیل لا یتوضؤ بہ انتہی وینبغی تقیید ذلک بما اذا غلب علی ظنہ انھا اقدام الوحوش والا فیحتمل انھا اقدام ما یؤکل لحمہ فلا یحکم بالنجاسۃ بالشک ویقید ایضا بانہ رأی رشاش الماء حول ذلک الماء القلیل ونحو ذلک من القرائن الدالۃ علی ان الوحوش شربت منہ والا فلا نجاسۃ بالشک اھ۔[1]

ہم نے دسویں مقدمہ کے شروع میں بحوالہ حدیقہ ندیہ جامع الفتاوٰی سے نقل کیا کہ محض گمان وضو میں رکاوٹ نہیں بنتا ا ھ اسے نقل کرنے کے بعد صاحب حدیقہ فرماتے ہیں لیکن صاحب محیط نے اس سے پہلے نقل کیا کہ کوئی شخص تھوڑے پانی کے پاس درندوں کے قدم دیکھے تو اس سے وضو نہ کرے انتہی۔ اسے اس بات سے مقید کرنا مناسب ہے کہ جب اسے غالب گمان ہو کہ یہ درندوں کے قدم ہیں ورنہ یہ بھی احتمال ہوگا کہ ان جانوروں کے قدم ہوں جن کا گوشت کھایا جاتا ہے لہذا شک کی بنیاد پر نجاست کا حکم نہیں لگایا جائیگا اور یہ قید بھی ہونی چاہئے کہ جب وہ اس قلیل پانی کے گرد پانی کے چھینٹے دیکھے اور اس طرح کے دوسرے قرائن جو اس بات پر دلالت کرتے ہوں کہ درندوں نے اس سے پیا ہے ورنہ محض شک کی بنیاد پر نجاست ثابت نہ ہوگی اھ (ت)

قلت فقد سبقہ بھذا الحمل

قلت اس بات پر کہ پانی تھوڑا ہو محمول

[1] الحدیقۃ الندیۃ الصنف الثانی من الصنفین فیما ورد فی آفات الید مطبوعہ نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۶۶۶

البحر في البحر حيث قال وفي المبتغى بالغين المعجمة وبرؤية اثر اقدام الوحوش عند الماء القليل لايتوضؤ به تيمم مر بالركية وغلب على ظنه شربها منها تنجس والا فلا اھ و ينبغي ان يحمل الاول على ما اذا غلب على ظنه ان الوحوش شربت منه بدليل الفرع الثاني والا فمجرد الشك لايمنع الوضوء به بدليل ما قدمنا عـه نقله عن الاصل[1] اھ۔

کرنے میں بحرالرائق کے مصنف نے اس سے بحث کرتے ہوئے بحر میں کہا المبتغی میں ہے کہ تھوڑے پانی کے پاس درندوں کے قدموں کے نشانات دیکھے تو اس سے وضو نہ کرے ایک درندہ کنویں کے پاس سے گزرا، اگر غالب گمان ہو کہ اس نے اس سے پیا ہے تو وہ ناپاک ہوجائے گا ورنہ نہیں اھ اور مناسب ہے کہ پہلے کو اس بات پر محمول کیا جائے کہ جب اسے گمان غالب ہو کہ درندوں نے اس سے پیا ہے کیونکہ اس (مفہوم) پر فرعِ ثانی (دوسرے مسئلہ) دلیل ہے ورنہ محض شک اس کے ساتھ وضو کو منع نہیں کرتا اس کی دلیل وہ ہے جسے ہم (صاحب بحرالرائق نے) اس سے پہلے اصل (مبسوط) سے نقل کیا ہے الخ (کہ اس حوض سے وضو کیا جاسکتا ہے جس میں نجاست گرنے کا خوف ہو لیکن یقین نہ ہو)۔ (ت)

یا اتنا یقین ہوا کہ وہ بے پرواہ ہیں پھر نفس شکر میں سوا ظنون کے کیا حاصل اس سے بدرجہ زیادہ ہیں وہ بے احتیاطیاں اور خیالات [illegible] (دیکھو مقدمہ ۲)، بلکہ جہاں بوجہ غلبہ و کثرت و وفور و شدت بے احتیاطی غلبہ ظن غیر ملتحق بالیقین حاصل ہو وہاں بھی علماء تجنیس و تجرید کا حکم نہیں دیتے صرف کراہت تنزیہی فرماتے ہیں (دیکھو مقدمہ ۷)، پھر ماتحن فیہ میں تو اس حالت کا وجود بھی محل نظر، ہاں کہہ سکتے ہیں کہ اکثر ناپاک و حرام ہڈیاں ہی ڈالتے ہوں گے اور طیب و طاہر شاذ و نادر۔

یا اتنا یقین ہوا کہ وہ اپنی بے پروائی کو وقوع میں لاتے اور ہر طرح کی ہڈیاں ڈالتے ہی ہیں پھر یہ تو نہیں کہ اکثر صرف وہی طریقہ برتتے ہیں جو نجس و حرام کرتے اور جب یوں بھی ہے اور یوں بھی تو ہر شکر میں احتمال معقول تو ہرگز حکم نجاست و حرمت نہیں دے سکتے (دیکھو مقدمہ ۸) بلکہ جب تک کسی جگہ کوئی وجہ وجیہ ریب و شبہہ کی نہ پائی جائے تحقیقات کی بھی حاجت نہیں بلکہ جہاں تحقیق پر کوئی فتنہ یا ایذائے اہل ایمان یا ترک ادب بزرگان یا پردہ دری مسلمان یا اور کوئی مفسدہ ہے وہاں تو ہرگز ان خیالات و ظنون کی پابندی نہ کرے (دیکھو مقدمہ ۱۰)۔

عـه هي ما قدمناه عنه من الخلاصة عن الاصل اول المقدمة العاشرة ۱۲ منه (م)

یہ وہ ہے جو ہم نے دسویں مقدمہ کے شروع میں اصل سے خلاصہ سے البحرالرائق سے بیان کیا ہے ۱۲ منہ (ت)

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۸۶

ہاں بے شک جو شخص اپنی آنکھ سے دیکھ لے کہ خاص مردار یا حرام ہڈیاں لی گئیں اور اس کے سامنے شکر میں اس طور پر ملا دی گئیں کہ اب جُدا نہیں ہو سکتیں یا بچشم خود معاینہ کرے کہ بالخصوص ناپاک استخواں لائے گئے اور اس کے روبرو اس میں بحالت جریان شامل ہوئے اور وہی رس منعقد ہو کر شکر بنا تو بالخصوص یہی شکر جو اس کے پیش نظر یوں بنی اس پر حرام جس کا کھانا جائز نہ کھلانا جائز نہ لینا جائز نہ دینا جائز۔ **یونہی** جس خاص شکر کی نسبت خبر معتبر شرعی سے جس کا بیان مقدمہ میں گزرا ایسا ثابت ہو تو درجۂ ثبوت کو پہنچے اور معتمد بیان کرنے والا کہے میں پہچانتا ہوں یہ خاص وہی شکر ہے جس میں ایسا عمل کیا گیا تو اس کا استعمال بھی روا نہ ہوگا بغیر ان صورتوں کے ہرگز ممانعت نہیں اور اگر اس نے خود دیکھا یا معتبر سے سنا مگر جب بازار میں شکر بکنے آئی مخلوط ہوگئی اور کچھ تمیز نہ رہی تو پھر حکم جواز ہے اور خریداری و استعمال میں مضائقہ نہیں جب تک کسی خاص شکر پر حجت دلیل شرعی قائم نہ ہو (دیکھئے مقدمہ ۹) یہ ہے حکم شرع اور حکم نہیں مگر شرع کے لیے، صلی اللہ تعالیٰ علیٰ صاحبہ وبارک وسلم آمین!

خاتمہ رزقنا اللہ حسنہا آمین

بحمد اللہ تعالیٰ ہم نے اس شکر کے بارے میں ہر صورت پر وہ واضح و بیّن کلام کیا کہ کسی پہلو پر بگونہ شرع مخفی نہ رہا۔ اب اہل اسلام نظر کریں اگر [illegible] ہم نے حکم حرمت و نجاست دیا تو وہی حکم ہے ورنہ مجرد ظنون واوہام کی پابندی محض تشدد و ناواقفی مذہب ہے تحقیق کسی شے کو حرام و ممنوع کہہ دینے میں کچھ احتیاط نہیں بلکہ احتیاط اباحت ہی ماننے میں ہے جب تک دلیل خلاف واضح نہ ہو (دیکھو مقدمہ ۳) ہم یقین کرتے ہیں کہ ان خیالات و تصورات کا دروازہ کھولا جائے گا تو مقتدیوں پر دائرہ نہایت تنگ ہو جائے گا ایک دوسری شکر کیا ہزار ہا چیزیں چھوڑنی پڑیں گی گھوسیوں کا گھی، تیلیوں کا تیل، حلوائیوں کا دودھ، ہر قسم کی مٹھائی، کافر عطاروں کا عرق شربت کیا بلا ہے اور اُن کی طہارت پر بے تمسک باصل کون سا یقینی قاطع ملا ہے اس دائرہ کی توسیع میں امت پر تضییق اور ہزاروں مسلمانوں کی تاثیم و تفسیق ہے جسے شرع مطہر کمال یسر و سماحت سے ہرگز گوارا نہیں فرماتی صلی اللہ تعالیٰ علیٰ صاحبہ وبارک وسلم۔

فی الحاشیۃ الشامیۃ فیہ حرج عظیم لانہ یلزم منہ تاثیم الامۃ[1] اھ و فیما ھو امر عمت بہ فی ھذا الزمان

حاشیہ شامی میں ہے کہ اس میں بہت بڑا حرج ہے کیونکہ اس میں امت کی طرف گناہ کی نسبت لازم آتی ہے اھ اور اسی میں ہے کہ اس میں موجودہ زمانے

۱؎ رد المحتار مطلب فیمن وطی من زفت الیہ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۲۶

لئلا یقعوا فی الفسق والعصیان[۱] اھ وقد قالت العلماء من کل مذہب کلما ضاق امر اتسع[۲] ومن القواعد المسلمۃ المشقۃ تجلب التیسیر[۳]۔

لوگوں کے لیے زیادہ نرمی ہے تاکہ وہ نافرمانی اور گناہ میں نہ پڑیں اھ ہر مذہب کے علماء فرماتے ہیں جب کوئی معاملہ تنگی کا باعث ہو تو اس میں وسعت آجاتی ہے اور مسلّمہ قاعدہ ہے کہ مشقت آسانی کو لاتی ہے۔ (ت)

علماء تصریح فرماتے ہیں ہمارا زمانہ اتقائے شبہات کا نہیں غنیمت ہے کہ آدمی آنکھوں دیکھے حرام سے بچے۔

فی فتاوی الامام قاضی خان قالوا لیس زماننا زمان اجتناب الشبہات والواجب علی المسلم ان یتقی الحرام المعاین[۴] اھ وفی تجنیس الامام برہان الدین عن ابی بکر بن ابراہیم لیس ہذا زمان الشبہات ان الحرام اغنانا یعنی ان اجتنبت الحرام کفاک[۵] اھ ونحوہ فی [illegible] ونحو ذلک وفی الطریقۃ وشرحہا بعد النقل عن الامامین المعاصرین رحمہما اللہ تعالٰی زمانہما ای زمان قاضی خان وصاحب الہدایۃ رحمہما اللہ تعالٰی قبل ستمائۃ سنۃ من الہجرۃ النبویۃ وقد بلغ تاریخ الیوم الی فی زمن المصنف ... کتب رحمہ اللہ تعالٰی تسعمائۃ

فتاوٰی قاضی خان میں ہے فقہاء فرماتے ہیں ہمارا زمانہ شبہات سے اجتناب کا زمانہ نہیں مسلمان پر لازم ہے کہ آنکھوں دیکھے حرام سے بچے اھ امام برہان الدین کی تجنیس میں ابوبکر بن ابراہیم سے منقول ہے کہ یہ شبہات کا زمانہ نہیں ہے بیشک حرام نے ہمیں مستغنی کردیا یعنی اگر تو حرام سے بچے تو کافی ہے اھ (تجنیس) [illegible] الاشباہ میں اسی کی مثل ہے الطریقۃ المحمدیہ اور اس کی شرح میں دو معاصر ائمہ رحمہما اللہ سے نقل کرنے کے بعد فرمایا ان دونوں یعنی قاضی خان اور صاحب ہدایہ کا زمانہ سن ہجری کے اعتبار سے چھ سو سال پہلے کا ہے اور آج مصنف کے زمانے میں ۹۰۰ ہو گئی ہے اور آج (شرح لکھتے وقت) ۱۰۹۳ ہے اور یہ بات مخفی نہیں کہ عہد نبوت

---

۱ ردالمحتار فصل فی اللبس مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۶/۳۵۳

۲ الاشباہ والنظائر الفن الاول، القاعدۃ الرابعۃ مطبوعہ ادارۃ القرآن کراچی ۱/۱۰۷

۳ " " " " " " " " ۱/۱۰۵

۴ فتاوٰی قاضی خان الحظر والاباحۃ نولکشور لکھنؤ ۴/۷۷

۵ غمز عیون البصائر مع الاشباہ کتاب الحظر والاباحۃ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۲/۱۰۸

وثمانين سنة من الهجرة وهذا التاريخ اليوم الى الف وثلث وتسعين سنة من الهجرة ولاخفاء ان الفساد والتغير يزدادان بزيادة الزمان لبعده عن عهد النبوة[1] اھ ملخصًا وفي العالمگيرية عن جواهر الفتاوٰی عن بعض مشايخه عليك بترك الحرام المحض في هذا الزمان فانك لاتجد شيئا لاشبهة فيه[2] اھ۔

سے دُوری کی وجہ سے جُوں جُوں زمانہ بڑھتا جاتا ہے فساد و تغیر میں بھی اضافہ ہوتا جاتا ہے اھ ملخصًا۔ فتاوٰی عالمگیری میں جواہر الفتاوٰی بعض مشائخ سے نقل کیا گیا ہے کہ اس زمانے میں تم پر محض حرام کا چھوڑنا واجب ہے کیونکہ آج تم کوئی ایسی چیز نہیں پاؤ گے جس میں شبہہ نہ ہو۔ (ت)

سبحٰن اللہ! جبکہ چھٹی صدی بلکہ اس سے پہلے سے ائمہ دین یُوں ارشاد فرماتے آئے تو ہم پسماندوں کو اس چودھویں صدی میں کیا اُمید ہے فانا للہ وانا الیہ راجعون۔ ایسی ہی وجوہ ہیں کہ حدیث میں آیا:

انکم فی زمان من ترك منكم عشر ما امر به هلك ثم یاتی زمان من عمل منهم بعشر ما امر به نجا[3] اخرجه الترمذی وغيره عن ابی هريرة رضی الله تعالٰی عنه عن النبی صلی الله تعالٰی عليه وسلم۔

تم (اے صحابہ کرام) اس زمانے میں ہو کہ تم میں سے جو شخص اس چیز کا دسواں حصہ بھی چھوڑ دے جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو ہلاک ہوگا پھر ایک زمانہ آئے گا کہ ان میں سے جو کوئی اس چیز کے دسویں حصّے پر بھی عمل کرے گا جس کا اسے حکم دیا گیا ہے تو وہ نجات پائے گا۔ ترمذی وغیرہ نے ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، انہوں نے نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے روایت کیا۔ (ت)

ان جزئیں بحکم

قوله صلی الله تعالٰی عليه وسلم كيف وقد قيل[4] اخرجه وغيره عن عقبة بن الحارث النوفلی وقوله صلی الله تعالٰی عليه وسلم

رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا ارشاد جسے امام بخاری وغیرہ نے عقبہ بن حارث نوفلی سے روایت کیا کیسے ہوسکتا ہے (کہ تو اس سے مباشرت کرے) جبکہ کہا گیا ہے (کہ وہ تیری بہن ہے)

---

[1] الحدیقۃ الندیۃ — الفصل الثانی من الفصول الثلاثۃ — مطبع نوریہ رضویہ فیصل آباد ۲/۲۰ھ
[2] فتاوٰی ہندیۃ — کتاب الکراہیۃ باب نمبر ۲۵ فی البیع الخ — نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۶۳
[3] جامع الترمذی — ابواب الفتن — امین کمپنی کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۵۱
[4] صحیح البخاری — باب الرحلۃ فی المسئلۃ النازلۃ — قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۹

من اتقى الشبہات فقد استبرأ لدینہ وعرضہ[1] اخرجہ الستۃ عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالٰی عنہم۔

اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا "جو شخص شبہات سے بچا اس نے اپنا دین اور عزت بچالی"۔ اس حدیث کو اصحاب صحاح ستہ نے حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہم سے روایت کیا ہے (ت)

بچنا چاہیے اور اُن امور کا کہ ہم مقدمہ دوم میں ذکر کر آئے لحاظ رکھے بہتر و افضل اور نہایت محمود عمل مگر اس کے ورع کا حکم صرف اسی کے نفس پر ہے نہ کہ اس کے سبب اصل شے کو ممنوع کہنے لگے یا جو مسلمان اُسے استعمال کرتے ہیں اُن پر طعن و اعتراض کرے اُنھیں اپنی نظر میں حقیر سمجھے اس سے تو اس ورع کا ترک ہزار درجہ بہتر تھا کہ شرع پر افترا اور مسلمانوں کی تشنیع و تحقیر سے تو محفوظ رہتا۔

قال اللہ تبارک وتعالٰی ولا تقولوا لما تصف السنتکم الکذب ھذا حلال وھذا حرام لتفتروا علی اللہ الکذب ان الذین یفترون علی اللہ الکذب لا یفلحون[2] وقال عز مجدہ ولا تلمزوا انفسکم[3] ای لا یعب بعضکم بعضا واللمز ھو الطعن باللسان[4] ولابی داؤد وابن ماجۃ عن ابی ھریرۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کل المسلم علی المسلم حرام مالہ وعرضہ ودمہ حسب امرئ من الشر ان یحقر اخاہ المسلم[5]۔

اور اللہ تعالٰی نے فرمایا "اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر جھوٹ باندھو، بیشک جو اللہ تعالٰی پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا" اور اللہ بزرگ و برتر نے فرمایا "اپنے آپ پر طعن نہ کرو" یعنی ایک دوسرے پر طعن نہ کرو۔ زبان سے طعنہ زنی کو "اللمز" کہتے ہیں۔ ابوداؤد اور ابن ماجہ نے بروایت حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے نقل کیا آپ نے فرمایا: "مسلمان کا مال، عزت اور جان دوسرے مسلمان پر حرام ہے کسی انسان کے بُرا ہونے کے لیے یہی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر جانے۔ (ت)

---

[1] صحیح البخاری باب فضل من استبرأ لدینہ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۳
[2] القرآن ۱۶/ ۱۱۶
[3] القرآن ۴۹/ ۱۱
[4] تعلیقات جدیدۃ من التفاسیر المعتبرۃ لحل الجلالین مع الجلالین مطبوعہ اصح المطابع دہلی ۲/ ۴۲۸
[5] سنن ابن ماجہ باب حرمۃ دم المؤمن ومالہ ؍؍ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۲۹۰

عجب اس سے کہ ورع کا قصد کرے اور محرمات قطعیہ میں پڑے یہ صرف تشدد و تعمق کا نتیجہ ہے اور واقعی دینِ سنت صراطِ مستقیم ہے یہ ان میں جس طرح تفریط سے آدمی مذہب ہو جاتا ہے یونہی افراط سے اس قسم کے آفات میں ابتلا پاتا ہے لم یجعل له عوجا (دونوں مذموم۔ بھلا عوام بیچاروں کی کیا شکایت آجکل بہت جہال مستسب بنام علم و کمال یہی روش چلتے ہیں مکروہات بلکہ مباحات بلکہ مستحبات جنہیں بزعم خود ممنوع سمجھ لیں ان سے تحذیر و تنفیر کو کیا کچھ نہیں لکھ دیتے حتی کہ ورثت تا بہ اطلاق شرک و کفر پہنچے ہیں باک نہیں رکھتے۔ پھر یہ نہیں کہ شاید ایک آدھ حرف قلم سے نکل جائے تو وہیں بگڑ اس کا تدارک عمل میں آئے۔ نہیں نہیں بلکہ طرح طرح سے جمائیں، الٹی سیدھی دلیلیں لائیں۔ پھر جب مواخذہ کیجئے تو بہرا خواہ نخواہ اسے عذر گناہ بدتر از گناہ تاویل کریں کہ بنظر تخویف و ترہیب تشدد مقصود ہے۔ سبحان اللہ اچھا تشدد ہے کہ ان سے زیادہ بدتر گناہ کا خود ارتکاب کر بیٹھے کیا نہیں جانتے کہ مسلمان کو اور وہ شرک بتانا بلکہ براہ اصرار اُسے عقیدہ ٹھہرانا کتنا شدید و عظیم اور دینِ حنیف سہل لطیف کو نطیف میں یہ سخت گیری کیسی بدعت شنیعہ و خیم ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العزیز الحکیم

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

"آسانی کرو اور دقت میں نہ ڈالو اور خوشخبری دو اور نفرت نہ دلاؤ"۔

احمد والبخاری ومسلم والنسائی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنه مرفوعا یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا۔[1] ولمسلم وابی داؤد عن ابی موسی الاشعری رضی اللہ تعالٰی عنه کان صلی اللہ تعالٰی علیه وسلم اذا بعث احدا من اصحابه فی بعض امرہ قال بشروا ولا تنفروا ویسروا ولا تعسروا۔[2]

(امام احمد، بخاری، مسلم اور نسائی رحمہم اللہ نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: آسانی پیدا کرو، تنگی نہ کرو، خوشخبری دو، نفرت پیدا نہ کرو۔ امام مسلم اور ابوداؤد رحمہما اللہ نے حضرت ابوموسٰی اشعری رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم جب کسی صحابی کو کسی کام کے لیے بھیجتے تو فرماتے خوشخبری دو، متنفر نہ کرو، آسانی پیدا کرو، تنگی میں نہ ڈالو۔ ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم تم آسانی کرنے والے بھیجے گئے ہو نہ دشواری میں ڈالنے والے۔

احمد والستة ماخلا مسلما عن ابی هریرة (امام احمد اور اصحاب صحاح ستہ ماسوائے امام مسلم کے

---

[1] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم بالموعظۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

[2] صحیح مسلم باب تامیر الامام الامراء الخ " " " " ۲/۸۲

رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انما بعثتم میسرین ولم تبعثوا معسرین۔[1]

(رحمہ اللہ) حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: تمہیں آسانی پیدا کرنے والا بناکر بھیجا گیا ہے تنگی میں ڈالنے والا بناکر نہیں بھیجا گیا۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم: ہلاک ہوئے غلو و تشدد والے:

احمد ومسلم وابوداؤد عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم هلك المتنطعون[2]۔

امام احمد، مسلم اور ابوداؤد رحمہم اللہ حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا، گفتگو میں شدت اختیار کرنے والے ہلاک ہوگئے۔ (ت)

اور فرماتے ہیں صلی اللہ علیہ وسلم میں نرم شریعت ہر باطل سے کنارہ کرنے والی لے کر بھیجا گیا جو میرے طریقہ کا خلاف کرے میرے گروہ سے نہیں۔

الخطیب فی التاریخ عن جابر رضی اللہ تعالٰی عنہ عن النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بعثت بالحنیفیۃ السمحۃ ومن خالف سنتی فلیس منی[3] الی غیر ذلك من احادیث یطول ذکرھا والتی ذکرنا کافیۃ وافیۃ نسأل اللہ سبحانہ العفو والعافیۃ اٰمین۔

خطیب بغدادی نے اپنی تاریخ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت کیا سرکار دوعالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: مجھے آسانی اور ہر باطل سے جدا شریعت کے ساتھ بھیجا گیا ہے اور جس نے میری سنت کی مخالفت کی وہ مجھ سے نہیں۔ اس کے علاوہ احادیث ہیں جن کا ذکر باعث طوالت ہے جو کچھ ہم نے ذکر کیا وہ کافی ووافی ہے ہم اللہ تعالٰی سے عفو وعافیت کا سوال کرتے ہیں۔ (ت)

فقیر غفراللہ تعالٰی لہ نے آج تک اس شکل کی صورت دیکھی نہ کبھی اپنے یہاں منگائی نہ آگے منگائے جانے کا قصد، مگر بایں ہمہ ہرگز ممانعت نہیں مانتا نہ جو مسلمان استعمال کریں انہیں آثم خواہ بیباک جانتا ہے نہ آورع۔

---

[1] صحیح البخاری باب صب الماء علی البول فی المسجد مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵

[2] سنن ابی داؤد باب فی لزوم السنۃ ″ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۲۰۹

[3] تاریخ بغداد حدیث نمبر ۳۶۷۰ ″ دارالکتب العربیہ بیروت ۷/۲۰۹

احتیاط کا نام بدنام کرکے عوام مومنین پر طعن کرے نہ اپنے نفس ذلیل مہین رذیل کے لیے ان پر ترفع و تعلّی روا رکھے۔

وباللہ التوفیق، والتجنب من المداھنۃ والتضییق، وھو سبحانہ وتعالٰی اعلم وعلمہ جل مجدہ اتم واحکم۔ واعلموا ان لنا فی الکلام علی ھذا المرام بتوفیق المولٰی سبحانہ وتعالٰی مباحث اخری ادق واعلٰی یکاد تبقٰی المھوی عمیقۃ المشرع وعریضۃ المنال طویلۃ الاذیال وقد قضینا الوطر عن ابانۃ الصواب وتحقیق الجواب فلنکتف بما ذکرنا فان الجواب قل ودل بفضل الملک عزوجل فان لم یصبہا وابل فطل[1]۔ ومعلوم ان ما قل وکفٰی خیر مما کثر والھٰی[2]۔ قالہ المصطفٰی علیہ افضل الثناء۔ رواہ ابو یعلی والضیاء المقدسی عن ابی سعید الخدری رضی اللہ تعالٰی عنہ وعن کل ولی آمین۔

اور اللہ ہی توفیق دینے والا ہے، منافقت اور تنگی پیدا کرنے سے اس کی پناہ چاہتا ہوں، اور اس پاک اور بلند ذات کا علم زیادہ ہے اس کی ذات بلند اور اس کا علم نہایت کامل اور مضبوط و محکم ہے۔ جان لو اپنے مولٰی سبحانہ وتعالٰی کی توفیق سے اس مقصد پر ہمارے پاس کچھ اور مباحث بھی ہیں جو نہایت باریک اور اعلٰی ہیں لیکن ان کا حصول نہایت باریک بینی کا کام ہے اور ان کا منبع نہایت گہرائی میں ہے ان کو پانا دشوار ہے اور ان کا دامن نہایت طویل ہے، ہم نے راہ حق کے اظہار اور جواب کی تحقیق میں مقصود حاصل کرلیا ہے ہم نے اس معاملہ میں اسی پر اکتفاء کیا اور اس کا ذکر ترک کردیا کہ جواب عزت و بزرگی والے بادشاہ کے فضل سے قلیل لیکن زیادہ راہنمائی کرنے والا ہے اگر تیز بارش نہ بھی پہنچے تو اوس کافی ہے اور یہ بات معلوم ہے کہ جو بات مختصر لیکن کفایت کرنے والی ہو وہ زیادہ اور غافل کرنے والی سے بہتر ہے حضرت محمد مصطفٰی علیہ افضل الثناء نے یہی بات فرمائی۔ اسے ابو یعلی اور ضیاء مقدسی نے حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا اللہ تعالٰی ان سے اور ہر ولی سے راضی ہو۔ آمین (ت)

تنبیہ: فقیر غفرلہ المولی القدیر نے ان مقدمات عشرہ میں جو مسائل و دلائل تقریر کیے جو انہیں اچھی طرح سمجھ لیا ہے اس قسم کے صدہا جزئیات مثلاً بسکٹ، نان پاؤ، رنگت کی پڑیاں، ولایت کے سئے ہوئے دودھ، مکھن، صابون، مٹھائیوں وغیرہا کا حکم خود جان سکتا ہے۔ غرض ہر جگہ کیفیت خبر و حالت مخبر و محل واقعہ و طریقہ مداخلت حرام ونجس و تفرقہ ظن ویقین و مدارج ظنون و ملاحظہ ضابطہ کلیہ و مسالک ورع و مدارات خلق وغیرہا امور مذکورہ کی تنقیح و مراعات کرلیں پھر ان شاء اللہ تعالٰی کوئی جزئیہ ایسا نہ نکلے گا جس کا حکم تقاریر

---

[1] القرآن ۲/ ۲۶۵

[2] مسند ابی یعلی عن مسند ابی سعید الخدری حدیث ۱۰۴۰ مطبوعہ موسسۃ علوم القرآن بیروت ۲/ ۷

سابقہ سے رفع نہ ہوجائے۔

واللہ سبحانہ الموفق والمعین۔ وبہ نستعین فی کل حین۔ وصلی اللہ تعالٰی علی سید المرسلین وخاتم النبیین۔ محمد وآلہ وصحبہ اجمعین وعلینا معھم برحمتک یا ارحم الراحمین۔ امین امین الٰہ الحق امین۔ استراح القلم من تحریرہ فی ثلثۃ ایام من اواخر ذی القعدۃ المحرم۔ آخرھا یوم السبت السادس والعشرون من ذٰلک الشھر المکرم۔ سنۃ ثلث بعد الالف وثلثمائۃ (١٣٠٣) من ھجرۃ حضرۃ سید العالم۔ صلی اللہ تعالٰی علیہ وعلٰی آلہ وصحبہ وبارک وسلم۔ مع اشتغال البال برد اھل الضلال وشیون حر ۔ والحمد للہ العلی الاکبر۔ ما الذ الملح وحب السکر واللہ تعالٰی اعلم۔ وعلمہ اتم۔ وحکمہ احکم

اللہ سبحانہ وتعالٰی ہی توفیق دینے والا اور مدد کرنے والا ہے اور ہر وقت ہم اسی سے مدد مانگتے ہیں۔ رسولوں کے سردار اور آخری نبی حضرت محمد مصطفی اور آپ کے تمام آل واصحاب پر رحمت ہو، اور ان کے ساتھ ہم پر بھی اے سب سے زیادہ رحم کرنے والے تیری رحمت کے ساتھ۔ یا اللہ! ہماری دعا قبول فرما، یا اللہ! ہماری دعا قبول فرما، اے سچے معبود! ہماری دعا قبول فرما۔ حرمت والے ذیقعدہ کے آخر میں تین دن کے اندر قلم اس کی تحریر سے فارغ ہوگیا۔ ۲۶ ذی القعدہ ۱۳۰۳ھ بروز ہفتہ آخری دن تھا۔ باوجودیکہ میں گمراہ لوگوں کے رد اور دوسرے امور میں قلبی طور پر مشغول تھا اللہ بزرگ وبرتر کے لیے حمد ہے۔ (ت)

مسئلہ ۱۸۳: از جینی تال متصل سوکھی تال مرسلہ حافظ محمد ابراہیم خاں محرر پیشی ڈائریکٹر کرنیل صاحب ریاست گوالیار ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۱۵ھ

حضرت مخدومی دامت برکاتہم بعد آداب خادمانہ التماس خدمت اقدس کہ مسئلہ مندرجہ ذیل۔ حلہ غلام کو سرفراز فرمائیں، عیسائی کے ہاتھ کی چھوئی ہوئی شیرینی قابل استعمال ہے یا نہیں۔ مثلاً زید عیسائی ہے اور بکر مسلمان ہے زید نے بازار سے مٹھائی لی اور بکر کو قبل اپنے کھانے کے احتیاط کے ساتھ دے دی تو بکر استعمال کرسکتا ہے یا نہیں۔ بکر مسلمان اپنے یہاں سے کتھ چونا زید کو دے دیتا ہے اور جب ضرورت ہوتی ہے اپنے یہاں سے پانی وغیرہ اس کتھے چونے میں ڈال دیتا ہے اور اپنے ہی یہاں کے پانی سے بکر پان وغیرہ بھگو دیتا ہے علاوہ زید بخود احتیاط رکھتا ہے کہ جب ضرورت ہوتی ہے تو پانی بکر کے یہاں سے اس میں استعمال کے واسطے منگالیتا ہے اس حالت میں بکر پان زید کے ہاتھ کا استعمال کرسکتا ہے یا نہیں؟

الجواب

نصاریٰ کے مذہب میں خونِ حیض کے سوا شراب پیشاب پاخانہ غرض کوئی بلا اصلاً ناپاک نہیں وہ ان چیزوں سے بچنے پرہیز رکھنے اور اپنی ساختہ تہذیب کے خلاف سمجھتے ہیں تو ان کا ظاہر حال نجاسات سے ملوث ہی رہتا ہے۔
امام ابن امیر الحاج حلیہ میں فرماتے ہیں:

یتعین علی من له امر ان یقیم من الاسواق من یشتغل بهذا السبب (یرید بها الاشربة المداویة کشراب العناب وشراب البنفسج وغیر ذلک) من اهل الکتاب لان النصارٰی عندهم ابوالهم طاهرة ولا یتدینون بترك نجاسة الا دم الحیض فقط فالشراب الماخوذ من النصارٰی الغالب علیه انه متنجس۔

صاحب اختیار کا فرض ہے کہ وہ اہل کتاب کو بازاروں سے اٹھادے جو اس کام میں مشغول ہیں یعنی دوائیوں پر مبنی مشروبات جیسے عناب اور بنفشہ وغیرہ کا شربت بیچتے ہیں کیونکہ عیسائی اپنے پیشاب کو پاک سمجھتے ہیں اور وہ خونِ حیض کے علاوہ کسی نجاست کو چھوڑنے کا عقیدہ نہیں رکھتے۔ لہٰذا عیسائیوں سے حاصل کردہ مشروب غالب گمان کے مطابق ناپاک ہوتا ہے۔ (ت)

مستقذرات و نصاریٰ کے ہم عنان مستقذرات ہیں مسلمان لوگ بول و براز اور خون سے آلودہ رہنے کو عقلاً بھی ناستھرا جانتے ہیں اور عیسائی لوگ اس بات پر انہیں عیب کرتے ہیں کہ ان کی چھوئی ہوئی چیزوں کا استعمال شرعاً مطلقاً مکروہ و ناپسند جیسے بھیگے ہوئے پان اگرچہ مسلمان ہی کے پانی سے بھیگے ہوں کما حققت ذلك فی کتابنا الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر (جیسا کہ ہم نے اسے اپنی کتاب "الاحلی من السکر لطلبة سکر روسر" میں تحقیق سے بیان کیا ہے۔ ت) اور اس کے سوا یہاں ایک دقیقہ انیقہ اور ہے جو اس کراہت کو تر و خشک دونوں کو شامل اور اشد و کامل کرتا ہے شرع مطہر میں جس طرح گناہ سے بچنا فرض ہے یونہی مواضع تہمت سے احتراز ضرور ہے اور بلا وجہ شرعی اپنے اوپر دروازۂ طعن کھولنا ناجائز اور مسلمانوں کو اپنی غیبت و بدگوئی میں مبتلا کرنے کے اسباب کا ارتکاب ممنوع اور انہیں اپنے سے نفرت دلانا قبیح و شنیع۔ احادیث و اقوال ائمہ دین سے اس پر صدہا وارد ہیں وقد ذکرنا بعضها فی کتاب الحظر من فتاوٰنا وفی غیرہ من تصانیفنا منها الحدیث الصحیح بشروا ولا تنفروا (ہم نے اپنے فتاویٰ کی "کتاب الحظر" اور دوسری تصانیف میں اس کا کچھ حصہ ذکر کیا ہے اس سے ایک صحیح حدیث یہ ہے: خوشخبری دو متنفر نہ کرو۔ ت) وحدیث ایاك وما یعتذر

ـــہ حلیہ فصل فی ذکر الشراب الذی یستعمله المریض ـــــ مطبوعہ دار الکتاب العربیہ بیروت ۴/ ۱۵۲
ـــہ صحیح بخاری، باب ما کان النبی صلی اللہ علیہ وسلم ـــــ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۱۶

منہ[1] (جس بات سے عذر پیش کرنا پڑے اس سے بچو۔ ت) وحدیث ایاك وما یسوء الاذن[2] (جو بات کان کو اچھی نہ لگے اس سے بچو۔ ت) وحدیث من کان یؤمن باللہ والیوم الاٰخر فلا یقفن مواقف التھم الی غیر ذلك من النصوص[3] (جو شخص اللہ تعالٰی اور روزِ قیامت پر ایمان رکھتا ہے وہ تہمتوں کی جگہ پر کھڑا نہ ہو، اسکے علاوہ دیگر نصوص ہیں۔ ت) تو اپنا کھانا چھوڑ دینا اپنے پانی سے پان بجھوانا ساری احتیاط کرنا مگر پان عیسائی کے ہاتھ کا ہونا اس میں سوا اس کے کیا نفع ہے کہ مسلمان نفرت کھائیں بدنام کریں متہم جانیں غیبت میں پڑیں اسی طرح جب اس کے یہاں کی شیرینی ان مفاسد کا دروازہ کھولتی ہو تو اس سے بھی احتراز شرعًا درکار، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۴ ۲۹ صفر ۱۳۱۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید نے عمرو سے کہا کہ تم مٹی کے برتن کو اب پاک کرکے رکھو تو میں تمہارے چاقو مار دوں، اب زید کے لئے کیا حکم ہے بموجب شریعت کے۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں زید نے تین گناہ کئے، مسلمان کو ناحق تہدید، مال کو ضائع رکھنے کی تاکید، مسئلہ شرعیہ پر انکار شدید۔ زید پر لازم ہے کہ توبہ کرے اور عمرو سے بھی اپنا قصور معاف کرائے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۵ از پیلی بھیت قاضی محلہ مرسلہ قاضی ممتاز حسین صاحب ممتاز ۲۰ رمضان ۱۳۰۷ھ

اگر کپڑا بقدر درم کے یا اس سے کم پیشاب سے پلید ہوگیا اور پھر وہ کپڑا تہ ہوکر سب میں اثر پلیدی سرایت کر گیا تو وہ کپڑا پاک رہے گا یا نہیں۔

الجواب

جب کپڑے کو نجاست پہنچے اور ایک تہ سے دوسری تہ تک سرایت کرے تو ہر تہ کی نجاست جدا شمار میں آئیگی اگر سب مل کر قدر درم سے زائد ہو نماز فاسد ہو خواہ وہ تہیں ایک ہی کپڑے کی ہوں جیسے دوہرے لباس یا چند کپڑے تہ بتہ بدن پر ہوں جیسے شعار و دثار۔

---

[1] اتحاف السادۃ المتقین بیان ذم الحرص والطمع مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۸/۱۶۰
[2] مسند احمد بن حنبل حدیث ابی الغادیہ رضی اللہ عنہ " " " " ۴/۷۶
مجمع الزوائد باب فیما یجتنب من الکلام مطبوعہ دار الکتاب بیروت لبنان ۸/۹۵
[3] مراقی الفلاح مع حاشیۃ الطحطاوی باب ادراک الفریضہ ۔ کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۲۴۹

فی رد المحتار فی البحر وغیرہ لایعتبر نفوذ المقدار فی الوجہ الاٰخر لو الثوب واحدا بخلاف ما اذا کان ذا طاقین کدرھم متنجس الوجہین[1] اھ واللّٰہ تعالٰی اعلم۔

ردالمحتار اور بحرالرائق وغیرہ میں ہے کہ مقدار کا دوسری طرف سرایت کرنا معتبر نہ ہوگا اگر کپڑا ایک تہ ہو، بخلاف اس کے جب دو تہوں والا ہو جس طرح درہم کی دونوں طرفیں ناپاک ہوں اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

مسئلہ ۱۸۶ از بریلی محلہ جنا یت گنج بریلی شہر کہنہ ۲۲ صفر ۱۳۱۰ھ

شیر خوار بچے کا پیشاب پاک یا ناپاک؟

الجواب

آدمی کا بچہ اگرچہ ایک دن کا ہو اس کا پیشاب ناپاک ہے لڑکا ہو یا لڑکی، والمسألۃ دوارۃ متونا وشروحا (یہ مسئلہ متن و شروح کی کتب میں اکثر پایا جاتا ہے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۷ از ناناؤ کچہری کلکٹری مکان منشی عنایت اللہ ۱۲ شعبان ۱۳۱۸ھ

جسم پر اگر کوئی نجاست بالتحقیق لگ چکی ہو اور وہاں ورم ہو مثلاً مشکل پر ہو یا رانوں تک ورم پہنچا ہو تو نجاست دھوئیں یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر پانی بہانا مضر کرے تو کسی عرق مثلاً عرق گاؤ زبان وغیرہ سے گنگنا کر کے دھوئے نجاست حقیقی ان چیزوں سے بھی پاک ہو جاتی ہے، ہاں نہانے یا وضو میں پانی کے سوا دوسری چیز کام نہیں دیتی اور اگر ان سے بھی ضرر ہو تو کپڑا پانی یا عرق میں خوب بھگو کر اس سے موضع نجاست کو ملے دوبارہ دوسرا کپڑا سہ بارہ تیسرا بھگو کر ملے طہارت ہو جائے گی اور اگر یہ بھی نقصان دے تو جب تک حالت ضرر کی رہے ویسے ہی نماز پڑھے، معاف ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۸ از فراشی محلہ ۱۰ رجب ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ لحاف توشک وغیرہ روئی دار کپڑے ناپاک ہو جائیں تو وہ مع روئی کے دھل کر پاک ہو سکتے ہیں یا روئی علیحدہ ہو کر کپڑا الگ اور روئی الگ دھونے سے پاک ہوگا اور اگر روئی کا سوت کات لیا جائے تو وہ سوت بغیر اس کے کہ دری وغیرہ بنوائی جائے دھونے سے پاک ہو سکتا ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۱۱

الجواب

جو کپڑے نچوڑنے میں آسکیں جیسے جُل توشک رضائی وغیرہ وہ دریا ہی دھونے سے پاک ہوجائیں گے ورنہ جیسے دریا میں رکھیں یا اُن پر پانی بہائیں یہاں تک کہ نجاست باقی نہ رہنے پر ظن حاصل ہو یا تین بار دھوئیں اور ہر بار اتنا توقف کریں کہ بہتا پانی نکل جائے۔

فی الدرالمختار یطھر محل غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل طہارۃ محلہا بلا عدد بہ یفتی وقدر ذلک لموسوس بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر وبتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیرہ مما یتشرب النجاسۃ وھذا کلہ اذا غسل فی اجانۃ اما لو غسل فی غدیر او صب علیہ ماء کثیرا او جری علیہ الماء طھر مطلقا بلاشرط عصر وتجفیف وتکرار غمس ھو المختار[1] اھ باختصار۔

درمختار میں ہے (نجاست) نہ دکھائی دینے والی جگہ دھونے والے کے غالب گمان کے ساتھ کہ اب محل پاک ہوگئی کسی خاص تعداد کے بغیر بھی پاک ہوجاتی ہے اور اسی پر فتوٰی ہے اگر وسوسہ کرنے والا ہو تو تین بار دھو کر ہر بار نچوڑے جبکہ وہ ایسی چیز ہو جو نچوڑی جاسکتی ہے اگر نچوڑی نہ جاسکتی ہو تو تین بار خشک کیا جائے یعنی جو نجاست اس کے اندر جذب ہوئی اس کے قطرے ختم ہوجائیں یہ تمام باتیں اس صورت میں ہیں جب برتن وغیرہ میں دھوئے اگر کپڑے تالاب میں دھوئے یا اس پر بہت سا پانی ڈالے یا اس پر پانی جاری کرے تو نچوڑنے یا خشک کرنے اور بار بار غوطہ دینے کی شرط کے بغیر مطلقاً پاک ہوجائے گی یہی مختار ہے اھ تلخیص (ت)

ناپاک روئی کا سُوت دھونے سے بخوبی پاک ہوسکتا ہے بلکہ دری بنا کر پاک کرنے سے سُوت کی تطہیر آسان ہے کہ وہ نچوڑنے میں سہل آسکتا ہے کما لایخفی واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۸۹ از شہر کہنہ ۲۷ رجب ۱۳۲۰ھ

غسل خانہ کے چہ بچہ کا پانی گھڑے سے نکالنا اور پھر اسی کو دھو کر استعمال میں لانا مکروہ ہے یا نہیں؟

الجواب

مکروہ نہیں مگر بے ضرورت پینے یا وضو یا کھانا پکانے کے گھڑے سے یہ کام نہ لیا جائے۔

لان الطباع تنفر عن ھذا وقد قال صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بشروا

کیونکہ طبیعتیں اس سے نفرت کرتی ہیں اور نبی کریم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا: خوشخبری دو

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

ولا تنفروا[1]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔ اور متنفر نہ کرو۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۰ احمد یار خاں موضع نگریا مجاہت خاں ضلع و تحصیل بریلی

علمائے دین اتباع شرع متین کیا فرماتے ہیں مسئلہ ہذا میں جنبی شخص پیشتر یا تھ دھو کر ناف سے نیچے ناپاکی دھوئے بعدہ تہبند پاک باندھ کر میدان میں مسنون غسل ادا کرے تو اس حالت میں وہ تہبند پاک رہے گا یا ناپاک اور غسل سے وہ آدمی پاک ہو گیا یا ناپاک رہا اور اس پانی کی چھینٹ دیگر شخص کے واسطے پاک ہے یا ناپاک؟ بینوا توجروا۔

الجواب

تہبند پاک رہے گا غسل کا پانی پاک ہے اس کی چھینٹ سے کوئی ناپاکی نہ آئے گی، رہا غسل ادا ہونا اگر تہبند ایسا ہے کہ پانی اس کے نیچے کے تمام بدن پر بھی ذرّہ ذرّہ پر بہ جائے گا تو غسل ادا ہو جائیگا ورنہ نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۱ ضلع گورگانوہ مقام ریواڑی متصل تحصیل حکیم جلال الدین بروز سہ شنبہ بتاریخ ۱۷ صفر المظفر ۱۳۳۲ھ۔

حلوائیوں کی کڑاہیوں کو کتے چاٹتے ہیں، نئی کڑاہیوں میں وہ شیرینی بناتے ہیں اور دودھ گرم کرتے ہیں اُن کے یہاں کی شیرینی یا دودھ لے کر کھانا پینا درست ہے یا کہ نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

طہارت و نجاست ظاہری میں شرع مطہر کا قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ احتمال سے نجاست ثابت نہیں ہوتی جب خاص شے کی نجاست معلوم ہو وہی خاص نجس و حرام ہے وبس۔ امام محمد رحمہ اللہ تعالٰی فرماتے ہیں:

بہ نأخذ ما لم نعرف شیئا حراما بعینہ[2]۔ ہم اسی کو اختیار کرتے ہیں جب تک ہمیں کسی خاص چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہو۔ (ت)

مسئلہ کی تمام تر تحقیق و تفصیل ہمارے رسالہ الاحلی من السکر میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۱۹۲ ذکوٹ ضلع بجنور محلہ کوٹرہ مسئولہ امتیاز حسین صاحب ۱۴ شعبان ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرع متین کہ اگر مٹی کے برتن مثل پیالے و کونڈے وغیرہ میں نجاست غلیظہ مثل پاخانہ و پیشاب لگ جائے اور اس کو پانی سے دھو کر پاک کریں اور دھوپ میں خشک کر دیں اسی طرح

---

[1] ابوداؤد شریف باب فی کراہیۃ المراء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۳۰۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/۳۴۲

تین مرتبہ پاک کرلیا جائے تو وہ عندالشرع پاک قابلِ استعمال رہا یا نجس ہے۔

الجواب

ہاں پاک ہوگیا مٹی کا برتن چکنا استعمالی جس کے مسام بند ہوگئے ہوں جیسے ہانڈی وہ تو تانبے کے برتن کی طرح صرف تین بار دھو ڈالنے سے پاک ہوجاتا ہے اور جو ایسا نہ ہو جیسے پانی کے گھڑے وغیرہ ان کو ایک بار دھو کر چھوڑ دیں کہ پھر بوند ٹپکے اور تری نہ رہے دوبارہ دھوئیں اور اسی طرح چھوڑ دیں سہ بارہ ایسا ہی کریں پاک ہوجائیگا چینی کا برتن جس میں بال ہو وہ بھی یونہی خشک کرکے تین بار دھویا جائے گا اور ثابت ہو تو صرف تین بار دھو دینا کافی ہے مگر نجاست اگر جرم دار ہے تو اس کا جرم چھڑا دینا بہرحال لازم ہے خشک کرنے کے یہ معنی ہیں کہ اتنی تری نہ رہے کہ ہاتھ لگانے سے ہاتھ بھیگ جائے خالی نم یا سیل کا رہنا مضائقہ نہیں نہ اس کے لیے دھوپ یا سایہ شرط درمختار میں ہے:

قدر بتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منحصر مما یتشرب النجاسة والا فبقلعها کما مر[1]

تین بار خشک کرنا مقرر کیا ہے یعنی جو چیز نچوڑی نہ جاسکتی ہو اور نجاست کو جذب کرے اس کے قطرے ختم ہوجائیں ورنہ اس کی نجاست کو دور کیا جائے۔ جیسا کہ گزر چکا (ت)

ردالمحتار میں ہے:

قوله انقطاع تقاطر زاد القهستانی و ذهاب النداوة وفی التاتارخانیة حد التجفیف ان یصیر بحال لا یبتل منه الید ولا یشترط صیرورته یابسا جدا[2]۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اس (درمختار) کے قول "انقطاع تقاطر" میں قہستانی نے اضافہ کیا ہے کہ رطوبت ختم ہوجائے۔ تاتارخانیہ میں ہے خشک کرنے کی حد یہ ہے کہ اس سے ہاتھ تر نہ ہو، بالکل خشک ہونا شرط نہیں۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۳: مسئولہ مولوی سلیم اللہ صاحب جنرل سیکرٹری انجمن نعمانیہ لاہور ۲۰ ربیع الآخر ۱۳۳۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ کفار کا استعمال کیا ہوا چرس یا ڈول چرمی یا حقہ چرمی دھوکر اور صاف کرکے مسلمان استعمال کرسکتا ہے۔

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶
[2] ردالمحتار " " ۱/۲۲۱

الجواب

دھونے صاف کرلینے کے بعد کوئی شبہہ نہیں رہتا، استعمال بلاشبہہ جائز ہے۔ صحیحین ومسند امام احمد وسنن ابی داؤد وجامع ترمذی شریف میں ابو ثعلبہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے ہے:

واللفظ للترمذی قال سئل رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم عن قدور المجوس فقال انقوھا غسلا واطبخوا فیھا۔[۱] واللہ تعالٰی اعلم۔

الفاظ امام ترمذی کے ہیں فرماتے ہیں نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے مجوسیوں کی ہانڈیوں کے متعلق پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا: انہیں دھو کر پاک کرلو اور ان میں پکاؤ۔ (ت)

مسئلہ ۱۹۴ تا ۱۹۷: از لکھنؤ چوپاری محلہ متصل کوٹھی قدیم عینک سازان مکان نمبر ۲
مرسلہ حضرت سید محمد میاں صاحب مارہروی ۵ محرم ۱۳۳۲ھ

(۱) کپڑے یا بدن پر کوئی حصہ نجس ہوگیا اُس پر پانی پہلی مرتبہ ڈالا پھر ہاتھ سے اس کے قطرے پونچھ ڈالے، اسی طرح تین مرتبہ پانی ڈالا اور اُسی ہاتھ سے جس سے پہلی مرتبہ قطرے پونچھے تھے اُس کو دھوئے بغیر قطرے پونچھے تو آیا یہ عضو مغسول اور وہ ہاتھ دونوں پاک ہوجائیں گے بحالیکہ عضو مغسول کو وہ ہاتھ لگا ہے جس نے پہلی اور دوسری تیسری مرتبہ کے غسالہ کو پونچھا تھا اور نہ الگ پانی سے دھویا گیا تھا۔

(۲) اگر اس ترکیب سے پاک نہ ہوسکے تو کیا کیا جائے؟

(۳) بدن کو دھو کر جھٹک دیا سب قطرے گر گئے ہاں وہ رہ گئے جو بال کی جڑ میں ہیں یا بہت ہی باریک ہیں جھٹکنے سے بھی نہیں گرتے تو ایسی صورت میں عضو تین بار دھو ڈالنے سے پاک ہوجائیگا یا نہیں، اگر نہیں تو کیا کرے۔ خاص کر اُس صورت میں جب دونوں ہاتھ نجس ہوں۔

(۴) بدن پاک کرنے میں ہر بار کے دھونے میں تقاطر جاتا رہنا ضرور ہے یا مطلقاً ہر قطرہ کا خواہ وہ چھوٹا ہی ہو اور پونچھنے سے صرف بدن پر پھیل کر رہ جاتا ہو اس کا بھی دُور کرنا یعنی وہی پھیلا دینا ضرور ہے۔

الجواب

بدن پاک کرنے میں چھوٹے قطرے صاف کرکے دوبارہ دھونا ضرور، نہ انقطاع تقاطر کا انتظار درکار بلکہ قطرات وتقاطر درکنار دھار کا موقوف ہونا لازم نہیں نجاست اگر مرئیہ ہے تو اس کے عین کا زوال مطلوب اگرچہ ایک ہی بار میں ہوجائے اور غیر مرئیہ ہے تو زوال کا غلبہ ظن جس کی تقدیر تثلیث سے کی گئی جہاں عصر شرط ہے اور وہ متعذر ہو

---

[۱] جامع ترمذی باب ماجاء فی الاکل فی آنیۃ الکفار مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۲/۴

جیسے مٹی کا گھڑا یا مصبر ہو جیسے بھاری قالین دری توشک لحاف وہاں انقطاع تقاطر یا بے تری کو قائم مقام عصر رکھا ہے بدن میں عصر جو درکار نہیں کہ ان کی حاجت ہو صرف تین بار پانی بہ جانا چاہیے اگرچہ پہلی دھار بھی حصہ زیریں پر باقی ہے مثلاً ساق پر نجاست غیر مرئیہ تھی اوپر سے پانی ایک بار بہایا وہ ابھی ایڑی سے بہہ رہا ہے دوبارہ اوپر سے پھر بہایا ابھی اس کا سیلان نیچے باقی تھا سہ بارہ پھر بہایا جب یہ پانی اُتر گیا تطہیر ہو گئی بلکہ ایک مذہب پر تو انقطاع تقاطر کا انتظار بھی ضرور نہیں اگر انتظار کرے گا طہارت نہ ہو گی کہ ان کے نزدیک تطہیر بدن میں عصر کی جگہ توالی غسلات یعنی تینوں غسل پے در پے ہونا ضرور ہے مذہب ارجح میں اگرچہ اس کی بھی ضرورت نہیں مگر خلاف سے بچنے کے لیے اس کی رعایت ضرور مناسب ہے اس تقریر سے تین سوال اخیر کا جواب ہو گیا۔ درمختار میں ہے،

ویطھر محل نجاسۃ مرئیۃ بقلعھا ای بزوال عینھا واثرھا ولو بمرۃ او بما فوق ثلث فی الاصح ولا یضر بقاء اثر لازم ومحل غیر مرئیۃ بغلبۃ ظن غاسل طھارۃ محلھا بلا عدد بہ یفتی وقدر بغسل وعصر ثلثا فیما ینعصر مبالغا بحیث لایقطر وبتثلیث جفاف ای انقطاع تقاطر فی غیر منعصر مما یتشرب النجاسۃ والا فبقلعھا۔[1]

اصح مذہب کے مطابق نظر آنے والی نجاست کی جگہ عین نجاست اور اس کے اثر کو دُور کرنے سے پاک ہو جاتی ہے اگرچہ ایک مرتبہ ہو یا تین بار سے زیادہ یہ اصح مذہب ہے۔ اس سے لازم ہونے والے (نہ دُور ہونے والے) اثر کا باقی رہنا کچھ نقصان دہ نہیں اور جہاں نجاست نظر نہ آتی ہو اگر دھونے والے کو اس جگہ کے پاک ہونے کا غالب گمان حاصل ہو جائے تو پاک ہو جائیگی اس میں گنتی شرط نہیں اور اسی پر فتوٰی ہے۔ جس چیز کو نچوڑا جا سکتا ہے وہ تین بار دھونے اور خوب نچوڑنے کے ساتھ کہ اب کوئی قطرہ باقی نہ رہے، پاک ہو جاتی ہے، اور جس کا نچوڑنا ناممکن ہو اور اس میں نجاست جذب ہوتی ہو وہ تین بار خشک کرنے یعنی قطرات کے ختم ہونے سے پاک ہو جاتی ہے ورنہ اسے زائل کیا جائے۔(ت)

ردالمحتار میں ہے،

وبتثلیث جفاف ای جفاف کل غسلۃ من الغسلات الثلث وھذا شرط فی غیر البدن ونحوہ اما فیہ فیقوم مقامہ توالی الغسل ثلثا قال فی الحلیۃ والاظھر ان کلا من التوالی

تین بار خشک کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہر بار دھونے کے بعد خشک کیا جائے یہ شرط غیر بدن وغیرہ میں ہے بدن میں تین بار مسلسل دھونا اس کے قائم مقام ہوگا حلیہ میں فرمایا اظہر بات یہ ہے کہ ان میں تسلسل اور

---

[1] درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

والجفاف لیس لشرط فیه وقد صرح به فی الخانیۃ وفی الذخیرۃ ما یوافقہ[1] واقرہ فی البحر۔

اور خشک کرنے (دونوں) میں سے کوئی بات بھی شرط نہیں، خانیہ میں اس کی تصریح ہے، ذخیرہ میں اس کے موافق ہے اور بحرالرائق میں اس کو برقرار رکھا ہے۔ (ت)

رہا سوال اول یہ تو ظاہر ہوگیا کہ ہر بار قطرات کا پونچھنا فضول تھا بلکہ بلاوجہ ہاتھ ناپاک کرلیا مگر جبکہ اس نے ایسا کیا مثلاً پاؤں پر نجاست تھی سیدھے ہاتھ میں لوٹا لے کر اس پر ایک بار پانی بہایا اور جو قطرات باقی رہے بائیں ہاتھ سے پونچھ لیے تو یہ ہاتھ ناپاک ہوگیا مگر ایسی نجاست سے کہ دو بار دھونے سے پاک ہوجائے گی اس لیے کہ یک بارہ غسل چکا اب پاؤں پر دوبارہ پانی ڈالا تو دوسری بار کے بعد ایک ہی بار ڈالنا تھا لیکن اس نے دوبارہ دھو کر نجس ہاتھ سے پھر اس کے قطرے پونچھے تو اب پاؤں کو وہ نجاست لگ گئی جو دو بار دھونے کی محتاج ہے تو پاؤں کو پھر دو بار دھونے کی ضرورت ہوگی اور ہاتھ بدستور اسی نجاست سے نجس رہا اس میں تخفیف نہ ہوئی کہ اس پر سہ بارہ آب نہ ڈالا اب پاؤں پر سہ بارہ کا پانی دوبارہ کے حکم میں ہے کہ اس کے بعد ایک بار اور دھونے کی حاجت ہے لیکن اس نے اس کے بعد بھی وہی نجس ہاتھ اس کے قطرات صاف کرنے میں استعمال کیا تو اب پھر پاؤں کو دو بار دھونے کی ضرورت ہوگی وھکذا (اور اسی طرح ہے۔ ت) لہذا اسے لازم کہ پاؤں پر دو بار پانی بہائے اور قطرات نہ پونچھے اور وہ ہاتھ جدا دو بارہ دھولے۔ ردالمحتار میں ہے:

قال فی الامداد والمیاہ الثلثۃ متفاوتۃ فی النجاسۃ فالاولی یطھر ما اصابتہ بالغسل ثلثا والثانیۃ باثنتین والثالثۃ بواحدۃ وکذا الاوانی الثلثۃ التی غسل فیھا واحدۃ بعد واحدۃ وقیل یطھر الاناء الثالث بمجرد الاراقۃ والثانی بواحدۃ والاول بثنتین[2] اھ واللہ تعالٰی اعلم۔

"امداد" میں فرمایا نجاست میں تینوں پانی الگ الگ حکم رکھتے ہیں پہلا پانی جس چیز کو لگ جائے وہ تین بار دھونے سے پاک ہے۔ دوسرا پانی جسے پہنچے دو دو بار، اور تیسرے پانی جسے پہنچے ایک بار دھونے سے پاک ہوجاتی ہے۔ اسی طرح وہ تینوں برتن جو یکے بعد دیگرے اس میں دھوئے گئے۔ اور کہا گیا ہے تیسرا برتن محض پانی بہانے سے پاک ہوجائیگا دوسرا ایک بار دھونے سے اور پہلا دوبار دھونے سے پاک ہوگا اھ واللہ تعالٰی اعلم (ت)

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ١/ ٢٢
[2] ایضاً " " " ١/ ٢٢٢

مسئلہ ۱۹۸ از سرنیا ضلع بریلی مسئولہ امیر علی صاحب رضوی ۱۹ شوال ۱۳۲۲ھ

اگر کپڑوں پر بیلوں کے پیشاب گوبر وغیرہ کی چھینٹیں پڑی ہیں اور کپڑے بدلنے کی فرصت نہیں ہے نماز ایسی حالت میں ہوگی یا نہیں؟

الجواب

اگر چھینٹیں چہارم کپڑے سے کم پر پڑی ہیں نماز ہو جائے گی ورنہ نہیں اور کھیت کے کام سے فرصت نہ ہونے کا کچھ اعتبار نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۹۹ از موضع مجونا بھوڑ لسوڑا ڈاکخانہ ملک افریقہ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صاحب صدیقی حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۲ صفر ۱۳۳۲ھ

گھی گرم تھا اس میں مرغی کا بچہ گرا اور فوراً مرگیا یہ گھی کھانا جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

گھی ناپاک ہوگیا بے پاک کیے اس کا کھانا حرام ہے۔ پاک کرنے کے تین طریقے ہیں،

ایک یہ کہ اتنا ہی پانی اس میں ملا کر جنبش دیتے رہیں یہاں تک کہ سب گھی اوپر آجائے اسے اتار لیں۔

اور دوسرا پانی اسی قدر ملا کر یونہی کریں

پھر اتار کر تیسرے پانی سے اسی طرح دھوئیں۔ اور اگر گھی سرد ہو کر جم گیا ہو تو تینوں بار اس کے برابر پانی ملا کر جوش دیں یہاں تک کہ گھی اوپر آجائے اتار لیں۔

اقول جوش دینے کی پہلی ہی بار حاجت ہے پھر تو گھی رقیق ہو جائے گا اور پانی ملا کر جنبش دینا کفایت کریگا۔

ردالمحتار میں ہے،

قال فی الدرر وتنجس الدھن یصب علیہ الماء فیغلی فیعلو الدھن الماء فیرفع بشیئ ھکذا ثلاث مرات اھ وھذا عند ابی یوسف خلافاً لمحمد وھو اوسع وعلیہ الفتوی کما فی شرح الشیخ اسمٰعیل عن جامع الفتاوی وقال فی الفتاوی الخیریۃ لفظۃ فیغلی ذکرت فی بعض الکتب والظاھر انھا من زیادۃ الناسخ فانا لم نرمن

الدرر میں فرمایا اگر تیل ناپاک ہو جائے تو اس پر پانی ڈال کر جوش دیا جائے اس طرح تیل پانی پر غالب آکر اوپر آجائے گا یونہی تین بار کیا جائے یہ امام ابو یوسف رحمہ اللہ کے نزدیک ہے امام محمد رحمہ اللہ کا اس میں اختلاف ہے، اس میں زیادہ وسعت ہے اور اسی پر فتوٰی ہے جیسے شرح شیخ اسمٰعیل میں جامع الفتاوی سے منقول ہے۔ اور فتاوی خیریہ میں فرمایا: "فیغلی" (جوش دیا جائے) کا لفظ بعض

شرط لتطهير الدهن الغليان مع كثرة النقل في المسألة والتتبع لها الا ان يراد به التحريك مجازا فقد صرح في مجمع الرواية وشرح القدوري انه يصب عليه مثله ماء ويحرك فتأمل اھ او يحمل على ما اذا جمد الدهن بعد تنجسه ثم رأيت الشارح صرح بذلك في الخزائن فقال والدهن السائل يلقى فيه الماء والجامد يغلى به حتى يعلو الخ[1]۔

کتب میں مذکور ہے اور ظاہر ہے کہ یہ لکھنے والے کی طرف سے تصرف ہے کیونکہ ہم نے تیل کو پاک کرنے کیلئے جوش دینے کی شرط نہیں دیکھی حالانکہ یہ مسئلہ بہت زیادہ منقول ہے اور اس کی چھان بین بھی بہت زیادہ کی گئی، البتہ یہ کہ اس "جوش دینے" سے مجازاً "حرکت دینا" مراد لیا جائے، مجمع الروایۃ اور شرح قدوری میں اس کی تصریح کی گئی کہ اس پر اتنا ہی پانی ڈالا جائے اور حرکت دی جائے، پس غور کرو اھ یا اسے اس صورت پر محمول کیا جاسکتا ہے کہ جب وہ ناپاک ہونے کے بعد جم جائے۔ پھر میں نے دیکھا کہ شارح نے الخزائن میں اس کی وضاحت کرتے ہوئے فرمایا بہنے والے تیل میں پانی ڈالا جائے اور جمے ہوئے کو جوش دیا جائے یہاں تک کہ وہ اوپر آجائے، الخ (ت)

دوم ناپاک گھی جس برتن میں ہے اُس کے نیچے کی طرف نَل ہوگیا ہو آگ پر پگھلا لیں اور ویسا ہی پگھلا ہوا پاک گھی اُس برتن میں ڈالتے جائیں یہاں تک کہ نَل سے بہہ کر نکل جائے سب گھی پاک ہوجائیگا۔ جامع الرموز میں ہے:

ان نحو كالماء والدبس وغيرهما طهارته تحصل باجرائه مع جنسه مختلطا به[2]۔

بہنے والی چیز جیسے پانی اور شیرہ وغیرہ کو اس کے ہم جنس کے ساتھ ملا کر جاری کیا جائے تو پاک ہوجاتی ہے۔ (ت)

سوم دوسرا گھی پاک لیں اور مثلاً تخت پر بیٹھ کر نیچے ایک خالی برتن رکھیں اور پرنالے کی شکل کسی چیز میں وہ پاک گھی ڈالیں اس کے بعد یہ ناپاک گھی اُسی پرنالے میں ڈالیں یوں کہ دونوں کی دھاریں ایک ہوکر پرنالے سے برتن میں گریں اسی طرح پاک و ناپاک دونوں گھی ملا کر ڈالیں یہاں تک کہ سب ناپاک گھی پاک گھی سے ایک دھار ہوکر برتن میں پہنچ جائے سب پاک ہوگیا۔ بحرالرائق میں ہے:

اناءان ماء احدهما طاهر والأخر نجس فصبا من مكان عال فاختلطا في الهواء

دو برتنوں میں سے ایک کا پانی پاک اور دوسرے کا ناپاک ہو تو ان کو بلند مقام سے گرایا جائے اور وہ

---

[1] ردالمحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۲

[2] جامع الرموز فصل یطہر الشیئ مطبوعہ مکتبہ اسلامیہ گنبد قاموس ایران ۱/۹۵

ثم تنزلا طهر کلہ۔ فضا میں حل کر اتریں تو تمام پانی پاک ہوجائے گا (ت)

پہلے طریقہ میں پانی سے گھی کو تین بار دھونے میں گھی خراب ہونے کا اندیشہ ہے اور دوسرے طریقہ میں اُبل کر تھوڑا گھی ضائع جائے گا۔ تیسرا طریقہ بالکل صاف ہے مگر اس میں احتیاط بہت درکار ہے کہ برتن میں ناپاک گھی کی کوئی بوند نہ پاک گھی سے پہلے نہ بعد کو گرے نہ پرنالے میں بہاتے وقت اس کی کوئی چھینٹ اُڑ کر پاک گھی سے جدا برتن میں گرے ورنہ جتنا برتن میں پہنچا اب پہنچے گا سب ناپاک ہوجائے گا واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۰ از لنگر بخشی بازار متصل مسجد مولوی صاحب مرسلہ داد علی خاں صاحب سہاوری ۸۔ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

اُنگل پر نجاست لگ جائے اور اُسے چاٹ لیا جائے تو اُنگل پاک ہوجائے اور مُنہ بھی پاک رہے۔

الجواب

اُنگل کی نجاست چاٹ کر پاک کرنا کسی سخت گندی ناپاک رُوح کا کام ہے اور اسے جو ترجمانِ شریعت پر افتراء واتہام اور تحلیل حرام اور قاطع اسلام ہے اور یہ کہنا محض جھوٹ ہے کہ منہ بھی پاک رہے گا نجاست چاٹنے سے تمنہ ناپاک ہوجائیگا اگرچہ بار بار وہ نجس ناپاک تھوک یہاں تک نگلے کہ اثر نجاست کا منہ سے دُھل کر سب پیٹ میں چلا جائے پاک ہوجائے گا مگر اس چاٹنے نگلنے کی یہی بہتر ہے کہ وہ نجس کھانے والا ہے۔

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت والطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولٰئک مبرءون مما یقولون[1] واللہ تعالٰی اعلم

ناپاک عورتیں ناپاک مردوں کے لیے، اور ناپاک مرد ناپاک عورتوں کے لیے۔ پاک عورتیں پاک مردوں کے لیے اور پاک مرد پاک عورتوں کے لیے۔ وہ ان باتوں سے پاک ہیں جو لوگ کہتے ہیں (ت)

مسئلہ ۲۰۱ از بنگلور بازار مرسلہ قاضی عبدالغفار صاحب مورخہ ۱۱ جمادی الاولٰی ۱۳۳۹ھ

ہنود سے اشیاء خوردنی جیسے دُودھ دہی گھی ترکاری شیرینی وغیرہ تر یا خشک کا استعمال اہلِ سنت کے نزدیک درست ہے یا حرام، اور آیہ انما المشرکون نجس[2] (بے شک مشرکین نجس ہیں۔ ت) سے اہلِ تشیع کا اشیاء مذکورہ میں کیا خیال ہے اور مجدد صاحب کا اس امر میں کیا فتوٰی ہے؟

الجواب

آیہ کریمہ انما المشرکون نجس اُن کے نجاستِ قلب و نجاستِ دین کے بارے میں ہے اجسام

---

[1] رد المحتار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۱۷

[2] القرآن ۲۴/۲۶ [3] القرآن ۹/۲۸

اگر ظروف پر نجاست ہیں نجس ہیں ورنہ نہیں تمام کتب فقہ متون وشروح وفتاوے اس کی تصریحات سے مالامال ہیں ان کے یہاں کا گوشت تو ضرور حرام ہے مگر اسی حالت میں کہ مسلمان نے اللہ عزوجل کے لیے ذبح کیا اور بنانے پکانے والے کے وقت مسلمانوں کی نگاہ سے غائب نہ ہوا کوئی نہ کوئی مسلمان اُسے دیکھتا رہا تو اُس وقت حلال ہے ورنہ حرام، باقی اشیاء جن میں نجاست یا حرمت محقق وثابت ہو نجس وحرام ہیں ورنہ طاہر وحلال کہ اصل اشیاء میں طہارت وحلت ہے قال تعالٰی:

خلق لکم ما فی الارض جمیعا۔[1] زمین میں جو کچھ ہے وہ سب تمہارے فائدے کے لیے پیدا فرمایا۔ (ت)

جب تک کسی عارض سے اس اصل کا زوال ثابت نہ ہو حکم اصل ہی کے لیے رہے گا۔ محرر المذہب سیدنا امام محمد رضی اللہ تعالٰی عنہ فرماتے ہیں:

به نأخذ ما لم نعرف شیئا حراما بعینه۔[2] ہم اسی پر عمل کریں گے جب تک کسی معین چیز کے حرام ہونے کا علم نہ ہوجائے۔ (ت)

رہا اس میں شک نہیں کہ ہنود بلکہ تمام کفار اکثر ظروف پر نجاست رہتے ہیں بلکہ اکثر نجاستیں اُن کے نزدیک پاک ہیں بلکہ بعض نجاستیں ہنود کے خیال میں پاک کرنے والی ہیں تو جہاں تک ممکن ہو ان سے بچنا اولٰی ہے غرض فتوٰی جواز اور تقوٰی احتراز روافض کا خیال ضلال ہے اور اس مسئلہ میں حضرت مجدد کا کوئی خیال مجھے اس وقت یاد نہیں۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۴: از ڈاکخانہ رامو چکما کول ضلع چاٹگام مدرسہ عزیزیہ مرسلہ سید محمد حفیظ الرحمن صاحب ۹ جمادی الآخرہ ۱۳۳۶ھ۔

جو زمین ناپاک دھوپ کی وجہ سے پاک ہوگئی ہو اب اس زمین پر اگر کوئی گیلا پیر رکھ دے اور مٹی لگ جائے تو کیا پیر ناپاک ہوگا؟

الجواب

جب زمین کو زوال اثر کے بعد حکم طہارت دے دیا گیا اب وہ پانی پڑنے سے ناپاک نہ ہوگی تو پاؤں اس پر رکھ دینے سے ناپاک نہ ہوگا، واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] القرآن ۲/ ۲۹

[2] فتاوٰی ہندیہ الباب الثانی عشر فی الہدایا والضیافات مطبوعہ نورانی کتب خانہ پشاور ۵/ ۳۴۳

مسئلہ ۲۰۳ و ۲۰۴ از شہر کہنہ ۱۲ رمضان ۱۳۳۶ھ

(۱) بچے زمین پر پیشاب پاخانہ کرتے تھے اس پر اب گر گئی وہ سب اٹھا کر آٹے میں اس کی کھانچی پڑی کھاجر کے سوار پڑا اب وہ بھی خشک پاک ہوئی یا پکا کر پاک یا کس طرح پاک ہو؟

(۲) اگر کسی یا چوہے کی مینگنی کھانے میں نکل آئے تو کیا کیا جائے؟

الجواب

(۱) جب بچے زمین پر پاخانہ پھرتے ہیں وہ اٹھا دیا جاتا ہے زمین کھرچ دی جاتی ہے، پیشاب کرتے ہیں وہ خشک ہوجاتا ہے اس کا اثر زائل ہوجاتا ہے زمین پاک ہوجاتی ہے شبہہ اور وہم باطل منع ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) اگر کسی تر کھانے جیسے شوربے کو ناپاک کردے گی اور جس میں ایسی تری نہ ہو جیسے چاول، اگر پک جانے کے بعد گری تو اس کے پاس کے دانے جدا کردیے جائیں اور اگر جس وقت پانی تھا اس وقت گری تو سب ناپاک ہے جانور کو کھلادے۔ اور مینگنی اگر بکری کی ہے تو اس کا یہی حکم ہے اور چوہے کی ہے اور ناج مثلاً روٹی یا دلیے یا دال پلاؤ کھچڑی میں نکلی تو معاف ہے جبکہ اتنی نہ ہو کہ اس کا مزہ کھانے میں آگیا ہو اور اگر شوربے دار سالن میں نکلی تو اسے نہ کھانا چاہیے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۵ از ضلع گیا مسئولہ سید محمد رضا

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے غسل خانہ مسجد میں غسل کیا گھڑا پانی کا اتفاقاً ایک منٹ زمین پر رکھ دیا اب وہ گھڑے کا چند تین مرتبہ آب طاہر سے غوطہ دینے سے پاک و طاہر ہوا قابل استعمال کے ہوگیا یا نہیں اگر پاک ہوگیا تو کیوں قیمت اس کی مثل ہنود کے اس شخص گھڑا زمین پر رکھنے والے سے طلب کی جاتی ہے کیا وہ غوطہ دینے سے پاک نہیں ہوا نجس کا نجس رہا اگر ایسا رہا تو مت لعنت ہنود کی کی گئی اور دوسرا امر یہ ہے کہ اگر کوئی جاہل شخص اپنے تئیں مولوی کہلائے تو شرع میں اس کے لیے کیا حکم ہے صورتہائے مذکورہ بالا میں صاف صاف جواب مرقوم بدستخط و مہر مرحمت ہو۔

الجواب

فقط تین غوطے دینے سے پاک نہیں ہوسکتا نہ زمین پر رکھ دینا ناپاک کرے جب تک زمین کی ناپاکی قابل سرایت بوجہ تری مسبوق یا زمین ثابت نہ ہو نہ قیمت مانگنے کی ضرورت بلکہ ناپاک ہوا ہو تو اس سے پاک کیا جائے جو صرف غوطے بلکہ تین بار دھونے اور ہر بار خشک کرنے سے ہوگا۔ لوگ مولوی کہیں تو اس پر الزام نہیں، ہاں وہ خود کہے کہ مجھے مولوی کہو تو الزام ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۶ از بریلی محلہ گندہ نالہ مسئولہ محمد جان صاحب ۸ شوال ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ کھانا پلنگ پر کسی برتن میں رکھا تھا اور قریب ہی ایک کُتّے کو کھڑا دیکھا کسی نے منہ ڈالتے نہیں دیکھا البتہ کچھ نشانات کھانے کے گرنے کے اور برتن میں بھی اُس طرف جس طرف کتا کھڑا تھا کچھ جگہ خالی دیکھی اس صورت میں کیا حکم ہے۔

الجواب

جبکہ اُس طرف برتن خالی ہونے اور کھانا گرنے کی اور کوئی وجہ ظاہر نہ ہو اور کتّا موجود ہے تو ضرور اُس نے کھایا اور کھانا ناپاک ہوگیا اگر تر مثل شیرہ و شوربا ہے تو سب اور خشک مثل برنج ہے تو جہاں منہ لگا ہے وہاں سے اُتار کر پھینک دیں باقی پاک ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۷ از بریلی شہر کہنہ مسئولہ سید محمد میر علی حسین صاحب قائم مقام معتمد انجمن خادم المسلمین بریلی ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ سڑکوں پر چھڑکاؤ کرنے کی غرض سے پانی حوضوں میں بھر جاتا ہے اور اُس میں اکثر ہاتھ منہ اور کپڑے وغیرہ دھوئے جاتے ہیں چھڑکاؤ کرنے والے بہشتی اُنہی حوضوں سے پانی لے کر اور مشکوں میں بھر کر چھڑکاؤ کرتے ہیں۔ اور وہ مشکوں کو ایک دفعہ پانی سے دھو کر اہل محلہ کے یہاں پانی بھرتے ہیں آیا پانی خورد و نوش میں استعمال کرنے کے قابل ہے وہ پاک ہے واضح رائے عالی رہے کہ غیر مسلم بھی بہشتیوں کی ان حرکات پر نفرین کرتے ہیں۔

الجواب

صورتِ مسئولہ میں حکم جواز ہے جب تک کسی خاص حالت میں نجاست ثابت نہ ہو۔

نص علیہ فی کتب المذھب قاطبۃ و من احسن من بینہ مصنف الطریقۃ المحمدیۃ وشارحھا قدس سرھما وقد فصلناہ فی الاحلی من السکر۔

کتب مذہب میں اس کی تصریح موجود ہے طریقہ محمدیہ کے مصنف اور شارح نے اسے بہت ہی اچھا بیان کیا ہم نے "الاحلی من السکر" میں اسے تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے (ت)

کفار کی نفرین و آفرین کچھ لحاظ نہیں حلوائیوں کی کڑاہیاں جن کو شب بھر کُتّے چاٹیں صبح وہ اپنے مظنون النجاستہ پانی سے دھوئیں اور سال بھر کے باندھے ہُوئے انگوچھے سے پُونچھیں جس میں تقریبًا چوتھائی تک بھر پیشاب ہوگا یہ کچھ قابلِ نفرین نہیں اور ان کا دُودھ مٹھائی طیب اور وہ پانی نجس۔ شریعت ایسے مہمل فرق نہیں فرماتی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۰۸ از شہر بریلی بہاری پور مدرسہ نارمل اسکول مسئولہ خالق داد خان صاحب

۱۹ ذیقعدہ ۱۳۳۶ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاکروب نے ایک سقّہ کی تر مشک چھو دی ہے اس صورت میں وُہ مشک پاک رہی یا ناپاک، اور اگر ناپاک ہے تو کس طرح سے وہ پاک ہوسکتی ہے یا نہیں؟

الجواب

تین بار اُس جگہ پر پانی بہادیں تطییبا للقلب (دل کے اطمینان کے لیے۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۰۹ از پیلی بھیت محلہ بھورے خاں مرسلہ سید محمد حسین صاحب ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ روغن زرد رقیق دیگچی میں کوٹھری کے اندر رکھا تھا، کُتّا اندر گیا اور جاکر کُتّے نے دیگچی کھول کر کھایا ہوگا، جو کوٹھری میں جاکر کتّے کو ہٹایا تو اس کے منہ سے گھی گرتا نظر آیا مگر کھاتے ہوئے نہیں دیکھا، آیا وہ گھی قابل کھانے کے رہا یا نہیں اور رہا تو کس صورت میں۔

الجواب

گھی ناپاک ہوگیا، اگر رقیق ہے تو سب اور جما ہوا ہے تو جہاں سے کھایا وہ جگہ ناپاک، جو باقی پاک رہا، یہ جو جاہلوں میں مشہور ہے کہ اس صورت میں ناپاک نہ ہوگا کہ گھی سے تر ہے تو یہ محض جہالت ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۰ از سہسوان ڈاکخانہ شیش گڑھ ضلع بریلی مرسلہ علی جان خاں

۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک خاکروب نے جلیبیں دکاندار سے خریدیں اور اپنے کپڑے میں لے لیں بعد کو کسی حجت پر جلیبیوں کے ڈھیر پر لوٹا دیں اب وہ جلیبیں پاک ہیں یا ناپاک، علاوہ اس کے شیرینی لڈو پیڑہ جلیبی اگر خاکروب ہاتھ میں یا کپڑے میں لے لے تو وہ پاک رہی یا ناپاک؟ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اگر اس کے ہاتھ میں نجاست ہو اور ہاتھ یا جو چیز اُس نے لی تر ہو تو وُہ شے ناپاک ہوجائے گی ورنہ خشک چیز خشک ہاتھ یا کپڑے میں لینے سے ناپاک نہ ہوگی مگر جس کی چھوئی ہوئی چیز سے لوگ تنفر کرتے ہیں لہذا اُس سے بچنا چاہئے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں: بشّروا ولا تنفّروا[1] (خوش کرو متنفر نہ کرو۔ ت) واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] صحیح البخاری باب ماکان النبی صلی اللہ علیہ وسلم یتخولہم من الموعظۃ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۶

مسئلہ ۲۱۱ ازرامپور مرسلہ جناب گل احمد صاحب افغان خراسانی ۹ شوال المکرم ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص اپنے ہاتھی کو قریب کنوئیں کے نہلاتا ہے اور اس کی چھینٹیں کنوئیں کے اندر جاتی ہیں اور جس ڈول میں ہاتھی پانی پیتا ہے وہی بار بار کنوئیں میں ڈالتا ہے ایسی صورت میں کنوئیں کا کیا حکم ہے اس کے پانی کا استعمال غسل وضو کھانے پینے میں کرنا درست ہے یا نہیں اور اگر اُس سے وضو یا غسل کیا ہو تو نمازوں کا اعادہ کیا جائیگا یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

ہاتھی کے بدن کی چھینٹیں اگرچہ مذہب راجح میں ناپاک نہیں مگر اُس کا پیا ہوا پانی اور وہ ڈول جس میں پانی پیا یقیناً ناپاک ہیں جب وہی ڈول کنوئیں میں ڈالا سب پانی ناپاک ہوگیا اُس کا استعمال وضو غسل وخور ونوش میں حرام ہے اور وضو وغسل کیا تو بدن اور کپڑے پاک کیے جائیں اور نمازیں پھیری جائیں اور ہاتھی والے کو اس حرام حرکت سے باز رکھا جائے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲ مسئولہ ننّھے خاں کا فرزند شہر کہنہ ۱۲ محرم ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں جو کہ نطفہ آدمی کی پیدائش کا قرار پاتا ہے وہ پاک ہے یا ناپاک؟

الجواب

منی مطلق ناپاک ہی ہے سوا اُن پاک نطفوں کے جن سے تخلیق حضرات انبیا علیہم الصلوۃ والسلام ہوئی اور خود انبیائے کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے لطیفے کہ اُن کا پیشاب بھی پاک ہے یونہی تمام فضلات واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۲ از جلد انزبار ضلع (بسوہ) حسینی محلہ متعلق مدرسہ اسلامیہ مسئولہ سراج الدین صاحب ۲ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بیل گاڑی ہانکنے والا جس کے پاس ایک کُرتہ اور ایک ہی پاجامہ ہے یہی پیشہ ہے گاڑی کے کرایہ سے شکم سیری کرتا ہے بیلوں کو ہانکنے کے وقت بیلوں کے پیشاب گوبر کی چھینٹ دُم بیل کے ہلانے سے سب جگہ لگی بڑے بڑے داغ کپڑوں پر آئے دھونے کی فرصت نہیں ملی اس حالت میں نماز پنجگانہ ادا کرنے کی شرع شریف میں کیا تعلیم ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

بیلوں کا گوبر پیشاب نجاست خفیفہ ہے جب تک چہارم کپڑا نہ بھر جائے یا متفرق اتنی پڑی ہوں کہ جمع کرنے سے چہارم کپڑے کی مقدار ہو جائے کپڑے کو نجاست کا حکم نہ دیں گے اور اس سے نماز جائز ہوگی اور بالفرض اگر اس سے

زائد بھی دیتے ہوں اور دھونے سے بچنے میں معذوری یعنی حرج شدید ہو تو نماز جائز ہے۔

فقد طہرہ محمد¹ اخذا بالبلوی کما فی الدر المختار۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

امام محمد رحمہ اللہ نے عموم بلوٰی کے پیش نظر سے پاک قرار دیا ہے جیسا کہ درمختار میں ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۱۳ ازشہر گیا محلہ مرادگنج مسئولہ شمس الدین و احمد اللہ خاں صاحبان ۲۰ شوال ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شہر گرد، کتا اور ہاتھی کس وجہ خاص سے نجس کیے گئے ہیں، مدلل بدلائل آیات قرآن مجید۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جس وجہ خاص سے تم طاہر کیے گئے ہو، واللہ تعالٰی اعلم

عه مسخه الناسخ وصوابه أخرى فی آخر امره حین دخل الری مع الخلیفة ورأی بلوی الناس من امتلاء الطرق والخانات وقاس المشایخ علی قوله هذا طهارة بخاری فتح واختاره مجدد المائة الحاضرة سیدی ووالدی اعلحضرت قدس سره دفعا للحرج عن المسلمین ومن ثمة اخذوهم هذا ولهذا اختارهما فی العشر قولهما انها مخففة واستظهره فی الشرنبلالیة وعزاه الی مواهب الرحمن لکن فی نکت العلامة قاسم ان قول الامام بالتغلیظ رجحه فی المبسوط وغیره ولذا جری علیه اصحاب المتون اه ۱۲

الفقیر حامد رضا القادری الرضوی البریلوی

کاتب نے اس کو مسخ کر دیا ہے، اس کا درست بیان آخر میں یعنی آپ کے آخری حکم میں ہے جب آپ خلیفہ کے ساتھ رَے میں داخل ہوئے اور راستوں اور دکانوں کے گوبر سے بھرے ہونے کی وجہ سے لوگوں کا ابتلاء عام میں دیکھا، مشائخ نے امام محمد کے اسی قول پر بخاری کی مٹی کو قیاس کیا ہے فتح اور مجدد مائۃ حاضرہ میرے آقا و والد اعلیٰ حضرت قدس سرہٗ نے مسلمانوں اور ان جیسا کام کرنے والوں سے حرج کو دور کرنے کے لیے اسی کو اختیار فرمایا ہے اسے محفوظ کر لو، اسی لیے یہاں بینگنی کے بارے میں شیخین کا قول اختیار فرمایا، شرنبلالیہ میں اسی کو ظاہر فرمایا ہے اور اس کو مواہب الرحمٰن کی طرف منسوب کیا ہے۔ لیکن علامہ قاسم کی نکت میں یہ ہے کہ امام کا قول نجاست غلیظہ کے ساتھ ہے مبسوط وغیرہ میں اسی کو ترجیح دی ہے اسی لیے اصحاب متون نے اسے اختیار فرمایا ہے اھ ۱۲ (ت)

---

¹ درمختار باب الانجاس مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۵

مسئلہ ۲۱۴ از نگینہ ضلع بجنور محلہ شیخ کی سرائے تکیہ مہنداران مسئولہ حافظ بشیر احمد صاحب
۱۰ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے کہ کوئی کپڑا بازار کا خریدا ہوا دیسی ہو یا انگریزی جبکہ قیمت دے کر خرید لیا گیا ہو وہ بلا دھوئے ہوئے پہننا جائز ہے اور نماز اس پر درست ہے، دوسرا کہتا ہے بغیر دھوئے نماز جائز نہیں کہ اس کے طاہر ہونے کا یقین نہیں، کس کا قول صحیح ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

طاہر ہونے پر یقین کی اصلاً حاجت نہیں، آدمی جو کپڑے پہنے سوتا ہے جاگنے پر کیا یقین ہے کہ انہیں کوئی نجاست نہ پہنچی۔ کپڑے کے استعمال اور اس سے نماز پڑھنے کے لیے صرف اتنا درکار ہے کہ اس کا نجس ہونا معلوم نہ ہو، دیسی یا انگریزی جتنے کپڑے خریدے جائیں یا بے خریدے ملیں جب تک اُن کی نجاست معلوم نہ ہو پاک ہیں۔ یہ خیال بے اصل ہے کہ قیمت دینے سے پاک ہوں گے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۵ از موضع خورد مئو ڈاکخانہ بدوسرائے ضلع بارہ بنکی مرسلہ صفدر علی صاحب
۹ ربیع الاول شریف ۱۳۴۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ صابون دیسی یا ولایتی مروجہ کا استعمال زندہ اور مُردہ کے لیے جائز ہے یا ناجائز۔ قطعی جواب ہونا چاہیے۔

الجواب

مسلمان کا بنایا ہوا صابون جائز ہے اور ہندو یا مجوسی یا نصرانی کا بنایا ہوا صابون جس میں چربی پڑتی ہو اگرچہ گائے یا بکری کی، ناپاک و حرام ہے دیسی ہو یا ولایتی اور جس میں چربی نہ ہو جائز ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۱۶ مرسلہ حاجی اسمٰعیل بن حاجی امیر میاں قادری کاٹھیاواڑی از جنوبی افریقہ بمقام ہوٹملوتی برٹش باسوٹولینڈ۔

اگر تیل یا گھی گرم ہو یا سرد اس میں حرام جانور مثلاً چوہا، بلی یا کتّا یا خنزیر وغیرہ جانور اندر مرگیا یا چھوٹا کرگیا اب وہ گھی و تیل وغیرہ کیسے پاک ہوگا اور وہ کھانا درست ہوگا یا نہیں؟

الجواب

گھی اگر رقیق بہتا ہے تو اس کے پاک کرنے کا طریقہ مسئلہ پنجم[ف] میں گزرا اور اگر جما ہوا ہے تو اس جانور یا اس کے

ف: حاجی اسمٰعیل میاں صاحب کے ایک سو گیارہ سوالات میں یہ سوال پنجم ہے جس کے جواب میں وہ طریقہ ذکر فرمایا کہ اس کتاب کے صفحہ ۵۴۳ پر مسئلہ ۱۹۹ میں مذکور ہے ۱۲ (م)

مر گئے کی جگہ سے تھوڑا سا گھی نکال کر پھینک دیں باقی پاک ہے۔ احمد و ابو داؤد ابوہریرہ اور دارمی عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہم سے راوی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے فرمایا۔

اذا وقعت الفارۃ فی السمن فان کان جامدا فالقوھا وما حولھا۔[1]

اگر جمے ہوئے گھی میں چوہا گر جائے تو چوہا اور اس کے آس پاس کا گھی نکال کر پھینک دو۔

واللہ تعالٰی اعلم۔

---

[1] سنن ابی داؤد شریف باب فی الفارۃ تقع فی السمن مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/۱۸۱

بابُ الاِستنجاء

(یہ باب استنجا کے بیان میں ہے)

مسئلہ ۲۱۶

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص نے لوٹے سے وضو کیا اس میں پانی بچ رہا، اُس بچے ہوئے پانی سے چھوٹا بڑا استنجا یا وضو کرنا کیسا ہے اور اُسے پھینک دینا جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

پھینک دینا تو تضییع مال ہے کہ شرع میں قطعاً ممنوع اور وضو کرنا بیشک جائز، مگر یہ کہ اس میں ماءِ مستعمل اس قدر گر گیا ہو کہ غیر مستعمل پر غالب ہو گیا۔ رہا استنجا، جواز میں تو اُس کے بھی شبہہ نہیں، نہ کسی کتاب میں اس کی ممانعت نظرِ فقیر سے گزری۔ ہاں اس قدر ہے کہ بقیۂ وضو کے لیے شرعاً عظمت و احترام ہے کہ نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ثابت کہ حضور نے وضو فرما کر بقیہ آب کو کھڑے ہو کر نوش فرمایا اور ایک حدیث میں روایت کیا گیا کہ اس کا پینا ستّر مرض سے شفا ہے۔ تو وہ ان امور میں آبِ زمزم سے مشابہت رکھتا ہے ایسے پانی سے استنجا مناسب نہیں۔ تنویر کے آدابِ وضو میں ہے:

وان یشرب بعدہ من فضل وضوئہ مستقبل القبلۃ قائما؎۔

وضو کے بعد وضو کا بچا ہوا پانی قبلہ رُخ کھڑے ہو کر پیے۔ (ت)

؎ درمختار مع تنویر الابصار باب مستحبات الوضوء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳

درمختار میں ہے: کماء زمزم[1] (آب زمزم کی طرح۔ ت)

جامع ترمذی میں سیدنا علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ سے مروی کہ انہوں نے کھڑے ہو کر بقیہ وضو پیا پھر فرمایا:

احببت ان اریکم کیف کان طھور رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم[2]۔

میں نے چاہا کہ تمہیں دکھا دُوں نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کا طریقہ وضو کیونکر تھا۔

ردالمحتار میں ہے:

ماء زمزم شفاء وکذا فضل الوضوء وفی شرح ھدیۃ ابن العماد لسیدی عبدالغنی النابلسی ومما جربتہ انی اذا اصابنی مرض اقصد الاستشفاء بشرب فضل الوضوء فیحصل لی الشفاء وھذا دأبی اعتمادا علی قول الصادق صلی اللّٰہ تعالٰی علیہ وسلم فی ھذا الطب النبوی الصحیح[3] اھ واللّٰہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب۔

آب زمزم شفا ہے اور اسی طرح وضو کا بچا ہوا پانی بھی۔ ہدیۃ ابن العماد کی شرح میں علامہ عبدالغنی نابلسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں میں نے تجربہ کیا ہے کہ جب میں بیمار ہوتا ہوں تو وضو کے بقیہ پانی سے شفا حاصل کرنے کا ارادہ کرتا ہوں پس مجھے شفا حاصل ہوجاتی ہے نبی صادق صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اس صحیح طب نبوی میں پائے جانے والے ارشاد گرامی پر اعتماد کرتے ہوئے میں نے یہ طریقہ اختیار کیا ہے اھ واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم بالصواب (ت)

مسئلہ ۲۱۸ حاجی اشیاء خاں صاحب ۲۲ رمضان مبارک ۱۳۰۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ شخص کے بائیں ہاتھ میں ایسی چوٹ لگ گئی ہے کہ حرکت نہیں کرسکتا پانی سے استنجا کرنے سے معذور ہے البتہ دہنے ہاتھ سے ڈھیلوں سے صاف کرسکتا ہے ایسا شخص نماز پڑھ سکتا ہے اور امامت اس کی جائز ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

دہنے ہاتھ سے استنجا اگرچہ ممنوع وگناہ ہے صحیح حدیث میں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے نہی فرمائی کما اخرجہ احمد والشیخان عن ابی قتادۃ رضی اللّٰہ تعالٰی عنہ (جیسا کہ امام احمد اور شیخان (امام بخاری ومسلم) رحمہم اللہ تعالٰی نے حضرت ابوقتادہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے اس حدیث کو نقل کیا ہے۔ ت) مگر جب عذر ہے تو کچھ مواخذہ نہیں فان الضرورات تبیح المحظورات (ضرورتیں ممنوعات کو جائز کردیتی ہیں۔ ت) درمختار

---

[1] درمختار مع التنویر باب مستحبات الوضوء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳

[2] جامع الترمذی باب وضوء النبی صلی اللہ علیہ وسلم کیف کان مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۸

[3] ردالمحتار مطلب فی مباحث الشرب قائما مجتبائی دہلی ۱/۸۸

میں ہے :

کرہ تحریما بیمین ولا عذر بیسارہ[1] ملخصا

بائیں ہاتھ میں کوئی عذر نہ ہو تو دائیں ہاتھ سے (استنجا) مکروہ تحریمی ہے اھ ملخصا (ت)

درنجاست جب مخرج بول و براز سے مقدار درہم سے زیادہ تجاوز نہ کرے تو ڈھیلے کافی ہوتے ہیں اُن کے بعد پانی لینا فقط سنت ہے درمختار میں ہے :

لغسل بالماء بعد الحجر سنة اھ[2] ملخصا۔

پتھر (استعمال کرنے) کے بعد پانی سے دھونا سنت ہے اھ ملخصا (ت)

یہ سنت بھی اگرچہ ہاں سنن مؤکدہ کے مثل ہے جس کا ترک بیشک باعث کراہت،

علی ما حققه المحقق علی الاطلاق فی الفتح وتبعه تلمیذه المحقق ابن امیر الحاج فی الحلیة۔

جیسا کہ محقق علی الاطلاق رحمہ اللہ نے فتح القدیر میں اور ان کی اتباع میں ان کے شاگرد محقق ابن امیر حاج نے حلیہ میں اس کی تحقیق کی ہے۔ (ت)

مگر حالتِ عذر ہمیشہ مستثنٰی ہوتی ہے اور ترک سنت صحتِ نماز میں خلل انداز نہیں پس صورت مستفسرہ میں بلا تامل اُس شخص کی اپنی [illegible] مگر نجاست مخرج کے علاوہ قدر درہم سے زیادہ ہو تو اُس وقت پانی سے دھوئے بغیر طہارت نہیں ہوتی۔ درمختار میں ہے :

یجب ای غسله ان جاوز المخرج نجس مانع ویعتبر القدر المانع للصلوٰة فیما وراء موضع الاستنجاء[3]۔

اگر (طہارت سے) مانع نجاست مخرج سے تجاوز کرجائے تو اس کا دھونا واجب اور نماز سے مانع نجاست کے اندازے کا اعتبار اس نجاست سے ہوگا جو جائے استنجا کے علاوہ ہے۔ (ت)

ایسی حالت میں اگر پانی پر کسی طرح کسی ہاتھ سے قدرت نہ پائے تو اُس کی اپنی نماز ہوجائے گی، درمختار میں ہے، ولو شلتا سقط اصلاً[4] (اگر دونوں ہاتھ شل ہوجائیں تو طہارت بالکل ساقط ہوجائیگی۔ ت) مگر امامت

---

[1] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

[2] " " " ۱/۵۶

[3] " " " ۱/۵۶

[4] " " " ۱/۵۶

نہیں کرسکتا کہ لایحفی واللہ سبحنہ وتعالٰی اعلم (جیسا کہ مخفی نہیں۔ اللہ تعالٰی خوب جانتا ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۱۹ ۴ جمادی الاخری ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ حضرت رسول مقبول صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اور اصحابوں نے پیشاب کے بعد اکثر مرتبہ استنجا پانی سے کیا یا ڈھیلوں سے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

صحابہ رضی اللہ تعالٰی عنہم کی عادت اس باب میں مختلف تھی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ اکثر مٹی سے استنجا فرماتے اور حذیفہ رضی اللہ عنہ پانی سے۔ کشف الغمہ میں ہے:

کان عمر بن الخطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ یبول کثیرا ثم یمسح بالتراب او الحائط ثم یقول ھکذا علمنا ولم یبلغنا انہ کان یغسلہ بالماء بعد وکان حذیفۃ لایجمع بین الماء والحجر اذا بال وکذلک عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما فکانا یغسلان بالماء فقط۔[1]

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالٰی عنہ بہت زیادہ پیشاب کرتے پھر مٹی یا دیوار سے خشک کرتے اس کے بعد فرماتے "ہمیں اسی طرح معلوم ہے"۔ اور ہم تک یہ بات نہیں پہنچی کہ اس کے بعد وہ پانی کے ساتھ دھوتے ہوں۔ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ پیشاب کرتے تو پانی اور پتھر اکٹھے نہیں کرتے تھے۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا بھی یہی طریقہ تھا یہ دونوں صرف پانی سے دھوتے تھے۔ (ت)

اور حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے دونوں صورتیں ثابت ہیں ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا نے روایت کی کہ سیّد عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پیشاب کے بعد پانی سے استنجا فرماتے

احمد والترمذی وصححہ والنسائی عنہا رضی اللہ تعالٰی عنہا قالت مرن ازواجکن ان یغسلوا اثر الغائط والبول فان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یفعلہ۔[2]

امام احمد، ترمذی اور نسائی رحمہم اللہ ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کرتے ہیں آپ نے فرمایا کہ اپنے خاوندوں کو کہو کہ وہ قضائے حاجت اور پیشاب کا اثر پانی سے دھو ڈالیں کیونکہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بھی یونہی کرتے تھے۔ امام ترمذی نے اس حدیث کو صحیح قرار دیا ہے۔ (ت)

اور وہی (عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا) روایت فرماتی ہیں کہ ایک بار حضور پُرنور صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے پیشاب فرمایا امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ پانی لے کر کھڑے ہوئے۔ فرمایا کیا ہے؟ عرض کی:

---

[1] کشف الغمہ فصل فی کیفیۃ الاستنجاء مطبوعہ دارالفکر بیروت لبنان ۱/ ۴۸

[2] جامع ترمذی باب الاستنجاء بالماء مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/ ۵

استنجے کے لیے پانی۔ فرمایا: مجھ پر واجب نہیں کیا گیا کہ ہر پیشاب کے بعد پانی سے طہارت کروں۔

ابوداود وابن ماجة بسند حسن عن ام المؤمنين عائشة رضي الله تعالٰی عنها قالت بال رسول الله صلى الله تعالٰی علیه وسلم فقام عمر خلفه بکوز من ماء فقال ماهذا یا عمر فقال ماء تتوضؤ به قال ما امرت کلما بلت ان اتوضأ ولو فعلت لکانت سنة۔[1]

امام ابوداود اور ابن ماجہ رحمہما اللہ نے سندِ حسن کے ساتھ ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت کی کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پیشاب فرمایا تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ آپ کے پیچھے پانی کا لوٹا لے کر کھڑے ہوگئے۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا: اے عمر! یہ کیا ہے؟ انہوں نے عرض کیا، یہ پانی ہے آپ اس سے وضو فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: مجھے اس بات کا حکم نہیں دیا گیا کہ جب بھی پیشاب کروں تو وضو کروں، اگر ایسا کروں تو سنّت بن جائے گا۔ (ت)

حلیہ میں ہے:

المراد بالوضوء هنا الاستنجاء بالماء کما ذکره النووی۔[2]

یہاں وضو سے استنجا کرنا مراد ہے جیسا کہ امام نووی رحمہ اللہ نے ذکر کیا ہے۔ (ت)

ورنہ سنّت یہ ہے کہ ڈھیلے و پانی دونوں سے استنجا جس سے کرے کافی ہوگا اور افضل یہ ہے کہ دونوں کو جمع کرے۔ فی الهندیة عن التبیین الافضل ان یجمع بینهما۔[3] (فتاوٰی عالمگیری میں التبیین سے منقول ہے کہ دونوں کو جمع کرنا افضل ہے۔ ت) والله تعالٰی اعلم وعلمه جل مجده اتم واحکم (اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے اور اس بزرگ و برتر ذات کا علم مکمل و محکم ہے۔ ت)

مسئلہ ۲۲۰: از گلگت مرسلہ سردار امیر خاں ملازم کپتان اسسٹنٹ ۲۱ ذی الحجہ ۱۳۱۲ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں اگر کسی جگہ پر کپڑا یا مٹی کا ڈھیلا یا ریت نہ ہو تو وہاں پتھر سے استنجا سکھانا کیسا ہے اور اگر تھوڑی دور پر ہر شے موجود ہے لیکن وہ نہیں کر گیا اور پتھر سے سکھایا تو کیسا ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

استنجا خشک کرنے میں ہر بے قیمت بیکار پاک چیز کہ رطوبت کو جذب کرے کے موضع کو صاف کردے ڈھیلا ہو یا

---

[1] سنن ابوداود شریف کتاب الطہارۃ، باب فی الاستبراء مطبوعہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۷

[2] حلیہ (مذکورہ کتاب دستیاب نہ ہوسکی)

[3] فتاوٰی ہندیۃ الفصل الثالث فی الاستنجاء نورانی کتب خانہ پشاور ۱/۴۸

پتھر مٹی ہو یا پرانا کپڑا زمین ہو یا دیوار سب برابر ہے ہاں ہڈی یا گوبر یا پکی اینٹ یا ٹھیکری یا چونا نہ ہو، دُرمختار میں ہے :

(الاستنجاء سنة مؤكدة بنحو حجر) مما هو عين طاهرة قالعة لا قيمة لها كمدر (ومنق) وكره بعظم وروث وآجر وخزف وزجاج وفحم) وحق غيره وكل ما ينتفع به۔[1]

پتھر جیسی چیز کے ساتھ استنجا سنتِ مؤکدہ ہے یعنی وہ چیز جو پاک ہو نجاست کو دُور کرنے والی ہو اور قیمتی نہ ہو جیسا کہ صاف کرنے والا ڈھیلا۔ ہڈی، گوبر، پکی اینٹ، ٹھیکری، شیشہ اور کوئلے کے ساتھ استنجا مکروہ ہے نیز غیر کی ملکیت اور نفع بخش چیز کے ساتھ بھی مکروہ ہے۔ (ت)

نورالایضاح میں ہے :

يكره الاستنجاء بجص[2] اھ ملخصين۔

چُونے کے ساتھ استنجا مکروہ ہے اھ تلخیص (ت)

ردالمحتار میں ہے :

قال في البدائع السنة هو الاستنجاء بالاشياء الطاهرة من الاحجار والامدار والتراب والخرق البوالي اھ ومثله الجدار الا جدار غيره كالوقف ونحوه وللمستاجر الاستنجاء بجدار الدار ولو الدار مسبلة[3] اھ ملخصا۔ واللہ تعالٰی اعلم

بدائع میں فرمایا پاک چیز مثلاً پتھروں، ڈھیلوں، مٹی، پرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجا کرنا سنت ہے اھ دیوار بھی اسی طرح ہے لیکن کسی دوسرے کی دیوار نہ ہو مثلاً وقف شدہ وغیرہ، کرایہ دار دیوار سے استنجا کرسکتا ہے اگرچہ دیوار تر ہو۔ اھ تلخیص (ت)

مسئلہ ۲۲۱ ۲۰ صفر از لکھنؤ ضلع نارتھ بتوسط مرسلہ مولوی نذیر یار خان صاحب از مکان منشی حبیب اللہ تحصیلدار

باحسن آداب زانوئے ادب تہ کردہ معروض مستفیضان باریابان حضور فیض گنجور میرساند و دینزا در مسئلہ کتاب غنیۃ المستملی واقع ست لہذا بخدمت فیض درجت مآل منقبت محی مراسم شریعت ماحی لوازم بدعت مظہر حسنات ملت بیضا مصدر برکات شریعت غرا

عمدہ آداب کے ساتھ زانوئے ادب تہ کرتے ہوئے آنحضور کے فیوض و برکات سے مستفیض ہونے والے حضرات کی ایک عرض ہے جو اس علاقے میں غنیۃ المستملی کے ایک مسئلہ کے سلسلے میں ہے، فیض درجت، عالی مرتبت، شریعت کے رسوم کو زندہ کرنے والے، بدعت کے لوازم

---

[1] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶
[2] نورالایضاح فصل فی الاستنجاء علیمی کتب خانہ لاہور ص ۹
[3] ردالمحتار فصل الاستنجاء مجتبائی دہلی ۱/۲۲۳

جناب مولوی محمد احمد رضا خان صاحب ادام اللہ فیضہم وظلہم برکاتہم استفتاء مع عبارت یکرہ دخول المخرج لمن فی اصبعہ خاتم فیہ شیئ من القراٰن لما فیہ من ترك التعظیم[1] ارسال می نمایند معنی دخول المخرج بتصریح ترجمہ اردو ارشاد فرمایند کہ چہ مراد مؤلف ست و معنی لغوی و اصطلاحی صیغہ مخرج دریجا چیست۔ بینوا توجروا۔

(مخدومِ زمن، دُرِّ یکتا، برہانِ شریعت، سراجِ امت، مولانا احمد رضا خاں صاحب، اللہ تعالٰی ان کے فیض، سایہ عاطفت اور برکات کو ہمیشہ باقی رکھے۔ میں ایک استفتا کی عبارت کے ساتھ خدمتِ اقدس میں حاضر ہوں) ... شانے والے روشن وقت کی اچھائیوں کو ظاہر کرنے والے چمکتی بُرجی شریعت کی برکات کے منبع حضرت مولانا محمد احمد رضا خان اللہ تعالٰی ان کے فیوض، سایۂ عاطفت اور برکات کو ہمیشہ باقی رکھے، کے حضور عبارت کے ساتھ استفتاء پیش کرتے ہیں، عبارت یہ ہے "جس آدمی کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی ہو جس میں قرآن پاک سے کچھ لکھا ہو اس کا مخرج میں داخل ہونا مکروہ ہے کیونکہ اس میں تعظیم کو چھوڑنا ہے"۔ جواباً وضاحت کے ساتھ اردو زبان میں دخول مخرج کا معنی لکھیں اور بتائیں کہ مؤلف کی کیا مراد ہے اور اس جگہ لفظ مخرج کا لغوی اور اصطلاحی معنی کیا ہے، بیان فرمائیں اجر پائیں۔ (ت)

الجواب

مولانا المکرم اکرمکم اللہ تعالٰی وکرم السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، مخرج جائے خروج وایجا مراد بیت الخلاست کہ محل خروج خارج ست خارج بول و براز را گفتند چنانکہ در رد المحتار در آداب استنجا فرمود ویدفن الخارج[2] وعلت موئے زیر بہ تعلیل نمود کیلا یتعلق بہ شیئ من الخارج وتوان گفت کہ مخرج از آن عام باشد کہ بیابان ہمکہ را مفازہ یعنی جائے فوز و نجات خوانند زیرا کہ دخول مخرج محض بضرورت ست و داخل در عین دخول بقصد تعجیل خروج ست پس گویا او مدخل نیست مخرج ست فافہم باجملہ معنی دخول المخرج پاخانے میں جانا و حاصل مسئلہ آنکہ ہرکہ در دست او خاتمی ست کہ برو چیزے از قرآن یا از اسمائے معظم

مولانا المکرم، اللہ تعالٰی آپ کو عزت بخشے۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ، "مخرج" نکلنے کی جگہ کو کہتے ہیں یہاں بیت الخلاء مراد ہے کہ نجاست خارج کرنے کی جگہ ہے بول و براز کو خارج کہتے ہیں جیسا کہ رد المحتار کے آداب استنجاء میں فرمایا "اور خارج (پیشاب و پاخانہ) کو (زمین میں) دبا دے"۔ اور زیر کے بال مونڈنے کی علت یہ بیان کی کہ ان کے ساتھ خارج (پیشاب و پاخانہ) نہ لگ جائے اور ممکن ہے کہ خلا کو مخرج کہنا یوں ہو جیسے بیابان مہلکہ کو مفازہ یعنی جائے فوز و فلاح کہتے ہیں کیونکہ دخول خلا محض ضرورت کے پیشِ نظر ہوتا ہے۔ اور داخل ہونے والا دخول کے وقت فوراً نکلنے کے ارادے پر ہوتا ہے تو گویا وہ مدخل

---

[1] غنیۃ المستملی فصل فی التیمم مطبوعہ مکتبہ قادریہ جامعہ نظامیہ لاہور ص ۴۵

[2] رد المحتار آداب الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳۰

مثل نام الٰہی یا نام قرآن عظیم یا اسمائے انبیا یا ملائکہ
علیہم الصلاۃ والثنا نوشتہ است او مامور ست کہ
چوں بخلا رود خاتم از دست کشیدہ بیروں نہد افضل
ہمیں ست واگر خوف ضیاع باشد در جیب اندازد یا
بچیزے دگر پوشد کہ ایں ہم رواست اگرچہ بے ضرورت
احتراز ازو اولیٰ ست اگر ازیں ہا ہیچ نکرد و ہمچناں
در خلا رفت مکروہ باشد علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ تعالیٰ
علیہ در غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی زیر ہمیں عبارت منیہ
فرمود یکرہ دخول المخرج ای الخلاء وفی
اصبعہ خاتم فیہ شیئ من القراٰن او من
اسمائہ تعالیٰ لما فیہ من ترک التعظیم
وقیل لا یکرہ ان جعل فصہ الی باطن
الکف ولو کان ما فیہ شیئ من
القراٰن ومن اسمائہ تعالیٰ
فی جیبہ لا باس بہ وکذا لو کان ملفوفا
فی شیئ واستحسن[1] ودر مراقی الفلاح ست
یکرہ دخول الخلاء ومعہ شیئ مکتوب فیہ
اسم اللّٰہ او قراٰن[2] علامہ طحطاوی در حاشیہ
اش فرمود لما روی ابو داؤد والترمذی
عن انس رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہ
قال کان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ تعالیٰ
علیہ وسلم اذا دخل الخلاء نزع

نہیں ترجمہ ہے اسے بھی یا بخلا دخول مخرج کا معنی پاخانے میں
جانا ہے اور حاصل مسئلہ یہ ہے کہ جس کے ہاتھ میں ایسی انگوٹھی
ہو جس پر قرآن پاک میں سے کچھ کلمات، یا متبرک نام جیسے
اللہ تعالیٰ کا اسم مبارک یا قرآن حکیم کا نام یا اسمائے انبیاء و
ملائکہ علیہم الصلوٰۃ والثنا لکھے ہوں تو اسے حکم ہے کہ جب
وہ بیت الخلاء میں جائے تو اپنے ہاتھ سے انگوٹھی نکال کر
باہر رکھ دے بہتر یہی ہے اور اس کے ضائع ہونے کا خوف
ہو تو جیب میں ڈال لے یا کسی دوسری چیز میں لپیٹ لے
کہ یہ بھی جائز ہے اگرچہ بے ضرورت اس سے بچنا بہتر ہے
اگر ان صورتوں میں کوئی بھی بجا نہ لائے اور یونہی بیت الخلاء
میں چلا جائے تو ایسا کرنا مکروہ ہے علامہ ابراہیم حلبی رحمۃ اللہ علیہ
نے غنیۃ المستملی شرح منیۃ المصلی میں اسی عبارت منیہ کے تحت فرمایا
مخرج یعنی بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ ہے جب اس کی انگلی میں ایسی
انگوٹھی ہو جس پر قرآن میں سے کچھ کلمات، یا اللہ تعالیٰ کا کوئی
اسم مبارک لکھا ہوا ہو، کیونکہ اس میں ترک تعظیم ہے اور کہا گیا
کہ اگر اس کا نگینہ ہتھیلی کی طرف کرے تو مکروہ نہیں اور اگر اس کی
جیب میں کوئی ایسی چیز (کاپی وغیرہ) ہو جس میں قرآن پاک کا
کچھ حصہ اللہ تعالیٰ کا اسم گرامی ہو تو کوئی حرج نہیں، یونہی
اگر کسی غلاف میں بند ہو تو بھی حرج نہیں لیکن بچنا زیادہ بہتر ہے
مراقی الفلاح میں ہے جب آدمی کے پاس کوئی ایسی چیز ہو جس
میں اللہ تعالیٰ کا نام مبارک یا قرآن پاک کی کوئی آیت لکھی ہو تو
اس کے لیے بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ ہے۔ علامہ طحطاوی نے

---

[1] غنیۃ المستملی — سنن الغسل — مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور — ص ۶۰

[2] مراقی الفلاح — فصل فی الاستنجاء — مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی — ص ۳۰

خاتمه ای لان نقشه محمد رسول الله[1] اھ قلت بل رواه الاربعة وابن حبان والحاکم وبعض اسانیده صحیحة ثم قال اعنی الطحطاوی قال الطیبی فیه دلیل علی وجوب تنحیة المستنجی اسم الله تعالٰی واسم رسوله والقرآن اھ وقال الابهری وکذا سائر الرسل وقال ابن حجر استفید منه انه یندب لمرید التبرز ان ینحی کل ما علیه معظم من اسم الله تعالٰی اونبی او ملك فان خالف کرہ لترك التعظیم اھ وھو الموافق لمذھبنا کما فی شرح المشکوٰة[2] وفی درمختار رقیة فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول الخلاء به والاحتراز افضل[3] والله تعالٰی اعلم۔

اس کے حاشیہ میں فرمایا کیونکہ امام ابوداؤد اور ترمذی رحمہما اللہ نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بیت الخلاء میں جاتے وقت انگوٹھی اتار لیتے کیونکہ اس میں "محمد رسول اللہ" منقش تھا اھ میں کہتا ہوں بلکہ اسے چاروں محدثین (امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام نسائی، امام ابن ماجہ رحمہم اللہ) ابن حبان اور حاکم نے روایت کیا ہے اور اس کی بعض سندیں صحیح ہیں۔ پھر امام طحطاوی نے فرمایا: طیبی نے کہا ہے کہ اس میں اس بات کی دلیل ہے کہ استنجا کرنے والا اللہ تعالٰی اور رسول اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے اسم گرامی نیز قرآن پاک کو الگ کرے اھ اور ابہری نے کہا اسی طرح باقی تمام رسولوں کے نام الگ کرے۔ ابن حجر عسقلانی فرماتے ہیں اس سے معلوم ہوا کہ قضائے حاجت کا ارادہ کرنے والے کے لیے مستحب ہے کہ ہر وہ چیز الگ کرے جس میں کوئی قابلِ تعظیم بات مثلاً اللہ تعالٰی، کسی نبی یا فرشتے کا نام ہو۔ اگر اس کے خلاف کرے گا تو ترکِ تعظیم کی وجہ سے مکروہ ہوگا اھ یہی بات ہمارے مذہب کے موافق ہے جیسا کہ شرح مشکوٰۃ میں ہے۔ درمختار میں ہے غلاف میں لپیٹے ہوئے تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء میں داخل ہونا مکروہ نہیں لیکن بچنا افضل ہے، اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۲: از پٹنہ مرسلہ ابوالمساکین مولوی ضیاء الدین صاحب ۱۹ ذی الحجہ ۱۳۲۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلہ میں کہ ہندوستان کے اکثر شہروں میں مثل لکھنؤ وپٹنہ وعظیم آباد اکثر لوگ بعد فراغت بول کلوخ سے استنجا نہیں کرتے بلکہ صرف پانی پر اکتفا کرتے ہیں تو آیا ان کا پائجامہ یا تہبند نجس ہوتا ہے یا نہیں اور ایسے شخص کی امامت میں کوئی خرابی لازم آتی ہے یا نہیں اور بعض آدمیوں کا بیان ہے کہ پانی لینے سے قطرہ رک جاتا ہے یہ صرف ان کا خیال ہی خیال ہے یا واقعی امر ہے؟ بینوا توجروا۔

الجواب

کلوخ وآب میں جمع افضل ہے کہ نفسِ سنت ہر ایک سے ادا ہوجاتی ہے سب سے اولٰی جمع ہے پھر تنہا آب

[1] و [2] حاشیۃ الطحطاوی علی مراقی الفلاح فصل فی الاستنجاء مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ص ۳۰

[3] درمختار حکم مس المصحف والکتب الشرعیة مجتبائی دہلی ۱/۳۴

پھر تنہا کلوخ صرف پانی پر قناعت سے کپڑا نجس نہیں ہوتا، نماز و امامت میں کوئی حرج نہیں والمسائل فی الحلیۃ و رد المحتار وغیرھما (مسائل حلیہ اور رد المحتار وغیرہ میں ہیں۔ ت) پانی خصوصًا سرد اکثر امزجہ میں بوجہ تکثیف فورِ انسداد قطرہ پر معین ہوتا ہے۔ حدیث میں خروجِ مذی پر غسلِ مذاکیر کے حکم کو علماء نے اسی حکمت پر محمول کیا ہے کما افادہ الامام الطحاوی فی شرح معانی الآثار (جیسا کہ امام طحاوی نے شرح معانی الآثار میں بتایا۔ ت) اور بحالِ برودتِ مثانہ نزولِ قطرہ کا اور مؤید ہوتا ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳ ۲ رجب مرجب ۱۳۲۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ہڈی سے استنجا کس وجہ سے ناجائز ہے اور یہ جو کہتے ہیں کہ وہ خوراک جن کی ہے اس کی اصل ہے یا نہیں اور اگر خوراک جنّ کی ہے تو اُن کے کفاروں کی ہے یا مسلمانوں کی بھی۔ بینوا توجروا۔

الجواب

قوم جن کے وفد جو بارگاہِ اقدس حضور پُر نور سید العالمین صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم میں حاضر ہوئے اور اپنے اور اپنے جانوروں کے لیے خوراک طلب کی اُن سے ارشاد ہوا:

لکم کل عظم ذکر اسم اللہ علیہ یقع فی ایدیکم اوفر ما یکون لحما وکل بعرۃ علف لدوابکم۔[1]

تمہارے لیے ہر ہڈی ہے جس پر اللہ عزوجل کا نام پاک لیا جائے یعنی حلال مذبوح جانور کی ہڈی ہو وہ تمہارے ہاتھ میں اس حال پر ہوگی جیسی اُس وقت تھی جب اُس پر گوشت پورا اور کامل تھا (یعنی گوشت چھڑائی ہوئی ہڈی تمہیں مع گوشت ملے گی) اور ہر مینگنی تمہارے چوپایوں کے لیے چارہ ہے۔ (م)

پھر انسانوں سے ارشاد فرمایا:

فلا تستنجوا بھما فانھما طعام اخوانکم۔[2]

ہڈی اور مینگنی سے استنجاء نہ کرو کہ وہ تمہارے بھائیوں کی خوراک ہے۔ (م)

رواہ مسلم فی صحیحہ عن ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

اسے امام مسلم رحمہ اللہ نے اپنی صحیح میں حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہے۔ اور اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

---

[1] الصحیح لمسلم باب الجہر بالقراءۃ الخ مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۱۸۴

[2] ایضًا

مسئلہ ۲۲۳: مسئولہ سید شاہ مہدی حسن میاں صاحب از سرکار مارہرہ شریف ۳ شعبان معظم ۱۳۲۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ رشید احمد گنگوہی کا ایک مرید کہتا ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں کوئی کراہت نہیں وہ حدیث سے ثابت ہے، اس باب میں جو حکم ہو حدیث و فقہ سے بیان فرمائیں واجرکم علی اللہ تعالٰی (تمہارے لیے اس کا اجر اللہ تعالٰی کے ذمہ کرم پر ہے۔ ت)

الجواب

اوّل کھڑے ہو کر پیشاب کرنے میں چار حرج ہیں:

اوّل: بدن اور کپڑوں پر چھینٹیں پڑنا جسم و لباس بلا ضرورت شرعیہ ناپاک کرنا اور یہ حرام ہے بحرالرائق میں بدائع سے ہے:

ما تنجیس الطاھر فحرام[1] ذکرہ فی بحث الماء المستعمل۔

پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے اسے مستعمل پانی کی بحث میں ذکر کیا ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے:

ما قال شارح المنیۃ فی الانجاس من ان التلوث بالنجاسۃ مکروہ فالظاھر حملہ علی ما اذا کان بلاعذر والوطء عذر[2]۔

شرح منیۃ المصلی میں انجاس کی بحث میں ہے کہ نجاست سے ملوث ہونا مکروہ ہے ظاہر یہ ہے کہ اسے غیر عذر کی صورت پر محمول کیا جائے گا اور وطی عذر ہے۔ (ت)

اُسی میں ہے:

افتی بعض الشافعیۃ بحرمۃ جماع من تنجس ذکرہ قبل غسلہ الا اذا کان بہ سلس فیحل کوطء المستحاضۃ مع الجریان۔ ویظھر انہ عندنا کذلک لما فیہ من التضمخ بالنجاسۃ بلاضرورۃ لامکان غسلہ بخلاف وطء المستحاضۃ ووطء السلس تأمل[3]۔

بعض شوافع نے فتوٰی دیا ہے کہ جس آدمی کا آلہ تناسل ناپاک ہو اس کے لیے اسے دھونے سے پہلے جماع کرنا حرام ہے مگر یہ کہ سلس البول کا مریض ہو تو جائز ہے جیسے مستحاضہ سے خون جاری ہونے کے باوجود جماع کرنا جائز ہے ظاہر یہ ہے کہ ہمارے نزدیک بھی اسی طرح ہے کیونکہ اس میں بلاضرورت نجاست سے ملوث ہونا ہے اس لیے کہ دھونا ممکن ہے بخلاف مستحاضہ اور سلس البول والے کی وطی کرنے کے۔ غور کرو۔ (ت)

---

[1] البحرالرائق کتاب الطہارۃ مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ۱/۹۳

[2] ردالمحتار مطلب الفرق بین الفرض العملی والقطعی والواجب مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۹۸

[3] ردالمحتار فی حکم وطء المستحاضۃ ومن بذکرہ نجاسۃ " " " ۱/۹۸

دوم: ان چھینٹوں کے باعث عذابِ قبر کا استحقاق اپنے سر لینا۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

تنزھوا من البول فان عامۃ عذاب القبر منہ۔[۱]

پیشاب سے بہت بچو کہ اکثر عذابِ قبر اسی سے ہے۔ (م)

رواہ الدارقطنی عن انس رضی اللہ تعالٰی عنہ بسند صالح وھو عند الحاکم بلفظ استنزھوا وقال صحیح علی شرطھما۔[۲]

اسے دارقطنی نے حضرت انس رضی اللہ تعالٰی عنہ سے بسند صحیح روایت کیا۔ حاکم لفظ "استنزھو" لائے ہیں اور فرمایا کہ یہ ان (بخاری ومسلم) کی شرط پر صحیح ہے۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے دو شخصوں پر عذابِ قبر ہوتے دیکھا، فرمایا:

کان احدھما لایستتر من بولہ وکان الاٰخر یمشی بالنمیمۃ۔[۳]

ان میں ایک تو اپنے پیشاب سے آڑ نہ کرتا تھا اور دوسرا چغلخوری کرتا۔ (م)

رواہ الستۃ عن ابن عباس رضی اللہ تعالٰی عنہما۔

اسے چھ محدثین (اصحاب صحاح ستہ) نے حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کیا ہے۔ (ت)

سوم: رہگزر پر ہو یا جہاں لوگ موجود ہوں تو باعثِ بے پردگی ہوگا بیٹھنے میں رانوں اور زانوؤں کی آدھی جانب کھڑے ہونے میں بالکل بے ستری اور یہ باعثِ لعنتِ الٰہی ہے۔ حدیث میں ہے:

لعن اللہ الناظر والمنظور الیہ۔[۴]

جو دیکھے اس پر بھی لعنت اور دکھائے اس پر بھی لعنت۔ (م)

ھکذا فی حفظی ولا یحضرنی الاٰن من خرجہ واللہ تعالٰی اعلم۔

میرے ذہن میں اسی طرح ہے لیکن اس وقت مجھے یاد نہیں کہ اس کی تخریج کس نے کی ہے۔ اللہ تعالٰی بہتر جانتا ہے۔ (ت)

چہارم: یہ نصارٰی سے تشبہ اور ان کی سنتِ مذمومہ میں اُن کا اتباع ہے آج کل جن کو یہاں یہ شوق جاگا ہے اس کی یہی علت اور یہ موجبِ عذاب وعقوبت ہے۔ اللہ عزوجل فرماتا ہے:

لا تتبعوا خطوٰت الشیطٰن۔[۵]

شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ (ت)

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من تشبہ بقوم فھو منھم۔[۶]

جو شخص جس قوم سے مشابہت اختیار کرے وہ انہی میں سے ہے۔ (ت)

[۱] الدارقطنی باب نجاسۃ البول مطبوعہ دار المحاسن للطباعۃ قاہرہ ۱/۱۲۷
[۲] نصب الرایۃ کتاب الطہارۃ حدیث ۴۳ المکتبۃ الاسلامیہ بیروت ۱/۱۲۸
[۳] ترمذی شریف باب التشدید فی البول " کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/۱۱
[۴] مشکوٰۃ شریف باب النظر الی المخطوبۃ " مجتبائی دہلی ص ۲۷۰
[۵] القرآن الکریم ۲/۱۶۸
[۶] مسند امام احمد بن حنبل حدیث ابن عمر " المکتب الاسلامی بیروت لبنان ۲/۵۰

اس حرکت سے نہی اور اس کے بے ادبی وجفا وخلاف سنّت مصطفی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ہونے میں احادیث صحیحہ متعدد وارد ہیں۔

حدیث اوّل: امام احمد وترمذی ونسائی وابن حبان صحیح میں اُمّ المؤمنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے راوی:

من حدثکم ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کان یبول قائما فلا تصدقوہ ما کان یبول الا قاعدا۔[1]

جو تم سے کہے کہ حضور اقدس اطہر صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کھڑے ہوکر پیشاب فرماتے اُسے سچا نہ جاننا حضور پیشاب نہ فرماتے تھے مگر بیٹھ کر۔ (م)

امام ترمذی فرماتے ہیں:

حدیث عائشۃ احسن شیئ فی ھذا الباب واصح۔[2]

جتنی حدیثیں اس مسئلہ میں آئیں ان سب سے یہ حدیث بہتر و صحیح تر ہے۔ (م)

یہی حدیث صحیح بروایت مستدرک حاکم میں ان لفظوں سے ہے:

ما بال قائما منذ انزل علیہ القرآن[3]

جب سے حضور اقدس صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم پر قرآن مجید اترا کبھی کھڑے ہوکر پیشاب نہ فرمایا۔ (م)

اقول: وبہ اندفع ما وقع للامامین الشہاب ابن حجر العسقلانی فی فتح الباری والبدر محمود العینی فی عمدۃ القاری عن حیث قالا والصواب عن حدیث عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا انہ مستند الی علمہا فیحمل علی ما وقع منہ فی البیوت واما فی غیر البیوت فلا تطلع ھی علیہ وقد حفظہ حذیفۃ رضی اللہ

اقول: اس سے وہ شُبہہ دُور ہوگیا جو دو امام الشہاب ابن حجر عسقلانی کو فتح الباری میں اور البدر محمود عینی کو عمدۃ القاری میں پیش آیا کہ انہوں نے فرمایا (الفاظ عینی کے ہیں) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث کا جواب یہ ہے کہ یہ ان کی معلومات سے منسوب ہے پس اسے اس صورت پر محمول کیا جائیگا جو آپ کے گھروں میں وقوع پذیر ہوئی۔ لیکن گھروں کے علاوہ پر ام المؤمنین مطلع نہیں ہوئیں اسے حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے

---

[1] جامع الترمذی شریف باب النہی عن البول قائما مطبوعہ کتب خانہ رشیدیہ دہلی ۱/۳
[2] ایضاً
[3] المستدرک للحاکم البول قائما وقاعدا مطبوعہ دار الفکر بیروت ۱/۱۸۱

تعالٰی عنہ وھو من کبار الصحابۃ اھ[1] و ذٰلک انہا رضی اللہ تعالٰی عنہا انما ولدت بعد نزول القراٰن بخمس سنین فکیف یحمل علی مارأت من فعلہ صلی اللہ علیہ وسلم فی البیوت و ماتقولہ عن توقیف وبہ یترجح ان حدیث حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ کان لعذر والاعذار مستثناۃ عقلا و شرعا ثم اذا ثبتت ھذہ سنتہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم مختبئا فی بیتہ الکریم تثبت دلالۃ فی الخارج فان خارج البیوت احوج الی الستر والتزام الادب قال العینی وایضا یمکن ان یکون قول عائشۃ رضی اللہ تعالٰی عنہا مابال قائما یعنی فی منزلہ ولا اطلاع لہا علی ما فی الخارج[2] اھ۔

یادرکھیں اور وہ جلیل القدر صحابہ کرام میں سے تھے اھ نیز ام المومنین نزول قرآن کے پانچ سال بعد پیدا ہوئیں تو کیسے اس پر محمول کیا جاسکتا ہے جو ام المومنین نے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل گھروں میں دیکھا آپ تو بتلانے سے بیان فرمارہی ہیں (یعنی یہ حدیث موقوف ہے) اس سے اس بات کو ترجیح حاصل ہوگئی کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت ایک عذر کی بنیاد پر ہے اور عذر عقلی اور شرعی طور پر مستثنٰی ہوتے ہیں۔ پھر جب آپ کی یہ سنت خانہ قدس کی خلوت میں ثابت ہوگئی تو بطور دلالت باہر بھی ثابت ہوگئی کیونکہ گھروں سے باہر ستر اور آداب کا خیال رکھنے کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے امام عینی فرماتے ہیں نیز ممکن ہے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے قول "آپ نے کھڑے ہوکر پیشاب نہیں فرمایا" سے مراد یہ ہو کہ آپ نے گھر میں کھڑے ہوکر پیشاب نہیں فرمایا آپ کو باہر کے بارے میں اطلاع نہیں تھی اھ (ت)

اقول ماھو الا الاول وقد علمت مردہ فلا ادری مامعنی قولہ وایضا۔

اقول: بات تو وہی پہلی ہے اور تمہیں اس کا رد معلوم ہوچکا ہے پس مجھے معلوم نہیں کہ ان کے قول "ایضاً" کا کیا مطلب ہے۔ (ت)

حدیث دوم: بزار اپنی مسند میں بسند صحیح بریدہ رضی اللہ عنہ سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

ثلاث من الجفاء ان یبول الرجل قائما او یمسح جبھتہ قبل ان یفرغ من صلاتہ

تین باتیں جفا و بے ادبی سے ہیں یہ کہ آدمی کھڑے ہوکر پیشاب کرے یا نماز میں پیشانی سے (مثلاً

---

[1] عمدۃ القاری باب البول قائماً وقاعداً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۲/۱۵۳
[2] " " " " " " "

او یمسح فی سجودہ[1]۔

مٹی یا پسینہ) پونچھے یا سجدہ کرتے وقت (زمین پر مثلاً غبار صاف کرنے کو) پھونکے۔ (م)

تیسیر میں ہے: رجالہ رجال الصحیح[2] (اس حدیث کے سب راوی ثقہ معتمد صحیح کے راوی ہیں۔ م)

عمدۃ القاری میں ہے: رواہ البزار بسند صحیح[3] (اسے بزار نے بسند صحیح روایت کیا۔ م)، قال وقال الترمذی حدیث بریدۃ فی ھذا غیر محفوظ وقول الترمذی یردّ[4] (اور کہا کہ امام ترمذی نے فرمایا: اس سلسلے میں حضرت بریدہ رضی اللہ عنہ کی روایت غیر محفوظ ہے۔ اور امام ترمذی کا قول اس کے ساتھ رَد کیا جاتا ہے۔ ت)

حدیث سوم: ترمذی[5] وابن ماجہ وبیہقی امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے راوی،

قال رآنی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ابول قائما فقال یا عمر لاتبل قائما فما بلت قائما بعد[6]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے مجھے کھڑے ہو کر پیشاب کرتے دیکھا تو فرمایا: "اے عمر! کھڑے ہو کر پیشاب نہ کرو۔" اس دن سے میں نے کبھی کھڑے ہو کر پیشاب نہ کیا۔ (م)

حدیث چہارم: ابن ماجہ[7] وبیہقی جابر رضی اللہ عنہ سے راوی،

نھی رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ان یبول الرجل قائما[8]۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے منع فرمایا۔ (م)

امام خاتم الحفاظ فرماتے ہیں: یہ حدیث حسن ہے۔ رہی حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ،

عہ[1] اقتصر فی عمدۃ القاری علی عزوہ للبیہقی وھو مما لاینبغی ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

عمدۃ القاری میں اس حدیث کو بیہقی کی طرف منسوب کرنے پر اقتصار کیا ہے حالانکہ ایسا کرنا مناسب نہیں۔ (ت)

عہ[2] کذا اقتصر ھھنا علی عزوہ للبیہقی ۱۲ منہ غفرلہ۔ (م)

اسی طرح یہاں بھی اس حدیث کو بیہقی کی طرف منسوب کرنے پر اقتصار کیا ہے۔ (ت)

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار، باب ماجاء عنہ فی الصلوٰۃ، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۶۶

[2] فیض القدیر شرح الجامع الصغیر، زیر حدیث مذکور، دار المعرفۃ بیروت ۳/۲۹۲

[3] و[4] عمدۃ القاری، باب البول قائما وقاعدا، الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۳۵

[5] جامع ترمذی، باب النہی عن البول قائما، کتب خانہ رشیدیہ امین کمپنی دہلی ۱/۳

[6] سنن ابن ماجہ، باب فی البول قائما وقاعدا، قدیمی کتب خانہ کراچی ص ۲۷

اتی النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سباطۃ قوم فبال قائما[1]۔ رواہ الشیخان۔

نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم ایک گھورے پر تشریف لے گئے اور وہاں کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا (رواہ الشیخان) (ت)

مگر علمائے اعلام نے اس سے بہت جواب دیے:

اوّل: یہ حدیث ام المومنین صدیقہ رضی اللہ تعالٰی عنہا سے منسوخ ہے۔ یہ امام ابو عوانہ نے اپنی صحیح اور ابن شاہین نے کتاب السنۃ میں اختیار کیا۔

وتعقبھما العسقلانی والعینی فقالا الصواب انہ غیر منسوخ[2] زاد العینی لان کلا من عائشۃ وحذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہما اخبر بما شاھدہ[3] اھ۔

امام عسقلانی اور عینی نے ان دونوں کا تعاقب کرتے ہوئے فرمایا: صحیح بات یہ ہے کہ یہ غیر منسوخ ہے کیونکہ حضرت عائشہ اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہما دونوں نے جو کچھ دیکھا اس کی خبر دی اھ (ت)

اقول معلوم ان حدیث حذیفۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ لیس فی آخر عمرہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد لازمتہ ام المؤمنین رضی اللہ تعالٰی عنہا واطلعت علی افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الی یوم لحق اللہ عزوجل وانما یؤخذ بالآخر فالآخر من افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فکون کل اخبر بما شاھد لا یمنع النسخ اذا علم ان احدی المشاھدتین متاخرۃ مستقرۃ والحاوی علی حکم النسخ ما صح من قولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم انہ من الجفاء[4]

اقول: یہ بات معلوم ہے کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی روایت نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے آخری دور کی نہیں جبکہ حضرت ام المومنین رضی اللہ تعالٰی عنہا نے آپ کو وصال تک دیکھا اور آپ کے افعال مبارکہ پر مطلع رہیں اور آخری عمل کو اپنایا جاتا ہے لہذا آپ کے بھی آخری فعل پر عمل ہوگا۔ بنا بریں ہر ایک کا اپنے مشاہدے کے مطابق خبر دینا نسخ کو منع نہیں کرتا جب ہمیں معلوم ہو جائے کہ دو مشاہدوں میں سے ایک متاخر بھی ہے اور جاری بھی اور حکم نسخ پر آپ کا وہ قول حاوی ہوگا جو صحیح طور پر ثابت ہے کہ یہ ظلم ہے اور نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم تمام

---

[1] جامع البخاری باب البول قائماً وقاعداً مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/۳۵
[2] عمدۃ القاری " " " " ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/۱۳۵
[3] " " " " " " " " " "

وقد کان صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم العدالۃ عنہ

لوگوں سے ہٹ کر اس سے پرہیز کرتے تھے (ت)

دوم وہ اس وقت زانوئے مبارک میں زخم تھا بیٹھ نہ سکتے تھے۔ یہ ابوہریرہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے مروی ہوا، حاکم و دارقطنی و بیہقی ان سے راوی،

ان النبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم بال قائما من جرح کان بمأبضہ[1] لکن ضعفہ ھذان وابن عساکر فی غرائب مالک وتبعہم الذھبی فقال منکر۔

نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے اس زخم کی وجہ سے جو زانو کے اندرونی طرف تھا کھڑے ہو کر پیشاب فرمایا۔ لیکن ان دونوں (دارقطنی اور بیہقی) اور ابن عساکر نے غرائب مالک میں اسے ضعیف قرار دیا اور ذہبی نے بھی ان کی اتباع کرتے ہوئے فرمایا یہ منکر ہے۔ (ت)

سوم وہاں نجاسات کے سبب بیٹھنے کی جگہ نہ تھی۔ امام عبدالعظیم زکی الدین منذری نے اس کی ترجیح کی۔

قال العینی قال المنذری لعلہ کانت فی السباطۃ نجاسات رطبۃ وھی رخوۃ فخشی ان یتطایر علیہ قال العینی قیل فیہ نظر لان القائم اجدر بھذہ الخشیۃ من القاعد وقال الطحاوی لکون ذلک سھلا ینحدر فیہ البول فلا یرتد علی البائل[3]

عینی نے کہا منذری کہتے ہیں شاید ڈھیر میں تر نجاستیں تھیں اور وہ نرم تھیں لہذا آپ کو ملوث ہونے کا ڈر ہوا۔ امام عینی فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ یہ بات محل نظر ہے کیونکہ کھڑا ہونے والا بیٹھنے والے کی نسبت اس ڈر کے زیادہ لائق ہے۔ امام طحاوی فرماتے ہیں زمین کے نرم ہونے کی وجہ سے پیشاب اس میں اتر جاتا ہے اور پیشاب کرنے والے کی طرف نہیں لوٹتا ہے۔ (ت)

اقول انما اتجہ ھذا علی المنذری لزیادتہ خشیۃ التطایر ولو قال کما قلت لسلم فقد تکون مجمع نجاسات رطبۃ لا یوجد معھا موضع جلوس ثم رأیت فی المرقاۃ قد قال السید جمال الدین قیل فعل ذلک لانہ لم یجد مکانا للقعود لامتلاء الموضع

اقول امام منذری اس تاویل کی طرف اس لیے متوجہ ہوئے کہ انہوں نے چھینٹے اڑ کر لگنے کا زیادہ ڈر محسوس کیا اور وہ ہمارے والی بات کہتے تو وہ اعتراض سے بچ جاتے کیونکہ جہاں تر نجاستیں جمع ہوں (ان) بعض اوقات بیٹھنے کی جگہ نہیں ہوتی پھر میں نے مرقاۃ میں دیکھا کہ صاحب مرقاۃ فرماتے ہیں سید جمال الدین نے فرمایا کہا گیا ہے

---

[1] المستدرک علی الصحیحین البول قائما وقاعدا مطبوعہ دار الفکر بیروت لبنان ۱/۸۲
السنن الکبرٰی للبیہقی باب البول قائما " دار صادر بیروت ۱/۱۰۱
[3] عمدۃ القاری باب البول قائما وقاعدا " ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/۱۳۶

بالنجاسة أو بهذا اما ذكرت وهو الصواب في الجواب

آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ تمام جگہ نجاست سے بھری ہونے کی وجہ سے آپ کو بیٹھنے کی جگہ نہ ملی اھ پس شبہ جو کچھ میں نے ذکر کیا اور جواب میں یہی بہتر ہے۔ (ت)

چہارم وہاں میں ڈھال ایسا تھا کہ بیٹھنے کا موقع نہ تھا اسے ابہری وغیرہ نے نقل کیا۔

قال الطيبي قال بعضهم لانه صلى الله عليه وسلم لم يجد مكانا للقعود لكون الطرف الذي يليه من السباطة عاليا مرتفعا[1] اه وقال القاري في المرقاة قال الابهري قيل كان ما يقابله من السباطة عاليا ومن خلفه منحدرا مستفلا لو جلس مستقبل السباطة سقط الى خلفه ولو جلس مستدبرا لها بدا عورته للناس[2] وقال بعد اسطر قيل فعل ذلك لانه ان استدبر السباطة تبدو العورة للمارة وان استقبلها خيف ان يقع على ظهره مع احتمال ارتداد البول اليه[3] اه۔

طیبی نے فرمایا بعض نے کہا ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیٹھنے کے لیے جگہ نہ پائی کیونکہ جس طرف آپ تھے اُدھر سے ڈھیر بلند تھا۔ حضرت ملا علی قاری رحمہ اللہ نے مرقات میں فرمایا ابہری فرماتے ہیں کہا گیا ہے کہ آپ کے سامنے کی طرف ڈھیر بلند تھا اور پچھلی جانب جُھکا ہوا پست تھا اگر آپ ڈھیر کی طرف منہ کرکے بیٹھتے تو پیچھے کی طرف گر پڑتے اور اُدھر پیٹھ کرکے بیٹھتے تو لوگوں کے سامنے ستر ننگا ہوتا اور چند سطروں کے بعد فرمایا کہا گیا ہے آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ اگر ڈھیر کی طرف پیٹھ کرتے تو گزرنے والوں کے سامنے ستر ننگا ہوتا اور اگر منہ اُدھر کرتے تو پیٹھ کے بل گرنے کا ڈر تھا اور اس کے ساتھ ساتھ آپ کی جانب پیشاب کے لوٹنے کا احتمال بھی تھا اھ (ت)

اقول اولاً فهذه الزيادة ما علمت ان الفقه ثم احد رواه۔

اقول اوّل ان تمام اضافوں سے معلوم ہوا کہ کھڑا ہونا زیادہ مناسب تھا۔

وثانيا لو كان ما يستقبله صلى الله تعالى عليه وسلم منها عاليا مرتفعا لم يكن ان يخشى لهذا لارتداد البول قطعا بل الصواب عكسه

دوم اگر اس جانب جدھر آپ کا چہرہ مبارک تھا بلند جگہ ہوتی تو پیشاب کے لوٹنے کی وجہ سے آپ قطعاً خوف نہ فرماتے بلکہ اس میں بہتر بات وہی ہے جو

---

[1] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۳۶۳

[2] عمدۃ القاری باب البول قائماً وقاعداً مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/ ۱۳۶

[3] مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۳۶۳

ما قال ابن حبان کما نقل عنه فی فتح الباری[1] انه صلی الله تعالٰی علیه وسلم لم یجد مکانا یصلح للقعود فقام لکون الطرف الذی یلیه من السباطة کان عالیا فامن ان یرتد الیه شیئ من بوله اه فجعل ما قام علیه عالیا وما یقابله منحدرا وجعله سبب الامن من ارتداد البول فانعکس الامر علی من نقل عنه الابهری فجعل ما قام علیه منحدرا وما یقابله عالیا وجعله سبب خوف السقوط فی القعود مع انه کذلك فی القیام الا نادرا۔

فان قلت هذا یرد علی ابن حبان ایضا اذ لا یظهر الفرق فی مثله بین القیام والقعود لان الصبب اذا کان بحیث لا یستقر علیه القاعد فکذا القائم۔

اقول بل قد تکون کهیئة مثلث له حرف دقیق یستقر علیه القائم اذا وضع علیه وسط قدمیه لاعتدال الثقل فی الجانبین بخلاف القاعد فانه لا مستقر علیه الا لقدمیه وساقیه وثقل سائر جسمه لا حامل له۔

ابن حبان سے کہی ہے جیسا کہ فتح الباری میں ان سے نقل کیا گیا کہ نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم نے بیٹھنے کے لیے مناسب جگہ نہ پائی تو کھڑے ہوئے کیونکہ سامنے سے ڈھیر بلند تھا پس آپ پیشاب لوٹنے کے خطرہ سے بے خوف ہوگئے اھ پس انہوں نے کھڑے ہونے کی جگہ کو بلند قرار دیا اور سامنے کی جگہ کو پست قرار دیا اور اسے پیشاب کے لوٹنے سے امن کا باعث خیال کیا تو معاملہ اس شخص کے خلاف ہوگیا جس سے ابہری نے نقل کیا کیونکہ اس نے کھڑے ہونے کی جگہ کو پست اور مقابل کی جگہ کو بلند قرار دیا اور اسے بیٹھنے کی صورت میں گرنے کے ڈر کا باعث قرار دیا حالانکہ کھڑے ہونے کی صورت میں بھی اسی طرح ہوتا ہے۔

اگر تم کہو کہ یہ اعتراض ابن حبان پر بھی ہوتا ہے کیونکہ ایسی صورت میں کھڑے ہونے اور بیٹھنے میں فرق ظاہر نہیں ہوتا کیونکہ جب نشیبی جگہ ایسی صورت میں ہو کہ وہاں بیٹھنے والا نہ ٹھہر سکے تو کھڑا ہونے والا بھی اسی طرح ہوگا۔

اقول (میں کہتا ہوں) ہاں کبھی وہ تکونی شکل میں ہوتی ہے اس کے کنارے باریک ہوتے ہیں اگر کھڑا ہونے والا اس پر قدم کا درمیانہ حصہ رکھے تو وہ ٹھہر سکتا ہے کیونکہ دونوں طرف بوجھ برابر ہوتا ہے بخلاف بیٹھنے والے کے، کیونکہ اس کے لیے تو صرف پاؤں اور پنڈلیوں کے ٹھہرنے کی جگہ ہے جبکہ باقی جسم کے بوجھ کو اٹھانے والی کوئی چیز نہیں ت

---

[1] فتح الباری باب البول عند سباطۃ قوم مطبعہ مصطفی البابی مصر ۱/ ۳۲۳

پنجم: اُس وقت پشتِ مبارک میں درد تھا اور عرب کے نزدیک یہ فعل اس سے استشفاء ہے۔ یہ جواب امام شافعی و امام احمد رضی اللہ تعالٰی عنہما کا ہے۔ چالیس طبیبوں کا اتفاق ہے کہ حمام میں ایسا کرنا ستّر مرض کی دوا ہے۔

ذکرہ القاری عن زین العرب عن حجة الاسلام قال العینی قال الشافعی لما سأله حفص الفرد عن الفائدة فی بوله قائما العرب تستشفی لوجع الصلب بالبول قائما فنری انه کان به اذ ذاک[۱] اھ وفی فتح الباری عن الشافعی واحمد فذکر نحوه قال العینی قلت یوضح ذلک حدیث ابی ھریرة رضی الله تعالٰی عنه المذکور آنفا[۲]۔

ملا علی قاری نے زین العرب سے انہوں نے حجۃ الاسلام سے یہ ذکر کیا۔ امام عینی فرماتے ہیں امام شافعی سے جب حفص فرد نے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا فائدہ پوچھا تو انہوں نے جواب فرمایا عربی لوگ کھڑے ہو کر پیشاب کرنے سے پیٹھ کے درد کا علاج کرتے ہیں پس ہمارا خیال ہے کہ حضور علیہ السلام کو اس وقت یہی تکلیف تھی اھ اور فتح الباری میں امام شافعی اور امام احمد رحمہما اللہ سے اسی طرح مذکور ہے۔ امام عینی فرماتے ہیں میں کہتا ہوں ابھی گزرنے والی حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی روایت اس کی وضاحت کرتی ہے اھ (ت)

اقول لاادری ما ھذا فای فعل شیئ للاستشفاء من مرض قصدا غیر مضطر الیه من فعله مع عدم الاحتیاج لاجل الاضطرار۔

اقول میں نہیں جانتا کہ یہ کیا ہے؟ کسی عمل کو کسی مجبوری کے بغیر قصداً بیماری سے شفا کے لیے اختیار کرنا اس کے مقابلے میں کیا حیثیت رکھتا ہے کہ آپ نے اضطرار کے باوجود اسے اختیار کیا۔ (ت)

ششم: وزعم المازری فی کتاب المعلم فعل ذلک لانھا حالة یؤمن فیها خروج الحدث من السبیل الآخر علاف القعود ومنه قول عمر رضی الله تعالٰی عنه البول قائما احصن للدبر[۳] اھ نقله فی العمدة زاد العسقلانی فعل ذلک لکونه قریب

ششم: مازری نے کتاب المعلم میں یہ خیال ظاہر کیا کہ آپ کا یہ عمل اس لیے تھا کہ اس صورت میں دوسرے راستے سے حدث (ہوا وغیرہ) نکلنے کا خوف نہیں ہوتا بخلاف بیٹھنے کے۔ اسی سلسلے میں حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا قول بھی ہے کہ کھڑے ہو کر پیشاب کرنا دُبر کو محفوظ رکھتا ہے اھ اسے العمدۃ میں نقل کیا۔ امام عسقلانی

---

[۱] و [۲] و [۳] عمدۃ القاری باب البول قائما وقاعدا مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریۃ بیروت ۳/۱۳۶

من الدیار[1] اھ

نے اسا ذکر کیا کہ آپ نے یہ اس لیے کیا کہ آپ گھروں کے زیادہ قریب تھے اھ (ت)

اقول وانا استبشع مثل ھذہ التعلیلات فی افعالہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم وقد عصمہ اللہ تعالٰی من کل ما یستھجن

اقول نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے افعال مبارکہ کی ایسی توجیہات کو میں نہایت بدذوقی سمجھتا ہوں اللہ تعالٰی نے آپ کو ہر اس چیز سے محفوظ فرمایا جسے قبیح سمجھا جاتا ہے (ت)

ہفتم قال العینی تکلموا فی سبب بولہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم قائما فقال القاضی عیاض انما فعل لشغلہ بامور المسلمین فلعلہ طال علیہ المجلس حتی حصرہ البول ولم یمکن التباعد کعادتہ واراد السباطۃ لدمثھا واقام حذیفۃ لیسترہ عن الناس[2] اھ

ہفتم: (محدثین نے) نبی اکرم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کے بارے میں گفتگو کی ہے قاضی عیاض رحمہ اللہ نے فرمایا آپ نے ایسا اس لیے کیا کہ آپ مسلمانوں کے کاموں میں مشغول تھے اور ممکن ہے مجلس طویل ہو گئی حتی کہ پیشاب نے آپ کو روک دیا اور عادت کے مطابق آپ کے لیے دور جانا ممکن نہ رہا اور آپ نے (کوڑے کرکٹ کے ڈھیر) [illegible] اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کو کھڑا کیا تاکہ لوگوں سے پردہ ہو اھ (ت)

اقول ای مساس لھذا بالسببیۃ للبول قائما انما ھو وجہ لترکہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم الابعاد المعتاد لہ وفی ھذا ذکرہ فی فتح الباری فھذا یحتاج فی تسدیدہ الی ان یضم الیہ ما ذکر الرازی والا بطل کما یحتاج ما ذکر المارزی فی تائیدہ الی ان یضم الیہ ھذا کما فعل ابن حجر والاصنف۔

اقول: یہ بات کھڑے ہو کر پیشاب کرنے کا سبب کیسے بن گئی یہ تو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے عادت کے مطابق دور جانے کو چھوڑنے کی وجہ ہے۔ انہوں نے فتح الباری میں ذکر کیا ہے پس یہ بنی مضبوطی کے لیے اس بات کا محتاج ہے کہ جو کچھ مارزی نے ذکر کیا ہے بھی اس کے ساتھ ملایا جائے ورنہ یہ باطل ہو جائیگا جیسا کہ مارزی کا ذکر کردہ قول اپنی تائید کیلیے اس کے ملانے کا محتاج ہے جیسا کہ ابن حجر نے کیا ورنہ وہ کمزور رہ جائے گا۔ (ت)

---

[1] فتح الباری باب البول عند سباطۃ قوم مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۳۴۳

[2] عمدۃ القاری باب البول قائما وقاعدا ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/۱۳۶

ہشتم قال ابو القاسم عبد الله بن احمد بن محمود البلخی فی کتابه المسمی بقبول الاخبار ومعرفة الرجال حدیث حذیفة هذا حدیث فاحش منکر لا نراه الا من قبل بعض الزنادقة قال الامام العینی بعد نقله هذا الکلام سوء لا یساوی سماعه وهو فی غایة الصحة اهـ[1] وقد قال القاری عقب ذکر حدیث الحذیفة وانه متفق علیه قال الشیخ لو صح هذا الحدیث لکان فیه غنی عن جمیع ما تقدم لکن ضعفه الدارقطنی والبیهقی والاظهر انه فعل ذلک لبیان الجواز نقله الابهری اهـ[2]

ہشتم ابو القاسم عبد اللہ بن احمد بن محمود بلخی نے اپنی کتاب مسمّٰی "قبول الاخبار و معرفۃ الرجال" میں فرمایا کہ حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ کی یہ روایت قبیح منکر ہے یہ بعض زندیق بیان کرتے ہیں امام عینی اسے نقل کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ بُرا کلام ہے اسے سننا صحیح نہیں جبکہ حدیث بالکل صحیح ہے اھ حضرت ملا علی قاری روایت حذیفہ ذکر کرنے کے بعد فرماتے ہیں یہ متفق علیہ ہے۔ شیخ فرماتے ہیں اگر یہ حدیث صحیح ثابت ہو تو اس میں پہلے بیان سے بے نیازی ہوگی۔ لیکن دارقطنی اور بیہقی نے اسے ضعیف قرار دیا ہے۔ زیادہ ظاہر یہ ہے کہ آپ نے بیان جواز کے لیے ایسا کیا، اسے ابہری نے نقل کیا اھ (ت)

اقول الشیخ هو الامام ابن حجر العسقلانی وانما قال هذا فی حدیث ابی هریرة السابق فلا ادری ممن وقع هذا التخبیط من الابهری او من القاری۔

اقول شیخ سے مراد امام ابن حجر عسقلانی ہیں اور انہوں نے یہ بات حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ کی گزشتہ حدیث کے بارے میں کہی ہے، پس میں نہیں جانتا کہ یہ گڑبڑ کس سے واقع ہوئی، ابہری سے یا ملا علی قاری سے۔ (ت)

اقول وباللہ التوفیق (میں اللہ تعالٰی کی توفیق سے کہتا ہوں) نبی صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم سے ایک بار یہ فعل وارد ہوا اور صحیح حدیث سے ثابت کہ روز نزول قرآن کریم سے آخر عمر اقدس تک عادت کریمہ ہمیشہ بیٹھ ہی کر پیشاب فرمانے کی تھی اور صحیح حدیث سے ثابت ہوا کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کھڑے ہوکر پیشاب کرنے کو جفا و بے ادبی فرمایا اور متعدد احادیث میں اس سے نہی وممانعت آئی تو واجب کہ ممنوع ہو اور انہیں احادیث کو اُن پر ترجیح بوجوہ ہو،

اوّلاً وہ ایک بار کا واقعہ حال ہے کہ صدہا احتمال ہے۔

۱؎ عمدۃ القاری باب البول قائما وقاعدا مطبوعہ ادارۃ الطباعۃ المنیریہ بیروت ۳/ ۱۳۶

۲؎ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ باب آداب الخلاء فصل ثانی مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان ۱/ ۳۶۳

ثانیاً حصر و قول میں بسبب تعارض ہو قول واجب العمل ہے کہ فعل احتمال خصوص وغیرہ رکھتا ہے۔

ثالثاً مبیح و حاظر جب متعارض ہوں حاظر مقدم ہے۔

ثم اقول (پھر میں کہتا ہوں۔ ت) نفس حدیث حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ ان مقلدانِ نصرانیت پر رَد ہے وہاں کافی بلندی تھی اور نیچے ڈھال اور زمین گھورے کے سبب نرم کہ کسی طرح چھینٹ آنے کا احتمال نہ تھا سامنے دیوار تھی اور گھورا، قبلہ دیوار میں تھا نہ کہ گزرگاہ پس پشت حذیفہ رضی اللہ تعالٰی عنہ کو کھڑا کر لیا تھا، اس طرف کا بھی پردہ فرمایا اس حالت میں پُشتِ اقدس پر بھی نظر پڑنا پسند نہ آیا ان احتیاطوں کے ساتھ تمام عمر مبارک میں ایک بار ایسا منقول ہُوا، کیا یہ نئی روشنی کے مدعی ایسی ہی صورت کے قائل ہیں سبحان اللہ کہاں یہ اور کہاں ان بے ادبوں کے نامہذب افعال اور ان پر معاذ اللہ حدیث سے استدلال ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم ؎

کارِ پاکاں را قیاس از خود مگیر

(پاک لوگوں کے کام کو اپنے اوپر قیاس نہ کرو)

؎ او گمان بردہ کہ من کردم چو او
فرق را کے بیند آں استیزہ جو

(اس نے گمان کیا کہ میں نے اس جیسا عمل کیا وہ بُرائی ڈھونڈنے والا فرق کب دیکھ سکتا ہے)

واللہ سبحٰنہ وتعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۵ از ضلع منصور پور متصل ڈاکخانہ قصبہ شیش گڑھ تحصیل بہیڑی ضلع بریلی مرسلہ محمد شاہ خان ۱۰ محرم ۱۳۳۱ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک لوٹا پانی سے استنجا و وضو درست ہے یا نہیں۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر یہ مطلب ہے کہ استنجا کے بچے ہوئے پانی سے وضو کیا جائے یا نہیں، تو جواب یہ ہے کہ حرج نہیں اور اگر یہ مطلب ہے کہ اتنے تھوڑے پانی میں استنجا و وضو دونوں کر لینا تو جواب یہ ہے کہ استنجا میں تطہیر تو اتنا دھونا کہ بدن پر سے چکنائی جاتی رہے اور وضو میں بن مُوسے ٹھوڑی کے نیچے اور ایک کان سے دوسرے کان تک سارے منہ اور ناخنوں سے کہنیوں کے اوپر تک دونوں ہاتھ اور گٹوں تک دونوں پاؤں ایک ایک بار دھونا فرض ہے اور تین تین بار سنّت یوں کہ تنے جسم کے ایک ایک ذرہ پر پانی بہتا ہو اگر ننھے اگر کوئی ذرہ پانی بہنے سے رہ جائے گا اگرچہ بھیگا ہاتھ اُس پر گزر جائے تو وضو نہ ہوگا نماز نہ ہوگی اور اگر تین بار کامل ہر ہر ذرہ پر نہ بہا تو سُنّت ادا نہ ہوگی اور ابتدائے وضو میں تین بار کلائیوں تک ہاتھ دھونا تین بار سارا دہن حلق کی جڑ تک دھونا تین بار ساری ناک میں اوپر تک پانی چڑھانا

سنت ہے اور ایک چلّو پانی مسح سر کو چاہئے۔ یہ سب باتیں بلا افراط و تفریط جتنے پانی میں ادا ہو جائیں اسی قدر درکار ہے
لوٹے دو لوٹے کی کوئی تخصیص نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶ ازضلع ناگپور ڈاکخانہ محمد یا بازار حافظ محمد اکبر بروز شنبہ ۲۲ رجب ۱۳۳۴ھ

چہ میفرمایند علمائے دین متین رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم دریں مسئلہ کہ بیعت کردن یعنی مرید شدن
بدست اشرفعلی دیوبندی بر کلاغذات جائز ست یا نہ۔ اور ان کے رسالوں پر علانیہ عمل کریں یا استنجا کر کے پھینک
ڈالیں بقول فقہاء کے یجوز الاستنجاء باوراق المنطق (منطق کے مکتوب اوراق سے استنجا جائز ہے۔)
اور یہ رسالے منطق سے بھی زیادہ خراب ہیں۔ بیّنوا توجروا۔

الجواب

اشرفعلی کے ہاتھ پر بیعت حرام قطعی ہے بالمشافہ ہو خواہ بذریعہ تحریر کہ بیعت درکنار علمائے حرمین طیبین نے بالاتفاق
تحریر فرمایا ہے:

من شك فی عذابه وکفره فقد کفر۔ جو اس کے اقوال پر مطلع ہو کر اس کے کفر میں شک
کرے وہ خود کافر۔

اشرفعلی اور تمام دیوبندی عقیدے والوں کی کتابیں کتب منطق بلکہ ہندو کی پوتھیوں سے بدتر ہیں کہ انھیں دیکھ کر مسلمان
کے بہکنے کی اتنی توقع نہیں جو ان کتابوں سے ہے ان کا دیکھنا بیشک حرام ہے مگر وہ کہ ان کے ورقوں سے استنجا
کیا جائے یہ زیادتی ہے اور بعض فقہا کا وہ لکھ دینا مقبول نہیں حروف کی تعظیم لازم ہے اگرچہ کتابیں ہوں ان کی کتابوں میں قال اللہ
وقال الرسول بھی ہے جس سے وہ عوام کو دھوکا دیتے ہیں ایک امام کا بعض نوجوانوں پر گزر ہوا جنھوں نے نشانہ
پر ابوجہل کا نام لکھ کر لگایا اور اس پر تیراندازی کر رہے تھے امام نے انھیں منع فرمایا جب اُدھر سے واپس تشریف
لائے ملاحظہ فرمایا کہ انھوں نے نام ابوجہل کے حروف متفرق کر دیے اب ان پر تیر لگا رہے ہیں فرمایا میں نے تمہیں
نام ابوجہل کی تعظیم کو نہ کہا تھا بلکہ حروف کی تعظیم کو۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۲۷ و ۲۲۸ مسئولہ معرفت آدم جی سیٹھ مقیم بر در دولت اعلیٰحضرت قبلہ۔
سہ شنبہ یکم شعبان ۱۳۳۴ھ

(۱) عورت بعد پیشاب کلوخ لے یا صرف پانی سے استنجا کرے۔

(۲) بعد پیشاب حالت کلوخ میں سلام کرنا یا سلام کا جواب یا کلوخ کرتے ہوئے کو سلام کرنا کیسا ہے؟

الجواب

(۱) دونوں کا جمع کرنا افضل ہے اور اس کے حق میں کلوخ سے کپڑا بہتر ہے۔

(۲) نہ اُس پر سلام کیا جائے نہ وہ سلام کرے اور نہ جواب دے واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۹ ازمقام بیرٹا بھوتی بسوتوہ ملک افریقہ مرسلہ حاجی اسمٰعیل میاں صاحب حنفی قادری ابن امیر میاں ۲۳ صفر ۱۳۳۲ھ

مسلمان کو کھڑے ہوکر پیشاب کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے بلند مکان پر جائز ہے۔

الجواب

کھڑے ہوکر پیشاب کرنا مکروہ اور سنّتِ نصارٰی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم فرماتے ہیں:

من الجفاء ان یبول الرجل قائما[1] بے ادبی و بد تہذیبی ہے یہ کہ آدمی کھڑے ہوکر پیشاب کرے۔ رواہ البزار بسند صحیح عن بریدۃ رضی اللہ تعالٰی عنہ (اسے بزار نے بسند صحیح حضرت بریدہ رضی اللہ تعالٰی عنہ سے روایت کیا ہے۔ ت) اس کی پوری تحقیق مع ازالہ اوہام ہمارے فتاوٰی میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

سوال دوم بعد فراغت جائے ضرور کے کاغذ سے استنجا پاک کرنا جائز ہے یا نہیں۔ زید کہتا ہے ریل گاڑی میں درست ہے۔

الجواب

کاغذ سے استنجا کرنا مکروہ و ممنوع و سنّت نصارٰی ہے کاغذ کی تعظیم کا حکم ہے اگرچہ سادہ ہو، اور لکھا ہوا ہو تو بدرجہ اولٰی۔ درمختار میں ہے کرہ تحریما بشیئ محترم[2] (کسی قابلِ احترام چیز کے ساتھ (استنجا) مکروہ تحریمی ہے۔ ت) ردالمحتار میں ہے:

یدخل فیه الورق قال فی السراج قیل انه ورق الکتابة وقیل ورق الشجر وایهما کان فانه مکروه اھ واقره فی البحر وغیره والعلة فی ورق الشجر کونه علفا للدواب او نعومته فیکون ملوثا غیر مزیل وکذا ورق الکتابة لصقالته وتقومه وله احترام ایضا لکونه اٰلة لکتابة العلم ولذا علله فی التاترخانیة بان

اس میں کاغذ بھی داخل ہے سراج میں فرمایا کہا گیا ہے کہ وہ کتابت کا ورق (کاغذ) ہے اور یہ بھی کہا گیا ہے کہ اس سے درخت کا ورق (پتّا) مراد ہے جو بھی ہو مکروہ ہے اھ بحرالرائق وغیرہ میں بھی اسے برقرار رکھا گیا ہے درخت کے پتّے (مکروہ ہونے کی) علت اس کا جانوروں کے لیے چارہ ہونا یا اس کی نرمی ہے پس یہ ملوث کرنے والا ہے (نجاست کو) دُور کرنیوالا

---

[1] کشف الاستار عن زوائد البزار باب ما نہی عنہ فی الصلوٰۃ حدیث ۵۴۳ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت ۱/۲۶۶

[2] درمختار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۵۶

تعظیمہ من ادب الدین وفقد واعندنا ان للحروف حرمۃ ولو مقطعۃ وذکر بعض القراء ان حروف الھجاء قرآن انزلت علی ھود علیہ الصلوٰۃ والسلام[1]۔

نہیں اسی طرح کاغذ صاف اور قیمتی ہونے کی وجہ سے مکروہ تحریمی ہے، نیز وہ قابلِ احترام ہے کیونکہ وہ کتابت علم کا آلہ ہے اسی لیے تتارخانیہ میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم آدابِ دین سے ہے

(فقہائے کرام نے نقل کیا ہے کہ ہمارے نزدیک حروف کی حرمت ہے اگرچہ کٹے ہوئے ہوں بعض قراء نے فرمایا کہ حروفِ تہجی بھی قرآن ہیں جو حضرت ہُود علیہ السلام پر نازل ہوئے۔ (ت)

اور ریل کا عذر صرف زید ہی کو لاحق ہوتا ہے اور مسلمانوں کو کیوں نہیں ہوتا، کیا ڈھیلے یا پرانا کپڑا نہیں رکھ سکتے، ہاں سنتِ نصارٰی کا اتباع منظور ہو تو قلب کا مرض ہے دوا چاہئے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۱: از قصبہ واساوا ضلع کاٹھیاواڑ مرسلہ سید احمد صاحب پیش امام ۲۳ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

ایک شخص نے بعد پیشاب کلوخ لیا اور استنجا کرنا بھول گیا بعد اس کے نماز ادا کرلی یا ادائیگی نماز یا بعد نماز یاد آیا کہ میں استنجا بھول گیا نماز ہوگئی یا اعادہ کرنا چاہئے۔

الجواب

اگر پیشاب روپے بھر سے زیادہ جگہ میں نہ پھیلا تھا تو صرف ڈھیلا طہارت کے لیے کافی ہے نماز ہوگئی اور اگر روپے بھر سے زائد جگہ میں پھیل گیا تھا تو ڈھیلے سے طہارت نہیں ہوسکتی پانی سے دھونا فرض ہے اگر نماز میں یاد آئے فوراً جدا ہوجائے اور استنجا کرے اور مستحب یہ ہے کہ اس کے بعد وضو بھی پھر کرے اور نماز پھر پڑھے اور اگر نماز کے بعد یاد آیا تو اب استنجا کرکے دوبارہ پڑھے، واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۲: از موضع چترا ڈاکخانہ باسی ضلع پورنیہ مرسلہ حکیم الدین ۲۵ ربیع الاول ۱۳۳۶ھ

پیشاب کرکے اسی جلسہ میں بغیر کلوخ کے استنجا کرنا صرف پانی سے درست ہے یا نہیں؟ یا کلوخ سے لینا شرط ہے۔ بعض علماء فرماتے ہیں کہ رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم بغیر کلوخ کے صرف پانی سے استنجا اسی جلسہ میں کرتے تھے ہم لوگوں کے واسطے کیوں ناجائز ہوگا؟

الجواب

ناجائز نہیں ہے صرف افضل ہے کہ ڈھیلے کے بعد پانی ہو اور بغیر ڈھیلے کے اسی جلسہ میں ہو تو اقویا کے لیے جن کو قطرہ آنے کا اندیشہ نہ ہو یا جن کو قطرہ حرارت سے آتا اور پانی سے بند ہوجاتا ہو ان کے لیے کوئی حرج نہیں ورنہ

---

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۲۴

ناجائز ہے کہ استبراء واجب ہے یعنی وہ فعل کرنا کہ اطمینان ہو جائے کہ اب قطرہ نہ آئے گا۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۳: از کاٹھیاوار گونڈل مرسلہ سیٹھ عبدالستار صاحب قادری برکاتی رضوی ۹ جمادی الاولٰی ۱۳۳۶ھ

یہاں مسجد جامع میں پیشاب خانے اس طرح بنے ہوئے ہیں کہ استنجے کے وقت آدمی کا رُخ مشرق اور پُشت مغرب کی طرف ہوتی ہے یہ کیسا ہے باوجود چند علما کے منع کرنے کے بھی اہل محلہ بے پروائی کرکے ایسے پیشاب خانے بدلنے کی کوشش نہیں کرتے ان کے حق میں کیا حکم ہے، نیز اس شخص کے لیے جو عمداً ان پیشاب خانوں میں مشرق کی طرف منہ اور مغرب کی طرف پشت کرکے پیشاب وغیرہ کرتا ہو اس کی امامت جائز ہے یا نہیں؟

الجواب

پیشاب کے وقت منہ قبلہ کو ہونا جائز ہے نہ پشت، جو لوگ ایسا کریں خطاکار ہیں متعینین مسجد یا اہل محلہ پر واجب ہے کہ ان کا رُخ جنوباً شمالاً کریں اور جب تک ایسا نہ ہو پیشاب کرنے والوں پر لازم ہے کہ رُخ بدل کر بیٹھیں ممکن ہے کہ جو لوگ واقف ہوں وہ ایسا ہی کرتے ہوں مسلمان پر نیک گمان چاہئے صرف اتنی وجہ سے اُن کی امامت ناجائز نہیں کہی جاسکتی واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۴: مسئولہ شاہ محمد از دارالعلوم منظر اسلام

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

زید در وقت خشک کردن استنجا بر عمرو سلام علیک گفت آیا عمرو کہ استنجا خشک میکند جواب سلام زید را بدہد یا نہ و اگر دہد چہ گناہ ست و اگر گناہ ست دلیل چیست۔

زید نے استنجا خشک کرتے وقت عمرو کو سلام کیا، کیا عمرو، جو استنجا خشک کر رہا ہے زید کے سلام کا جواب دے یا نہ؟ اگر دے تو کیا گناہ ہے۔ اور اگر گناہ ہے تو اس کی دلیل کیا ہے؟ (ت)

الجواب

او ہمچناں ست کہ بہ کسے ہنگام پیشاب کردن سلام کنی کہ خشک کردن نیز ہمگر بسبب بقائے قطرات بول واللہ تعالٰی اعلم۔

وہ ایسے ہی ہے جیسے کہ تم کسی کو پیشاب کرتے وقت سلام کہو کیونکہ خشک کرنا اسی وقت ہوتا ہے جب پیشاب کے قطرے باقی ہوں۔ (ت)

مسئلہ ۲۲۵: از چوہر کوٹ بارکھان ملک بلوچستان مرسلہ قادر بخش صاحب ۱۴ ربیع الاول شریف ۱۳۳۷ھ

چہ می فرمایند علمائے دین دریں مسئلہ کہ شخصے را عادت

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کی

است کہ چوں ذکر وی سپید بر سر آں بول برآید وقتی لیستد روان نمی گردد واگر نمی جنبد بر سر آں بول نمودار نشود آیا دریں صورت وضواش شکستہ شود یا نہ اگر دریں حالت وضو بشکند آیا صاحب عذر شود یا نہ یا حکم است کہ او نہ جنبد و نہ وسواس کند ہرگاہ کہ بول آید وضو بکند ہرچہ حکم فرمایند اگر ایں عادت بود او وضو نمی کرد نماز می خواندہ است آیا جملہ نماز باز گرداند یا معاف ست بباعث حرج بسیار از ایں سوال بے ادبی معاف فرمایند۔

عادت ہے جب اس کا آلۂ تناسل حرکت میں آتا ہے تو پیشاب اس کے (آلۂ تناسل) کے سر کے اوپر آکر ٹھہر جاتا ہے جاری نہیں ہوتا، اور اگر حرکت کرے تو اس کے اوپر پیشاب ظاہر نہیں ہوتا کیا اس صورت میں اس کا وضو ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں، اگر اس حالت میں وضو ٹوٹ جائے تو کیا وہ معذور شمار ہوگا یا نہ؟ یا اسے نہ ہلنے والے کا حکم دیا جائے اور کسی قسم کا وسوسہ نہ کرے جب پیشاب نکلے تو وضو کرے جو کچھ مناسب فرمائیں۔ اور اگر اس کی یہ عادت تھی اور وہ وضو کیے بغیر نمازیں پڑھتا رہا تو کیا تمام نمازیں لوٹائے یا زیادہ حرج کے باعث معاف ہے۔ سوال کرنے پر بے ادبی سے معاف فرمائیں۔ (ت)

الجواب

ہرگز تا آنکہ بول بر سر عضو برنیاید وضو نرود نماز ہا کہ ایں چناں گزاردہ درست ست بے تعلل سست فشردن عضو پس از بول سنت بیش نیست اگر میداند کہ ہر بار کہ می فشرد چیزے برمی آید و منقطع نمی شود و اگر نفشرد برنیاید آنگاہ او را فشردن بکار نیست ہمچناں وضو کردہ نماز گزارد و وسوسہ را بدل راہ ندہد واللہ تعالیٰ اعلم۔

پیشاب جب تک عضو کے کنارے پر نہ آئے وضو قائم ہے جو نمازیں اس حال میں پڑھی ہیں ان میں کوئی خرابی نہیں۔ پیشاب کے بعد عضو کو جھاڑنا صرف سنت ہے اس سے زیادہ (فرض یا واجب) نہیں، اگر سمجھتا ہو کہ جب بھی جھاڑے گا کچھ نہ کچھ باہر آئے گا اور پیشاب ختم نہیں ہوگا اور اگر نہیں جھاڑے گا تو نہیں آئے گا تو اس صورت میں جھاڑنے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح وضو کرکے نماز پڑھ لے، دل میں کسی قسم کے وسوسہ کو جگہ نہ دے واللہ تعالیٰ اعلم (ت)

مسئلہ ۲۳۶: از شہر بریلی دارالعلوم منظر اسلام مسئولہ مولوی حشمت علی صاحب طالب علم دارالعلوم مذکور ۹ ربیع الآخر ۱۳۳۰ھ۔

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ ایک مسجد کا صحن اس طرح پر ہے کہ نصف حوض کے داہنے بائیں صحنِ مسجد ہے اور نصف کے اردگرد صرف زمین مقام الف میں اس کے سیڑھیاں ہیں زید کو مرض ہے کہ اگر ڈھیلے سے کرکے فوراً علی الاتصال پانی سے استنجا پاک کرے تو قطرہ آجاتا ہے اب وہ استنجا کرتا ہوا آیا ہے پانی حوض

میں بہت نیچا ہو گیا ہے اور ادھر اُدھر دونوں میں وضو کا بچا ہوا پانی رکھا ہے وہ مقام ب سے فصیل فصیل مقام الف تک ہاتھ میں ڈھیلا لیے (درحالیکہ رضائی یا چادر وغیرہ اوڑھے ہو) جاکر پانی لا سکتا ہے یا نہیں۔
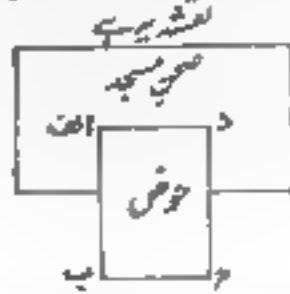
الجواب

جبکہ حوض کی فصیل ہی پر گیا اور چادر اوڑھے ہے صحن مسجد میں قدم نہ رکھا، یوں جا کر پانی لے آیا اور غسل خانہ میں استنجا کیا تو اصلاً کسی قسم کا حرج نہیں حوض و فصیل حوض مسجد سے خارج ہے ولہذا اس پر وضو و اذان بلاکراہت جائز ہے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۷ از رنگون مرسلہ سیٹھ عبدالستار ابن اسمٰعیل صاحب رضوی ۸ شعبان ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ بعد استنجا پیشاب ڈھیلے کے بجائے کاغذ کے وقت ضرورت جاذب (انگریزی ساخت کا بلاٹنگ) کا استعمال کر سکتے ہیں یا نہیں؟

الجواب

کاغذ سے استنجا سنتِ نصارٰی ہے اور شرعاً منع ہے جبکہ قابلِ کتابت یا قیمتی ہو۔ اور ایسا نہ بھی ہو تو بلاضرورت سنتِ نصرانی سے بچنا ضرور ہے۔ ردالمحتار میں ہے:

کرہ تحریما بشئ محترم مر یدخل فیہ الورق قیل انہ ورق الکتابۃ وقیل ورق الشجر وایھما کان فانہ مکروہ اھ وورق الکتابۃ لہ احترام لکونہ اٰلۃ لکتابۃ العلم ولذا عللہ فی التاترخانیۃ بان تعظیمہ من ادب الدین واذا کانت العلۃ کونہ اٰلۃ للکتابۃ یؤخذ منہا عدم الکراھۃ فیما لا یصلح لہا اذا کان قالعا للنجاسۃ غیر متقوم کما قدمنا من

کسی قابلِ احترام چیز کے ساتھ استنجاء کرنا مکروہ تحریمی ہے اور اس میں ورق بھی داخل ہے کہا گیا ہے کہ اس سے لکھنے کا کاغذ مراد ہے اور کسی نے کہا اس سے مراد درخت کا پتا ہے، ان میں سے جو بھی ہو مکروہ ہے اھ۔ کتابت کا کاغذ اس لیے قابلِ عزت ہے کہ وہ کتابتِ علم کا آلہ ہے اسی لیے تاتارخانیہ میں اس کی علت یہ بیان کی ہے کہ اس کی تعظیم آدابِ دین سے ہے اور جب اس کی علت یہ ہو کہ وہ آلۂ کتابت ہے تو اس کا

جوازہ بالخرق البوالی۔[1] نتیجہ یہ ہوا کہ اگر کاغذ تحریر کی صلاحیت نہ رکھتا ہو اور نجاست کو زائل کرنے والا ہو اور قیمتی بھی نہ ہو تو ایسے کے استعمال میں کوئی کراہت نہیں جیسا کہ اس سے پہلے ہم نے پرانے کپڑے کے ٹکڑوں سے استنجاء کا جواز بیان کیا ہے۔ (ت)

پیشاب کے لئے خالی پانی بھی کافی ہے اگر کوئی عذر نہ ہو۔ ردالمحتار میں ہے:

الجمع بین الماء والحجر افضل ویلیہ فی الفضل الاقتصار علی الماء ویلیہ الاقتصار علی الحجر وتحصل السنۃ بالکل وان تفاوت الفضل کما افادہ فی الامداد وغیرہ۔[2]

پانی اور پتھر کو جمع کرنا افضل ہے صرف پانی پر اکتفاء کرنے میں بھی فضیلت ہے اور صرف پتھروں سے استنجا کرنا بھی باعثِ فضیلت ہے ہر ایک سے سنت پر عمل ہو جاتا ہے اگرچہ فضیلت میں فرق ہے جیسا کہ امداد وغیرہ میں بیان کیا ہے (ت)

پرانا کپڑا بھی کافی ہے، زمین یا دیوار سے صاف کر دینا بھی کافی ہے وفیہ عن امیر المؤمنین الفاروق الاعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ (اس سلسلے میں حضرت امیر المومنین فاروق اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ سے حدیث مروی ہے۔ ت) ہاں کوئی صورت میسر نہ ہو تو چادر سے بھی طہارت ہو جائے گی جبکہ نجاست کو درہم بھر سے زیادہ جگہ میں پھیلائے بغیر جذب کرلے واللہ تعالٰی اعلم

مسئلہ ۲۳۸ از شہر کہنہ مسئولہ محمد ظہور صاحب ۱۱ شوال ۱۳۳۷ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ استنجا چھوٹا خواہ بڑا باوجود دستیاب ہونے مٹی کے ڈھیلے کے محض پانی سے کرنے والے کی نسبت کیا حکم ہے؟

الجواب

خلافِ افضل ہے خصوصاً بڑا استنجاء۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۳۹ از بیکانیر مارواڑ محلہ مہاوتان مرسلہ قاضی قمر الدین صاحب ۹ ربیع الاول ۱۳۳۸ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پاخانہ میں تھوکنا کیسا ہے کیا اس کی ممانعت ہے کہ وہاں نہ تھوکے، بیّنوا توجروا۔

الجواب

ہاں پاخانے میں تھوکنے کی ممانعت ہے کہ مسلمان کا منہ قرآن عظیم کا راستہ ہے وہ اس سے ذکرِ الٰہی

[1] ردالمحتار فصل الاستنجاء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/۲۳۰
[2] " " " ۱/۲۲۶

کرتا ہے تو اس کا لعاب ناپاک جگہ پر ڈال بیجا ہے، ردالمحتار میں ہے[1]:

لایحرق فی البول اھ قلت والدلیل اعم کما علمت۔

پیشاب میں نہ تھوکا جائے اھ میں کہتا ہوں اور دلیل عام ہے جیسا کہ تم جانتے ہو (ت)

البتہ وہاں کی دیوار وغیرہ جہاں نجاست نہ ہو اس پر تھوک سکتے ہیں حرج نہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۴۰: از بنارس محلہ اودھو پورہ مرسلہ محمد بشیر الدین بن محمد قاسم صاحب
۱۹ ربیع الاول شریف ۱۳۳۰ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ خطیب کو خطبہ پڑھتے وقت شک معلوم ہوا کہ مجھ کو قطرہ آگیا بعد خطبہ اس نے آلہ تناسل کو ہاتھ سے چھوا اور کچھ تری معلوم نہ ہوئی تو اس نے وضو نہ کیا اور اسی شک کی حالت میں نماز جمعہ پڑھا دی چونکہ اس کو شک تھا کیونکہ ایسا واقعہ اس سے قبل کئی مرتبہ اس کو ہوچکا تھا مگر ہر مرتبہ وضو کرلیتا تھا، اس مرتبہ اس نے وضو نہ کیا تو بعد نماز جمعہ جب اکثر لوگ چلے گئے تو اس نے آلہ تناسل کو دیکھا تو اوپر سے کچھ تری معلوم نہ ہوئی تو اس نے دودھ دوہنے کی طرح دوہا تو ذرا سی تری معلوم ہوئی تو اب لوگوں کی نماز ہوئی یا نہیں اگر نہیں ہوئی تو اس میں کیا کرنا چاہئے یہ بھی نہیں معلوم کہ نماز جمعہ میں کتنے لوگ اور کہاں کہاں کے آدمی تھے خطیب بہت گھبرایا ہے اور اس کی کوئی صورت ہوسکتی ہے جس سے سب کے پاس رسائی ہو اور شریعت مطہرہ کیا حکم اس میں دیتی ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

صورت مذکورہ میں نہ وضو گیا نہ نماز میں خلل آیا نہ کسی کو اطلاع دینے کی حاجت نہ دوسرے عمل کی اجازت۔ حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ شیطان دھوکا دینے کے لیے حرکت دیتا ہے جس سے تری کا شبہ ہوتا ہے۔ جب ہاتھ سے دیکھ لیا تری نہ تھی پھر وضو کا کیا محل رہا، بعد نماز دیر کے بعد جب اکثر لوگ چلے گئے اگر دیکھنے سے تری نظر بھی آتی تو اس سے ختم شدہ نماز پر کچھ اثر نہیں کہ ان الحادث یضاف لاقرب اوقاتہ (نوپید (نجاست) کو قریب وقت کی طرف منسوب کیا جائے گا۔ ت) نہ کہ اس وقت بھی تری نہ پائی دودھ کی طرح دوہنے سے اگر کچھ نکلا تو وہ یقیناً ابھی نکلا اب اس وقت وضو گیا نہ کہ پہلے سے جاتا رہا۔ امام عبداللہ بن مبارک رضی اللہ تعالٰی عنہ شاگرد جلیل سیدنا امام اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ نے فرمایا کہ جب حالت ایسی یقینی ہو کہ تم قسم کھا سکو کہ وضو نہ رہا اس وقت سے اعتبار کیا جائے گا ورنہ جب تک شک ہو جس پر قسم نہ کھا سکو وضو برقرار ہے امام اجل ابراہیم نخعی

---

[1] ردالمحتار مطلب فی الفرق بین الاستبراء والاستنقاء والاستنجاء مطبوعہ مصطفی البابی مصر ۱/۲۵۳

استاذ الاستاذ سیدنا امام ظفر رضی اللہ تعالٰی عنہم فرماتے ہیں "شیطان کے وسوسے پر عمل نہ کرو اگر وہ زیادہ پریشان کرے تو اس سے کہے میں بے وضو ہی پڑھوں گا تیری نہ سنوں گا، یوں وہ خبیث باز آتا ہے اور اس کی سنو تو اور زیادہ پریشان کرتا ہے" ہاں اگر یہ حالت ہوتی کہ قطرے اُترنے کا ظن غالب ہوگیا تھا اور وضو نہ رہنے پر یقین فقہی ہو چکا تھا پھر دانستہ نماز پڑھادی تو ضرور نماز نہ ہوتی اور سخت سے سخت گناہ کبیرہ ہوتا اور عذاب شدید عظیم کا استحقاق ہوتا اور تمام مقتدیوں کو اطلاع دینی فرض ہوتی زبانی یا خط بھیج کر۔ اور جو غیر معروف رہے اُن کے لیے متعدد جمعوں جماعتوں میں اعلان کرنا ہوتا کہ فلاں جمعہ کی نماز باطل تھی ظہر کی قضا پڑھو۔ لیکن مسلمان سے اس کی توقع بہت بعید ہے۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۱: از جبلہ شہر قریب جامع مسجد مرسلہ رحمت اللہ صاحب ۵ ربیع الآخر شریف ۱۳۳۸ھ

علمائے دین اس مسئلہ میں کیا ارشاد فرماتے ہیں کہ ایک امام صاحب کو یہ عارضہ ہے کہ دو تین مہینے جبکہ سردی پڑتی ہے تو ان کو سردی سے قطرہ آجاتا ہے اور خصوصاً استنجا پاک کرکے اور دوسرے کپڑے سے خشک کرکے بھی یہی گمان رہتا ہے کہ قطرہ آگیا اور جب دیکھتے ہیں تو قطرہ نہیں اور کبھی کبھی آ بھی جاتا ہے اور امام صاحب کو نماز میں بھی اکثر یہ گمان گزرجاتا ہے کہ قطرہ آگیا اور نہیں آتا تو وہ اگر نیچے ایک پاک تہمد نماز پڑھنے پڑھانے کے وقت یا پاک لنگر و لنگوٹ رکھیں تو نماز ہوگی یا نہیں اور حقیقت میں اس طریقہ سے بھی [illegible] ہے، [illegible] بھی رہتا ہے کیونکہ گرمائی رہتی ہے اور گرمائی سے وقتی قطرہ بھی نہیں آتا۔ بینوا توجروا۔

الجواب

جبکہ لنگر یا لنگوٹ سے قطرہ بند ہو جاتا ہے تو ان کا باندھنا واجب ہے۔ بحر میں ہے:

متی قدر علی رد السیلان برباط او حشو وجب ردہ۔[1] واللہ تعالٰی اعلم

جب (کہ) کپڑا وغیرہ باندھنے یا کوئی زائد چیز رکھنے کے ذریعے جریان کو روکنے پر قادر ہو تو روکنا واجب ہے (ت)

مسئلہ ۲۲۲: از سسوان ضلع بدایوں مسئولہ سید پرورش علی صاحب یکم ذی القعدہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ پیشاب کرکے رفع کراہت کے واسطے اُس پر چند بار پانی بہا کر اُسی وقت اُسی جگہ صرف پانی سے استنجا کیا ہے؟

الجواب

زمین اگر پختہ یا سخت ہو جس پر تین بار پانی بہا دینے سے ظن غالب ہو کہ نجاست کو بہا لے گیا تو اُسی وقت وہیں

---

[1] البحرالرائق باب الحیض مطبوعہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی پاکستان ۱/۲۱۶

پانی سے استنجا کرنے میں حرج نہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۳ از مقام بسوہ ہسٹیشن تعلق منکاپور ضلع بلڈانہ برار مدرسہ اسلامی بسوہ اسٹیشن
مسئولہ سراج الدین ۱۳ رمضان ۱۳۳۵ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ چکنی مٹی سے کپڑے خراب ہونے کے سبب اینٹ پختہ سے استنجا صاف کرنا بعد اینٹ کے ٹکڑے جس سے استنجا صاف کیا گیا وہ کسی صورت سے پاک ہو کر پھر استنجا صاف کرنے کے کام آسکتی ہے یا نہیں؟ بینوا توجروا۔

الجواب

پختہ اینٹ سے استنجا منع و مکروہ ہے اور اس میں اندیشہ مرض بھی ہے جس ڈھیلے وغیرہ سے چھوٹا استنجا کیا گیا ہو بعد خشک دوبارہ کام میں لاسکتے ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۴ از مدرسہ منظر اسلام بریلی مسئولہ مولوی عبداللہ بہاری ۳ شوال ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں ڈھیلے اور پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ پیشاب کا ہمیشہ آجاتا ہے ایسی صورت میں کیا حکم ہے۔ بینوا توجروا۔

الجواب

اگر پانی سے استنجا کرنے پر قطرہ آتا ہے تو صرف ڈھیلے سے استنجا کرے اگر پیشاب روپے بھر سے زائد جگہ میں نہ پھیلا ہو تو ڈھیلے ہی سے پاک ہوجائے گا اور اگر ڈھیلے سے استنجے پر قطرہ آتا ہے اور پانی سے بند ہوجاتا ہے تو پانی سے استنجا ضرور ہے اور اگر دونوں طرح آتا ہے تو انتظار کرنا اور وہ تدبیریں بجالانا جن سے قطرہ رکے واجب ہے اور اگر کسی طرح نہ رکے اور ایک نماز کا وقت اول سے آخر تک گزر جائے کہ وضو کرکے فرض پڑھنے کی مہلت نہ پائے تو وہ معذور ہے جب تک نماز کے ہر وقت میں کم از کم ایک بار آتا رہے گا اُسے وضو تازہ کرلینا کافی ہوگا واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۲۴۵ تا ۲۴۷ از کاٹھیاواڑ مسئولہ حسین ولد قاسم مہتمم مدرسہ اسلامیہ باٹوہ شب۔
۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ان مسائل میں کہ:

(۱) کیا استقبال واستدبار قبلہ بوقت پیشاب پاخانہ جائز ہے۔

(۲) کیا استقبال واستدبار جنوب وشمال بوقت پیشاب وپاخانہ مرض ہے اگر مرض ہے تو استقبال بسوئے شمال افضل ہے یا بجنوب۔

(۳) دربارۂ استقبال شمال عوام بلکہ دانستہ حضرات چہ میگوئیاں کرتے ہیں کہ بیت المقدس انبیاء علیہم السلام کا قبلہ خصوصاً سرورِ انبیاء سرتاجِ اصفیاء روحی فداہ کا قبلہ بھی بیت المقدس ہی تھا اور وہ واقع بر شمال ہے اور روضۂ شیخ سید عبدالقادر گیلانی قدس سرہ العزیز بھی بسوئے شمال ہے لہٰذا استقبال شمال میں کمال درجہ کی بے ادبی ہے تو کیا یہ ہر دو مقاماتِ اقدس واقع بر شمال ہیں اور استقبالِ شمال میں کوئی ممانعت شرع میں پائی جاتی ہے، بینوا توجروا۔

الجواب

(۱) پاخانہ پیشاب کے وقت قبلہ معظمہ کا استقبال و استدبار دونوں ناجائز ہیں واللہ تعالٰی اعلم۔

(۲) شمال جنوب کی کوئی تخصیص نہیں قبلہ کو نہ منہ ہو نہ پیٹھ پھر جس طرف بھی بیٹھے جائز ہے واللہ تعالٰی۔

(۳) نہ بیت المقدس یہاں سے ٹھیک شمال کو ہے نہ بغداد شریف، بلکہ دونوں یہاں سے جانب مغرب ہی ہیں اگرچہ شمال کو قدرے جھکے ہوئے اور شریعت پر زیارت کی اجازت نہیں اور اگر ان لوگوں کا کہنا فرض کرلیا جائے کہ وہ جانب شمال ہی ہیں تو فقط استقبال ہی بے ادبی نہیں بلکہ استدبار بھی۔ اب مشرق یا مغرب کو منہ کرنا تو یوں منع ہوا کہ کعبہ معظمہ کو منہ یا پیٹھ ہوگی اور جنوب و شمال کو یوں منع ہوا کہ بیت المقدس یا بغداد شریف کو منہ یا پشت ہوگی تو قضائے حاجت کے وقت کسی طرف منہ کرنے کی اجازت نہ رہی یہ کیونکر ممکن۔ ہر جہت کا حکم اس کے دونوں پہلوؤں میں ۴۵، ۴۵ درجے تک رہتا ہے جس طرح نماز میں استقبالِ قبلہ تو تمام آفاق کا احاطہ ہوگیا اور قضائے حاجت کی کوئی صورت نہ رہی۔ واللہ تعالٰی اعلم۔

مسئلہ ۲۲۶: از اودھ نگر ڈاکخانہ راجپیرہ ضلع آگرہ مسئولہ جناب محمد صادق علی خان صاحب

رمضان ۱۳۳۰ھ

بچوں کے گلے میں بچوں کے ماں باپ بچوں کی حفاظت کے لیے چھوٹی حمائل شریف مومی کے تعویذ میں اور اوپر اس کے کپڑا پاک چڑھا کر ڈالتے ہیں عموماً بہت احتیاط سے یہ کام ہوتا ہے یا فقط ایک دو آیت بچے پاخانے میں جاتے ہیں طرح طرح کی بے ادبیاں ظہور میں آتی ہیں یہ کام شرع میں جائز ہے یا نہیں، بینوا توجروا۔

الجواب

تعویذ موم جامہ وغیرہ کرکے غلاف جداگانہ میں رکھ کر بچوں کے گلے میں ڈالنا جائز ہے اگرچہ اس میں بعض آیات قرآنیہ ہوں اور اس احتیاط کے ساتھ پاخانے میں لے جانا بھی جائز ہے، ہاں افضل احتراز ہے، درمختار میں ہے:

رقیۃ فی غلاف متجاف لم یکرہ دخول   غلاف میں لپٹے ہوئے تعویذ کے ساتھ بیت الخلاء

الخلاء بہ والاحتراز افضل[1]

میں داخل ہونا مکروہ نہیں البتہ بچنا افضل ہے۔ (ت)

ردالمحتار میں ہے :

الظاہر ان المراد بھا مایسمونہ الآن بالھیکل والحمائل المشتمل علی الآیات القراٰنیۃ فاذا کان غلافہ منفصلا عنہ کالمشمع ونحوہ جاز دخول الخلاء بہ ومسہ وحملہ للجنب[2]۔

ظاہر یہ ہے کہ اس سے مراد وہ چیز ہے جسے آج کل ہیکل یا حمائل کہتے ہیں اور وہ آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل ہوتی ہے جب اس کا غلاف الگ ہو جیسے موم جامہ وغیرہ تو اس کے ساتھ بھی بیت الخلاء میں داخل ہونا جائز ہے، نیز جنبی آدمی کا اسے ہاتھ لگانا اور اٹھانا بھی جائز ہے۔ (ت)

بے ادبیوں کی احتیاط کی جگہ پھر یہ امر مانع استعمال نہیں کہ پہنانے والوں کی نیت تبرک ہے۔

وانما الاعمال بالنیات[3]۔ قد کتب امیر المؤمنین عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ علی افخاذ ابل الصدقۃ حبیس فی سبیل اللہ۔

اعمال (کے ثواب) کا دارومدار نیتوں پر ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اونٹوں کی رانوں پر لکھا "اللہ کی راہ میں روکا ہوا"۔ (ت)

اس مقصد کی تفصیل ہمارے رسالہ الحرف الحسن فی الکتابۃ علی الکفن میں ہے مگر تعویذ پر قرآن عظیم مصحف کریم کا قیاس نہیں ہو سکتا۔

اوّلاً قرآن مجید اگرچہ دس غلافوں میں ہو پاخانے میں لے جانا بلاشبہہ مسلمانوں کی نگاہ میں شنیع اور اُن کے عرف میں بے ادبی ٹھہرے گا اور ادب و توہین کا مدار عرف پر ہے تعویذ کہ بعض آیات پر مشتمل ہو وہ آیات خود قرآن عظیم ہیں مگر اُسے تعویذ کہیں گے نہ قرآن جیسے کتاب نحو کہ امثلہ قواعد میں آیاتِ قرآنیہ پر مشتمل اُس کے لیے کتاب نحو ہی کا حکم ہوگا نہ کہ مصحف شریف کا۔ مصحف شریف دارالحرب میں لے جانا منع ہے اور کتاب لے جانے سے کسی نے منع نہ کیا مصحف کے پٹھے کو بے وضو چھونا حرام اور اُس کتاب کے ورق کو بھی چھونا جائز۔

ثانیاً اُس کا ٹین میں رکھ کر بند کر دینا یا موم جامے یا کپڑے ہی کے غلاف میں سی دینا یہ خود خلافِ شرع ہے کہ اُس کی تلاوت سے منع ہے ائمہ سلف تو غلافِ مصحف شریف میں بند لگانے کو مکروہ جانتے تھے کہ بند باندھنا بظاہر منع کی صورت ہوگا تو اُسے ٹین وغیرہ میں رکھ کر ہمیشہ کے لیے سی دینا کہ حقیقۃً منع ہے کس درجہ مکروہ و مورد شنیع ہے۔ تبیین الحقائق میں فرمایا :

---

[1] دُرِّمختار کتاب الطہارۃ مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۳۴

[2] ردالمحتار مطلب یطلق الدعاء علی ما یشتمل الثناء مطبوعہ مجتبائی دہلی ۱/ ۱۳۱

[3] صحیح البخاری باب کیف کان بدء الوحی الٰی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مطبوعہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲

كان المتقدمون يكرهون شد المصاحف واتخاذ الشد بها لئلا يكون فى صورة المنع فى شبه الغلق على باب المسجد[1]۔

متقدمین قرآن پاک کو (کسی چیز میں) بند کر دینے اور انہیں بند کرنے کا طریقہ اختیار کرنے کو مکروہ سمجھتے تھے تاکہ (اس سے) روکنے کی صورت نہ پیدا ہو تو اس طرح وہ مسجد کا دروازہ بند کرنے کے مشابہ ہو جائیگا۔ (ت)

ثالثاً قرآن عظیم چھوٹی تقطیع پر لکھنا حمائل بنانا شرعاً مکروہ و ناپسند ہے، امیر المومنین عمر فاروق رضی اللہ تعالٰی عنہ نے ایک شخص کے پاس قرآن مجید باریک لکھا ہوا دیکھا اسے مکروہ رکھا اور اس شخص کو مارا اور فرمایا: عظموا کتاب اللہ[2] اللہ کی کتاب کی عظمت کرو۔ رواہ ابوعبید فی فضائل القراٰن (ابوعبید نے اسے فضائل قرآن میں روایت کیا۔ ت)

امیر المومنین علی کرم اللہ تعالٰی وجہہ الکریم مصحف کو چھوٹا بنانا مکروہ رکھتے[3]۔ رواہ عنہ عبد الرزاق فی مصنفہ وبمعناہ ابوعبید فی فضائلہ (عبد الرزاق نے اسے اپنے مصنف میں روایت کیا اور ابوعبید نے فضائل میں اس کا مفہوم نقل کیا ہے۔ ت)

اسی طرح ابراہیم نخعی نے اسے مکروہ فرمایا[4]۔ رواہ ابن ابی داؤد فی المصاحف (ابن ابی داؤد نے اسے مصاحف میں بیان کیا۔ ت)

درمختار میں ہے: یکرہ تصغیر مصحف[5] (قرآن پاک کو چھوٹی تقطیع میں لانا مکروہ ہے۔ ت)

ردالمحتار میں ہے: ای تصغیر حجمہ[6] (یعنی اس کا حجم چھوٹا کرنا۔ ت)

تو اس قدر چھوٹا بنانا کہ معاذ اللہ ایک کھلونا اور تماشہ ہو کس طرح مقبول ہو سکتا ہے اور وہ جرک ولک پہ فعل مردود انہیں تعویذوں کی خاطر کرتے ہیں اگر مسلمان ان کو تعویذ نہ بنائیں تو کیوں خریدیں اور نہ خریدیں تو وہ کیوں سے چھاپیں قرآن کا تعویذ بنانا ان کے اس فعل کا باعث ہے اور اس کے ترک میں اس کا انسداد تو اس کا تعویذ بنانا ضرور مستحق الترک ہے اس دلیل کی تفصیل جلیل ہمارے رسالہ الکشف الشافیا فی حکم فونوجرافیا میں ہے واللہ تعالٰی اعلم۔

[1] تبیین الحقائق فصل کرہ استقبال القبلۃ بالفرج الخ مطبعہ بولاق مصر ۱/ ۱۶۸

[2]

[3]

[4]

[5] درمختار کتاب الحظر والاباحۃ فصل فی البیع مطبعہ مجتبائی دہلی ۲/ ۲۴۵

[6] ردالمحتار " " " ۵/ ۲۴۶

فتاوی رضویہ جلد اول (قدیم) کے حاشیہ پر "ف" کے تحت جلوہ فقہی مسائل

فوائدِ جلیلہ

— ترتیب وتبویب —

مولانا حافظ محمد عبد الستار سعیدی

ناظم تعلیمات جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور

کتابُ الطّہارۃ

باب الوضوء

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	پرسی اور چوتھائی کو نم پہنچ گئی مسح سر کا فرض اُتر گیا۔	۲	۵
۶	**مسئلہ** : پاؤں کے دھونے پر اجماع ہے ایک جماعت قلیلہ کے سوا کسی نے پاؤں کے مسح کا قول نہیں کیا۔ تحقیق یہ ہے کہ اس جماعت قلیلہ نے اپنے موقف سے رجوع کر لیا۔	۱	۱۶
۷	**مسئلہ** : اگر لب خوب زور سے بند کر کے وضو کیا اور کلی نہ کی وضو نہ ہوگا۔	۲	۱۷
۸	**مسئلہ** : بھنویں مونچھیں بچی کے بال چھدرے ہوں تو ان کا اور ان کے نیچے کی کھال سب کا دھونا وضو میں فرض ہے۔	۳	۱۷
۹	**مسئلہ** : وضو میں کنپٹیوں پر بھی پانی بہانا فرض ہے۔	۱	۱۸
۱۰	**مسئلہ** : سر کے نیچے جو بال لٹکتے ہیں ان کا مسح کافی نہیں۔	۳	۱۸
۱۱	**مسئلہ** : ٹوپی یا دوپٹا اگر ایسا ہو کہ اس پر سے نم سر کے چوتھائی حصہ پر یقیناً پہنچ جائے تو کافی ہے ورنہ نہیں۔	۳	۱۸
۱۲	**مسئلہ ضروریہ** : منہ ہاتھ پاؤں کے ذرے ذرے پر پانی بہنا فرض ہے۔ فقط بھیگا ہاتھ پہنچانا فرض نہیں نہ [illegible] ہر پرزے پر سے دو قطرے بہیں	۱	۱۹
۱۳	**مسئلہ** : تحقیق جلیل کہ مواضع ضرورت میں جس طرح بے اطلاع مٹی گارے کا لگا رہ جانا مانع وضو و غسل نہیں یونہی سخت چیزوں مثلاً آٹے وغیرہ کا بھی۔	۳	۱۹
۱۴	**مسئلہ** : وضو و غسل میں ایسا واجب کوئی نہیں جس کے ترک سے گنہگار ہو مگر طہارت ادا ہو جائے۔	۳	۲۰
۱۵	**مسئلہ** : ہمارے مذہب میں بسم اللہ سے وضو کی ابتدا صرف سنت ہے واجب نہیں اگرچہ امام ابن الہمام کا میلان وجوب کی طرف گیا۔	۳	۲۰
۱۶	**مسئلہ** : مسواک کا طول بالشت بھر سے زیادہ نہ چاہیے۔	۲	۲۴
۱۷	**مسئلہ** : وضو کا پانی روز قیامت نیکیوں کے پلّے میں رکھا جائیگا۔	۱	۲۵
۱۸	**مسئلہ** : وضو یا غسل میں پانی سے ہاتھ نہ جھٹکنا بہتر ہے مگر منع نہیں اور اس بارے میں جو حدیث آئی ہے کہ وہ شیطان کا پنکھا ہے ضعیف ہے۔	۳	۲۷
۱۹	**مسئلہ** : پانی سے استنجے کے بعد کپڑے سے خوب صاف کر لینا مستحب ہے کپڑا نہ ہو تو بار بار بائیں ہاتھ سے یہاں تک کہ خشک ہو جائے۔	۵	۲۹

۲۰ **مسئلہ:** جس کپڑے سے استنجے کا پانی خشک کرے اس سے باقی اعضاء نہ پونچھے۔

۱۳۱ ۲

۲۱ **مسئلہ:** یہ یاد ہے کہ بیت الخلاء میں گیا اور قضاء حاجت کے لیے بیٹھا تھا مگر یہ یاد نہیں کہ پیشاب وغیرہ کچھ ہوا یا نہیں تو یہی ٹھہرائیں گے کہ ہوا تھا وضو لازم ہے۔

۱۳۲ ۵

۲۲ **مسئلہ:** وضو کے لیے پانی لے کر بیٹھنا یاد ہے مگر وضو کرنا یاد نہیں تو یہی قرار دیں گے کہ وضو کر لیا۔

۱۳۲ ۶

۲۳ **مسئلہ:** جس عورت کے دونوں مسلک پردہ پھٹ کر ایک ہو گئے اسے جو ریح آئے احتیاطاً وضو کرے اگرچہ احتمال ہے کہ یہ ریح فرج سے آئی ہو۔

۱۳۲ ۸

۲۴ **مسئلہ:** وضو کی ابتداء میں جو دونوں ہاتھ کلائیوں تک تین بار دھوئے جاتے ہیں سنت یہ ہے کہ منہ دھونے کے بعد جو ہاتھ دھوئے اس میں پھر دونوں کف دست کو شامل کرے سر ناخن سے کہنیوں کے اوپر تک تین بار دھوئے۔

۱۳۵ ۵

۲۵ **مسئلہ:** بدن پر کوئی نجاست ہو مثلاً ترخارش ہے یا زخم یا پھوڑا یا پیشاب کے بعد استنجا سو رہا کہ پسینہ آ کر تری پہنچنے کا احتمال ہے جب تو گٹوں تک ہاتھ پہلے دھونا سنت مؤکدہ ہے اگرچہ سو کر نہ اٹھا ہو جبکہ ہاتھ کو اس نجاست پہنچنے کا شک ہو اور اگر بدن پر نجاست نہیں تو ان کا دھونا سنت ہے مگر مؤکدہ نہیں اگرچہ سو کر اٹھا ہو یونہی اگر نجاست ہے اور اس پر ہاتھ نہ پہنچنا معلوم ہے یعنی جاگ رہا اور یاد ہے کہ ہاتھ وہاں نہ پہنچے تو اس صورت میں بھی سنت مؤکدہ نہیں، ہاں سنت مطلقہ ہے۔

۱۳۶ ۱

۲۶ **مسئلہ:** مسواک موجود ہو تو انگلی سے دانت مانجنا ادائے سنت و حصول ثواب کے لیے کافی نہیں، ہاں مسواک نہ ہو تو انگلی یا کھر کھرا کپڑا ادائے سنت کر دے گا اور عورتوں کے لیے مسواک موجود ہو جب بھی مسی کافی ہے۔

۱۳۸ ۳

۲۷ **مسئلہ:** مسواک دھو کر کی جائے اور کر کے دھو لیں اور کم از کم تین تین بار تین پانیوں سے ہو۔

۱۵۵ ۱

۲۸ **مسئلہ:** سب کے لیے غسل و وضو میں پانی کی ایک مقدار جس طرح عوام میں مشہور ہے محض باطل ہے، ایک شخص دیو قامت ہے ایک نہایت نحیف و دبلا پتلا، ایک بہت دراز قد ہے دوسرا کمال ٹھگنا، ایک بدن کا نرم و نازک و تر ہے دوسرا خشک کھرا، ایک کے تمام اعضاء پر بال ہیں دوسرے کا بدن صاف، ایک کی داڑھی بڑی اور گھنی

نمبر	متن	سطر	صفحہ
	دوسرا لیے ریش یا چند بال۔ ایک کے سر پر بڑے بڑے بال نیز دوسرے کا سر منڈا ہوا ان سب کے لیے ایک مقدار کیونکر ٹھیکی بلکہ شخص واحد کے لیے فصلوں اور شہروں اور عمر و مزاج کے تبدل سے مقدار بدل جاتی ہے۔ برسات میں بدن میں تری ہوتی ہے۔ پانی جلد دوڑتا ہے۔ جاڑے میں خشکی ہوتی ہے وعلیٰ ہذا القیاس۔	۳	۱۶۱
۲۹	**مسئلہ**: انگوٹھی ڈھیلی ہو تو وضو میں اسے پھرا کر پانی ڈالنا سنت ہے اور تنگ ہو کہ بے جنبش دیے پانی نہ پہنچے تو فرض۔ یہی حکم بالی وغیرہ کا ہے۔	۳	۱۷۲
۳۰	**مسئلہ**: وضو میں منہ پر زور سے چھپاکا مارنا مکروہ ہے۔ یوں کسی عضو پر اس زور سے نہ ڈالے کہ چھینٹیں اڑ کر بدن یا کپڑوں پر جائیں۔	۵	۱۷۲
۳۱	**مسئلہ**: اعضاء کا مل مل کر دھونا وضو اور غسل دونوں میں سنت ہے۔	۶	۱۷۲
۳۲	**مسئلہ**: اعضاء وضو دھونے میں حد شرعی سے اتنی خفیف تحریر بڑھانا جس سے حد شرعی تک استیعاب میں شبہہ نہ رہے واجب ہے۔	۷	۱۷۲
۳۳	**مسئلہ**: وضو میں ہاتھ اور یوں ہی پاؤں بائیں سے پہلے دہنا دھونا یعنی سیدھے سے ابتدا کرنا سنت ہے۔ اگرچہ بہت کتب میں اسے مستحب لکھا۔	۱۲	۱۷۲
۳۴	**مسئلہ**: جہاں اور اعضاء میں ترتیب سنت ہے کہ پہلے منہ دھوئے پھر ہاتھ پھر سر کا مسح پھر پاؤں دھونا یونہی مضمضہ و استنشاق میں بھی یہی سنت ہے کہ پہلے کلی کرے اس کے بعد ناک میں پانی ڈالے۔	۱۳	۱۷۲
۳۵	**مسئلہ**: وضو میں کلی یا ناک میں پانی ڈالنے کا ترک مکروہ ہے اور اس کی عادت ڈالے تو گنہگار ہوگا۔ یہ مسئلہ وہ لوگ خوب یاد رکھیں جو کلیاں ایسی نہیں کرتے کہ حلق تک ہر چیز کو دھوئیں اور وہ کہ پانی جس کی ناک کو چھو جاتا ہے سونگھ کر اوپر نہیں چڑھاتے یہ سب لوگ گنہگار ہیں اور غسل میں تو ایسا نہ ہو تو سرے سے نہ غسل ہوگا نہ نماز۔	۱	۱۷۳
۳۶	**مسئلہ**: وضو میں نیت نہ کرنے کی عادت سے گنہگار ہوگا اس میں نیت سنت مؤکدہ ہے۔	۱	۱۷۷
۳۷	**مسئلہ**: طہارت میں ہر عضو کا پورا تین بار دھونا سنت مؤکدہ ہے۔ ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا۔	۲	۱۷۷
۳۸	**مسئلہ**: پانی ڈالنے کی گنتی معتبر نہیں جتنا دھونے کا حکم ہے اس پر پورا پانی		

بہ جانا معتبر ہے مثلاً ہاتھ پر ایک بار پانی ڈالا کر تہائی کلائی پر بہا باقی پر بھیگا ہاتھ پھرا اور بارہ دوسری تہائی دھل سہ بارہ تیسری، تو یہ ایک ہی بار دھونا ہوا ہر بار پورے ہاتھ پر کتنی سمیت پانی ذرہ ذرہ پر بہتا تو تین بار ہوتا۔ اس طرح دھونے کی عادت سے گنہگار ہوگا اور اگر سو بار پانی ڈالا اور ایک ہی جگہ بہا کچھ حصے پر کسی وقت نہ بہا اگرچہ بھیگا ہاتھ پھرا تو وضو ہی نہ ہوگا۔ — ۱۷۷ | ۳

۳۹ — **مسئلہ:** اگر پانی کم ہو یا سردی سخت ہو یا اور کسی ضرورت کے لیے پانی درکار ہے اس وجہ سے اعضاء ایک ایک بار دھوئے تو مضائقہ نہیں۔ — ۱۷۷ | ۳

۴۰ — **مسئلہ:** بعض نے فرمایا کہ وضو پر وضو اسی وقت مستحب ہے کہ پہلے وضو سے کوئی نماز یا سجدۂ تلاوت وغیرہ کوئی فعل جس کے لیے باوضو ہونے کا حکم ہے ادا کر چکا ہو بغیر اس کے تجدید وضو مکروہ ہے۔ بعض نے فرمایا ایک بار تجدید تو بغیر اس کے بھی مستحب ہے ہاں ایک سے زیادہ بے اس کے مکروہ ہے اور مصنف کی تحقیق کہ ہمارے ائمہ کا کلام اور نیز احادیث خیر الانام علیہ افضل الصلاۃ والسلام مطلقاً تجدید وضو کو مستحب فرماتی ہیں، اور ان قیدوں کا کوئی ثبوت ظاہر نہیں۔ — ۱۸۵ | ۱

۴۱ — **مسئلہ:** ہر وقت باوضو رہنا مستحب ہے اور اس کے فضائل۔ — ۱۸۵ | ۳

۴۲ — **مسئلہ:** وضو کے مستحب بے نیت ادا نہ ہوگا۔ — ۱۸۶ | ۵

۴۳ — **مسئلہ:** بعض نے فرمایا ایک جلسہ میں دو بار وضو مکروہ ہے۔ بعض نے فرمایا دو بار تک مستحب اس سے زائد مکروہ ہے اور مصنف کی تحقیق کہ احادیث و کلمات ائمہ مطلق ہیں اور ان تحدیدوں کا ثبوت ظاہر نہیں۔ — ۱۸۹ | ۳

۴۴ — **مسئلہ:** وضو میں جلدی نہ چاہیے بلکہ درنگ و احتیاط کے ساتھ کرے عوام میں جو مشہور ہے کہ وضو جوانوں کا سا نماز بوڑھوں کی سی۔ یہ وضو کے بارے میں غلط ہے۔ — ۲۰۸ | ۵

۴۵ — **مسئلہ:** مستحب ہے کہ اعضاء دھونے سے پہلے بھیگا ہاتھ پھیرے خصوصاً جاڑے میں۔ — ۲۰۹ | ۱

۴۶ — **مسئلہ:** ہر عضو دھو کر اس پر ہاتھ پھیر دینا چاہیے کہ پانی کی بوندیں ٹپک موقوف ہو جائیں تاکہ بدن یا کپڑے پر نہ ٹپکیں۔ — ۲۰۹ | ۳

۴۷ — **مسئلہ:** سنت یہ ہے کہ پانی ہاتھ پاؤں کے ناخن کی طرف سے کہنیوں اور گٹوں کے

نمبر	مسئلہ	جلد	صفحہ
	اور نمک ڈالے اُدھر سے ادھر کو نہ لائیں۔	۴	۲۱۰
۴۸	**مسئلہ:** سنت ہے کہ وضو کے بعد رومالی پر چھینٹا دے لے۔	۴	۲۱۲
۴۹	**مسئلہ:** دستہ دار لوٹا ہو تو مستحب یہ ہے کہ پانی ڈالتے وقت اس کا دستہ تھامے اس کے مُنہ پر ہاتھ نہ رکھے۔	۴	۲۱۳
۵۰	**مسئلہ:** مستحب ہے کہ وضو سے پہلے لوٹے کا دستہ تین بار دھولے۔	۴	۲۱۴
۵۱	**مسئلہ:** مستحب ہے کہ وضو مٹی کے برتن سے کرے۔	۴	۲۱۴
۵۲	**مسئلہ:** مُنہ دھونے میں نہ گالوں پر ڈالے نہ ناک پر نہ زور سے پیشانی پر، یہ سب افعال جُہّال کے ہیں بلکہ بآہستگی بالائے پیشانی سے ڈالے کہ ٹھوڑی سے نیچے تک بہتا آئے۔	۱	۲۰۹
۵۳	**مسئلہ ضروریہ:** خود پانی کا تمام عضو پر بہنا ضرور ہے اگر ہاتھ یا پاؤں کے نیچے پر پانی ڈالا کُہنیوں گٹوں تک نہ پہنچا تھا کہ بیچ میں ہاتھ لگا کر آخر عضو تک پھیر دیا تو وضو نہ ہوگا کہ یہ بہانا نہ ہوا بلکہ چُپڑنا ہوا۔	۴	۲۱۹
۵۴	**مسئلہ:** کھانے سے پہلے کلائیوں تک ہاتھ تین بار دھو۔ تین بار کُلی کرنا سنت ہے اگرچہ وضو ہو۔		
۵۵	**مسئلہ:** وضو میں منہ سے گرتا ہوا پانی مثلاً کلائی پر لیا اور بہایا اس سے وضو نہ ہوگا اور غسل میں مثلاً سر کا پانی پاؤں تک جہاں جہاں گزرے گا پاک کرتا جائیگا وہاں نئے پانی کی ضرورت نہیں۔	۴	۲۳۹
۵۶	**مسئلہ:** آدمی وضو کرنے بیٹھا پھر کسی مانع کے سبب تمام نہ کرسکا تو جتنے افعال کیے اُن پر ثواب پائیگا اگرچہ وضو نہ ہوا۔	۴	۲۳۸
۵۸	**مسئلہ:** جس نے خود ہی قصد کیا کہ آدھا وضو کرے گا وہ ان افعال پر ثواب نہ پائیگا	۵	۲۳۸
۵۸	**مسئلہ:** یونہی جو وضو کرنے بیٹھا اور بلا عذر ناقص چھوڑ دیا وہ بھی جتنے افعال بجا لایا اُن پر مستحق ثواب نہ ہونا چاہیے۔	۶	۲۳۸
۵۹	**مسئلہ:** سارے سر کا مسح سنت ہے اور اس کا جو یہ طریقہ بعض نے لکھا ہے کہ سر ہاتھ کی تین انگلیاں سر کے اگلے حصے پر رکھے انگوٹھا اور کلمہ کی انگلی اور ہتھیلی نہ لگائے اُن چھوٹی انگلیوں کو آگے سے گُدی تک وسطِ سر پر لے جائے اور ہتھیلیوں سے سر کی کروٹوں		

پر مسح کرے اور کانوں کے پچھلے حصے کو انگوٹھوں اور اگلے کو انگشتہائے شہادت کے پیٹ اور گردن کے پچھلے حصہ کو انگلیوں کی پشت سے مسح کرے۔ اس طریقہ کی کچھ حاجت نہیں اس میں تکلفات ہیں اور وہ بھی بلا وجہ بلکہ سارے ہاتھ سر کے آگے سے گُدّی تک کھینچ لے جائے یوں کہ سر کے اگلے حصے میں وسط سر پر دونوں طرف انگلیاں رکھے اور سر کی کروٹوں پر ہتھیلیاں۔ اس میں سر کا استیعاب ہو جائیگا۔

۲۵۸ ۴

۶۰ مسئلہ: ایک انگلی سر پر رکھ کر کھینچ دی جائے کہ چہارم سر کی قدر تک پہنچ گئی مسح نہ ہوگا۔

۲۵۸ ۵

۶۱ مسئلہ: یونہی دو انگلیوں سے بھی مسح نہ ہوگا۔ ہاں تین انگلیاں رکھ کر اتنی کھینچے کہ چہارم سر کی مقدار ہو جائے تو مسح ہو جائیگا۔

۲۵۹ ۱

۶۲ مسئلہ: تین انگلیوں کے پوروں سے سر کو لگائے اور اس قدر کھینچے کہ چہارم سر کی مقدار ہو گئی تو مسح نہ ہوگا یعنی جبکہ تری چہارم سر تک پہنچنے سے پہلے فنا ہو گئی ہو۔

۲[illegible]۹ ۲

۶۳ مسئلہ: انگلیوں کے پیٹ سر پر رکھ کر کھینچے یہاں تک کہ چہارم سر کی مقدار تک پہنچ گئے۔ اگر اخیر تک پوروں سے پانی ٹپکتا رہا [illegible] میں تقاطر فنا ہو گیا جب بھی یہی ہے کہ مسح ہو جائے گا یعنی جبکہ تری اخیر تک رہی ہو اگرچہ بوندیں ٹپکنا موقوف ہو گیا ہو۔

۲۵۹ ۳

۶۴ مسئلہ: اگر سر پر مینہ کی بوندیں اتنی گریں کہ چہارم سر بھیگ گیا مسح ہو گیا اگرچہ اس شخص نے نہ ہاتھ لگایا نہ قصد کیا۔

۲۵۹ ۴

۶۵ مسئلہ: مسح کے لیے ہاتھ کی ضرورت نہیں اگر لکڑی بھگو کر سر پر پھیر دی کہ چہارم سر تر ہو گیا مسح ہو گیا۔

۲۶۰ ۱

۶۶ مسئلہ: اگر ایک انگلی بھگو کر سر پر رکھے اور دوبارہ بھگو کر سر کی دوسری جگہ اور اسی طرح کیا یہاں تک کہ چہارم سر کو تری پہنچ گئی مسح ہو گیا۔

۲۶۰ ۵

۶۷ مسئلہ: اوس میں سر برہنہ بیٹھا اور اس سے چہارم سر کے قدر بھیگ گیا مسح ہو گیا۔

۲۰۰ ۳

۶۸ مسئلہ: اتنے گرم یا اتنے سرد پانی سے وضو مکروہ ہے جو بدن پر اچھی طرح نہ ڈالا جائے، تکمیل سنت نہ کرنے دے اور اگر کوئی فرض پورا کرنے سے مانع ہوا تو وضو

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	بھی نہ ہوگا۔	١	٣١٢
٦٩	**مسئلہ:** عورت نے جس پانی سے وضو وغیرہ کوئی طہارت کی اس سے بچے ہوئے پانی سے طہارت مکروہ ہے۔	٥	٣١٢
٧٠	**مسئلہ:** وضو میں مستحب ہے کہ اگر آفتابہ دستہ دار ہو دستہ تین پانیوں سے دھوئے اور اعضا دھوتے وقت دستہ پر ہاتھ رکھے آفتابہ کے سر پر نہیں۔	٣	٣٥٥
٧١	**مسئلہ:** اگر سر پر تیل وغیرہ کوئی رقیق بے جرم دوا لگی ہے تو اسی پر مسح جائز ہے۔ اور اگر جرم دار ہے تو اس سے بچا کر چہارم سر کا مسح کرے اس پر مسح جائز نہ ہوگا۔	١	٣٦٣
٧٢	**مسئلہ:** گدھے کے جھوٹے پانی کے سوا اور پانی نہ ملے تو اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی ضرور کرے ورنہ نماز نہ ہوگی۔	٣	٣٦٣
٧٣	**مسئلہ:** وضو کرنے بیٹھا چلو میں پانی لیا اس کے بعد حدث واقع ہوا یہ چلو ہاتھ دھونے میں صرف کر سکتا ہے۔	٢	٦٠٦
٧٤	**مسئلہ:** وضو میں منہ دھو لیا پھر لپ میں پانی کلائیاں دھونے کو لیا کہ حدث واقع ہو گیا صرف طہارت ساقط ہوئی تو اس پانی کو کلائیاں دھونے میں استعمال کر سکتا ہے	٥	٦٠٦
٧٥	**مسئلہ:** ہاتھ دھو لیے پھر پانی منہ دھونے کو لپ میں لیا کہ حدث ہو گیا یہ پانی منہ دھونے میں صرف ہو سکنا نہ چاہیے۔	٧	٦٠٦
٧٦	**مسئلہ:** غسل یعنی دھونا اور مسح یعنی بھیگا ہاتھ پھیرنا جمع ہو سکتے ہیں کہ جس عضو کا دھونا مضر ہو مسح کرے اوروں کو دھوئے بلکہ ایک ہی عضو میں جتنے ٹکڑے کو پانی ضرر دیتا ہو اتنے پر مسح کرے باقی کو دھوئے۔	٣	٦٣٧
٧٧	**مسئلہ:** پاؤں دھونا اور مسح موزہ جمع نہیں ہو سکتے یہ جائز نہیں کہ ایک پاؤں دھوئے اور ایک میں موزہ پر مسح کرے۔	٥	٦٣٧
٧٨	**مسئلہ:** دھونا اور پٹی کا مسح جمع ہو سکتے ہیں مثلاً ایک ہاتھ یا پاؤں پر پٹی بندھی ہے اس کا مسح کریں اور دوسرا دھوئیں یا ایک ہی عضو میں جہاں تک پٹی ہے اس پر مسح باقی کا غسل۔	٦	٦٣٧
٧٩	**مسئلہ:** سردی وغیرہ سے اعضا پھٹ گئے دھو سکے دھوئے ٹھنڈا پانی نقصان کرے تو گرم پانی اگر کر سکتا ہو کرنا واجب، اگر گرم سے بھی نقصان ہو تو		

مسح کرے اگر مسح بھی نقصان دے تو اس پر جو پٹی بندھی یا دوا کا ضماد ہے اس پر پانی بہائے، یہ بھی ضرر دے تو اس پٹی یا ضماد پونسے پر مسح کرے اس سے نقصان ہو تو چھوڑ دے، معاف ہے۔ ۴ ۲۲۸

۸۰ **مسئلہ:** ناخن ٹوٹ گیا اس پر دوا امرہم گوند یا چھے کا پوست بدھا ہے اگر خود ناخن کا دھونا یا مسح کرنا مضر ہو یا وہ تو مضر نہیں مگر دوا کا چھڑانا مضر ہے تو دوا پر پانی بہائے اس سے ضرر ہو تو دوا پر مسح کرے، اس سے نقصان ہے تو معاف۔ ۶ ۲۲۸

۸۱ **مسئلہ:** پانی بیکار صرف کرنا یا پھینک دینا حرام ہے۔ ۱ ۲۲۹

۸۲ **مسئلہ:** کافر وضو کرے یا نہا کر اسلام لایا اور اس وضو یا غسل کے بعد حدث نہ ہوا اسی وضو سے نماز پڑھ سکتا ہے۔ ۳ ۲۲۲

۸۳ **مسئلہ:** سر اور موزوں کے مسح میں ایک بار مسح کرے تو اکثر کف سے ہونا شرط ہے مگر اگر ایک انگلی بار بار تر کر کے سر یا موزوں کے مختلف مواضع پر لگائی کہ اکثر کی مقدار کو پہنچ گئی مسح ہو گیا۔ ۴ ۲۲۲

۸۴ **مسئلہ:** وضو میں مسح کرنا بہتر طریقہ یہ ہے کہ اپنی ساری ہتھیلیاں انگلیوں کے سرے تک تر کرے (لوگ جو فقط انگلیاں بھگو لیتے ہیں، نہ چاہیے) پھر دونوں انگوٹھے اور کلمے کی انگلیاں اور ہتھیلیاں جُدا رکھ کر باقی تین تین انگلیاں پوری (نہ فقط پورے جس طرح جاہل کرتے ہیں) پیشانی پر رکھ کر آخر سر تک (ہاتھ جما کر) پھیرے (نہ جس طرح جب پل چھلتے ہوئے ہاتھ لے جاتے ہیں کہ کہیں لگے کہیں نہیں) پھر سر کی دونوں کروٹیں دونوں ہتھیلیوں سے مسح کرے اور کانوں کا پچھلا حصہ دونوں انگوٹھوں کے پیٹ سے مسح کرے اور اگلا حصہ کلمے کی انگلیوں کے پیٹ سے اور ہتھیلیوں کی پشت گردن پر پھیرے۔ ۵ ۲۲۹

۸۵ **مسئلہ:** اگر سر کے مسح میں انگلیوں کی تری ختم ہو گئی کانوں کے مسح کو نئی تری لینی ہوگی۔ ۱ ۲۳۰

۸۶ **مسئلہ:** مسح سر میں ادائے سنت کو یہ بھی کافی ہے کہ انگلیاں سر کے اگلے حصے پر رکھے اور ہتھیلیاں سر کی کروٹوں پر اور ہاتھ جما کر گدی تک کھینچتا لے جائے۔ ۲ ۲۳۰

۸۷ **مسئلہ:** وضو کے لوٹے میں پانی بچ رہا وہ دوسرے وضو میں کام آ سکتا ہے۔ لوگ جو اسے پھینک دیتے ہیں یہ حرام ہے۔

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۸۸	**مسئلہ:** مسح کو وضو میں ہے، اُس سے مراد تری پہنچا ہے کسی طرح ہو۔ اگر سر دھو لیا یا غوطہ لگایا یا مینہ سر پر پڑا مسح ادا ہو گیا۔	۳	۸۱۶
۸۹	**مسئلہ:** وضو میں مسح کی جگہ سر دھونا مکروہ خلاف سنّت ہے اگرچہ فرض مسح ادا ہو جائیگا۔	۵	۸۱۶

فصل فی النواقض

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۱	**مسئلہ:** وضو کرتے وقت ناقض وضو واقع ہو تو نئے سرے سے وضو کرے۔	۱	۳۱
۲	**مسئلہ:** پانی چلو میں لیا اور ابھی استعمال نہ کیا تھا کہ حدث واقع ہوا بعض کے نزدیک اس پانی کو وضو میں استعمال کر سکتا ہے اور مصنف کی تحقیق کہ یہ خلاف صحیح ہے وہ چلو وضو میں کام نہیں دے سکتا۔	۲	۳۲
۳	**مسئلہ:** زکام کتنا ہی ہے وضو نہیں جاتا۔	۱	۳۳
۴	**مسئلہ:** بلغم کی قے کتنی ہی کثیر ہو وضو نہیں جائیگا۔	۲	۳۴
۵	**مسئلہ:** آنکھیں دُکھنے یا ڈھلکنے میں جو آنسو بہتے یا کان، چھاتی، ناف وغیرہ سے والے ناسور خواہ کسی مرض کے سبب پانی بہے وضو جاتا رہے گا۔	۴	۳۴
۶	**مسئلہ:** یہ کلیہ ہے کہ جو رطوبت بدن سے بہے اگر نجس نہیں تو ناقض وضو بھی نہیں۔	۷	۳۵
۷	**مسئلہ:** شراب کی قے بھی اگر منہ بھر کر نہ ہو ناقض وضو نہیں۔	۳	۳۶
۸	**مسئلہ:** تحقیق یہ ہے کہ درد اور مرض سے جو کچھ بہے اُس وقت ناقض ہے کہ اُس میں آمیزش خون وغیرہ نجاسات کا احتمال ہو۔	۲	۳۷
۹	**مسئلہ:** ناف سے زرد پانی بہ کر نکلے وضو جاتا رہے۔	۳	۳۷
۱۰	**مسئلہ:** دانے کا پانی اگرچہ صاف ستھرا ہو صحیح یہ کہ وہ بھی ناپاک اور ناقض وضو ہے۔	۴	۳۷
۱۱	**مسئلہ:** اندھے کی آنکھ سے جو پانی بہے ناپاک و ناقض وضو ہے۔	۵	۳۷
۱۲	**مسئلہ:** تحقیق یہ ہے کہ درد یا علّت سے جو رطوبت بہے اس میں صرف احتمال خون و ریم ہونا ہی وجوب وضو کو کافی ہے اگرچہ فتح و حلیہ میں استحباب مانا۔	۱	۳۸

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۱۳	مسئلہ: دانے سے جو صاف ستھرا پانی نکلے متعدد روایات میں پاک ہے اور اس سے وضو نہیں جاتا۔ کھجلی والوں کو اس میں بہت وسعت ہے بحالِ ضرورت اس پر عمل کر سکتے ہیں اگرچہ قولِ صحیح اس کے خلاف ہے۔	۲	۳۹
۱۴	مسئلہ: بدن سے نارو کا ڈورا نکلنے سے وضو نہ جائے گا۔	۳	۳۹
۱۵	مسئلہ: نارو سے رطوبت بہے تو وضو جاتا رہے گا اگرچہ صاف سفید پانی ہو۔	۴	۳۹
۱۶	مسئلہ: بحران کے پسینہ سے وضو نہیں جاتا۔	۵	۳۹
۱۷	مسئلہ: جسے ناک سے خون جاتا ہو اسی حالت میں اسے زکام ہو اور ریزش سرخی لیے نکلے اگرچہ اس وقت خون سا معلوم نہیں ہوا اس کی یہ ریزش بھی ناقض وضو ہے۔	۱	۴۰
۱۸	مسئلہ: مصنف کی تحقیق کہ جو چیز عادۃً بدن سے بہا کرتی ہو اور اس سے وضو نہ جاتا ہو جیسے آنسو، پسینہ، دودھ، بلغم، ناک کی ریزش وہ اگرچہ کتنی ہی کثرت سے نکلے ناقض وضو نہیں اگرچہ اس کی یہ کثرت بجائے خود ایک مرض گنی جاتی ہو	۳	۴۰
۱۹	مسئلہ: خون چمکا انگلی سے ٹھوکا اور اس پر داغ آگیا یا خلال یا مسواک یا دانت مانجھتے وقت انگلی میں لگ آیا یا خون پیر دانت سے لاتی اور اس پر خون کا اثر پایا یا ناک انگلی سے صاف کی اس پر سرخی آگئی وہ خون آپ جگہ سے بہنے کے قابل نہ تھا وضو نہ جائیگا اور وہ خون بھی پاک ہے۔	۱	۴۱
۲۰	مسئلہ: خون یا ریم آبلے کے اندر سے بہ کر آبلے کے منہ تک آکر رہ جائے تو وضو نہ جائے گا۔	۲	۴۱
۲۱	مسئلہ: خارش وغیرہ کے دانوں پر خالی چپک ہے کپڑا اس سے بار بار لگ کر بہت جگہ میں بھر گیا ناپاک نہ ہوا نہ وضو گیا۔	۳	۴۱
۲۲	مسئلہ: یہی حکم چھلکے ہوئے خون کا ہے کہ نہ اس سے کپڑا نجس ہو نہ وضو ساقط	۴	۴۱
۲۳	مسئلہ: خون یا ریم بہنے کے قابل ہو مگر کپڑے میں لگ کر بہنے نہ پائے وضو جاتا رہے گا اور درہم بھر سے زائد ہو تو کپڑا بھی نجس ہو جائے گا۔	۵	۴
۲۴	مسئلہ: سوئی چبھو کر خواہ کسی طرح خون کی بوند ابھری اور بولا سا ہو کر رہ گئی ڈھلکی نہیں، تو فتوی اس پر ہے کہ وہ پاک ہے وضو نہ جائے گا۔	۶	۴۱
۲۵	مسئلہ: خون یا ریم ابھرا اور ڈھلکنے کے قابل نہ تھا اسے کپڑوں سے پونچھ لیا دیر دیر		

نمبر	متن	سطر	صفحہ
	کے بعد بار بار ایسے ہی ہُوا وضو نہ جائے گا اور کپڑا پاک رہا۔ ہاں اگر ایک ہی جلسے میں بار بار اُبھرا اور پُونچھ لیا اور چھوڑ دیتے تو تب مل کر ڈھلک جاتا تو وضو نہ رہا اور وہ ناپاک ہے۔	۷	۴۱
۲۶	**مسئلہ**: خون اُبھرا اور اس پر مٹی ڈال دی پھر اُبھرا پھر ڈالی وضو نہ رہا جبکہ ایک جلسے میں اتنا اُبھرا کہ مل کر بہ جاتا۔	۱	۴۲
۲۷	**مسئلہ**: ایک جلسے میں متفرق طور پر جتنا خون اُبھرا یہ جمع ہو کر بہ جاتا ہے یا نہیں اس کا مدار اندازے پر ہے۔	۲	۴۲
۲۸	**مسئلہ**: ناپاک سرمہ لگایا اور کوئی نجاست آنکھ کے ڈھیلے کو پہنچی اس کا دھونا معاف ہے۔	۳	۴۲
۲۹	**مسئلہ**: خون یا پیپ آنکھ میں بہا مگر آنکھ سے باہر نہ گیا تو وضو نہ جائے گا اُسے کپڑے سے پُونچھ کر پانی میں ڈال دیں تو ناپاک نہ ہوگا۔	۴	۴۲
۳۰	**مسئلہ**: ناک کے سخت بانسے میں خون بہا اور نرم حصے میں نہ آیا تو مشہور تر یہ ہے کہ وضو نہ جائیگا۔	۵	۴۲
۳۱	**مسئلہ**: زخم پر پٹی بندھی ہے اُس میں خون وغیرہ لگ گیا اگر اس قابل تھا کہ بندش نہ ہوتی تو بہ جاتا تو وضو گیا ورنہ نہیں، نہ پٹی ناپاک۔	۶	۴۲
۳۲	**مسئلہ**: قطرہ اُتر آیا یا خون وغیرہ ذکر کے اندر بہا جب تک اُس کے سوراخ سے باہر نہ آئے وضو نہ جائیگا، اور پیشاب کا صرف سوراخ کے منہ پر چمکنا کافی ہے۔	۱	۴۳
۳۳	**مسئلہ**: فقط اتنی بات کہ مثلاً ناک یا دانت سے انگلی پر خون لگ آیا دوبارہ دیکھا پھر اثر پایا وضو جانے کو کافی نہیں جب تک اس میں خود بہنے کی قوت مظنون نہ ہو۔	۲	۴۳
۳۴	**مسئلہ**: قے اگر منہ بھر کر ہو ناقضِ وضو ہے پھر اگرچہ چند بار میں تھوڑی تھوڑی آئے کہ سب ملانے سے منہ بھر کر ہو جائے تو اگر ایک ہی متلی سے آئی ہے وضو جاتا رہیگا اگرچہ مختلف جلسوں میں آئی ہو اور اگر متلی ختم ہو گئی تھی اور پھر دوسری متلی سے اور آئی تو ملائی نہ جائیگی اگرچہ ایک ہی مجلس میں آئی ہو۔	۳	۴۶
۳۵	**مسئلہ**: فرجِ داخل میں خونِ حیض وغیرہ کوئی نجاست اتر آئے جب تک اس کے منہ سے تجاوز کرکے فرجِ خارج میں نہ آئے گی غسل یا وضو کچھ واجب نہ ہوگا۔	۲	۵۴
۳۶	**مسئلہ**: نجاست اگر مخرج کی اندرونی سطح تک آجائے وضو نہ جائے گا جب تک کنارے پر ظاہر نہ ہو۔	۳	۵۵

۳۷ **مسئلہ**: جونک یا بڑی کلّی بدن کو لپٹی اگر اتنا خون چوس لیا کہ خود نکلتا تو بہہ جاتا تو وضو جاتا رہے گا اور تھوڑا چوسا چھوٹی کلّی تھی تو وضو نہ جائے گا۔ یونہی کھٹمل یا مچھر کے کاٹنے سے وضو نہیں جاتا۔ ۵۶ | ۱

۳۸ **مسئلہ**: ورم زیادہ جگہ میں پھیلا ہوا ہے اور اُسے مسح بھی نقصان کرتا ہے اور وہ اوپر سے پھوٹا اور خون یا پیپ ورم پر بہا نہ بدن کی طرف بڑھا تو بعض کتب میں فرمایا وضو نہ گیا۔ اور مصنف کی تحقیق یہ ہے کہ جاتا رہے گا۔ اور اگر اس ورم کو غسل یا مسح کر سکتے ہوں تو بالاتفاق ناقض وضو ہوگا۔ ۵۷ | ۳

۳۹ **مسئلہ**: زخم اگرچہ جسم کے اندر دُور تک پھیلا ہو اور صرف منہ ظاہر ہے تو اس کے گہراؤ میں خون وغیرہ بہتے رہیں کچھ حرج نہیں جب منہ پر آکر ڈھلکے گا وضو جاتا رہے گا اگرچہ زخم کی سطح سے آگے نہ بڑھے۔ ۶۱ | ۵

۴۰ **مسئلہ**: زخم اگر ظاہر جسم ہی پر دُور تک پھیلا ہوا ہے مگر ایک خط یا ڈورے کی طرح دراز و باریک ہے کہ اس کی اندرونی سطح باہر سے نظر نہیں آتی تو ظاہر یہ ہے کہ اس کا حکم بھی اسی عمیق اندرونی زخم کی طرح ہوگا کہ خون اندر دورہ کرے تو مضائقہ نہیں اور اُس کے کناروں تک آجائے تو مضائقہ نہیں جب تک ڈھلکے نہیں اور اگر اس کے بالائی کنارے تک اُبل کر بدن کی جلد پر ڈھلکا تو وضو نہ رہے گا اگرچہ زخم کی حد سے آگے نہ بڑھے۔ ۶۲

۴۱ **مسئلہ**: گہرا ہوا چوڑا گھاؤ جس کی اندرونی سطح باہر سے دکھائی دے۔ ظاہر یہ ہے کہ جب تک اچھا نہ ہو باطن بدن کے حکم میں ہے اگر اس کے اندر خون وغیرہ اُبل کر اُس کے کناروں تک آجائے یا صرف اس کے بالائی حصے پر اُبل کر اس کے اندر اندر بہے باہر نہ نکلے تو وضو نہ جائیگا نہ وہ خون ناپاک ہو کہ ہنوز اپنے مقام ہی میں دورہ کر رہا ہے۔ ۶۲ | ۲

۴۲ **مسئلہ**: صاحب ہدایہ نے ایک کتاب میں فرمایا کہ خون جو تھوڑا تھوڑا نکلے کہ کسی دفعہ کا نکلا ہوا بہنے کے قابل نہ ہو اگرچہ جمع کرنے سے کتنا ہی ہو جائے اصلاً ناقض وضو نہیں اگرچہ ایک ہی مجلس میں نکلے یہ قول خلاف مشہور و مخالف جمہور ہے بے ضرورت اس پر عمل جائز نہیں ہاں جو ایسے زخم یا آبلوں میں مبتلا ہو جس سے اکثر وقت خون یا ریم قلیل نکلتا رہتا ہے کہ ایک بار کا نکلا ہوا بہنے کے قابل نہیں ہوتا مگر جلسہ واحدہ کا جمع کئے سے

حوالہ		نمبر	مسئلہ
۹۲	۳		ہو جاتا ہے اور بار بار وضو اور کپڑوں کی تطہیر موجب ضیق کثیر ہے کہ معذوری کی حد تک پہنچا اس کے لیے اس پر عمل میں بہت آسانی ہے۔
۹۲	۱	۴۳	مسئلہ: گھٹنے یا اور ستر کھلنے یا اپنا یا پرایا ستر دیکھنے سے وضو نہیں جاتا۔
۹۷	۳	۴۴	مسئلہ: دوڑنے یا کودنے سے وضو نہیں جاتا۔
۹۷	۳	۴۵	مسئلہ: کتنی ہی بلندی پر سے گر پڑے وضو نہ جائیگا مگر یہ کہ خون وغیرہ کچھ خارج ہو یا بے ہوش ہو جائے۔
۹۷	۵	۴۶	مسئلہ: جب تک ہوش باقی ہیں طبیعت کسی قدر کسی کام میں مشغول ہو وضو نہ جائیگا جیسے کتاب کا مطالعہ یا یادِ الٰہی کا مراقبہ۔
۹۷	۶	۴۷	مسئلہ: بوجھ اٹھانے یا گر پڑنے یا کسی وجہ سے منی بے شہوت اپنے محل سے جُدا ہو کر نکل گئی وضو واجب ہوگا غسل نہیں۔
۹۸	۸	۴۸	مسئلہ: پھڑیا بالکل اچھی ہو گئی اور اس کا مردہ پوست باقی ہے جس میں اوپر منہ اور اندر خلا ہے، نہانے میں اس میں پانی بھر گیا پھر دبا کر نکال دیا وضو نہ جائے گا نہ وہ پانی ناپاک ہوا۔
۹۸	۲	۴۹	مسئلہ: پھڑیا میں اگر ابھی خون وغیرہ رطوبت باقی ہے نہانے کا پانی اس میں بھرا اور بہہ کر نکلا وضو جاتا رہے گا کہ وہ پانی نجس ہو گیا۔
۹۸	۳	۵۰	مسئلہ: پانی پیا اور معدے میں اتر گیا اور معاً قے ہو کر ویسا ہی صاف ستھرا پانی نکل گیا وضو جاتا رہا جبکہ منہ بھر کر ہو اور وہ پانی بھی ناپاک ہے۔
۹۸	۲	۵۱	مسئلہ: اگر معاذ اللہ کیڑے قے ہوئے یا سانپ، وضو نہ جائے گا اگرچہ منہ بھر کر ہو۔
۷۰	۳	۵۲	مسئلہ: کرسی مونڈھے پر پاؤں لٹکائے بیٹھا تھا سو گیا وضو نہ گیا مگر یورپین ساخت کی کرسی جس کی وسط نشست گاہ میں ایک بڑا سوراخ رکھتے ہیں اس پر سونے سے جاتا رہے گا۔
۷۱	۳	۵۳	مسئلہ: گھوڑے پر زین ہے اس کی سواری میں سو گیا وضو نہ جائے گا اگرچہ ڈھال میں اترتا ہو۔
		۵۴	مسئلہ: ننگی پیٹھ پر سوار ہے اور سو گیا تو اگر راستہ ہموار یا چڑھائی ہے

وضو نہ جائے گا اُتار سے تو جاتا رہے گا۔ (٤١ / ٥)

۵۵ **مسئلہ:** اگر دیوار وغیرہ سے تکیہ لگایا ہے اور اتنا غافل سو گیا کہ وہ شے ہٹا لی جائے تو گر پڑے گا فتویٰ اس پر ہے کہ یوں بھی وضو نہ جائے گا جب کہ دونوں سرین خوب جمے ہوں۔ (٤١ / ٦)

۵۶ **مسئلہ:** قیام، قعود، رکوع، سجود نماز کی کسی ہی حالت پر سو جائے اگرچہ غیر نماز میں اس ہیأت پر ہو وضو نہ جائے گا مگر قعود میں وہی شرط ہو کہ دونوں سرین جمے ہوں اور سجود کی شکل وہ ہو جو مردوں کے لیے سنت ہے کہ بازو پہلو سے جدا ہوں اور پیٹ رانوں سے الگ۔ (٤١ / ٧)

۵۷ **مسئلہ:** فی زمانہ کا ٹٹی کا حکم بھی شکل بیٹھنے کی طرح ہے اور یورپین ساخت کی کاٹھی جس کے بیچ میں سوراخ ہوتا ہے اس پر سونے سے مطلقاً وضو جاتا رہے گا۔ (٤١ / ٩)

۵۸ **مسئلہ:** خاص نماز کے سجدے میں بھی اگر اس وضع پر سویا کہ کلائیاں زمین پر بچھی ہیں پیٹ رانوں سے لگا ہے پنڈلیاں زمین سے ملی ہیں جیسے عورتوں کا سجدہ ہوتا ہے تو وضو جاتا رہے گا اسے یوں بھی تعبیر کرتے ہیں کہ عورت سجدے میں سوئے تو وضو ساقط اور مرد سوئے تو باقی۔ (٤١ / ١٠)

۵۹ **مسئلہ:** اگر تنور کے کنارے اس میں پاؤں لٹکائے بیٹھ کر سو گیا تو مناسب ہے کہ وضو کرے۔ (٤٢ / ١)

۶۰ **مسئلہ:** بیمار لیٹ کر نماز پڑھتا تھا نیند آ گئی وضو نہ رہا۔ (٤٢ / ٣)

۶۱ **مسئلہ:** نماز میں سونے کا کلیہ یہ ہے کہ اگر ان دس صورتوں پر سویا جن میں وضو نہیں جاتا تو نہ وضو جائے نہ نماز فاسد ہو، ہاں اگر رکن بالکل سوتے میں ادا کیا اس کا اعتبار نہ ہوگا اس کا اعادہ ضرور ہے اور جاگتے میں شروع کیا اور اس رکن میں نیند آ گئی اس کا جاگتے کا حصہ معتبر رہے گا اگر وہ بقدر ادائے رکن تھا کافی ہے ان احکام میں قصداً سونا اور بلا قصد سو جانا برابر ہے۔ اور اگر ان دس صورتوں پر سویا جن میں وضو جاتا رہتا ہے تو وضو تو گیا ہی پھر اگر قصداً سویا تو نماز بھی فاسد ہوگی ورنہ وضو کرے جہاں سویا وہاں سے باقی نماز ادا کر سکتا ہے۔ (٤٢ / ٤)

۶۲ **مسئلہ:** اُونگھنے سے وضو نہیں جاتا جبکہ ہوشیاری کا حصہ غالب ہو۔ (٤٢ / ٥)

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۶۳	مسئلہ: بیٹھے بیٹھے نیند کے جھونکے لینے سے وضو نہیں جاتا اگرچہ کسی یک سرین اٹھ جاتا ہو۔	۴	۷۲
۶۴	مسئلہ: جھوم کر گر پڑا اگر معاً آنکھ کھل گئی وضو نہ گیا۔	۷	۷۲
۶۵	مسئلہ: ان دسوں صورتوں میں جن سے وضو جاتا ہے یہی قید ہے کہ انہیں صورتوں پر سونا پایا جائے ورنہ اگر سویا اس صورت پر کہ وضو نہ جاتا اور نیند میں اسی شکل پر آگیا جس میں جاتا ہے مگر معاً شکل پیدا ہوتے ہی بلا وقفہ جاگ اٹھا وضو نہ جائے گا۔	۸	۷۲
۶۶	مسئلہ: نیند خود ناقض وضو نہیں بلکہ اس وجہ سے کہ سوتے میں خروج ریح کا ظن غالب ہے۔	۳	۹۰
۶۷	مسئلہ: جنون سے وضو جاتا رہتا ہے۔	۲	۹۲
۶۸	مسئلہ: نماز جنازہ کے سوا اور نماز میں بالغ آدمی جاگتے میں ایسا ہنسے کہ اوروں تک ہنسی کی آواز پہنچی تو وضو بھی جاتا رہے گا۔	۳	۹۲
۶۹	مسئلہ: پورا [illegible] پیدا ہونے سے فاسد ہو جائے آدمی کبھی عاقلوں کی سی باتیں کرے کبھی پاگلوں کی سی مجنون کی طرح لوگوں کو مارتا گالیاں دیتا نہ ہو تو اس حالت کے پیدا ہونے سے وضو نہیں جاتا۔	۵	۹۲
۷۰	مسئلہ: غشی و بیہوشی سے وضو جاتا ہے اگرچہ خود ناقض وضو نہیں بلکہ اسی ظن خروج ریح وغیرہ کے سبب۔		
۷۱	مسئلہ: جسے ریح کا عارضہ حد معذوری تک ہو اس کا وضو سونے سے ٹوٹ جانا چاہئے۔	۸	۹۳
۷۲	مسئلہ: سوتے میں دونوں سرین زمین پر جمے ہوں تو وضو نہیں جاتا مگر اعادۂ وضو مستحب جب بھی ہے۔	۲	۱۹۲
۷۳	مسئلہ: نقل کھانے سے وضو مستحب ہے جبکہ اس میں بدبو ہو۔	۳	۱۹۲
۷۴	مسئلہ: جذامی یا برص والے سے مس کرنے میں بھی جدید وضو مستحب ہے۔	۴	۱۹۲
۷۵	مسئلہ: صلیب جسے نصاری پوجتے ہیں اور ہنود کے بت وغیرہ کے چھونے سے بھی نیا وضو چاہئے۔	۵	۱۹۲
۷۶	مسئلہ: جن باتوں سے اعادۂ وضو مستحب ہے جب وہ وضو کرنے میں واقع ہوں		

	تو مستحب ہے کہ پھر سرے سے وضو شروع کرے۔	۱	۱۹۳
۷۷	مسئلہ: علماء کا اختلاف ہے کہ نقضِ وضو میں بھی نجاست حکمیہ جنابت کی طرح تمام بدن میں سرایت کرتی ہے۔ شریعت نے تخفیف کے لیے صرف وضو سے اس کا ازالہ مقرر فرمایا یا یہ نجاست فقط اعضاء وضو ہی میں ہوتی ہے۔ راجح تر یہی قول دوم ہے۔ (مصنف کی اس مسئلہ میں تحقیق و تنقیح فتاوی رضویہ میں ملاحظہ فرمائیں)	۵	۲۵۲
۷۸	مسئلہ: راجح یہی ہے کہ حدث اصغر صرف چار اعضاء میں ہوتا ہے نہ یہ کہ ہو تو سارے بدن میں اور تخفیف کے لیے شریعت نے صرف چار عضووں کی طہارت کو کل بدن کی تطہیر فرما دیا جیسے جنابت کا تیمم کہ حدث سارے بدن میں ہے اور صرف منہ اور ہاتھوں کے مسح سے سب بدن پاک ہو سکتا ہے وضو میں ایسا نہیں ولہذا اگر کوئی شخص وضو کی جگہ غسل کا التزام کرے عزیمت و باعث ثواب نہ ہوگا بلکہ بدعت و مورث مواخذہ و عتاب۔	۲	۲۵۷
۷۹	مسئلہ: نماز جنازہ میں اگرچہ قہقہہ سے ہنسے وضو نہیں جاتا۔	۳	۲۵۷
۸۰	مسئلہ: دانتوں سے خون نکلے اگر سرخ ہے وضو جاتا رہا اور جب اس کے غلط سے زرد ہے تو نہیں۔	۱	۵۲۲
۸۱	مسئلہ: نجاست کا اپنی جگہ سے بہہ کر نکلنا ناقض وضو ہے اگرچہ اس کے ساتھ اور پاک رطوبت اس سے زائد مخلوط ہو۔	۱	۵۲۳
۸۲	مسئلہ: رقیق خون کی قے کی مطلقاً وضو جاتا رہے گا سر سے آیا ہو خواہ جوف سے، قلیل ہو یا کثیر۔	۲	۵۲۳
۸۳	مسئلہ: قے میں بستہ خون جوف سے آیا اگر منہ بھر کر ہو ناقض وضو ہے ورنہ نہیں	۳	۵۲۳
۸۴	مسئلہ: بلغم کی قے سے وضو نہیں جاتا خواہ کتنا ہی کثیر ہو۔	۴	۵۲۳
۸۵	مسئلہ: آمیزش آب دہن قلیل و کثیر یعنی رنگ کی زردی سرخی کا فرق اس خون میں ہے کہ خود منہ کے کسی حصے سے آئے وہ خون کہ سینے یا معدہ سے قے میں آئے امام زیلعی کی تحقیق میں مطلقاً ناقض وضو ہے اگرچہ منہ میں آکر آمیزش آب دہن سے زرد ہو جائے۔	۵	۵۲۳
۸۶	مسئلہ: ورزش کرنے سے وضو نہیں جاتا جب تک کوئی ناقض وضو نہ صادر ہو۔	۱	۵۸۳

باب الغسل

	متدین محتاط کا اطمینان چاہیے۔	١	٩٩
١٢	مسئلہ: ہلتا ہوا دانت چاندی کے تار سے باندھا یا مسالے سے جمایا جائز ہے اور اس وقت غسل میں اس تار یا مسالے کے نیچے پانی نہ بہنا معاف ہونا چاہئے۔	٢	٩٩
١٣	مسئلہ: ناپاک سرمہ آنکھوں میں لگایا آنکھیں اندر سے دھونے کا حکم نہیں۔	١	١٠٠
١٤	مسئلہ: جب بدن کے بعض حصے پر پانی ضرر دیتا ہو بعض پر نہیں تو اکثر کا اعتبار ہے۔	١	١٠
١٥	مسئلہ: بیماری وغیرہ سے غش آگیا یا معاذ اللہ نشے سے بیہوش ہوا اس کے بعد جو ہوش آیا تو اپنے کپڑے یا بدن پر مذی پائی تو اس پر سوا وضو کے غسل نہ ہوگا اس کا حکم سوتے سے جاگ کر مذی دیکھنے کے مثل نہیں کہ وہاں غسل واجب ہوتا ہے۔	١	١٠٩
١٦	مسئلہ: انزال ہوا اور نہا لیا اس کے بعد پھر منی نکلی دوبارہ نہانا واجب ہوگا اگرچہ اس بار بے شہوت نکلی ہو مگر یہ کہ پیشاب کر چکا یا سو لیا یا زیادہ چل لیا اس کے بعد منی بے شہوت نکلی تو غسل کا اعادہ نہیں	٢	١١٨
١٧	مسئلہ: نماز میں احتلام ہوا اور منی باہر نہ آئی کہ نماز تمام کر لی اس کے بعد اُتری تو غسل واجب ہوگا مگر نماز ہو گئی کہ اس وقت تک جنب نہ ہوا تھا۔	٥	١١٨
١٨	مسئلہ: رات کو احتلام ہوا جاگا تو تری نہ پائی وضو کر کے نماز پڑھ لی اس کے بعد منی باہر آئی تو غسل اب واجب ہوا اور نماز صحیح ہو گئی۔	٦	١١٨
١٩	مسئلہ: جاگا احتلام خوب یاد ہے مگر تری نہیں پھر مذی نکلی غسل نہ ہوگا	١	١١٩
٢٠	مسئلہ: منی کو اپنے محل یعنی مرد کی پشت، عورت کے سینے سے جدا ہوتے وقت شہوت چاہئے پھر اگرچہ بلا شہوت نکلے غسل واجب ہوگا مثلاً احتلام ہو یا نظر یا فکر یا کسی اور طریق سوائے ادخال کے منی بشہوت اتری اس نے عضو کو مضبوط تھام لیا کہ نہ نکلنے دی یہاں تک شہوت جاتی رہی یا بعض لوگ سانس اوپر چڑھا کر اُترتی ہوئی منی کو روک لیتے ہیں یا بعض میں ضعفِ شہوت کے سبب منی خیال بدلنے یا کروٹ لینے یا اُٹھ بیٹھنے یا پشت پر پانی کا چھینٹا دے لینے سے رُک جاتی ہے غرض کسی طرح شہوت کے وقت اترتی ہوئی منی کو روک لیا یا خود رُک گئی اور پھر جب شہوت جاتی رہی نکلی تو امام اعظم و امام محمد کے نزدیک غسل واجب ہو جائے گا کہ اترتے وقت شہوت تھی اگرچہ نکلتے وقت نہ تھی اور امام ابو یوسف کے نزدیک نہ ہوگا کہ ان کے نزدیک نکلتے وقت بھی شہوت شرط ہے ہاں جب تک نکل ہی نہیں		

۱۱۹ | ۶

غسل بالاتفاق واجب نہ ہوگا کہ نکلنا ضرور شرط ہے۔

۲۱ **مسئلہ:** جماع یا احتلام پر سونے چلنے پھرنے یا پیشاب کرنے کے بعد جو اور منی بلا شہوت نکلے اس سے غسل نہ ہوگا۔ اور چلنے کی بعض نے چالیس قدم تعداد بتائی اور صحیح یہ ہو نا چاہئے کہ جب اتنا چل لیا جس سے اطمینان ہوگیا کہ پہلی منی کا بقیہ ہوتا تو نکل چکتا اس کے بعد بلا شہوت نکلی تو غسل نہیں۔

۱۲۱ | ۱

۲۲ **مسئلہ:** پیشاب کے بعد مرد پر استبراء واجب ہے یعنی وہ افعال کرنا جس سے اطمینان ہو جائے کہ قطرات نکل چکے اب نہ آئیں گے مثلاً کھنکارنا یا ٹہلنا یا ران پر ران رکھ کر عضو کو دبانا وغیرہ ذلک۔ اس میں ٹہلنے کی مقدار بعض نے چالیس قدم رکھی بعض نے یہ کہ چالیس برس کی عمر تک اسی قدر اور زیادہ پر فی برس ایک قدم اور صحیح یہ کہ جہاں تک میں اطمینان حاصل ہو خواہ چالیس کم یا زائد۔

۱۲۲ | ۱

۲۳ **مسئلہ:** وہ جو مسئلہ گزرا کہ پیشاب کے بعد منی اترے تو غسل نہیں اس میں یہ شرط ہے کہ اس وقت شہوت نہ ہو ورنہ یہ جدید انزال ہوگا۔

۲۲ | ۴

۲۴ **مسئلہ:** زوج کی منی اگر عورت کی فرج سے نکلے تو اس پر وضو واجب ہوگا اس کے سبب غسل نہ ہوگا۔

۱۲۳ | ۵

۲۵ **مسئلہ:** چوٹ لگنے یا گرنے یا بوجھ اٹھانے سے منی بے شہوت نکل جائے تو غسل نہ ہوگا صرف وضو لازم ہوگا۔

۱۲۵ | ۲

۲۶ **مسئلہ:** عورت کو اگر احتلام یاد ہو اور جاگ کر تری نہ پائے تو مرد کی طرح اس پر بھی غسل نہیں یہی مذہب ہے اور اسی پر فتویٰ مگر بعض مشائخ کرام فرماتے ہیں اگر خواب میں انزال ہونے کی لذت یاد ہو تو غسل واجب ہے بعض فرماتے ہیں کہ اس وقت چت لیٹی ہو تو غسل واجب۔ لہٰذا ان صورتوں میں بہتر یہ ہے کہ نہالے۔

۱۲۵ | ۲

۲۷ **مسئلہ:** عورت کی ران پر جماع کیا اور منی اس کی فرج میں چلی گئی یا کنواری کی فرج میں جماع کیا اور اس کی بکارت زائل نہ ہوئی تو ان دونوں صورتوں میں عورت پر غسل نہ ہوگا، نہ اس کا انزال ثابت ہوا نہ اس کی فرج داخل میں حشفہ غائب ہوا ورنہ بکارت جاتی رہتی، ہاں ان جماعوں سے اگر عورت کو حمل رہ گیا تو اب اس پر اسی جماع سے غسل واجب ہونے کا حکم دیں گے اور آج تک جتنی نمازیں قبل غسل

پڑھی ہیں سبب یہ ہے کہ حمل رہ جانے سے ثابت ہوا کہ عورت کو خود بھی انزال ہو گیا تھا ورنہ حمل نہ رہتا — ۱۳۰ | ۸

۲۸ — **مسئلہ:** بچہ بالکل صاف پیدا ہوا جس کے ساتھ خون کا اصلاً نشان نہیں، نہ بعد کو خون آیا پھر بھی زچہ پر احتیاطاً غسل واجب ہے۔ — ۱۳۲ | ۸

۲۹ — **مسئلہ:** جائز ہے کہ زن و شوہر دونوں ایک برتن سے ایک ساتھ غسل جنابت کریں اگرچہ باہم ستر نہ ہو اور اس وقت متعلق ضرورتِ غسل بات بھی کر سکتے ہیں مثلاً ایک سبقت کرے تو دوسرا کہے میرے لیے پانی رہنے دو۔ — ۱۳۰ | ۱

۳۰ — **مسئلہ:** مسلمانوں کا اجماع ہے کہ وضو و غسل میں پانی کی کوئی مقدار خاص لازم نہیں۔ — ۱۵۷ | ۱

۳۱ — **مسئلہ:** غسل میں ایک صاع سے زیادہ خرچ کرنا افضل ہے جب تک حدِ اسراف بے سبب یا وسوسہ کی حالت نہ ہو۔ — ۱۵۷ | ۲

۳۲ — عورت کے بال گندھے ہوں اور تین بار سر پر پانی بہانے سے تثلیث میں شبہ رہے تو پانچ بار بہا سکتی ہے۔ — ۱۹۵ | ۳

۳۳ — **مسئلہ:** میت کو شہد یا غسل کرنا مستحب ہے — ۲۲۸ | ۴

۳۴ — **مسئلہ:** جتنی جگہ کا وضو یا غسل میں دھونا فرض ہے جب تک اس کا ایک ایک ذرہ نہ دُھلے دھوئے ہوئے عضو بھی باوضو یا بے جنابت نہ ٹھہریں گے مثلاً پاؤں میں ایک ذرہ دھونے سے باقی ہے اور ہاتھ منہ خوب دھو لیے ہیں تو ابھی قرآن مجید نہ ہاتھ سے چھو سکتا ہے نہ آستین یا دامن سے نہ جنب تھا ابھی تلاوت کر سکتا ہے جب تک پاؤں کا بھی وہ ذرہ نہ دھو لے۔ — ۲۲۶ | ۴

۳۵ — **مسئلہ:** نابالغ نہ کبھی بے وضو ہو نہ جنب۔ انہیں وضو و غسل کا حکم عادت ڈالنے اور ادب سکھانے کے لیے ہے ورنہ کسی حدث سے ان کا وضو نہیں جاتا نہ جماع سے ان پر غسل فرض ہو۔ — ۲۲۷ | ۳

۳۶ — **مسئلہ:** ہنود وغیرہم کفار جس طرح نہاتے ہیں اس سے غسلِ جنابت نہیں اتر تا اسلام لائیں تو قاعدۂ غسل سکھا کر تصحیحِ غسل لازم ہے ورنہ ان کی نماز نہ ہو گی۔ — ۳۳۱ | ۱

۳۷ — **مسئلہ:** کوئی شخص کہیں مہمان گیا صاحبِ خانہ کی عورتیں بھی اسی مکان میں ہیں رات کو اسے نہانے کی حاجت ہوئے کہ تھی کہ اس نے عضوِ مخصوص تھام لیا اور منی

نہ نکلے دی جب شہوت جاتی رہی اس وقت چھوڑا کہ منی جو شہوت کے ساتھ اتری تھی بلا شہوت باہر ہوئی اس صورت میں مذہب یہ ہے کہ غسل فرض ہو گیا کہ منی کا شہوت کے ساتھ اترنا ہی وجوب غسل کو کافی ہے اگرچہ نکلتے وقت شہوت نہ رہے مگر امام ابو یوسف اس صورت میں غسل واجب نہیں مانتے اگر مہمان کو ندامت ہو کہ اس وقت نہاؤں گا تو میری طرف بدگمانی ہوگی تو مذہب امام ابو یوسف پر عمل کر کے نماز پڑھے پھر موقع نکل جانے پر نہا کر پھیر لے۔

۶۳۰ | ۱

۳۸ مسئلہ: عورت کو سر دھونا نقصان کرے گلے سے نہائے اور سارے سر پر مسح کرے۔

۶۳۸ | ۱

۳۹ مسئلہ: وضو یا غسل میں جس عضو کے دھونے کا حکم ہے اگر دھونا مضر ہو تو اس کا مسح دھونے کے قائم ہے۔

۶۴۵ | ۳

۴۰ مسئلہ: بعد انزال میں پیشاب کرنے کے بعد نہانا چاہیے کہ منی کا بقیہ خارج ہو جائے۔

۸۰۶ | ۱

۴۱ مسئلہ: اگر بعد جماع بے پیشاب کیا یا سویا یا چلا پھرا کہ بقیہ منی نکل جاتا اور نہا لیا اس کے بعد اسی منی کا بقیہ خارج ہوا جو بشہوت پشت سے جدا ہوئی اور بعض نکل کر حسب عادت بعض باقی رہ گئی تھی تو دوبارہ نہانا لازم ہوگا

۸۰۹ | ۲

۴۲ مسئلہ: منی اپنے محل میں مرد کی پشت یا عورت کے سینے سے جدا ہوتے وقت شہوت ضرور ہے اس وقت اگر شہوت نہ تھی غسل واجب نہ ہوگا مثلاً بھاری بوجھ اٹھا سے اتر آئی یا معاذ اللہ عارضۂ جریان میں۔ ہاں جب شہوت سے جدا ہوئی ہو تو سوراخ سے نکلتے وقت شہوت اگر نہ بھی ہو غسل واجب ہو جائے گا غرض انفصال محل کے وقت شہوت شرط ہے خروج کے وقت ضرور نہیں مگر بہر حال وجوب غسل کے لیے خروج ضرور شرط ہے اگر شہوت سے اُتری اور نہ نکلی تو جب تک نہ نکلے گی غسل واجب نہ ہوگا۔

۸۱۲ | ۳

۴۳ ف: ہر منی کہ شہوت سے نکلے اس سے پہلے مذی ضرور نکلتی ہے۔

۸۱۵ | ۳

۴۴ مسئلہ: عورت کا حیض ختم ہوا اور ابھی نہائی نہ تھی کہ سوتے میں احتلام ہوا دوبارہ غسل آیا۔ سوتے سے اٹھی ہی تھی کہ شوہر نے جماع کیا قدر حشفہ غائب ہوتے ہی

تیسری بار وجوب غسل ہوا آخر جماع میں عورت کو انزال ہوا اب چوتھی بار وجوب ہوا یونہی اگر نہانے سے پہلے احتلام وجماع وانزال کتنی ہی بار واقع ہوں کہ سو بار یا ہزار بار وجوب غسل ہو سب کے لیے ایک ہی نہانا کافی ہوگا۔ اور اگر اسی حالت میں قبل غسل مرجائے تو ایک غسل میت سب کو کفایت۔ — ۵ | ۸۲۱

باب المیاہ

۱ — مسئلہ: پانی چلو میں لیا اور ابھی استعمال نہ کیا تھا کہ حدث واقع ہو بعض کے نزدیک اس پانی کو وضو میں استعمال کرسکتا ہے اور مصنف کی تحقیق کہ یہ خلاف صحیح ہے وہ چلو وضو میں کام نہیں دے سکتا۔ — ۲ | ۳۲

۲ — مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ جس بدن پر حدث ہو پانی کا اسے چھو کر اس سے جدا ہونا ہی اس کے مستعمل کر دینے کو بس ہے خود صاحب حدث کا پانی ڈالنا یا اس کی نیت یا اس بدن سے جدا ہو کر دوسرے بدن یا کپڑے یا زمین پر ٹھہرجانا کچھ شرط نہیں — ۳ | ۳۲

۳ — مسئلہ: وضو سے جو پانی برتن میں بچ رہا اس سے وضو جائز ہے۔ — ۱ | ۲۳۳

۴ — مسئلہ: وضو یا غسل میں اگر کسی عضو کا پانی دھار بندھ کر برتن میں گرا برتن کا پانی قابل طہارت رہے گا، ہاں اگر اتنا گرا کہ برتن کے پانی سے زائد ہوگیا تو اس سے وضو غسل نہ ہوسکے گا۔ — ۲ | ۲۳۳

۵ — مسئلہ: ساڑھے سات گز مربع حوض میں کسی بچے نے پیشاب کر دیا ناپاک نہ ہوگا۔ — ۱ | ۲۳۶

۶ — مسئلہ: حوض دہ در دہ نجاست سے اصلاً ناپاک نہیں ہوتا جب تک خاص نجاست کے سبب اس کا رنگ یا مزہ یا بو بدل نہ جائے۔ — ۳ | ۲۳۶

۷ — مسئلہ: وضو ہیں اور پانی کول وغیرہ میں ہے جسے جھکا نہیں سکتا تو کٹورے وغیرہ سے لے کر ہاتھ دھوئے یا کسی باوضو یا نابالغ بچے سے نکلوائے اور یہ بھی میسر نہ ہو تو چلو سے لے کر ہاتھ دھولے پانی اس ضرورت کے سبب مستعمل نہ ہوگا بے ضرورت ہوتا تو مستعمل ہوجاتا۔ — ۳ | ۲۳۷

۸ — مسئلہ: جنب یا بے وضو کا اگر وہ عضو جس کی ابھی طہارت نہ کی ذرہ بھر بھی اگر مٹکے بھر پانی میں ڈوب جائیگا تو مذہب اصح میں پانی قابل طہارت نہ رہے گا۔ — ۳ | ۲۳۷

نمبر	مسئلہ		صفحہ
۹	مسئلہ: لگن میں وضو کرکے یہ مستعمل پانی گھڑے بھر پانی میں ملا دیا سب قابلِ وضو ہو گیا کہ مستعمل و غیر مستعمل پانی کے ملنے میں زائد کا اعتبار ہے	۱	۲۲۹
۱۰	مسئلہ: آبِ مطلق کے سوا دودھ گلاب کیوڑے وغیرہ کسی چیز سے وضو و غسل نہیں ہو سکتا۔	۱	۲۳۰
۱۱	مسئلہ: وضو یا غسل کا پانی مسجد میں ڈالنا چھڑکنا حرام ہے اور گلاب سے وضو کی تو وضو نہ ہوا اور وہ گلاب مسجد میں چھڑک سکتے ہیں۔	۲	۲۳۰
۱۲	مسئلہ: باوضو نے ماں باپ کے کھڑے یا ان کے کھانے کے لیے پھل یا مسجد کا فرش ثواب کے لیے دھویا پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ یہ افعال قربت کے ہیں۔	۳	۲۳۱
۱۳	مسئلہ: جس پانی سے قربت مطلوبہ شرعاً کی اقامت کی جاتی ہے وہ انسان کے گناہ دھوتا ہے گناہوں کی نجاست حکمیہ اس کی طرف منتقل ہوتی ہے لہذا مستعمل ہو جاتا ہے۔	۲	۲۳۲
۱۴	مسئلہ: اس کی ترجیح کہ مستعمل ہونے کے لیے صرف بدن سے جدا ہونا کافی ہے کہیں استقرار شرط نہیں۔	۳	۲۳۳
۱۵	مسئلہ: گرمی کے سبب عبادت یا مطالعہ کتاب میں دل نہیں جمتا اس نیت سے ٹھنڈک پہنچے کر نہایا یا ہاتھ منہ دھوئے تو قربت فردہ ہے مگر پانی مستعمل نہ ہوگا اگر باوضو تھا۔	۲	۲۳۴
۱۶	مسئلہ: بدن ستھرا رکھنا میل دور کرنا شرع میں مطلوب ہے کہ اسلام کی بنا ستھرائی پر ہے۔ اس نیت سے باوضو نے بدن دھویا تو قربت بے شک ہے مگر پانی مستعمل نہ ہوا۔	۳	۲۳۴
۱۷	مسئلہ: جمعہ یا عیدین یا عرفہ یا احرام وغیرہا کے جو غسل سنت و مستحب ہیں صرف آبِ مطلق سے ادا ہوں گے گلاب کیوڑے سے ادا نہ ہوں گے۔	۵	۲۳۴
۱۸	مسئلہ: بے وضو نابالغ کا ہاتھ پانی میں ڈوب جانے سے پانی خراب نہیں ہوتا اس سے وضو روا ہے۔ ہاں نجاست کا شک ہو تو بہتر ہے کہ اس سے وضو نہ کرے۔	۵	۲۴۷
۱۹	مسئلہ: باطنِ چشم دھونے سے پانی مستعمل نہ ہوگا اگرچہ جنب دھوئے۔	۱۱	۲۵۷
۲۰	مسئلہ: مصنف کی تحقیق کہ مسح سے بھی پانی مستعمل ہو جاتا ہے۔ اور اس میں		

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	اوہام کا ازالہ۔	۵	۲۵۷
۲۱	مسئلہ: بے وضو شخص نے پانی کے برتن میں اپنا سر داخل کیا یہاں تک کہ چہارم سر کو پانی لگ گیا مسح ادا ہو گیا اور برتن کا پانی مستعمل نہ ہوا۔	۶	۲۵۸
۲۲	مسئلہ: نابالغ کا پاک ہاتھ یا بدن کا کوئی جز اگرچہ بے وضو ہو پانی میں ڈالنے سے قابلِ وضو رہے گا۔	۱	۲۶۱
۲۳	مسئلہ: میت کے بدن سے قبل غسل جو پانی اگرچہ بے قصدِ غسل مس کرے قابلِ وضو رہے گا۔	۲	۲۶۲
۲۴	مسئلہ: حیض و نفاس ابھی ختم نہ ہوا اس حالت میں عورت کا ہاتھ پانی میں پڑنے سے بدستور قابلِ وضو رہے گا۔	۲	۲۶۳
۲۵	مسئلہ: بضرورت ہاتھ ڈالنے سے پانی مستعمل نہیں ہوتا۔ ہاں ضرورت سے زائد مستعمل کرے گا۔	۳	۲۶۳
۲۶	مسئلہ: ہاتھ ڈالا ضرورت سے پھر پانی ہی میں دھونے کی نیت کر لی مستعمل ہو گیا۔	۴	۲۶۳
۲۷	مسئلہ: جس طرح سارا ہاتھ پڑنے سے پانی مستعمل ہوتا ہے یوں ہی ناخن یا کوئی حصہ۔	۵	۲۶۳
۲۸	مسئلہ: مستعمل پانی پاک ہے اس سے کپڑا دھو سکتے ہیں مگر اس سے وضو نہیں ہو سکتا اور اس کا پینا یا اس سے آٹا گوندھنا مکروہ ہے۔	۲	۲۶۳
۲۹	مسئلہ: چالیس ائمہ و کتب کے نصوص سے اس مسئلہ کا اثبات کہ دہ در دہ سے کم پانی میں بصورت کسی ایسے عضو کا پڑ جانا جس پر نجاست حکمیہ ہو یعنی وضو یا غسل میں اس کے دھونے کا حکم ہو اور ابھی نہ دھویا اس سبب پانی کو مستعمل و ناقابلِ وضو کرتا ہے۔	۳	۲۶۳
۳۰	مسئلہ: جنب یا بے وضو کا پاؤں لگن میں پڑ گیا پانی مستعمل ہو گیا۔ یوں ہی اگر لگن میں بضرورت چلو میں پانی لینا تھا کہ اور کوئی برتن پاس نہ تھا اور اسے جتنا ہاتھ چلو لینے کیلئے داخل کرنا ہوتا اس سے زائد لگن میں ڈال دیا پانی طہارت کے قابل نہ رہا۔	۱	۲۶۵
۳۱	مسئلہ: پانی کی کوٹی میں کٹورا اگر کر ڈوب گیا اور کوئی برتن موجود نہیں، نہ کہیں اور پانی ہے کہ اس سے ہاتھ دھو کر کوٹی میں ڈالے اس ضرورت سے بے وضو یا جنب نے		

کنویں میں ہاتھ ڈال کر کٹورا نکال لیا تو پانی مستعمل نہ ہوا اگرچہ کہنی یا بغل تک ہاتھ داخل کرنا پڑا ہو کہ یہ بضرورت ہے معاف ہے۔ — ۲۶۵ | ۲

۲۲ — مسئلہ: ٹھنڈک لینے کو ہاتھ یا ایک پورا بھی بے دھلا ڈالے گا تو پانی وضو کے قابل نہ رہے گا کہ یہ بے ضرورت ہے۔ — ۲۶۵ | ۳

۲۳ — مسئلہ: کنویں میں ڈول گر گیا اس کے نکالنے کو آدمی بے نہائے گھسا پانی خراب نہ ہوگا جبکہ اس کے بدن یا کپڑے پر کوئی نجاست حقیقیہ نہ ہو نہ رفع حدث کی نیت کرے — ۲۶۶ | ۱

۲۴ — مسئلہ: اگر غسل اتارنے کی نیت سے کنویں میں غوطہ لگایا پانی بالاتفاق مستعمل ہو جائے گا۔ — ۲۶۶ | ۲

۲۵ — مسئلہ: باوضو آدمی کنویں میں مثلاً ڈول نکالنے کو گھسا اور وہاں بقصد قربت نہانے کی نیت کر لی پانی مستعمل ہو گیا۔ — ۲۶۷ | ۱

۲۶ — مسئلہ: مسئلۃ البئر جحط میں بکثرت اختلافات ہیں اور قول صحیح و معتمد یہ ہے کہ اگر جنب یا بے وضو کنویں میں گھسے تو اس کے جتنے بدن پر پانی گزرا وہ تو پاک ہو گیا رہا کنویں کا پانی اگر بے ضرورت گھسا [illegible] کنویں سے گرا ہوا ڈول نکالنے کی ضرورت امام اعظم رحمہ اللہ کے نزدیک معتبر نہیں تو پانی مستعمل ہو جائے گا۔ — ۲۶۷ | ۲

۲۷ — مسئلہ: حیض یا نفاس والی کا ابھی خون منقطع نہ ہوا تو وہ مثل طاہر ہے کہ ہنوز اس پر حکم غسل نہیں، اگر ٹھنڈک لینے کو کنویں میں گھسے پانی مستعمل نہ ہوگا بخلاف بعد انقطاع کہ اب اس پر حکم غسل متوجہ ہے تو اگر بے ضرورت کنویں میں جائے گی پانی مستعمل ہو جائے گا۔ — ۲۶۷ | ۳

۲۸ — مسئلہ: جنب نے دس کنووں میں نہانے کے لیے غوطہ لگایا پہلے تین کا پانی مستعمل ہو گیا کہ تین بار تک پانی ڈالنا سنت ہے چوتھے کنویں سے آخر تک حکم استعمال نہ ہوگا مگر اس حالت میں کہ بقصد قربت نہانے کی نیت کرے یا تیسرے کنویں سے نکلنے کے بعد حدث واقع ہو جائے، رہا جنب اس کے جتنے بدن پر پانی پہنچا اتنا پاک ہو گیا یہاں تک کہ اگر غوطے میں تمام بدن پر پانی گزر گیا اور کلی کر لی ناک میں پانی پہنچا دیا غسل اتر گیا — ۲۶۷ | ۴

۲۹ — مسئلہ: جو احکام جنب کے دس کنووں میں نہانے کے گزرے یہی احکام محدث کے لیے ہیں جبکہ مثلاً دس کنووں میں اپنے اعضاء وضو کے لیے دھوئے۔ — ۲۶۷ | ۵

۴۰ **مسئلہ:** دہ در دہ پانی کی سب جوانب یکساں ہیں۔ نجاست نظر آنے والی پڑی ہو جب بھی خاص اس طرف سے بھی وضو جائز ہے۔ — ۱ | ۱۹۸

۴۱ **مسئلہ:** عورت کے پیتے ہوئے یا اس کے وضو یا غسل سے بچے ہوئے پانی سے مرد کو یوں ہی مرد کے بقیہ سے عورت کو وضو و غسل جائز ہے۔ — ۱ | ۲۰۰

۴۲ **مسئلہ:** تحقیق یہ ہے کہ ہمارے سب ائمہ رضی اللہ عنہم کے نزدیک آب مستعمل پاک ہے اور حدث سے پاک کرنے والا نہیں۔ — ۱ | ۲۴۳

۴۳ **مسئلہ:** تحقیق یہ بھی ہے کہ دہ در دہ پانی کا کوئی حصہ نجاست گرنے سے ناپاک نہیں ہوتا اگرچہ خاص اسی کے پاس کا۔ اگرچہ نجاست نظر آنے کی ہو۔ — ۳ | ۲۸۱

۴۴ **مسئلہ:** تالاب یا جھیل دہ در دہ ہے مگر اس میں نرکل یا کھیتی یا اور قسم کی اشیاء اُگی ہیں اگرچہ قریب قریب ہوں پانی گیر ہی مانا جائیگا اور ان کے اُگنے کی جگہ مستثنی ہو کر دہ در دہ کا حکم نہ قرار پائے گا۔ — ۱ | ۲۸۹

۴۵ **مسئلہ:** حوض دہ در دہ ہے اور پانی پر کائی جمی ہوئی ہے وضو میں پاؤں اس کے اندر ڈال کر دھوئے اگر ڈالتے ہی اتنی سطح سے کائی ہٹ جائے تو عضو تک پانی پہنچنے سے مانع نہ ہو گی تو وضو نہ ہوگا اور اگر ایسی نہیں تو ہو جائے گا۔ — ۲ | ۲۸۹

۴۶ **مسئلہ:** برف سے دہ در دہ حوض کا پانی جم گیا اگر اتنی نرم ہے کہ جنبش دینے سے پھٹ جاتا ہے تو اعضاء وضو اس کے اندر ڈال کر دھونا جائز ہے وضو ہو جائے گا اور اگر سخت ٹکڑے ٹکڑے ہیں کہ ہلانے سے نہیں ٹوٹتے تو اعضاء اس کے اندر ڈال کر دھونے سے وضو نہ ہوگا اتنا پانی برف کے ٹکڑوں میں گھرا ہوا اس کے اندر عضو بے وضو ڈالا مستعمل ہو جائے گا، ہاں برتن پانی نکالنے کو نہیں چلو لینے کو ہاتھ ڈالا تو معاف ہے۔ — ۳ | ۲۸۹

۴۷ **مسئلہ:** حوض اوپر سے دہ در دہ ہے اور نیچے سے کم تو جب تک بھرا ہے نہ اس میں نہانے یا اعضاء وضو ڈالنے سے مستعمل ہوگا نہ نجاست پڑنے سے ناپاک اور جب پانی صرف نیچے آتنی جگہ رہ جائے یا اول سے اتنا ہی بھرا ہو جہاں دہ در دہ سے کم ہے، تو وضو سے مستعمل ہو جائے گا اور نجس سے ناپاک۔ — ۳ | ۲۹۰

۴۸ **مسئلہ:** اگر حوض نیچے دہ در دہ اور اوپر کم ہے تو جب تک پانی نیچے دہ در دہ کی جگہ تک ہے نہ نجاست سے ناپاک ہوگا نہ وضو و غسل سے مستعمل اور اگر پورا بھر دیا

جہاں بالائی سطح دہ در دہ سے کم ہے وہ مستعمل بھی ہو جائے گا اور نجاست سے ناپاک بھی یعنی اوپر کا حصہ جہاں تک دہ در دہ سے کم ہے نیچے کا حصہ پاک رہے گا یہی اصح ہے بتحریر عن المحیط۔

۲۹۰ ۴

۴۹ مسئلہ: یہ فقہی چیستان ہے کہ کون سا پانی ہے کہ جب تک کثیر ہے اس میں نہانے سے مستعمل ہو جائے گا اور نجاست پڑنے سے ناپاک۔ لیکن جب گھٹ جائے تو اب نہ مستعمل ہو نہ نجس۔

۲۹۰ ۵

۵۰ مسئلہ: یہ بھی صحیح ہے کہ پانی کا دہ در دہ مربع ہونا کچھ ضروری نہیں صرف سو ہاتھ کی مساحت میں ہونا درکار ہے اگر سو ہاتھ طول ایک ہاتھ عرض یا دو سو ہاتھ طول ایک بالشت عرض ہے تو وہ بھی دہ در دہ ہے۔ اور اس بارہ میں مصنف کی تحقیقات۔

۲۹۰ ۶

۵۱ مسئلہ: بڑے حوض یا تالاب یا دریا سے ایک چھوٹے حوض کی شاخ نکالی جس کا اتصال اس کے اتصال سے ہٹا ہے بظاہر یہ جدا پانی نہ سمجھا جائے گا کہ سب پانی ملا ہوا ہے۔ تو یہ حوض اگرچہ دہ در دہ [illegible] اس میں ڈالنے سے مستعمل نہ ہو کہ اسی بڑے پانی کا ٹکڑا ہے۔ مگر فتاویٰ میں اس کے خلاف ہے۔

۲۹۳ ۱

۵۲ مسئلہ: ایک چھوٹے حوض میں پانی ایک طرف سے آتا دوسری طرف سے نکل جاتا ہے۔ وہ مطلقاً آب جاری ہے اگرچہ اتنا تھوڑا ہو کہ پانی اس میں چھینٹے کے لیے رکتا ہوا نکلے فوراً نکلا چلا نہ جائے بہرحال نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔

۲۹۳ ۲

۵۳ مسئلہ: دہ در دہ سے کم ایک چشمہ میں سوتے ہیں اور اس کے ڈھال کی طرف نالی ہے پانی ہر وقت سوتوں سے ابلتا اور نالی سے نکلتا ہے۔ تو یہ چشمہ جاری کے حکم میں ہے نجاست سے ناپاک نہ ہوگا یہی صحیح ہے اور خاص جہاں سے پانی کا نکاس ہے وہ تو بالاتفاق جاری ہے۔

۲۹۳ ۳

۵۴ مسئلہ: کنویں میں وضو یا غسل کا پانی کتنا ہی ڈال دیا جائے اگر اس میں کچھ نجاست نہ ہو کنواں پاک تو رہے گا ہی مستعمل بھی نہ ہوگا۔ جب تک مستعمل پانی کنویں کے پانی سے مقدار میں زیادہ نہ ہو اور اس سے ایک ڈول نکالنے کی بھی حاجت نہیں

۳۰۰ ۲

۵۵ مسئلہ: بے وضو یا جنب کنویں میں گھسے پانی مستعمل ہو جائے گا اس کے مطہر

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	کرکے کہ جتنے ڈول نکالے جائیں۔	۱	۳۰۸
۵۶	مسئلہ: عرب شریف میں بڑے بڑے حوض جنگل میں بنائے جاتے ہیں جو بارش کے پانی سے بھرتے اور خرچ کے لیے خزانہ رہتے ہیں ان کے حکم کی تحقیق کہ وہ کنویں کے حکم میں نہیں نجاست پڑے تو کنویں کی طرح کچھ ڈول نکالنا کافی نہ ہوگا مگر بحالت حرج۔	۲	۳۰۸
۵۷	مسئلہ: کوئی اگرچہ کتنی بڑی ہو اگرچہ آدھی زمین میں گڑی ہو کنویں کے حکم میں نہیں ہو سکتی ناپاک پانی بے دھوئے بے ضرورت پڑنے پڑا ہے پاک یا مطہر کرنے کے لیے کچھ ڈول کافی نہ ہوں گے بلکہ اس کا یہی طریقہ ہے کہ اچھے اچھے پانی سے لبریز کرکے ابال دیں۔	۵	۳۰۸
۵۸	مسئلہ: پانی میں نرکل یا کھیتی اگرچہ قریب ہو اس کی مساحت کہ وہ دہ در دہ سے کم نہ کریں گے۔	۱	۳۰۵
۵۹	مسئلہ: آب کثیر میں خود عین نجاست کا رنگ یا بو یا مزہ آجائے تو ناپاک ہوگا نجاست سے جو چیز ناپاک ہوئی جیسے گلاب یا سرکہ یا زعفران اس کے رنگ بو مزے کا اعتبار نہیں۔	۱	۳۲۰
۶۰	مسئلہ: حوض اگر مثلث متساوی الاضلاع ہو سو ہاتھ مساحت ہونے کے لیے اس کی ہر ضلع ۱/۵ ۱۵ ہونی چاہیے۔	۴	۳۲۸
۶۱	مسئلہ: دوسرے قول پر حوض مثلث متساوی الاضلاع کے دہ در دہ ہونے کے لیے ہر ضلع ۱/۲ ۲۱ ہاتھ ۲/۳ گرہ ہونا چاہیے۔	۱	۳۲۹
۶۲	مسئلہ: شراب خور کی مونچھیں بڑی ہوں ان کو شراب لگ گئی جب تک وہ مونچھیں پاک نہ ہو جائیں جو پانی پیے گا پانی اور برتن دونوں ناپاک ہو جائیں گے۔	۶	۳۲۲
۶۳	مسئلہ: نہر کے کنارے پانی لینے وضو کرنے کو تختہ بندی کرکے گھاٹ بنائے اگر وہ حصہ کہ تختوں نے گھیرا دہ در دہ ہے یا نہر کا پانی تختوں سے نیچے ہے جب تو ظاہر ہے کہ ہر طرح آب کثیر ہے اور اگر پانی تختوں سے اتر گیا اور یہ حصہ دہ در دہ سے کم ہے تو یہ جدا حوض مانا جائے گا اور نجاست سے نجس اور استعمال سے مستعمل ہو جائے گا یہ اشتراط ہر دو امتداد طول و عرض پر مبنی ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔	۱	۳۳۱
۶۴	مسئلہ: بڑے تالاب کا پانی برف سے جم گیا ایک جگہ سے برف توڑ کر کچھ کھول دیا اس کا بھی حکم اسی گھاٹ کی طرح ہے۔	۲	۳۳۱

٦٥ **مسئلہ:** ان صورتوں میں مستعمل یا ناپاک ہوگا تو صرف وہی گھاٹ یا برف بنا یا ہوا ٹکڑا جس میں استعمال یا وقوعِ نجاست ہوا برابر کا دوسرا گھاٹ یا برابر سے برف بنا کر جو پانی لیں طاہر مطہر ہے۔

٦٦ **مسئلہ:** بڑے حوض سے ایک چھوٹے حوض کی شاخ نکالی تو یہ حوض جدا گنا جائیگا نجاست اور استعمال سے ناپاک نا مطہر ہو جائے گا ظاہرًا اس کی بنا بھی اسی اشتراط پر ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

٦٧ **مسئلہ:** نہر یا تالاب یا حوض کلاں میں جو باہر نکلا ہوا کُنج ڈھائی ہاتھ سے کم چوڑا ہو مستقل حوض نہ شمار کیا جائیگا اسی کبیر کا تابع رہے گا، ہاں ڈھائی ہاتھ چوڑا مستقل ہے

٦٨ **مسئلہ:** پانی دہ در دہ جگہ میں پھیلا ہوا ہے کہ نجاست پڑنے سے ناپاک نہ ہوا یہی پانی نجاست پڑنے کے بعد اگر سمٹ کر تھوڑی جگہ میں ہو جائے جب بھی پاک ہی رہے گا بشرطیکہ نجاست باقی نہ رہی ورنہ اب ناپاک ہو جائے گا۔ مثلاً دہ در دہ حوض میں پانی نکال دینے کو ایک نالی ہے حوض میں مردہ چوہا گر گیا ناپاک نہ ہوا کہ آب کثیر ہے اب وہ نالی کھول دی [illegible] جمع ہو گیا اگر چوہا نکال کر پھینک دیا یا پانی کے ساتھ کنویں میں نہ آیا کنواں پاک ہے اور چوہا بھی کنویں میں آ گیا تو اب ناپاک ہو گیا۔

٦٩ **مسئلہ:** کنویں میں نجاست گری برابر دہ در دہ حوض سے پانی کھینچ کر حوض میں ڈال دیا کہ دہ در دہ جگہ میں پھیل گیا اس سے پاک نہ ہو جائے گا اگرچہ نجاست نکال کر پھینک دی ہو۔

٧٠ **مسئلہ:** بڑے تالاب میں نجاست پڑی کہ ناپاک نہ ہوا اب وہ کثرتِ خرچ یا شدتِ گرما سے سوکھ کر کتنا ہی کم رہ جائے ناپاک نہ ہوگا اگر نجاست بدستور باقی نہیں۔

٧١ **مسئلہ:** چھوٹے تالاب کی تہ میں پانی ہے نجاست پڑی کہ ناپاک ہو گیا، اب چاہے نجاست نکال کر لیا اب پھر بھی دین عام کتبِ متداولہ کے حکم سے ناپاک ہی رہے گا جب تک چھلک کر اُبل نہ جائے۔

٧٢ **مسئلہ:** کلیہ یہ ہے کہ پانی کی کثرت قلت نجاست سے ملتے وقت دیکھی جاتی ہے

گر اس وقت کثیر تھا تو گھٹ یا سمٹ کر بھی ناپاک نہ ہوگا جبکہ نجاست اس وقت باقی
نہ ہو اور اگر اس وقت قلیل تھا تو بڑھ یا پھیل کر بھی پاک نہ ہوگا جب تک پاک سے مل کر
جاری نہ ہو۔ ۳ | ۳۴۴

۷۳ مسئلہ: ہر بہتی چیز اپنی جنس طاہر یا پاک پانی کے ساتھ مل کر بہنے سے پاک ہو جاتی ہے۔ ۱ | ۳۴۵

۷۴ مسئلہ: اس بہنے میں طول عرض عمق کچھ شرط نہیں چھوٹی سی تھالی میں بھی بہانے سے پاک
ہو جائے گی۔ ۳ | ۳۴۵

۷۵ مسئلہ: اس بہنے میں تین شرطیں ہیں ایک طرف سے پانی یا اسی ناپاک شدہ چیز
مثلاً دودھ یا تیل کی طاہر جنس کسی ظرف میں داخل ہونا دوسری طرف سے اس کے
بعض کا بہنا اور یہ دخول و خروج آخر تک ایک ساتھ ہونا۔ ۳ | ۳۴۵

۷۶ مسئلہ: حوض یا کٹورے میں جو ناپاک پانی ٹھہرا ہے اور پاک سے بھرا جب تک
لبالب بھر جائے گا سب ناپاک ہوتا جائے گا۔ جب بھر کر بہے گا وہ پانی اور محل سب
پاک ہو جائیگا۔ ۳ | ۳۴۵

۷۷ مسئلہ: حمام کے حوض میں نل سے پانی آرہا ہے اور ادھر لوگ برابر اس میں سے
پانی لے رہے ہیں کہ پانی کی جنبش تھمنے نہیں پاتی اس حالت میں وہ نجاست سے ناپاک
نہ ہوگا کہ جاری ہے۔ ہاں جنبش تھمنے کے بعد نجاست پڑی یا پہلی نجاست باقی رہی تو اب
ناپاک ہو جائے گا۔ ۱ | ۳۴۶

۷۸ مسئلہ: وضو کا حوض جس میں نل سے پانی آرہا ہو اور دوسری طرف کوئی بہار رہا ہو
یا لوگ وضو کر رہے ہیں کہ پانی کا ہلنا موقوف نہیں ہوتا اس حالت میں نجاست سے
ناپاک نہ ہوگا پانی ٹھہر گیا اور نجاست پڑی یا رہی تو اب نجس ہوگا۔ ۲ | ۳۴۶

۷۹ مسئلہ: کنویں میں سوت سے پانی آرہا ہے اور اوپر سے چرخ یا ڈول سے لیا جا رہا
ہے کہ پانی ٹھہرنے نہیں پاتا اس حالت میں نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں تھمنے پر
نجاست رہی تو ناپاک ہو جائیگا۔ ۳ | ۳۴۷

۸۰ مسئلہ: اس بہنے میں کہ اُبلنا شرط ہے اس کے لیے کوئی مقدار معین ضروری نہیں
کہ اتنی دور بہہ کر جائے، نہیں بلکہ نکلتے ہی پاک ہو جائے گا کہ جاری ہو گیا۔ ہاں جب
تک اُبلتا رہے گا جریان کا حکم باقی رہے گا۔ کسی نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ جب

ابلنا تھمے گا اور وہ دہ در دہ نہیں تو اب اگر نجاست پڑی یا پہلی ہی نجاست باقی ہو تو نجس ہو جائے گا۔

۳۴۶ ۴

۸۱ مسئلہ: اس ابال میں برتن اور اندر کا پانی وغیرہ تو پاک ہو ہی گئے، اُبل کر جب باہر نکلا وہ بھی پاک ہے جو کچھ بہتی چیز ہو دودھ یا گرم کیا ہوا گھی یا تیل وغیرہ اور اگر پانی ہے تو فقط پاک نہیں طاہر بھی ہے اس سے وضو ہو سکتا ہے۔

۳۴۷ ۱

۸۲ مسئلہ: ڈول اگر اندر سے ناپاک ہو جائے اور اسے پانی بھر کر ابال دیں پاک ہو جائے گا لیکن اگر باہر سے ناپاک ہے تو صرف ابال کافی نہ ہوگا جب تک بہتا ہوا پانی خاص موضع اس پر اتنی کثرت سے نہ گزرے کہ نجاست دور ہونے کا ظن غالب ہو جائے اور اگر باہر سے تلا ناپاک ہو تو ابال سے پاک نہ ہوگا کہ وہاں پانی نہ پہنچے گا۔ یہی حکم ہر برتن کا ہے۔

۳۴۷ ۲

۸۳ مسئلہ: ابالنے میں پانی جس طرف سے داخل ہوا اسی طرف الٹ آیا تو کافی نہ ہوگا۔

۳۴۷ ۳

۸۴ مسئلہ: برتن اگر جھکا ہوا ناہموار زمین پر رکھا ہے اُوپر سے پانی ڈال کر دوسری جھکی ہوئی جانب سے نکل گیا پاک ہو گیا اور اگر جھکی ہوئی جانب میں پانی ڈالا اُدھر ہی کو الٹ آیا تو پاک نہ ہوگا۔

۳۴۸ ۶

۸۵ مسئلہ: کسی ظرف کے جوف میں پانی کی حرکت اسی کے حق میں جریان نہیں جب تک باہر سے داخل ہو کر اسے ابال نہ دے لیکن اس کے جوف میں اگر چھوٹا ظرف رکھا ہو اور وہ بھر کر اُبل گیا وہ پاک ہو جائے گا اگرچہ بڑا ظرف بھرے بھی نہیں۔

۳۴۸ ۷

۸۶ مسئلہ: اگر نجاست غیر مرئیہ تھی یا مرئیہ نکال دی اس کے بعد ابالا تو مطلقاً پاک ہو گیا اور اگر مرئیہ باقی رکھی اور اُبالا تو جب تک اُبل رہا ہے پاک ہے ابال تھمتے ہی پھر ناپاک ہو جائے گا۔

۳۴۸ ۸

۸۷ مسئلہ: اس کی تحقیق کہ پانی جاری یا دہ در دہ کا کوئی حصہ کیسی ہی نجاست مرئیہ واقع ہو ناپاک نہ ہوگا جب تک اس سے رنگ یا مزہ یا بو نہ بدلے یہاں تک کہ جہاں نجاست مرئیہ پڑی ہے اس کا متصل حصہ بھی پاک ہے۔ اگرچہ اکثر یا کل پانی اس نجاست پر ہو کر گزرے اسی پر فتویٰ ہے اور دوسرا قول اگرچہ بہت کتب میں ہے معتمد نہیں۔

۳۴۹ ۱

۸۸ مسئلہ: جاری پانی کے اوصاف نجاست سے بدل گئے کہ ناپاک ہو گیا پھر نجاست

تہ نشین ہو کر پانی صاف ہو گیا، اوصاف کا تغیر جاتا رہا خود پاک ہو گیا۔ (٣٤٩ - ٢)

٨٩ **مسئلہ:** نہر کا سارا پیٹ ناپاک ہے اور اوپر پانی جاری ہے جب تک اس کا کوئی وصف نہ بدلے پانی پاک رہے گا اگرچہ پانی اسکم ہو کر تہ کی نجاستیں نظر آتی ہوں۔ (٣٤٩ - ٣)

٩٠ **مسئلہ:** ده در ده پانی کہ جاری نہیں اگر نجاست سے اس کے اوصاف بدل گئے پھر مثلاً نجاست تہ نشین ہو کر خود ہی سنبھل گئے تو یہ بھی مثل جاری کے پاک ہو جانا چاہئے مگر سیدی عبد الغنی نے اس کے خلاف فرمایا۔ (٣٥٠ - ١)

٩١ **مسئلہ:** پانی جب سلک چلا جاتا ہے آر عرض میں اس کا پھیلنا مانع جریان نہیں اسی پر فتویٰ ہے۔ (٣٥٠ - ٢)

٩٢ **مسئلہ:** جھرنے کا پانی بھی آب جاری ہے اگرچہ چڑھ کر نکلتا ہے۔ (٣٥٠ - ٣)

٩٣ **مسئلہ:** گرمیوں میں بڑا تالاب خشک ہو گیا اس میں جانوروں نے گوبر کئے آدمیوں نے پاخانے پھرے برسات میں پانی آیا اور اسے بھر دیا اگر یہ آنے والا پانی جس طرف سے تالاب میں داخل ہوا وہاں ده در ده کی مساحت تک جگہ صاف تھی کوئی نجاست نہ تھی پانی ده در ده ہونے کے بعد نجاستوں سے ملا یعنی جب آتا تک نجاستیں ہوں سارا تالاب پاک رہے گا جب تک نجاست سے متغیر نہ ہو اور اگر اس جانب اتنی جگہ نہیں پانی ده در ده ہونے سے پہلے نجاست سے ملا تو اب سارا تالاب ناپاک ہو گیا۔ اگرچہ اس کے بعد صد در صد ہو جائے۔ اور اگر برف سے اس کا کچھ حصہ جم جائے تو وہ بھی ناپاک ہو گا۔ ہاں اگر آنے والا پانی اسے بھر کر ابال دے تو سب پاک ہو جائے گا۔ اکثر کتب معتمدہ میں یہی ہے۔ اور ایک قول بعض یہ بھی ہے کہ بڑا تالاب ہر طرح مطلقاً پاک رہے گا اگرچہ پانی تالاب میں داخل ہوتے ہی نجاستوں سے ملا اور بھر کر نہ ابلا اس کا بیان تجدید السنفر میں آتا ہے۔ (٣٥٠ - ٤)

٩٤ **مسئلہ:** تالاب سے باہر اس کے لب پر کتنی ہی نجاستیں ہوں پانی کہ بہتا ہوا اوپر گزرنے کے بعد تالاب میں داخل ہو گا صحیح مذہب میں مطلقاً پاک رہے گا جب تک متغیر نہ ہو جائے۔ اور اگر تالاب کے اندر کنارے پر یا ده در ده سے پہلے نجاستیں ہیں اور ان پر یہ پانی گرا تو جمہور کے نزدیک سارا تالاب ناپاک ہو گیا۔ (٣٥١ - ١)

٩٥ **مسئلہ:** بڑے تالاب کا پانی خرچ یا خشک ہو کر تھوڑا رہ گیا اور اب اس میں نجاست

نمبر	مسئلہ	صفحہ	سطر
	پڑی کر ناپاک ہوگیا پھر بارش کے پانی سے اسے بھر دیا اس میں بھی وہی صورتیں ہیں اگر یہ پاک پانی تالاب کے اندر دہ دردہ ہونے کے بعد اس نجس پانی سے ملا تو سب پاک ہے ورنہ سب ناپاک جب تک اُبل نہ جائے اور دوسرے قول پر مطلقاً سب پاک ہے۔	۳۵	۲
۹۶	مسئلہ: کپڑے یا بدن کی نجاست کو تین بار دھونے سے پاک ہوئی یہ تینوں پانی ناپاک ہیں۔	۳۵	۴
۹۷	مسئلہ: نجاست دھونے میں جب تک پانی کپڑے یا بدن میں دورہ کر رہا ہے پاک ہے جب جدا ہوگا اس وقت ناپاک کہا جائیگا۔	۳۵۱	۵
۹۸	مسئلہ: کپڑا اگر طشت میں تین پانیوں سے دھوئیں، بہتر یہ ہے کہ طشت میں پہلے کپڑا رکھیں اوپر سے پانی ڈالیں اگر عکس کیا تو امام شافعی علیہ الرحمۃ کے نزدیک طہارت نہ ہوگی۔	۳۵۱	۶
۹۹	مسئلہ: یہاں یہ ہے کہ کپڑے اور بدن کا ایک حکم ہے ہاتھ پاؤں ناپاک ہے طشت کے پانی میں ڈالا اور وہ بدل کر دوبارہ ڈالا پھر سہ بارہ تو پاک ہوگیا۔	۳۵۱	۷
۱۰۰	مسئلہ: طشت میں جو ناپاک کپڑا دھویا [illegible] پانی جب تک کپڑے سے جدا نہ ہو ناپاک نہ کہا جائیگا مگر ظاہر آیا اسی کپڑے کے حق میں ہے دوسرا کپڑا اگر اس پانی میں پڑ جائے گا اور وہ بے بھرے زیادہ بھر جائے گا بظاہر ناپاک ہوجانا چاہیے۔	۳۵۲	۱
۱۰۱	مسئلہ: استنجا کرنے کے لیے لوٹے سے ہاتھ پر دھار ڈالی یہ دھار جب تک ہاتھ پر نہ پہنچی آب جاری ہے اس حالت میں اگر پیشاب کی چھینٹ اس دھار پر پڑ جائے گی ناپاک نہ ہوگی۔	۳۵۲	۲
۱۰۲	مسئلہ: جاری یا کثیر پانی پر نجاست وارد ہونے سے باقی رہتی ہے ہاں ان میں اثر نہیں کرتی۔	۳۵۳	۱
۱۰۳	مسئلہ: جاری پانی نجاست غیر مرئیہ پر وارد ہو تو اسے بالکل فنا و معدوم کر دے گا۔	۳۵۳	۲
۱۰۴	مسئلہ: زمین پر نجاست غیر مرئیہ تھی یا مرئیہ بالکل جدا کر دی گئی اب موضع نجاست پر پانی ڈالا کہ اس ساری جگہ پر گزرتا ہوا ہاتھ بھر آگے بہہ گیا زمین بھی پاک ہوگئی اور یہ بہا ہوا پانی بھی پاک ہے، لیکن زمین پر نجاست کا اثر باقی رہے تو پاک نہ ہوگی۔		

یونہی اگر پانی کا وصف اس سے بدلا تو ناپاک ہو جائیگا۔ — ٣٥٣ ٣

١٠٥ **مسئلہ:** پانی یا دودھ یا تیل یا گھی یا تیل کوئی سی چیز ناپاک ہو جائے تو دوسرے برتن میں پانی یا اسی شکل جنس طاہر لے کر تیسرے برتن میں اس طرح گرائیں کہ پاک ناپاک دونوں دھاریں ہوا میں ایک ہو کر اس میں پہنچیں ناپاک کی کوئی بوند جدا نہ گرے تو سب پاک ہو جائیگا۔ — ٣٥٣ ٤

١٠٦ **مسئلہ:** اسی صورت میں اگر پاک و ناپاک ملا کر خشک کسی کچی چھت پر بہائیں کہ دونوں ایک ہو کر بہیں تو سب پاک ہو گیا۔ — ٣٥٣ ٥

١٠٧ **مسئلہ:** بہت پانی گر بردو غیرہ کی نجاستوں پر گرا اور وہ اس میں مخلوط ہو کر بے نشان محض ہو گئیں اب یہ پانی اگر دہ دردہ سے کم جگہ میں بھی ٹھہرے گا ناپاک نہ ہوگا کہ نجاست غیر مرئیہ ہو گئی، اور ایسی نجاست پر پانی کا جریان اسے فنا کر دیتا ہے۔ — ٣٥٣ ٦

١٠٨ **مسئلہ:** قلیل پانی میں نجاست مرئیہ تھی طول مدت سے مٹی کی طرف مستحیل ہو گئی اس کے بعد اس پانی کو بہایا پاک ہو گیا۔ — ٣٥٣ ٧

١٠٩ **مسئلہ:** سفر میں پانی کی کمی ہے [illegible] پاس جو پانی ہے اس سے وضو کرے اور پھر قابل وضو رہے اس کی تدبیر یہ ہے کہ اگر وسیع پرنالہ پاس ہے جس کے اندر اعضاء ڈال کر دھو سکتا ہے اسے اونچا رکھ کر اس میں پانی ڈلوائے اور دوسرے کنارے کے نیچے کوئی خالی برتن رکھ دے جب پانی اس پرنالے میں جاری ہو اس کے اندر اعضاء ڈال کر دھو کرے، یہ بہتا پانی جو اس برتن میں جمع ہوگا پھر وضو و پینے کے قابل رہے گا۔ — ٣٥٨ ٤

١١٠ **مسئلہ:** نہر کا اوپر سے چشمہ جاتا رہا یا بند کر دیا گیا، نیچے پانی بدستور جاری ہے اب بھی نجاست سے ناپاک نہ ہوگا۔ — ٣٥٩ ١

١١١ **مسئلہ:** حوض صغیر سے ایک نہر کھود کر اس میں پانی بہایا اور اس بہتے کے اندر وضو کیا پانی مستعمل نہ ہوگا یہاں تک کہ اگر کسی گڑھے میں جمع ہو تو دوبارہ اس سے وضو ہو سکتا ہے یونہی اس گڑھے سے نہر کھود کر کوئی وضو کرے تو سہ بارہ ہو سکتا ہے اسی طرح جہاں تک ہو۔ — ٣٥٩ ٤

١١٢ **مسئلہ:** دو چھوٹے حوض کچھ فاصلے سے ہیں ایک سے پانی نکل کر دوسرے میں

رہے گا مگر اس سے وضو مکروہ ہے۔ ۱ ۴۵۵

۱۴۷ **مسئلہ:** مسواک کرنے سے پہلے بھی اسے دھو لینا سنت ہے۔ اس پانی سے وضو مکروہ بھی نہیں اگر مسواک نئی یا پہلے دھلی ہوئی ہے۔ ۲ ۴۵۵

۱۴۸ **مسئلہ:** دفعِ نظر کے لیے حدیث میں ارشاد ہوا ہے کہ جس کی نظر لگی اس کے اعضا وضو وغیرہ دھو کر وہ پانی چشم زدہ کے سر پر ڈالا جائے اور اُسے حکم ہے کہ جب اُس سے دھونے کو کہا جائے انکار نہ کرے۔ ۳ ۴۵۵

۱۴۹ **مسئلہ:** حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم کے آثار شریفہ مثل جُبّۂ اقدس و نعل مبارک کا غسالہ شفا و برکت قابلِ وضو اور محلِ طہارت ہے مگر پاؤں پر نہ ڈالا جائے۔ ۱ ۴۵۶

۱۵۰ **مسئلہ:** ائمہ نے در بارہ نبیذِ تمر اقوال و روایاتِ امام میں نہایت نفیس تطبیق فرمائی ہے کہ ایک بار سوال اس صورت سے تھا کہ چھوہارے ڈالے اور ہنوز پانی نبیذ نہ ہوا اگرچہ خفیف حلاوت اور رنگت آگئی۔ فرمایا اس سے وضو جائز ہے دوسرا سوال اس صورت سے تھا کہ پانی نبیذ ہو لیا فرمایا وضو جائز نہیں اور پانی نہ ملے تو تیمم کرے۔ تیسرا سوال اس صورت سے تھا کہ نبیذ ہونے نہ ہونے میں شک یا تردد ہے نہ تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ نبیذ ہو گیا نہ یہ کہ نہیں۔ فرمایا اس سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی کہ اگر ہنوز نبیذ نہ ہوا تو اس سے طہارت ہو جائے گی اور ہو گیا تو تیمم امام سے اس اختلاف کی نظیر وہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہٖ وسلم سے سوال جو بے ترتیب ہم میں ابھی آتی ہے۔ ۳ ۴۸۳

۱۵۱ **مسئلہ:** پانی میں اگر ستو وغیرہ کوئی چیز ڈالی جائے کہ تہ نشین ہو جائے اوپر نِتھرا پانی رہے یا کچھ خفیف آمیزش کے ساتھ جو مانعِ رقت نہ ہو تو وہ کوئی چیز دگر ہو جائے تو اس سے وضو میں حرج نہیں۔ ۱ ۴۹۸

۱۵۲ **فائدہ:** معنیٔ رقت کے انضباط کا شعر کہ اشعار تعریفات مائے مطلق میں ختم کیا جائے ؎

رقت آں داں کہ سیلاں ہمہ یک سطح شود

خالی از جرم اگر مانع او ناید پیش ۲ ۴۹۸

۱۵۳	مسئلہ: پانی کی رقت بعض بہتی چیزوں کے ملنے سے بھی جاتی رہتی ہے جیسے اتنا شہد کہ اُسے دلدار کر دے۔	۱	۴۹۹
۱۵۴	مسئلہ: تصریحات متواترہ کہ پانی میں کسی شے کا پکانا اسی وقت اسے آبِ مطلق نہ رکھے گا جب وہ ٹھنڈا ہو کر گاڑھا ہو جانے کے قابل ہو جائے۔	۲	۵۰۳
۱۵۵	مسئلہ: دیگچہ بھر پانی میں چھٹانک بھر گوشت ڈال کر پکایا تو پانی قابلِ وضو رہے گا۔	۳	۵۰۸
۱۵۶	مسئلہ: جو چیز پانی میں پکائی جائے اگر پانی اس سے بالفعل گاڑھا ہو جائے کہ بہانے میں رُوانی نہ جیسے ذل باقی رہے تو مطلق قابلِ وضو نہ رہا اگرچہ اس چیز سے مقصود صابون وغیرہ کی طرح زیادت نظافت ہی ہو اور اگر بالفعل گاڑھا نہ ہو، تو اس سے وضو مطلقاً جائز ہے جبکہ وہ شے مثل صابون وغیرہ زیادت نظافت کے لیے ہو اور اگر وہ چیز ایسی نہیں اور پانی اس قابل ہو گیا کہ ٹھنڈا ہو کر دلدار ہو جائے گا اگرچہ بالفعل نہیں تو اس سے وضو مطلقاً ناجائز ہے۔ اور اگر پانی اس قابل نہ ہو تو اگر پک کر دوسری شئی مقصود دیگر کے لیے ہو گئی تو اس سے وضو روا نہیں ورنہ ہے۔	۴	۵۰۸
۱۵۷	مسئلہ: مشک بھرتے وقت پانی کہ ڈول سے حلقِ مشک میں جا رہا ہے جب تک وہ پانی مشک میں داخل نہ ہو جاری ہے۔ اس بیچ میں اگر کسی نجس سے ملے گا ناپاک نہ ہوگا۔	۲	۵۵۵
۱۵۸	مسئلہ: گائے بکری کسی پاک جانور کا بچہ پیدا ہوتے ہی اسی تری کی حالت میں جو وقتِ پیدائش اس کے بدن پر ہوتی ہے کنویں یا لگن میں گر جائے اور زندہ نکل آئے پانی پاک رہے گا۔	۱	۵۶۳
۱۵۹	مسئلہ: نہانے والی عورت اگر کنویں سے پانی بھرے پانی کی طہارت میں فرق نہ آئیگا جب تک معلوم و ثابت نہ ہو کہ اس کے بدن سے کوئی ناپاک بوند ٹپک کر پانی میں پہنچی۔	۱	۵۶۴
۱۶۰	مسئلہ: خچر جس کی ماں گھوڑی ہو گھوڑے کے حکم میں ہے اس کا جھوٹا پاک ہے اور کھانا مکروہ ہے حرام نہیں۔	۲	۶۴۴
۱۶۱	مسئلہ: محدث جسے صرف حاجتِ وضو ہے اگر پانی کے برتن میں اپنا سر ڈالے گا مسح ہو جائے گا اور پانی مستعمل نہ ہوگا۔ مگر بے دھوئے انگلی یا ناخن کا کنارہ بھی		

اور دہ در دہ سے کم پانی کو رنگ جب بھیگا سارا پانی مستعمل ہو جائیگا۔ یوں ہی اگر جنب یا حائض بعد انقطاع حیض اگر اپنا سر بلکہ ایک بال ہی پانی سے چھو دیں سب مستعمل ہو جائے گا۔ ۲ ۴۲۶

۱۶۲ **مسئلہ:** پٹی جس پر بوجہ مرض مسح کرنا ہے یا پاؤں کا موزہ اگر بجائے مسح پانی میں ڈال دے مسح ادا ہو جائیگا اور پانی مستعمل نہ ہوگا۔ ۳ ۴۲۶

فصل فی البئر

۱ **مسئلہ:** کنواں ناپاک ہو گیا اس کا گرد زمین سے اونچا ہے اور پانی یہاں تک بھرا ہے یا بھر دیا گیا ہے یہاں ایک سوراخ کر کے کچھ نکال دیا سب پاک ہو گیا اگرچہ کل پانی نکالنے کا حکم ہو۔ ۵ ۳۹۲

۲ **مسئلہ:** حوض یا گڑھے سے بھر کر کنواں جب اوپر تک بھر کر پاک پانی سے بہا دیا جائے تہ تک سب پاک ہو جائے گا۔ ۱ ۳۹۸

۳ **مسئلہ:** جس کنویں سے [illegible] کے بچے کو [illegible] ناپاک نہیں۔ ۸ ۴۱۴

۴ **مسئلہ:** گھڑا وغیرہ جو برتن زمین پر رکھا جاتا ہو کنویں میں ڈالنے سے ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔ ۹ ۴۱۴

۵ **مسئلہ:** لوٹا کہ پاخانے کو لے جاتے اور موضع نجاست سے الگ رکھتے ہیں کنویں میں اس کے ڈالنے سے بھی ناپاک نہ ہوگا جب تک نجاست معلوم نہ ہو۔ ۱۰ ۴۱۴

۶ **مسئلہ:** ہندو وغیرہ کافروں کے کنویں کا پانی اور ان کے برتن ناپاک نہ کہے جائیں گے جب تک نجاست کا علم نہ ہو مگر کراہت ضرور ہے یوں ہی ان کے کپڑے۔ ۱۱ ۴۱۴

۷ **مسئلہ:** بچے کے نہالچے کا ٹکڑا کنویں میں گر گیا بے علم نجاست ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں مکروہ ہے بیس ڈول نکال لیں۔ ۳ ۴۱۵

۸ **مسئلہ:** یہی حکم استعمالی جوتے کا ہے (یعنی بے علم نجاست ناپاک نہ ہوگا احتیاطاً بیس ڈول نکالیں گے) ۴ ۴۱۵

۹ **مسئلہ:** جب کل پانی نکالنے کا حکم ہو نجاست نکلنے کے وقت کنویں میں جتنا پانی ہے سب نکالا جائے گا اگرچہ دس ہزار ڈول ہو، دو سو ڈول کا تخمینہ بغداد شریف کے

کنوؤں کے لیے تھا یہاں اس پر عمل نہیں ہو سکتا۔ ۵۲۳ ۱

۱۰ **مسئلہ**: مینگنی گوبر لید خشک یا تر ثابت یا ریزہ ریزہ کنویں میں گر جائے اگر قلیل ہے جسے دیکھنے والا کم کہے تو کنواں ناپاک نہ ہوگا شہر میں ہو خواہ گاؤں میں کنویں پر ڈھکنا ہو یا نہ ہو۔ ہاں کثیر ہو تو سب پانی نکالا جائے گا۔ ۵۲۳ ۵

۱۱ **مسئلہ**: یہ حکم ضرورت کے لیے ہے جہاں ضرورت ہو، گوبر کا سنا ہوا ٹکڑا کوئی شخص کنویں میں ڈال دے تو کنواں ناپاک ہو جائے گا جبکہ اس میں ابتلائے عام نہ ہو۔ ہاں اگر عام کنواں ہے جس کی بندش نہیں ہو سکتی لوگ گنوار اور گنوار بھرتے اور گوبر سنے ٹکڑے ڈالتے ہیں تو یہ بھی محل ضرورت و حرج میں آگیا جبکہ اور کنواں وہاں نہ ہو ورنہ گندوں کا کنواں گندوں پر چھوڑیں۔ ۵۲۳ ۶

۱۲ **مسئلہ**: کنویں کے پاس نجاست کا چہ بچہ ہے اگر نجاست اس سے کنویں تک سرایت کرے کہ کنویں میں اس کا اثر رنگ یا مزہ یا بو ظاہر ہو تو کنواں ناپاک ہو جائے گا اگرچہ وہ چہ بچہ کتنے ہی فاصلہ پر ہو۔ ۵۲۴ ۱

۱۳ **مسئلہ**: کل پانی یا وہ کچھ ڈول جتنے نکالنے کا حکم ہو، ایک ساتھ نکالنا ضرور نہیں اگر بتدریج نکالیں جب بھی کافی ہے مثلاً بیس ڈول کا حکم ہو ایک ایک ڈول روز نکالیں تو بیس دن میں پاک ہو جائے گا کل پانی نکالنے کا حکم ہے اور اس میں نجاست نکلنے کے وقت تین ہزار ڈول پانی تھا سو سو ڈول روز نکالے تو مہینہ بھر میں پاک ہو جائے گا۔ ۵۲۵ ۱

بابُ التیمم

۱ **مسئلہ**: تیمم کی ضرب کی اور ابھی منہ یا ہاتھ پر نہ ملنے پایا تھا کہ حدث واقع ہوا تو از سرِ نو ضرب کرے۔ ۳۲ ۱

۲ **مسئلہ**: اگر تیمم میں دو انگلیوں سے مسح کیا تیمم نہ ہوگا اس میں تین انگلیاں ضرور ہیں۔ ۲۵۹ ۳

۳ **مسئلہ**: ایک یا دو انگلیوں سے تیمم کیا اور بار بار انہیں مٹی پر لگا کر بدن پر پھیرا جب بھی تیمم نہ ہوگا۔ ۲۶۰ ۳

۴ **مسئلہ**: اگر خاک میں بہ نیتِ تیمم لوٹا اور غبار منہ اور دونوں ہاتھوں کو بالاستیعاب

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	پہنچ گیا تیمم ہو گیا۔	٦	٢٦٠
۵	مسئلہ: سفر میں وضو کا پانی گھٹ گیا، خفّہ کے پانی سے وہ کمی پوری ہو سکتی ہے اس کی تکمیل فرض ہے اور تیمم کی اجازت نہیں ہو سکتی۔	١	۳۳۴
٦	مسئلہ: سفر میں اگر یہ اندیشہ ہو کہ پانی جو ساتھ ہے اس سے وضو یا غسل کرے تو آپ یا دوسرا مسلمان یا اپنا خواہ اس کا جانور یہاں تک کہ وہ کتا جس کا پالنا جائز ہے پیاسا رہ جائے گا یا آٹا گوندھنے یا ایسی نجاست پاک کرنے کو جس سے نماز جائز ہو جائے پانی نہ رہے گا تو ان سب صورتوں میں تیمم کرے۔	۴	۴۲۰
۷	مسئلہ: اگر وضو یا غسل کا پانی جانور کے لیے کسی ظرف میں محفوظ رکھ سکتا ہے تو جانور کی پیاس کے خیال سے تیمم جائز نہیں۔	۵	۴۲۰
۸	مسئلہ: کسی کافر ذمی مطیع الاسلام کی پیاس کے لیے بھی یہی حکم ہونا چاہیے کہ تیمم کرے اور پانی اس کے لیے بچا رکھے۔ ہاں کافر حربی کی پیاس کے لیے تیمم کی اجازت نہیں۔	۳	۴۲۱
۹	مسئلہ: نماز جنازہ قائم ہوئی بعض کا وضو نہیں پانی موجود ہے، تندرست ہیں مگر وضو کریں تو نماز جنازہ فوت ہو [illegible] دوسری نماز پڑھ سکتے ہیں، نہ قرآن مجید چھو سکتے ہیں۔	۲	۵۸۴
۱۰	مسئلہ: مریض نے جس کو وضو مضر ہے یا تندرست نے جہاں پانی نہیں نماز جنازہ کے لیے تیمم کیا اس تیمم سے ہر نماز پڑھ سکتا ہے جب تک پانی پر قدرت نہ ہو۔	۳	۵۸۲
۱۱	مسئلہ: زمین پر نجاست پڑ کر خشک ہو گئی کہ اس کا رنگ و بو وغیرہ کوئی اثر اصلاً نہ رہا نماز کے حق میں پاک ہو گئی مگر اس سے تیمم نہیں ہو سکتا جب تک دھو کر پاک نہ کر لی جائے۔	۸	۵۸۷
۱۲	مسئلہ: ہاتھ جو تیمم کے ارادے سے زمین یا دیوار یا پتھر غرض جنس زمین سے کسی شے پر مارے جاتے ہیں بحکم الٰہی یہ ہاتھ ہی خود جنس زمین کے حکم میں ہو جاتے ہیں کہ منہ اور ہاتھوں کا ان سے مسح وہی کام دیتا ہے جو جنس ارض سے مسح۔	۳	۵۹۱
۱۳	مسئلہ: ہتھیلیاں کہ نیت کے ساتھ جنس زمین سے ملائی گئیں ان کے بعد جنس زمین کی اصلاً حاجت نہیں رہتی بلکہ حکم ہے کہ ہتھیلیاں زمین پر مار کر جھاڑ لیں کہ جو گرد و غبار لگا بھی ہو جھڑ جائے نرے صاف ہاتھ منہ اور ہاتھوں پر پھیرے جائیں	۴	۵۹۱

۱۴	**مسئلہ:** تیمم کے لیے ہاتھ جنس ارض پر رکھے تو سنت یہ ہے کہ ہاتھ اس پر ملے آگے بڑھائے پھر اپنی طرف لائے۔	۴	۵۹۳
۱۵	**مسئلہ:** جائز ہے کہ دوسرے سے کہے کہ مجھے تیمم کرا دے وہ اپنے ہاتھ جنس زمین پر مار کر اس کے منہ اور ہاتھوں پر مسح کرے اس صورت میں اس کہنے والے کی نیت شرط ہوگی جس سے کہا اس کی نیت کا اعتبار نہیں۔	۱	۵۹۴
۱۶	**مسئلہ:** آندھی چلی غبار چہرے اور ہاتھوں پر غبار پڑ گیا۔ اگر تیمم کی نیت سے اس غبار پڑے ہونے کی حالت میں چہرے اور ہاتھوں پر ہاتھ پھیرے تیمم ہو جائے گا ورنہ نہیں۔	۲	۵۹۴
۱۷	**مسئلہ:** آندھی کے سامنے کھڑا ہوا کہ غبار آ کر پڑے یا دیوار ڈھائی کہ غبار منہ اور ہاتھوں پر پڑا جب تک تیمم کی نیت سے اس پر ہاتھ نہ پھیرے تیمم نہ ہوگا۔	۱	۵۹۵
۱۸	**مسئلہ:** جھاڑو دی یا گیہوں تولے غبار اڑ کر منہ اور ہاتھوں پر پڑا وہی حکم ہے کہ تیمم کی نیت سے اس پر ہاتھ پھیرے تیمم ہو جائے گا ورنہ نہیں۔	۲	۵۹۵
۱۹	**مسئلہ:** تیمم کی نیت سے مٹی پر لوٹا کہ خاک چہرہ و ہر دو دست کو پہنچ گئی تیمم ہو گیا ورنہ نہیں۔	۳	۵۹۵
۲۰	**مسئلہ:** کسی غبار کی جگہ اپنا منہ اور دونوں ہاتھ تیمم کی نیت سے داخل کیے کہ وہ غبار سارے منہ اور کہنیوں سے اوپر تک ہاتھوں کو محیط ہو گیا تیمم ہو گیا۔	۴	۵۹۵
۲۱	**مسئلہ:** دیوار گری اس سے گرد اٹھی جو اس کے بدن کو محیط ہوئی اس نے اس غبار بلند میں اپنے منہ اور ہاتھوں کو تیمم کی نیت سے جنبش دی تیمم ہو گیا۔	۵	۵۹۵
۲۲	**مسئلہ:** اپنے منہ اور ہاتھوں پر خاک یا ریت گرائی کہ سارے منہ اور ہاتھوں کے سب گوشوں کو چھو گیا تیمم نہ ہوا، ہاں اگر گرد اس کے اعضاء پر ابھی موجود ہے اور اس حالت میں منہ اور ہاتھوں پر تیمم کی نیت سے ہاتھ پھیرے تو تیمم ہوگا۔	۶	۵۹۵
۲۳	**مسئلہ:** منہ اور ہاتھوں پر گرد گرائی اور اس کا غبار ان اعضاء کے گرد اڑ رہا ہے اس حالت میں اس غبار بلند میں بنیت تیمم ہاتھ منہ کو جنبش دی تیمم ہو گیا۔	۷	۵۹۵
۲۴	**مسئلہ:** جہاں غبار اڑ رہا ہے راہ چلتا اس کے اندر ہو کر گزرا اگر اس حالت میں کہ گرد اعضاء پر بلند ہے اور اعضاء کو بہ نیت تیمم جنبش دی تیمم ہو جائے گا ورنہ نہیں۔	۸	۵۹۵

۲۵ **مسئلہ:** تیمم میں شرط یہ ہے کہ یہ شخص وہ فعل کرے جو بذاتِ خود اس کے اعضاء اور جنسِ زمین کے اتصال کا باعث ہو بالواسطہ باعث ہونا معتبر نہیں جیسے آندھی کے سامنے کھڑا ہو جانا کہ یوں غبار آکر اعضا پر پڑے گا۔ اس کا فعل بذاتہ موجبِ اتصال نہ ہوا

۲۶ **مسئلہ:** غبار سے تیمم کا ایک طریقہ یہ ہے کہ مثلاً جس کپڑے پر گرد ہو اس پر ہاتھ مارے یا اسے جھاڑے کہ اس کا غبار اٹھے اب اپنی ہتھیلیاں ہوا میں اس غبار کے نیچے رکھے کہ گرد ہتھیلیوں پر پڑے اس غبار سے منہ کا مسح کرے پھر اگر وہی غبار ابھی ہوا میں باقی ہو دوبارہ ہتھیلیاں اس کے نیچے کرے جب غبار ان پر پڑے اس گرد سے ہاتھوں کا مسح کرے اور اگر وہ غبار ہوا میں نہ رہے کپڑا دوبارہ جھاڑے کہ پھر اسی طرح غبار پیدا ہو اور طریقِ مذکور بجا لائے۔

۲۷ **مسئلہ:** گرد اگر کسی ناپاک کپڑے وغیرہ پر اس حالت میں پڑی کہ وہ تر تھا تو اس غبار سے تیمم جائز نہیں، ہاں ناپاک چیز خشک ہو جانے کے بعد اس پر غبار پڑا تو اس سے تیمم روا۔

۲۸ **مسئلہ:** جس کے ہاتھ شل ہوں وہ ہاتھوں کو زمین پر رگڑے اور منہ کو دیوار پر، یوں بقدرِ امکان بجا لائے جتنا حصہ ہاتھ یا منہ کا جنسِ ارض پر مسح سے باقی رہ جائے معاف کیا جائے گا اسی قدر سے اس کا تیمم صحیح ہو جائے گا۔

اقول یعنی جبکہ کوئی دوسرا ایسا نہ ملے کہ تیمم کرا دے اگرچہ اجرت سے کہ یہ اجرت دے سکتا ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲۹ **مسئلہ:** مصنف کی تحقیق کہ تیمم کی چار صورتیں ہیں اگر جنسِ زمین اپنے چہرہ و دست سے دور ہو تو دو طریقے ہیں ایک یہ کہ اس سے اپنی ہتھیلیاں مس کر کے اپنے چہرہ و ہر دو دست پر پھیرے۔ یہی طریقہ ماثور و مشہور ہے دوسرے یہ کہ یا تو اس جنسِ ارض کو اپنے اعضا پر پھیرے مثلاً پتھر کا کوئی ٹکڑا اٹھا کر یا اپنے اعضا کو اس سے ملے خواہ اوپر سے جیسے نیچے کا منہ دیوار اور ہاتھ زمین پر ملنا یا کسی شخص کا بہ نیتِ تیمم خاک پر لوٹنا جس سے خاک سارے منہ اور کہنیوں کے اوپر تک ہاتھوں کو گھیر جائے خواہ اندر سے یوں کہ اپنے اعضا کو خاک یا ریتے یا غبار کے اندر بہ نیتِ تیمم داخل کرے۔ اور اگر جنسِ زمین دونوں عضووں سے متصل ہے تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ ایک یہ کہ وہ صرف اس کے عضووں

لپٹی ہوئی ہو ان سے اوپر اس کا تیر دل نہ ہو جیسے گرد ہوا سے اڑ کر آئی یا اس نے خود
اڑائی، مثلاً دیوار ڈھائی یا جھاڑو دی یا گیہوں تولے یا کپڑے وغیرہ پر ہاتھ مارا یا اُسے
جھاڑا بہر حال اب گرد بیٹھ گئی یا اپنے اعضاء پر اس طرح چھڑکی کہ اُڑی نہیں اعضاء پر
گر کر ٹھہر گئی یا اُڑی تو اب بیٹھ گئی اس سے تیمم یوں ہی ممکن ہے کہ بہ نیت تیمم اپنے ان
گرد آلود چہرہ و دست پر ہاتھ پھیرے دوسرے یہ کہ اعضاء کے اوپر اس کا کثیر
ذرہ ہو مثلاً کوئی شخص کسی خوف سے ریتے کے اندر رہا ہو یا گرد اُڑ کر آئی ہو یا خود اُڑائی
اور وہ ابھی ٹھہری نہیں اعضاء کے گرد اُڑ رہی ہے جلد ہے تو اس ریتے یا غبار میں
اگر اپنے منہ اور ہاتھوں کو بہ نیت تیمم جنبش دے گا تیمم ہو جائے گا۔

٦٠١ ٥

۳۰ **مسئلہ:** کہیں بگولے وغیرہ سے غبار اُڑ رہا ہے بہ نیت تیمم اس کے اندر چلا گیا
کہ غبار اس کے چہرہ و دست کو محیط ہوا تیمم ہو گیا۔ اور اگر تیمم کی نیت سے نہ گیا تھا یا
غبار، سنگدلی وغیرہ سے جو اُڑ کر آیا ہے تو جب تک جلد ہے منہ اور ہاتھوں کو بہ نیت
تیمم اس میں جنبش دینا ہی تیمم ہو جانے کو بس ہے اور اگر اعضاء پر بیٹھ گیا تو اب بہ نیت تیمم
اس پر ہاتھ پھیرنا ضرور ہے۔

٦٠٣ ١

۳۱ **مسئلہ:** مصنف کی تحقیق کہ اگر جنس زمین پر ہاتھ مارتے وقت تیمم کی نیت ہونا
شرط ہے اس وقت نیت نہ تھی تو بعد کو نیت کر لینا کافی نہ ہوگا۔

٦٠٣ ۴

۳۲ **مسئلہ:** جس طرح وضو میں ہر عضو کو تین تین بار دھونا سنت ہے تیمم میں تکرار
سنت نہیں بلکہ ایک ایک بار منہ اور ہاتھوں کا مسح سنت ہے۔

٦٠٣ ٦

۳۳ **مسئلہ:** جنس زمین پر بہ نیت تیمم ہاتھ مارنے ہی سے اتنے ہاتھوں کی طہارت
ہو جاتی ہے ہاتھوں پر مسح کرنے میں اتنے ٹکڑے مثلاً ہتھیلیاں خالی چھوڑ دے کہ
ان کا ایک بار مسح ہو گیا۔

٦٠٣ ٧

۳۴ **مسئلہ:** سنت ہے کہ جنس زمین پر ضرب ہتھیلیوں سے ہو نہ صرف پشت دست سے

٦٠۴ ١

۳۵ **مسئلہ:** جیسے منہ اور ہاتھوں کا وضو میں دھونا فرض ہے تیمم میں ان کا مسح
فرض ہے اگر ان میں سے کوئی ذرہ مسح سے رہ جائے تیمم نہ ہوگا۔ لہٰذا اگر صرف کف دست
زمین پر مارے اور مسح کرنے میں پشت دست پر ہاتھ نہ پھیرا تیمم نہ ہوا۔

٦٠۴ ٢

۳٦ **مسئلہ:** اگر ضرب میں پشت دست بھی جنس ارض پر مارے اس کا بھی مسح

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	ہو جائے گا دوبارہ انھیں مسح نہ کیا جائے گا۔	۳	۶۰۴
۳۷	مسئلہ: مصنف کی تحقیق کہ جب ہتھیلیاں تیمم کے لیے جنسِ ارض پر رکھیں اب دوبارہ ان پر ہاتھ پھیرنا مکروہ ہے۔	۴	۶۰۴
۳۸	مسئلہ: جس طرح باوضو کو دوبارہ وضو کا ثواب ہے تیمم ہوتے ہوئے دوبارہ تیمم کرنا کچھ ثواب نہیں بلکہ عبث اور مکروہ ہے۔	۵	۶۰۴
۳۹	مسئلہ: تیمم میں کسی عضو پر مکرر مسح کرنا بالاجماع مکروہ ہے یعنی ضرب جدید اور ضربِ واحد سے بھی عبث ہے **اقول** مگر جبکہ استیعاب میں شبہ ہو۔	۶	۶۰۴
۴۰	مسئلہ: تیمم میں ہاتھوں کے مسح کا بہتر طریقہ ذخیرہ وکافی میں یہ فرمایا کہ بائیں ہتھیلی اپنے داہنے پشت دست پر رکھے اور انگوٹھا اور کلمے کی انگلی چھوڑ کر باقی تین انگلیوں سے کلائی کی پشت پر کہنیوں کے اوپر تک مسح کرے نیچے سے پھر ان دو انگلیوں سے کلائی کے پیٹ کا مسح کرے اوپر سے نیچے اترتا ہوا، پھر یوں ہی بائیں ہاتھ پر کرے۔	۷	۶۰۴
۴۱	مسئلہ: تحفہ، بدائع و زاد الفقہاء ومحیط سرخسی ومحیط رضوی میں اس کا بہتر طریقہ یہ فرمایا کہ بائیں ہاتھ کی چاروں انگلیوں سے داہنے ہاتھ کی پشت انگلیوں کے سروں سے کہنیوں کے اوپر تک مسح کرے، پھر اپنے بائیں ہتھیلی سے داہنی کلائی کے پیٹ کا کہنیوں کے اوپر سے ہتھیلی کے شروع تک مسح کرے اور بائیں انگوٹھے کا پیٹ داہنے انگوٹھے کی پشت پر پھیرے، پھر یوں ہی بائیں ہاتھ پر کرے۔	۸	۶۰۴
۴۲	مسئلہ: سنت یہ ہے کہ جنسِ ارض پر کفِ دست و پشتِ دست دونوں سے ضرب کرے، پہلے ہتھیلیاں رکھے پھر ان کی پیٹھ۔	۹	۶۰۴
۴۳	مسئلہ: اگر ہاتھ جنسِ ارض پر مارنے سے کچھ مٹی گرد وغبار ہاتھ میں لگ جائے تو سنت ہے کہ ملنے سے پہلے انھیں جھاڑے جتنی بار جھاڑنے میں ہاتھ صاف ہو جائیں۔	۲	۶۰۵
۴۴	مسئلہ: زمین پر بے نیت تیمم ہاتھ رکھے تھے اور ان میں اتنی مٹی لگ گئی کہ تیمم کو کافی ہو اب تیمم کی نیت کی تو انھی ہاتھوں کو مل سکتا ہے۔ اس بار ضرب کی حاجت نہیں۔	۴	۶۰۵
۴۵	مسئلہ: مصنف کی تحقیق کہ اگر جنسِ زمین پر ہاتھ مارنے کے بعد حدث ہو گیا وہ		

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	ضرب باطل ہو گئی اس سے مسح نہیں کر سکتا پھر ضرب کرے۔	۵	۶۰۵
۴۶	**مسئلہ:** زید نے عمرو سے کہا مجھے تیمم کرا دے عمرو نے جنس ارض پر ہاتھ مارے اس کے بعد زید کو حدث ہو گیا علامہ صدادی کی بحث میں یہ ضرب بیکار ہو گئی اور مصنف کی تحقیق میں بیکار نہ ہوئی۔	۲	۶۰۶
۴۷	**مسئلہ:** زید نے عمرو سے کہا مجھے تیمم کرا دے عمرو نے جنس ارض پر ہاتھ مارے اس کے بعد عمرو کو حدث ہو گیا علامہ بحر کی بحث میں یہ ضرب بکار آمد ہے اور مصنف کی تحقیق میں بیکار ہو گئی۔ پھر ضرب کرے۔	۵	۶۰۶
۴۸	**فائدہ:** مصنف کی تحقیق منفرد اور نزاع بحر و رسالہ کا فیصلہ کہ دونوں ضربیں تیمم مقصود کے لیے رکن ہیں غیر مقصود کے لیے نہیں۔	۸	۶۰۶
۴۹	**مسئلہ:** تیمم کی ضربوں سے صرف اسی قدر مراد ہے کہ ہاتھوں سے جنس ارض کو مس کرنا کچھ سختی سے مارنا ضرور نہیں، ہاں اولیٰ ہے۔	۳	۶۰۸
۵۰	**مسئلہ:** اگر خود اپنے شہر میں پانی میل بھر دور ہو تیمم کر سکتا ہے۔	۱ الف	۶۱۲
۵۱	**مسئلہ:** اگر مسافر کو امید ہو کہ آگے چل کر پانی مل جائے گا تو مستحب ہے کہ اتنی تاخیر کرے کہ وقت کراہت نہ آ جائے اور اگر بلا انتظار ابھی تیمم سے پڑھ لے جب بھی جائز ہے جبکہ پانی میل بھر دور ہو۔	۳ الف	۶۱۲
۵۲	**مسئلہ:** سفر میں پانی اگر اتنی قیمت کو ملے جتنی قیمت اس جگہ اس وقت بازار کا بھاؤ ہے اور اتنی قیمت حاجت ضروریہ سے زائد اس کے پاس ہے تو خریدنا واجب اور تیمم ناجائز اگرچہ ایک مشکیزہ ایک روپے کو ہو جیسے موسم حج میں بعض مواقع پر ہو جاتا ہے۔	۱	۶۱۳
۵۳	**مسئلہ:** اگر قیمت پاس نہیں دوسری جگہ ہے اور بیچنے والا ادھار دینے پر راضی ہو جب بھی خریدنا واجب۔	۲	۶۱۳
۵۴	**مسئلہ:** اگر یہ قیمت نہیں رکھتا اور کوئی شخص قرض دینے کا کہتا ہے کہ مجھ سے دام قرض لے کر پانی خرید لے تو لینا واجب نہیں۔	۳	۶۱۳
۵۵	**مسئلہ:** وضو یا غسل میں پانی سے نقصان کا نرا اندیشہ کافی نہیں، نہ کسی ڈاکٹر یا فاسق یا ناقص طبیب کا کہنا کافی، بلکہ تین دلائل شرعیہ سے ایک کا ہونا ضرور		

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	یا تو ظاہر واضح روشن علامت یا صحیح تجربہ یا طبیب حاذق مسلمان غیر فاسق کا بیان	۴	۶۱۳
۵۶	**مسئلہ:** کیسی ہی سخت سردی ہو اس کے سبب وضو کی جگہ تندرست کو تیمم جائز نہیں مگر جبکہ انھیں تین دلائل شرعیہ میں کسی دلیل سے ثابت ہو کہ وضو کیا تو بیمار ہو جائے گا	۵	۶۱۳
۵۷	**مسئلہ:** اگر پانی پر دشمن ہے اور وہ وضو و غسل کو منع کرتا اور ضرر رسانی کی دھمکی دیتا ہے جس پر وہ قادر ہے جب تو تیمم سے پڑھ لے اور پھر وضو سے اعادہ کرے اور اگر وہاں دشمن کے موجود ہونے سے خود اسے خوف و اندیشہ ہے اس کی طرف سے مخالفت نہیں تو تیمم کرے اور اعادہ نہیں۔	۱	۶۱۶
۵۸	**مسئلہ:** اگر مرد یا عورت کو نہانا ہے اور وہاں کچھ مرد خواہ عورتیں اور بھی ہیں یا عورت کو وضو کرنا ہے اور وہاں نامحرم مرد ہیں اگر آڑ ممکن ہو غسل و وضو لازم ہے تیمم کرنا جائز نہیں اور اگر آڑ ناممکن ہو تو دو صورتیں ہیں ایک یہ کہ وہ آڑ نہیں کرنے دیتے کہ اسے قید کر رکھا ہے یا آڑ کرنے میں ضرر رسانی سے دھمکاتے ہیں اس صورت میں تیمم کرے اور بعد کو اعادہ نہیں۔ دوسرے یہ کہ خود ہی آڑ پر قادر نہیں مثلاً بوجہ مرض یا اس لیے کہ وہاں آڑ کی جگہ نہیں جیسے دشت تو اس صورت میں ان سے کہے کہ پیٹھ پھیر لیں یا آنکھیں بند کر لیں۔ اگر وہ مان لیں غسل و وضو کرے اور نہ مانیں تو تیمم کرے اور ظاہر یہ ہے کہ اس صورت میں بھی اعادہ کا حکم ہو۔	۳	۶۱۹
۵۹	**مسئلہ:** جو تیمم تنگی وقت کے لیے کیا ہو اس سے دوسری عبادت کہ بے طہارت جائز نہیں کہ یہ اس ضرورت کے لیے تھا جہاں ضرورت نہیں اس کے لیے وہ تیمم بھی باطل۔	۳	۶۱۸
۶۰	**مسئلہ:** ہبہ مالک کر دینے کو کہتے ہیں اور اباحت یہ کہ ملک تو اپنی ہی رکھی مگر اسے برتنے خرچ کرنے کی اجازت دی مالک کر دینے سے ہر چیز پر قدرت حاصل ہو سکتی ہے لیکن مباح کرنے سے پانی کے سوا کسی چیز پر قدرت نہ سمجھی جائے گی۔	۴	۶۲۰
۶۱	**مسئلہ:** اباحت در کنار فقط اتنا وعدہ کر لیں تجھے پانی دوں گا ظاہر پانی پر قادر کر دے گا کہ ظاہر وفائے وعدہ ہے۔	۵	۶۲۰
۶۲	**مسئلہ:** کسی نے اسے وضو کے لیے پانی دینے کا وعدہ کیا یہ منتظر رہا جب دیکھا کہ اب انتظار میں وقت جائے گا نماز تیمم سے شروع کر دی اتنے میں وہ پانی لے آیا		

اگر جانے کہ نیت توڑ کر وضو کرکے وقت میں نماز پالوں گا تو تیمم جاتا رہا وضو کرکے پڑھے اور اگر جانے کہ اب وضو کا وقت نہیں تو تیمم باقی ہے نیت نہ توڑے نماز پوری کرے بعد کو وضو کرکے پھیرے۔ ٦ — ٦٣٠

٦٣ **مسئلہ:** پانی نہ ہونے کے سبب تیمم کیا تھا پھر ایسا بیمار ہو گیا کہ وضو نقصان کرے گا اور پانی پایا تو دوبارہ بیماری کا تیمم کرے کہ وہ تیمم کہ پانی نہ ہونے کا تھا جاتا رہا۔ ١ — ٦٣١

٦٤ **مسئلہ:** پانی نہ ہونے کے سبب تیمم کیا تھا اب پانی تو ملا مگر اس پر دشمن یا درندہ وغیرہ ہے جس کے سبب پانی لے نہیں سکتا پہلا تیمم نہ ٹوٹے گا۔ ٣ — ٦٣١

٦٥ **مسئلہ:** تیمم کے لیے پانی معدوم ہونے کے یہ معنی ہیں کہ اس کے پاس نہ ہو اور اس تک پہنچنے میں حرج و عذر ہو۔ ٥ — ٦٣١

٦٦ **مسئلہ:** پانی اگر آنکھوں کے سامنے موجود ہے مگر اس تک پہنچ نہیں سکتا، تو وہ پانی معدوم ہی ٹھہرے گا۔ ٦ — ٦٣١

٦٧ **مسئلہ: اقول** اگر پانی سے عجز کا سبب تو رہے مگر سبب کا سبب بدل جائے تو اس سے پہلا تیمم نہ ٹوٹے گا، مثلاً پانی پر دشمن تھا جس سے جان کا اندیشہ۔ وہ جانے نہ پایا تھا کہ چور آگیا جس سے مال کا اندیشہ تو اس کے آتے ہی دشمن چلا گیا تو وہ تیمم جو خوفِ دشمن سے کیا تھا باقی رہے گا۔ ١ — ٦٣٢

٦٨ **مسئلہ:** جاڑے میں وضو کرنے سے سردی بہت معلوم ہوگی اس کی تکلیف ہوگی مگر کسی مرض کا اندیشہ نہیں تو تیمم کی اجازت نہیں۔ ٥ — ٦٣٢

٦٩ **مسئلہ:** نہانے کی حاجت میں اگر پانی گرم کر سکتا ہے یا حمام کی اجرت حاجتِ اصلیہ سے زائد موجود ہے تو سردی کے خوف سے تیمم کی اجازت نہیں۔ ٧ — ٦٣٣

٧٠ **مسئلہ:** جو تیمم کہ مسجد سے نکلنے کے لیے کیا اس سے تلاوتِ قرآن مجید حلال نہیں ہوسکتی۔ ٢ — ٦٣٤

٧١ **مسئلہ:** اگر بوجہ عذر باہر جا سکے اب نماز کے لیے ضرور تیمم کرنا ہوگا۔ مگر وہ تیمم کہ مسجد میں ٹھہرنے کے لیے کیا تھا کافی نہ ہوگا نماز یا تلاوت کے لیے دوبارہ تیمم کرنا ہوگا مسجد کی زمین خواہ دیوار سے اور اب وہ شرطیں جلدی کیں اس میں نہ ہوں گی جو تیمم نے نکلنے کے تیمم

نمبر	مسئلہ	تعداد	صفحہ
	میں بیان کیں۔	۳	۶۲۷
۷۲	**مسئلہ:** نہانے کی حاجت ہے اور حوض دہ در دہ ہے مگر اور کوئی برتن پانی لینے کو نہیں حوض کے اندر جا کر نہائے تو تمام پانی قلیل ہونے کے سبب خراب و مستعمل ہو جائیگا اگر وہ پانی وقف ہے یا مالک کی اجازت نہیں تو اس میں نہانا ناجائز ہے تیمم کرے اور اگر مالک کی اجازت ہے یا پانی خود اس کی ملک ہے یا جنگل کا مباح پانی ہے تو نہانا لازم اور تیمم ناجائز۔	۱	۶۳۱
۷۳	**مسئلہ:** پانی موجود ہو صرف پر ہر طرح قدرت ہو لیکن طہارت میں اسے خرچ کرنے سے شرع مطہر کی ممانعت ہو تو یہ بھی عجز کی صورت اور تیمم کی اجازت ہے جیسے راہ میں پینے کی سبیل کہ اس سے وضو جائز نہیں یا پانی کسی کو ہبہ کر دیا اب اگرچہ اس کی رضا یا حاکم کے جبر سے واپس لے سکتا ہے مگر دی ہوئی چیز واپس لینا گناہ ہے اس لئے عجز ثابت ہے۔	۱	۶۳۳
۷۴	**مسئلہ:** اگر گدھے کا جھوٹا پانی یا وہ نبیذ موجود ہے جس کے نبیذ ہو جانے یا ابھی پانی رہنے میں شبہ ہے [illegible] ہے کہ ان پانیوں سے وضو بھی کرے اور تیمم بھی اور بہتر یہ ہے کہ پہلے وضو کرے بہرحال اس وضو میں نیت شرط ہے جیسے اور وضو بے نیت بھی ہو جاتے ہیں کہ پانی اعضاء وضو پر بہہ جائے اگرچہ اس کا ارادہ وضو کرنے کا نہ ہو بلکہ اصلاً ارادہ نہ ہو جیسے مینہ میں بھیگ گیا یا دریا میں غوطہ لگایا یا کسی نے زبردستی اعضاء پر پانی بہا دیا ہر طرح وضو ہو گیا۔ ان دو پانیوں میں ایسا نہیں بلکہ خاص نیت طہارت کے ساتھ وضو کرنا لازم ہے۔	۱	۶۳۴
۷۵	**مسئلہ:** یہ جو حکم ہے کہ وضو کے اکثر یا نصف اعضاء میں زخم ہو تو تیمم کرے اور یہاں گنتی میں اکثر مراد ہے اس گنتی میں سر بھی داخل ہے **اقول** مگر اور اعضاء میں تو محل وضو سے کسی جگہ کوئی بھی زخم یا دانہ ہونا کافی ہے۔ سر میں ضرور ہے کہ تین چہارم سے زیادہ مجروح ہو کہ عضو وضو صرف ربع سر ہے تو جب تک چہارم سر محفوظ ہے سر مجروح نہ ٹھہریگا جس طرح ہاتھ، اگر کہنیوں سے اوپر بغلوں تک یا پاؤں گٹوں سے اوپر رانوں تک مجروح ہوں تو مجروح نہ ٹھہریں گے کہ محل وضو سالم ہے۔ نیز لازم ہے کہ اسے مسح ضرر کرے اگر دھونا مضر ہو تو وضو میں سر مطلقاً مسح ہے کہ وضو میں اس کا دھونا نہیں۔	۱	۶۳۵

٧٦ مسئلہ: وضو میں اگر سر کا مسح نقصان کرتا ہو واجب ہے کہ سر پر پٹی باندھ کر اس کے
اتنے ٹکڑے پر بھیگا ہاتھ پھیرے جو چہارم سر پر واقع ہے اگر اس سے بھی نقصان ہو تو
مسح بالکل چھوڑ دے معاف ہے تیمم کی اجازت نہیں اور غسل میں سر کا دھونا ضرر
دیتا ہو تو سارے سر پر ایک ایک بال پر اول سے آخر تک مسح کرے۔ مسح بھی ضرر دے
تو کل نقصان پر پٹی باندھ کر اس سب پر پانی بہائے۔ اس سے بھی نقصان ہو تو اس
سب پر بھیگا ہاتھ پھیرے۔ اس سے بھی ضرر ہو تو گلے سے نہائے سر بالکل چھوڑ دے
معاف ہے تیمم روا نہیں۔ ٢٤٢ | ١

٧٧ مسئلہ: سر میں مرض ہے دھونا مضر ہے اور گلے سے نہانے میں بخارات چڑھ کر
جائیں گے صحیح تجربہ یا طبیب حاذق مسلم مستور کے کہنے سے ضرر دیں گے تو گلے سے
بھی نہ نہائے تیمم کرے۔ ٢٤٧ | ٨

٧٨ مسئلہ: اگر پانی معلوم تھا اور یہ بھی کہ خرچ ہوگیا۔ تیمم سے نماز پڑھلی۔ بعد کو معلوم
ہوا کہ پانی باقی تھا یاد تھا تو نماز نہیں ہوئی وضو کرکے پھر پڑھے اگرچہ گیا۔ ٢٥٠ | ٣

٧٩ مسئلہ: پانی اگر بیٹے کی ملک ہے اور اس میں تک پہنچنے سے بیٹے باپ نے
کہہ دیا تھا کہ وہ پانی میں دوں گا جب تو بیٹے کا اگر اس وقت تیمم ہے اس پانی پر پہنچنے
سے نہ ٹوٹے گا کہ باپ کی ممانعت کے سبب اس پر قدرت نہیں اور اگر باپ نے
ایسا نہ کہہ دیا تھا تو پانی پر پہنچ کر بیٹے کا تیمم جاتا رہے گا اب اگر باپ اس پانی کو
لے گا بیٹے کو دوبارہ تیمم کرنا ہوگا۔ ٢٥٣ | ٣

٨٠ مسئلہ: جنگل میں جنب و حائض و محدث و میت ہیں مباح پانی ملا کہ ایک کو
کافی ہے بہتر یہ ہے کہ جنب اس سے نہائے باقیوں کے لیے تیمم۔ ٢٥٣ | ٤

٨١ مسئلہ: اگر یہ پانی ان میں سے کسی ایک کی ملک ہے جب تو ظاہر وہی مستحق ہے
اور اگر اس میں سب کی شرکت ہے تو مناسب یہ ہے کہ سب اپنے حصے میت کو
دے دیں اسے نہلا دیں اور آپ تیمم کریں کہ اس کا حصہ اپنے صرف میں نہیں لا سکتے
اقول اگرچہ ان میں کوئی میت کا وارث بالحصر ہو کہ پانی ابھی خود میت کو درکار ہے
اور اس کی حاجات غسل و کفن و دفن توریث کیا دین پر بھی مقدم ہیں اور یہ دیا حصہ
اسے دے سکتے ہیں اقول اس لیے کہ محدث بھی نہیں ہوتا مگر بالغ، ہاں اگر

نابالغ محدث فرض کیا جائے تو وہ محروم میت و احیا سب کا تیمم ہو گا کہ حصہ نابالغ بھی دوسرے پر صرف نہیں ہو سکتا۔

۸۲ **مسئلہ**: جنب و حائض و محدث تیمم سے تھے مباح پانی اتنا ملا کہ ایک ہی کو کافی ہو سب کا تیمم ٹوٹ گیا، جب مثلاً وجداو میت جنب اس سے نہائے اس کے بعد باقی دوبارہ تیمم کریں۔ (۶۵۴ ۔ ۱)

۸۳ **مسئلہ**: مباح پانی اگرچہ کتنا ہی قلیل ہو جتنوں کو ملے گا سب جدا جدا اس پر قادر سمجھے جائیں گے مثلاً سو آدمی تیمم سے تھے بعض کا تیمم غسل کا تھا بعض کا وضو کا بعض کو نہانے میں مثلاً پیٹھ پر اتنی جگہ پانی بہنے سے رہ گئی تھی جسے ایک چلو پانی بس ہو بعض کو وضو میں بائیں پاؤں کا اتنا ہی حصہ دھونے سے رہ گیا تھا۔ مثلاً ساٹھ ایسے تھے اور چالیس وہ جن کو وضو و غسل کے لیے پانی ملا ہی نہ تھا اب ایک چلو پانی مباح پایا ان چالیس کا تیمم باقی ہے۔ ان سب ساٹھ کا ٹوٹ گیا جب ان میں سے ایک نے استعمال کرے ۵۹ پھر تیمم کریں۔ (۶۵۴ ۔ ۲)

۸۴ **مسئلہ**: کچھ لوگ تیمم سے تھے ایک شخص وضو کے قابل پانی اپنی ملک سے لایا اور کہا تم میں جو چاہے اس سے وضو کر لے یا کہا یہ پانی اس کے لیے ہے جو خواہش کرے جتنوں کا تیمم وضو کا تھا سب کا ٹوٹ گیا جتنوں کا غسل کا تھا باقی رہا۔ (۶۵۴ ۔ ۳)

۸۵ **مسئلہ**: باپ جس پانی کو لینا چاہے بیٹے کو اس کی مزاحمت نہیں پہنچتی یہ صورت بھی بیٹے کے لیے عجز کی ہو گی۔ (۶۵۴ ۔ ۴)

۸۶ **مسئلہ**: ایک پانی چند شخصوں کی ملک فاسد تھا انہوں نے بخوشی اپنے میں ایک کو اس کے صرف کی اجازت دے دی اور یہ اس کے وضو یا غسل کو کافی ہے اور وہ تیمم سے ہے تیمم نہ جائیگا اس اجازت سے پانی پر قدرت نہ ثابت ہو گی کہ وہ ملک خبیث ہے اور اس میں تصرف شرعاً ممنوع۔ (۶۵۴ ۔ ۵)

۸۷ **مسئلہ**: تیمم والے کے پیچھے پانی سے طہارت والا نماز پڑھ سکتا ہے مگر افضل عکس ہے۔ جبکہ وہ لائق امامت ہو۔ (۶۵۴ ۔ ۷)

۸۸ **مسئلہ**: پانی موجود اور استعمال پر قدرت ہو تو سوا اس عبادت فرض یا واجب یا سنت مؤکدہ کے جو بلا عوض فوت ہو باقی کسی شے کے لیے تیمم

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	جائز نہیں اگر کرے گا لغو محض ہوگا۔	۳	۶۵۹
۸۹	مسئلہ: جہاں پانی نامعلوم ہونے کے سبب تیمم کی اجازت تھی وہاں شرط ہے کہ وہ جگہ نہ آبادی ہو نہ آبادی کے قریب یعنی میل بھر سے کم فاصلے پر نہ وہاں ظاہر علامتیں ایسی ہوں جن سے پانی کا قرب معلوم ہو جیسے ہری دوب یا پرندوں چرندوں کا ہجوم یا کسی ثقہ کا کہنا کہ پانی یہاں میل سے کم پر موجود ہے جہاں ان باتوں کے ہوتے ہوئے پانی بے تلاش کیے تیمم کرے گا تو باطل ہوگا نماز نہ ہوگی اگرچہ بعد کو یہی ظاہر ہو کہ واقع میں پانی وہاں سے قریب نہ تھا۔ ہاں جہاں یہ چاروں باتیں نہ ہوں اور پانی بے تلاش کیے تیمم سے نماز پڑھ لی نماز ہوگئی اگرچہ بعد کو ظاہر ہو کہ پانی وہیں موجود تھا۔	۴	۶۵۹
۹۰	مسئلہ: جنگل میں جہاں مظنۂ آب ہے پانی صرف اس حد تک طلب کرنا واجب ہے جس میں نہ اسے ضرر ہو نہ انتظار میں اس کے رفیقوں کو۔	۱	۶۶۲
۹۱	مسئلہ: جہاں پانی نہیں کافر نے اسلام لانے کے لیے تیمم کیا پھر مسلمان ہوا اس تیمم سے نماز نہیں پڑھ سکتا نہ کوئی ایسا فعل کر سکتا ہے جس کے لیے طہارت ضروری ہو بلکہ اس کے لیے بعد اسلام پھر تیمم کرے۔	۴	۶۶۲
۹۲	مسئلہ: پانی نہ ہونے کی حالت میں جواز تیمم کے لیے دو میں سے ایک شرط ہے یا تو مطلق تطہیر و رفع حدث کی نیت تو عام و تام ہے یا مطلقاً کسی عبادت کی نیت اگرچہ نہ مقصودہ ہو نہ مشروطہ۔	۲	۶۶۳
۹۳	مسئلہ: پانی ہوتے ہوئے صرف اسی عبادت مؤکدہ کے لیے تیمم جائز ہے جو پانی سے طہارت کرنے میں بلا بدل فوت ہوتی ہو۔	۳	۶۶۴
۹۴	مسئلہ: بے وضو شخص جسے نہانا نہیں مسجد میں ذکر الٰہی کے لیے بیٹھنا چاہتا ہے اور پانی نہیں بہتر ہے کہ تیمم کرے مگر اس تیمم سے نماز نہ ہوگی۔	۴	۶۶۴
۹۵	مسئلہ: مسجد میں سونا کوئی عبادت نہیں اس کے لیے تیمم محض لغو و باطل ہے اگرچہ پانی پر قدرت نہ ہو۔ ہاں اگر جنب کسی خوف کی ضرورت سے مسجد میں ٹھہرنا چاہے اور پانی نہ پائے تیمم کرے کہ یہ تیمم بہ نیت تطہیر بغرض قرار فی المسجد ہوگا۔ و لہٰذا اس سے نماز جائز نہ ہوگی کہ قرار فی المسجد کوئی عبادت مقصودہ نہیں	۵	۶۶۴
۹۶	مسئلہ: پانی ہوتے ہوئے مس مصحف یا تلاوت کے لیے تیمم کیا تو لغو و باطل ہوگا		

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	نہ اس سے مصحف شریف کا چھونا حلال ہوسکے گا نہ جنب کو تلاوت۔	٩	٦٦٣
٩٧	**مسئلہ:** پانی ہوتے صرف تنگی وقت کے باعث تہجد یا چاشت یا چاند گہن کی نماز کے لیے تیمم نرا باطل ہے اس سے یہ نمازیں جائز نہ ہوسکیں گی	٧	٦٦٣
٩٨	**مسئلہ:** پانی ہوتے ہوئے زیارت قبور یا عیادت مریض یا سونے کیلئے تیمم باطل ہے	٨	٦٦٣
٩٩	**مسئلہ:** صرف اتنی نیت کہ تیمم کرتا ہوں صحت تیمم کو کافی نہیں۔	١	٦٦٦
١٠٠	**مسئلہ:** حدث و جنابت میں تمیز کی نیت کچھ ضرور نہیں مجمل کافی ہے۔	٢	٦٦٦
١٠١	**مسئلہ:** جنب اگر وضو کی نیت سے تیمم کرے جب بھی صحیح ہے تو اگر وضو کا تیمم غسل کی نیت سے کرے تو بدرجۂ اولیٰ۔	٣	٦٦٦
١٠٢	**مسئلہ:** دفن میت مسلم کی مجلس جملہ اعمال ایسے ہیں ان سب با وضو ہونا چاہیے پانی نہ ملے تو تیمم کرے۔	٤	٦٦٦
١٠٣	**مسئلہ:** تیمم وضو و غسل ہر طہارت غیر معذور کے لیے اسی وقت ہونے کا محل ہے جب وہ چیزیں کہ طہارت کی منافی ہیں جیسے حیض و نفاس، حدث و خون وغیرہ منقطع ہولیں حدث باقی ہونے کی حالت میں طہارت فضول و لغو ہے۔	٥	٦٦٦
١٠٤	**مسئلہ:** دونوں چیزوں میں سے جس دو چیزوں سے دور کیا جاتا ہے اس سے بھی نجاست حکمیہ دور ہوتی ہے مگر نہ مطلقاً بلکہ خاص اس شے کے حق میں جس کی نیت سے تیمم کیا مثلاً پانی نہ ہونے کی حالت میں دخول مسجد یا مس مصحف یا زیارت قبور یا عیادت مریض یا دفن میت یا سلام یا جواب سلام کے لیے تیمم کیا ان چیزوں کے حق میں طہارت حاصل ہوگی یونہی اگر پانی موجود ہونے کی حالت میں نماز جنازہ یا عید یا سلام یا جواب سلام وغیرہا ان چیزوں اشیاء کے لیے تیمم کیا جن کا ذکر نمبر ٩٥ میں گزرا تو ان اشیاء کے لیے طہارت ہوگئی۔ **تنبیہ:** یہاں سے ظاہر ہوا کہ تعریف تیمم میں جو ہم نے نجاست حکمیہ دور کرنے کے لیے کہا اس سے عام مراد ہے کہ مطلقاً دور کرنا ہو یا خاص اس شے کے حق میں جس کے لیے تیمم کر رہا ہے۔	٤	٦٦٨
١٠٥	**مسئلہ:** جس چیز میں اجزائے ارضیہ و غیر ارضیہ کا خلط ہو اس میں اگر اجزائے ارضیہ غالب ہیں جنس ارض سے ہے ورنہ نہیں۔	٢	٦٨٥
١٠٦	**ف:** پسے ہوئے سرمہ سے بے ضرورت تیمم منع ہے اگرچہ صحیح ہو جائے گا۔	١	٦٩٦

نمبر	متن		صفحہ
۱۰۷	**مسئلہ:** ٹھیکرے اور سڑک اور سادہ زمین پر بھی اس حالت میں تیمم جائز ہے کہ ان پہ لید گوبر پیشاب کوئی نجاست نہ پڑی ہو یا پڑی اور زور کا مینہ برسا کہ پاک کر گیا یا دھو کر پاک کر لی۔	۱	۶۹۷
۱۰۸	**ف:** ناہموار پتھر دیوار زمین وغیرہ یا جنس ارض جس پر ضرب سے ہتھیلی کی پوری سطح اس سے نہ لگے اس پر ضرور ہے کہ ہاتھ آگے پیچھے اس طرح پھیریں کہ پورے کف دست یا اس کے اکثر حصے کو اس سے مس ہو جائے ورنہ تیمم صحیح نہ ہوگا۔	۱	۶۹۸
۱۰۹	**مسئلہ:** اگر پورے کف دست کا جنس ارض سے مس ہو گیا جب تو اس کے اکثر سے چہرہ و ہر دو دست کا مسح کافی ہے اور اگر اکثر کف کا مس ہوا تو لازم ہے کہ یہی اکثر یا اس کا اتنا حصہ جس پر اکثر کف صادق آئے چہرہ و دست کا مسح کرے ورنہ تیمم نہ ہوگا۔	۲	۶۹۸
۱۱۰	**مسئلہ:** اگر ضرب میں پوری ہتھیلیاں جنس ارض سے مس نہ کریں تو واجب ہے کہ ہتھیلیوں کی باقی جگہ پر بھی ہاتھ پھیرے اور اگر باقی حصہ متعین نہیں تو کلائیوں کے ساتھ ساری ہتھیلیوں پر ہاتھ پھیرے ورنہ تیمم نہ ہوگا۔	۳	۶۹۸
۱۱۱	**مسئلہ:** کہربا پتھر نہیں اس پر تیمم نہیں ہو سکتا۔	۱	۷۰۱
۱۱۲	**مسئلہ:** سنگ بصری پتھر نہیں اس پر تیمم نہیں ہو سکتا۔	۳	۷۰۱
۱۱۳	**مسئلہ:** اگر کیچڑ کے سوا تیمم کو کچھ نہ ملے تو اگر وقت میں وسعت ہے کپڑا یا اپنا پاؤں مثلاً اس سے سان لے جب خشک ہو جائے تو اس سے تیمم کرے۔	۵	۷۰۴
۱۱۴	**مسئلہ:** کیچڑ سکھا کر تیمم کا حکم اس وقت ہے کہ وقت میں گنجائش ہو ورنہ گیلے ہی سے تیمم واجب	۱	۷۰۵
۱۱۵	**مسئلہ:** بضرورت کیچڑ سے تیمم کرے تو واجب ہے کہ دونوں ہتھیلیاں خوب ملے کہ کیچڑ چھوٹ جائے اور خشکی آ جائے یا اس وقت میں اس کی بھی گنجائش نہ ہو تو یونہی تیمم کر کے پڑھے۔	۲	۷۰۵
۱۱۶	**مسئلہ:** وقت میں گنجائش ہو تو وہ ترکیب کہ کیچڑ خشک کر کے تیمم کی بتائی گئی صرف مستحب نہیں بلکہ واجب ہے۔	۳	۷۰۵
۱۱۷	**مسئلہ:** اگر مٹی میں گوبر ملا تھا اور مٹی غالب اور اس قدر دیر تک جلا یا کہ گوبر بالکل		

۴۰۷	۳	تف ہو گیا یا کچھ اجزاء اس کی راکھ کے وجہ سے آتشی سے مغلوب ہے اس صورت میں اُس مٹی پر تیمم جائز ہو گا۔	
۴۱۳	۵	مسئلہ: یہ حکم کہ تیمم غیر جنس ارض پر اس وقت روا ہے جب اس پر ہاتھ پھیرنے سے انگلیوں کا نشان بنے صرف مسئلہ غبار میں ہے جو غیر جنس ارض پر پڑا ہو ورنہ اگر اس پر مثلاً مٹی کا باریک لیس خشک ہو جس پر ہاتھ پھیرنے سے نشان نہ بنے گا اس پر جواز تیمم میں شبہ نہیں۔	۱۱۸
۴۱۹	۱	مسئلہ: تیمم کی شرط یہ ہے کہ جس چیز پر تیمم کرے نہ اس وقت اس کی ناپاکی معلوم ہو نہ بعد کو ثابت	۱۱۹
۴۱۹	۳	مسئلہ: جو جگہ یا چیز مظنہ نجاست ہے جیسے بیت الخلاء کی زمین اس پر تیمم نہیں ہو سکتا اگرچہ اس وقت اس کی نجاست اس کے علم میں نہ ہو۔	۱۲۰
۴۲۰	۱	مسئلہ: کسی شے پر تیمم کیا بعد کو کسی مسلمان ثقہ عادل نے خبر دی کہ وہ شے نجس تھی یا کسی مستور یا فاسق نے خبر دی اور اس کے دل پر اس کا صدق جما تو وہ تیمم صحیح نہ ہوا اس سے نماز پڑھی ہو تو پھیرے اور دل پر نہ جما تو اس کا لحاظ ضرور نہیں اور اگر کسی کافر نے خبر دی اگرچہ کلمہ گو ہو تو وہ مطلق مردود ہے۔	۱۲۱
۴۲۰	۳	مسئلہ: جس جیب [illegible] پر [illegible] یا [illegible] [illegible] نجاست تھی۔ بعد کو اس کا [illegible] ہونا ثابت ہوا تیمم صحیح ہو گیا اگرچہ واقع میں وہ نجس تھی	۱۲۲
۴۲۰	۴	مسئلہ: دوسرے سے اپنا تیمم کرانا بلا ضرورت مکروہ ہے۔	۱۲۳
۴۲۰	۵	مسئلہ: ضرور ہے کہ دوسرا اس کے حکم سے اسے تیمم کرائے اگرچہ وہ حکم صراحۃً نہ ہو دلالۃً ہو جس کی تفصیل آتی ہے۔	۱۲۴
۴۲۰	۶	مسئلہ: جس وقت وہ دوسرا ضربیں کرے ضرور ہے کہ یہ حکم دینے والا اس وقت نیت کرے اس دوسرے کی نیت کافی نہ ہوگی	۱۲۵
۴۲۱	۴	مسئلہ: اگر تیمم میں خصوص طہارت یا رفع حدث یا جواز نماز کی نیت نہ کی بلکہ صرف اتنی کہ میں تیمم کرتا ہوں یا میں نے تیمم کی نیت کی تو تیمم نہ ہوگا۔	۱۲۶
۴۲۲	۱	مسئلہ: تیمم مقصود میں اکثر کف سے چہرے اور ہاتھوں کو مسح کرنا لازم ہے اگر ایک یا دو انگلیوں سے مسح کیا اگرچہ انہیں بار بار ضربیں کر کے سارے چہرے و دست کا استیعاب کر لیا تیمم نہ ہوگا۔	۱۲۷
		مسئلہ: تیمم مقصود میں خاص ہاتھوں کی ضرب اور اس سے چہرہ و دست کا مسح شرط ہے اگر لکڑی یا کپڑے یا کاغذ کو جنس ارض پر مس کر کے منہ اور ہاتھوں پر پھیرے گا	۱۲۸

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	تیمم نہ ہوگا۔	۳	۷۲۲
۱۲۹	**مسئلہ:** کاغذ، کپڑا کوئی چیز جنس ارض پر پھیری کہ اُس میں مٹی خوب بھر گئی اب اسے بہ نیت تیمم چہرہ و دست پر پھیرا کہ سارے محل تیمم پر خود مٹی لگ گئی تیمم ہو گیا۔	۵	۷۲۲
۱۳۰	**مسئلہ:** اگر دستانے پہنے ہوئے جنس ارض پر ہاتھ مار کر چہرہ و دست پر پھیرا تیمم ہو جانا چاہئے جس طرح میت کو تیمم کرانے میں ہاتھوں پر کپڑا لپیٹ کر تیمم کرانا نمبر ۱۹۴ تا ۱۹۹ میں گزرا۔	۶	۷۲۲
۱۳۱	**مسئلہ:** ہتھیلیوں پر کوئی لیپ لگا ہے اور وہ خشک ہو گیا اور اُس کا چھڑانا مضر ہے اسی حالت میں ہتھیلیاں جنس ارض پر مار کر تیمم کرے۔	۲	۷۲۳
۱۳۲	**مسئلہ:** ہتھیلی ایک ضرب سے ایک ہی عضو کا مسح کر سکتی ہے خواہ منہ ہو یا داہنا ہاتھ یا بایاں دو عضووں کو ایک ہتھیلی کی ضرب واحد کافی نہیں۔	۳	۷۲۳
۱۳۳	**مسئلہ:** میت یا مریض کو تیمم کرایا پہلی ضرب سے دو ہتھیلیاں اس کے چہرے پر پھیریں دوسری سے دوان ہتھیلیوں سے اس کے ایک ہاتھ کا مسح کیا اب دوسرے ہاتھ کے لیے جدید ضرب ضرور ہے بصورت دیگر تیمم دو ضربوں سے نہیں ہو سکتا۔	۴	۷۲۳
۱۳۴	**مسئلہ:** تیمم میں ترتیب شرط نہیں چاہے پہلے ہاتھوں کا مسح کرے یا منہ کا ہر طرح تیمم ہو جائے گا۔	۵	۷۲۳
۱۳۵	**مسئلہ:** تیمم معہود میں ترتیب سنت ہے۔	۶	۷۲۳
۱۳۶	**مسئلہ:** تیمم میں چہرہ و ہر دو دست جہاں تک وضو میں دھونا فرض ہیں ان میں ایک رونگٹے کی نوک بھی اگر تیمم معہود میں ہاتھ پھیرنے یا غیر معہود میں جنس ارض پہنچنے سے رہ جائے گی تیمم نہ ہوگا۔	۱	۷۲۴
۱۳۷	**مسئلہ:** لازم ہے کہ انگوٹھی چھلے انگلیوں کلائیوں کے ہر گہنے کو اتار کر تیمم کیا جائے یا انھیں ہٹا ہٹا کر مسح کریں۔	۲	۷۲۴
۱۳۸	**مسئلہ:** آدمی نے جہاں سے تیمم کیا اگر ہزار بار وہیں سے تیمم کرے یا جہاں سے ایک شخص نے تیمم کیا اگر ہزاروں آدمی خاص اسی جگہ سے تیمم کریں کچھ حرج نہیں کہ جنس ارض تیمم سے مستعمل نہیں ہوتی۔	۱	۷۲۵
۱۳۹	**مسئلہ:** تیمم کرنے والے کے منہ اور ہاتھوں کو جو مٹی تیمم میں لگ کر چھوٹی اگر		

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	مٹی گرنے سے اتنی ہو جائے کہ اس پر ضرب ہو سکتی ہے تو اس پر بھی ہزاروں بار تیمم ہو سکتا ہے کہ جنس ارض کتنی ہی استعمال کی جائے کسی طرح مستعمل نہیں ہوتی۔	۴	۶۲۶
۱۴۰	**مسئلہ**: ایک عضو کو ایک ہی ضرب سے مسح کرے عضو واحد کے لیے متعدد ضربیں بلا وجہ مکروہ ہیں۔	۳	۶۲۹
۱۴۱	**مسئلہ**: کسی دیوار پر تیمم دیوار میں کوئی تصرف نہیں۔	۳	۶۳۳
۱۴۲	**مسئلہ**: تیمم سے نماز پڑھ لینے کے بعد معلوم ہوا کہ دوسرے کے پاس پانی موجود تھا، نماز ہو گئی اگر وہ اب پانی دے گا آئندہ کے لیے تیمم ٹوٹے گا۔	۱	۶۵۰
۱۴۳	**مسئلہ**: نماز میں پانی پایا تیمم ٹوٹ گیا نماز جاتی رہی اگرچہ التحیات کے بعد سلام سے پہلے پائے۔	۲	۶۵۰
۱۴۴	**مسئلہ**: ایک سلام پھیرنے کے بعد پانی پایا تو نماز ہو گئی۔	۳	۶۵۰
۱۴۵	**مسئلہ**: سو آدمی تیمم سے نماز پڑھ رہے ہیں ایک شخص پانی لایا اور خاص ایک سے کہا کہ یہ پانی لے تو اسی کی گئی اوروں کی ہو گئی۔ ہاں اگر وہ امام ہے تو سب کی گئی اور اگر یوں کہا کہ جس کے جی میں آئے یہ پانی لے تو سب کی گئی	۴	۶۵۰
۱۴۶	**مسئلہ**: اگر کافر کہے تو اس کا اعتبار نہیں نماز پڑھ کر پانی مانگے دے دے تو نماز پھیرے ورنہ ہو گئی۔	۵	۶۵۰
۱۴۷	**مسئلہ**: اگر کسی وجہ سے کسی کافر کی نسبت معلوم ہو کہ یہ تمسخر سے نہیں کہتا تو نیت توڑنی چاہیے۔	۷	۶۵۰
۱۴۸	**مسئلہ**: اگر کسی فاسق مستور پر ظنی ہو کہ یہ براہ تمسخر کہتا ہے نیت توڑنے کی اجازت نہیں۔	۸	۶۵۰
۱۴۹	**مسئلہ**: نماز میں معلوم ہوا یا یاد آیا کہ دوسرے کے پاس پانی ہے اگر ظن غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا نیت توڑے ورنہ جائز نہیں۔	۹	۶۵۰
۱۵۰	**مسئلہ**: نماز پڑھتے میں سراب پر نظر پڑی اگر گمان غالب ہو کہ یہ پانی ہے نیت توڑے اگر دیکھے کہ پانی نہیں تیمم باقی ہے نماز پھر پڑھے اور اگر پانی ہونے کا گمان غالب نہ ہو نیت توڑنا جائز نہیں بعد نماز دیکھے اگر پانی ہے نماز پھیرے ورنہ نماز ہو گئی اور تیمم باقی ہے۔	۱	۶۵۱

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۱۵۱	مسئلہ: جب گمان غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو نیت توڑنا واجب ہے۔	۲	۷۵۰
۱۵۲	مسئلہ: تیمم سے نماز کامل ہے۔ تیمم بھی ہمارے نزدیک طہارت کاملہ ہے	۳	۷۵۱
۱۵۳	مسئلہ: وضو والے کو تیمم والے کی اقتدا میں اصلاً کراہت نہیں اگرچہ عکس افضل ہے۔ **اقول** یعنی جبکہ تیمم والا اعلم و افضل و احق بالامامت ہو۔	۵	۷۵۱
۱۵۴	مسئلہ: جب ظن غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو مانگنا واجب ہے اور شک ہو تو مستحب اور ظن غالب ہو کہ نہ دے گا تو مستحب بھی نہیں۔	۶	۷۵۱
۱۵۵	مسئلہ: اگر ظن غالب ہو کہ پانی یہاں کہیں قریب ایک میل سے کم فاصلے پر ہے تو تلاش کرنا واجب ہے اور شک ہو تو مستحب ورنہ مستحب بھی نہیں۔	۷	۷۵۱
۱۵۶	مسئلہ: نماز میں پانی دوسرے کے پاس معلوم ہوا اور ظن غالب ہو کہ مانگے سے دے دے گا تو اگرچہ نیت توڑ کر مانگنا واجب ہے مگر فقط اس غلبۂ ظن سے نہ تیمم ٹوٹے نہ نماز جائے یہاں تک کہ اگر اس نے خلاف حکم کر کے نماز پوری کر لی پھر مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہو گئی اور تیمم باقی ہے۔	۸	۷۵۱
۱۵۷	مسئلہ: ایک جماعت تیمم سے ہے ایک شخص پانی لایا اور کہا یہ میں نے تم سب کو ہبہ کیا، انھوں نے اس پر قبضہ کر لیا تیمم کسی کا نہ گیا۔ **اقول** یعنی اگر وہ پانی سب کو کافی نہ ہو مثلاً دس شخص ہیں اور پانی صرف نو کو کافی تو بالاتفاق، اور اگر سب کو کافی بلکہ کافی سے بھی زائد ہے تو امام رضی اللہ عنہ کے نزدیک بھی ان کا تیمم نہ ٹوٹے گا صاحبین کے نزدیک ٹوٹ جائے گا، اور فتوی قول امام پر ہے۔	۳	۷۵۲
۱۵۸	مسئلہ: اگر ان میں ایک شخص کو ہبہ کیا تو بعد قبضہ صرف اسی کا تیمم گیا اوروں کا باقی ہے اور اگر جماعت ہو رہی ہے اور امام کو ہبہ کیا تو نماز سب کی گئی اگرچہ اوروں کا تیمم نہ گیا۔ **اقول** اور اگر چند کو ہبہ کیا اور انھوں کے لیے پانی کافی تھا تو صاحبین کے نزدیک بشرط قبضہ انھوں کا تیمم جاتا رہا اور امام کے نزدیک سب کا باقی ہے مگر وہ جس کا حصہ تقسیم کر کے جدا قبضہ دے۔	۴	۷۵۲
۱۵۹	مسئلہ: تیمم سے جماعت ہو رہی ہے اور ایک شخص پانی لایا اور کہا یہ میں نے تم سب کو ہبہ کیا، یا امام کے سوا کسی اور کو کہا یہ میں نے تجھے ہبہ کیا بعد سلام امام نے اس سے پانی مانگا اس نے دے دیا سب کی نماز گئی۔	۵	۷۵۲

١٦٠ — **مسئلہ:** شروع نماز سے پہلے اگر دوسرے کے پاس پانی معلوم ہوا اگر غالب گمان ہے کہ مانگے سے دے دے گا مانگنا واجب ہے بے مانگے تیمم سے نماز پڑھنا منع ہے۔ اور اگر شک ہو تو مانگنا مستحب ہے ورنہ مستحب بھی نہیں۔ (٧٥٣ | ٥)

١٦١ — **ف:** یہ جو کہا جاتا ہے کہ پانی عادۃً مبذول ہے یعنی اُس کے دینے میں کسی کو تکلیف نہیں ہوتی پینے کے پانی میں ہے خصوصاً جائے اقامت میں طہارت خصوصاً غسل کا پانی سفر میں مبذول نہیں بلکہ اس کے دینے میں بہت اشیاء سے زیادہ تکلف ہوتا ہے۔ (٧٥٨ | ١)

١٦٢ — **ف:** دس صورتیں جن میں پانی دے دینے کا ظن غالب ہوتا ہے کہ جس کے پاس پانی ہے اس کی اولاد ہو یا سگا بھائی یا دوست یا نوکر یا رعیت یا اس سے ڈرتا یا کچھ طمع رکھتا ہو یا اسے معلوم ہو کہ یہ شخص نہ تو بخیل ہے نہ پست خیال نہ میرا مخالف اور اس کے پاس اتنا پانی ہے کہ مجھے دے کر منزل تک پہنچنے تک اس کی حاجتوں کے لیے کافی پانی بچ رہے گا یا بیمار تھا یا ہاتھ شل ہو اور وہ کنویں پر کھڑا ہے یا اسے معلوم ہے کہ وہ کری[illegible]س ہے سوال رد کرتے شرماتا ہے (٧٥٩ | ١)

١٦٣ — **مسئلہ:** جس چیز کے ہوتے ہوئے تیمم نہ ہو سکتا ہو تیمم کی حالت میں جب وہ شے پائی جائے گی اسے توڑ دے گی۔ (٧٦٢ | ٢)

١٦٤ — **مسئلہ:** یہاں اصل اعتبار واقع کا ہے اگر اسے گمان ہو کہ نہ دے گا اور بے مانگے تیمم سے پڑھ لی بعد نماز اس نے خود یا اس کے مانگے سے دے دیا نماز نہ ہوئی وضو کرکے پھر پڑھے اور اگر گمان تھا کہ دے دے گا اور بے مانگے تیمم سے پڑھ لی پھر مانگا اور اس نے نہ دیا تو نماز ہو گئی تیمم باقی رہا۔ ہاں اگر اصلاً نہ مانگا نہ اس نے آپ دیا [illegible] نہ اور طرح حال کھلا تو گمان پر حکم رہے گا اگر دینے کا گمان تھا اور نہ مانگا نماز نہ ہوئی ورنہ ہو گئی۔ (٧٦٣ | ١)

١٦٥ — **مسئلہ:** جنگل میں ہے اسے پانی کا حال معلوم نہیں کہ دور ہے یا نزدیک اور وہاں کوئی ایسا موجود ہے جس کی نسبت پانی کا حال جاننا مظنون ہو اُس سے پوچھا اُس نے نہ بتایا اس نے تیمم سے پڑھ لی اس کے بعد اُس نے بتایا نماز ہو گئی آئندہ نماز کے لیے وضو کرے۔ (٧٦٣ | ٢)

43

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۱۶۶	**مسئلہ**: بتانے والا موجود تھا اور اس نے نہ پوچھا اور نماز پڑھ لی، پھر دریافت کیا اور اُس نے پانی قریب بتایا تو نماز نہ ہوئی۔	۳	۶۶۳
۱۶۷	**مسئلہ**: اُس نے پوچھا اور اُس نے سُنا، کچھ نہ بولا بعد نماز بتایا نماز ہو گئی۔	۴	۶۶۳
۱۶۸	**مسئلہ**: گمان غالب تھا کہ نہ دے گا تیمم سے پڑھ لی اُتنے میں اُس کے پاس اور پانی کثیر آگیا اور دے دیا اگر وہ نہ دینے کا گمان بربنائے قلت آب تھا تو بعد کثرت دینے سے اُس کی غلطی ثابت نہ ہونی چاہئے اور اگر اور وجوہ مثل رنجش وغیرہ کی بنا پر تھا تو اُس کی غلطی ضرور ثابت ہوئی نماز پھیرے۔	۵	۶۶۳
۱۶۹	**مسئلہ**: گمان غالب تھا کہ دے دے گا بعد نماز مانگا اُس نے انکار کر دیا یا اس لیے کہ اُتنے میں پانی خرچ ہو کر کم رہ گیا تھا اگر یہ خرچ خود اس نے اپنی حاجت میں کیا تو ظاہراً اس گمان کی غلطی ثابت ہوئی اعادۂ نماز کی حاجت نہیں اور اگر دوسرے کو دے دیا تو اس ظن کی غلطی ثابت ہوئی نماز کا اعادہ چاہیے۔	۶	۶۶۳
۱۷۰	**مسئلہ**: نماز میں کسی کے پاس پانی دیکھا اور دینے کا گمان غالب نہ ہوا نماز کے بعد مانگا اُس نے کہا پانی [illegible] اعتبار نہیں نماز ہو گئی۔	۷	۶۶۳
۱۷۱	**مسئلہ**: نماز سے پہلے پانی دیکھا اور دینے کا گمان غالب نہ ہوا تیمم کر لیا یا پہلے کر چکا تھا کچھ دیر بعد مانگا اُس نے وہی جواب دیا کہ ہو چکا پہلے مانگتے تو مجھے دینے میں عذر نہ ہوتا اس کہنے سے بھی تیمم نہ جائے گا اُسی تیمم سے نماز پڑھے۔	۵	۶۶۴
۱۷۲	**مسئلہ**: پانی اس کے پاس تھا اور اُس نے غلط حیلہ کر دیا کہ نہ رہا پہلے مانگتے تو دے دیتا تو اس کا بھی نماز پر کچھ اثر نہیں، نہ تیمم جائے اگرچہ معلوم ہی ہو جائے کہ اُس نے جھوٹ حیلہ کیا۔	۱	۶۶۵
۱۷۳	**مسئلہ**: پانی دینے کا وعدہ کرنے سے اُسی وقت تک کے لیے پانی پر قادر سمجھا جائے گا کسی آئندہ وقت پر اُس کا اثر نہ ہوگا۔	۲	۶۶۵
۱۷۴	**مسئلہ**: ظاہراً وعدے سے قدرت وقت وعدہ سے ثابت ہوگی پہلے سے نہیں۔	۱	۶۶۶
۱۷۵	**مسئلہ**: اوّل وقت ہے اور پانی ایک میل ہے اور اُمید واثق ہے کہ اوسط		

وقت میں وہاں تک پہنچ جائے گا جب بھی اس پر تاخیر واجب نہیں جا تو ہے کہ ابھی تیمم سے پڑھ لے۔ ہاں تاخیر مستحب ہے جبکہ جانے کہ پانی ملنے اور طہارت کرنے میں وقت مکروہ نہ آجائے گا۔

۴۶۷ | ۱

۱۷۵ **مسئلہ**: پانی پر قدرت کہ مانع تیمم ہے اور تیمم کے بعد حاصل ہو تو مبطل تیمم ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ پانی اگرچہ حاضر نہ ہو اس کا حاصل کرنا بلا حرج اس کے اختیار میں ہو کہ چاہے تو حاصل کرے اور اس تحصیل میں اسے کوئی حرج لاحق نہ ہو جیسے پانی ایک میل سے کم دور ہو اور یہ چل سکتا ہے اور راہ میں جان یا مال کا کوئی خطرہ نہ پانی پر اور اگر وہ کنویں میں ہے تو رسی ڈول موجود ہے اور کوئی مرض بھی نہیں کہ پانی مضر ہو تو پانی پر قدرت ہے اگرچہ یہاں سے ستر ہزار گز دور ہو۔

۴۶۸ | ۱

۱۷۶ **مسئلہ**: آخر وقت میں پانی ملنے کی امید کی چودہ صورتیں جن میں حکم ہے کہ وقت کراہت نہ آنے تک انتظار مستحب ہے اور اسے اختیار ہے کہ انتظار نہ کرے اور ابھی تیمم سے پڑھ لے

(۱) سپاہ لشکر اُٹھی اور امید غالب ہے کہ تھوڑی دیر میں پانی ہی پانی ہو جائے گا۔

(۲) پانی میل بھر سے دور ہے کسی کو لینے بھیجا ہے اور غالب ظن ہے کہ وقت مستحب کے اندر لے آئے گا اب بھی انتظار ضرور نہیں۔

اقول لیکن اگر ظن غالب ہے کہ وہ پانی لے کر روانہ ہو گیا اور اب میل بھر سے کم فاصلے پر ہے تو انتظار واجب ہے تیمم سے نماز نہ ہو گی۔ ہاں اگر دیکھے کہ وقت جاتا ہے تو تیمم کر کے پڑھ لے پھر پھیرے۔

(۳) کنواں موجود ہے رسی یا ڈول نہیں، نہ کوئی ایسی چیز کہ ان کا کام دے سکے مگر غالب گمان ہے کہ آخر وقت میں رسی ڈول مل جائے گا۔

(۴) معلوم ہے کہ پانی یہاں کہیں قریب ہے یعنی میل بھر سے کم فاصلے پر مگر اسے جگہ معلوم نہیں چاروں طرف تلاش کرنے کا حکم ہے اور یہ بوجہ ضعف چار طرف جانے آنے پر قادر نہیں وہ ایک طرف گیا اور نہ پایا واپس آیا اور تھک گیا اور گمان غالب ہے کہ آخر وقت میں کوئی ایسا آجائے گا جو پانی لا دے یا جگہ بتا دے۔

(۵) پانی قیمت مثل کو بک رہا ہے دام پاس نہیں وہ ادھار دیتا نہیں اور گمان غالب ہے کہ آخر وقت میں دام مل جائیں گے۔

(۶) پانی موجود ہے مگر پینے کے لیے رکھا ہے وضو کر دیا تو پینے کو نہ رہے گا اور ظن غالب ہے کہ آخر میں اور فاضل پانی مل جائے گا۔

(۷) پانی پر رہزن یا دشمن یا درندہ ہے اور گمان غالب ہے کہ جلد چلا جائے گا۔

(۸) سخت اندھیری ہے پانی تک راہ نہ سوجھے گی اور ظن غالب ہے کہ آخر وقت میں اُجالا ہو جائے گا یا روشنی کا سامان مل جائے گا۔

(۹) مریض یا لُنجا یا لُولا ہے یا ہاتھ شل ہیں یا نہایت بُوڑھا ہے غرض کوئی عارضہ ایسا ہے کہ خود پانی بھرنے یا وضو کرنے پر قادر نہیں اور اپنے بیٹے یا نوکر کو کسی کام کے لئے بھیجا ہے اور گمان غالب ہے کہ ایسے وقت واپس آئے گا کہ پانی بھر کر مجھے وضو کرا دے اور میں نماز پڑھ لوں۔

(۱۰) باری سے جاڑا آتا ہے اور ہمیشہ گھنٹا دو گھنٹے رہ کر اُتر جاتا ہے اس وقت پانی بھرنے وضو کرنے یا نہانے پر قادر ہو جائیگا ابھی نہیں۔

(۱۱) دوسرے کے پاس پانی موجود ہے وہ کہیں کام کو گیا ہوا ہے اور امید ہے کہ مانگے سے دے دے گا اور ظن غالب ہے کہ آخر وقت میں واپس آئے گا۔

(۱۲) نہانا یا عورت کو وضو کرنا ہے لوگ موجود ہیں آڑ نہیں اور گمان غالب ہے کہ چلے جائیں گے اور وقت مل جائے گا۔

(۱۳) مال یا بچہ پاس ہے اسے چھوڑ کر پانی لینے جا نہیں سکتا اور ظن غالب ہے کہ آخر وقت میں کوئی رفیق آ جائے گا جو اس کی حفاظت کرے یا پانی لا دے۔

(۱۴) پانی مسجد میں ہے اور اسے نہانا ہے اور گمان غالب ہے کہ تھوڑی دیر میں کوئی ایسا مل جائے گا کہ پانی لا دے مستحب ہے کہ انتظار کرے اور اگر انتظار نہ کیا اور تیمم کر کے پانی مسجد میں سے لے آیا اور نہا لیا کچھ مضائقہ نہیں۔

۷۷۴ | ۳

۱۷۷ — **مسئلہ**: جنگل میں ہے اور معلوم نہیں کہ پانی ایک میل دُور ہے یا کم اور تیمم کر کے نماز پڑھ لی نماز ہو گئی خواہ آخر وقت میں پانی ملنے کی امید ہو یا نہ ہو اُس پر تلاش کرنا بھی لازم نہیں جب تک ایک میل سے کم ہونے کا ظن نہ ہو۔

۷۷۵ | ۱

۱۷۸ — **مسئلہ**: معلوم ہے کہ پانی دو میل سے کم ہے وقت مستحب میں اُس تک پہنچ جاؤں گا اور یہ معلوم نہیں کہ ایک میل ہے یا اس سے بھی کم جائز ہے کہ تیمم کر کے پڑھ لے

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	پھر اگرچہ ایک میل سے کم ہی نکلے نماز ہوگئی۔ ہاں اگر ظن غالب تھا کہ ایک میل سے کم ہے اور تلاش نہ کیا اور تیمم سے پڑھ لی نماز نہ ہوئی اگرچہ بعد کو ایک میل یا زیادہ ہی دُور ہونا ظاہر ہو۔	۳	۷۷۵
۱۷۹	**مسئلہ**: یہ وعدہ کہ وقت کے بعد دُوں گا کچھ مؤثر نہیں۔	۱	۷۷۶
۱۸۰	**مسئلہ**: وہ وعدہ جس سے وقت میں پانی ملنے کی امید ہو اگر نماز سے پہلے ہوا مطلقاً مؤثر ہے اگرچہ بعد کو وفا بھی نہ ہو۔	۲	۷۷۷
۱۸۱	**مسئلہ**: وقت میں دینے کا وعدہ اگر بعد نماز ہو پھر وقت کے اندر ہی دے دے ضرور نماز پھیرنی ہوگی اور اگر وقت میں کسی عذر سے نہ دے جب بھی پھیرنی ہوگی اور بلا عذر نہ دے تو ظاہراً پھیرنے کی حاجت نہیں۔	۱	۷۷۸
۱۸۲	**مسئلہ**: دینے سے انکار کبھی صراحۃً ہوتا ہے مثلاً نہ دوں گا کبھی دلالۃً مثلاً اس نے مانگا اس نے پانی اپنے خرچ میں کر لیا یا پھینک دیا اگرچہ اتنا باقی رہا کہ اس کی طہارت کو کافی نہیں۔	۱	۷۷۹
۱۸۳	**مسئلہ**: اگر اس نے [illegible] وہ اس بچے پانی دوسرے کو بطور اباحت دے دیا مالک نہ کیا تو یہ بھی دینے سے انکار ہے اور اگر دوسرے کو مالک کر دیا تو اگرچہ اس کی طرف سے انکار ہو گیا مگر اب وہ دوسرا پانی کا مالک ہے وہی مسائل اس کی طرف متوجہ ہوں گے کہ اس کے مانگے سے اس کا دے دینا مظنون ہے تو مانگنا واجب وغیرہ ذلک۔	۲	۷۷۹
۱۸۴	**مسئلہ**: مانگے پر چپ رہنا بھی انکار ہے اگر کوئی قرینہ اس کے خلاف نہ ہو۔	۳	۷۷۹
۱۸۵	**مسئلہ**: اُس وقت اور مانگنے والے اور سکوت کرنے والے کی حالتوں اور باہمی تعلقات پر نظر ضرور ہے کہ اس سے کبھی ظاہر ہوتا ہے کہ سکوت بربنائے منع نہ تھا۔	۲	۷۷۹
۱۸۶	**مسئلہ**: پانی دیکھا اور نہ مانگا نہ نماز سے پہلے نہ بعد اور اُسے وقت نکل جانے کے بعد اس کی حاجت پر اطلاع ہوئی اور پانی دیا تو نمازیں پھیرنا چاہئے۔	۱	۷۸۱
۱۸۷	**مسئلہ**: اُس نے پانی دیکھی اور نہ مانگا اور تیمم سے پڑھی اور وہ دیکھتا رہا اور پانی بعد وقت دیا تو ظاہراً اب بھی اعادۂ نماز چاہئے۔	۱	۷۸۲
۱۸۸	**مسئلہ**: دینے سے انکار کر کے دینا کچھ مفید نہیں مگر یہ کہ نماز پوری ہونے سے		

پہلے دے دے تو تیمم و نماز جاتے رہیں گے۔ — ۵۸۳ | ۱

۱۸۹ — **مسئلہ:** جنگل میں جس سے پانی کا حال پوچھا جاتا موجود تھا اور بے پوچھے تیمم سے پڑھ لی اس کے بعد اس نے پانی میل بھر سے کم دور بتایا نماز نہ ہوئی خواہ اس کے پوچھنے پر بتائے یا آپ ہی۔ — ۵۹۳ | ۵

۱۹۰ — **قاعدہ ۱:** اگر اس نے اسے بے مانگے پانی دیا اگرچہ وقت کے بعد یا اس کے مانگے پر نہ وعدہ کیا نہ منع نہ سکوت بلکہ فوراً پانی دے دیا خواہ تیمم سے پہلے یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں یا نماز کے بعد خواہ قبل سوال اسے تیمم سے پڑھتے دیکھا اور خاموش رہا یا نہ دیکھا بہرحال اسے گمان غالب اس کے دینے یا نہ دینے کا تھا یا شک تھا عام ازیں کہ یہ نماز میں اس کے پاس پانی ہونے پر مطلع ہوا یا پہلے ان سب صورتوں میں وہ دینا مؤثر ہے یعنی تیمم سے پہلے دیا تو تیمم جائز نہیں اور تیمم کر چکا تھا تو ٹوٹ گیا اور عین نماز میں دیا یا بعد تو نماز و تیمم دونوں گئے بہر کیف وضو کر کے اس نماز کو پڑھے — ۵۹۹ | ۱

۱۹۱ — **قاعدہ ۲:** تیمم سے پہلے یا بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں اس وقت میں پانی دینے کا وعدہ کیا تو یہ بھی مثل مذکور مطلقاً مؤثر ہے یعنی تیمم کا ناقض و مانع اور نماز میں ہو تو اس کا قاطع عام ازیں کہ اس نے پانی نماز میں دیکھا یا اس سے پہلے اور اس نے خود وعدہ کیا یا اس کے مانگے پر اور بعد کو وقت میں دے یا بعد وقت یا اصلاً نہ دے خواہ کسی عذر سے یا بالقصد وعدہ خلافی سے اور عام ازیں کہ اس وعدے سے پہلے اسے دینے یا نہ دینے کا ظن ہو یا نہ ہو بہرحال مؤثر ہے۔ — ۵۹۹ | ۲

۱۹۲ — **قاعدہ ۳:** جو تیمم سے نماز پڑھ چکا اس کے بعد اس نے وعدہ کیا کہ پانی وقت میں دے گا اور پھر بلا عذر نہ دیا یا دیا تو وقت گزر جانے پر دیا اس صورت میں نماز ہو گئی خواہ یہ وعدہ اس نے خود کیا ہو یا بعد نماز اس کے سوال پر اور اس پانی پر اطلاع اسے نماز میں ہوئی ہو یا پہلے عام ازیں کہ اس نے اسے عاماً مذکور تیمم سے پڑھتے دیکھا ہو یا نہیں اور اسے پیش از وعدہ کوئی ظن ہو یا شک۔ — ۵۹۹ | ۳

۱۹۳ — **قاعدہ ۴:** اس کے نماز پڑھ لینے کے بعد وعدہ کیا اور وقت میں دے دیا یا نہ دینا کسی وجہ سے ہوا نہ وعدہ خلافی سے اس میں مطلق نماز کا اعادہ کرنا ہوگا

صورتِ مذکورۂ قاعدۂ سوم سے کوئی بھی صورت واقع ہو۔ ٧٩٩ ٢

١٩٤ **قاعدہ ۵**: اس نے مانگا وہ چپ رہا مگر وقت میں پانی دے دیا اور اسے تیمم سے نماز پڑھتے دیکھ کر خاموش نہ رہا تھا تو یہ دینا بھی مطلقاً مؤثر ہے یعنی تیمم کا ناقض یا مانع یا نماز کا مبطل یا قاطع خواہ اس کا مانگنا اور اس کا دینا تیمم سے پہلے ہو یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں یا نماز کے بعد بھی بعد وقت نماز میں علاوہ ازیں کہ اسے نماز میں پانی پر اطلاع ہوئی ہو یا پہلے اور دینے نہ دینے کا ظن ہو یا شک ٨٠٠ ١

١٩٥ **قاعدہ ۶**: اس کے مانگے پر چپ رہا اور پھر پانی اصلاً نہ دیا یا وقت کے بعد دیا یا اسے تیمم سے نماز پڑھتے دیکھا اور بعد نماز وقت ہی میں دیا عام ازیں کہ اسے نماز میں اطلاع ہوئی ہو یا پہلے اور تیمم سے پہلے مانگا یا بعد نماز سے پہلے یا نماز میں یا بعد اور کوئی ظن تھا یا شک، بہرحال نماز پوری ہوگئی اعادہ کی حاجت نہیں۔ ٨٠٠ ٢

١٩٦ **قاعدہ ۷**: مانگنے پر انکار کر دیا مگر نماز ختم ہونے سے پہلے دے دیا یہ دینا مطلقاً بحکمِ مذکور قاعدۂ دوم مؤثر ہے وضو کر کے یہ نماز پڑھنی یا پھیرنی ہوگی خواہ یہ مانگنا اور دینا تیمم سے پہلے یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں ہو اور اطلاع نماز میں ہوئی ہو یا پہلے اور دینے نہ دینے کا ظن ہوا ہو یا شک۔ ٨٠٠ ٣

١٩٧ **قاعدہ ۸**: اس نے تیمم یا نماز سے پہلے یا نماز میں یا اس کے بعد مانگا اور اس نے انکار کر کے اصلاً نہ دیا یا وقت گزرنے پر دیا یا وقت ہی میں مگر نماز کے بعد دیا خواہ تیمم سے نماز پڑھتے دیکھا یا نہیں بہرحال نماز ہوگئی خواہ اطلاع کبھی ہوئی اور ظن ہوا یا شک۔ ٨٠٠ ٤

١٩٨ **قاعدہ ۹**: نہ اس نے مانگا نہ اس نے وقت میں دیا نہ بعد مگر نماز میں خواہ اس سے پہلے پانی پر مطلع ہو کر اسے ظن غالب ہوا تھا کہ مانگے سے دے دے گا نماز نہ ہوئی پھر پڑھے۔ ٨٠٠ ٥

١٩٩ **قاعدہ ١٠**: صورتِ مذکورہ میں اسے دینے کا گمان نہ ہوا بلکہ نہ دینے کا ظن غالب یا شک تھا تو نماز ہوگئی۔ ٨٠٠ ٦

٢٠٠ **قاعدہ ١١**: خود یا اس کے مانگنے پر کہا پانی ختم ہو چکا پہلے کہتے تو دے دیتا پھر نماز ختم ہونے سے پہلے دے دیا یہ بدستور مؤثر ہے وضو کر کے نماز پڑھے یا

پھر سے کبھی مطلع ہوا اور کوئی ظن یا شک کیا۔

٨٠١ | ١

٢٠١ **قاعدہ ١٢:** یہی کہا اور پانی اصلاً نہ دیا یا بعد وقت خواہ وقت میں یا بعد نماز نماز پر مطلع ہو کر یا بے اطلاع دیا انھیں تعینوں پر مطلقاً مؤثر نہیں نماز ہوگئی ہاں پانی دے دے تو آئندہ کے لیے وضو کرے۔

٨٠ | ٢

٢٠٢ **قاعدہ ١٣:** وعدہ وقت کے بعد دینے کا کیا مگر وقت میں نماز ختم ہونے سے پہلے دے دیا تو حکم مثل قاعدہ ١٠ ہے۔

٨٠١ | ٣

٢٠٣ **قاعدہ ١٤:** اسی قسم کے وعدہ میں پانی تیمم نماز سے پہلے نہ دیا تو حکم و تفصیل مثل قاعدہ ١٢ ہے۔

٨٠١ | ٤

٢٠٤ **قاعدہ ١٥:** پانی ابھی خرچ نہ ہوا اور دینے والے کی ملک پر باقی ہے کہ اس نے منع کر دیا اس میں صدہا صورتیں ہیں بہرحال حکم یہی ہے کہ اب اس کا استعمال ناجائز ہوگیا تیمم کرے

٨٠٢ | ١

٢٠٥ **قاعدہ ١٦:** وعدہ کرکے انکار کر دیا اگر وعدہ تیمم سے پہلے تھا جس کے باعث تیمم ناجائز ہوگیا تھا اب انکار کر دینے سے جائز ہوگیا اور اگر تیمم کے بعد وعدہ تھا تو تیمم ٹوٹ گیا انکار اسے جوڑ نہ دے گا دوبارہ تیمم کرے یونہی اگر عین نماز میں وعدہ کیا نماز و تیمم دونوں گئے انکار انھیں پھیر نہ لائیگا پھر تیمم کرکے نماز پڑھے اور اگر وعدہ بعد نماز تھا نماز پوری ہوگئی اور [illegible] معتبر [illegible] کر دیا۔

٨٠٣ | ١

٢٠٦ **قاعدہ ١٧:** پانی مانگنے پر انکار کر دیا تھا اسکے بعد اب وعدہ کر لیا کہ وقت میں دے دے گا اگر یہ وعدہ تیمم سے پہلے ہے تو تیمم ناجائز ہوگیا اور تیمم کے بعد ہے تو ٹوٹ گیا اور عین نماز میں ہے تو نماز و تیمم دونوں گئے بہرحال آخر وقت تک انتظار کرے اگر پانی مل جائے تو وضو کرکے نماز پڑھے نہ ملے اور وقت جاتا دیکھے تو تیمم کرکے پڑھ لے پھر پھیرے اور اگر بعد انکار یہ وعدہ نماز پڑھ لینے کے بعد کیا تو نماز ہوگئی اس پر اس کا کچھ اثر نہیں۔

٨٠٣ | ٢

٢٠٧ **قاعدہ ١٨:** مانگنے پر خاموش ہو رہا پھر انکار کر دیا نماز و تیمم سب جائز ہیں انکار بعد نماز کیا ہو خواہ پہلے۔

٢٠٨ **قاعدہ ١٩:** سوال پر سکوت کے بعد وقت میں دینے کا وعدہ کر لیا اگر یہ وعدہ تیمم سے پہلے یا اس کے بعد نماز سے پہلے یا عین نماز میں ہے یا نماز کے بعد مگر اس حال میں کہ اسے تیمم سے نماز پڑھتے نہ دیکھا تو ان صورتوں میں یہ وعدہ مؤثر ہے تیمم کا ناقض یا مانع اور نماز کا مبطل یا قاطع اور اگر تیمم سے نماز پڑھنے پر مطلع ہو جب بھی ساکت رہا اس کے بعد وعدہ کیا تو نماز ہوگئی۔

٨٠٣ | ٣

٢٠٩	مسئلہ: جسے نہانے کی حاجت ہو اور اس کے ساتھ کوئی حدث موجب وضو بھی ہو مثلاً سویا پھر احتلام ہوا یا انزال کے بعد پیشاب کیا اور حالت یہ ہو کہ نہا نہیں سکتا اور وضو کر سکتا ہے مگر پانی صرف وضو کے لائق موجود ہے یا نہانا مضر ہے وضو میں ضرر نہیں یا صبح کو اتنے تنگ وقت میں اٹھا کہ فقط وضو کرکے نماز مل جائے گی نہانے سے نہ ملے گی ان سب صورتوں میں حکم ہے کہ وضو اصلاً نہ کرے صرف تیمم کرے وہی جنابت و حدث دونوں کے لیے کافی ہو جائے گا۔	١	٨٠٣
٢١٠	مسئلہ: تنگی وقت کے لیے تیمم کرنا مذہب امام زفر ہے معتمد کتابوں سے اس کی تائید مزید۔	٢	٨٠٣
٢١١	مسئلہ: ایک طہارت میں پانی اور مٹی جمع نہیں ہو سکتے مثلاً وضو کی حاجت ہے اور پانی اتنا ہے کہ سارا وضو ایک بار ہو جائے گا ایک پاؤں کا حصہ بچ رہے گا تو کچھ نہ دھوئے صرف تیمم کرے یونہی نہانے کی حاجت میں پانی فقط وضو کے قابل ہو وضو نہ کرے یا سارا بدن دھو لینے کے قابل ہو مگر چند انگل جگہ باقی رہ جائے گی جب بھی کچھ نہ دھوئے صرف تیمم کرے۔	٣	٨٠٣
٢١٢	مسئلہ: ہر حدث چھوٹا ہو یا بڑا کتنا ہی ہو ایک سب کو کافی ہے تو ایک ساتھ، اس میں تکرار شرط نہیں۔	٤	٨٠٣
٢١٣	مسئلہ: اکثر اعضائے وضو زخمی ہیں صرف تیمم کرے یونہی نہانے میں اکثر بدن پر پانی نہیں ڈال سکتا تو جتنے پر ڈال سکتا ہے اس پر بھی نہ ڈالے فقط تیمم کرے۔	٥	٨٠٣
٢١٤	مسئلہ: وضو کیا یا نہایا اور کچھ جگہ باقی رہ گئی اور پانی ختم ہو چکا تیمم کرے یہ تیمم ہی اس کی طہارت ہوگا جتنا بدن دھویا تھا بیکار ہو گیا۔ **اقول** یعنی اس سے رفع حدث نہ ہوا نماز جائز نہ ہوئی ورنہ جتنے بدن پر پانی گزر گیا اس پر سے فرض ضرور ساقط ہو گیا یہاں تک کہ اگر مثلاً نہانے میں ایک بالشت جگہ بچ رہی تھی اور تیمم کیا اب جو اتنا پانی ملے گا کہ اس بالشت بھر جگہ پر بہہ سکے تیمم ٹوٹ جائے گا اور جب وہاں اسے بہائے گا اسی قدر سے پورا غسل اتر جائے گا یونہی وضو میں اگر اس دھونے کے بعد حدث جدید نہ ہوا ہو۔	٦	٨٠٣
٢١٥	مسئلہ: جنب کے پاس صرف وضو کے قابل پانی تھا اور اس نے حسب الحکم فقط تیمم کر لیا اب کوئی حدث واقع ہوا تو وضو کرے اگلا تیمم بعد کے حدث میں کام نہیں		

دے سکتا۔

۸۰۶ ۵

۲۱۶ مسئلہ: نہانے میں کچھ جگہ رہ گئی اور پانی نہ رہا تیمم کرے اس کے بعد اگر حدث ہو تو اس کے لیے دوسرا تیمم کرے جیسے نہانے کے بعد حدث واقع ہو تو پھر وضو کرنا لازم ہوتا ہے۔

۸۰۷ ۱

۲۱۷ مسئلہ: نہایا اور مثلاً پیٹھ باقی رہ گئی اور پانی ختم ہو چکا اب اتنا پانی پایا کہ بعض پیٹھ دھوسکے تو مستحب ہے کہ دھولے کہ جنابت جتنی کم ہو بہتر ہے آئندہ تھوڑا ہی پانی کافی ہو جائے گا۔

۸۰۸ ۳

۲۱۸ مسئلہ: نہانے میں مثلاً پیٹھ کا حصہ اور اعضائے وضو باقی رہ گئے تیمم کر لیا اب اتنا پانی ملا کہ چاہے پیٹھ دھولے چاہے وضو کرلے تو اسے اختیار ہے جس میں چاہے صرف کرے اور بہتر یہ کہ وضو کرے کہ اس میں سنت و فرض دونوں کی ادا ہے۔

۸۰۸ ۴

۲۱۹ مسئلہ: اگر جنب وضو کرے اتنے اعضاء کی طہارت ہو جائے گی جب تک دوبارہ کوئی حدث نہ ہو اب اگر پانی ملے جب بھی ان اعضاء کا دھونا ضرور نہ ہوگا صرف باقی بدن دھونے سے جنابت زائل ہو جائے گی ان کی طہارت یہی معنی ہے نہ یہ کہ ان اعضاء سے وہ کام جائز ہو جائیں جو جنب کو ناجائز تھے اس وضو سے قرآن مجید نہیں چھو سکتا اگرچہ ہاتھ دھل گئے قرآن مجید پڑھ نہیں سکتا اگرچہ زبان دھل گئی مسجد میں قدم نہیں رکھ سکتا اگرچہ پاؤں دھل گئے یہ سب باتیں تو اسی وقت جائز ہوں گی جب پورا غسل کرے ایک رونگٹا بھی دھونے سے رہ جائے گا تو ان میں سے کچھ نہیں کر سکتا۔

۸۱۳ ۳

۲۲۰ مسئلہ: جنب نہایا اور پیٹھ کا کچھ حصہ باقی تھا کہ پانی نہ رہا اب حدث ہوا دونوں کے لیے ایک ہی تیمم کرے اس کے بعد اگر پانی اتنا ملا کہ وضو اور اس کا بقیہ دونوں کو کافی ہے تو یہ تیمم دونوں کے حق میں ٹوٹ جائے گا وضو بھی کرے اور بقیہ بھی دھوئے اور کسی کو کافی نہ ہو تو تیمم دونوں کے حق میں باقی ہے اور خاص ایک کو کافی ہے تو اسی کے حق میں تیمم ٹوٹا اس میں پانی صرف کرے دوسرے کے حق میں تیمم باقی ہے اور اگر ان میں ہر ایک کو کافی ہو مگر دونوں نہ ہو سکیں تو جنابت کا بقیہ دھوئے اور امام محمد کے نزدیک حدث کا تیمم دوبارہ کرے۔

۸۲۲ ۶

۲۲۱ مسئلہ: جس چیز کا ہونا تیمم سے مانع ہو اگر بعد تیمم پائی جائے گی تیمم ٹوٹ جائے گا

اور جس کا ہونا تیمم سے مانع نہ ہوا اگر بعد تیمم پائی جائے گی ناقض بھی نہ ہو گی۔ ۸۲۳ | ۱

۲۲۲ مسئلہ: جس چیز کے پائے جانے سے تیمم ٹوٹ جاتا ہے اگر تیمم کے وقت وہ موجود تھی تیمم صحیح نہ ہو گا اور جس سے تیمم نہیں ٹوٹتا وہ اگر وقت تیمم ہو منع نہ کرے گی۔ ۸۲۳ | ۱

۲۲۳ مسئلہ: نہانے میں پیٹھ کا حصہ رہ گیا پھر حدث ہوا اور تیمم کیا اب پانی اتنا ملا کہ اس میں جسے چاہے دھوئے دونوں کو کافی نہیں اس صورت میں اسے حکم تھا کہ جنابت کا بقیہ دھوئے اگر اس نے ان کا خلاف کر کے وضو کر لیا تو وہ تیمم جنابت کے حق میں بھی بالاتفاق ٹوٹ گیا دوبارہ تیمم کرے۔ ۸۲۳ ۲

۲۲۴ مسئلہ: جنب نے ابھی کوئی عضو نہ دھویا نہ تیمم کیا کہ حدث ہوا اب نہانے خواہ تیمم کرے ہر ایک سے جنابت و حدث دونوں زائل ہو جائیں گے لیکن اگر جنب اعضائے وضو دھو چکا اور باقی کل یا بعض بدن میں جنابت باقی ہے اس کے بعد حدث ہوا اب جتنا بدن جنابت میں دھونے سے رہ گیا تھا اسی دھونے سے غسل اُتر جائے گا مگر حدث زائل ہو گا اس کے لیے وضو کرے یا پانی نہ رہے تو تیمم۔ ۸۲۵ ۳

۲۲۵ مسئلہ: پانی مطلقاً مطہر ہے یعنی حدث اور نجاست کی حدود کو پاک کرنے کا مگر مٹی مطہر حدث ہی ہے کہ تیمم میں ہاتھ صرف چہرہ و سر و دو دست پر گزرنے سے سارا بدن پاک ہو جاتا ہے۔ ۸۲۵ ۴

۲۲۶ مسئلہ: مٹی اگرچہ مطہر حدث ہی ہے مگر جب جنابت کے ساتھ مستقل حدث موجود ہو جس کے محل کو جنابت محیط نہیں تو ان میں تیمم اسی کے لیے مطہر ہو گا جس میں اس کی شرط یعنی پانی سے عجز متحقق ہو ورنہ نہیں مثلاً جنب نے وضو کر لیا باقی بدن کل یا بعض باقی رہا پھر حدث ہوا اب جنابت کے لیے تیمم کیا اگر وضو کے قابل بھی پانی نہیں تو تیمم سے جنابت و حدث دونوں اُتر جائیں گے اور اگر وضو کے لائق پانی موجود ہے بقیۂ جنابت کے لائق نہیں تو تیمم صرف جنابت کو زائل کرے گا حدث کے لیے وضو کرنا لازم ہو گا کہ یہ حدث محل جنابت سے جُدا ہے لہٰذا اس کا تابع نہیں ہو سکتا۔ ۸۲۵ ۵

۲۲۷ مسئلہ: جنابت کے لیے تیمم کیا پھر حدث ہوا وضو کیا پھر نہانے کا پانی پایا اور نہ نہایا تو جنابت لوٹ آئی مگر اعضائے وضو کی طہارت نہ گئی۔ ۸۲۶ ۱

۲۲۸ مسئلہ: صورت مذکورہ میں جنابت لوٹ آنے کے بعد اگر اسے پھر حدث ہو خواہ

دوبارہ تیمم جنابت سے پہلے یا بعد اور وضو کے قابل پانی پائے بہر حال وضو کرنا ہوگا یہ تیمم جنابت اس حدث کو زائل نہ کرے گا کہ یہ حدث محل جُدا میں ہے تابع جنابت نہیں۔

۸۲۶ | ۲

۲۲۹ مسئلہ: اس صورت میں اگر وضو کے قابل بھی نہ ملے اور جنابت کے لیے تیمم کرے حدث بھی اٹھ جائے گا مگر اسی وقت تک کہ وضو کے قابل پانی نہ ملے اٹھے گا اور جنابت وضو کے قابل نہ ہوگا تو وضو کرنا ہوگا جنابت کے حق میں تیمم باقی رہے گا۔

۸۲۶ | ۳

۲۳۰ مسئلہ: جب حدث کا کوئی ذرہ محل جنابت سے جُدا ہو تو وہ حدث مستقل ہے جنابت کا تابع نہیں جس کے قابل پانی موجود ہوگا اسے دھونا لازم ہوگا دوسرے کے قابل نہ ہوا تو اس کے لیے تیمم کرے گا اور اگر کسی کے قابل نہیں تو دونوں کے لیے ایک تیمم کافی تو ہوگا مگر یہ تیمم ظاہراً ایک اور علماً و معنیً دو تیمم ہوں گے ایک جنابت کا ایک حدث کا ان میں جس کے قابل پانی پائے گا اس کے حق میں ٹوٹ جائے گا دوسرے کے قابل نہ ہوا تو اس کے حق میں باقی رہے گا۔

۸۲۶ | ۴

۲۳۱ مسئلہ: جنابت جبکہ تمام مواضع حدث کو شامل ہو وہ حدث تابع جنابت ہے اس کے لیے کوئی مستقل حکم نہیں اور جو غسل کرتا ہے وہ وضو کو حاوی ہے جب بھی وضو کی حاجت نہیں صرف تیمم کافی ہے اور تیمم کے بعد صرف وضو کے قابل پانی ملا جب بھی تیمم نہ جائے گا نہ وضو ضرور ہوگا۔

۸۲۶ | ۵

۲۳۲ مسئلہ: جنب نے تیمم کیا پھر حدث ہوا اور اس کے لیے وضو نہ کیا تھا کہ پانی نہانے کے قابل ملا اور نہ نہایا جس سے جنابت عود کر کے باقی رہی اور پانی چھوڑ کر میل بھر سے زیادہ چلا گیا، اور اب پانی صرف وضو کے قابل پایا وضو کی حاجت نہیں۔

۸۲۶ | ۶

۲۳۳ مسئلہ: صورت مذکورہ میں بعد عود جنابت بھی کتنے حدث ہوں سب کو وہی تیمم جنابت رفع کر دے گا وضو کی حاجت نہ ہوگی۔ ہاں اگر جنابت عود کرنے کے بعد تیمم یا وضو کر لیا اور پھر حدث ہوا تو وضو لازم ہوگا۔

۸۲۷ | ۱

۲۳۴ مسئلہ: جنب نے تیمم سے پہلے نماز پڑھ لی پھر حدث ہوا اور وضو کے لائق پانی ہے آئندہ نماز کے لیے وضو کرے اب اگر اس نے وضو کر کے وضو سے پہلے پھر پانی پر گزرا اور بے نہائے چھوڑ کر ایک میل یا زیادہ چلا گیا کہ پھر بے آب ہو گیا اب نماز کا وقت آیا اور وضو کو پانی موجود ہے وضو کی حاجت نہیں جنابت کے لیے تیمم کرے اس

تیمم کے بعد اگر حدث ہو تو وضو کرے اور اب موزوں پر مسح نہیں کر سکتا، موزے اتار کر پاؤں
دھوئے اس لیے کہ اسے جنابت لاحق ہے اور جنابت میں موزوں کا مسح نہیں ہاں اگر
اس بیچ میں پانی پر نہ گزرا جس سے جنابت عود کرتی تو مسح موزہ جائز ہے جب تک اس
کی مدت باقی ہو۔ (۸۲۷ | ۳)

مسئلہ ۲۲۵: جنب نے وضو کیا پھر حدث ہوا پھر سارا وضو کیا مگر ایک انگلی کی ایک پور
چھوڑ دی تو اگرچہ جنابت کے لیے تیمم کرے گا مگر اس پور کے قابل پانی ملے تو اسے
دھونا ضرور ہے تیمم کافی نہ ہوگا۔ (۸۳۳ | ۲)

مسئلہ ۲۲۶: جنب کو حدث بھی ہو اور نہانا مضر ہو وضو مضر نہ ہو تو صرف تیمم کافی ہے لیکن
اگر تیمم کر لیا پھر حدث ہوا تو وضو ضرور ہوگا۔ (۸۳۳ | ۳)

مسئلہ ۲۲۷: محدث اگر اتنا پانی پائے کہ منہ، ہاتھ، پاؤں ایک ایک بار دھوئے اور سر کا
مسح کرے، تینوں تین بار دھو سکے گا نہ کلی کرنے اور ناک میں پانی ڈالنے کو بچے گا تو اسے
تیمم جائز نہیں ہو سکتا اسی قدر کرے وضو ہو گیا اور اگر تیمم سے تھا اور اتنا پانی پایا تیمم
جاتا رہا۔ (۸۳۴ | ۱)

مسئلہ ۲۲۸: حدث ہو یا جنابت یا دونوں ایک تیمم ان میں سے جس کی نیت سے چاہے
کرے کافی ہے کچھ تخصیص ضرور نہیں کہ حدث اصغر رفع کرتا ہو یا اکبر۔ (۸۳۵ | ۱)

مسئلہ ۲۲۹: سفر میں ہے وضو کی حاجت اور کپڑے پر بقدر مانع نماز کوئی نجاست ہے اور
پانی اتنا ہے کہ چاہے وضو کرے چاہے نجاست دھوئے، اس پر لازم ہے کہ نجاست
دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کرے۔ (۸۳۶)

مسئلہ ۲۳۰: اللہ عزوجل کی رحمت کہ محتاج بندے کے ایک ایک پیسے کا لحاظ فرمایا
آٹا گوندھنے تک کا لحاظ فرمایا کہ آٹا گوندھنے کو پانی نہ رہے گا تو تیمم کر لو دھیلے کا
پانی پیسے کو ملتا ہو تو دھیلا زیادہ نہ دو تیمم کر لو۔ (۸۳۸ | ۴)

مسئلہ ۲۳۱: وضو کرنا ہے اور نجاست دھونا اور پانی ایک ہی کو کافی ہے تو نجاست
دھوئے اور حدث کے لیے تیمم کا اختیار ہے چاہے نجاست دھونے سے پہلے کر لے
مگر زیادہ احتیاط اس میں ہے کہ بعد کو کرے اور اگر پہلے کر چکا ہے تو بعد کو
پھر کر لے۔ (۸۳۹ | ۱)

٢٢٢ مسئلہ: وضو کرتا ہے اور جنابت کا کچھ حصہ باقی ہے وہ بھی دھوتا ہے اور پانی ایک ہی کے قابل ہے جنابت کا حصہ دھوئے اور لازم ہے کہ حدث کے لیے تیمم اس کے بعد کرے پہلے کر لیا تو جائز نہ ہوگا پانی خرچ ہونے کے بعد دوبارہ کرے۔ — ٢ | ٢٤٩

مسح الخفین

١ مسئلہ: مسح موزہ کے عوض موزہ پہنے ہوئے پاؤں برتن میں ڈال دیا کہ پشت موزہ کو پانی پاؤں کی تین چھنگلی کی قدر پہنچ گیا یا جس کے ہاتھ وغیرہ پر پٹی بندھی ہے اس نے ہاتھ برتن میں ڈالکر پٹی کو تر کر لیا اور اس کے سوا کوئی حصہ ہاتھ کا جس کا دھونا ہنوز اس پر لازم تھا داخل نہ ہوا تو مسح ادا ہو گیا اور برتن کا پانی مستعمل نہ ہو — ٢ | ٢٥٨

٢ مسئلہ: دھونے کی بچی ہوئی تری سے مسح ہو سکتا ہے اور مسح کی بچی ہوئی سے نہیں ہو سکتا تو اگر سر کا مسح کیا اور اسی کی باقیماندہ تری سے موزہ پر مسح کر لیا مسح نہ ہوا اور اگر عضو دھونے کے بعد جو تری ہاتھ میں رہی اس سے کیا تو ہو گیا۔ — ٣ | ٢٥٨

٣ مسئلہ: مسح موزہ سے پاؤں دھونا افضل ہے مگر مسح نہ کرنے پر کسی پر خارجی ہونے کا گمان ہوتا ہو کہ وہ مسح جائز نہیں جانتے تو مسح ہی افضل ہے۔ — ١ | ٣٣٠

٤ مسئلہ: شبنم سے تر گھاس میں چلنے سے موزوں کا مسح ادا ہو جائے گا جبکہ اس مقدار تک بھیگ جائے جو مسح موزہ میں درکار ہے۔ — ٢ | ٢٠

٥ مسئلہ: غسل میں موزوں کا مسح جائز نہیں بلکہ موزے اتار کر پاؤں دھونا فرض ہے۔ — ١ | ٥٤٩

٦ مسئلہ: موزہ اتارنے سے موزے کا مسح ٹوٹ جاتا ہے اگر وضو کے بعد حدث نہ ہوا اور موزہ خود ہی اتار لیا مسح کی مدت ختم ہونے کے سبب اتارنا ضرور ہو صرف پاؤں دھوئے، ہاں اگر بعد وضو حدث ہوا تھا تو آپ ہی سارا وضو کرے گا۔ — ٨ | ٨١٥

حیض و جنب

١ مسئلہ: زن حائضہ کو مستحب ہے کہ بعد فراغ حیض جب غسل کرے ایک پرانے کپڑے سے فرج داخل کے اندر سے خون کا اثر صاف کرے۔ — ٣ | ٥٣

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
٢	مسئلہ: جو آیت بلکہ پوری سورت خالص دُعا و ثنا ہو جنب و حائض بے نیتِ قرآن صرف دُعا و ثنا کی نیت سے اسے پڑھ سکتے ہیں جیسے الحمد و آیۃ الکرسی۔	٣	٢٢٣
٣	مسئلہ: کسی آیت کا اتنا ٹکڑا کہ ایک چھوٹی آیت کے برابر ہو بہ نیتِ قرآن پڑھنا جنب و حائض کو بالاتفاق ممنوع ہے۔	١	٢٢٣
٤	مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ بہ نیتِ قرآن ایک حرف کی بھی جنب و حائض کو اجازت نہیں۔	٣	٢٢٣
٥	مسئلہ: تعلیم کی نیت سے قرآن مجید قرآن ہی رہے گا صرف اتنی نیت جنب و حائض کو کافی نہیں۔	٣	٢٢٦
٦	مسئلہ: جنب کو وہ آیات ثنا بہ نیت ثنا بھی پڑھنا حرام ہے جن میں رب عزوجل نے اپنے لیے متکلم کی ضمیریں ذکر فرمائیں۔	١	٢٣٢
٧	مسئلہ: جن آیات دعا و ثنا کے اول میں قل ہے ان میں جنب یہ لفظ چھوڑ کر بہ نیت دعا پڑھے ورنہ جائز نہیں۔	٢	٢٣٢
٨	مسئلہ: اسے حروف مقطعات والی دُعا کی اجازت نہیں۔	٣	٢٣٢
٩	مسئلہ: جن آیات میں خالص دُعا و ثنا نہیں انھیں جنب یا حائض بہ نیت عمل بھی نہیں پڑھ سکتے۔	٥	٢٣٢
١٠	مسئلہ: صرف عمل میں لانے کی نیت سے جنب و حائض خالص آیاتِ دعا و ثنا بھی نہیں پڑھ سکتے۔	٦	٢٣٢
١١	مسئلہ: دم کرنے کے لیے بھی جنب وہی خالص آیات دعا و ثنا بے نیتِ قرآن خاص بہ نیتِ دعا و ثنا ہی پڑھ سکتا ہے۔	٧	٢٣٢
١٢	مسئلہ: فقط شفا لینے کی نیت قرآن مجید کو قرآنیت سے خارج نہیں کر سکتی۔	١	٢٣٣
١٣	مسئلہ: لکھے ہوئے قرآن کو جنب اپنی نیت سے نہیں بدل سکتا مثلاً سورۂ فاتحہ تنہا کہیں لکھی ہے اس میں یہ نیت کرے کہ یہ ایک دعا ہے اور اسے ہاتھ لگائے یہ جائز نہیں۔	٥	٢٣٣
١٤	مسئلہ: آیاتِ دُعا و ثنا کو بہ نیتِ دُعا و ثنا پڑھنے کی اجازت ہے لکھنے کی اجازت نہ ہونی چاہیے اگرچہ دعا ہی کی نیت کرے تو جنب وہ تعویذ کسی نیت سے		

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	نہ لکھے جس میں آیاتِ قرآنیہ ہوں۔	۶	۲۳۳
۱۵	مسئلہ: حیض و نفاس والی کو مستحب ہے کہ جب تک یہ حالت رہے وضو کر کے نماز کے اوقات پر تسبیح و تہلیل درود شریف پڑھ لیا کرے تہجد کی عادت ہو تو اس وقت بھی۔	۲	۲۳۸

انجاس

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۱	مسئلہ: نجاست کہ تین پانیوں سے دھوئی جاتی ہے۔ پہلا پانی جس چیز کو لگے وہ تین بار دھونے سے پاک ہوگی اور دوسرا پانی لگے تو دو بار اور تیسرا تو ایک ہی بار دھونے سے پاک ہو جائے گی۔	۱	۳۳
۲	مسئلہ: ناپاک بوندیں برتن کے اوپر گریں اور اندر پانی ہے یا اندر ہی بوند گری مگر جہاں پانی تھا اس جگہ سے اوپر گری تو پانی ناپاک نہ ہوگا جب تک ٹھہرے ہوئے ہونے کی حالت میں اندر کی بوند پر نہ گزرے۔	۲	۳۳
۳	مسئلہ: سوتے میں رال بہے اگرچہ پیٹ سے آئے اگرچہ بدبودار ہو پاک ہے۔	۱	۳۵
۴	مسئلہ: بدن مکلف سے جو چیز نکلے اور وضو نہ جائے وہ ناپاک نہیں مگر یہ ضرور نہیں کہ جو ناپاک نہ ہو اس سے وضو نہ جائے۔	۴	۳۵
۵	مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ ریح جو انسان سے خارج ہوتی ہے پاک ہے۔	۵	۳۵
۶	مسئلہ: صحیح یہ ہے کہ آبِ منی پاک ہے۔	۶	۳۵
۷	مسئلہ: خون پیشاب وغیرہ فضلات جب تک بدن سے باہر نہ نکلیں ناپاک نہیں	۲	۳۶
۸	مسئلہ: میت کے منہ سے جو پانی نکلتا ہے ناپاک ہے۔	۴	۳۶
۹	مسئلہ: نجس چیز دوبارہ نجس ہو سکتی ہے ولہٰذا اگر شراب پیشاب میں پڑ جائے پھر سرکہ ہو جائے پاک نہ ہوگی۔	۵	۳۹
۱۰	مسئلہ: بچے نے دودھ پیا اور معدے تک پہنچا ہی تھا کہ فوراً ڈال دیا وہ دودھ نجس ہے جبکہ منہ بھر کر ہو روپے بھر جگہ سے زیادہ جس چیز پر گرے گا اسے ناپاک کر دے گا۔	۴	۶۸
۱۱	مسئلہ: پانی پیا اور ابھی سینے ہی تک پہنچا تھا کہ اچھو سے نکل گیا وہ ناپاک نہیں		

	تو اس سے وضو جائے یوں ہی دُودھ۔	۵	۶۸
۱۲	**مسئلہ**: ہر جاندار کا پِتّا اس کے پیشاب کے حکم میں ہے مثلاً آدمی کے پِتّے نجاستِ غلیظہ ہیں، گھوڑے گائے کے نجاست خفیفہ۔	۷	۶۸
۱۳	**مسئلہ**: ہر جانور کی جگالی اس کے گوبر مینگنی کے حکم میں ہے مثلاً اونٹ گائے بھینس بکری کی نجاست خفیفہ اور جلالہ کی غلیظہ۔	۸	۶۸
۱۴	**مسئلہ**: سُوئی کی نوک کے برابر باریک باریک بُندکیاں نجس پانی یا پیشاب کی کپڑے یا بدن پر پڑ گئیں معاف رہیں گی اگرچہ جمع کرنے سے روپے بھر سے زائد جگہ میں ہو جائیں مگر پانی پہنچا اور نہ بہایا غیر جاری پانی میں وہ کپڑا اگر گیا تو نجس ہو جائیگا اور اب اس کی نجاست سے کپڑا بھی ناپاک ٹھہرے گا۔	۶	۳۵
۱۵	**مسئلہ**: جمے ہوئے گھی میں چوہا مر جائے اسے نکال کر آس پاس سے تھوڑا گھی پھینک دیں جہاں تک اس کی نجاست سرایت کرنے کا ظن ہو باقی پاک ہے۔	۲	۲۶۶
۱۶	**مسئلہ**: ناپاک کپڑے میں پاک کپڑا لپیٹا یا پاک میں ناپاک اور اس ناپاک میں صرف سیل باقی تھی وہ سیل پاک میں بھی آجائے تو اس سے ناپاک نہ ہوگا۔ ہاں تری آجائے تو ناپاک ہو جائے گا۔	۲	۲۷۸
۱۷	**مسئلہ**: چوہا اگر ناپاک زمین میں بجھایا گیا ہو تو یہ صورت نجاست غیر مرئیہ کی ہے اگرچہ چوہا مرئی ہے۔	۲	۳۲۰
۱۸	**مسئلہ**: شیرۂ انگور نچوڑتا اور وہ بہہ رہا ہے کہ خون وغیرہ کی چھینٹ اس میں پڑ گئی جس کا اثر ظاہر نہ ہوا شیرہ پاک و حلال رہے گا۔	۵	۳۶۰
۱۹	**مسئلہ**: بہتی چیز ناپاک ہو کر جم گئی دھونے سے پاک ہو جائے گی **اقول** ظاہر یہ اس شے میں ہو کہ جمنے کے بعد پھر سیلان کی طرف اس کا اعادہ دشوار ہو ورنہ جاڑے میں تایا ہوا گھی ناپاک ہو کر جم گیا اس کا ٹکڑا لے کر اوپر سے پانی بہائیں یا ناپاک پانی سے برف جما کر دھولیں اور اندر تک پاک ہو جائے یہ محل تامل و محتاج تصریح ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔	۴	۳۶۲
۲۰	**مسئلہ**: بکری کا شیر خوار بچہ مر گیا اس کے پیٹ میں جو دودھ ہے پاک رہے گا اس کی موت سے ناپاک نہ ہوگا۔ یہی صحیح مذہب امام ہے اور صاحبین کے نزدیک		

ناپاک ہو جائے گا۔ لیکن جب جم جائے اوپر سے دھو ڈالیں پاک ہو جائے گا۔ ۳۱۶ | ۱

۲۱ **مسئلہ**: نجاست دھونے میں ضرور ہے کہ دھونے والا پانی زائل ہو جائے اور نجاست کے زوال کا ظن غالب ہو جائے جسے غیر مرئیہ میں تین بار دھونے سے مقدر کیا ہے۔ ۳۱۷ | ۲

۲۲ **مسئلہ**: ریشم کا کیڑا اور اس کا پانی اور اس کی بیٹ بھی پاک ہے۔ ۳۱۱ | ۳

۲۳ **مسئلہ**: نجاست سے جو کیڑا پیدا ہوتا ہے خود پاک ہے قلب ماہیت سے نجاست نہ رہی ہاں اس کے بدن پر جو نجاست کا اثر ہے اس سے ناپاک ہے یہاں تک کہ اگر اسے دھو دیں پھر پانی میں گرے حرج نہ کرے گا اور قدر درم کپڑے سے زیادہ اگر کپڑے میں ہو تے ہوئے نماز پڑھے مضائقہ نہیں۔ ۳۱۱ | ۴

۲۴ **مسئلہ**: دائیں چلنے میں بیل پیشاب گوبر کر دیں ناج کا حصہ کچھ ضرور ناپاک ہوتا ہے مگر تمیز نہ رہی محل مجہول ہو گیا اب اگر وہ ناج بٹ گیا دونوں حصے پاک ہو گئے یا اس میں سے کچھ کسی کو ہبہ کر دیا یا فقیر کو دے دیا جب بھی دونوں جانب طہارت کا حکم ہے جو حصہ نکل گیا اس کے لیے پاک ہے اور جو باقی رہا اس کے لیے پاک ہے۔ ۳۳۸ | ۳

۲۵ **مسئلہ**: کپڑا ناپاک ہوا اور جگہ یاد نہ رہی کسی طرف سے پاک کر لیا اب سے پاک ہو جائیگا۔ ہاں اگر بعد کو یاد آیا کہ ناپاکی دوسری طرف تھی تو پھر پاک کرنا ہوگا اور جو نمازیں پڑھی ہیں پھیری جائیں گی۔ ۳۳۸ | ۴

۲۶ **مسئلہ**: ریشم کا کیڑا اور اس کا تخم اور بیٹ اور کیڑا کہ زخم وغیرہ نجاستوں سے پیدا ہو سب پاک ہیں۔ ۳۳۵ | ۱

۲۷ **مسئلہ**: جو جانور بہتا خون نہ رکھتا ہو پانی اس کے مرجانے سے ناپاک نہ ہوگا اگرچہ ریزہ ریزہ ہو جائے۔ ہاں جب اس کے اجزا جدا کرنا ممکن نہ رہے گا تو اسے پینا یا اس کا شوربا بنانا حرام ہو جائیگا صرف دو جانوروں میں یہ بھی حلال رہے گا ٹڈی اور وہ مچھلی کہ خود مرکر نہ اترا آئی ہو۔ ۳۳۵ | ۲

۲۸ **مسئلہ**: جانور کا منہ ناپاک ہو گیا تھا اس نے چار برتنوں میں منہ ڈالا، پہلے تین ناپاک ہو گئے چوتھا پاک رہا۔ ۳۳۷ | ۳

۲۹ **مسئلہ**: گوشت کا خون کہ رگوں کا خون نکل جانے کے بعد خود گوشت میں باقی رہتا ہے پاک ہے اور حلال جانور ہو تو حلال بھی ہے۔ ۳۳۷ | ۴

نمبر	مسئلہ	جلد	صفحہ
۳۰	**مسئلہ:** دودھ، گھی، تیل، روغنِ زیتون سے دھونا نجاست کو پاک نہیں کرتا۔	۳	۴۸۶
۳۱	**مسئلہ:** سرکہ یا چنے یا باقلا کا پانی جبکہ گاڑھا نہ ہوگیا ہو نجاست کو پاک کرے گا **اقول** مگر بلا ضرورت ایسی اشیا سے دھونا جائز نہیں کہ مال ضائع کرنا ہے اور چنے وغیرہ میں رزق کی بے ادبی بھی۔ زرقانی علی المواہب میں روایت میں ہے کہ ہر دانے پر قلم قدرت سے اتنی عبارت لکھی ہوتی ہے۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ھذا رزق فلان بن فلان۔ بسم اللہ شریف کے بعد یہ دانہ فلاں بن فلاں کا رزق ہے۔ وہ دانہ اس کے سوا کسی دوسرے کے پیٹ میں نہیں جا سکتا۔ فقیر کہتا ہے بہت دانے ایسے ہوتے ہوں گے کہ آٹا پس کر اس کے کچھ اجزا ایک روٹی میں گئے کہ زید نے کھائی کچھ دوسری میں کہ عمرو نے، تو ایسے دانے کے اس حصے پر زید کا نام مع ولدیت لکھا ہوگا اور اس حصے پر عمرو کا، یوں ہی اگر وہ دانہ چار شخصوں میں منقسم ہوا تو چاروں حصوں پر چاروں نام مرقوم ہوں گے اور بعض دانے یونہی ضائع ہو جاتے ہیں ان پر کسی کا نام نہ ہوگا۔ سبحٰن اللہ القدیر علی ما یشاء عزجلالہ وعم نوالہ ۱۲ غفرلہ وحفظہ ربہ تبارک وتعالٰی۔	۳	۴۸۶
۳۲	**مسئلہ:** مقدار نجاست غلیظہ میں ساڑھے چار ماشے وزن معتبر ہے کہ اس سے زائد میں نماز باطل ہوگی اس کا دھونا فرض ہے اور اس قدر میں مکروہ تحریمی اور دھونا واجب اور کم میں اسارت اور دھونا سنت، اور رقیق میں روپے بھر کی مساحت کا اعتبار ہے کہ اتنی جگہ میں پھیلی ہوئی نہ ہو اور زائد مساوی و کم میں وہی احکام۔	۳	۴۸۷
۳۳	**مسئلہ:** ناپاک تیل کپڑے پر پڑا اس وقت روپے بھر نہ تھا پھر پھیل کر زیادہ ہوگیا تو صحیح تر یہ ہے کہ مانع جواز نماز ہوگا یہاں تک کہ اگر دو رکعتیں پڑھیں اس وقت تک اتنا نہ پھیلا وہ نماز ہوگئی معاً دو رکعتیں اور پڑھیں اور ان میں سلام سے پہلے پھیل کر روپے بھر سے زیادہ ہوگیا یہ نماز نہ ہوئی۔	۳	۴۸۷
۳۴	**مسئلہ:** رقّت اور سیلان اور جامد ہونے کی اصل حقیقت میں مصنف کی تحقیق کہ اس فتاوٰی کے سوا کہیں نہ ملے گی۔	۳	۴۸۷
۳۵	**ف:** عرفِ فقہاء میں رقیق و بے جرم کے ایک معنی ہیں اور کثیف و غلیظ و ثخین و		

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	ذی جرم کے ایک۔	۱	۴۹
۳۶	**مسئلہ**: موزے یا جوتے میں کوئی جرم دار نجاست مثل لید گوبر کے لگ جائے یا پیشاب وغیرہ رقیق نجاست مٹی یا ریت سے جرم دار ہو جائے تو اتنا رگڑ دینے سے کہ اس کا اثر زائل ہو جائے طہارت ہو جائیگی ولہذا جوتے کے تلے کہ موضع نجاست پر گزر کر پاک زمین یا ریتے پر چلے اور مٹی یا ریت اس سے مل کر سوکھ کر جھڑ گئے جوتا پاک ہو گیا۔	۲	۴۹۰
۳۷	**مسئلہ**: موزے یا جوتے پر اوپر کی جانب پیشاب کی چھینٹیں پڑیں کہ وہاں ریت مٹی نہ پہنچایا۔ تلا پیشاب سے ناپاک ہوا اور بغیر مٹی وغیرہ سے ملا رہے سوکھ گیا تو اب بے دھوئے طہارت نہ ہوگی۔	۱	۴۹۲
۳۸	**مسئلہ**: ذی جرم وہ ہے کہ سوکھنے کے بعد اس کا ابھرا ہوا دل باقی رہے اور بے جرم وہ کہ بالکل پھیل جائے دل اصلاً نہ ہو خشک ہونے پر ابھار نظر نہ آئے اگرچہ رنگ باقی ہے۔	۲	۴۹۲
۳۹	**مسئلہ**: شریعت طاہرہ کا قاعدہ کلیہ ہے کہ دربارۂ نجاست شک و ظن کا اعتبار نہیں اور اس کی مفید مثالیں۔	۱	۵۵۵
۴۰	**مسئلہ**: رحم کی رطوبت پاک ہے۔	۲	۵۶۳
۴۱	**مسئلہ**: شہید کا خون جب تک اس پر ہے پاک ہے اگر اسے اٹھا کر نماز پڑھی صحیح ہے، ہاں اگر اس سے جدا ہو کر کسی کے بدن یا کپڑے کو درہم سے زائد لگ جائے نماز نہ ہوگی کہ شہید سے جدا ہونے کے بعد اسے حکم نجاست دیا جاتا ہے	۵	۵۶۳
۴۲	**مسئلہ**: زمین پر پیشاب پڑ کر خشک ہو گیا اثر نہ رہا پاک ہو گئی اس پر نماز پڑھ سکتے ہیں مگر تیمم نہیں ہو سکتا۔	۲	۵۶۵
۴۳	**مسئلہ**: گائے بکری گھوڑے وغیرہ جانوروں کے بدن پر جو پیشاب کرتے میں چھینٹیں پڑتی ہیں یا دھار پڑے بہرحال خشک ہو کر ان کا بدن پاک ہو جاتا ہے۔	۱	۵۶۶
۴۴	**مسئلہ**: جوتے میں کوئی جرم دار نجاست لگے اور چلنے میں ریت مٹی سے خشک ہو کر جھڑ جائے جوتا پاک ہو جائے گا۔	۲	۵۶۹
۴۵	**مسئلہ**: گائے بکری گھوڑے وغیرہ جانوروں کے بدن پر جو لید گوبر مینگنیاں		

تک جاتی ہیں جب خود کر لیتے ہیں تو تنے ۔ بدن نجاست سے جو طہارت ہو جب تک اس کا
بدن پاک ہو جاتا ہے ۔ ۳ | ۵۷۶

۴۶ **مسئلہ**: حلال جانور کو ذبح کیا اس کی چھینٹیں اس کے کپڑوں یا بدن پر پڑیں کچھ
حرج نہیں جب تک نجاست ثابت نہ ہو ۔ ۴ | ۵۷۶

۴۷ **مسئلہ**: گھوڑے کا پسینہ پاک ہے جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس کے بدن پر خاص
اس جگہ نجاست ہے ۔ ۵ | ۵۷۶

۴۸ **مسئلہ**: سوار نے گھوڑا پانی میں اتارا اس نے بھیگی دُم ہلائی جس کی چھینٹیں اس کے
بدن اور کپڑوں پر آئیں کچھ مضائقہ نہیں جب تک تحقیق نہ ہو کہ اس وقت اس کی دُم
ناپاک تھی اور اُترنے پانی پر گزرنے سے پہلے جس سے پاک ہو جاتی اس کی چھینٹیں آئیں ۔ ۶ | ۵۷۶

۴۹ **مسئلہ**: بکری کا بچہ اس وقت پیدا ہوا کہ ابھی اس کا بدن رطوبتِ رحم سے
گیلا ہے گود میں اٹھا کر نماز پڑھی کچھ حرج نہیں اور اگر پانی میں گر گیا پانی ناپاک نہ ہوگا
کہ فرج کی رطوبت پاک ہے اور خشک ہونے کے بعد اسے اٹھا کر نماز پڑھی یا پانی میں گرا
تو بالاتفاق کچھ حرج نہیں [illegible] پاک تھی خشک
ہونے سے اس کا بدن پاک ہو گیا ۔ ۷ | ۵۷۶

۵۰ **مسئلہ**: زمین خشک ہونے سے نجاست سے بالکل صاف نہیں ہو جاتی خفیف
نجاست باقی رہتی ہے جو غیر تیمم مثل نماز وغیرہ میں عفو ہے ۔ ۱ | ۵۸۸

۵۱ **مسئلہ**: کسی شے کا کسی شخص یا شے کے حق میں نجس ہونا اس کے یہ معنی ہیں کہ
بوجہ نجاست اس شخص کے لیے یا اس شے میں جائز الاستعمال نہیں اور اس کے
حق میں پاک ہونا یہ کہ ایسی نجاست نہ رہی کہ اس کو یا اس میں استعمال ناروا ہو
اگرچہ واقع میں کچھ نجاست باقی ہو ۔ ۲ | ۵۸۸

۵۲ **مسئلہ**: نجاست غیر مرئیہ مثل پیشاب وغیرہ میں تین بار دھونے اور ہر بار
اتنا نچوڑنے کا حکم ہے کہ بوند نہ ٹپکے اب اگر ایک کپڑا زید نے نچوڑا کہ اس کے نچوڑنے
سے اب اس میں سے بوند نہ ٹپک سکی لیکن عمرو کہ زید سے زیادہ قوی ہے ۔ اگر
نچوڑتا تو ابھی اور ٹپکتی اس صورت میں وہ کپڑا زید کے حق میں پاک ہو گیا اسے پہن کر
نماز پڑھ سکتا ہے مگر عمرو کے حق میں ناپاک ہے اسے جائز نہیں ۔ ۳ | ۵۸۸

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۵۳	**مسئلہ:** جو چیزیں بے دھوئے پاک ہو جانے کا حکم دیا ہے جیسے خشک ہونے سے زمین جھاڑنے سے منی رگڑنے سے جوتا دباغت سے کھال پونچھنے سے چھری ان میں اختلاف ہے کہ پانی پڑنے سے ناپاک ہوں گی یا نہیں اور صحیح سب میں یہ ہے کہ ناپاک نہ ہوں گی۔	۸	۵۸۸
۵۴	**مسئلہ:** تحقیق یہی ہے کہ خشک ہونے سے زمین جھاڑنے سے منی رگڑنے سے جوتا دباغت سے کھال اگرچہ ایسی پاک ہو جاتی ہیں کہ پانی پڑنے سے بھی نجاست عود نہیں کرتی مگر یہ حقیقۃً کمال طہارت و زوال جملہ اجزائے نجاست نہیں بلکہ خفیف اجزاء باقی رہتے ہیں جو پانی کے حق میں بھی معاف ہیں	۱	۵۸۹
۵۵	**مسئلہ:** موت سے بدن میت میں نجاست حقیقیہ پیدا ہوتی ہے اور بعض کے نزدیک حکمیہ۔ زیادہ قرین قیاس وہ ہے اور زیادہ مناسب یہ۔	۲	۶۱۱
۵۶	**ف:** معاصی و مکروہات کا ارتکاب بھی ایک طرح کی نجاست حکمیہ لاتا ہے اگرچہ ان سے وضو نہیں جاتا۔	۵	۶۱۱
۵۷	**مسئلہ:** غسل سے پہلے اگر جنب کا کوئی عضو بے قلیل میں پڑھا ہے تو احتیاطاً پانی غیر طاہر کہا جائے گا۔	۱۷	۶۱۳
۵۸	**مسئلہ:** کافر کا مردہ یقیناً نجس خبیث ناپاک نجاست عین ہے لاکھ دریاؤں سے نہلائیں پاک نہیں ہو سکتا ع ہرچہ شوئی پلید تر باشد اس کا رونگٹا بھی اگر دہ دردہ سے کم پانی میں پڑ جائے گا پیشاب کی طرح سب کو نجس کر دے گا۔	۱۸	۶۱۳
۵۹	**مسئلہ:** نجاست تین بار خوب دھول اور کپڑا ہر بار پورا نچوڑ لیا مگر نجاست کا دھبا یا بو یا نجس شدہ تیل کی چکنائی نہیں جاتی تو یہ معاف ہے کپڑا پاک ہو گیا اور صابون یا گرم پانی سے دھونے یا کھٹائی وغیرہ لگانے کی ضرورت نہیں۔	۶	۶۳۲
۶۰	**مسئلہ:** نجاست حکمیہ نجاست حقیقیہ سے سخت تر ہے نجاست حقیقیہ اگر غلیظہ ہو تو درم بھر اور خفیفہ ہو تو ربع ثوب سے کم معاف ہے اور حکمیہ کا ذرہ بھی معاف نہیں۔	۱	۶۳۸

۶۱ **مسئلہ**: گوبر وغیرہ نجاست جب جل کر بالکل راکھ ہو جائیں جس میں اصلاً جان نہ رہے تو وہ راکھ پاک ہے۔

تنبیہ ضروری

اقول جب تک آگ سے راکھ نہ ہو ئی ضرور اس میں جان باقی ہے اُس وقت تک وہ ہرگز پاک نہیں بعض جاہلوں بدینوں نے غضب کیا کہ ایک پیالی میں اُپلے کی آگ پر لوبان ڈال کر مولوی عبدالقادر صاحب مرحوم کی قبر پر رکھی اول تو معاذ اللہ قبر اور آگ اور وہ بھی اُپلے کی نجس ناپاک۔ غنیمت ہے کہ مسح کئے سے نشسل ۔ ۱۲ محی الدین عفا عنہ

۶۲ **مسئلہ**: جانور کے بدن کو جو نجاست لگی سوکھ کر صاف ہو کر پاک ہو جاتی ہے۔ — ۵ / ۲ — ۴۰۶ / ۲۳۶

استنجاء

۱ **مسئلہ**: بڑے استنجا میں سنت یہ ہے کہ خوب پاؤں پھیلا کر بیٹھے اور سانس سے نیچے کو زور دے کہ جتنا حصہ مخرج کا ظاہر ہو سکے ظاہر ہو کر سب نجاست دھل جائے۔ — ۴ — ۵۵

۲ **مسئلہ**: یہ مسنون طریقہ کہ بڑے استنجا میں مذکور ہُوا روزہ دار کے لیے نہیں وہ ایسا نہ کرے۔ — ۵ — ۵۵

۳ **مسئلہ**: بڑا استنجاء ڈھیلوں سے کر کے وضو کر لیا اب یاد آیا کہ پانی سے نہ کیا تھا اگر پانی سے استنجاء اُس مسنون طریقہ پر پاؤں پھیلا کر سانس کا زور نیچے کو دے کر کرے گا وضو جاتا رہے گا اور ویسے ہی کرے گا تو ہمارے نزدیک نہ جائے گا۔ — ۶ — ۵۵

۴ **مسئلہ**: استنجاء سے پہلے تین بار دونوں ہاتھ کلائیوں تک دھونا سنت ہے اگرچہ سوتے سے نہ اٹھا ہو، ہاں سوتے سے اُٹھا اور بدن پر کوئی نجاست تھی تو زیادہ تاکید یہاں تک کہ سنت مؤکدہ ہے۔ — ۴ — ۱۳۵

۵ **مسئلہ**: استنجاء کرنے کے لیے خاص پانی شرط نہیں ہر چیز پاک کرنجاست کا ازالہ کرے کافی ہے۔ — ۱ — ۳۱۶

۶ **مسئلہ**: ڈھیلے سے استنجاء پوری طہارت ہے جبکہ نجاست روپے بھر سے زیادہ نہ پھیلی ہو۔ — ۵ — ۲۰۸

۷ **مسئلہ**: اگر نجاست موضع بول و براز سے آگے نہ بڑھی ہو تو ڈھیلا لینے سے پاک ہو جاتی ہے اس کے بعد جو پانی سے استنجاء کریں وہ پانی ناپاک نہ ہوگا ہاں اگر

اسس موضع سے کچھ آگے بڑھی تھی تو اتنی جگہ چھینٹے سے پاک نہ ہوگی صرف خشک ہو جائیگی استنجہ کا پانی ناپاک ہو جائیگا اور اگر درم بھر سے زیادہ اسس موضع سے جدا پھیلی تھی اور بغیر پانی سے پاک کیے نماز پڑھے نماز نہ ہوگی اور پورے درم بھر تک تھی تو نماز پھیرنی واجب ہوگی اور اس سے کم تھی تو پھیرنا بہتر ہے۔ ۱ — ۵۶۵

مسائل نماز

۱ **مسئلہ**: صرف ایک جبہ پہن کر نماز پڑھی جس سے رکوع و سجود وغیرہ کسی حالت میں زانو کا کوئی حصہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کچھ حرج نہیں۔ ۳ — ۶۲

۲ **مسئلہ**: ایسے جبّے کا گریبان اتنا وسیع ہے کہ اس کے اندر سے اپنے ستر تک نظر پڑی کچھ حرج نہیں، ہاں قصداً دیکھنا مکروہ ہے نماز یا وضو فاسد جب بھی نہ ہوں گے۔ ۴ — ۶۶

۳ **مسئلہ**: عورت کو طلاق رجعی دی تھی یہ نماز پڑھ رہا تھا اتفاقاً عورت کی فرج داخل پر نظر بشہوت پڑی رجعت ہوگئی اور نماز و وضو میں کچھ خلل نہیں جب قصداً ایسا کرے تو کراہت ہے۔ ۵ — ۶۶

۴ **مسئلہ**: مرد نماز میں تھا عورت نے اس کا بوسہ لیا اس سے مرد کو خواہش پیدا ہوئی نماز جاتی رہی اگرچہ یہ اس کا اپنا فعل نہ تھا اور عورت نماز پڑھتی ہو مرد بوسہ لے عورت کو خواہش پیدا ہو عورت کی نماز نہ جائے گی۔ ۱ — ۶۷

۵ **مسئلہ**: نماز میں اگر بیگانہ عورت کی شرمگاہ پر نظر جا پڑی جب بھی نماز و وضو میں خلل نہیں مگر عورت کی مائیں بیٹیاں اس پر حرام ہو جائیں گی جبکہ فرج داخل پر نظر بشہوت پڑی ہو اور اگر قصداً ایسا کرے تو سخت گناہ ہے مگر نماز و وضو جب بھی باطل نہ ہوں گے۔ ۲ — ۶۷

۶ **مسئلہ**: نماز میں منہ کی کمال صفائی کا لحاظ لازم ہے ورنہ فرشتوں کو سخت ایذا ہوتی ہے۔ ۲ — ۱۵۲

۷ **مسئلہ**: خالی پاجامہ سے نماز مکروہ تحریمی ہے۔ ۲ — ۵۸

۸ **مسئلہ**: نماز میں اگر کن انکھیوں سے بے گردن پھیرے ادھر ادھر دیکھے تو

	مکروہ نہیں ہاں بے حاجت ہو تو خلافِ اولیٰ ہے۔	۵	۷۱
۹	**مسئلہ:** تکبیر تحریمہ کے وقت رفع یدین سنت مؤکدہ ہے ترک کی عادت سے گنہگار ہوگا ورنہ مکروہ ضرور ہے۔	۷	۱۷۶
۱۰	**مسئلہ:** نماز میں مٹی سے بچانے کے لیے دامن اٹھانا مکروہ ہے۔	۲	۲۰۲
۱۱	**مسئلہ:** نماز میں منہ پر پسینہ ایسا آیا کہ ایذا دیتا اور دل بٹتا ہے تو اس کا پونچھنا مکروہ نہیں ورنہ مکروہ تنزیہی ہے۔	۳	۲۰۲
۱۲	**مسئلہ:** گرمی کے موسم میں دامن یا پاجامہ سرین سے مل کر ان کی صورت ظاہر کرتا ہے اس سے بچنے کے لیے کپڑا دبنے کے باعث نماز میں جھٹک دینا مکروہ نہیں بلکہ مطلوب ہے اور بلا حاجت کراہت۔	۴	۲۰۲
۱۳	**مسئلہ:** عادی کو ہر وہ عمل کہ نماز میں مفید ہو جائز و غیر مکروہ ہے اور ہر وہ عمل جس کا فائدہ نماز کی طرف عائد نہ ہو کم از کم مکروہ و خلافِ اولیٰ ہے۔	۹	۲۰۲
۱۴	**مسئلہ:** سجدہ میں ماتھے پر لگی ہوئی مٹی اگر ایذا دے مثلاً اس میں باریک کنکریاں ہوں یا کثیر ہو کہ آنکھوں تک [illegible] پونچھنے میں حرج نہیں اور نہ تاخیر التحیات کے ختم سے پہلے مکروہ ہے اور اس کے بعد سلام سے پہلے حرج نہیں اور سلام کے بعد اسے صاف کر دینا تو مستحب ہے بلکہ اگر ریا کا خیال ہو کہ لوگ ٹیکا دیکھ کر نمازی سمجھیں جب تو اس کا باقی رکھنا حرام ہوگا۔	۷	۲۰۲
۱۵	**مسئلہ:** اگر کپڑا بیش قیمت ہے جیسے ریشمیں تانے کا مرد کے لیے یا خالص ریشمی عورت کے لیے اور نماز خالی زمین پر پڑھ رہا ہے اور مٹی گیلی ہے کہ کپڑا نہ بچائے تو کیچڑ سے خراب ہوگا اور دھونے سے بگڑ جائے گا تو ایسی حالت میں بچانے کی اجازت ہونی چاہیے واللہ تعالیٰ اعلم۔	۱	۲۰۳
۱۶	**مسئلہ:** مستحب ہے کہ سجدہ میں سر خاک پر بلا حائل ہو۔	۹	۲۰۳
۱۷	**مسئلہ:** شیطان کے تھوک اور پھونک سے نماز میں قطرے اور ریح کا شبہ ہو جاتا ہے حکم ہے کہ جب تک ایسا یقین نہ ہو جس پر قسم کھا سکے اس پر لحاظ نہ کرے شیطان کے کہنے سے اگر وضو جاتا رہا تو دل میں جواب دے کہ خبیث تو جھوٹا ہے اور اپنی نماز میں مشغول رہے۔	۱	۲۱۲

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۱۸	مسئلہ: نمازی اگر اپنے امام کے سوا کسی کو قرآن مجید میں لقمہ دے گا نماز جاتی رہے گی۔	۵	۲۲۶
۱۹	مسئلہ: نمازی نماز میں ہے اس وقت کسی نے کہا فلاں آیت یا سورت پڑھ، اس نے اس کا کہنا ماننے کی نیت سے پڑھی نماز جاتی رہے گی۔	۶	۲۲۹
۲۰	مسئلہ: نماز میں سورۃ فاتحہ یا سورت پڑھی اور قراءت کی نیت نہ کی دعا و ثنا کی نیت کی جب بھی نماز ہو جائیگی۔	۵	۲۲۸
۲۱	مسئلہ: نماز میں اگر کسی آیت یا ذکر الٰہی سے کسی شخص کو خطاب یا بات کا جواب چاہے گا مثلاً بقصد جواب خوشی کی خبر پر الحمد للہ، رنج کی خبر پر انا للہ و انا الیہ راجعون کہا نماز جاتی رہے گی ہاں اگر کسی نے پکارا اسے یہ جتانے کے لیے کہ میں نماز پڑھ رہا ہوں سبحان اللہ یا لا الٰہ الا اللہ وغیرہ کہا نماز نہ جائے گی۔	۳	۲۳۰
۲۲	مسئلہ: ناپاک زمین پر پاک جوتا یا موزے پہن کر کھڑا ہو اور نماز پڑھے نماز نہ ہوگی، ہاں جوتے اتار کر اس پر پاؤں رکھ کر کھڑا ہو تو ہو جائے گی۔	۶	۲۵۵
۲۳	مسئلہ: دربارۂ وقت [illegible] قول صاحبین [illegible] نے دیا اس پر اعتماد جائز نہیں۔	۹	۳۹۸
۲۴	مسئلہ: نماز میں بائیں طرف کا سلام پھیرنا بھول گیا جب تک قبلہ سے نہ پھرا ہو کر لے۔	۷	۴۰۳
۲۵	مسئلہ: دو نمازیں ایک وقت میں ملا کر پڑھنا حرام و گناہ کبیرہ ہے۔	۱	۵۸۲
۲۶	مسئلہ: جب جانے کہ اب سویا تو نماز جاتی رہے گی اس وقت سونا حلال نہیں مگر جبکہ کسی جگا دینے والے پر اعتماد ہو۔	۳	۵۸۴
۲۷	مسئلہ: ایسے وقت میں سویا کہ عادۃً وقت میں آنکھ کھل جاتی اور اتفاقاً نہ کھلی تو گنہگار نہیں۔	۴	۵۸۴
۲۸	مسئلہ: پیش از غسل اگر کسی مردے کو اٹھا کر نماز پڑھی احتیاطاً فساد نماز کا حکم دیا جائے گا۔	۱۶	۶۱۱
۲۹	مسئلہ: جو پولیس کے خوف سے چھپا بیٹھا ہو اس پر سے جمعہ و جماعت ساقط ہیں۔	۲ب	۶۱۲

۳۰	مسئلہ: بوڑھا ضعیف شخص گھوڑے یا اونٹ پر سوار ہے اور خود اترنے چڑھنے پر قادر نہیں اور کوئی مدد دینے والا نہیں یا وہ اجرت مانگتا ہے اور یہ دے نہیں سکتا یا اجرت مثل سے زیادہ مانگتا ہے یا نقد چاہتا ہے اور یہاں اس کے پاس نہیں ان سب صورتوں میں سواری ہی پر نماز پڑھے۔	۱	۶۱۷
۳۱	مسئلہ: عورت سواری پر ہے اور چڑھانے اتارنے کو نہ شوہر نہ محرم سواری ہی پر نماز پڑھے۔ حج میں مخدرات نشین عورتوں کو یہ صورت اکثر پیش آتی ہے یہ بھی ایک مصلحت شرعی ہے جس کے لیے اس نے بغیر محرم کے عورت پر سفر حرام فرمایا۔	۲	۶۱۷
۳۲	مسئلہ: سفر میں گھوڑا بدرکاب ہے اتر کر چڑھنے نہ دے گا اسی پر نماز پڑھے۔	۹	۶۱۷
۳۳	مسئلہ: اترنے چڑھنے میں مرض بڑھے گا سواری ہی پر نماز پڑھے	۱	۶۱۸
۳۴	مسئلہ: کھڑا ہو تو زخم بہے یا قطرہ آئے بیٹھ کر نماز پڑھنی لازم ہے۔	۲	۶۱۸
۳۵	مسئلہ: فاسق معلن کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی ہے کہ پڑھنی گناہ اور پھیرنی واجب ہاں اگر جمعہ شہر میں ایک ہی جگہ ہوتا ہے اور اس کا امام فاسق ہے تو مجبوری اس کے پیچھے پڑھے کہ دوسری جگہ جمعہ مل نہ سکے گا اور اگر جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہو تو اس کے فاسق کے پیچھے پڑھنا منع۔ **اقول:** اس صورت میں کہ صالحین کی امامت سے جمعہ پہلے ہو چکا اب دوسری جگہ نہ ملے گا یا اسے بوجہ مرض وغیرہ اور جگہ جانے کی طاقت نہیں۔	۳	۶۱۸
۳۶	مسئلہ: عیدین کی نماز ہر امام کے پیچھے نہیں ہو سکتی بلکہ اس میں بھی مثل جمعہ لازم کہ امام خود سلطان اسلام یا اس کا نائب یا ماذون ہو اور ان میں کوئی نہ ہو تو مجبوری جسے مسلمانوں نے امام جمعہ مقرر کیا ہو۔	۷	۶۱۸
۳۷	مسئلہ: سورج گہن میں بھی صرف امام معین جمعہ امامت کر سکتا ہے۔	۸	۶۱۸
۳۸	مسئلہ: سورج گہن میں جماعت ضروری نہیں صرف مستحب ہے جبکہ امام جمعہ حاضر ہو۔ یہ بھی جائز کہ ہر شخص اپنے گھر یا مسجد میں تنہا پڑھے۔	۹	۶۱۸
۳۹	مسئلہ: گہن چھوٹ جائے تو اس کے بعد گہن کی نماز نہیں۔	۱۱	۶۱۸
۴۰	مسئلہ: ظہر یا جمعہ کی پہلی سنتیں اگر قیام جماعت کے سبب نہ پڑھ سکا تو جب تک وقت باقی ہے ان کی قضا کا حکم ہے بعد وقت نہ ہو سکے گی۔	۱۲	۶۱۸
۴۱	مسئلہ: نماز تہجد مستحب ہے۔	۳	۶۱۹

نمبر	مسئلہ		
۴۲	**مسئلہ**: جمعہ کی سنتیں قضا ہو جائیں تو بلندیِ آفتاب کے بعد ضحوۂ کبریٰ سے پہلے تک ان کی قضا صرف مستحب ہے۔	۵	۲۱۹
۴۳	**مسئلہ**: مصنف کی تحقیق کہ مستحب نماز کا وقت جاتا ہو تو اس کے لیے تیمم روا نہیں۔	۱	۲۲۰
۴۴	**مسئلہ**: چاند گہن کی نماز صرف مستحب ہے اور سورج گہن کی سنتِ مؤکدہ قریب بواجب۔	۲	۲۲۱
۴۵	**مسئلہ**: سورج گہن کی نماز میں مناسب یہ ہے کہ عیدگاہ میں پڑھیں یا مسجد جمعہ میں۔	۳	۲۲۲
۴۶	**مسئلہ**: معاذ اللہ جو بات ہولناک ہو جیسے سخت آندھی، کڑک، زلزلہ، مینہ یا برف لگاتار برسے جانا، دن کو اندھیری رات کو خوفناک روشنی ان سب میں مستحب ہے کہ مسلمان نفل نماز سے اپنے رب کی طرف رجوع کریں۔	۵	۲۲۲
۴۷	**مسئلہ**: شہر سے باہر سواری پر نماز نفل اشارہ سے جائز ہے مگر جوشت اترنا ممکن اور پانی میل بھر سے کم دور ہو تو تیمم کی اجازت نہیں۔	۱	۲۲۳
۴۸	**مسئلہ**: اگر پانی سے طہارت کرنے وقت میں وضو یا [illegible] سنتیں یا وتر [illegible] نہ ہو سکیں گے تو تیمم کی اجازت نہیں پانی سے طہارت کر کے تنہا فرض پڑھ سکے تو رب کی قضا پڑھے سنتیں چھوڑیں۔	۳	۲۲۳
۴۹	**مسئلہ**: مسافر ایسی جگہ ہے کہ ساری زمین بھیگی ہوئی اور ناپاک ہے کہیں نماز پڑھنے کی جگہ نہیں اگر جلدی کر کے وہاں سے نکل سکتا اور پاک زمین نماز کیلئے پا سکتا ہو تو ایسا ہی کرے اور اگر دیکھے کہ جب تک وقت جاتا رہے گا تو وہیں اشارہ سے پڑھے اور اس نماز کا پھیرنا بھی ضرور نہیں۔	۳	۲۲۳
۵۰	**مسئلہ**: سفر قلیل یا کثیر کا فرق تین مسئلوں میں ہے قصر نماز و افطار صوم و مسح موزہ باقی پانی میل بھر دور ہونے کے لیے تیمم یا آبادی سے باہر سواری پر نفل پڑھنے میں کچھ مدت سفر درکار نہیں اپنے شہر سے باہر سیر و شکار یا کسی کام کو گیا ہو جب بھی یہ اجازتیں ہیں۔	۴	۲۲۴
۵۱	**مسئلہ**: چند آدمی برہنہ ہیں ان کے پاس ستر عورت کے لائق صرف ایک کپڑا ہے کہ ایک اُسے باندھ کر پڑھ لیتا ہے تو دوسرے کو دیتا ہے ان میں جو یہ جانے کہ مجھ		

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	تک باری اس وقت پہنچے گی کہ وقت جاتا رہے گا تو اخیر وقت کے قریب انتظار کرکے یوں ہی پڑھ لے پھر پھیرے۔	۳	۶۲۷
۵۲	**مسئلہ:** کشتی یا ریل یا کسی تنگ مکان میں لوگ جمع ہیں کہ کھڑے ہو کر نماز کی گنجائش نہیں جب وقت جاتا دیکھے بیٹھ کر پڑھ لے پھر پھیرے	۴	۶۲۷
۵۳	**مسئلہ:** کپڑا ناپاک ہے اور اس کے سوا ستر عورت کے قابل پاک کپڑا نہیں اور پانی دھونے کو موجود ہے مگر جتنی دیر میں اسے پاک کرے وقت جاتا رہے گا یوں ہی پڑھ لے پھر پھیرے۔	۵	۶۲۸
۵۴	**مسئلہ:** مریض اس وقت کھڑے ہو کر نہیں پڑھ سکتا مگر ظن غالب ہے کہ کچھ دیر کے بعد قیام پر قادر ہو جائے گا لیکن انتظار میں وقت جاتا ہے بیٹھ کر پڑھ لے اور اعادہ کی حاجت نہیں۔	۴	۶۲
۵۵	**مسئلہ:** مریض اس وقت وضو یا غسل سے عاجز ہے مگر جانتا ہے کہ وقت نکل جانے کے بعد قادر ہو جائے گا۔ مثلاً جسے نہانے کی حاجت ہے ٹھنڈے وقت میں اسے پانی سے ضرر ہوتا ہے [illegible] وقت میں تیمم سے پڑھے اور اعادہ نہیں۔	۶	۶۲۸
۵۶	**مسئلہ:** کپڑے والے نے برہنہ سے کہا کہ میں نماز پڑھ لوں تو تجھے کپڑا دے دوں گا آخر وقت کے قریب تک انتظار کرکے یوں ہی پڑھ لے اور اعادہ نہیں۔	۸	۶۲۸
۵۷	**مسئلہ:** آنکھ بنوائی طبیب نے جنبش سے منع کیا اشارے سے نماز پڑھے اور اعادہ نہیں۔	۳	۶۲۸
۵۸	**مسئلہ:** اگر نماز صبح یا جمعہ یا عیدین میں وقت اتنا تنگ ہو کہ نماز میں سنتیں مثلاً رکوع سجدہ کی تسبیحیں تین تین بار سبحانک اللّٰھم اعوذ درود و دعا بجا لانے سے وقت نکل جائے گا تو صرف واجبات پر قناعت کرے اور اگر واجبات مثلاً قراءت فاتحہ و سورت کے قابل بھی وقت نہیں تو صرف فرض یعنی ایک آیت پر اقتصار کرکے بعد کو نماز پھیرے۔ **اقول** یہاں ترک التحیات کی صورت نہ نکلے گی کہ یہ چاروں نمازیں دو رکعتی ہیں اور قعدہ اخیرہ میں اگرچہ التحیات پڑھنی واجب نہیں مگر اتنی دیر بیٹھنا جس میں		

	پوری التحیات پڑھی جانی فرض ہے تو جب اسی فرض کو ادا کرے گا تو اُسی کے ساتھ یہ واجب بھی ادا ہو سکے گا تو اس کا ترک جائز نہیں	۸	۶۲۸
۵۹	**مسئلہ:** ٹھنڈے وقت نہانے سے مرض کی زیادت یا بیمار پڑ جانے کا صحیح اندیشہ ظن غالب تجربے یا طبیب مسلم حاذق غیر فاسق کے بیان سے ہے اور دن چڑھے نہانے تو نقصان نہ ہوگا ابھی صبح کو جب اٹھے تیمم سے نماز پڑھے اور اعادہ نہیں۔	۳	۶۲۹
۶۰	**مسئلہ:** پانی پر دشمن یا چور یا درندہ یا سانپ یا آگ لگی ہوئی ہے تیمم سے پڑھے اُن کے چلے جانے یا آگ بجھ جانے کا انتظار فرض نہیں۔ ہاں بعد زوال کی امید ہو تو آخر وقت مستحب تک انتظار مستحب ہے بہرحال اعادہ کی حاجت نہیں۔	۴	۶۲۹
۶۱	**ف:** آدمی جب وقت پر نماز کا ارادہ کرے منع نہ کیا جائے گا اور اس وقت جس طرح قادر ہے اسی قدر کا حکم دیا جائیگا اگرچہ دیر کے بعد اُس سے بہتر حالت ملنے کا گمان ہو۔ ہاں اگر وقت مستحب کے اندر بہتر حالت ہو جانے کی امید ہو تو انتظار بہتر ہے۔	۵	۶۲۹
۶۲	**مسئلہ:** ننگے سے کسی نے کپڑا دینے کا وعدہ کیا تو آخر وقت مستحب تک انتظار کرے یوں ہی پڑھ لے اور پھیرنے کی حاجت نہیں۔	۲	۶۳۰
۶۳	**مسئلہ:** اگر رات اتنی اندھیری ہے کہ مسجد تک راستہ نظر نہیں آتا یا صبح کو سیاہ بدلی محیط ہونے سے یا کسی وقت سیاہ آندھی چل چکنے سے ایسی تاریکی ہے تو یہ جماعت میں حاضر نہ ہونے کا عذر ہے۔ **اقول** یوں ہی یہ صورت اخیرہ ترک جمعہ کے لیے عذر ہے لکونہ فی معنی الاعمی وانما لم یذکروہ فیھا لان الغالب وجود مثل ظلمۃ باللیل دون النھار (کیونکہ وہ نابینا کے حکم میں ہے اور علماء نے اس صورت کو اس لیے ذکر نہیں کیا کہ اس طرح کی تاریکی عموماً رات کے وقت پائی جاتی ہے دن کو نہیں۔ ت)	۲	۶۳۲
۶۴	**مسئلہ:** اگر کھڑے ہونے سے مرض بڑھے یا دیر میں اچھا ہو یا درد شدید ناقابل تحمل ہو تو بیٹھ کر نماز کی اجازت ہوگی خالی تکلیف ہونا عذر نہیں	۴	۶۳۲
۶۵	**مسئلہ:** چراغ یا روشنی مہیا ہو جسے مسجد تک لے جا سکے یا مہیا کرنے میں وقت		

نہیں مثلاً تیل اور دیا سلائی موجود ہے تو کیسی ہی اندھیری ہو ترکِ جماعت کے لیے عذر نہیں ہو سکتی۔

۶۳۳ | ۲

۶۶ **مسئلہ**: جس کے پاس روشنی کا سامان نہیں مثلاً ایک ہی چراغ ہے اور گھر میں اہل و عیال ہیں کہ یہ مسجد میں لے جائے تو وہ کاموں سے معطل رہ جائیں یا بچے اندھیرے میں ڈریں یا عورت اکیلی ہے اُسے خوف آئے تو ایسی حالت میں وہ سخت اندھیری کہ مسجد تک راستہ نہ سُوجھے ترکِ جماعت کے لیے عذر ہے۔

۶۳۳ | ۳

۶۷ **مسئلہ**: اندھیری میں مسجد کو جانا بڑی فضیلت رکھتا ہے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: "جو اندھیریوں میں حاضریِ مسجد کے عادی ہیں انھیں بشارت دو روزِ قیامت کامل نور کی"۔

۶۳۳ | ۴

۶۸ **مسئلہ**: شارع صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جماعت کی اس درجہ تاکید فرمائی ہے کہ ایک نابینا خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئے عرض کی کہ یا رسول اللہ! میرے پاس کوئی ایسا نہیں کہ مجھے ہاتھ پکڑ کر مسجد میں لے آیا کرے مجھے گھر میں نماز پڑھ لینے کی اجازت عطا ہوا جب [illegible] وہ چلے پھر بلایا [illegible] کیا اذان کی آواز تمہیں پہنچتی ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: تو حاضر ہو۔ عبد اللہ ابن مکتوم رضی اللہ تعالیٰ عنہما کہ یہی آنکھوں سے معذور تھے حاضر ہوئے اور عرض کی: یا رسول اللہ! مدینہ طیبہ میں سانپ بچھو بھیڑیے بہت ہیں۔ کیا مجھے اجازت ہے کہ نماز گھر میں پڑھ لیا کروں۔ فرمایا: کیا تمہیں حی علی الصلوٰۃ اور حی علی الفلاح کی آواز پہنچتی ہے؟ عرض کی: ہاں۔ فرمایا: تو حاضر ہو۔ نابینا کہ آنکھ نہ رکھتا ہو نہ کوئی لے چلنے والا ہو خصوصاً جب سانپ بھیڑیوں کا اندیشہ ہو تو ضرور رخصت ہے مگر حضور نے انھیں افضل پر عمل کرنے کی ہدایت فرمائی کہ لوگ سبق سیکھ لیں جو بلا عذر گھر میں پڑھتے اور مسجد میں حاضر نہ ہو کر ضلالت و گمراہی میں پڑتے ہیں کہ ان ترکتم سنۃ نبیکم لضللتم وفی ابی داؤد لکفرتم والعیاذ باللہ تعالیٰ (اگر تم اپنے نبی کی سنت چھوڑو گے تو گمراہ ہو جاؤ گے۔ اور سنن ابی داؤد میں ہے تو کافر ہو جاؤ گے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ۔ ت)

۶۳۳ | ۵

۶۹ **مسئلہ**: تڑاقے کی دھوپ ناقابلِ برداشت اور ایسی ہی شدت کی ٹھنڈ یا

بہوں کی آمدنی زلزلہ بجلیاں تڑپ کر گرنا کثرت کا اولا بشدت کیچڑ اندھن یہ سب چیزیں جمعہ و جماعت میں عذر ہیں۔ — ۱ — ۶۳۳

۷۰ — مسئلہ : جو مسجد تک نہ جا سکے جیسے لنجا اپاہج یا وہ مفلوج مریض نقیہ بوڑھا کہ چل نہیں سکتے اندھا کہ انکل نہیں رکھتا رات کو رتوندوالا یا درد کمر وغیرہ کے باعث چلنے سے معذور ان لوگوں پر جمعہ و جماعت واجب نہیں۔ — ۲ — ۶۳۶

۷۱ — مسئلہ : پانی کسی کے پاس معلوم ہوا اور نہ مانگا تیمم سے نماز پڑھ لی اب مانگا تو اگر اس نے دے دیا نماز جاتی رہی اگرچہ پہلے اسے یہی ظن تھا کہ نہ دے گا اور اگر نہ دیا نماز ہو گئی اگرچہ اسے یہ گمان تھا کہ دے دے گا۔ — ۵ — ۶۶

۷۲ — مسئلہ : جنگل میں ہی اور کوئی سمت قبلہ بتانے والا نہیں تحری کرے یعنی جس طرف دل جمے کہ ادھر قبلہ ہوگا اس طرف پڑھے اگر بعد پڑھنے کے معلوم ہو کہ جہت غلط تھی کچھ مضائقہ نہیں نماز ہو گئی۔ — ۶ — ۶۶۱

۷۳ — مسئلہ : اس حالت میں اگر جس طرف دل جمتا تھا اس کے خلاف طرف میں نماز پڑھی نماز باطل ہوئی اگرچہ بعد کو تحقیق ہو جائے کہ قبلہ اسی طرف تھا جدھر [illegible] نے پڑھی کہ اس کا قبلہ وہی ہے جس طرف دل جمے۔ — ۷ — ۶۶۱

۷۴ — مسئلہ : جو ایسی جگہ ہو جہاں نہ پانی نہ پاک مٹی وہ نمازوں کے وقت نماز کی صورت ادا کرے حقیقتہً نماز کی نیت نہ ہو پھر قدرت پانے پر ان نمازوں کی قضا پڑھے۔ — ۳ — ۷۰۳

۷۵ — مسئلہ : صاحب ترتیب کو قضا نماز یاد ہے اور وقت میں اتنی گنجائش ہے کہ اسے پڑھ کر وقت کی پڑھتا باوجود اس کے اس نے خلاف حکم کر کے وقت کی پڑھ لی اس نماز کو ابھی نہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ نہ ہوئی نہ یہ کہ ہو گئی بلکہ دیکھیں گے اگر اسی طرح قضا شدہ کے پڑھنے سے پہلے چار نمازیں وقت کی اور پڑھے گا اور ان میں پچھلی کا وقت ختم ہو جائے گا تو حکم دیں گے کہ یہ سب نمازیں ہو گئیں اور اگر اس بیچ میں اس قضا شدہ کو پڑھے گا تو اس کے پڑھنے سے پہلے ایک سے پانچ تک جتنے وقت کی پڑھی تھیں سب کی قضا پھر فرض ہو گی وہ نمازیں نری نفل رہ گئیں۔ — ۱ — ۷۸۹

۷۶ — مسئلہ : جو شخص محل اقامت یعنی شہر یا گاؤں میں چار رکعتی نماز پڑھائے اور دو پر سلام پھیرے تو ضرور ہے کہ مقتدی کو امام کا حال معلوم ہو کہ مسافر ہے یا مقیم

	ہو، مقتدی خود مقیم ہو یا مسافر۔ اگر امام نے نہ نماز سے پہلے اپنا مسافر ہونا بتایا نہ بعد کو اور چلا گیا اور اس کا حال سفر و اقامت معلوم نہ ہوا تو مقتدیوں کی نماز نہ ہوگی پھر پڑھیں۔ ہاں اگر جنگل میں یا منزل پر دو پڑھ کر چلا گیا تو ان کی نماز بھی ہو جائیگی یہی سمجھا جائیگا کہ مسافر تھا۔	۳	۷۹۰
۷۷	**مسئلہ:** تیمم والے نے نماز میں پانی پایا نماز ٹوٹ گئی اگرچہ التحیات کے بعد۔	۲	۷۵۰
۷۸	**مسئلہ:** ایک سلام پھیرنے کے بعد پانی پایا نماز ہوگئی۔	۳	۷۵۰
۷۹	**مسئلہ:** محل اقامت میں امام چار رکعت کی نماز دو پڑھ کر چلا گیا اور مقتدیوں کو اُس کا حال معلوم نہ ہوا کہ مقیم ہے یا مسافر تو اُن کی نماز نہ ہوئی اگرچہ خود مسافر ہوں۔ ہاں اگر جنگل میں یا منزل پر ایسا ہوا تو ان کی بھی ہو گئی جو مقیم ہے اپنی چار پوری کرے۔	۳	۹۰

احکامِ مسجد

۱	**مسئلہ:** مسجد میں مسواک [illegible] کرنی [illegible] جیسے تھوک کرنا [illegible] طرح کسی برتن میں ہو یا بانی مسجد نے وقت بنانے مسجد اس میں کوئی جگہ خاص اس کام کے لیے بنادی ہو ورنہ اجازت نہیں۔	۳	۵۲
۲	**مسئلہ:** منہ میں بدبو ہو تو جب تک صاف نہ کرلیں مسجد میں جانا یا نماز پڑھنا منع ہے۔	۳	۱۵۵
۳	**مسئلہ:** جب تک بدن یا کپڑے میں کوئی بُو باقی ہو مسجد میں جانا اور جماعت میں شریک ہونا منع	۱	۳۳۴
۴	**مسئلہ:** جو مسجد ویران ہو اور وہاں کی آبادی کی کوئی صورت نہ ہو اور اس کے آلات کی حفاظت نہ ہو سکے تو اب فتویٰ اس پر ہے کہ اس کے لوٹے وغیرہ دوسری مسجد میں دیئے جا سکتے ہیں۔	۱	۳۹۳
۵	**مسئلہ:** غیر معتکف کو مسجد میں سونا منع ہے	۳	۴۳۶
۶	**مسئلہ:** جس طرح ناپاکی کی حالت میں مسجد میں ٹھہرنا حرام ہے یونہی مسجد میں گزرنا بھی حرام ہے	۱	۴۳۷
	مسئلہ: جنب کو اپنا جنب ہونا یاد نہ رہا مسجد میں جانا چاہا ایک قدم رکھا تھا کہ یاد آگیا فوراً وہ قدم باہر کرے یہاں تیمم کا انتظار نہ کرے۔	۳	۴۳۷
	مسئلہ: ایک شخص کے مکان کا دروازہ مسجد میں ہے کہ آتے جاتے مسجد میں گزرنا پڑتا ہے اور نہ دوسری طرف دروازہ پھیر سکتا ہے نہ اور مکان رہنے کو پاتا ہے اجنابت مسجد میں گزرنا جائز نہیں اگر پانی نہ پائے تو آنے جانے کے لیے تیمم ضرور ہے۔	۳	۴۳۸

۹ مسئلہ: مسجد میں غسل کرنا حرام ہے مگر تین صورتوں میں ایک تو یہ کہ بانی مسجد نے مسجد کر دینے سے پہلے وہاں کوئی جگہ غسل کے لیے بنا دی ہو تو اس میں نہا سکتا ہے۔ دوسرے کسی ایسے بڑے برتن میں کہ سب پانی اسی کے اندر گرے کوئی چھینٹ اڑ کر مسجد میں نہ جائے۔ تیسرے لحاف توشک وغیرہ بہت بھاری روئی کے کپڑے بچھا کر ان پر اس طرح نہانا کہ نہ کوئی چھینٹ باہر جائے نہ پانی کپڑوں کو توڑ کر مسجد کی زمین تک پہنچے۔

۹۳۹ | ۱

۱۰ مسئلہ: جمعہ کے دن خطیب کسی رہا تھا کہ وضو جاتا رہا اگر نکلنے کا راستہ پائے تو نکل جائے اور وضو کر کے پھر حاضر ہو اور اگر راستہ نہ ملے تو لوگوں کی گردنیں پھلانگتے ہوئے جانے کی اجازت نہیں، اگر مسجد میں پانی ملے اور کوئی کپڑا ایسا ہو کہ پانی جذب کرے گا اور اس سے چھن کر مسجد میں کوئی بوند جائے گی تو اسے بچھا کر وضو کرے۔

۹۳۹ | ۲

۱۱ مسئلہ: مسجد میں وضو بھی حرام ہے اور اس کے جواز کی بھی وہی تین صورتیں ہیں جو غسل میں گزریں۔

۹۳۹ | ۳

۱۲ مسئلہ: بحر الرائق وغیرہ میں برتن میں وضو کرنے کی صرف معتکف کو اجازت دی غیر معتکف نہیں کو مسئلہ معتکف کے نزدیک اس کی تحقیق یہ ہے کہ برتن اگر ایسا چھوٹا ہو کہ چھینٹیں ضرور مسجد میں پڑیں گی جب تو معتکف کو بھی اجازت نہیں ہو سکتی اور اگر اتنا بڑا ہے کہ یقیناً کوئی چھینٹ باہر نہیں جا سکتی تو غیر معتکف کو بھی اجازت ہے اور اگر حالت ایسی ہے کہ چھینٹ باہر جانے کا ظن غالب ہے تو معتکف کو جائز غیر معتکف نہ کرے۔

۹۳۹ | ۴

۱۳ مسئلہ: مسجد کو ہر گھن کی چیز سے بچانا واجب ہے اگرچہ پاک ہو جیسے لعاب دہن آب بینی آب وضو۔

تنبیہ: بعض لوگ وضو کے بعد اپنے منہ اور ہاتھوں سے پانی پونچھ کر مسجد میں ہاتھ جھاڑتے ہیں محض حرام اور ناجائز ہے۔

۸۳۳ | ۵

۱۴ مسئلہ: گرد و غبار وغیرہ کہ ہوا باہر سے لا کر مسجد میں ڈالے اجزائے مسجد سے نہ ہو جائے گا۔ اسے صاف کرنے کا حکم ہے۔

۴۳ | ۱

۱۵ مسئلہ: مسجد کی زمین پر جو گرد پڑی ہے اس سے یا مسجد کی دیوار یا ستون خشتی خواہ چوبی سے کپڑا پونچھنا اگرچہ پاک کپڑا ہو ممنوع و ناجائز ہے۔

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۱۶	مسئلہ: مسجد کے گرد جھاڑو کسی گوشہ میں جمع کر دی ہے اس سے کچھ لے کے پاؤں پونچھنے میں حرج نہیں۔	۲	۴۴۳
۱۷	مسئلہ: مسجد میں نمازیوں کے لیے چراغ روشن ہے اُس سے کتاب دیکھنا پڑھنا پڑھانا سبق روا ہے اور اگر ساری نماز پڑھ گئے جب بھی تہائی رات تک اس سے کام لے سکتا ہے کہ اتنے وقت تک مسجد ہی کے لیے چراغ روشن رہنا ہوگا اس کے بعد جائز نہیں کہ مسجد کا تیل بتی اپنے کام میں صرف کرنا ہوگا **اقول** یہ وہاں کہ اس سے زیادہ وقت تک مسجد میں روشنی کی عادت نہ ہو اور اگر ساری رات روشنی رہتی ہے جیسے تینوں مسجد کریم میں، تو رات بھر اس کی روشنی سے فائدہ لے سکتا ہے۔	۵	۴۴۳

جنائز

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۱	مسئلہ: میت کے سب بدن پر پانی کسی طرح گزر جائے وہ پاک ہو جائے گا اور اس پر نماز جنازہ جائز لیکن زندوں پر جو اسے غسل دینا فرض ہے وہ بے ان کے بالقصد فعل کے نہ اُترے گا اس لیے اگر مردہ [illegible] ملے لازم ہے کہ اسے بقصد غسل جنبش دے لیں کہ ان پر سے فرض ساقط ہو۔	۲	۲۹۲
۲	مسئلہ: غسل میت سکھانے کے لیے مردہ کو نہلایا اور اسے غسل دینے کی نیت نہ کی وہ بھی پاک ہو گیا اور زندوں پر سے بھی فرض اُتر گیا کہ فعل بالقصد کافی ہے، ہاں بے نیت ثواب نہ ملے گا۔	۳	۲۹۲
۳	مسئلہ: میت کے سر و ریش کو خطمی سے دھوئیں ورنہ پاک صابون سے۔	۱	۲۴۸
۴	مسئلہ: پانی نہ ہو یا کوئی ایسا نہ ہو جسے میت کا نہلانا شرعاً جائز ہو تو اُسے بھی تیمم کرائیں۔	۱	۶۰۹
۵	مسئلہ: جب میت کو تیمم کرایا جائے تیمم کرانے والے کی نیت شرط ہے بلا نیت نہ ہوگا۔	۸	۶۱۱
۶	مسئلہ: میت کا غسل ایک بار فرض ہے اور تین بار پانی بہانا سنت۔	۹	۶۰۱
۷	مسئلہ: نماز جنازہ تکبیروں پر ختم ہو جاتی ہے اس کے بعد نہیں مل سکتا اگرچہ ابھی سلام نہ ہوا ہو۔	۵	۶۱۸

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
٨	**مسئلہ**: نمازِ جنازہ جب ولی پڑھ لے دوبارہ نہیں ہو سکتی سورج گہن کی نماز سو بار ہو سکتی ہے۔	١٠	٩٠٨
٩	**مسئلہ**: خود اپنی کنیز شرعی کہ اُمِ ولد تھی یعنی اس کے نطفے سے اس کے اولاد ہوئی جسے اس نے اپنی اولاد تسلیم کیا اس کی موت کے بعد اس کا ہاتھ نہیں چھو سکتا کہ وہ مرتے ہی آزاد و اجنبیہ ہو گئی۔	٥	٦٥٩
١٠	**مسئلہ**: میت نے اگر کچھ مال نہ چھوڑا تو زندگی میں جس پر اس کا نفقہ واجب تھا اُس کا کفن دفن بھی اُسی پر واجب ہے۔		
	مسئلہ: عورت اگرچہ کیسا ہی مال چھوڑے اس کا کفن اس کے شوہر پر واجب ہے	٩	٦٥٩
١٢	**مسئلہ**: اگر میت کے مال ہے نہ کوئی ایسا جس پر اس کا نفقہ واجب تھا تو اس کا کفن دفن بیت المال سے واجب ہے۔ اگر بیت المال نہ ہو جیسے یہاں تو جن مسلمانوں کو اطلاع ہو ان پر واجب ہے تو ایک شخص کر دے یا چندہ سے۔ اگر نہ کریں گے تو جن جن کو خبر تھی سب سخت گنہگار رہیں گے۔	١٠	٦٥٩
١٣	**مسئلہ**: میت کو جب تک غسل نہ دے لیں اگر اس کا سارا بدن کپڑے سے ڈھکا ہوا نہ ہو تو اس کے پاس قرآن مجید کی تلاوت عام مشائخ کے نزدیک منع ہے۔ اگر تلاوت چاہیں تو اس کا سارا جسم چادر سے ڈھانک دیں۔	١	٦٢٣
١٤	**مسئلہ**: زیارتِ قبور وعیادتِ مریض بھی عبادتِ الٰہی ہیں ان کے باوضو ہونا مستحب ہے پانی پر قادر نہ ہو تو تیمم کرے اگرچہ اس تیمم سے نماز نہ ہو گی۔	٩	٦٢٣
١٥	**مسئلہ**: دفنِ میتِ مسلم بھی منجملہ عبادتِ الٰہی ہے باوضو ہونا چاہیے، پانی نہ ملے تو تیمم کرے۔	٣	٦٢٦
١٦	**مسئلہ**: اگر وضو کرتا نمازِ جنازہ ہو چکتی اس ضرورت سے تیمم کر کے پڑھی کہ اتنے میں اور جنازہ آ گیا اور اس میں اتنی مہلت تھی کہ وضو کر لیتا مگر نہ کیا اور اب اتنی مہلت نہ رہی تو اس کے لیے دوبارہ تیمم کرے پہلا جاتا رہا۔	٢	٦٢٧

نمبر	مسئلہ		
١٧	**مسئلہ:** ایک جنازہ تیمم سے پڑھا تھا کہ دوسرے کی نماز تیار ہوگئی دونوں نمازوں کے بیچ میں وضو کر لینے کی مہلت نہ تھی تو پہلا ہی تیمم باقی ہے اسی سے دوسرا جنازہ بھی پڑھے۔	٣	٦٩٠

مسائل زکوٰۃ

نمبر	مسئلہ		
١	**مسئلہ:** جس کے عزیز محتاج ہوں اسے منع ہے کہ انہیں چھوڑ کر غیروں کو اپنے صدقات دے۔ حدیث میں فرمایا ایسے کا صدقہ قبول نہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ روز قیامت اس کی طرف نظر نہ فرمائے گا۔	٣	٥٢١

مسائل روزہ

نمبر	مسئلہ		
١	**مسئلہ:** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے سوال ہوا کہ روزہ دار اپنی عورت کا بوسہ لے ایک بار اجازت فرمائی اور ایک بار منع۔ دیکھیں تو جن کو اجازت فرمائی وہ بوڑھے تھے اور جن کو منع کیا وہ جوان	٦	٣٨٣
٢	**مسئلہ:** دانتوں سے خون نکل روزہ میں اسے نگل گیا اگر خون کا مزہ حلق میں محسوس ہو روزہ جاتا رہا ورنہ نہیں۔	٢	٥٢٢
٣	**مسئلہ:** کل کے بعد جو خفیف تری منہ میں رہ جاتی ہے کہ تنہا حلق میں جانے کے قابل نہ ہو اگر لعاب دہن کے ساتھ چلی جائے روزہ میں خلل نہ آئے گا۔	٣	٥٢٣
٤	**مسئلہ:** منہ میں کھانے یا پان کا ایسا ہلکا اثر رہ جائے کہ آپ حلق میں اترنے کے قابل نہ ہو اگر لعاب دہن کے ساتھ اُتر جائے گا روزہ نہ جائیگا۔	٧	٥٢٣
٥	**مسئلہ:** کھانے وغیرہ کے اس اثر کی قلت و کثرت کی معیار امام محقق علی الاطلاق کی تحقیق میں یہ ہے کہ اگر اُترتے وقت حلق میں اُس کا مزہ محسوس ہوا تو کثیر ہے روزہ جاتا رہے گا ورنہ نہیں۔	٨	٥٢٣
٦	**مسئلہ:** جو چیز آپ حلق میں اُترنے کثیر و ناقض صوم ہے اور جو آب دہن کے ساتھ اس کی مدد سے اُتر جائے خود اُترنے کے قابل نہ ہو قلیل ہے روزہ نہ جائے گا۔	٩	٥٢٣
٧	**مسئلہ:** تل کا ایک دانہ روزہ دار نے قصداً نگلا روزہ جاتا رہا اور اگر منہ میں لگا کر		

چبایا تو نہیں اگرچہ آب دہن کے ساتھ اُتر جائے، ہاں اس صورت میں اگر حلق میں اُس کا
مزہ محسوس ہو تو روزہ جاتا رہے گا۔ ١٠ | ٥٢٣

٨ **مسئلہ:** روزے میں بھول کر جماع میں مشغول ہوا پھر یاد آیا، یا رات سے مشغول تھا اور اثنا میں صبح صادق چمک آئی اگر یاد آتے ہی یا صبح ہوتے ہی فوراً جدا ہو گیا تو روزہ ہو جائیگا اگرچہ جدا ہونے کے بعد انزال بھی ہو جائے اور اگر یاد آنے یا صبح چمکنے پر ایک لمحہ بھی توقف کیا تو روزہ گیا اسے پورا کرے اور قضا رکھے ٣ | ٥٤٠

مسائل حج

١ **مسئلہ:** حج میں جو کنکریاں ماری جاتی ہیں وہ بھی گناہ دھوتی اور اس نجاست حکمیہ سے ملوث ہو جاتی ہیں لہٰذا ماری ہوئی کنکری دوبارہ استعمال کرنا مکروہ ہے اور اگر ضرورت ہو تو تین بار دھوئے بلکہ مطلق کنکریاں دھو ہی کر کام میں لانا مستحب ہے کہ شاید کوئی نجاست حکمیہ یا حقیقیہ ہو۔ ٣ | ٢٣٢

٢ **مسئلہ:** اگر احرام میں زعفران ملا ہوا پانی مثلاً نہانے میں استعمال کیا اگر زعفران قلیل ہے غسل ہو گیا اور کفارہ نہ آئے گا ورنہ غسل نہ ہوگا اور کفارہ دیگا ٣ | ٥٢٧

٣ **مسئلہ:** کھانے میں کیسی ہی خوشبو پکی ہو احرام میں اس کے کھانے میں حرج نہیں جرمانہ کچھ نہ آئے گا اور بغیر پکائے پڑی ہو اور خوشبو کے اجزا غالب ہوں تو قربانی لازم آئے گی اور کھانے کے اجزا غالب ہوں تو کچھ نہیں، ہاں خوشبو آتی ہے تو مکروہ ہے۔ ٦ | ٥٢٦

٤ **مسئلہ:** کھانے کے سوا اور کسی طرح جو چیزیں بدن میں استعمال کی جاتی ہیں جیسے ابٹنا صابون وغیرہ، اس میں اگر خوشبو اس قدر کثیر ہو کہ دیکھنے والے خوشبو کہے تو احرام میں اس کے استعمال سے قربانی دینی ہوگی ورنہ صدقہ۔ ٧ | ٥٢٦

٥ **مسئلہ:** خوشبو اگر پینے کی چیز میں پڑی ہو اگر وہ خوشبو سے غالب ہے احرام میں پینے سے قربانی واجب ہوگی ورنہ صدقہ مگر یہ کہ بار بار پیئے تو اب بھی قربانی

٦ **مسئلہ:** کھانے خواہ پینے کی چیز میں زعفران پکنے میں ملائیں تو اس کے کھانے پینے میں محرم پر کچھ نہیں اور بے پکائے تو قربانی یعنی جبکہ زعفران غالب ہو۔ ٢ | ٥٢٨

۷ **مسئلہ:** کسی نے فقیر سے کہا میں نے تجھے اپنا مال حج کے لیے مباح کیا یعنی تجھے اجازت دی کہ تو صرف حج کے لائق میرا روپیہ لے کر حج کر آ اس سے حج اس پر واجب نہ ہوگا نہ اُسے اس اباحت کا قبول ضرور۔ — ۳ | ۴۲۰

مسائل نکاح

۱ **مسئلہ:** جب دُلھن کو بیاہ کر لائیں مستحب ہے کہ اس کے پاؤں دھو کر مکان کے چاروں گوشوں میں چھڑکیں اس سے برکت ہوتی ہے۔ — ۵ | ۴۵۵

۲ **مسئلہ:** عورت کا دودھ دوا میں ملا کر شیر خوار بچہ کو دیا امام ابو یوسف کے نزدیک اگر دودھ کا مزہ یا رنگ باقی تھا حرمت رضاعت ثابت ہوگئی اور اگر دوا کے سبب دونوں جاتے رہے تھے تو حرمت نہ ہوگی اور امام محمد کے نزدیک اگر دوا اسے اس قدر بدل دے کہ دودھ نہ رہے بچہ کی غذا نہ ہو سکے تو حرمت نہ ہوگی ورنہ ہوگی اگرچہ رنگ، مزہ، بو سب بدل جائیں اور یہی اشبہ ہے۔ — ۳ | ۵۲۲

۳ **مسئلہ:** حرمتِ رضاعت کے لیے بچے کا پستان سے پینا ہی ضرور نہیں بلکہ جس طرح منہ یا ناک کے ذریعے دودھ اس کے جوف میں پہنچ گیا حرمت لائیگا۔ — ۴ | ۵۲۲

۴ **مسئلہ:** کھانے میں عورت کا دودھ ملایا وہ کھانا شیر خوار بچہ کو کھلایا حرمتِ رضاعت مطلقاً ثابت نہ ہوگی۔ — ۱ | ۵۲۳

۵ **مسئلہ:** نماز کا وقت اتنا ہے کہ بیوی سے صحبت کے بعد نہا کر وقت نہ ملے گا تو صحبت جائز نہیں۔ — ۱ | ۵۸۳

۶ **مسئلہ:** بہت صورتوں میں زوجہ سے صحبت حرام ہوتی ہے۔ — ۲ | ۵۸۳

۷ **مسئلہ:** نکاح یوں کیا کہ میں تجھے ایک مہینے یا ایک سال یا دو سو برس کے لیے نکاح میں لایا نکاح نہ ہوا اور اگر نکاح خالص طور پر کیا اور دل میں یہ ارادہ ہے کہ ایک مہینے یا ایک دن یا منٹ ہی بھر بعد چھوڑ دوں گا تو جائز ہوا۔ — ۲ | ۶۲۳

۸ **مسئلہ:** عورت کے جب باپ، دادا، جوان بھائی، بھتیجا اور چچا نہ ہوں تو چچا کا بیٹا اس کا ولی ہے اگر اس نے اس سے کہا میں تجھ سے نکاح کرنا چاہتا ہوں اور وہ چپ رہی اس نے دو گواہوں کے سامنے کہہ دیا کہ میں اُسے

اپنے نکاح میں لایا نکاح ہو گیا **اقول** یعنی جبکہ یہ اس کا کفو ہو یعنی مذہب یا چال چلن یا پیشے کسی بات میں ایسا کم نہ ہو کہ اس سے اس کا نکاح ہونا عرفاً معیوب سمجھا جائے۔ ۸ | ۶۲۰

۹ **مسئلہ**: زید سے کہ بے رخصت عمرو نے بطور خود اس کا نکاح ہندہ سے کر دیا نکاح صحیح ہو گیا مگر اجازت زید پر موقوف رہا اگر جائز کر دیا خواہ صراحۃً مثلاً میں اس نکاح پر راضی ہوا یا دلالۃً مثلاً کسی نے مبارک باد دی اسے قبول کیا یا منکوحہ کو کچھ حصہ مہر کا بھیجا تو جائز ہو گیا رد کر دیا تو باطل۔ ۳ | ۶۲۱

مسائل طلاق

مسئلہ: اب فتویٰ اس پر ہے مسلمان عورت معاذ اللہ مرتد ہو کر بھی نکاح سے نہیں نکل سکتی وہ بدستور اپنے شوہر مسلمان کے نکاح میں ہے مسلمان ہو کر یا بلا اسلام دوسرے سے نکاح نہیں کر سکتی۔ ۳ | ۳۹۳

۲ **مسئلہ**: کسی سے کہا تو نے اپنی عورت کو طلاق دی اس نے دبے لہجے سے کہا میں نے طلاق دی طلاق ہو گئی اور [illegible] سے کہا میں نے طلاق دی ہو گی۔ ۱ | ۴۸۰

۳ **مسئلہ**: عورت نے طلاق مانگی اس نے نہ مانا اس نے پھر کہا دی اس نے سختی سے کہا دی، نہ ہوئی، اور نرم آواز سے کہا تو ہو گئی۔ ۲ | ۴۸۰

تنبیہ: یہاں سے معلوم ہوا کہ طلاق کے مسائل بہت نازک ہیں ایک حرف کی بیشی درکنار لہجے کے بدلنے سے حکم بدلتا ہے سخت احتیاط درکار ہے۔

مسائل عتق

۱ **مسئلہ**: زید کی چار بیبیاں اور دس یا زیادہ غلام ہیں اس نے کہا میں ان میں سے ایک کو طلاق دوں تو میرا ایک غلام آزاد ہے اور دو کو تو دو، تین کو تو تین، چار کو تو چار۔ پھر چاروں کو طلاق دے دی ایک ساتھ خواہ کسی طرح ہر طرح سے دس غلام آزاد ہوں گے کہ ۱ + ۲ + ۳ + ۴ = ۱۰ ۶ | ۵۱۲

مسائل قسم

۱ **مسئلہ**: قسم کھائی کہ آج وقت ظہر سے پہلے کوئی نماز پڑھے گا دس بجے کوئی جنازہ

نمبر	مسئلہ	جلد	صفحہ
	آیا اس کی نماز پڑھی قسم پوری نہ ہوئی دو رکعت نفل پڑھنے سے پوری ہوگی، یوں ہی اگر گھس پڑا اور اس کی نماز پڑھی تو پوری ہوگی۔	۱	۳۸۱
۲	مسئلہ: گوشت کی نہ کی قسم مچھلی کھانے سے نہ ٹوٹے گی۔	۱	۳۸۶
۳	مسئلہ: قسم کھائی پانی نہ پیے گا پھر وہ پانی پیا جس میں زعفران حل گیا ہے اگر خط قلیل ہے کہ رنگنے کے قابل نہ ہوا قسم ٹوٹ گئی ورنہ نہیں۔	۳	۵۲۶
۴	مسئلہ: قسم کھائی کہ فلاں چیز تجھے دینے سے انکار نہ کروں گا اس نے مانگی اس نے وعدہ کیا تو قسم نہ ٹوٹی جبکہ وہ وعدہ ایسے وقت کے لیے نہ ہو جس تک اس کی حاجت فوت ہو جائے گی۔	۲	۷۷۸
۵	مسئلہ: قسم کھائی کہ فلاں چیز زید کو نہ دوں گا اس نے مانگی اس پر وعدہ کر لیا قسم نہ ٹوٹے گی جب تک دے نہیں۔	۳	۶۷۸
۶	مسئلہ: قسم کا کفارہ دینے کو اتنا نہیں کہ دس مسکینوں کو کھانا دے پانچ مسکینوں کو دے سکتا ہے صرف تین روزے رکھے نصف کھانا دینے کی کچھ ضرورت نہیں۔	۳	۸۰۷
۷	مسئلہ: قسم کھائی کہ نکسیر پھوٹنے سے وضو کرے گا پھر اس نے پیشاب کیا اس کے بعد ناک سے خون بہا اور وضو کیا قسم ٹوٹ گئی یہ وضو پیشاب سے بھی ٹھہرے گا اگرچہ وضو ابتداءً پیشاب سے ٹوٹ چکا تھا۔	۲	۸۱۳

مسائل حدود

نمبر	مسئلہ	جلد	صفحہ
۱	مسئلہ: شراب میں پانی یا پانی میں شراب ملا کر پی حرام مطلقاً ہے۔ مگر اگر پانی مقدار میں زیادہ ہے حد نہ لگے گی مگر یہ کہ نشہ آجائے۔	۱۱	۵۲۳

مسائل سیر

نمبر	مسئلہ	جلد	صفحہ
۱	مسئلہ: جتنے لوگ کلمۂ اسلام پڑھتے اور پھر ضروریات دین سے کسی شے کا انکار کرتے ہیں ان کا حکم مثل کافر حربی ہے کہ وہ مرتد ہیں۔	۵	۳۲۱
۲	مسئلہ: لشکر اسلام نے کسی قلعۂ کفار کا محاصرہ کیا اور معلوم ہے کہ اس میں کوئی کافر ذمی بھی ہے اس قلعہ والوں کا قتل حرام ہے کہ قتل ذمی کا اندیشہ ہے ہاں اگر یہی		

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
	بعض لوگ نکل گئے یا نکال دئے گئے یا ناجائز طور پر قتل بھی کر دئے تو اب باقیوں کا قتل جائز ہے کہ ذمی کا باقی رہنا مشکوک ہو گیا۔	۵	۴۲۸
۳	**مسئلہ:** عالم دین سنی صحیح العقیدہ کی توہین کفر ہے۔	۱	۵۰۰

مسائل شرکت

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۱	**مسئلہ:** باپ کے بعد سب بھائی ترکہ میں کام کرتے رہے اور مال بڑھا تو وہ سب کا برابر ہے اگرچہ بعض نے کام کم کیا ہو بعض نے زیادہ، بعض نے تدبیریں اچھی بتائی ہوں جن سے نفع ہوا بعض نے نہیں۔	۶	۴۲۸
۲	**مسئلہ:** بیٹا باپ کے کام میں اسے مدد دیتا ہے دونوں کے کام سے اموال پیدا ہوئے تمام اموال کا مالک صرف باپ ہے باپ فقط مددگار سمجھا جائیگا یونہی اگر زن و شوہر میں کام مرد کا ہے اور عورت مدد دیتی ہے مال میں حصہ دار نہ ٹھہرے گی۔	۸	۴۲۸
۳	**مسئلہ:** مباح چیز کے حاصل کرنے میں اگر بیٹے نے باپ کے ساتھ کام کیا تو مددگار نہ ٹھہرے گا بلکہ جو کچھ یہ مال حاصل کرے گا اس کا یہی مالک ہوگا اگرچہ اس کا کھانا پینا باپ ہی کے ذمے ہو۔	۱۰	۴۲۸
۴	**مسئلہ:** مباح لکڑی آدھی کاٹ کر چھوڑ دی دوسرے نے کاٹ کر جدا کی یا کوئی مباح پیڑ جڑ سے اکھیڑنے کے لیے دو نے مل کر زور کیا یہاں تک کہ وہ کمزور ہو کر ایک کی طاقت سے اکھڑ جانے کے قابل ہو گیا اب ان میں ایک الگ ہو گیا دوسرے نے اکھیڑا ان صورتوں میں اس لکڑی اور پیڑ کا تنہا یہ دوسرا ہی مالک ہوگا پہلے کا حصہ نہ ہوگا پھر اگر دونوں نے شرکت چاہی تھی تو پہلا اپنے اتنے کام کی مزدوری پائے گا اور اگر اس نے صرف اسے مدد دی تھی تو اجرت بھی نہیں۔	۱۲	۴۲۸
۵	**مسئلہ:** کنویں سے پانی ایک نے بھرا ابھی پانی باہر نہ نکالا تھا کہ دوسرے نے ڈول لے کر کنویں سے باہر نکال لیا اس پانی کا مالک بھرنے والا نہ ہوگا بلکہ یہ باہر نکالنے والا۔	۱۳	۴۲۸
۶	**مسئلہ:** ایک نے شکار کو ابھارا اور گھیر کر لایا دوسرے نے پکڑ لیا یہ دوسرا مالک ہوگا نہ پہلا۔	۱۴	۴۲۸

٧ مسئلہ: مباح لکڑی ایک نے کاٹی دوسرے نے اکٹھی کی یا اس نے کاٹ کر اکٹھی کر دی تھی یہ اٹھا کر لایا دونوں صورتوں میں لکڑی کا مالک پہلا شخص ہوگا اور یہ دوسرا مزدوری پائیگا اگر بطور اعانت نہ تھا۔ — ١ | ٣٢٩

٨ مسئلہ: سفر یا حضر میں دو رفیق اپنا مال ملالیں اور مل کر کھائیں تو اس میں حرج نہیں اگرچہ ایک زیادہ کھائیگا دوسرا کم۔ — ٣ | ٣٣٠

مسائل وقف

١ مسئلہ: وقف کا پانی جس لیے واقف نے معین کیا اس کے غیر میں صرف کرنا حرام ہے حتی کہ خود واقف کو۔ — ٤ | ٣١٤

٢ مسئلہ: وقفی مدارس کا پانی مثل وقف ہے اگر وضو کے لیے ہے تو عضو پر تین بار ڈالنا جائز ہے چوتھی بار حرام جبکہ دو یا تین میں شبہہ ہوا اور واقع میں تین بار ڈال چکا تھا تو دفع شبہہ کو ایک بار اور ڈالنا جائز ہے۔ — ١ | ٣١

٣ مسئلہ: جو سبیل کسی نے وضو کے لیے لگائی ہو تو اس سے پینا جائز ہے جبکہ وہ پانی کسی کی ملک ہو اور اگر واقف کا پانی ہے تو ضرور ہے کہ وقت وقف واقف نے پینے کی بھی نیت کی ہو یا اس وقت اسے معلوم ہو کہ سبیل وضو کا پانی لوگ عادۃً پیا بھی کرتے ہیں ورنہ پینا جائز نہ ہوگا۔ — ٢ | ٣١٨

٤ مسئلہ: اشیائے منقولہ بغیر جائداد غیر منقولہ وہی وقف ہو سکتی ہیں جن کے وقف کرنے کا رواج ہو۔ — ٣ | ٣١٨

٥ مسئلہ: اگر رواج ہو تو روپے اشرفی نوٹ بھی وقف ہو سکتے ہیں یوں کہ محتاجوں کو تجارت کے لیے دیئے جائیں کہ ان سے فائدہ اٹھائیں پھر صرف اصل یا مع نفع تجارت میں شرکت قرار پائی ہے تو مع نفع ان سے لے کر اور محتاجوں کو دیں یوں ہی الٹ پھیر کرتے رہیں۔ — ٥ | ٣١٨

٦ مسئلہ: رواج ہو تو مثلاً اتنے من گیہوں یوں وقف ہو سکتے ہیں کہ حاجتمند کو بیج کے لیے قرض دیئے جائیں اس کی پیداوار سے اتنے گیہوں لے کر اور کو بیج کے لیے دیئے جائیں یوں ہی کرتے رہیں۔ — ٦ | ٣١٨

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۷	مسئلہ : رواج ہو تو گائے بھینس بکری یوں وقف ہو سکتی ہے کہ دودھ دہی مکھن محتاجوں کو دیا جایا کرے۔	۶	۴۱۸
۸	مسئلہ : جنازہ کے لیے چارپائی چادر، پڑھنے کے لیے قرآن مجید، مطالعہ کے لیے کتابوں کا وقف جائز ہے۔	۸	۴۱۸
۹	مسئلہ : پل اور سقائے کا وقف صحیح ہے۔	۹	۴۱۸
۱۰	مسئلہ : جائداد غیر منقولہ کے ساتھ اس کے توابع منقولات بغیر رواج بھی وقف ہو سکتے ہیں مثلاً زمین کے ساتھ بیل ہل۔	۱۰	۴۱۸
۱۱	مسئلہ : پانی کسی طرح وقف نہیں ہو سکتا	۱	۴۱۹
۱۲	مسئلہ : وقف خود کسی کی ملک نہیں ہو سکتا۔ ہاں وقف کا محاصل موقوف علیہم کو دیئے جانے کے بعد ان کی ملک ہو جائیگا اور وقف علی الاولاد میں پھل وغیرہ ظاہر ہوتے ہی حسب حصص ان کی ملک ہو جائیں گے اگر قبل تقسیم ان میں کوئی مر جائے اس کا حصہ اس کے وارثوں کو پہنچے گا۔	۴	۴۱۹
۱۳	مسئلہ : جب مسجد اس وقتی سقایوں حوضوں میں جو پانی زر وقف سے بھرا گیا وہ حکم وقف میں ہے اس کا کوئی مالک نہیں اور واقف نے جس غرض کے لیے رکھا ہے اس کے غیر میں صرف نہیں ہو سکتا۔	۵	۴۱۹
۱۴	مسئلہ : آدمی اپنی ملک سے جو سبیل لگائے اس کا پانی اسی کی ملک رہتا ہے ہاں لوگوں کو اس کا صرف کرنا مباح ہے وہ بھی اسی طور پر جو مالک نے رکھا یا اس کی اجازت سے دوسرے کام میں۔	۶	۴۱۹
۱۵	مسئلہ : مسجد کے حوض یا سقائے جو نمازیان مسجد کے وضو کو بھرے جاتے ہیں ان کا پانی گھروں میں لے جانا حرام ہے اگرچہ وضو کو مگر باجازت مالک اگر کسی نے اپنی ملک سے بھروائے یا اول روز سے اجازت واقف ہو اگر زر وقف سے بھرے گئے۔	۷	۴۱۹
۱۶	مسئلہ : جاڑے میں مسجد کے سقائے گرم کیے جاتے ہیں بعض لوگ پانی گھر کو لے جاتے ہیں بلا اجازت مذکورہ حرام ہے بہت احتیاط چاہیئے۔	۱	۴۲۰
۱۷	مسئلہ : پینے کی سبیل سے اگر عورتوں کے پینے کو گھروں میں لے جانے کی اجازت		

ہے تو جائز ہے۔ ۴۲۰ ۔ ۲

۱۸ **مسئلہ:** سبیل اگر خاص راہگیروں کے لیے ہے اس میں سے گھروں کو لے جانا حرام ہے بلکہ اگر خاص ایک قسم کے راہگیروں کے لیے ہے تو صرف انھیں کے لیے جائز ہے جیسے بعض جاہل لوگ عشرۂ محرم خاص ہمراہیان تعزیہ کے لیے شربت کرتے ہیں دوسرے اس میں سے بے اجازت نہیں پی سکتے بلکہ اگر خاص ایک تعزیہ والوں کے لیے کیا تو دوسرے تعزیہ والوں کو پینا جائز نہیں اگرچہ تعزیہ خود بدعت و ناجائز ہے۔ ۴۲۰ ۔ ۳

مسائل بیع

۱ **مسئلہ:** بیع تعاطی سے جائز ہے کہ بائع و مشتری زبان سے کچھ نہ کہیں یہ چیز دے لے وہ ثمن دے دے مثلاً روٹی کا عام بھاؤ ایک پیسہ ہے زید عمرو کی دکان پر آیا چار پیسے اس کے سامنے رکھے اور چار روٹیاں لے لیں عمرو نے کچھ نہ کہا بیع ہو گئی۔ ۴۲۱ ۔ ۱

۲ **مسئلہ:** زید کی نیت سے کوئی چیز خریدتا زید کو اس کا مالک نہیں کرتا یہ خریدنے والا ہی مالک ہوگا جب زید کو دے گا اس وقت زید کی ملک ہوگی اور اگر نہ دے تو اس پر کچھ الزام نہیں ہاں اگر عقد بیع میں زید کی طرف اضافت ہو مثلاً مشتری کہے یہ چیز زید کے ہاتھ بیع کر دے بائع کہے میں نے زید ہی مشتری کہے میں نے زید کے واسطے قبول کی یا بائع کہے میں نے زید کے ہاتھ بیچی مشتری کہے میں نے قبول کی تو البتہ یہ بیع زید کے لیے ہوگی اگر وہ جائز رکھے گا چیز کا مالک ہی ہوگا نہ جائز رکھے گا تو بیع رد ہو جائے گی۔ ۴۲۱ ۔ ۲

۳ **مسئلہ:** اگر کوئی چیز بیچے اور بائع زیادہ سے زیادہ تین دن تک کے لیے اپنا اختیار شرط کرے کہ چاہوں تو اس مدت میں بیع قائم رکھوں یا نہ رکھوں اس صورت میں مدت مذکورہ تک مبیع ملک بائع ہی پر رہے گی اور مشتری کو اس میں تصرف جائز نہ ہوگا اگرچہ بائع نے مبیع اس کے قبضے میں دے دی ہو ۴۲۲ ۔ ۳

۴ **مسئلہ:** کسی نے کہا میری طرف سے اپنا غلام اتنے روپوں کے بدلے آزاد کر دے اس نے کر دیا اس بیع میں نہ ایجاب و قبول کی حاجت ہے نہ یہ ضرور ہے کہ مول دہ غلام اس کے قبضے میں دینے پر قادر ہو نہ یہ اُسے کسی عیب کے سبب یا اس بنا پر کہ میں نے بے دیکھے خریدا تھا واپس کر سکتا ہے کہ یہاں بیع آزاد کر دینے کے ضمن

میں پائی گئی ہے تو اصالۃً۔ ۷ | ۸۲۲

مسائل شہادت

۱ مسئلہ: تہبند پا جامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ ہے۔ ۳ | ۱۵۸

مسائل وکالت

۱ مسئلہ: کسی کو سو روپے دیئے کہ گھوڑا مجھے خرید دے کسی خاص گھوڑے کے لیے نہ کہا وکیل نے ایک گھوڑا سو روپے کو خریدا اور عقد میں موکل کا نام نہ لیا کہ اس کے لیے خریدا نہ زر موکل پر عقد وارد کیا کہ اس مال کے بدلے خریدا نہ قیمت میں خاص وہ روپے دیے یا موکل نے روپے دیے ہی نہ تھے اس صورت میں اگر وکیل اقرار نہ کرے کہ یہ گھوڑا میں نے موکل کے لیے خریدا ہے تو گھوڑا وکیل ہی کی ملک ٹھہرے گا موکل کو اس پر دعویٰ نہیں پہنچتا اور عند اللہ نیت کا اعتبار ہے اگر اس کے لیے خریدا اس کا ہے اگرچہ بعد کو منکر ہو جائے۔ ۴ | ۳۲۶

۲ مسئلہ: کسی کو غیر معین چیز خریدنے کا وکیل کیا [illegible] وقت عقد کا ہے تو اگر اس نے عقد موکل کی طرف اضافت کیا کہ فلاں کے ہاتھ بیچ کر دے اس نے کہا میں نے فلاں کے ہاتھ بیچ کی جب تو ظاہر ہے کہ موکل مالک ہوگا اور اگر مطلق خریدا تو اگر مال موکل کی طرف عقد اضافت کیا کہ اس روپے کے بدلے دے تو موکل مالک ہے اور اپنے مال کی طرف تو خود مالک ہے اور کسی خاص مال کی طرف اضافت بھی نہ کی تو نیت پر مدار ہے اپنی نیت سے خریدا تو خود مالک ہے اور موکل کی نیت سے تو وہ، اور خرید کے وقت نیت بھی کچھ نہ تھی یا نیت میں اختلاف پڑا مثلاً کہتا ہے میں نے اپنے لیے خریدا موکل کہتا ہے میرے لیے خریدا یا بالعکس تو قیمت میں جس کا مال دیا وہی مالک ٹھہرے گا۔ ۱ | ۳۳۲

۳ مسئلہ: پانی مول لینے کے لیے وکیل کیا وکیل نے زعفران ملا ہوا پانی خریدا اگر بمنزلہ پانی ہی کہا جائیگا موکل کا ٹھہرے گا اور رنگ کہلائے گا تو موکل پر لازم نہ ہوگا وکیل اپنے لیے خریدنے والا ٹھہرے گا۔ ۵ | ۵۲۷

مسائل دعوٰی

۱ **مسئلہ:** مدعی کے پاس گواہ نہ تھے مدعا علیہ کا حلف چاہا حاکم نے اُس سے حلف کو کہا وہ چپ رہا یہ سکوت بھی انکار ہے جبکہ گونگا یا بہرا نہ ہو۔ ۳ | ۲۲۹

۲ **مسئلہ:** اس صورت میں مستحب ہے کہ قاضی اس سے تین بار حلف کو کہے اگر سکوت کرے انکار ٹھہرا کر مدعی کو ڈگری دے دے۔ ۵ | ۲۲۹

مسائل ہبہ

۱ **مسئلہ:** کھانے پینے کی چیز جو بچوں کا نام کرکے بھیجتے ہیں اس میں سے ماں باپ کھا سکتے ہیں کہ اصل مقصود ماں باپ کو بھیجنا ہوتا ہے اور چیز تھوڑی سمجھ کر بچوں کا نام لیا جاتا ہے۔ ۲ | ۳۲۹

۲ **مسئلہ:** اگر معلوم ہو کہ دینے والے نے واقعی بچے ہی کو دی ہے ماں باپ کو دینا مقصود نہیں تو ماں باپ کو اس میں سے کھانا [illegible]۔ ۳ | ۳۲۹

۳ **مسئلہ:** مال جس میں تصرف اس کا مالک کسی شخص یا جماعت کو مباح کر دے جیسے سبیل کا پانی یا دعوت کا کھانا یا جس نے کہہ دیا ہو کہ میرے باغ کے پھل جو چاہے کھائے وہ مال تصرف کے وقت بھی مالک ہی کی ملک ہوتا ہے لینے والوں کی ملک نہیں ہو جاتا ولہذا مہمان کو جائز نہیں کہ جو کھانا اس کے سامنے رکھا گیا یا اس کے کھانے سے بچ رہا اس میں سے بے اجازت مالک کسی غیر کو کوئی ٹکڑا دے ہاں اجازت دلالۃً بھی کافی ہے جب یقیناً معلوم ہو کہ اتنا تصرف وہ روا رکھے گا اسے ناگوار نہ ہوگا۔ ۳ | ۳۳۵

۴ **مسئلہ:** ولی نے جو چیز بچے کو کھانے پینے کے لیے اپنے مال سے دی اور اسے مالک نہ کر دیا اس میں سے ولی کو جائز ہے کہ دوسرے کو دے دے اور اگر نابالغ ہی کے مال سے تھی یا اسے دے کر مالک کر دیا تو اب کسی کو نہیں دے سکتا۔ ۱ | ۳۳۸

۵ **مسئلہ:** دی ہوئی چیز پھیر لینا گناہ ہے اگرچہ موہوب لہ خوشی سے پھیر دے۔ ۵ | ۳۳۳

۶ **مسئلہ:** شوہر نے گواہوں کے سامنے عورت سے کہا اقرار تیرا [illegible] کرے کہ تو نے مہر بخش دیا اس نے دو بار کہا ہاں بخش دیا۔ گواہوں نے کہا ہم گواہ ہو جائیں اُس نے

دو بار کہا ہاں ہو جاؤ۔ قرینہ و حالت سے معلوم ہوگا کہ اس کا یہ کہنا واقعی ہے یا طنز سے ۔ ۳ ۔ ۴۸۰

مسائل اجارہ

۱ مسئلہ: جس اجیر کا وقت مول لیا مثلاً آٹھ ماہوار پر خدمت گار، وہ اجیر خاص کہلاتا ہے وہ اس وقت میں دوسرے کا کام نہیں کر سکتا اور اس کی تنخواہ کام پر موقوف نہیں اگر اس نے وقت دیا اور رات کام سے خالی بیٹھا رہا تنخواہ پائے گا اور اگر اسے جو کام بتایا تھا اس نے کیا اور کسی نے آکر بگاڑ دیا جب بھی اسے تنخواہ ملے گی اور اس کے کام کرنے میں جو چیز ٹوٹ گئی اس پر اس کا تاوان نہیں۔ ۱ ۔ ۴۲۴

۲ مسئلہ: کسی کو مثلاً ایک دن یا دس دن کے لیے نوکر رکھا کہ جنگل کی مباح چیز مثلاً لکڑی پھول پھل پتے پالا پانی وغیرہ اس کے لیے جمع کر کے لائے یہ جائز ہے جو اجرت اس کی ٹھہری اسے ملے گی اور شے کا مالک یہ نوکر رکھنے والا ہوگا۔ ۲ ۔ ۴۲۴

۳ مسئلہ: اگر وقت مقرر نہ کیا بلکہ چیز معین کی مثلاً یہ لکڑی تو اجارہ فاسد ہے دونوں گنہگار ہوں گے اور اجیر اجرت مقررہ سے اس قدر پائے گا جو معمولی حد سے زیادہ نہ ہو اور شے اب بھی اسی نوکر رکھنے والے کی ملک ہوگی۔ ۳ ۔ ۴۲۴

۴ مسئلہ: اگر وہ لکڑی اسی نوکر رکھنے والے کی ملک ہے اور اس کے لیے وقت مقرر نہ کیا بلکہ لکڑی معین کر دی جیسے لکڑی چیرنے والوں کے ساتھ معمول ہے تو یہ جائز ہے اور اجیر اجرت مقررہ پائے گا۔ ۴ ۔ ۴۲۴

۵ مسئلہ: کسی سے کہا کہ اس شیر یا بھیڑیے کو قتل کرو تجھے ایک روپیہ دوں گا اور وہ جانور چھوٹا ہوا ہے بند نہیں تو یہ اجارہ فاسد ہے ایسا کام اگر ایک روپے یا زیادہ کے قابل ہے تو اسے ایک ہی روپیہ ملے گا اور کم کے قابل ہے تو کم اور وہ شکار اس اجرت دینے والے کی ملک ہوگا۔ ۱ ۔ ۴۲۵

۶ مسئلہ: اگر کسی کو شکار کرنے یا نالش یا مقدمہ لڑانے یا اپنے دَین کا تقاضا کرنے یا قبضہ کرنے کو اجیر کیا اور وقت بیان کیا کہ ایک دن یا ایک مہینہ مثلاً تو اجارہ صحیح ہے حسب اجرت مقررہ کی دی جائے گی ورنہ فاسد ہے اجرت مثل و اجرت مقررہ میں جو کم ہوگا وہ دیا جائے گا یہ مسئلہ ضرور حفظ کرنے کا ہے کہ آج کل وکیلوں کا تقرر بلا تعیین مدت

ہوتا ہے سوال کے جن کا ہر پیشی پر مختانہ قرار پاتا ہے۔ (۴۲۵ — ۷)

۷ — **مسئلہ:** نان بائی سے کہا میں نے تجھے آج کے دن کے لیے اس پر اجیر کیا کہ تو ایک روپے اجرت پر لگا دے یہ اجارہ فاسد ہے کہ اس میں عمل اور وقت دونوں پر عقد اجارہ وارد کیا۔ (۴۲۵ — ۸)

۸ — **مسئلہ:** اگر نان بائی سے یوں کہا کہ میں نے تجھے یہ آٹا پکانے کے لیے ایک روپے پر اجیر کیا اس شرط پر کہ آج ہی پکا دے یا یوں کہا جیسا یہاں معمول ہے کہ یہ آٹا آج پکا دے ایک روپیہ دوں گا تو یہ جائز ہے کہ اجارہ فقط عمل پر ہوا۔ (۴۲۶ — ۱)

۹ — **مسئلہ:** جسے کسی چیز مباح کے لانے پر اجیر کیا اور نہ وقت اجارہ مقرر کیا نہ وہ شئے معین کی تو اس مباح کو اگر اپنی نیت سے لے گا خود مالک ہوگا مستاجر کی نیت سے لے گا تو وہ مالک ہوگا اور اگر کوئی نیت نہ کی یا نیت میں اختلاف پڑا یہ کہتا ہے میں نے اپنے لیے لی مستاجر کہتا ہے میرے لیے لی تو جس کے برتن میں لی اس کے لیے ہوگی۔ (۴۳۱ — ۲)

۱۰ — **مسئلہ:** شرع میں دلالت بھی مثل صریح ہے مگر جب صریح اس کے خلاف ہو تو دلالت معتبر نہیں مثلاً قبر پر قرآن مجید پڑھنے کی اجرت بھی منع ہے لوگ جو مقرر کرتے ہیں اور اجرت کا نام درمیان میں نہیں آتا بعد کو لیتے دیتے ہیں یہ بھی اجرت ہی ہے کہ عادۃً معلوم ہے کہ وہ لینے ہی کو پڑھتے ہیں اور یہ پڑھنے ہی پر دیتے ہیں ہاں اگر صاف کہہ دیں کہ دیا کچھ نہ جائے گا پھر دیں تو حرج نہیں کہ تصریحاً نفی اس عادت کی دلالت پر مقدم ہے۔ (۴۸۰ — ۵)

مسائل حجر

۱ — **مسئلہ:** غلام کو تجارت کا اذن دیا تو جو دعوت تاجروں کا دستور ہے غلام بھی اس مال سے کر سکتا ہے۔ (۴۳۰ — ۱)

۲ — **مسئلہ:** سمجھ وال بچہ اگر ماذون ہے یعنی اس کے ولی شرعی نے اسے خرید و فروخت کی اجازت دے دی ہے اس کا پانی یا اسی قسم کی اور چیز جو اس کی ملک ہو پورے داموں کو اس سے خرید سکتے ہیں۔ (۴۳۳ — ۳)

۳ — **مسئلہ:** نابالغ اگرچہ قریب بلوغ ہو وہ اپنی ملک سے ایک گھونٹ پانی نہ کسی کو

منت دے سکتا ہے نہ کوئی چیز بازار کے بھاؤ سے ایسی کمی پر بیچ سکتا ہے جسے صریح غبن کہیں، نہ اس کے ولی کو اس کے مال میں ان دونوں صورتوں کا اصلاً اختیار۔

۲۲۲ | ۴

۴ مسئلہ: معتوہ یعنی بوہرے کی تعریف اور بہ کہ اس کا اور سمجھ والے بچے کا ایک حکم ہے اس کا بھرا پانی بھی وہی حکم رکھتا ہے جو نابالغ کا۔ یونہی اس کی ہر بات مثل بچے نابالغ ہے۔ یہاں تک کہ اس پر نماز فرض نہیں پڑھے گا تو نفل ہوگی۔ عاقل بالغ فرض و واجب و تراویح بلکہ نفل میں بھی اس کی اقتدا نہیں کر سکتا۔

۲۲۲ | ۵

۵ مسئلہ: جو تصرف خالص نفع ہے جیسے ہبہ قبول کرنا وہ صبی عاقل بے اذن ولی کر سکتا ہے اور جس میں نفع و نقصان دونوں کا احتمال ہو جیسے خرید و فروخت وہ ولی کی اجازت سے کر سکتا ہے اور جو محض ضرر ہے جیسے عورت کو طلاق دینا غلام آزاد کرنا کسی کو کچھ مال بخش دینا یہ نہ وہ کر سکتا ہے نہ ولی اجازت دے سکتا ہے۔

۲۲۶ | ۸

مسائل غصب

۱ مسئلہ: گمان ہوا کہ یہ چیز باپ کے پاس زید کی امانت تھی یہ گمان پر زید کے وارثوں کو دے دی پھر معلوم ہوا کہ وہ اس کے باپ ہی کی تھی ان سے واپس لے گا اور اگر وہ خرچ کر چکے تاوان لے گا۔

۲۲۳ | ۳

۲ مسئلہ: حساب کتاب میں غلطی سے گمان ہوا کہ زید کے ۱۰۰ سو روپے مجھ پر آتے ہیں پھر ظاہر ہوا کہ حساب برابر ہو چکا تھا وہ روپے اس سے واپس لے گا۔

۲۲۳ | ۳

۳ مسئلہ: پانی میں اختلاف ہے کہ مثلی ہے یا قیمی، مثلاً اگر کسی کا مشک بھر پانی کسی نے خرچ لیا یا پھینک دیا ـــــ تو اسی مشک بھر پانی اسے دینا ہوگا یا اس کی قیمت اور مصنف کی تطبیق کہ پانی بایں معنی مثلی ہے کہ اس کے حصوں کی یکساں حالت ہوتی ہے ایک گھڑے سے دو لوٹوں میں پانی لو تو دونوں پانی ایک سے ہوں گے جیسے سیر بھر گیہوں کے دو حصے کرو تو ایک دوسرے کے مثل ہوگا اسی کو مثلی کہتے ہیں اور اسے بایں معنی قیمی کہا گیا ہے کہ وہ ناپا یا تولا نہیں جاتا۔

۲۲۹ | ۴

مسائلِ قسمت

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۱	**مسئلہ:** روپیہ اشرفی غلہ جو چیزیں مثلی ہیں ان میں سے بالغ وارث بطور خود اپنا حصہ نابالغوں کے حصے سے جدا کر سکتے ہیں اور یہ تقسیم مقبول رہے گی اگر نابالغوں کا حصہ ان کے لیے سلامت رہے اگر وہ تلف ہو جائے تو تقسیم کالعدم ہو کر یہ ٹھہرائیں گے کہ جو جاتا رہا وہ بالغ نابالغ سب کے حصوں میں سے گیا باقی میں سے نابالغوں کو حصہ دیا جائیگا۔	۲	۴۳۹
۲	**مسئلہ:** یہی حکم ایسی چیزوں میں شریک حاضر و غائب کا ہے جو شریک موجود ہے اپنا حصہ بطور خود لے سکتا ہے اور یہ تقسیم صحیح رہے گی اگر شریک غائب کا حصہ اس کے لیے سلامت رہے ورنہ جو گیا دونوں کا تھا اور جو باقی رہا دونوں کا ہے۔	۳	۴۳۹

مسائلِ حظر و اباحت

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۱	**مسئلہ:** اپنے دامن یا آنچل سے بدن پونچھنا شرعاً منع نہیں مگر دامن سے ہاتھ منہ پونچھنے سے اہل تجربہ منع فرماتے ہیں کہ اس سے بھول پیدا ہوتی ہے۔	۱	۳۰
۲	**مسئلہ:** کھانے کے بعد کاغذ سے ہاتھ پونچھنا نہ چاہیے۔	۳	۳۰
۳	**مسئلہ:** کھانے کے بعد اپنے عمامہ وغیرہ لباس سے ہاتھ پونچھنا منع ہے مصنف کے نزدیک یہ ممانعت اس وقت ہے کہ ابھی ہاتھ نہ دھوئے ہوں یا دھونے کے بعد بھی چکنائی یا بو باقی ہو جس سے کپڑا خراب ہو۔	۴	۳۰
۴	**مسئلہ:** تنہا پاجامہ پہنے راہ میں نکلنے والا ساقط العدالۃ مردود الشہادۃ ہے	۳	۱۵۸
۵	**مسئلہ:** جس انگشتری پر کوئی متبرک نام لکھا ہو وقتِ استنجا اس کا اتار لینا بہت ضرور ہے۔	۸	۱۶۱
۶	**مسئلہ:** مطلقاً حروف کی تعظیم چاہیے خواہ کچھ لکھا ہو۔	۹	۱۶۱
۷	**مسئلہ:** جس انگشتری پر کچھ لکھا ہو اسے پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ ہے۔	۱	۱۶۲
۸	**مسئلہ:** تعویذ اگر غلاف میں ہو تو اسے پہن کر بیت الخلا میں جانا مکروہ نہیں پھر بھی اس سے بچنا افضل ہے۔	۲	۱۶۲

نمبر	مسئلہ	سطر	صفحہ
۹	**مسئلہ**: طلوع صبح صادق سے طلوع شمس تک دنیوی کلام مطلقاً مکروہ ہے۔	۲	۱۹۷
۱۰	**مسئلہ**: نماز عشاء پڑھنے کے بعد بے حاجت دنیوی باتوں میں اشتغال مکروہ ہے۔	۳	۱۹۷
۱۱	**ف**: لعب و لہو و ہزل و لغو و باطل و عبث متقارب المعنیٰ ہیں۔	۵	۲۰۰
۱۲	**مسئلہ**: عبادات و محنت وغیرہ کے بعد دفع کلال و ملال و حصول تازگی و راحت کے لیے احیاناً کسی امر مباح میں مشغولی جیسے جائز اشعار عاشقانہ کا پڑھنا سننا شرعاً مباح بلکہ مطلوب ہے۔	۱	۲۰۱
۱۳	**مسئلہ**: صلۂ رحم اور اپنے اقربا کی مواسات عمدہ حسنات سے ہے مگر اگر نیت لوجہ اللہ نہ ہو بلکہ مثلاً خون کی شرکت اور طبعی محبت کا تقاضا، تو اس سے عند اللہ کچھ فائدہ نہیں۔	۲	۲۰۱
۱۴	**مسئلہ**: نماز میں انگلی چٹکانا گناہ و ناجائز ہے یوں ہی اگر نماز کے انتظار میں بیٹھا ہے یا نماز کے لیے [illegible] اگر حاجت ہو مثلاً انگلیوں میں بخارات کے سبب کسل پیدا ہو تو خالص اباحت ہے اور بے حاجت خلاف اولیٰ و ترک ادب ہے۔	۱	۲۰۵
۱۵	**مسئلہ**: یہی سب احکام اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈالنے کے ہیں۔	۲	۲۰۵
۱۶	**مسئلہ**: ہاتھ پاؤں سینہ پشت پر بال ہوں تو نُورہ سے دُور کرنا بہتر ہے اور موئے زیر ناف پر بھی استعمالِ نورہ آیا ہے۔	۳	۲۱۰
۱۷	**ف**: تنبیہ ضروری بہت ضروری: آریوں پادریوں وغیرہم کے لکچر بذاتِ خود سننے کو جانے سے قرآن عظیم سخت ممانعت فرماتا ہے۔	۲	۲۱۳
۱۸	**مسئلہ**: بلا ضرورت پاک چیز کو ناپاک کرنا حرام ہے۔	۱	۲۲۱
۱۹	**مسئلہ**: بے وضو آیت کو چھونا تو خود ہی حرام ہے اگرچہ آیت کسی اور کتاب میں لکھی ہو مگر قرآن مجید کے سادہ حاشیہ بلکہ پٹھوں بلکہ چولی کا بھی چھونا حرام ہے ہاں جزدان میں ہو تو جزدان کو ہاتھ لگا سکتا ہے۔	۱	۲۲۲

۳۴	**ف** : بے کسی صحیح وجائز حاجت شرعی کے سمندر میں سوار ہونا نہ چاہیے کہ اس کے نیچے آگ ہے۔	۱	۲۰۹
۳۵	**مسئلہ** : ہنود ونصاریٰ کے برتن اگر خرید ے یا کسی طرح ملے ان میں بغیر پاک کیے کھانا پینا مکروہ ہے۔	۱	۲۱۵
۳۶	**مسئلہ** : اگر مرجاتے ہیں اگر جنگل میں ایک کتا ایک حربی کافر پیاس سے مرے جاتے ہوں اور مسلمان کے پاس ایک کی پیاس کے قابل پانی ہے کتے کو پلائے اور حربی کو نہ دے۔	۴	۲۲۱
۳۷	**مسئلہ** : سوال جو بے ضرورت شرعیہ حرام ہے کچھ مال ہی مانگنے پر موقوف نہیں بلکہ اجنبی سے کسی کام یا خدمت کو کہنا بھی سوال میں داخل ہے خصوصاً دوسرے کے نابالغ بچے یا کنیز وغلام سے **اقول** یونہی کسی کے نوکر سے کام لینا جبکہ باہم انبساط و بے تکلفی اس حد تک نہ ہو۔	۹	۲۳۷
۳۸	**مسئلہ** : رافضی کے یہاں کچھ کھانا پینا ہرگز نہ چاہیے۔	۲	۵۴۲
۳۹	**مسئلہ** : جواب سلام میں دیر روا نہیں۔	۱	۶۱۹
۴۰	**مسئلہ** : سلام شروع ملاقات کے وقت سے دیر کے بعد یا کچھ کلام کر کے خلاف سنت ہے۔	۲	۶۱۹
۴۱	**مسئلہ** : بچے نے جب تک بات نہ کی ہو اُسے مرد وعورت سب بے پردہ نہلا سکتے ہیں یہی وہ عمر ہے جس تک ستر عورت کی احتیاج نہیں۔	۲	۶۵۶
۴۲	**مسئلہ** : بدن یا بال دیکھنے یا چھونے میں جو حکم زندے کا تھا وہی مُردے کا ہے **اقول** بلکہ بعض جگہ زائد کہ شوہر حیات میں مس کرسکتا ہے اور بعد موت اس کے بدن کو اصلاً ہاتھ نہیں لگا سکتا۔	۴	۶۵۶
۴۳	**مسئلہ** : دوسرے کی کنیز شرعی کا حکم مثل اپنی محرم عورت کے ہے کہ پیٹ پیٹھ اور ناف سے زانو کے نیچے تک دیکھنا جائز نہیں اس کے سوا میں جائز ہے بلکہ خوفِ فتنہ نہ ہو یا حاجت شرعیہ ہو تو چھونا بھی۔	۱	۶۵۸
۴۴	**مسئلہ** : اجنبی آزاد عورت کے منہ کی صرف ٹکلی جس میں کان یا گلے یا بالوں کا کوئی ذرہ داخل نہیں اور ہتھیلیاں اور تلوے دیکھنا اگرچہ حرام نہیں۔ ہاں مکروہ تحریمی ہے کہ ترک کو جنگ		

نمبر	مسئلہ	جلد	صفحہ
	مگر اُس کے اُن مواضع کا بھی چھونا مطلقاً حرام ہے ولہٰذا شیخ کو حرام ہے کہ اجنبی عورت کا ہاتھ پکڑ کر بیعت لے۔	۲	۶۵۸
۴۵	**مسئلہ:** دوسرے کی کنیز شرعی اگر اس کے سر میں تیل ڈالے یا ہاتھ پاؤں دبائے یا نہلانے میں اس کا پیٹ پیٹھ لے جائز ہے جبکہ نیت بد نہ ہو۔	۳	۶۵۸
۴۶	**مسئلہ ضروریہ اشد ضروریہ:** آزاد عورت کو حرام ہے کہ کسی نامحرم مرد کے بدن کو ہاتھ لگائے اگرچہ ہاتھ یا پاؤں کو، اور مرد پر حرام ہے کہ اسے اس کی اجازت دے، یہاں سے مشائخ زمانہ سبق لیں کہ اجنبی جوان مریدات اور وہ خود بھی ضعیف نہیں پھر یہ ان کے قدم لیتیں اُن کے ہاتھوں کو بوسہ دیتیں آنکھوں سے لگاتی ہیں اُن پر فرض ہے کہ انھیں ان حرکات سے بشدت روکیں یوں ہی بعض لوگ نہانے میں نائی یا اصیل سے ہاتھ پاؤں یا پیٹھ ملواتے ہیں یہ بھی حرام ہے اور احتراز فرض ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔ البتہ اگر عورت بہت ضعیفہ بڑھیا ہے کہ محلِ فتنہ نہیں یا یہ بہت ضعیف بڈھا ہے اور طرفین سے کسی جانب احتمالِ فساد نہیں تو مصافحہ کی اجازت ہے۔ **اقول** تو یوں ہی اس سے پاؤں چھونے سے اس عورت کی مخالفت نہ کی جائے گی اور اسی قیاس پر پیٹھ ملنا جبکہ ہر طرح فتنہ سے امن ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔	۳	۶۵۸
۴۷	**مسئلہ:** جہاں کوئی نجاست پڑی ہو تلاوت مکروہ ہے۔	۲	۶۶۳
۴۸	**مسئلہ:** اگر کوئی جنب یا حیض یا نفاس والی عورت پاس موجود ہو تو قرآن عظیم کی تلاوت میں کوئی حرج نہیں بلکہ اگر اپنی عورت حائضہ یا نفساء کی گود میں سر رکھے لیٹا ہو اُس وقت بھی تلاوت کر سکتا ہے۔	۳	۶۶۳
۴۹	**مسئلہ:** کپڑے میں بانے کا اعتبار ہوتا ہے تانے کا لحاظ نہیں، بانا اگر ریشم ہو مرد کو ناجائز ہے اگرچہ تانا سوت ہو، اور بانا سوت ہے تو جائز اگرچہ تانا ریشم ہو۔	۲	۶۷۹
۵۰	**مسئلہ:** مٹی کھانا حرام ہے جتنی زیادہ کہ مضر ہے خاکِ شفا شریف سے تبرکاً قدرے چکھ لینا جائز ہے جیسے پان میں چونا، کما فی نصاب الاحتساب۔	۳	۶۹۶
۵۱	**مسئلہ:** سیپ کا چونا حرام ہے جس پان پر وہ چونا لگا ہو اس کا کھانا حرام ہے۔	۲	۷۰۱
۵۲	**مسئلہ:** بلا ضرورت دوا منہ پر کوئی ایسی چیز ملنا جس سے صورت بگڑے ناجائز ہے۔	۲	۷۰۳

۵۳	مسئلہ: جہاد میں حربی کافروں کے ساتھ بھی مثلہ کرنا یعنی قتل کے بعد ناک، کان کاٹنا حرام ہے۔ ہاں عین قتال میں جہاں بھی ضرب ہو جو کچھ بھی قطع کیا جائے کمال اجر ہے۔	۳	۷۰۳
۵۴	مسئلہ ضروریہ: بعض نوجوان جو آپس میں کیچڑ سے کھیلتے ہیں ایک دوسرے کے منہ پر کیچڑ ملتے ہیں یا ہنسی سے کسی کے سوتے میں اس کے منہ پر کالک لگاتے ہیں یہ سب حرام ہے۔	۴	۷۰۳
۵۵	مسئلہ: جس طرح بے وضو قرآن مجید کے حرفوں کو چھونا حرام ہے یونہی اس کے حاشیہ کی سادہ بیاض کو، یونہی اس کی جلد کو، یونہی چولی کو جو پٹھوں پر چڑھی ہوئی ہے، ہاں جزدان یا صندوق میں ہو تو ان کا چھونا جائز ہے۔	۱	۷۲۳
۵۶	مسئلہ: مسلمان کو جائز نہیں کہ باختیار خود اپنے نفس کو ذلت میں ڈالے مثلاً خدمتگاری کی نوکری حدیث میں اس سے منع فرمایا۔	۳	۷۵۵
۵۷	مسئلہ: اگر کوئی مسلمان بھوک یا پیاس سے مرتا ہو اس کی اعانت مسلمانوں پر فرض ہے۔ ایسی حالت میں اگر وہ دوسرے کے پاس کھانا پانی پائے اس پر مانگنا فرض ہے اور یہ خود مجبورانہ محتاج نہ ہو تو اس پر دینا فرض ہے۔	۸	۷۵۵
۵۸	مسئلہ: پانی ضائع کرنا حرام ہے۔	۲	۸۰۷
۵۹	مسئلہ: مال ضائع کرنا حرام ہے۔	۱	۸۰۸

مسائل احیاء موات

۱	مسئلہ: خودرو گھاس مالک کی ملک نہیں ہوتی جو کاٹ لے اسی کی ہے مگر اگر زمین جوتی اسے پانی دیا کہ گھاس اُگے تو اب یہ گھاس اس کی ملک ہوگی دوسرا بے اس کی اجازت کے نہیں لے سکتا۔	۱	۴۱۷
۲	مسئلہ: مباح چیز جیسے دریاؤں کا پانی جنگل کا خودرو پھل پھول ان پر جس کا ہاتھ پہلے پہنچ جائے اور قبضہ کرے وہی مالک ہو جاتا ہے اس تفصیل پر جو آگے مذکور ہے۔	۲	۴۲۲
۳	مسئلہ: کسی مباح چیز کے لینے کے لیے دوسرے کو اپنا نائب یا وکیل یا خادم		

یا مددگار رہا تا صحیح نہیں جسے وکیل کیا جب وہ قبضہ کریگا وہی مالک ہوجائیگا۔ ۳ ۴۲۲

۴ مسئلہ: کسی سے بلا اجرت کہا جنگل سے میرے لیے لکڑیاں یا پتے وغیرہ لے آؤ یا مثلاً ہرن یا مچھلیاں شکار کر لاؤ اس نے کیا لکڑیوں پتوں شکار کا خود ہی مالک ہوا یوں ہی جنگل میں جو برف آسمان سے گرا وہ منگوایا تو اٹھانے والا ہی مالک ہوگا۔ ۱ ۴۲۳

۵ مسئلہ: مباح چیزوں کی تحصیل جیسے غیر مملوک جنگل سے گھاس لکڑی شکار یا دریا یا نہر کنویں سے پانی لینا اس میں شرکت نہیں ہوسکتی کہ ایک کرے اور دونوں کی ملک ہو بلکہ جو جتنی چیز لے گا وہی تنہا اس کا مالک ہوگا اور جو چیز دونوں نے مل کر حاصل کی مثلاً ایک لکڑی دونوں نے نکالی تو دونوں اس کے مالک ہوں گے اور اگر ایک نے قبضہ کیا اور دوسرا مددگار تھا تو چیز قابض کی ہوگی اور مددگار کو مزدوری ملے گی جو کچھ ایسے کام پر ملتی ہو ۶ ۴۲۸

۶ مسئلہ: جو سرکاری زمین میں باذن سلطان کنواں کھودے اس کے گرد چالیس چالیس ہاتھ تک دوسرے کو کنواں کھودنے کی اجازت نہ ہوگی۔ ۳ ۵۶۳

مسائل شرب

۱ مسئلہ: کنویں کا پانی کنویں کے مالک کا نہیں خاص ملک خدا ہے۔ ۵۰ ۴۱۶

۲ مسئلہ: مینہ کا پانی جس کے برتن میں خود بہ جائے برتن والا اس کا مالک نہ ہوگا جو لے لے اسی کا ہے۔ ہاں اس کا برتن بے اس کی اجازت استعمال نہیں کر سکتا۔ ۲ ۴۱۷

۳ مسئلہ: اگر کسی نے برتن اسی غرض سے رکھا کہ اس میں مینہ کا پانی آئے تو اس پانی کا وہی مالک ہوگا دوسرا بے اس کی اجازت کے نہیں لے سکتا ۳ ۴۱۷

۴ مسئلہ ضروریہ: بہشتیوں کے بچے اکثر کنوؤں پر پانی بھرتے اور لوگ ان سے پینے یا وضو کو پانی لیتے ہیں یہ حرام ہے۔ ۲ ۴۳۳

۵ مسئلہ: سقا جب تک کسی کے برتن میں نہ ڈال دے پانی کا خود مالک ہے اگر زید کے گھر لے جانے کو مشک بھری اور اس کے برتنوں تک لے گیا اس وقت بھی اسے اختیار ہے کہ وہاں نہ ڈالے دوسری جگہ لے جائے یا جو چاہے کرے، ہاں جب اس کے برتن

میں ڈال دیا اب بے اس کی اجازت کے نہیں لے سکتا۔ ۴۳۴ ۴

۶ مسئلہ: بوہرے کے بھرے ہوئے پانی سے جو اس کی ملک ہو بے حالت احتیاج اس کے ماں باپ کو انتفاع میں بھی دقت ہے۔ ۴۳۴ ۶

مسئلہ بغایت مشکلہ: بہت معتمد کتابوں میں ہے کہ اگر نابالغ نے حوض یا

۷ کنویں سے پانی لے کر کچھ حصہ اس میں ڈال دیا اب اس حوض یا کنویں کا پانی سب پر حرام ہو گیا۔ ۴۳۵ ۱

۸ مسئلہ: نابالغ کا مملوک پانی اگر اس کے گھڑے وغیرہ سے کوئی شخص کنویں یا مباح حوض میں ڈال دے گا اس کا استعمال بھی اسی طرح حرام ہو جائے گا۔ ۴۳۵ ۴

۹ مسئلہ: یہ پانی اس نابالغ کے والدین بشرط احتیاج بالاتفاق استعمال کر سکتے ہیں اور ایک روایت پر بلا احتیاج بھی۔ ۴۳۵ ۵

۱۰ مسئلہ: نابالغ کی ملک کا یہ پانی کہ کنویں یا مباح حوض میں مل گیا کسی طرح کتنے ہی داموں کو خریدا بھی نہیں جا سکتا نہ اس کی بیع سے نہ اس کے ولی کی۔ ۴۳۶ ۱

۱۱ مسئلہ: نابالغ کی ملک کا پانی اگر کسی کے مملوک پانی میں مل جائے تو مثلاً گھڑے وغیرہ میں تو اس پانی کا استعمال بھی رو نہ حرام ہو جائے گا حق کہ اس کے مالک کو۔ ۴۳۶ ۲

۱۲ مسئلہ: کچھ پانی وغیرہ کی خصوصیت نہیں نابالغ کی ملک کی کوئی چیز جب دوسری چیز میں اس طرح مل جائے گی کہ تمیز ناممکن ہو مثلاً کسی کے دودھ میں نابالغ کا پانی یا پانی میں عرق یا گیہوں میں گیہوں یا چاول میں چاول جب بھی یہی حکم ہے کہ وہ چیز خود مالک پر بھی حرام ہو گئی۔ ۴۳۶ ۳

۱۳ مسئلہ: کسی کے غلام یا کنیز شرعی نے جو پانی کنویں یا مباح حوض سے بھرا وہ مالک عاقل بالغ کی اجازت سے جائز ہو سکتا ہے اب اجازت دے یا غائب ہے اور اسے خبر پہنچے اس وقت اجازت دے اور اگر اس کا مالک نابالغ یا معتوہ ہے تو عاقل بالغ ہونے کے بعد اس کی اجازت درکار ہے۔ ۴۳۶ ۶

۱۴ مسئلہ: یہ احکام ٹھہرے ہوئے پانی میں ہیں اگرچہ دہ در دہ یا زائد ہو جاری پانی میں اگر نابالغ کی ملک کا پانی مل جائے تو اس کا استعمال ناجائز نہ ہو گا۔ ۴۳۶ ۹

۱۵ مسئلہ: جس پانی میں نابالغ کا پانی مل گیا اسے جس طرح صرف میں نہیں لا سکتے

یونہی چھینٹ بھی نہیں سکتے اُبال بھی نہیں سکتے **اقول** مگر جبکہ کنواں ناپاک ہو جائے اس وقت کل یا بعض جتنے ڈول نکالنے کا حکم ہو بظاہر اس کی اجازت ہونی چاہیے فان القصد فیہ الی الاصلاح دون الافساد الاترٰی اذا کان حوضًا مملوکا لصغیر فیہ ماؤہ فتنجس فانہ یطھر بالاجراء ولا یترك فاسدًا علی الصحیح فلیتأمل (کیونکہ اس میں مقصود پانی کی اصلاح ہے پانی کا فساد مقصود نہیں۔ کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جب حوض بچے کی ملکیت ہو اور اس میں پانی ہو پھر نجس ہو جائے تو پانی جاری کرکے اسے پاک کیا جاتا ہے اور فاسد پانی کو بچے کے لیے نہیں چھوڑا جاتا، غور کرو۔ت) اور اسلم یہ ہے کہ اس نابالغ کی ملک کا اگر کوئی جانور ہو جتنا پانی اس نے ڈالا تھا اس جانور کو پلادیں یا اس کی کوئی عمارت بنتی ہو اس کے گارے میں ڈال دیں یہ ڈول بھی محسوب رکھیں جو باقی رہے کریں ... اور سکان لیں ھذا ما عندی واللہ اعلم (یہ وہ ہے جو مجھ پر ظاہر ہوا اور اللہ تعالٰی زیادہ بہتر جاننے والا ہے۔ت) | ۲ | ۴۳۸

۱۶ **مسئلہ:** اگر جنبی یا سبیل ... سے پانی دیا تو وقت ہو ... ہوگیا۔ | ۳ | ۴۳۸

۱۷ **مسئلہ:** الحمدللہ مشکل کی سہل آسانی حوض یا کنویں میں نابالغ نے جتنا پانی ڈالا ہے اتنا یا اس سے زائد بھر کر اسے دے دیں باقی کا استعمال جائز ہوگیا۔ | ۱ | ۴۳۹

۱۸ **مسئلہ:** یہاں جواز کے لیے پانی کا جریان نہ مطلقا کافی نہ ہمیشہ ضرور بلکہ اتنا پانی نکل جانا چاہیے جتنا نابالغ نے ڈالا تھا۔ | ۶ | ۴۳۹

مسائل دیت

مسئلہ: ہاتھ میں انگلیاں اصل ہیں ولہذا اگر کسی کی انگلیاں کاٹ دیں پورے ہاتھ کی دیت لازم آئے گی۔ | ۵ | ۲۵۹

مسائل مداینات

۱ **مسئلہ:** جس کے کسی پر مثلاً سو روپے آتے ہوں کہ اس نے دبا لیے یا اور

کسی وجہ سے بھوے اور اسے اس سے روپیہ ملنے کی امید نہیں تو سو روپے کی مقدار تک اس کا جو مال ملے لے سکتا ہے آجکل اس پر فتویٰ دیا گیا ہے مگر بیچے دل سے بازار کے بھاؤ سے سو ہی روپے کا مال ہو زیادہ ایک پیسہ کا ہو تو حرام در حرام ہے۔ (۲ — ۳۹۳)

۲ مسئلہ: مدیون پر ڈگری ہوئی اس کا مال ادائے دین میں لیا جائے گا مگر پہننے کے ضروری کپڑے نہیں لیے جا سکتے۔ (۷ — ۶۵۹)

مسائل وصی

۱ مسئلہ: ماں باپ محتاج ہوں تو اپنے بچے کا مال بقدر حاجت بلا قیمت لے سکتے ہیں اور غنی ہیں لیکن اس وقت اپنے مال پر ہاتھ نہیں پہنچتا مثلاً سفر میں ہیں اور بچہ کا مال موجود ہے تو قیمت سے کر خرچ کر سکتے ہیں جب اپنا مال ملے قیمت ادا کریں۔ (۱ — ۴۲۷)

۲ مسئلہ: باپ کو اختیار ہے کہ اپنے نابالغ بچے کو استاد کی خدمت کے لیے مفت کر دے مفت اس کا کام کاج جو اس کے قابل ہے کرے اور وہ اسے تعلیم کرے اگرچہ کسی جائز پیشے ہی کی (۱ — ۴۲۸)

۳ مسئلہ: باپ اور دادا اور ان کے وصی کو اختیار ہے کہ نابالغ سے ادب دینے اور کام کی عادت ڈالنے کے لیے اس کے لائق کی خدمت لیں۔ (۲ — ۴۲۸)

۴ مسئلہ: ماں نے اپنا مال اپنے یتیم بچے کے ساتھ ملا لیا اور دونوں ساتھ کھاتے ہیں، اگر ماں کے حصہ میں معتد بہ زیادت آتی ہے تو یہ اسے جائز نہیں۔ (۴ — ۴۳۰)

۵ مسئلہ: نابالغ یتیم کما کر ماں کو دیتا ہے ماں اس پر خرچ کرتی ہے اس میں سے ایک دو لقمے کھا سکتی ہے۔ (۱ — ۴۳۱)

۶ مسئلہ: دوسرے کے بچے سے سہل معمولی کام لینا مثلاً محلہ میں سے فلاں کو بلا لا یہ بات کہہ آ اس قدر میں حرج نہیں۔ (۲ — ۴۳)

۷ مسئلہ: جس سے جتنی بے تکلفی ہو اس کے مال میں تصرف کرنا اس کے غلام یا نوکر سے اتنا کام لینا بے اس کے پوچھے بھی جائز ہے جہاں تک معلوم ہو کہ وہ روا رکھے گا اسے ناگوار نہ گزرے گا۔ (۱ — ۴۳۳)

۸ مسئلہ: استادوں کو اختیار ہے کہ باپ دادا یا ان کے وصی کی اجازت سے اپنے شاگردوں سے معمولی کام خدمت لیں، جہاں کہیں تعلیم دستور ہو اور اس میں بچہ کو ضرر نہ ہو مگر نہ ان کا بجز اجر اپنا لے سکتے ہیں نہ ان سے مزدور کا استعمال کر سکتے ہیں (۵ — ۴۳۳)

۹ مسئلہ: استاد جسے بچے سے خدمت لینے کا اختیار ہے یہ کر سکتا ہے کہ بچے
سے پانی بھرنے کو کہے جبکہ وہ ہوشیار ہو اور اس برتن مثلاً ڈول یا گھڑے کو بھر کر کنوئیں سے
نکالنے کی طاقت رکھتا ہو جب وہ اسے بھر کر کنوئیں تک لائے اس وقت استاد اس کے
ہاتھ سے لے کر کنوئیں سے باہر خود نکال لے یا کسی بالغ شاگرد وغیرہ سے نکلوائے اب اس
پانی کا استعمال جائز ہوگا۔ ۱ | ۳۳۲

۱۰ مسئلہ: ماں باپ دادا دادی اپنے بچے سے کام لے سکتے ہیں یا تو ان کو محتاج
ہیں یا نوکر رکھنے کی طاقت نہیں یا بچے کو ادب دینے کام سکھانے کی عادت ڈالنے کیلئے ۱۰ | ۳۳۷

مسائل فرائض

۱۱ مسئلہ: غسل کفن دفن کی حاجت تقسیم ترکہ بلکہ ادائے دیون پر بھی مقدم ہے جب تک
اس سے فراغ نہ ہو لے کوئی قرض خواہ بھی کچھ نہ پائے گا، نہ کوئی وصیت نافذ کی جائیگی
نہ کسی وارث کو کچھ دیا جائے گا۔ ۹ | ۹۵۹

مسائل فقہیہ

۱ مسئلہ: زیادہ احتیاط یہ ہے کہ صدقۂ فطر و فدیۂ روزہ و نماز و کفارۂ قسم وغیرہ
میں نیم صاع گیہوں جو کہ [illegible] بانٹ [illegible] تین [illegible] سیر چالیس
روپے بھر ہو ٹھیک ہو اس لئے سے آجائیں کہ نہ اونچے رہیں نہ نیچے اس برتن بھر کر
گیہوں کو ایک صدقہ سمجھا جائے ہم نے تجربہ کیا پیمانہ نیم صاع جو ہیں بریلی کے سیر سے کہ
سو روپے بھر کا ہے اسّی ہو اوپر پونے دو سیر گیہوں آتے ہیں فی کس اتنے دیے جائیں۔ ۱ | ۱۴۳

۲ مسئلہ: تنہا وضو کا مسنون پانی رامپوری سیر سے کہ چھیانوے روپے بھر کا ہے
تقریباً آدھ پاؤ اوپر سیر بھر ہے اور باقی غسل کا ساڑھے چار سیر کے قریب مگر غسل کا
چھٹانک اوپر ساڑھے پانسیر سے کچھ زیادہ۔ ۱ | ۳۵

۳ مسئلہ: حکم حکمت کے لیے ہوتا ہے مگر حکمت پر اس کا مدار نہیں رہتا بندہ کو
حکم کا اتباع چاہیے حکمت چاہے معلوم ہے موجود ہو یا نہیں، جیسے سفر میں دو رکعت
کی تخفیف اس حکمت کے لیے ہے کہ سفر مشقت ہے اور مشقت
طالب آسانی۔ پھر اگر بادشاہ وقت کو سفر میں کوئی مشقت نہ پہنچے بلکہ سیر و شکار سے
اور زیادہ راحت و فرحت ہو جب بھی قصر ہی کرے گا کہ اسے حکم سے کام ہے نہ کہ
حکمت سے۔ ۹ | ۲۳۴

نمبر	مضمون	سطر	صفحہ
۴	**ف**: حدث جب مطلق ہو تو اس سے مراد بے وضو ہوتا ہے نہ وہ جس پر غسل ہے۔	۲	۲۵۵
۵	**مسئلہ**: امانت وہبہ وصدقہ وشرکت ومضاربت وغصب میں روپے اشرفی جو دیئے گئے وہی متعین ہوتے ہیں مثلاً سو روپے زید کے پاس امانت رکھے زید کو حرام ہے کہ ان روپوں کو دوسرے سو روپوں سے بدلے یا کسی کی اشرفی چھینی حاصل ہی اشرفی اسے پھیر دینا فرض ہے دوسری بدل کر نہیں دے سکتا اگرچہ بعینہٖ وہی سکہ وہی حالت ہو۔	۳	۳۱۹
۶	**مسئلہ**: مسائل فقہ میں ظن اگر غالب ہو مثل یقین ہے ورنہ شک و وہم نامعتبر۔	۴	۳۲۱
۷	**ف**: استار ایک تولہ ۵ ماشے دو رتی ہے اور رطل ۳۴ تولے ۹ ماشے۔	۳	۵۶۰
۸	**مسئلہ**: شریعت مطہرہ جو رخصتیں عطا فرماتی ہے مثلاً مسافر روزہ قضا کر سکتا ہے چار رکعتیں فرض کی دو پڑھے گا پانی میل بھر دور ہو تو نماز کو تیمم کرے ان میں مطیع عاصی سب شریک ہوتے ہیں اگر کسی نے کسی ناجائز کام کے لیے سفر کیا ہو وہ بھی قصر کرے گا اور روزہ قضا کر سکے گا اور جو معاذ اللہ زنا سے جنب ہوا اور پانی نہ پایا تیمم کرے گا۔	۶	۶۲۶
۹	**مسئلہ**: جیسے یہ درست ہے کہ [illegible] قلیل مشقت کبھی عذر نہیں ہوسکتی مشقت شدیدہ عذر ہے۔	۳	۶۳۲
۱۰	**مسئلہ**: ثواب کی بات میں دوسرے کو اپنے اوپر ترجیح دینی کہ اس کے کہنے کے لیے آپ چھوڑ دے یہ نہ چاہیے **اقول** مگر محل ادب میں کہ یہاں اسے ترجیح دینا ہی بڑی قربت ہے جیسے نماز جنازہ میں حکم ہے کہ باپ کو مقدم کرے اگرچہ بیٹے کا حق ہے بدائع میں ہے: منع عن التقدم لئلا یستخف بابیہ فلم تسقط ولایتہ بالتقدیم۔	۵	۶۵۵
۱۱	**مسئلہ**: عبادت کی چار قسمیں ہیں مقصودہ مشروطہ بالطہارت۔ مقصودہ غیر مشروطہ۔ مشروطہ غیر مقصودہ۔ غیر مقصودہ وغیر مشروطہ اور ان کی مثالیں۔	۹	۶۶۳
۱۲	**مسئلہ**: اختلاف ائمہ سے حتی الامکان بچنا مستحب ہے جب تک اپنے مذہب کا کوئی مکروہ نہ لازم آئے مثلاً باوضو نے اپنے عضو مخصوص کو کھجانے میں ہاتھ لگایا ہمارے نزدیک وضو نہ گیا امام شافعی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے نزدیک جاتا رہا تو مستحب ہے کہ وضو کرے لیکن اگر وضو کرکے وہیں بیٹھا ہے اور کھجایا تو وہیں دوبارہ وضو نہ کرے کہ		

	بے مجلس بدلے دوبارہ وضو مکروہ ہے بلکہ مجلس بدل کر وضو کرنا چاہیے۔	٥	٨٠٨

رسم المفتی

١	**فائدہ ضروریہ:** خلافِ مذہب بحثیں اگرچہ امام ابن الہمام کی ہوں مقبول نہیں جبکہ خلاف اختلافِ زمانہ سے ناشی نہ ہو۔	٢	٢١
٢	**ف:** کتب شروح حدیث میں جو مسئلہ کتبِ فقہ کے خلاف ہو معتبر نہیں۔	٣	١٨٨
٣	**ف:** شئی اگرچہ مطلق ذکر کی جائے اپنے اسباب و شروط و احکام و آثار پر خود ہی دلالت کرے گی۔	۷	٩٠
۴	**ف:** شرعی کے دو معنی ہیں مقبول فی الشرع و مطلوب فی الشرع۔	١	٢٠٢
٥	**ف:** چھ باتیں ہیں جن کے سبب قولِ امام بدل جاتا ہے لہٰذا قول ظاہر کے خلاف عمل ہوتا ہے اور وہ چھ باتیں ضرورت، دفعِ حرج، عرف، تعامل، دینی ضروری مصلحت کی تحصیل، کسی فسادِ موجود یا مظنون بظنِ غالب کا ازالہ ان سب میں بھی حقیقۃً قولِ امام ہی پر عمل ہے۔	٣	٣٨٥
٦	**ف:** انہیں وجوہ سے صحیح و مؤکد احادیث کا خلاف کیا جاتا ہے اور وہ خلاف نہیں ہوتا جیسے عورتوں کا جماعت و جمعہ و عیدین میں حاضر ہونا کہ زمانۂ رسالت میں حکم تھا اور اب مطلقاً منع ہے۔	١	٣٨٦
۷	**ف:** علامہ شامی فرماتے ہیں: ہم نے صرف تقلید امام اعظم اپنے اوپر لازم کی ہے نہ کسی اور کی ولہٰذا ہمارا مذہب حنفی کہا جاتا ہے نہ یوسفی وغیرہ امام ابو یوسف وغیرہ کی نسبت سے۔	۷	٣٨٨
٨	**ف:** امام سے مسائل منقول ہیں دلائل مشائخ نے استنباط کیے ہیں ان کا ضعف اگر ثابت بھی ہو تو قولِ امام کا ضعف لازم نہ آئے گا کہ دلیلِ امام کا بھی ضعف ثابت نہیں ہوتا ممکن ہے کہ امام نے اور دلیل سے فرمایا ہو۔	٢	٣٨٩
٩	**مسئلہ:** جب کسی مسئلہ میں امام کا قول نہ ملے امام ابو یوسف کے قول پر عمل ہو ان کے بعد امام محمد پھر امام زفر پھر امام حسن بن زیاد وغیرہم بمثل امام عبد اللہ بن مبارک و امام اسد بن عمرو و امام زاہد ولیث بن سعد و امام عارف داؤد طائی وغیرہم		

الا یہ کہ صاحب امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عنہم کے اقوال پر عمل ہو۔ — ۹ — ۴۰۰

۱۰ فائدہ: مکروہ تحریمی کو حرام کہہ سکتے ہیں۔ — ۳ — ۴۰۸

۱۱ فائدہ: ایک ہی چیز میں اختلافِ سوال سے مفتی کا فتویٰ مختلف ہو جاتا ہے اسی چیز کو پوچھیں کہے گا جائز، اسی کو پوچھیں کہے گا ناجائز، اختلافِ احوال سے یا اختلاف پیدا ہوتا ہے۔ — ۳ — ۴۸۴

۱۲ فائدہ: کسی مسئلہ میں کوئی امام معتمد جو قید زیادہ فرمائے اور اوروں سے اُس کا خلاف ثابت نہ ہو واجب القبول ہے **اقول** صورتیں چار ہیں دوسروں کے یہاں اس کی نفی اثبات کچھ نہیں یہی وہ صورت مذکور ہے بعض دیگر نے خلاف کیا اور ترجیح ملے جب بھی حکم وہی ہے اور ترجیح اسے ہے تو بالعکس اور کسی کو ترجیح نہ دی گئی تو حسبِ دستور احوط یا الیسر یا اوفق ملحوظ و منظور۔ — ۱ — ۵۸۱

۱۳ فائدہ: تقییدِ شراح اطلاقِ متون کی مخالفت نہیں بلکہ بیان مراد ہے۔ — ۲ — ۵۸۱

۱۴ فائدہ: افادات علما میں تکرار مسائل معیوب نہیں امام محمد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی کتب میں مسائل مکرر ذکر فرمائے کہ وہاں کوئی نئی فرع مقصود ہوتی ہے — ۹ — ۸۲۰

عقائد

۱ فائدہ جلیلہ: ہر نیک کام سے گناہ دُھلتے ہیں مگر جو چیز قربت میں صرف کی گئی اس کی طرف گناہوں کی نجاست حکمیہ منتقل ہونا صرف اسی چیز میں ہے جسے بالخصوص شرعِ مطہر نے اس قربت کی اقامت کو معین فرمایا ہو جیسے وضو و غسل میں پانی یا زکوٰۃ میں مال۔ یہ حکم مطلق ہو تو نیکی الٹی بدی ہو جائے مثلاً پانی پلانا خود کارِ ثواب ہے اب جو پانی پلانے کے لیے لیا اگر گناہوں کی نجاست اس میں آ جائے تو پانی ناپاک یا خراب ہو جائے تو نجس یا مکروہ پانی پینے کو دینا ٹھہرے اور یہ نیکی نہیں بدی ہے یہاں سے ظاہر ہوا کہ وہابیہ مخذولین کا زکوٰۃ پر قیاس کر کے نیازِ اولیاء کے کھانے کو معاذ اللہ بلفظِ خباثت تعبیر کرنا کہ صدقہ کی وجہ سے اس میں خباثت آ گئی جیسا کہ وہابیہ کی براہینِ قاطعہ وغیرہا میں ہے یہ محض ان خبیثوں کی خباثت و حماقت ہے نیازِ اولیاء سے کھانا متبرک ہو جاتا ہے ہاں خبیثوں کے لیے — ۱

خباثت ہے کہ قال اللہ تعالیٰ :

الخبیثٰت للخبیثین والخبیثون للخبیثٰت و الطیبٰت للطیبین والطیبون للطیبٰت اولٰئک مبرءون مما یقولون ۔

(گندیاں گندوں کے لیے ہیں اور گندے گندیوں کے لیے اور ستھریاں ستھروں کے لیے ہیں اور ستھرے ستھریوں کے لیے، ستھرے اور ستھریاں ان گندوں کی باتوں سے پاک ہیں) والحمد للہ ۱۲ ۔ — ۷ — ۲۲۳

۲ مسئلہ : ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ فاعل مختار ہے جو کچھ ہوتا ہے اسی کے ارادہ سے ہوتا ہے اس کے ارادہ کے سوا عالم میں کوئی شئی مؤثر حقیقی نہیں ، نہ آگ جلاتی ہے نہ پانی بجھاتا ہے بلکہ اسی کے ارادہ سے جلنا بجھنا پیدا ہوتا ہے اس نے اپنی حکمت بالغہ کے مطابق اسباب و مسببات میں ربط فرما دیا ہے کہ وہ بھی اسی کے ارادہ کا ہر وقت محتاج ہے وہ چاہے تو چیز پانی سے جل جائے آگ سے بجھ جائے آنکھیں سنیں کان دیکھیں وغیر ذلک ۔ چاہے تو اسباب کو معطل کر دے لاکھ سبب موجود ہوں اور مسبّب نہ ہو ، جب چاہے تو سبب کو معزول فرما دے کوئی سبب نہ ہو اور مسبّب موجود ہو جائے ان اللہ علیٰ کل شئی قدیر ۔

(بے شک اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ۔ ت) — ۱ — ۴۹۰

۳ فائدہ : جہنم کی آگ سخت اندھیری کی طرح کالی تاریک اندھیری ہے اس کی لپٹ میں اصلاً روشنی نہیں ۔ — ۳ — ۵۵۰

۴ مسئلہ : مسلمان جو جانور نیاز اولیا کے لیے ذبح کرتے ہیں حلال ہے اور ان پر یہ بدگمانی کہ وہ معاذ اللہ غیر خدا کی عبادت چاہتے ہیں سخت حرام ۔ — ۱ — ۵۵۸

۵ مسئلہ : اگر کوئی جاہل ایسی ملعون نیت کرے بھی اور ذابح تکبیر کہہ کر ذبح کرے جانور حلال ہے کہ یہاں ذابح کی نیت کا اعتبار ہے اور اسے حرام کہنا قرآن عظیم کے خلاف ہے ۔ — ۲ — ۵۵۸

۶ مسئلہ : اگر کوئی مرتد یا مشرک بت پرست کوئی جانور ذبح کرے تو اس ذبح سے اس کی کھال پاک ہو جانے میں دونوں قول باقوت ہیں اور احتیاط اس میں ہے کہ ناپاک سمجھیں ۔ — ۳ — ۵۵۸

۷ — مسئلہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام حالِ حیات وحالِ وفات میں ہمیشہ ہر وقت طیب وطاہر ہیں۔ (۱، ۲ — ۶)

۸ — مسئلہ عقیدہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی موت یعنی اُن کے اجسامِ طیبہ سے ارواحِ طاہرہ کا جدا ہونا صرف ایک آن کے لیے ہوتا ہے پھر ویسے ہی زندہ ہو جاتے ہیں جیسے حیاتِ ظاہری میں تھے جسم و رُوح سے معاً ولہذا ان کا ترکہ نہیں بٹتا نہ ان کے بعد ان کی ازواج سے نکاح جائز۔ (۳ — ۶۱۱)

۹ — مسئلہ: انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مُردہ کہنا حرام بلکہ بطور توہین ہو تو صریح کفر ہے اللہ عزوجل نے شہید کو مُردہ کہنے سے منع فرمایا۔ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی حیات اُن سے بدرجہا زائد ہے شہید کی حیات احکامِ دنیا میں نہیں اُس کا ترکہ بٹے گا اس کی بی بی عدت کے بعد نکاح کرے گی بخلاف انبیائے کرام علیہم الصلاۃ والسلام۔ (۴ — ۶)

۱۰ — مسئلہ: تمام کافر اگرچہ بظاہر کلمہ گو تمام گرا ہوں جیسے وہابیہ وغیرہم یہ سب اللہ عزوجل سے محض جاہل ہیں [illegible] اللہ کہہ رہے ہیں وہ اللہ نہیں۔ (۵ — ۶۲۲)

۱۱ — مسلمانوں کے سوا اللہ تعالیٰ کو کوئی نہیں جانتا کافر مرتد اگرچہ نمازیں پڑھیں قال اللہ تعالیٰ قال رسول کہیں اللہ عزوجل کو ہرگز نہیں جانتے۔ (۳ — ۷۳۵)

۱۲ — مسئلہ: جمیع صفاتِ کمال اللہ عزوجل کے لیے لازم ذات ہیں اور جملہ عیوب و نقائص کذب جہل وغیرہ وغیرہ سب اس پر محال بالذات ہیں کہ اصلاً کسی طرح امکان نہیں رکھتے وہابی کہ ان کو ممکن کہتا ہے گمراہ بددین ہے۔ (۲ — ۷۳۶)

۱۳ — عقیدہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں پر ان کی جانوں سے زیادہ اختیار رکھتے ہیں۔ (۴ — ۷۵۵)

۱۴ — عقیدہ: رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مسلمانوں کے جان و مال کے مالک ہیں اگر وہ کسی مسلمان سے کچھ طلب فرمائیں وہ معاذ اللہ سوال نہیں بلکہ یقیناً ایسا ہے جیسے مولیٰ اپنے غلام سے اس کی کمائی کا کچھ حصہ لے کہ غلام اور اس کی کمائی سب مولیٰ کی ملک ہے اسی لیے صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی ھل انا ومالی الا لک

یا رسول اللہ میں اور میرا مال کس کے ہیں حضور ہی کے ہیں یا رسول اللہ! (١٠ — ٧٥٥)

ردِ بد مذہباں

١ فائدہ: امام محقق علی الاطلاق نے باوصف مرتبہ اجتہاد مسئلہ جہر آمین میں مخالفت مذہب کی جرأت نہ کی اور فرمایا مجھے کچھ اختیار ہوتا تو یہی دونوں قولوں میں اتفاق کراتا کہ نہ زور سے ہو نہ بالکل آہستہ۔

مسلمانو انصاف! ان اکابر کی تو یہ کیفیت اور جاہلان بے تمیز کہ اکابر کا کلام بھی نہ کرسکیں وہ امام کے مقابلہ کو طیار۔ (٤ — ٣٩٨)

٢ مسئلہ: تقلید شخصی واجب ہے اور یہ بات کہ جس مسئلہ میں جس مذہب پر چاہو عمل کرو باطل ہے اکابر ائمہ نے اس کے باطل ہونے کی تصریح فرمائی اس کے سبب غیر مقلدوں وہابیوں کا دین میں ایک بڑا فتنہ پیدا ہوا۔ (١ — ٣٠١)

٣ ترجمہ فائدہ جلیلہ: بعض علماء بحث کی جگہ لکھ تو گئے ہیں کہ آدمی جس قول پر چاہے عمل کرے مگر یہ بحث ہی تک کی بات ہے دل ان کے بھی اسے پسند نہیں کرتے بلکہ برا جانتے ہیں جا بجا جس کسی مسئلہ میں بےقیدی عوام کا اندیشہ سمجھتے ہیں صاف فرما دیتے ہیں کہ اسے عوام پر ظاہر نہ کیا جائے کہ وہ مذہب کے گرانے پر جرأت نہ کریں پھر یہی علماء عمر بھر اپنے کو حنفی شافعی مالکی حنبلی کہتے کہلاتے رہے کبھی مذہب سے بےقیدی نہ برتی عمریں اپنے اپنے مذہب کی تائید میں صرف کیں اور اس میں بڑے بڑے دفتر تصنیف ہوئے اور تمام علمائے امت نے اس پر اجماع کیا بلکہ اپنے اپنے مذہب کی تائید میں مناظرہ تو زمانہ صحابہ کرام سے چلا آتا ہے اگر مذہب کوئی چیز نہ ہوتا اور ادنیٰ کو عمل کے لیے سب برابر ہوتے تو یہ سب کچھ مناظرے اور ہزارہا کتابیں اور ائمہ و اکابر کی عمروں کی کاروائیاں سب لغو فضول میں وقت و عمر و مال برباد کرنا ہوتا اس سے بدتر کون سی شناعت ہے۔ (٢ — ٣٠١)

٤ فائدہ: نصاریٰ صراحۃً تثلیث کے قائل ہیں مگر تاویل کے ساتھ لہٰذا شرع مطہر نے انہیں مشرک ٹھہرایا اور ان کے اور مشرکوں کے احکام میں فرق فرمایا مگر وہابیہ اللہ و رسول سے آگے بڑھتے اور پوری توحید لا الٰہ الا اللہ ماننے والے مسلمانوں کے لیے بات بات

	پر شرک کا لفظ گزرتے ہیں وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (اور اب جانا چاہتے ہیں ظالم کہ کس کروٹ پلٹا کھائیں گے۔ ت)	۱	۷۳۸

فوائدِ حدیثیہ

۱	ترجمہ اصل عبارت: حدیث ضعیف سے استحباب ثابت ہوتا ہے ذکر سنیت۔	۱	۱۱
۲	فائدہ: حدیث ضعیف استحباب و اباحت میں بالاجماع مقبول ہے۔	۱	۲۲

فضائل و مناقب

۱	مسئلہ: انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو سونے سے نہیں جاتا۔	۱	۹۱
۲	فائدہ: انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کی آنکھیں سوتی ہیں دل کبھی نہیں سوتا۔	۲	۹۱
۳	فائدہ: ملک العلماء بحر العلوم مولانا عبد العلی نے فرمایا اگر کہا جائے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کی وراثت سے حضور سیدنا غوث اعظم رضی اللہ تعالٰی عنہ کو بھی یہ مرتبہ حاصل تھا کہ حضور کا وضو سونے سے نہ جاتا آنکھیں سوتیں دل بیدار رہتا اور ایسے ہی اور اکابر اولیاء جو اس مرتبہ تک پہنچے ہوں اگرچہ حضور غوث اعظم کے مراتب تک نہیں پہنچ سکتے تو یہ کہنا حق سے بعید نہ ہوگا اور مصنف کا حدیث سے اس کی تائید کرنا	۳	۹
۴	مسئلہ: نیند کے سوا باقی اور نواقض سے انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو جاتا ہے یا نہیں، اس میں اختلاف ہے علامہ قہستانی وغیرہ نے فرمایا انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کا وضو کسی طرح نہ جاتا، اور مصنف کی تحقیق کہ نواقض حکمیہ مثل خواب وغشی سے نہ جاتا اور نواقض حقیقیہ مثل بول وغیرہ سے ان کی عظمت شان کے سبب جاتا رہتا۔	۱	۹۲
۵	ف: بعض نواقض وضو انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے لیے یوں ناقض نہیں کہ ان کا وقوع ہی ان سے محال ہے جیسے جنون یا نماز میں قہقہہ۔	۲	۹۲
۶	ف: غشی بھی انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے جسم ظاہر پر طاری ہوسکتی ہے دل مبارک اس حالت میں بھی بیدار و خبردار رہتا۔	۳	۹۳
۷	مسئلہ: حضور سید عالم صلی اللہ تعالٰی علیہ وسلم کے فضلات شریفہ مثل پیشاب وغیرہ سب طیب طاہر تھے جن کا کھانا پینا ہمیں حلال و باعث شفا و سعادت مگر حضور کی		

نمبر	مضمون	سطر	صفحہ
	عظمت شان کے سبب حضور کے حکم میں حکم نجاست رکھتے	۵	۲۳
۸	فائدہ: حدیثوں میں ارشاد ہوا کہ وضو میں ہر عضو کے پانی کے ساتھ اس کے گناہ نکلتے ہیں اہل کشف اسے آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔	۱	۲۲۵
۹	فائدہ: ائمہ شافعیہ فرماتے ہیں کہ مذہب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مدارک ایسے دقیق ہیں جن کو اکابر اولیاء ہی پہچانتے ہیں۔	۲	۲۲۵
۱۰	فائدہ: اولیاء فرماتے ہیں کہ امام اعظم و امام ابو یوسف سرداران اہل کشف و مشاہدہ ہیں۔	۳	۲۲۵
۱۱	مسئلہ: حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے وضو بلکہ غسل جنابت کا بھی پانی ہمارے حق میں طاہر مطہر ہے۔ اسی طرح تمام انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام۔	۳	۲۵۴
۱۲	**فائدہ جلیلہ**: اجلہ اکابر ائمہ دین معاصران امام اعظم وغیرہم رضی اللہ عنہ وعنہم کی تصریحات کہ امام ابو حنیفہ کے علم و عقل کو اوروں کا علم و عقل نہیں پہنچا جس نے ان کا خلاف کیا ان کے مدارک تک نارسائی سے کیا۔	۵	۳۸۹
۱۳	فائدہ: استاذ محدثین امام اعمش شاگرد حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ و استاذ امام اعظم نے امام سے کہا اے گروہ فقہاء تم طبیب ہو اور ہم محض عطار ہیں، اور اے ابو حنیفہ تم نے تو دونوں کنارے لیے۔	۲	۳۸۹
۱۴	فائدہ: امام اجل سفیان ثوری نے ہمارے امام سے کہا آپ کو وہ علم کھلتا ہے جس سے ہم سب غافل ہوتے ہیں، اور فرمایا ابو حنیفہ کا خلاف کرنے والا اس کا محتاج ہے کہ ان سے مرتبہ میں بڑا اور علم میں زیادہ ہو اور ایسا ہونا دور ہے۔	۴	۳۸۹
۱۵	فائدہ: امام شافعی نے فرمایا تمام جہان میں کسی کی عقل ابو حنیفہ کی مثل نہیں۔ امام علی بن عاصم نے کہا: اگر ابو حنیفہ کی عقل تمام روئے زمین کے نصف آدمیوں کی عقلوں سے تولی جائے تو امام ابو حنیفہ کی عقل غالب آئے۔ امام بکر بن حبیش نے کہا: اگر ان کی عقل کا تمام اہل زمانہ کی مجموع عقلوں کے ساتھ وزن کریں تو ایک ابو حنیفہ کی عقل ان تمام ائمہ و اکابر و مجتہدین و محدثین و عارفین سب کی عقل پر غالب آئے۔	۸	۳۸۹
۱۶	فائدہ: امام شعرانی شافعی اپنے پیر و مرشد حضرت سیدی علی خواص شافعی سے راوی کہ امام ابو حنیفہ کے مدارک اتنے دقیق ہیں کہ اکابر اولیاء کے کشف کے سوا کسی کے علم کی وہاں تک رسائی معلوم نہیں ہوتی۔	۱	۳۹۰

نمبر	مضمون	جلد	صفحہ
۱۷	مسئلہ: حرم شریف میں غسل و وضو بلا کراہت جائز ہے اور ڈھیلے کے بعد استنجاء مکروہ اور نجاست دھونا گناہ۔	۱	۴۰۸
۱۸	**فائدہ جلیلہ:** ہر خیر ہر نعمت ہر مراد ہر دولت دین میں دنیا میں آخرت میں روزِ اول سے آج تک آج سے ابد الآباد تک جسے ملی یا ملتی ہے حضور اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے دست اقدس سے ملی اور ملتی ہے معطی حقیقی اللہ عزوجل ہے اور اس کی تمام نعمتوں کے بانٹنے والے صرف محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، دوسرے سے کوئی نعمت کوئی مراد کسی کو کبھی مل نہ سکے۔	۳	۵۳۵
۱۹	فائدہ: اللہ اکبر! خانۂ نبوت میں دو دو مہینے آگ روشن نہ ہوتی صرف خرمے اور پانی پر اہلبیت طہارت کی گزر رہتی۔	۴	۵۵۰
۲۰	**مسئلہ:** رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے کسی چیز سے شرف نہ پایا بلکہ جو چیز حضور کی طرف منسوب ہو گئی اسے شرف مل گیا۔	۳	۵۵۲
۲۱	**مسئلہ:** اللہ عزوجل نے غیر افضل اشیا کو بھی اپنے حبیب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا ہے تاکہ ان اشیا کو فضل حاصل ہو، ولادت اقدس ماہ ربیع الاول شریف میں ہوئی نہ ماہ مبارک رمضان میں اور روز جانفروز دوشنبہ ہوئی نہ روز جمعہ، اور مکان مولد اقدس میں ہوئی نہ کعبہ معظمہ میں۔	۴	۵۵۲
۲۲	**دلائل افضلیت کوثر:** (۱) آخرت میں وہی افضل ہے جو عند اللہ افضل ہے اور جو عند اللہ افضل ہے فی نفسہ افضل ہے اور جو فی نفسہ افضل ہے جہاں ہو افضل ہے تو جو آخرت میں افضل ہے وہی دنیا میں افضل ہے اور شک نہیں کہ آخرت میں کوثر افضل ہے تو اب بھی کوثر زمزم سے افضل ہے۔ (۲) زمزم دنیا کا پانی ہے اور کوثر آخرت کا اور اللہ عزوجل فرماتا ہے بے شک آخرت درجوں میں بڑی ہے اور فضیلت میں زائد۔ (۳) کوثر کا پانی جنت سے ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کوثر میں جنت سے دو پرنالے گر رہے ہیں ایک سونے کا ایک چاندی کا۔ اور فرماتے ہیں: سن لو اللہ کا مال مہنگا ہے، سن لو اللہ کا مال جنت ہے۔ (۴) کوثر کا پانی امت مرحومہ کے لیے زیادہ نافع ہے ایک قطرہ جس کے حلق میں جائے گا		

فوائد اصولیہ

طبعیات

متفرقات

کا کلمہ ہوا اپنی طرف نسبت کیا بہرحال اُسے اپنا معجزہ قرار دیا اور قرآن عظیم کے مثل بتایا کہ جیسے مصطفےٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو قرآن معجزہ ملا تھا مجھے یہ قصیدہ معجزہ ملا ہے۔

قال اخزاہ اللہ اخذ عزیز مقتدر ؎

وكانت كلام معجزاً آية له
كذلك لي قول على الكل يبهر

اس کی جا قوافی بے تاسیس پر ہے مطلع یہ ہے،

ايا ارض مد قد دهاك مدمر وارداك ضليل واغراك موغر

اس کے قوافی میں جا بجا قوافی مؤسسہ لایا ہے مثلاً،

ع غبار عطا ئی قد سفتها صراصر
ع لدينا معين لا يحاكيه آخر
ع والحق من سب الى الخنا حاسر
ع فهل بعده نحو الظنون تبادر
ع مطوفي لقوم طاوعولي وآثروا
ع وانكان عيسى او من الرسل آخر

اور اس کی کیا شکایت الٹیؔ نے مرزا کو سبزہ بنا کر اسی قصیدہ میں ۱۹۹ نمبر کا یہ شعر انشاء کیا ؎

ولا تحسب الدنيا كنطفة ناطف
اندري بليل مرة كيف تصبح

یہ بھی تمیز سے بونی کر دی ہی ہے یا ح اور اس کی بھی کیا شکایت قصیدہ سے بھر میں کم کوئی شعر یا مصرع وزن میں ٹھیک ہوگا اگر اس بے بہرے کے لیے سب بحرے ہیں ہزاراں ہزار لعنت تمہارا ایسے اعجاز اور طرح وعاوی دراز پر

تمت بالخیر وآخر دعوانا ان الحمد للہ
رب العلمین۔

ب

۲۰ ـ بدائع الصنائع	علاء الدین ابی بکر بن مسعود الکاسانی	۵۸۷
۲۱ ـ الہدایۃ (بدایۃ المبتدی)	علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳
۲۲ ـ البحر الرائق	شیخ زین الدین بن ابراہیم ابن نجیم	۹۷۰
۲۳ ـ البرہان شرح مواہب الرحمان	ابراہیم بن موسیٰ طرابلسی	۹۲۲
۲۴ ـ بستان العارفین	فقیہ ابو اللیث نصر بن محمد السمرقندی	۳۷۲
۲۵ ـ البسیط فی الفروع	حجۃ الاسلام محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۶ ـ البنایۃ شرح الہدایۃ	امام بدر الدین ابو محمد العینی	۸۵۵

ت

۲۷ ـ تاج العروس	سید محمد مرتضیٰ الزبیدی	۱۲۰۵
۲۸ ـ تاریخ ابن عساکر	علی بن الحسن الدمشقی بابن عساکر	۵۷
۲۹ ـ تاریخ البخاری	محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۳۰ ـ التجنیس والمزید	برہان الدین علی بن ابی بکر مرغینانی	۵۹۳
۳۱ ـ تحریر الاصول	کمال الدین محمد بن عبد الواحد بن الہمام	۸۶۱
۳۲ ـ تحفۃ الفقہاء	امام علاء الدین محمد بن احمد السمرقندی	۵۴۰
۳۳ ـ تحقیق الحسامی	عبد العزیز بن احمد البخاری	۷۳۰
۳۴ ـ الترجیح والتصحیح علی القدوری	علامہ قاسم بن قطلوبغا الحنفی	۸۷۹
۳۵ ـ التعریفات لسید شریف	سید شریف علی بن محمد الجرجانی	۸۱۶
۳۶ ـ تفسیر ابن جریر (جامع البیان)	محمد بن جریر الطبری	۳۱۰
۳۷ ـ تفسیر البیضاوی	عبد اللہ بن عمر البیضاوی	۶۹۱
۳۸ ـ تفسیر جلالین	علامہ جلال الدین المحلی و جلال الدین السیوطی م	۸ ـ ۹۱۱
۳۹ ـ تفسیر الجمل	سلیمان بن عمر العجیلی الشہیر بالجمل	۱۲۰۴
۴۰ ـ تفسیر القرطبی	ابو عبد اللہ محمد بن احمد القرطبی	۶۷۱
۴۱ ـ التفسیر الکبیر	امام فخر الدین رازی	۲۶

کتاب	مصنف	وفات
۴۲ ۔ التفسیر النیشاپوری	نظام الدین الحسن بن محمد بن حسین النیشاپوری	۷۲۸
۴۳ ۔ تقریب القریب	ابوزکریا یحییٰ بن شرف النواوی	۹۱۱
۴۴ ۔ التقریر والتحبیر	محمد بن محمد ابن امیر الحاج الحلبی	۸۷۹
۴۵ ۔ التیسیر للمناوی	عبدالرؤف المناوی	۱۰۳۱
۴۶ ۔ تبیین الحقائق	فخرالدین عثمان بن علی الزیلعی	۷۴۳
۴۷ ۔ تقریب التہذیب	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۴۸ ۔ تنویر المقباس	ابوطاہر محمد بن یعقوب الفیروزآبادی	۸۱۷
۴۹ ۔ تنویر الابصار	شمس الدین محمد بن عبداللہ بن احمد التمرتاشی	۱۰۰۴
۵۰ ۔ تعظیم الصلوۃ	محمد بن نصر المروزی	۲۹۳
۵۱ ۔ تاریخ بغداد	ابوبکر احمد بن علی الخطیب البغدادی	۳۹۳
۵۲ ۔ الترشیح فی شرح الہدایۃ	محمد بن اسحٰق السراج الہندی	۷۷۳

ج

کتاب	مصنف	وفات
۵۳ ۔ جامع الترمذی	ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ ترمذی	۲۷۹
۵۴ ۔ جامع الرموز	شمس الدین محمد القہستانی	۹۶۲
۵۵ ۔ الجامع الصحیح للبخاری	امام محمد بن اسمٰعیل البخاری	۲۵۶
۵۶ ۔ الجامع الصغیر فی الفقہ	امام محمد بن حسن الشیبانی	۱۸۹
۵۷ ۔ الجامع الصحیح لمسلم	مسلم بن حجاج القشیری	۲۶۱
۵۸ ۔ جامع الفقہ (جوامع الفقہ)	ابونصر احمد بن محمد العتابی	۵۸۶
۵۹ ۔ جامع الفصولین	شیخ بدرالدین محمود بن اسرائیل ابن قاضی	۸۲۳
۶۰ ۔ الجامع الکبیر	ابی الحسن عبیداللہ بن حسین الکرخی	۳۴۰
۶۱ ۔ جواہر الاخلاطی	برہان الدین ابراہیم بن ابی بکر الاخلاطی	
۶۲ ۔ الجواہر الزکیہ	احمد بن ترکی بن احمد المالکی	۹۷۹
۶۳ ۔ جواہر الفتاویٰ	رکن الدین ابوبکر بن محمد بن ابی المفاخر	۵۶۵
۶۴ ۔ الجوہرۃ النیرۃ	ابوبکر بن علی بن محمد الحداد الیمنی	۸۰۰
۶۵ ۔ الجرح والتعدیل فی رجال الحدیث	یحییٰ بن معین البغدادی	۲۳۳
۶۶ ۔ الجامع الصغیر فی الحدیث	علامہ جلال الدین عبدالرحمٰن بن ابی بکر سیوطی	۹۱۱

ح

خ

د

ذ

ر

ز

س

نمبر	کتاب	مصنف	سن
۱۰۷	السنن للدارقطنی	علی بن عمر الدارقطنی	۳۸۵
۱۰۸	السنن للدارمی	عبد اللہ بن عبد الرحمٰن الدارمی	۲۵۵

ش

نمبر	کتاب	مصنف	سن
۱۰۹	الشافی	شمس الائمہ عبد اللہ بن محمود الکردری	
۱۱۰	شرح الاربعین للنووی	شہاب الدین احمد بن حجر المکی	۹۷۳
۱۱۱	شرح الاربعین للنووی	ابراہیم ابن عطیہ المالکی	۱۱۰۶
۱۱۲	شرح الاربعین للنووی	علامہ اسعد بن الحجازی	۹۶۸
۱۱۳	شرح الاشباہ والنظائر	ابراہیم بن حسین بن احمد بن محمد ابن البیری	۱۰۹۹
۱۱۴	شرح الجامع الصغیر	امام قاضی خان حسین بن منصور	۵۹۲
۱۱۵	شرح الدرر	شیخ اسمٰعیل بن عبد الغنی النابلسی	۱۰۶۲
۱۱۶	شرح سفر السعادۃ	شیخ عبد الحق المحدث الدہلوی	۱۰۵۲
۱۱۷	شرح السنۃ	حسین بن مسعود البغوی	۵۱۶
۱۱۸	شرح شرعۃ الاسلام	یعقوب بن سید علی زادہ	۹۳۱
۱۱۹	شرح مختصر الطحاوی للاسبیجابی	ابو نصر احمد بن منصور الحنفی الاسبیجابی	۴۸۰
۱۲۰	شرح القدوریین		
۱۲۱	شرح المسلم للنووی	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۲	شرح معانی الآثار	ابو جعفر احمد بن محمد الطحاوی	۳۲۱
۱۲۳	شرح المنظومۃ لابن وہبان	عبد البر بن محمد ابن شحنہ	۹۲۱
۱۲۴	شرح المنظومۃ فی رسم المفتی	محمد امین ابن عابدین الشامی	۱۲۵۲
۱۲۵	شرح المنیۃ الصغیر	شیخ محمد ابراہیم الحلبی	۹۵۶
۱۲۶	شرح مواہب اللدنیۃ	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۷	شرح موطا امام مالک	علامہ محمد بن عبد الباقی الزرقانی	۱۱۲۲
۱۲۸	شرح المہذب للنووی	شیخ ابو زکریا یحییٰ بن شرف النووی	۶۷۶
۱۲۹	شرح النقایۃ	مولانا عبد العلی البرجندی	۹۳۲
۱۳۰	شرح الوقایۃ	صدر الشریعۃ عبید اللہ بن مسعود	۷۴۷

غ

کتاب	مصنف	سنہ
۱۵۱ - غایۃ البیان	شیخ قوام الدین امیر کاتب ابن امیر اتقانی	۷۵۸
۱۵۲ - غرر الاحکام	قاضی محمد بن فرامرز ملا خسرو	۸۸۵
۱۵۳ - غریب الحدیث	ابوالحسن علی بن مغیرۃ الصداری معروف باثرم	۲۳۰
۱۵۴ - غمز عیون البصائر	احمد بن محمد الحموی المکی	۰۹۸
۱۵۵ - غنیۃ ذوی الاحکام	حسن بن عمار بن علی الشرنبلالی	۰۶۹
۱۵۶ - غنیۃ مستملی	محمد ابراہیم بن محمد الحلبی	۹۵۶

ف

کتاب	مصنف	سنہ
۱۵۷ - فتح الباری شرح البخاری	شہاب الدین احمد بن علی ابن حجر العسقلانی	۸۵۲
۱۵۸ - فتح القدیر	کمال الدین محمد بن عبدالواحد ابن ہمام	۸۶۱
۱۵۹ - فتاوی النسفی	امام نجم الدین النسفی	۵۳۰
۱۶۰ - فتاوی بزازیہ	محمد بن محمد بن شہاب ابن بزاز	۸۲۰
۱۶۱ - فتاوی حجہ		
۱۶۲ - فتاوی خیریہ	علامہ خیر الدین بن احمد بن علی الرملی	۱۰۸
۱۶۳ - فتاوی سراجیہ	سراج الدین علی بن عثمان الاوشی	۵۷۵
۱۶۴ - فتاوی عطاء بن حمزہ	عطاء بن حمزہ السعدی	
۱۶۵ - فتاوی غیاثیہ	داؤد بن یوسف الخطیب الحنفی	
۱۶۶ - فتاوی قاضی خان	حسن بن منصور قاضی خان	۵۹۲
۱۶۷ - فتاوی ہندیہ	جمعیت علماء اورنگ زیب عالمگیر	
۱۶۸ - فتاوی ظہیریہ	ظہیر الدین ابوبکر محمد بن احمد	۶۱۹
۱۶۹ - فتاوی ولوالجیہ	عبدالرشید بن ابی حنیفہ الولوالجی	۵۴۰
۱۷۰ - فتاوی کبری	امام صدر الشہید حسام الدین عمر بن عبدالعزیز	۵۳۶
۱۷۱ - فقہ اکبر	الامام الاعظم ابی حنیفہ نعمان بن ثابت الکوفی	۱۵۰
۱۷۲ - فتح المعین	سید محمد ابی السعود الحنفی	

ق

ک

ن

و

کتاب	مصنف	وفات
۲۹۰ - الوافی فی الفروع	عبداللہ بن احمد النسفی	۷۱۰
۲۹۱ - الوجیز فی الفروع	ابوحامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵
۲۹۲ - الوقایۃ	محمود بن صدر الشریعۃ	۷۴۳
۲۹۳ - الوسیط فی الفروع	ابی حامد محمد بن محمد الغزالی	۵۰۵

ھ

کتاب	مصنف	وفات
۲۹۴ - الھدایۃ فی شرح البدایۃ	برہان الدین علی بن ابی بکر المرغینانی	۵۹۳

ی

کتاب	مصنف	وفات
۲۹۵ - الیواقیت والجواہر	سید عبدالوہاب الشعرانی	۹۷۳
۲۹۶ - ینابیع فی معرفۃ الاصول	ابی عبداللہ محمد ابن رمضان الرومی	۷۶۹